مآثر الامراء

اول

مآثر الامرا

مؤلف

صمصام الدولہ شاہنواز خاں

مترجم

پروفیسر محمد ایوب قادری

مرکزی اردو بورڈ

۳۶ - جی گلبرگ ، لاہور

بار اول : جون ۱۹۶۸ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار

ناشر

اشفاق احمد

ڈائرکٹر ، مرکزی اردو بورڈ ، لاہور

طابع

سید ظفرالحسن

ظفر سنز پرنٹرز ، ۹ - کوپر روڈ ، لاہور

فهرس

(الف)

ب

پ

ت

ث

ج و چ

ح

ابتدائیہ

مآثرالامراء کے مؤلف صمصام الدولہ شاہنواز خاں کے بزرگ خواف کے رہنے والے تھے۔ ان کے اجداد میں میر کمال الدین اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان آئے اور شاہی ملازمت میں داخل ہو گئے۔ صمصام الدولہ شاہنواز خاں کا اصلی نام عبدالرزاق بن میر حسن علی بن محمد کاظم خاں ہے۔ ان کی پیدائش ۲۹ رمضان ۱۱۱۱ھ (۹ مارچ ۱۷۰۰ء) کو لاہور میں ہوئی[1]۔ وہ آغاز جوانی میں لاہور سے اورنگ آباد پہنچے جہاں ان کا خاندان سکونت پذیر تھا اور نواب آصف جاہ اول (ف ۱۱۶۱ھ - ۱۷۴۸ء) کی سرکار میں ملازم ہو گئے۔ ۱۱۵۰ھ (۱۷۳۷ء) میں نواب آصف جاہ محمد شاہ بادشاہ دہلی (ف ۱۱۶۱ھ - ۱۷۴۸ء) کی طلبی پر دہلی پہنچے تو ان کے فرزند نظام الدولہ ناصر جنگ (ف ۱۱۶۴ھ - ۱۷۵۰ء) کی سرکار میں صمصام الدولہ نے بڑا اعتماد اور منصب حاصل کیا۔ نیرنگیٔ فلک کج رفتار دیکھیے کہ ناصر جنگ نے اپنے بوڑھے باپ آصف جاہ سے سرکشی کی۔ اس کے نتیجے میں صمصام الدولہ شاہنواز خاں بھی معتوب اور گوشہ نشین رہے۔ اسی گوشہ نشینی کے زمانے میں نواب صمصام الدولہ شاہنواز نے مآثرالامراء کی تدوین کا کام شروع کیا اور پانچ سال تک اپنی

---

۱ - چارلس ریو نے بغیر حوالہ صمصام الدولہ کا مولد ملتان بتایا ہے۔ ملاحظہ ہو ''کیٹالاگ آف پرشین مینوسکرپٹس ان برٹش میوزیم'' جلد اول ص ۳۴۰ (لندن ۱۸۷۹ء)۔

۲ - صمصام الدولہ شاہنواز خاں کے حالات میر غلام علی آزاد نے لکھے ہیں کہ جو مآثرالامراء کی پہلی جلد (اردو ترجمہ صفحہ ۳۶ تا ۵۷) میں شامل ہیں۔ ان ہی کی بنیاد پر صمصام الدولہ پر ایک مقالہ محمد حسن محوی صدیقی نے لکھا ہے جو پہلے ''اردو'' (اورنگ آباد اکتوبر ۱۹۳۹ء) میں شائع ہؤا اور اب ''ہفت مقالہ'' میں شامل ہے۔

گوشہ‌نشینی کے (۱۱۵۵ھ تا ۱۱۶۰ھ) زمانے میں اس کتاب کو مرتب کرتے رہے۔ ابھی یہ کتاب پایۂ تکمیل کو نہ پہنچی تھی کہ نواب آصف جاہ نے صمصام الدولہ شاہنواز خاں کا مرتبہ و منصب بحال کر دیا اور یہ علمی اور تاریخی کام نامکمل رہ گیا۔

نواب آصف جاہ کے انتقال کے بعد نواب نظام الدولہ سریر آرائے حکومت ہوئے اور ان کے بعد حکومت صلابت جنگ(ف ۱۱۷۷ھ-۱۷۶۳ء) کو ملی۔ نظام الملک اور صلابت جنگ کے زمانے میں صمصام الدولہ اعلیٰ مراتب و مناصب پر فائز رہے۔ ۱۳ صفر ۱۱۶۷ھ (۱۱ دسمبر ۱۷۵۳ء) کو نواب صلابت جنگ نے صمصام الدولہ کو وکیل مطلق مقرر کیا اور انہوں نے ریاست کے حالات کو بڑی حد تک درست کیا۔ سرکشوں کو تنبیہ کی اور فرانسیسیوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو روکا۔

۶ ذی قعدہ ۱۱۷۰ھ (۲۳ جولائی ۱۷۵۷ء) کو سپاہ نے مطالبۂ تنخواہ کے سلسلے میں بغاوت کر دی۔ صمصام الدولہ کو وکالت مطلق کے عہدے سے ہٹنا پڑا اور ان کی بجائے شجاع الملک بسالت جنگ وکیل مطلق بنائے گئے۔ صمصام الدولہ دولت آباد چلے آئے۔ ان کا سامان اور گھر بار لوٹ لیا گیا۔ ان کی مخالفت عام ہو گئی۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی کی کوششوں سے صمصام الدولہ شاہنواز خاں کا منصب بحال ہو گیا۔ انہوں نے بالا جی راؤ مرہٹہ کے زور کو توڑا اسی زمانے میں عمدہ الملک موسی بوسی (ف ۱۷۸۵ء) اور عبدالرحمان حیدر بیگ، فرانسیسیوں کے آزمودہ کار سیاست داں، نواب صلابت جنگ کے حضور میں پہنچے اور انہوں نے سازش کا جال بچھا کر صلابت جنگ کو صمصام الدولہ سے بد ظن اور خلاف کر دیا۔ ۲۶ رجب ۱۱۷۱ھ (۵ اپریل ۱۷۵۸ء) کو حیدر بیگ کی سازش سے صمصام الدولہ شاہنواز خاں مع فرزندان عبدالغنی، عبدالحئی اور عبدالعلی قید ہو گئے۔ ان کا اثاث البیت لوٹ لیا گیا اور مستورات کی بے عزتی کی گئی۔ ۳ رمضان ۱۱۷۱ھ (۱۱ مئی ۱۷۵۸ء) کو حیدر بیگ قتل کر دیا گیا۔ فرانسیسیوں کے اوسان

خطا ہو گئے ۔ اسی ہنگامے میں مفسدوں نے نواب صمصام الدولہ شاہنواز خاں اور ان کے ایک فرزند عبدالغنی کو قتل کر دیا ۔ صمصام الدولہ اپنے آبائی قبرستان میں شاہ نور قدس سرہ کی درگاہ میں دفن ہوئے ۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے :

رفت صمصام الدولہ زجہاں سیوم ماہ شریف رمضان
سال ایں واقعہ آں سید خود گفت "ما کشتۂ عبدالرحمان"

۱۱۷۱ھ

صمصام الدولہ شاہنواز خاں ملکی و سیاسی معاملات میں دسترس رکھنے کے علاوہ مروجہ علوم و فنون میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے ۔ فارسی زبان و ادب اور انشا پردازی میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے ۔ بقول میر غلام علی آزاد بلگرامی مصطلحات اور شعر فہمی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے ۔[1] ماثرالامراء ،'بہارستان سخن' ، سوانحالفوائد ان کی تالیفات ہیں ۔ اول الذکر کتاب کا مفصل ذکر آگے آ رہا ہے ۔

بہارستان سخن فن شعر و ادب کے متعلق ایک اہم تالیف ہے[1] ۔ اس کتاب میں چودہ فصلیں ہیں ۔ آخری چودھویں فصل (۱۴) مشہور شعراء کے حالات پر مشتمل ہے بقیہ فصلوں کے عنوان یہ ہیں : (۱) اعداد شعر و بیان کلام منظوم ، (۲) عروض ، (۳) قافیہ (۴)، اقسام (۵)، آداب و انشاء ، (۶) صنائع و بدائع ، (۷) بلاغت و فصاحت ، (۸) معما و لغز ، (۹) علم انشاء ، (۱۰) آداب کتابت ، (۱۱) خط و خطاطی ، (۱۲) حروف ، اعراب ، نقاط و الفاظ و املا کا بیان اور اس کی تقسیم ، (۱۳) قواعد لغت فارسی کا بیان ۔

اس وقیع تالیف کا ایک خطی نسخہ کتب خانۂ آصفیہ (حیدر آباد دکن) میں موجود ہے ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولوی محمد حسین محوی صدیقی کی نظر سے اس کا کوئی اور مخطوطہ بھی گزرا ہے لیکن انھوں نے اس کی

۱۔ ہفت مقالہ مرتبہ پیر حسام الدین راشدی (انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۶۷ع) صفحہ ۳۳۹ - ۳۴۰ ۔

وضاحت نہیں کی[۱] -

صمصام الدولہ کی دوسری تالیف موائدالفوائد ہے جس کا حوالہ انھوں نے بہارستان سخن میں دیا ہے - اس کتاب میں انھوں نے مسائل دینیہ، مسائل شرعیہ اور آداب و اخلاق کے بیان کو مختصر طور پر بڑی بڑی کتابوں سے انتخاب کر کے لکھا ہے[۲]۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کا کوئی ذکر صمصام الدولہ شاہنواز خاں، یا میر غلام علی آزاد بلگرامی یا میر عبدالحئی نے مآثر الامراء میں نہیں کیا ہے -

صمصام الدولہ شاہنواز خاں کی تالیف مآثرالامراء مغلوں کے عہد کی تواریخ کتب میں خاص اہمیت کی مالک ہے - صمصام الدولہ کو تاریخ کے فن سے خاصا شغف تھا اور ان کے پاس تاریخی کتابوں کا ایک اچھا ذخیرہ تھا - صمصام الدولہ نے عہد اکبری سے عہد محمد شاہی تک کے [۷۳۰] امراء کے مفصل حالات مستند مآخذ کی روشنی میں قلم بند کیے ہیں[۳]- انھوں نے اپنے مآخذ کے اکثر حوالے متن کتاب میں دے دیے ہیں -

یوں تو امرائے سلطنت کے حالات و واقعات تواریخ ملوک اور دوسرے تذکروں میں عام طور سے ملتے ہیں، مگر اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب ''طبقات شاہجہانی'' ہے، جو محمد صادق ہمدانی کشمیری کی تالیف ہے - اس میں ان (۸۷۱) امراء کے حالات ہیں جو

۱- بہارستان سخن مقالہ مرتبہ پیر حسام الدین راشدی (انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۶۷ع) صفحہ ۳۳۹-۳۴۰

۲- ایضاً -

۳ - صمصام الدولہ کے حالات میر غلام علی آزاد بلگرامی نے تفصیل سے لکھے ہیں، وہیں سے ضروری حالات اخذ کر کے یہاں لکھے گئے ہیں -

۴ - امراء کی تعداد کے شمار کرنے میں اکثر حضرات کو تسامح ہوا ہے کیونکہ بعض اوقات مؤلف نے دو حضرات کے حالات ایک ہی عنوان میں لکھ دیے ہیں - (ق)

تیمور اور اس کے اخلاف کے درباروں سے منسلک رہے ہیں ۔ یہ کتاب ۱۰۴۶ھ (۳۷–۱۶۳۶ء) کے قریب تالیف ہوئی۔ اس کے آخر کے تین ابواب میں سادات و مشائخ ، علماء و حکماء و فضلاء اور شعراء کے حالات درج ہیں ۔ یہ کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی ہے ، اس کے خطی نسخے انڈیا آفس ، برٹش میوزیم اور بانکی پور (پٹنہ) کی لائبریریوں میں موجود ہیں[1] ۔

طبقات شاہجہانی کے مؤلف محمد صادق کا بھائی ملا محمد یوسف ہمدانی کشمیری (ف ۱۰۳۳ھ/۲۴-۱۶۲۳ء) جہانگیر کا درباری شاعر تھا ۔ محمد صادق تقریباً ۱۰۰۰ھ (۹۲ – ۱۵۹۱ء) میں پیدا ہوا ۔ دہلی میں سکونت پذیر ہوا ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے شاگرد محمد فائز سے اس نے علوم متداولہ کی تحصیل کی ۔ محمد صادق کی دو کتابیں "کلمات الصادقین" اور "سلسلۃ الصادقین" بھی ہیں ۔ "کلمات الصادقین" میں دہلی کے ایک سو پچیس مشائخ کے حالات درج ہیں ۔ بانکی پور (پٹنہ) میں اس کا خطی نسخہ موجود ہے[2] ۔

اس موضوع پر دوسری کتاب ذخیرۃالخوانین ہے جو شیخ فرید بن معروف بھکری کی فارسی تالیف ہے ۔ اس میں تین باب ہیں ۔ پہلا باب دور اکبری کے ، دوسرا دور جہانگیری کے اور تیسرا دور شاہجہانی کے امراء کے حالات پر مشتمل ہے ۔ یہ کتاب بھی عہد شاہجہانی ۱۰۶۱ھ (۵۱–۱۶۵۰ء) میں تالیف ہوئی ہے[3] ۔ یہ کتاب صمصام الدولہ

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو پرشین لٹریچر از سی اے سٹوری جلد اول ، صفحہ ۱۱۴۱—۱۱۴۲ (لندن ۱۹۵۳ء) ۔

۲ ۔ پرشین لٹریچر ، جلد اول ، صفحہ ۹۸۵ ۔

۳ ۔ مولوی محمد سلیمان بدایونی (ف ۱۹۶۳ء) کے ذخیرۂ علمیہ میں عہد شاہجہانی کی ایک فارسی تصنیف نظر سے گزری جو اس دور کے دہلی کے علماء ، مشائخ اور شعراء کے حالات پر مشتمل ہے ۔ مصنف کوئی "دہلوی" ہے ۔ آخر کتاب میں شاہجہانی کے زمانے کے منصب داروں کی ایک مکمل فہرست دی ہوئی ہے ۔

شاہنواز خاں کے پیش نظر رہی ہے اور انہوں نے اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے۔ اس کتاب کے قلمی نسخے بر صغیر پاک و ہند میں معدودے چند ہیں۔ اب یہ کتاب پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کی طرف سے شائع ہو رہی ہے۔ پہلی جلد (امرائے دور اکبری) شائع ہو چکی ہے۔

اس موضوع پر تیسری کتاب تذکرۃالامراء ہے جو کیول رام بن رگناتھ داس اگروال ساکن کلسانہ (پرگنہ بلند شہر) صوبہ دہلی کی تالیف ہے۔ یہ کتاب بھی فارسی زبان میں لکھی گئی ہے اور دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب مسلم امراء اور دوسرا باب ہندو امیروں اور زمینداروں کے حالات میں ہے۔ اس کتاب میں عہد اکبری سے عالمگیر تک کے امراء کا حال قلم بند کیا گیا ہے[1]۔ اس کتاب کے زمانۂ تالیف کے متعلق اختلاف رائے ہے[2]۔

اس سلسلے کی ایک فارسی کتاب تذکرہ‌الامراء مؤلفہ جیمس سکنر بھی قابل ذکر ہے[3] جو ۱۸۳۰ء میں مکمل ہوئی۔ یہ کتاب چار ابواب

۱۔ ملاحظہ ہو کیٹالاگ آف پرشین مینوسکرپٹس ان برٹش میوزیم، جلد اول صفحہ ۳۰۲۔

۲۔ ۱۲۳۰ھ (۱۸۔۱۷۷۲ء) یا ۱۱۸۳ھ (۱۷۷۰ء) یا ۱۱۹۴ھ (۱۷۸۰ء) کا مختلف حضرات نے تعین کیا ہے۔ ملاحظہ ہو پرشین لٹریچر از سی اے سٹوری، جلد اول حصہ دوم (لندن ۱۹۵۳ء) صفحہ ۱۰۹۴۔

۳۔ جیمس سکنر کا باپ، ہرکولیس سکنر تھا۔ اس کی ماں ایک راجپوت خاتون تھی۔ وہ ۱۷۷۸ء میں پیدا ہوا۔ ۱۷۹۱ء سے ۱۸۰۳ء تک گوالیار کے مہاراجا سندھیا کی مرہٹہ فوج میں ملازم رہا۔ پہلی جنگ مرہٹہ میں مرہٹوں کی ملازمت سے مستعفی ہو کر لارڈ لک کے زیر کمان لڑا۔ ۱۸۲۷ء میں لفٹننٹ کرنل بنا۔ ۴ دسمبر ۱۸۴۱ء کو ہانسی میں فوت ہوا اور ۱۷ فروری کو اپنے تعمیر کردہ گرجے (دہلی) میں دفن ہوا (پرشین لٹریچر صفحہ ۶۸۸)۔

پر مشتمل ہے - اس میں راجپوتوں ، سکھوں اور مسلم امراء و خوانین کے حالات شامل ہیں - جیمس سکنر نے ایک دوسری کتاب تشریح الاقوام بھی لکھی ہے - اس میں مغل بادشاہوں اور دوسرے ذوی الاقتدار مسلم خاندانوں اور ہندو سیاسیوں وغیرہ کے حالات بھی لکھے ہیں[1] -

اس موضوع پر اُردو زبان میں ایک کتاب "امرائے ہنود" ہے جو مولوی سعید احمد مارہروی ثم اکبر آبادی مرحوم کی قابل قدر تالیف ہے[2] - اس کتاب میں ۱۷۳ ہندو امراء کے مستقل حالات اور ۱۲۱ ہندو امراء کے ضمنی حالات آ گئے ہیں اس طرح اس کتاب میں ۲۹۴ ہندو امراء کے حالات شامل ہیں - فاضل مؤلف نے کتاب کے آغاز میں ایک فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے - اس کتاب کا پہلا اڈیشن انجمن ترقی اردو (ہند) کی طرف سے ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا -

---

۱ - ملاحظہ ہو کیٹا لاگ آف پرشین مینوسکرپٹس ان برٹش میوزیم ، جلد اول صفحہ ۶۴-۶۶ -

۲ - مولوی سعید احمد ولد سلطان احمد ۱۸۷۵ء میں مارہرہ میں پیدا ہوئے - ابتدائی تعلیم مکتب میں پائی - پھر مڈل پاس کیا - اس کے بعد مشن ہائی سکول شاہجہان پور میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے داخل ہوئے مگر بعض سوانح کی وجہ سے تعلیم ملتوی کرنی پڑی اور کلکٹری آگرہ میں ملازم ہوئے - ۱۹۳۰ء میں پنشن حاصل کی - ۲۹ صفر ۱۳۶۵ھ (۳ فروری ۱۹۴۶ء) کو انتقال ہؤا مولوی سعید احمد اکبر آبادی ایک مخلص قومی کارکن تھے ، اُنھوں نے آگرہ میں تعلیم پھیلانے میں بہت کوشش کی - ان کو فن تاریخ سے خاص لگاؤ تھا - حیات صالح ، حیات خسرو ، آثار خیر ، امرائے ہنود ، آثار اکبری ، بوستان اخیار ، ریاض محمد یہ ، ردوٹ مساجد (آگرہ) ، مرقع اکبر آباد ، رہنمائے فتح پور سیکری ، وغیرہ کتب ان سے یادگار ہیں - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "ذکر سعید" از محمد حسن خان زبیری (کراچی ۱۹۶۵ء) -

اردو زبان میں امراء کے حالات میں ایک کتاب تذکرۂ علمائے ہند کے مؤلف مولوی رحمان علی (ف ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ع) نے ریاض الامراء کے نام سے لکھی ہے اس کتاب میں مؤلف نے ہندوستان کی دیسی ریاستوں کے امراء کے مختصر سے حالات لکھے ہیں ۔ یہ کتاب نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوچکی ہے ۔ اردو زبان میں امراء کے حالات پر بعض مقامی اور قومی تاریخی کتب میں مستقل ابواب شامل ہیں مثلاً تاریخ شاہجہان پور مؤلفہ مولوی صبیح الدین میاں (مطبع نامی لکھنؤ ۱۹۳۲ع) اور المشاہیر مؤلفہ فیض احمد (نامی پریس میرٹھ ۱۹۰۰ء) میں امراء کے حالات پر مستقل ابواب ہیں ۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ صمصام الدولہ شاہنواز خاں نے اپنی گوشہ نشینی کے زمانے (۱۱۵۵ھ تا ۱۱۶۰ھ) میں یہ کتاب مرتب کی مگر مکمل نہ ہو سکی کہ وہ پھر ریاست و حکومت کے کاموں میں مشغول ہو گئے ۔ ایک روز ان کے فرزند میر عبدالحئی نے ان سے مآثرالامراء کے مکمل کرنے پر زور دیا تو انھوں نے کہا کہ تم اس کو اختتام کو پہنچاؤ گے ۔ صمصام الدولہ کا یہ کہنا حرف بہ حرف صحیح ثابت ہؤا ۔

ہؤا یہ کہ ۱۱۷۱ھ میں صمصام الدولہ شاہنواز خاں شہید ہو گئے ۔ ان کا گھر بار اور مال و اسباب لٹ گیا ۔ سارا کتب خانہ برباد ہو گیا ۔ کتابوں کے پرزے پرزے بکھر گئے ۔ صمصام الدولہ شاہنواز خاں کے محب صادق میر غلام علی آزاد بلگرامی[1] نے اس قابل قدر کتاب کی تلاش کو جاری رکھا ۔ ایک سال کے بعد اس کا سراغ ملا اور کتاب کے

---

۱ - میر غلام علی آزاد بلگرامی بن نوح حسینی ، ۲۶ صفر ۱۱۱۶ (۸ جون ۱۷۰۴ع) کو بلگرام میں پیدا ہوئے ۔ مولوی طفیل محمد اترولوی اور میر عبدالجلیل بلگرامی سے تحصیل علم کی شیخ محمد حیات سندھی سے حدیث پڑھی ، شاہ لطف اللہ بلگرامی سے

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۱ پر)

مختلف اجزاء ہاتھ لگے - درمیان سے اوراق غائب ہوے - بہت محنت کے بعد ان منتشر اوراق کو مرتب کیا گیا - آزاد بلگرامی نے قطب الملک عبداللہ خاں ، امیرالامراء حسن علی خاں ، نواب آصف جاہ اول اور ان کے فرزند نظام الدولہ کے حالات اپنی تالیف سرو ازاد سے لے کر شامل کر دیے ہیں - آزاد نے ایک خطبہ و تمہید اور مولف کتاب صمصام الدولہ شاہنواز کے حالات بھی لکھ کر شامل کر دے ہیں -

۱۱۸۲ھ (۶۹-۱۷۶۸ع) میں میر عبدالحئی نے اپنے والد کے اس گراں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱)

مرید ہوئے - نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کی سرکار میں ملازم رہے - ۱۲۰۰ھ/۸۶-۱۷۸۵ع میں انتقال ہوا - وضوء الداری شرح صحیح بخاری (یا کتاب الذکر) ، سلیتہ الفواد (قصائد) ، عربی دیوان (دو جلد) ، سحتہ المرجان فی آثار ہندوستان ان کی عربی تصانیف ہیں۔ یدبیضاء ، سرو آزاد ، خزانۂ عامرہ ، روضۃالاولیاء ، مآثرالکرام ، سندالسادت فی حسن خاتمہ السادات ، دیوان فارسی ، مظہر البرکات ، سبعہ سیارہ - ان کی فارسی تصانیف ہیں (ملاحظہ ہو تذکرۂ علمائے ہند (اردو) صفحہ ۳۶۲-۳۶۳) -

۲ - میر عبدالحئی ۱۱۴۲ھ (۳۰-۱۷۲۹ع) میں پیدا ہوئے - ۱۱۶۲ھ میں نظام الدولہ ناصر جنگ کی سرکار سے خان کا خطاب ملا اور مختلف مناصب پر ممتاز رہے - اپنے باپ صمصام الدولہ شاہنواز خاں کے قتل کے بعد ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۷۲ھ (۹ جون ۱۷۵۹ء) کو حیدر آباد میں طلب ہوئے - شمس الدولہ دلاور جنگ کا خطاب ملا ، پھر اپنے باپ کے خطاب صمصام الدولہ صمصام جنگ سے مفتخر ہوئے - چھ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ملا - صارم تخلص تھا - ۱۵ جمادی الاول ۱۱۹۶ھ (۲۸ اپریل ۱۷۸۲ع) کو کولاس میں میر عبدالحئی کا انتقال ہوا اور حیدر آباد میں دفن ہوئے - ملاحظہ ہو کٹیالاگ آف پرشین مینوسکرپٹس ان برٹش میوزیم ، صفحہ ۳۴۲ خزانۂ عامرہ ، صفحہ ۲۶۶ -

قدر علمی سرمایہ مآثرالامراء پر نظر ثانی کی اور تاریخ کے مستند مآخذ کو سامنے رکھ کر اس کی تکمیل کا بیڑہ اٹھایا - ۱۱۸۲ھ (۶۹-۱۸۶۸ء) میں اس کام کا آغاز کر دیا اور بارہ سال کی طویل مدت کے بعد اس کو تکمیل کو پہنچایا - ۱۱۹۴ھ (۱۷۸۰ء) میں یہ کتاب مآثرالامراء مکمل ہوئی - میر عبدالحئی نے خود تاریخ کہی ہے :

قلم حدیقہ آراست از بہار سخن
پسند اہل خرد عیش گاہ ہر دانا
سواد کلک بہار آفریں راقم آن
شکست ناز ارم رشک جنت الماوا
دبیر عقل رقم کرد سال اتمامش
زہے ادیب مصاحب مآثرالامراء
۱۱۹۴ھ

میر عبدالحئی نے اصل کتاب میں جن امراء کے حالات کا اضافہ کیا ہے - ان کے نام کے ساتھ لفظ (ق) لکھ دیا ہے جس سے مراد ''الحاق ہے'' -

صمصام الدولہ شاہنواز خان کی اس کتاب مآثرالامراء کی تالیف و تدوین و ترتیب و تہذیب میں صمصام الدولہ شاہنواز خان کے علاوہ ان کے محب صادق میر غلام علی آزاد بلگرامی اور صمصام الدولہ کے فرزند میر عبدالحئی کا بڑا ہاتھ رہا ہے بلکہ میر عبدالحئی تو شریک غالب ہیں[1] -

مآثرالامراء کا فارسی متن ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) سے تین جلدوں میں بصراحت ذیل شائع ہوا ہے :

۱- ماہنامہ ''نگار'' رام پور (اگست ۱۹۶۳ء) میں سید نقی احمد رسا کا ایک مضمون ''مآثرالامراء کی تاریخی فروگزاشت'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں مقالہ نگار نے میر عبدالحئی کو جانبدار مؤرخ ٹھیرانے کی کوشش کی ہے -

جلد اول ۔ از الف تا خ (۱۸۸۸ء)
جلد دوم ۔ از د تا غ (۱۸۹۰ء)
جلد سوم ۔ از ف تا ی (۱۸۹۱ء)

فارسی متن کی تصحیح و تہذیب کے فرائض مدرسہ عالیہ کلکتہ کے فاضل اساتذہ مولوی عبدالرحیم اور مولوی مرزا اشرف علی نے انجام دے۔

مآثرالامراء کا انگریزی ترجمہ مشہور مؤرخ و مترجم ہنری بیورج نے ۱۹۱۱ء میں شروع کیا اور ایک مدت کے بعد انجام کو پہنچایا۔ ۱۹۰۴ء تک تقریباً ۶۰۰ صفحے کراسوں کی صورت میں شائع ہوئے۔ ۸ نومبر ۱۹۲۹ء کو ہنری بیورج فوت ہو گئے۔ پھر تصحیح، تہذیب، ترتیب اور نظر ثانی کے فرائض بنی پرشاد صاحب نے انجام دئے۔ انگریزی ترجمے کی پہلی جلد ۱۹۴۱ء میں اور دوسری جلد ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی۔ اس طرح انگریزی ترجمہ مکمل ہو گیا۔

مآثرالامراء میں جن ہندو امراء کے حالات شامل ہیں ان کا انتخاب کرکے ہندی پرچارنی سبھا بنارس نے اس حصے کا ہندی ترجمہ کتابی شکل میں شائع کر دیا۔

پاکستان کے مشہور علمی ادارے مرکزی اردو بورڈ (لاہور) نے اس اہم تاریخی ماخذ مآثرالامراء کا اردو ترجمہ جب اپنے اشاعتی پروگرام میں شامل کیا تو یہ کام خاکسار کے سپرد کیا۔ میں نے کم و بیش دو سال میں اس کام کو مکمل کیا۔

اردو ترجمے میں بڑی حد تک اصل کی رعایت رکھی گئی ہے۔ سادہ اور سلیس زبان اختیار کی ہے تا کہ پاکستان کے ہر علاقے کے لوگ اس سے بآسانی استفادہ کر سکیں۔ حسب ضرورت حواشی لکھے ہیں۔ ہم نے بعض حواشی انگریزی مترجم کے بھی شامل کر دیے ہیں۔ ایسے حواشی کے اختتام پر ''بیوریج'' کی رعایت سے ''ب'' لکھ دیا ہے اور جہاں خود حواشی لکھے ہیں وہاں ''قادری'' کی رعایت سے ''ق'' لکھ دیا ہے۔

ہجری سین کو عیسوی میں بھی بدل دیا ہے ۔ فارسی متن (مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ، کلکتہ) کے صفحات کا حوالہ اردو ترجمے میں قوسین [ ] کے اندر دے دیا ہے تا کہ اصل سے رجوع کرنے میں سہولت ہو ۔

کتاب کے شروع میں کتب حوالہ جات کی فہرست اور آخر میں اشاریہ و صحت نامہ بھی شامل کر دیا ہے ۔ کتاب کے آغاز میں امراء کی فہرست باعتبار حروف تہجی ترتیب دے کر شامل کی ہے ۔

اس طرح آخر میں شاہان مغلیہ کے سالہا ئے جلوس کی ایک فہرست بھی بطور ضمیمہ لگا دی ہے ۔

میں اس سلسلے میں مرکزی اردو بورڈ (لاہور) کے مقتدر ارکان کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں ۔ جناب ڈائرکٹر اشفاق احمد صاحب ، مخدومی پیر حسام الدین صاحب راشدی اور محترمی ڈاکٹر ابواللیث صاحب صدیقی کا خاص طور سے شکر گزار ہوں کہ ان بزرگوں کے قیمتی مشورے اور ہمدردیاں میرے شامل حال رہیں ۔ فقط

محمد ایوب قادری ، کراچی

کتب حوالہ جات

۱۔ آثار الصنادید سرسید احمد خان (مرتبہ ڈاکٹر معین الحق) کراچی ۱۹۶۶ء

۲۔ احوال مشائخ کبار مملوکہ مولوی محمد سلیمان بدایونی، کراچی (قلمی)

۳۔ اخبار الصنادید (جلد اول) نجم الغنی خان رام پوری لکھنؤ ۱۹۱۸ء

۴۔ آکبر نامہ ابوالفضل نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۲ء

۵۔ اکبر نامہ ابوالفضل بہ تصحیح آغا احمد علی و مولوی عبدالرحیم کلکتہ ۸۶-۱۸۷۷ء

۶۔ الامام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی حکیم شمس اللہ قادری حیدر آباد دکن

۷۔ العلم (سہ ماہی) کراچی۔ جولائی تا ستمبر ۱۹۵۹ء

۸۔ امرائے ہنود محمد سعید احمد مارہروی کان پور ۱۹۱۰ء

۹۔ آئین اکبری ابوالفضل (بہ تصحیح سرسید احمد خان) دہلی ۱۲۷۳ھ

۱۰۔ بادشاہ نامہ (سہ جلد) عبدالحمید لاہوری بہ تصحیح مولوی کبیر الدین کلکتہ ۶۸-۱۸۶۷ء

۱۱۔ بزم تیموریہ صباح الدین عبدالرحمان اعظم گڑھ ۱۹۴۸

۱۲۔ پرشین لٹریچر سی اے اسٹوری لندن ۱۹۰۳ء

۱۳۔ تاریخ امروہہ (جلد اول) محمود احمد عباسی دہلی ۱۹۳۰ء

۱۴- تاریخ اودھ (جلد اول) نجم الغنی خاں رام پوری لکھنؤ ۱۹۱۸ء
۱۵- تاریخ برہان پور مولوی خلیل الرحمان مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۷ھ
۱٦- تاریخ شاہجہان پور صبیح الدین میاں لکھنؤ ۱۹۳۲ء
۱۷- تاریخ فرشتہ محمد قاسم ہندوشاہ نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۴ء
۱۸- تاریخ کٹھیر (روہیل کھنڈ) حاجی خداداد خاں رام پور ۱۹۳۹ء
۱۹- تاریخ معصومی مرتبہ ڈاکٹر عمر بن داؤد پوتا پونا ۱۹۳۸ء
۲۰- تاریخ ہندوستان (جلد نہم) مولوی ذکاء اللہ دہلوی [دہلی ۱۸۹۸ء
۲۱- عجائب چستی نور احمد چستی لاہور ۱۳۲۰ھ

۲۲- تذکرۂ امیر خانی پیر حسام الدین راشدی
سندھی ادبی بورڈ، کراچی ۱۹۶۱ء
۲۳- تذکرۂ اولیائے ہند و پاکستان (اردو) مرزا محمد اختر دہلوی
مطبوعہ لاہور
۲۴- تذکرۂ خوش نویساں غلام محمد کلکتہ ۱۳۲۸ھ
۲۵- تذکرۂ علمائے ہند (رحمان علی) مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری
پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹٦۱ء
۲٦- تزک جہانگیری نور الدین جہانگیر مرتبہ مرزا محمد ہادی
نول کشور پریس لکھنؤ

۲۷- خزانۂ عامرہ غلام علی آزاد بلگرامی
مطبع نول کشور کانپور ۱۸۷۱ء
۲۸- داستان ترک تازان ہند (کاخ سوم) نصر اللہ خاں (دولت یار جنگ)
بمبئی ۱۳۰۹ھ
۲۹- دربار اکبری مولوی محمد حسین آزاد لاہور ۱۹۴۷ء
۳۰- دیوان بیرام خاں بیرام خاں خانِ خاناں کلکتہ ۱۹۱۰ء

۳۱- ذخیرة الخوانین (حصہ اول) شیخ فرید بھکری کراچی ۱۹۶۱ء
(مرتبہ ڈاکٹر معین الحق)

۳۲- ذوالقرنین (بدایوں نمبر) مرتبہ امیر الدین نظامی
نظامی پریس بدایوں ۱۹۵۶ء

۳۳- رود کوثر شیخ محمد اکرام لاہور ۱۹۵۸ء

۳۴- سرو آزاد غلام علی آزاد بلگرامی آگرہ ۱۹۱۰ء

۳۵- صحیفۂ خوش نویساں احترام الدین شاغل علی گڑھ ۱۹۶۳ء

۳۶- طبقات اکبری (۳ جلد) خواجہ نظام الدین ہروی
کلکتہ ۱۹۳۱ء

۳۷- عالم گیر نامہ محمد کاظم (بہ تصحیح خادم حسین) کلکتہ ۱۸۶۸ء

۳۸- عمل صالح محمد صالح کنبوہ (بہ تصحیح ڈاکٹر غلام یزدانی)
کلکتہ ۱۹۳۵ء

۳۹- عہد بنگش کی سیاسی، علمی اور ثقافتی تاریخ
مفتی ولی اللہ فرخ آبادی (مرتبۂ محمد ایوب قادری)
ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی ۱۹۶۵ء

۴۰- غبار خاطر ابوالکلام آزاد مکتبۂ مصطفائی لاہور

۴۱- فال آف دی مغل امپائر سر جادو ناتھ سرکار کلکتہ ۱۹۵۲ء

۴۲- قیصر التواریخ (جلد اول) کمال الدین حیدر حسینی لکھنؤ ۱۹۰۷ء

۴۳- کنز التاریخ مولوی رضی الدین بدایونی نظامی پریس بدایوں ۱۹۰۷ء

۴۴- کیٹا لاگ آف دی پرشین مینو سکرپٹس ان دی
لائبریری آف دی برٹش میوزیم، چارلس ریو لندن ۱۸۷۹ء

۴۵- مآثرالامراء (جلد دوم) صمصام الدولہ شاہنواز خاں کلکتہ ۱۸۹۰ء

۴۶- مآثرالامراء (جلد سوم) صمصام الدوله شاہنواز خان : کلکتہ ۱۸۹۱ء

۴۷- مآثر رحیمی عبدالباقی نہاوندی ، کلکتہ ۱۹۲۴-۳۱ء

۴۸- مآثر عالمگیری محمد ساقی مستعد خان (بہ تصحیح آغا احمد علی)

کلکتہ ۱۸۷۰ء

۴۹- مآثر الکرام (دفتر اول) غلام علی آزاد بلگرامی

حیدرآباد دکن ۱۹۱۰ء

۵۰- مراۃ سکندری شیخ سکندر بمبئی ۱۸۹۰

۵۱- مرقع اکبر آباد محمد سعید احمد مارہروی آگرہ ۱۹۳۱ء

۵۲- مظہر شاہجہانی یوسف میرک (مرتبہ پیر حسام الدین راشدی)

سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۶۲ء

۵۳- مفتاح التواریخ ولیم بیل کان پور ۱۸۶۷ء

۵۴- مقالات الشعراء علی شیر قانع تتوی (مرتبہ پیر حسام الدین راشدی)

کراچی ۱۹۵۷ء

۵۵ منتخب التواریخ (سہ جلد) ملا عبدالقادر بدایونی ،

کلکتہ ۱۸۶۵-۶۹ء

۵۶- منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی ،

(اردو ترجمہ مولوی احتشام الدین مرادآبادی)

نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۴ء

۵۷- منتخب اللباب (جلد اول و دوم) محمد ہاشم خافی خان ،

کلکتہ ۱۸۶۹-۷۴ء

۵۸- منشور الوصیت و دستورالحکومت میاں نور محمد

(مرتبہ پیر حسام الدین راشدی) (حیدرآباد سندھ ۱۹۶۴ء)

۵۹- نزہتہ الخواطر (جلد چہارم) حکیم عبدالحیؒ حیدرآباد دکن

۶۰- نفحات الانس عبدالرحمان جامی نول کشور پریس لکھنئو ۱۸۸۵ء

۶۱- واقعات دارالحکومت دہلی بشیر الدین آگرہ ۱۹۱۹ء

۶۲- وقائع نادری معصرم علی عشر نول کشور پریس لکھنئو

۶۳- ہدیہ مہدویہ مولانا محمد زمان خاں مطبع نظامی کان پور ۱۲۹۳ھ

۶۴- ہسٹری آف اورنگ زیب (۵ جلد) سر جادو ناتھ سرکار کلکتہ ۱۹۵۲ء

۶۵- ہسٹری آف فریڈم موومنٹ (جلد دوم) کراچی ۱۹۵۷ء

۶۶- ہمایوں نامہ گل‌بدن بیگم (اردو ترجمہ عثمان حیدر مرزا) علی گڑھ ۱۹۳۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

از میر عبدالحی پسر مؤلف

بے انتہا تعریف اور بے اندازہ توصیف اوس مالک الملک کو لائق ہے کہ مشہور بادشاہوں کی بادشاہی اور حکومت نصب امراء کی داستان جس کی عظیم قدرت و مکمل ارادہ کا ایک نمونہ ہیں اور وہ ایسا فرمان روا ہے کہ اوس کے زبردست احکام دنیا والوں کے دل اور ہاتھ کو پکڑے رہتے ہیں اور کوئی ذرہ اوس کے جلیل القدر حکم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا اور کوئی حرکت کرنے والی چیز بغیر اوس کے پختہ حکم کے ساکن نہیں ہو سکتی ۔ اور وہ ایسا انتظام کرنے والا ہے کہ اوس نے فرش زمین کو عالی خاندان بادشاہوں کے وجود سے رونق و زینت دے کر امن و امان کا گہوارا بنایا ۔ اور عالی رتبہ امراء کو بادشاہوں کے ساتھ ایسی نسبت بخشی جو دل کو اعضاء کے ساتھ ہے اور اون (امراء) کو عام رعایا کے کاموں کے انجام دینے کا ذریعہ بنایا ۔ اور وہ ایسا حکم نافذ کرنے والا ہے کہ ایک لفظ کن سے مصنوعات کے ہزاروں عالم کو حالت عدم سے عرصۂ وجود میں لایا اور وہ ایسی بالغ حکمت والا ہے کہ اوس نے مخلوقات میں ایسی بے شمار حکمتیں رکھی ہیں کہ غور و فکر کرنے والے اوس کی دریافت سے عاجز ہیں ۔

نظم

خدایا بحکم تو اندر جہاں   زمین ساکن است و روان آسمان
بزرگی دہ جن و آدم توئی   ہمہ شہ شہنشاہ عالم توئی

غیر محدود درود اوس قافلہ سالار (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) پر کہ جنھوں نے اپنے بعثت کے بعد خدا کے احکام کی اتباع کی اور اپنے متبعین کی کمی اور دشمنوں کی زیادتی کا خیال نہ کیا اور جنھوں نے گم راہ سراج اور گم راہ سرشت بھٹکے ہوؤں کا خاتمہ کر کے اور اون کو وافر شکستیں دے کر اون کے اعمال کا بدلہ اون کو سونپا یہاں تک کہ اوس کا روشن دین تمام دنیا میں پھیل گیا۔

نظم از میر عبدالحی

محمد شہ ملک دنیا و دیں — کہ پیغمبر انداخت بنیاد کیں
محل رسل جملہ تاج سر اوست — کہ ختم سری جون سوت بروست

اور اون نیک انجام اولاد اور نیک سرشت اصحاب پر (سلامتی) ہو کہ جو حکم رانی کے ایوان کے خاص رکن اور ہمہ دانی کے شہر کے دروازے ہیں۔

اس کے بعد تاریخ عبرت کے تماشائیوں اور اس تماشا گاہ اعتبار کے دیکھنے والوں سے پوشیدہ نہ رہے کہ ان سطروں کے لکھنے والے (میر عبدالحی) کے والد مغفور میر عبدالرزاق ہیں کہ جن کو صمصام الدولہ کا خطاب تھا۔ جس زمانے میں کہ وہ منصب سے دور اورنگ آباد میں گوشہ نشین تھے چوں کہ وہ فن شعر میں بہت معقولیت رکھتے تھے۔ اور چونکہ ہندوستان کی تیموریہ سلطنت اور اوس عہد کے حالات اون کو زبانی تھے اور نسب جاننے کے سلسلے میں اون کو بڑی مہارت حاصل تھی کہ اکثر لوگ اپنے بزرگوں کے نام اور احوال وغیرہ (صمصام الدولہ) سے تحقیق کرتے، تو اوس زمانہ (گوشہ نشینی میں) اونہوں نے اوقات گزاری کے لیے ایک مشغلہ سوچا اور اس نسخہ (مآثر الامراء) کے تالیف کرنے میں توجہ فرمائی جو مذکورہ بادشاہوں (تیموریہ) کے عہد کے امراء کے حالات پر مشتمل ہے۔ چنانچہ اونہوں نے اون میں سے بہت سوں کا حال لکھ لیا اور پورے طور سے مسودہ صاف کر لیا۔

اس کے بعد جوں کہ آصف جاہ نے مہربانی فرمائی اور اونہوں نے اپنے حضور میں طلب کر کے اپنی سرکار کا کام اون کے سپرد کر دیا

تو اس کتاب (مآثرالامراء) کا اختتام التوا میں پڑ گیا ، بعد ازاں نواب نظام‌الدولہ شہید نے اپنی سرکار کی دیوانی (نواب صمصام‌الدولہ کو) سپرد کر کے صاحب اختیار بنا دیا ۔

ایک دن ان کلمات کے لکھنے والے (میر عبدالحی) نے عرض کیا کہ ایک اچھی کتاب (مآثرالامراء) کا آغاز ہو چکا ہے اگر اوس کا انجام بھی ہو جاتا تو اچھا ہوتا ، تو اوس بزرگوار (نواب صمصام‌الدولہ) نے فرمایا کہ ہم اس کو مکمل کرو گے ۔ اس کے بعد آن مرحوم (نواب صمصام‌الدولہ) نواب صلابت جنگ کی دولت پر سرفراز ہوئے اور اون کے کام میں اپنا سر نچھاور کر دیا ، گھر برباد ہو گیا ، اوس (کتاب) (مآثرالامراء) کے اجزا لوگ لوٹ کر لے گئے ۔ پھر چند سال کے بعد کچھ اجزاء ہاتھ لگے ۔

میر غلام علی آزاد (بلگرامی) سلمہ اللہ نے کہ جو آں مغفور (نواب صمصام‌الدولہ) کے ساتھ بہت دوستی رکھتے تھے اون اجزاء کو فراہم کیا اور خطبہ و تمہید لکھ کر آن مرحوم (نواب صمصام‌الدولہ) کے حالات ضمیمہ میں شامل کر دیے ۔ اوس کے بعد بھی چند اور اجزاء ہاتھ لگے ۔ چونکہ اوس بزرگ (نواب صمصام‌الدولہ) کی بات راقم کی طبیعت کو بے چین رکھتی تھی لہذا ہمیشہ اوسی خیال میں ڈوبا رہتا تھا یہاں تک کہ ۱۱۸۲ھ (۹–۱۷۶۸ع) میں باقی ماندہ لوگوں کا حال لکھنا شروع کیا اور تاریخ کی کتابوں کو جمع کر کے انجام کو پہنچایا ۔ اور وہ تمہید جو والد مرحوم نے ابتدا میں لکھی تھی اور کسی محرر نے اس کو ایک بیاض میں [۳] نقل کر لیا تھا اور خطبہ و تمہید کہ جو میر آزاد (بلگرامی) نے لکھی تھی اور اون چار حضرات[۱] کے حالات جو میر آزاد (بلگرامی) نے لکھے تھے (سب) اوس (مآثرالامراء) میں شامل کر دیے ۔

وہ کتابیں جو تالیف کے وقت ان سطور کے لکھنے والے (میرعبدالحی)

---

۱ - یعنی قطب‌الملک عبداللہ ، امیرالامراء حسین علی خاں ، نواب آصف جاہ اور نواب نظام‌الدولہ (ق)

کے پیش نظر رہیں اون کی تفصیل یہ ہے :

(۱) اکبر نامہ ، شیخ ابوالفضل مبارک
(۲) طبقات اکبری ، تالیف خواجہ نظام‌الدین احمد
(۳) منتخب‌التواریخ ، تالیف شیخ عبدالقادر بدایونی
(۴) گلشن ابراہیمی مشہور بہ تاریخ فرشتہ ، تالیف محمد قاسم
(۵) عالم آرا ، تالیف سکندر بیگ منشی شاہ عباس دارائے ایران
(۶) ہفت اقلیم ، تالیف امین احمد رازی
(۷) زبدۃالتواریخ ، تالیف نورالحق
(۸) اقبال نامہ ، تالیف معتمد خان بخشی
(۹) جہانگیر نامہ ، کہ جہانگیر بادشاہ نے بارہ سال کے حالات خود لکھے ہیں
(۱۰) ذخیرۃالخوانین ، تالیف شیخ فرید بھکری
(۱۱) مجمع‌الافغانی[۱] ، کسی نے خان جہان لودھی کے لیے لکھی تھی
(۱۲) بادشاہ نامہ ، ملا عبدالحمید لاہوری و محمد وارث
(۱۳) عمل صالح ، تالیف محمد صالح کنبوہ
(۱۴) وقائع قندھارا[۲]
(۱۵) عالمگیر نامہ ، تالیف محمد کاظم منشی
(۱۶) مرآت‌العالم ، تالیف بختاور خان خواجہ سرا

---

۱ - مسٹر عبدالکبیر نے غالباً مخزن‌افغانی کو مجمع‌الافغانی لکھ دیا ہے ۔ مخزن افغانی ، خواجہ نعمت‌اللہ بن خواجہ حبیب‌اللہ ہروی کی تالیف ہے ۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ڈاکٹر محمد امام‌الدین کی تصحیح و مقدمہ کے ساتھ ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان (ڈھاکہ) سے ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی ہے (ق)

۲ - یہ کتاب دارا شکوہ کی ناکام مہم کے حالات پر مشتمل ہے (ب)

(۱۷) تاریخ آسام[1]
(۱۸) خلاصۃ التواریخ[2] ۔ جو عالمگیر بادشاہ کے عہد میں کسی ہندو نے لکھی تھی
(۱۹) تاریخ دل کشا[3] ، جو عہد عالمگیر کے بعض واقعات پر مشتمل ہے اور کسی ہندو نے لکھی تھی
(۲۰) مآثر عالمگیری ، تالیف مستعد خاں محمد ساقی
(۲۱) بہادر شاہ نامہ ، تالیف نعمت خاں عالی
(۲۲) منتخب اللباب ، تالیف خوافی خان
(۲۳) تاریخ محمد شاہی ۔
(۲۴) فتحیہ ، تالیف یوسف محمد خاں
(۲۵) تذکرہ مجمع النفائس ۔ تالیف سراج الدین علی خان آرزو [۴]
(۲۶) مرأت واردات ، تالیف محمد شفیع ۔اؤد تخلص
(۲۷) جہاں کشاء ، تاریخ نادر شاہ

۱ ۔ اس کا مؤلف شہاب الدین طالش ہے ۔ یہ کتاب "فتحیۂ عبرتیہ" کے نام سے موسوم ہے ۔ ڈاکٹر اے بی ایم حبیب اللہ (ڈھاکہ) اس کتاب کو ایڈٹ کر رہے ہیں (ف)

۲ ۔ خلاصۃ التواریخ کا مؤلف سجان رائے بھنڈاری (بٹالوی) ہے ۔ یہ کتاب مولوی ظفر حسن (ف ۳۱ ۔ جنوری ۱۹۶۵ء مطابق ۲۷ ۔ رمضان ۱۳۸۴ھ) نے مختلف نسخوں سے مقابلہ کے بعد ۱۹۱۸ء میں دہلی سے شائع کی (ف)

۳ ۔ اس کتاب کا مصنف بھیم سین ہے ۔ اس کا ترجمہ جونا تھن سکاٹ نے کیا ہے (ب)

۴ ۔ محمد ہاشم خان المخاطب بہ خافی خان نظام الملکی کی شہرۂ آفاق کتاب "منتخب اللباب" ہے جو کلکتہ سے ۱۸۶۹ء میں شائع ہوئی ۔ ابھی حال میں کراچی سے اس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے ۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) سے دوسری جلد کا انگریزی ترجمہ شائع ہونے والا ہے (ف)

(۲۸) تذکرہ سرو آزاد } دونوں میر آزاد (بلگرامی) کی
(۲۹) خزانۂ عامرہ } تالیف ہیں
(۳۰) مرأت الصفاء ، تالیف میر محمد علی برہان پوری
(۳۱) تاریخ بنگالہ

پوشیدہ نہ رہے کہ اس تالیف (مآثرالامراء) کے مصنف مرحوم و مغفور جامع (نواب صمصام الدولہ) نے لوگوں کے احوال کی تقدیم و تاخیر کی بنیاد ہر حرف کی (اس میں) ذکر کیا ہے اون کی سال وفات پر رکھی ہے۔ چونکہ بعض کی سال وفات معلوم نہ ہوسکی اس لیے جس سال تک اون کا حال لکھا گیا ہے اوسی سال کو سال وفات کی بجائے اختیار کر لیا گیا ہے۔

اللہ کا احسان ہے کہ یہ مسرت افزا کتاب (مآثرالامراء) ۱۱۹۴ھ (۱۷۸۰ع) میں مکمل ہوئی کہ اس کی تکمیل کی تاریخ اس طرح ضبط تحریر میں آئی ہے

نظم

قلم حدیقۂ آراست از بہار سخن | بسمند اہل خرد عرس تازہ ہر دانا
سواد کلک بہار آفرین راقم آن | شکست نزارہ رشک حسن الہاوا
دبیر عقل رقم کرد سال اتمامش | زہے ادیب مصاحب مآثرالامراء

۱۱۹۴ھ

(میر عبدالحی)

تمہید

از مؤلف مغفور (نواب صمصام الدولہ)

[جو کتاب شروع کرتے وقت لکھی گئی]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[[1]الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ، اس کے بعد بندۂ عبدالرزاق الحسینی الخوافی الاورنگ آبادی عرض کرتا ہے[1] کہ اگرچہ رشد و تمیز کے زمانے سے میں مروجہ درسیات کے پڑھنے میں [۵] صرف اوقات کرتا تھا مگر (پھر بھی) سیر و تاریخ کو خوب غور سے پڑھتا تھا ۔ جب مجھے وقت ملتی تھی تو گزشتہ سلاطین کے حالات سے کسی قدر عبرت حاصل کرتا تھا اور بلند مرتبہ امراء کے حالات سے مجھے قدرے تنبیہ ہوتی تھی ۔ کبھی حکما اور اہل تقویٰ کے حالات سے بصیرت حاصل ہوتی تھی اور کبھی شعرا کی موزوں شاعری سے لطف ملتا تھا ۔ یہاں تک کہ تیسری دہائی (بیس سال سے تیس سال کی عمر) میں جو ندامت کا زمانہ تھا اوس وقت سے عمر میں تغیر پیدا ہؤا اور زمانہ نے ملازم پیشگی کے چکر میں ڈال دیا اور اوقات تحصیل معاش میں صرف ہونے لگے ۔ اس کے بعد خوش حالی اور آرام دوسرے کاموں میں صرف ہونے لگے ۔ کتب بینی کا موقع نہ رہا اور کتابوں کی آشنائی ختم ہو گئی ۔ مگر کبھی کبھی جمع شدہ مواد کو لکھنے کا خیال ضرور آتا تھا کہ دنیا کے نوجوانوں کے لیے کوئی تحفہ تیار ہوجائے لیکن زمانہ زبان حال سے کہ رہا ہے :

---

۱ - قوسین کی یہ عبارت میر غلام علی آزاد بلگرامی کی ہے جو اونہوں نے نواب صمصام الدولہ کی تمہید کے آغاز کے لیے لکھی ہے ۔ ملاحظہ مآثرالامراء اول (ص۱۰۴) (ف)

دماغ برفلک و دل بپائے مہرساں
چگونہ حرف زنم دل کجا دماغ کجا

اچانک تقدیر کی نیرنگی اور زمانہ کی بوالعجبی سے ۱۱۵۵ھ (۱۷۴۲ء) میں مجھے گوشہ نشین اور عزلت گزیں ہونا پڑا کہ بظاہر ہزاروں تفکرات اور پریشانیاں چھپی ہوئی تھیں ، مگر دل بہت آسودہ اور مطمئن تھا ۔ میں نے اس عمر مسعور اور غیر مرتب فرصت کو غنیمت جانا ۔ پرانی آرزو نے دل پر قبضہ کیا [۶] اور پرانی تمنا از سر نو تازہ ہو گئی لیکن ترتیب کو نئے سرے سے قائم کرنے کا خیال تحریر سے مانع تھا ۔ جو طریقہ اور انداز خیال میں آتا تھا اوس طریقہ پر پہلے کے مصنفین بہت سی کتابیں لکھ چکے ہیں اور ہر گروہ کے متعلق مفکروں اور عالموں نے کلی و ضمنی طریقہ سے ، اصلی وتبعی انداز میں مفصل و مختصر ، ایجاز و اختصار اور غور و تکمیل کے ساتھ (کتابیں) لکھی ہیں اور میرا دل اوس طریقہ کو پسند نہیں کرتا تھا اور مجھے وہ عام آگاہی کی بات معلوم ہوتی تھی کہ اچانک میرے دل میں یہ بات آئی کہ عرش آشیانی (اکبر بادشاہ) کے پہلے سال جلوس سے کہ جو ''نصرت اکبر'' سے ۹۶۳ھ (۱۵۵۶ء) نکلتا ہے زمانۂ حال تک کے ذی رتبہ امراء اور بلند مرتبہ سرداروں کے حالات لکھوں) ۔ اون میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی امارت کے زمانے میں اپنی بلند اقبالی اور حسن نیت سے جو خیر پر مبنی تھی بڑے بڑے کارناموں کا سبب اور عظیم کاموں کا مظہر ہوئے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ جنھوں نے اپنے مرتبہ اور اہلیت کو برباد کیا ، مال پر گھمنڈ کیا رتبہ کی وجہ سے خود سر ہوئے اور غرور کی بنا پر وبال اور مصیبت کو اونھوں نے دعوت دی ۔

میں نے ان لوگوں کا حال حروف تہجی سے لکھنا طے کیا اور اون کے حالات کے ضمن میں عجیب باتیں اور حکایتیں ، مناسب تدابیر ، روشن کارنامے بڑی بڑی فوج کشیوں ، نمایاں بہادری اور شائستہ شجاعت کے واقعات تحریر کیے ہیں اور اس طرح ہندوستان کے تیموریہ خاندان کے ملک عادل سلاطین کے تقریباً دو سو سالہ مکمل واقعات بہت سے پرانے

خاندانوں کے حالات کے ساتھ مذکور ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ اون (سلاطین) کی کوششوں کو مشکور کرے اور اس تالیف کے ہر صفحہ پر ایک نیا انداز تحریر ہے اور دوسروں کی تالیفات سے اس کتاب کو ایک خاص امتیاز [ـہ] حاصل ہے لہذا دل نے اس نئے طریقہ کو اس عجیب ترتیب کے آئین کے ساتھ قبول کر لیا اور میرا دلی مقصود باحسن وجوہ ظاہر ہو گیا ۔

اگرچہ اسی زمانہ میں ذخیرۃالخوانین نام کی کتاب جو شیخ معروف بھکری کی تصنیف ہے[۱] اور امراء کے حالات پر مشتمل ہے ہماری نظر سے گزری اور اس میں سے اکثر مطالب کو ہم نے (اس کتاب میں) شامل کیا ہے لیکن اوس (کتاب) کی بنیاد سنی ہوئی خبروں پر اس فن (تاریخ و سیر) کے اہل تحقیق کے خلاف تھی اور اس نسخہ (مآثرالامراء) کے ماخذ ، ثقہ حضرات کی معتبر کتابیں ہیں ۔

چوں کہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں امارت کے منصب کی انتہا پنج ہزاری تک تھی اور اس عالی رتبہ بادشاہ کے آخر زمانے میں دو تین آدمی ہفت ہزاری منصب پر سرفراز ہوئے ، (اوس زمانے میں) بادشاہی نوکری کا خاص رتبہ اور بڑا اعتبار تھا ، بہت لوگ قلیل منصب کے باوجود صاحب جمعیت اور باحیثیت تھے اس لیے ہم نے اوس زمانے کے پانصدی منصب تک کے لوگوں کا ذکر کیا ہے ۔ یہاں تک کہ

---

۱ ۔ ذخیرۃالخوانین، شیخ فرید بھکری نے ۱۰۶۱ھ (۱-۱۶۵۰ع) میں تالیف کی اکبری ، جہانگیری اور شاہجہانی دور کے اُمراء کے حالات تین ابواب میں بیان کیے گئے ہیں ۔ اس کتاب کا پہلا حصہ (باب) جو اکبری 'دور' کے امراء کے حالات پر مشتمل ہے پاکستان ہسٹاریکل سوسائیٹی نے شائع کیا ہے ۔ تصحیح و ترتیب کے فرائض ڈاکٹر معین الحق صاحب نے انجام دیے ہیں ۔ بقیہ دو جلدیں زیر ترتیب ہیں ۔ تعجب ہے کہ مؤلف نے ذخیرۃالخوانین کے مؤلف کا نام یہاں ''معروف'' لکھ دیا ہے جو صحیح نہیں ہے حالانکہ متن کتاب میں شیخ فرید لکھا ہے (ف)

شاہجہاں بادشاہ کے زمانے اور اورنگ زیب عالمگیر کے وسط عہد حکومت تک بہت سے لوگ صاحب منصب و صاحب مرتبہ ہوئے اس لیے تین ہزاری منصب والوں اور صاحب فضل و علم کے حالات تحریر کیے گئے۔

اس کے بعد جو دکن کی مشکل مہمات، نہ لڑائیوں کی کثرت اور ملک کی بے حاصلی کی وجہ سے وہ رونق نہ رہی۔ رفتہ رفتہ یہ دائرہ مناصب و مراتب بہت وسیع ہو گیا۔ چونکہ اس کے بعد [illegible] کے زمانے میں بہت سے ہفت ہزاری (امراء) [۸] زمانے کی دشمنی کے سبب [illegible] خسارہ اٹھا رہے ہیں اور ہر طرف بہت سے پنج ہزاری اور [illegible] ہزاری ناموافق آسمان کی وجہ سے پریشانی کے تھپیڑے کھا رہے ہیں اور بہت [illegible] ہوئے ہیں۔

بہت سے امیرزادوں نے جو گوشہ نشین ہو چکے ہیں اپنی [illegible] اور [illegible] کے کارناموں کے صفحے میں ہمیشہ رہنے والی زندگی کی شہرت [illegible] سے لیتے اور ہوتے حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے [illegible] ترقی نہ کر سکے۔ اون کے حالات اون کے [illegible] وارثوں نے ذیل میں درج کیے گئے ہیں۔ کچھ لوگ اپنے صوبے اور حالات کی وجہ سے بلاقید منصب (اس کتاب) میں شامل کیے گئے ہیں اور یہ کتاب جو بہت سے آثار کی جامع ہے (اس کا نام) مآثر الامراء رکھا گیا ہے۔

ثابت رہے کہ سلاطین تیموریہ کے اس خاندان میں [illegible] اور با عزت ماؤں کی طرف سے ہر ایک کے لیے ایک لقب [illegible] ہے۔

صاحبقران سے مراد	امیر تیمور ہے
فردوس مکانی سے اشارہ	ظہیرالدین محمد بابر شاہ کی طرف ہے
جنت آشیانی سے مراد	نصیرالدین محمد ہمایوں ہے
عرش آشیانی	جلال الدین محمد اکبر بادشاہ [illegible] ہے اور

جنت مکانی سے اشارہ	نور الدین محمد جہانگیر کی طرف ہے اور
فردوس آشیانی / اعلیٰ حضرت	دونوں خطاب شہاب‌الدین محمد صاحبقران ثانی شاہجہاں کے ہیں اور
خلد مکاں سے	محی‌الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر کی ذات گرامی مراد ہے اور
خلد منزل سے	قطب الدین محمد معظم شاہ عالم مخاطب به بہادر شاہ مراد ہے [۱]
مریم مکانی	عرش آشیانی (اکبر بادشاہ) کی والدۂ ماجدہ حمیدہ بانو بیگم کا لقب ہے اور
نقار محل	جنت مکانی (اورنگ زیب عالمگیر کی والدۂ محترمہ) ارجمند بانو بیگم کا خطاب ہے اور
بیگم صاحبہ	اول (شاہجہاں) کی بیٹی جہاں آرا بیگم ہیں۔

اس وجہ سے اس کتاب میں جس جگہ ضرورت سمجھی گئی ہو اسی ماں کی وجہ سے القاب پر اکتفا کیا گیا ہے اور دوسرے بادشاہوں کے نام صرف کے ساتھ لکھے گئے ہیں مگر بعض جگہ محمد شاہ بادشاہ کو فردوس آرام گاہ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

خطبہ و تمہید

از میر غلام علی آزاد بلگرامی

(جو انہوں نے جمع شدہ اجزاء کے شروع میں لکھی ہے)

جب مذکورہ کتاب (مآثرامراء) نے رواج پایا، آخرکار اس کی شہرت ہو گئی اور خطبہ مذکورہ مولف مرحوم (نواب صمصام الدولہ) کے احوال پر مشتمل تھا اس لیے راقم سطور (آزاد بلگرامی) نے اوس (خطبہ) کو کتاب کا ضمیمہ بنا دیا۔

حمد اوس شہنشاہ کے لیے ہے جس نے سلطنت کے تخت نشینوں کو دنیا کے انتظام کرنے کا عظیم مرتبہ بخشا اور (اوس نے) امارت کی مسند کی زینت بخشنے والوں کے لیے اس گروہ والا شکوہ (سلاطین) کی خدمت کرنے کا منصب مرحمت فرمایا۔

اور صلوٰۃ وسلام اوس جہاں پناہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہے کہ (جن کی) امت کے کام کا انتظام و انصرام بہت روشنی کے ساتھ انجام پذیر ہؤا اور جنہوں نے عالم جن و بشر کو نبوت کی خدا داد مہر سے گرویدہ کر لیا۔ اور (سلامتی ہو) نیک منصب والی اولاد پر جو عالی خاندان شہزادے ہیں اور مقدس اصحاب پر جو عالی مرتبہ وزیر ہیں [۱۰]۔

اس کے بعد (گزارش) ہے کہ یہ کتاب (مآثرالامراء) ایک نادر تصنیف اور بے مثال کارنامہ ہے اور امیر بے نظیر نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خاں علیہ الرحمہ والرضوان کی تصنیف ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل تھی اور جو انسانی کمالات کے جامع تھے اور جو اپنے جادو اثر قلم کے ساتھ اس کتاب کی تصنیف میں مشغول ہوئے اور حد

نے پانچ سال اپنے جیسوں کی ایک جماعت کے نام کو زندگی بخشنے کے لیے صرف کیے۔

فن اخبار کے جاننے والے اور وقائع روزگار کے تحقیق کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمتہ (نواب صمصام الدولہ) نے کس قدر غور و فکر کی ہے مطالب کی اور تحقیق اور مقاصد کی تصحیح میں کس قدر کوشش کی ہے۔ لیکن وہ اوراق جو لکھے جا سکے تھے وہ بارہ سال طاق نسیاں میں پڑے رہے اور نہ حافظ رعنا (مآثرالامراء) قفس میں اپنے بال و پر جھاڑتا رہا۔ اتنی فرصت نہ ملی کہ مسودہ بیضہ کی صورت اختیار کر سکے اور تاریک دراز رات، صبح عالم افروز میں تبدیل ہو سکے، یہاں تک کہ مصنف علیہ الرحمتہ (نواب صمصام الدولہ) کو جام شہادت نوش کر دیا اور اون کی طبع والا کے نتائج کو بیسی کی گرد میں آلودہ کر دیا۔ مصنف کا گھر لٹ گیا اور تمام کتب خانہ برباد ہو گیا۔

پھر علامہ غلام علی متخلص نہ آزاد حسینی واسطی بلگرامی جس کو مصنف علیہ الرحمتہ (نواب صمصام الدولہ) کے ساتھ بہت دوستی تھی اس بے نظیر کارنامہ کی بربادی پر دست افسوس ملتا رہا اور مدتوں (اس کتاب کو) ہر طرف تلاش کرتا رہا۔ کچھ پتا نہ چلا کہ یہ مسودہ (مآثر الامراء) کہاں گیا اور کس کے ہاتھ لگا۔ مصنف علیہ الرحمتہ (نواب صمصام الدولہ) کی شہادت کے ایک سال بعد [۱۱] تلاش کا کچھ پتہ چلا اور یوسف گم گشتہ کا قدرے سراغ ملا۔ بڑی مسرت ہوئی اور عجیب انشراح حاصل ہوا۔ فوراً اس مسودہ کی ترتیب و تبئیض کا کام شروع کر دیا گیا اور اوراق پریشاں کو جمع کرنا شروع کیا۔ چوں کہ درمیان مسودہ علیحدہ جز ہو کر کے کتب خانہ سے کہیں اور جا پڑا اور بے احتیاطی سے مسودہ کے حصص یک جا نہ رہے۔ جس طرح موسم خزاں میں پتے بکھر جاتے ہیں اسی طرح کتاب کے اوراق منتشر ہو گئے۔ بہت محنت کے بعد پراگندہ اوراق فراہم ہوئے لیکن قطب الملک عبداللہ خان وزیر اعظم فرخ سیر بادشاہ کے حالات جو

مصنف علیہ الرحمہ نے لکھے تھے وہ تلف ہو گئے اور امیرالامراء
حسین علی خان برادر قطب الملک کے حالات شروع سے ناقص ملے۔
نواب آصف جاہ اور اون کے صاحبزادے نواب نظام الدولہ شہید کے
حالات مصنف علامہ الرحمہ نے خود تحریر نہیں کیے تھے۔ زمانہ کی
نا ہموصلگی نے اون کو اپنی فرصت نہ دی۔ ان چاروں امراء آصف جاہ
کی ان حالات ڈالتے ہے اور ان امیروں کے حالات کا اس قابل قدر کتاب
میں موجود ہونا سب سے زیادہ ضروری ہے۔

اتفاق سے میر (غلام علی آزاد بلگرامی) نے چاروں حضرات کے
حالات کو اپنی تالیف سرو آزاد میں لکھا تھا۔ چنانچہ اب کے (عبداللہ خان)
نواب آصف جاہ اور نواب نظام الدولہ شہید کے حالات سرو آزاد سے
اس کتاب میں شامل کر دیے گئے ہیں اور امیرالامراء حسین علی خان کے
حالات جس قدر [۱۲] مل سکے اون کو لے کر شروع کے حالات سرو آزاد
سے شامل کر دیے۔ اور بعض دوسرے ضروری لوگوں کے حالات بھی جو
امراء (فراہم شدہ) میں نہ تھے مثلاً شیخ ابوالفضل صاحب مصنف
کے حالات، جن کی اشارت شرح کی محتاج نہیں ہے اور مصنف
(نواب صمصام الدولہ) نے اسماء میں اون (شیخ ابوالفضل) کا
ہے۔ اسی طرح شاہجہاں کے وزیراعظم سعداللہ خان کے حالات بھی
نہیں ہیں)[۲] اور مصنف علیہ الرحمہ نے بعض مقامات پر کسی معاملہ میں
اون کا حوالہ دیا ہے اور حوالہ کا مقام (حالات سعداللہ خان) درج
ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ کے قلم نے ان امراء
کے حالات کو لکھا تھا لیکن حادثہ کے تیز جھکڑ نے ان کو غارت

۱۔ ملاحظہ ہو سرو آزاد از میر غلام علی آزاد بلگرامی (بہ تصحیح و
تحشی از عبداللہ خان) صص ۱۵۰—۱۹۶ (حیدر آباد دکن ۱۹۱۰ع)

۲۔ شیخ ابوالفضل اور علامی سعد اللہ خان کے حالات
صمصام الدولہ کے صاحبزادے میر عبدالحی نے شامل کر دیے
ملاحظہ ہو ماثرالامراء جلد دوم صفحہ ۶۰۸ تا

دیا ۔ حصہ جو کم ہو گیا جو رہ گیا وہ رہا ۔ اب کس کو
ملک نے ان حالات سے دوچار ہوئے اور پھر سامان اٹھے ۔ کتاب کا
دیباچہ مصنف علیہ الرحمہ (نواب صمصام الدولہ) نے خود لکھا تھا مگر
وہ صورت اتمام کو نہ پہنچا تھا ۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے
جو صفحات کہ مرتب کیے (دیباچہ مصنف میں) شامل کر دیے ۔ اب
یہ سب مصنف علیہ الرحمہ نواب صمصام الدولہ کے حالات
لکھے ہوئے ہیں جو اس کتاب کا موضوع بنی ہے [۱۳]۔

نواب صمصام‌الدولہ شاہ نواز خان شہید

خوافی اورنگ آبادی رحمۃ‌اللہ تعالیٰ

ان کا اصلی نام عبدالرزاق ہے اور اون کی اصل حواف کے بزرگ سادات سے ہے۔ اون کے جد بزرگ وار میر کمال‌الدین اکبر بادشاہ کے زمانے میں حواف سے ہندوستان پہنچے وہ اعلیٰ شاہی ملازمین میں شامل ہو گئے۔ ان کا لڑکا میرک حسین جہانگیری عہد میں شاہی ملازمت میں منسلک ہؤا۔ اون کا لڑکا میرک معین‌الدین جس کا خطاب امانت خاں تھا شاہجہانی دور میں ایک عمدہ عہدہ پر سرفراز ہؤا اور اس نے عالم گیری عہد میں لاہور، ملتان، کابل اور کشمیر کی دیوانی کا عہدہ حاصل کیا اور جس زمانے میں کہ ملتان کی صوبہ داری شاہزادہ شاہ عالم کے نام مقرر ہوئی اس وقت امانت خاں کو دیوانی کے ساتھ نائب صوبہ داری بھی ملی اور وہ اپنے خطاب (امانت خاں) کے تقاضا کے مطابق بہت امانت اور دیانت کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔

جس زمانے میں کہ وہ (میرک معین‌الدین) دیوان تھا تو اوس کے نام شاہی حکم پہنچا کہ فلاں شخص کو دربار میں بھیجا جائے۔ امانت خاں نے اوس شخص کو طلب کیا اور شاہی دربار کو جانے کی تکلیف دی۔ اوس شخص نے کہا کہ اگر تم میری عزت کے ذمہ دار ہوتے ہو تو میں جاتا ہوں۔ امانت خاں نے جواب دیا کہ میں ایسے شخص پر کہ جس نے باپ اور بھائیوں کے ساتھ ایسا ایسا سلوک [۴۱] کیا ہو (یعنی عالم‌گیر بادشاہ) اس پر اعتماد نہیں رکھتا ہوں میں کس طرح ذمہ دار ہو سکتا ہوں۔ خبر دہندوں نے یہ خبر بادشاہ کو پہنچائی۔ بادشاہ غضب‌ناک ہؤا اور اس نے (امانت خاں کو) منصب، جاگیر، اور دیوانئی خالصہ سے معزول کر دیا۔ امانت خاں کچھ دنوں بیکار رہا۔ آخر کار بادشاہ کے خیال میں آیا کہ یہ شخص خدا سے ڈرا اور میرا لحاظ نہ کیا۔ یہ اچھی صفت اس کی پرورش کا سبب ہوئی۔ بادشاہ نے اُس کو دوبارہ نوازا۔ منصب،

جاگیر اور دیوانیٔ خالصہ سے ممتاز فرمایا اور اس کی سعصبت (بادساہ عزم‌گیر) نے ایسی ذہن دشمن ہوئی کہ تمام مہمات میں اوس (امانت خاں) کے قول و فعل پر وہ (بادشاہ) پورا اعتماد کرنا تھا ۔ جس زمانے میں کہ بادساہ ہندوستان میں تھا اور دکن کی صوبہ داری خان جہاں بہادر کوکلتاش کو عنایت ہوئی تو دکن کی دیوانی ، بخشی گری اور وقائع نگاری امانت خاں کو مرحمت ہوئی ۔ اس نے (فرائض) دیوانی کو بڑے استقلال سے انجام دیا ۔ خان جہاں بہادر اکثر اس کے گھر آتا تھا اور اس کے سپرد اورنگ آباد کی نظامت بھی ہوگئی تھی ۔

اس (میرک معین‌الدین) کے تمام لڑکوں میں چار لڑکے با حیثیت ہوئے ۔ اول میر عبدالقادر دیانت خاں ، دوم میر حسین امانت خاں ، جن میں سے ایک نے دیوانیٔ تن اور دوسرے نے دیوانیٔ خالصہ کا عہدہ پایا اور امانت خاں کو بندر سورت کی حکومت بھی سپرد ہوئی ۔ اس کے مرنے کے بعد وہاں [ت ۱۵] کی حکومت دیانت خاں کے سپرد ہوئی اور یہ دیانت خاں سورت کی حکومت سے پہلے دکن کی دیوانی پر مقرر ہوچکا تھا اور سورت کی حکومت ملنے کے بعد اسے دوبارہ دکن کی دیوانی حاصل ہوئی ، سوم میر عبدالرحمٰن وزارت خاں مخلص بلگرامی ، وہ مالوہ کی دیوانی اور بیجاپور کی دیوانی پر فائز ہؤا ۔ وہ برجستہ شعر کہتا تھا ۔ اس نے ایک دیوان بھی تیار کیا تھا ۔ یہ اشعار اوسی کے ہیں :

نظم

با قافلہ سالار جنوں حال سفرزد
دیوانۂ ما دامن صحرا بکمر زد

دیگر

فصل گل آمد و من توبۂ بیجا کردم
چہ ستم برقدح و جور بمینا کردم
با رفیقاں زخود رفتہ سفر دست نداد
سیر صحرائے جنوں حیف کہ تنہا کردم

چہارم کاظم خاں جو ملتان کی دیوانی پر مقرر ہؤا ۔

میر حسن علی پسر کاظم خاں مذکور، نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خاں کے والد ہیں اور نواب صمصام الدولہ کا نسب والدہ کی طرف سے میر حسین امانت خاں تک پہنچتا ہے کہ جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ۔ نواب صمصام الدولہ کے والد میر حسن علی بیس سال کی عمر میں فوت ہو گئے اور اون کو ترقی کا موقعہ نہ ملا [۱٦] ۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ میرک معین الدین امانت خاں مذکور کی اولاد کثرت سے ہوئی اور شہر اورنگ آباد میں اس خاندان کا ایک بڑا محلہ آباد ہو گیا ۔ دکن کی دیوانی اور اس علاقہ کی عمدہ ملازمتیں اس خاندان کے متعلق ہو گئیں اور ایک عالم اس خاندان سے فیض یاب ہؤا ۔ میر عبدالقادر دیانت خاں کے بعد دکن کی دیوانی اون کے لڑکے علی نقی خاں کو ملی اور اون کو باپ کا خطاب ''دیانت خاں'' ملا ۔ اون کے مرنے کے بعد یہ اعلیٰ منصب اون کے لڑکے میرک محمد تقی کو ملا اور اون کو وزارت خاں کا خطاب بھی ملا ۔ اون کے مرنے کے بعد اس منصب پر اون کے بھائی میر محمد حسین خاں مقرر ہوئے ۔ میر محمد حسین خاں نواب آصف جاہ کے عہد میں اور اون کے بعد بھی بہت عزت سے زندگی بسر کرتے رہے اور آخر میں اون کو تہور الدولہ منصور جنگ کا خطاب ملا ۔ وہ اور نواب صمصام الدولہ دونوں ایک ہی دن شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے ۔

اب میں نواب صمصام الدولہ کے حالات سے قلم کی زبان کو آشنا کرتا ہوں ۔ اس امیر کے نظیر (صمصام الدولہ شاہ نواز خاں) کے مناقب اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ جو قلم کی زبان سے ادا ہو سکیں یا کاغذ کی وسعت اون کا احاطہ کر سکے ۔ سچی بات یہ ہے کہ زمانہ نے ایسے جامع کمالات کا امیر نہیں دیکھا ۔ اور اس بوڑھے آسمان کی نظر میں بھی اس حیثیت کا صاحب دولت نہ سمایا ۔ اون (صمصام الدولہ) کی آثار زندگی ہی سے نیکی کے آثار اون کی پیشانی سے ظاہر تھے ۔ اون کی حال کی پیشانی سے اون کے مستقبل کے انوار ظاہر ہو رہے تھے ۔

اون صمصام الدولہ شاہ نواز خاں کی پیدائش ۲۹ - رمضان ۱۱۱۱ھ (۹ - مارچ ۱۷۰۰ع) [۱۷] دارالسلطنت لاہور میں واقع ہوئی۔ چوں کہ اون کے اکثر اقرباء اورنگ آباد میں رہتے تھے اس لیے وہ آغاز جوانی میں لاہور سے اورنگ آباد آ گئے اور شروع میں اونھیں نواب آصف جاہ (طاب ثراہ) کی طرف سے ایک منصب ملا۔ کچھ دنوں کے بعد صوبۂ برار کی شاہی دیوانی پر مقرر ہوئے اور ایک مدت تک اس عہدہ پر رہے اور بہت اچھی طرح (فرائض) انجام دیے۔ جب تک نواب آصف جاہ برسراقتدار رہے میر عبدالرزاق کا کام بھی خوب ترقی پر رہا۔ جب محمد شاہ والیٔ دہلی نے ۱۱۵۰ھ (۱۷۳۷ع) میں نواب آصف جاہ کو اپنے حضور میں بلایا، تو نواب آصف جاہ نے اپنے فرزند نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کو اپنے نائب کی حیثیت سے دکن میں چھوڑا اور خود دارالخلافہ دہلی روانہ ہو گئے۔ نواب صمصام الدولہ کی صحبت نواب نظام الدولہ کے ساتھ بہت موافق رہی۔ نواب نظام الدولہ نے اون کو اپنی سرکار کی دیوانی اور شاہی دیوانی دونوں پر سرفراز فرمایا اور اونھوں نے دونوں خدمتوں کو بڑے استقلال کے ساتھ انجام دیا اور دیانت و امانت کو پورے کمال تک پہنچایا۔

جب نواب آصف جاہ ہندوستان سے دکن کی طرف واپس پڑا تو سرکشوں نے نواب نظام الدولہ کو والد بزرگوار (آصف جاہ) کی مخالفت پر تیار کیا۔ نواب صمصام الدولہ کی ایسی رائے نہ تھی بلکہ اونھوں نے موافقت کے لیے آمادہ کیا۔ چوں کہ ہر طرف سے بھڑکانے والوں کی تعداد زیادہ تھی اس لیے نواب صمصام الدولہ کی پیش نہ گئی۔

جس دن باپ اور بیٹے میں لڑائی ہوئی [۱۸] تو نواب صمصام الدولہ نواب نظام الدولہ کے ہمراہ ہاتھی پر تھے۔ جب نواب نظام الدولہ کی فوج نے شکست کھائی اور آصف جاہی سپاہیوں نے اون کے ہاتھی کو گھیر لیا تو سعداللہ خاں وزیر کے پوتے حرزاللہ خاں نے (جو صمصام الدولہ سے واقف تھا) اون (صمصام الدولہ) سے کہا نظام الدولہ تو اپنے باپ کے گھر جا رہا ہے اور تم کہاں جا رہے ہو۔ رفاقت کی شرط

جس وقت تک ضروری تھی بجا لائے اب اس ہلاکت سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے۔ مسار'' الیہ (نواب صمصام الدولہ) ہاتھی سے نیچے اتر آئے اور ایک طرف ہوگئے۔ وہ ایک مدت تک نواب آصف جاہ کے معتوب رہے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اوسی زمانے میں مآثرالامراء کے لکھنے اور مرتب کرنے میں مشغول ہوئے اور پانچ سال کی مدت اسی طریقہ پر گزار دی۔ آخر نواب آصف جاہ نے اپنے آخری زمانے ۱۱۶۰ھ (۱۷۴۷ء) میں اونھیں عتاب سے باہر نکالا اور بدستور سابق برار کی دیوانی پر مقرر فرمایا اور جلد ہی نواب آصف جاہ کا انتقال ہو گیا۔

نواب نظام الدولہ باپ (آصف جاہ) کی مسند پر بیٹھے۔ اونھوں نے نواب صمصام الدولہ کو برار سے بلا کر بدستور سابق اپنی سرکار کی دیوانی پر مقرر فرمایا اور وہ بہت استقلال سے دیوانی کے عہدہ کو انجام دیتے تھے۔ دہ دکن کے چھ صوبوں کی وزارت کا کام تھا۔ جب نواب نظام الدولہ ہندوستان کے بادشاہ احمد شاہ کے بلانے پر شاہجہان آباد [۱۹] روانہ ہوئے تو اونھوں نے نواب صمصام الدولہ کو دکن میں چھوڑا۔ رخصت ہونے کے وقت اپنی انگوٹھی اون (صمصام الدولہ) کو عنایت کی اور فرمایا کہ یہ سلیمانی مہر ہے لیکن نواب نظام الدولہ دریائے نربدا تک پہنچے تھے کہ بادشاہ کا حکم پہنچا کہ دکن واپس ہوجاؤ۔ جب نواب نظام الدولہ کے جھنڈے ملک ارکاٹ میں لہرائے اور اونھوں نے نواب مظفر جنگ پر فتح پائی تو نواب صمصام الدولہ نے ہر چند نواب نظام الدولہ سے عرض کیا کہ اس علاقہ میں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے، محمد علی خاں پسر انورالدین خاں شہادت جنگ گوپاموی کو فرنگیوں کے ساتھ اس علاقہ میں چھوڑ دینا چاہیے کہ یہ لوگ فرانسیسی عیسائیوں (پھولچھری) کی تنبیہ کے واسطے کافی ہوں گے نواب نظام الدولہ نے اس بات کو نہ سنا اور بعض کوتاہ اندیشوں نے کہ جو اغراض نفسانی کی وجہ سے خود اس ملک میں ٹھہرنا چاہتے تھے اور انہوں نے تھوڑے سے فائدہ کے لیے نظام ملکی سے آنکھ بند کرلی تھی اونھوں نے نواب نظام الدولہ کی طبیعت کو اس ملک میں ٹھہرنے کے لیے آمادہ کر لیا۔ پھر جو جو گزرا

وہ گزرا ۔

نواب نظام الدولہ کی شہادت کے بعد ریاست مظفر جنگ کو ملی [۲۰] ۔ وہ اس ملک سے واپس لوٹا اور شہر کڑپہ کے پاس پہنچا تھا کہ قتل ہو گیا اور ریاست کی مسند پر نواب صلابت جنگ امیرالممالک فرزند نواب آصف جاہ متمکن ہوئے اور فوج کے جھنڈے دریا کے گرد و نواح سے شہر کرنول پر پہنچ گئے ۔ نواب صمصام الدولہ یہاں تک لشکر کے ہمراہ رہے ۔ پھر وہ کرنول میں لشکر سے جدا ہو گئے اور وہ بہت جلد اورنگ آباد پہنچ گئے ۔

ان حالات کا لکھنے والا فقیر (غلام علی آزاد بلگرامی) بھی اتفاق سے نواب صمصام الدولہ کے ہمراہ لشکر سے اورنگ آباد میں آیا ۔ نواب صمصام الدولہ نے شہر میں پہنچ کر کچھ دنوں خانہ نشینی اختیار کی اور ۶ - رجب ۱۱۶۵ھ (۲ مئی ۱۷۵۲ع) کو نواب امیرالممالک کے حضور میں حاضر ہونے کے ارادہ سے حیدر آباد کو روانہ ہوئے اور حضور میں حاضر ہونے کے بعد حیدر آباد کے صوبے دار مقرر ہوئے ۔ کچھ دنوں کے بعد صوبے داری سے معزول ہو کر اورنگ آباد میں آئے اور گوشہ نشین ہو گئے ۔ یہاں تک کہ نواب امیرالممالک اورنگ آباد تشریف لائے اور ۱۰ صفر ۱۱۶۷ھ (۱۱ دسمبر ۱۷۵۳ع) کو اپنے وکیل مطلق ہونے کا خلعت عطا کیا اور اصل و اضافہ کے بعد ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار کے منصب اور صمصام الدولہ کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور وہ چار سال تک وکالت مطلق کے منصب پر سرفراز رہے اور حسن رائے اور تدبیر سے ہر چھوٹے بڑے مسئلہ کو اچھی طرح انجام کو پہنچایا [۲۱] ۔

انھوں (صمصام الدولہ) نے بے اسبابی کے باوجود ایک طلسم کھڑا کر دیا کہ عقل مندوں کی عقل حیران رہ گئی ۔ جب صمصام الدولہ کو وکیل مقرر کیا تھا تو نواب امیرالممالک کی سرکار کی عجیب حالت تھی کہ روپے پیسے کی کمی کی وجہ سے گھر کا سامان بیچنے کی نوبت

---

۲۰ - ۵ - دسمبر ۱۷۵۰ع کو نظام الدولہ کی شہادت ہوئی

پہنچ گئی تھی۔ نواب صمصام الدولہ نے بہت اچھی طرح کام چلایا کہ بگڑا ہؤا کام بن گیا اور برہم خوردہ نظام دوبارہ درست ہو گیا۔ سرکشوں نے اطاعت اختیار کی، کج مزاج راستی پر آ گئے اور تمام ملک میں عجیب امن قائم ہؤا۔ تمام رعایا عدل و انصاف کے ساتھ اچھی طرح زندگی گزارنے لگی اور اونہوں نے اپنی وکالت کی چار سالہ مدت میں مملکت کی آمدنی اور خرچ برابر کر دیا۔ کہتے تھے کہ انشاءاللہ آئندہ سال خرچ سے آمدنی بڑھ جائے گی۔

غرض صمصام الدولہ کے وکالت پر مقرر ہونے کے بعد جلد ہی نواب امیرالممالک کے جھنڈے حرکت میں آ گئے اور وہ (صمصام الدولہ) رگھو بھونسلہ کی تنبیہ کے ارادہ سے برار کی جانب متوجہ ہوئے اور رگھو بھونسلہ دو سرا دے کر اوس سے پانچ لاکھ روپیہ بطور پیش کش وصول کیا اور برار سے نرمل کی طرف متوجہ ہوئے۔

نرمل کا زمیندار سریا راؤ نواب آصف جاہ کے زمانہ سے سر کشی اختیار کر چکا تھا اور اس نے سرکاری فوج کو دو مرتبہ اوٹ لیا تھا نواب صمصام الدولہ نے حکمت عملی سے اوس کو قید کر لیا اور اوس کے ملک کو سرکار عالی کے نام سے ضبط کر لیا اور وکالت کے سال اول میں یہ دو عمدہ کام انجام کو پہنچے۔ برسات کے دن حیدرآباد [۲۰] میں گزارے۔ وکالت کے دوسرے سال ۱۱۶۸ھ (۱۷۵۵ع) میں وہ نواب امیرالممالک کو میسور کی طرف لے گئے اور راجا میسور سے پانچ لاکھ روپیہ بطور پیش کش وصول کیا، اور برسات کے موسم کے شروع میں حیدر اباد واپس آ گئے۔ اوسی زمانے میں دہلی کے سلطان عالمگیر ثانی نے نواب صمصام الدولہ کو ماہی و مراتب بھجوائے۔ کسی شخص نے اس مصرعہ سے تاریخ نکالی ہے:

ع از شاہ ہند آمد ماہی و ہم مراتب ۱۱۶۹ھ

وکالت کے تیسرے سال ۱۱۶۹ھ (۱۷۵۶ع) میں [illegible] راؤ بالاجی کی مدد کی۔ یہ بیان اس طرح ہے کہ راو

...اور کا محاصرہ لیا اور ... ساوز کے افغانوں نے سہر کے قلعہ کو
... مضبوط ... کے بہادری ... دکھائی ۔ اونہوں نے کئی ... قلعہ سے نکل
کر دو ہزار کے آدمیوں کو مار بھگایا ۔ راؤ بالاجی عاجز آ گیا اور نواب
صمصام الدولہ ... ... کی ... ... کی ۔ اللہ کی قدرت کہ راؤ بالاجی،
... ... کہ جس نے دکن اور ہند کے علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا
اور جس نے بادشاہی ... اور اولاد سلطنت کو بیمار کر رکھا تھا ،
نواب صمصام الدولہ کی طرف رجوع ہؤا اور ... کا خواستگار ہؤا
... صمصام الدولہ ... امیر الامراء کی ... ... کی مدد کے سے
... ۔ سفر ساوہ ... گیا ... قائم ہو گیا نواب جانب سے ایسی
... ... گئی کہ افغان ... بار بیٹھے [۲۳] اور مصالحت کے لیے
... ہو گئے ۔ اس کے بعد نواب صمصام الدولہ نصاریٰ (فرانسیسیوں) کے
... ... کرنے لگے ۔

پوشیدہ نہ رہے کہ جب نواب نظام الدولہ ناصر جنگ ، مظفر جنگ
کی ... کی غرض سے ملک ارکاٹ کو گئے تو مظفر جنگ نے پھولچھری
... رہنے والے فرانسیسی عیسائیوں کی مدد سے میدان جنگ آراستہ کیا اور
... ... ۔ نصاریٰ (فرانسیسی) پھولچھری کو کھسک گئے اور
... جنگ گرفتار ہؤا ۔ بعد کو نصاریٰ فرانسیسیوں نے فساد پھیلایا
... نظام الدولہ کو شہید کر دیا اور مظفر جنگ کو سربراہ
لیا ۔ اس بات کو راقم مرحوم (غلام علی آزاد بلگرامی) نے سرو آزاد
... سے تحریر کیا ہے ۔ بات یہ ہے کہ اس سے قبل نصاریٰ
(فرانسیسی) خاص بندرگاہوں میں تھے اور اپنی حد سے باہر پیر نہیں
... تھے ۔ نواب نظام الدولہ کی شہادت کے بعد وہ اور ملک گیری کی
... آشنا ہو گئے ، فرانسیسیوں نے ملک ارکاٹ کے بعض حصوں پر
... لیا اور اوس ولایت (ارکاٹ) کے بعض حصوں پر انگریز عیسائی
... ہو گئے ۔ انگریز بنگالہ پر بھی قابض ہوگئے اور اونہوں نے
... ... کے قلعہ کو بھی لے لیا ۔ علیٰ ہذا القیاس کہ عیسائیوں کے

(۱) حصہ سوم ... صفحہ ۱۸۴—۱۹۶ (ش)

تسلط کے بنا کا آغاز اس طرح ہؤا ۔

القصہ نواب نظام‌الدولہ کی شہادت کے بعد مظفر جنگ نے فرانسیسی عیسائیوں کو نوکر رکھا اور اپنا مددگار بنایا ۔ اور اوس کے بعد عیسائی و دری کے صیغہ میں نواب امیرالممالک کے ساتھ آئے اور اونھوں نے سکاکل ، راج بندری اور دوسرے مقامات کو اپنی جاگیر میں حاصل کیا [۲۳] اور اچھا خاصا اقتدار حاصل کر لیا کہ ان ہی کا حکم چلتا تھا ۔ عیسائیوں کا سردار موسی بوسی سیف‌الدولہ عمدۃالملک کے خطاب سے مشہور ہؤا اور عمدۃالملک (موسی بوسی) کی سرکار کا صاحب اختیار حیدر جنگ ہؤا ۔

حیدر جنگ کی اصلیت اور حقیقت یہ ہے کہ اون کا اصلی نام عبدالرحمٰن ہے۔ اون کے والد خواجہ قلندربلخی نے نواب آصف جاہ کے زمانے میں بلخ سے آ کر یہاں اعتبار پیدا کر لیا اور وہ مچھلی بندر کے فوجدار مقرر ہوگئے ، اون کے ذمہ سرکار کا محاسبہ نکلا ۔ وہ مچھلی بندر میں بعض عیسائیوں سے متعارف ہو چکے تھے ۔ اسی تعلق سے وہ پھولچری گئے اور عیسائیوں (فرانسیسیوں) کی پناہ میں پہنچ گئے ۔ حیدر جنگ اوس زمانے میں کم عمر تھے ۔ کورندو (کپتان) پھولچری کا حاکم اون (حیدر جنگ) کو بہت عزیز رکھتا تھا ۔ جب مظفر جنگ رئیس ہؤا تو کورندو نے موسی بوسی کی سرداری میں فرانسیسیوں کی ایک جماعت کو مظفر جنگ کے ہمراہ بھیج دیا اور عبدالرحمٰن کو اس وجہ سے کہ وہ نصاریٰ (فرانسیسیوں) اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا سبب ہے موسی بوسی کے ہمراہ کر دیا ۔ چوں کہ عبدالرحمٰن جوہر قابل ہے اونھوں نے بہت ترقی کی اور فرنگی کی سرکار کا حل و عقد اون کے ہاتھ میں تھا ۔ اسداللہ حیدر جنگ اون کا خطاب ہؤا ۔

غرض نواب صمصام‌الدولہ نے سانور کے افغانوں کا معاملہ طے کرنے کے بعد چاہا کہ فرانسیسیوں کو درمیان سے ہٹا دیا جائے ۔ صمصام‌الدولہ کے اشارہ سے نواب امیرالممالک نے فرانسیسیوں کو نوکری سے علیحدہ کر دیا ۔ فرانسیسی لشکر سے جدا ہو کر حیدر آباد چل دیے

وہ حیدرآباد پر [د ۲] قبضہ جما کر قلعہ بند ہو گئے۔ لیکن جب نواب امیرالممالک پہنچے اور انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ تقریباً دو ماہ محاصرہ رہا۔ آپس میں لڑائیاں ہوئیں۔ آخرکار رسداروں کے نہ ملنے کی وجہ سے صلح کرنی پڑی۔ عمدۃالملک اور حیدر جنگ نے آ کر ملاقات کی۔ چونکہ محاصرے کے زمانے میں فرانسیسیوں کی جاگیروں کا انتظام درہم برہم ہو گیا تھا اس لیے عمدۃالملک اور حیدر جنگ رخصت لے کر اپنے بندر کو چلے گئے اور سکاکول بھی جاگیر کے حالات کی طرف متوجہ ہوئے۔ نواب صمصام الدولہ نے برسات حیدرآباد میں گزاری۔

وکالت کے چوتھے سال ۱۱۷۰ھ (۱۷۵۷-۵۶ء) میں (نواب صمصام الدولہ) حیدرآباد سے نکلے۔ نواب آصف جاہ کے زمانے سے رام چندر ... کے علاقے کے بھالکی وغیرہ محالات جو لاکھ روپے کی جاگیر تھے اپنے قبضے میں رکھتا تھا۔ وہ اپنی بے سلیقگی اور سرکشی کی وجہ سے نوکری کے لوازم اچھی طرح پورے نہیں کرتا تھا۔ نواب صمصام الدولہ نے چاہا کہ اس سے جاگیریں واپس لے لیں۔ رام چندر نے استعداد ... اسباب مہیا کیے۔ 'ہاتھ پیر مارے' اور کو اطاعت ... بھالکی کے سوا اس کی عام جاگیریں سرکار عالی نے ضبط کر لیں۔

نواب صمصام الدولہ برسات کے شروع میں نواب امیرالممالک کے ہمراہ اورنگ آباد میں آ گئے اور اس زمانے میں انہوں نے ایک فوج بھیج کر دولت آباد کے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور بخاری سادات نے ... جو عالم گیر بادشاہ کے زمانے سے متوارث قلعہ دار ہوتے چلے آ رہے تھے ... قلعہ کو لے لیا۔ [۲٦] اس کے بعد شعبدہ باز آسمان نے حالات بدل ... اور اس نے نواب صمصام الدولہ کو شکست دینے کے لیے دشمنی ... شروع کر دی اور وہ تمام عقل و دانش جو (صمصام الدولہ) رکھتے تھے ... سے واپس لے لی۔

اس واقعے کی تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ سپاہ کی تنخواہ سرکار کے ذمے بہت ہو گئی تھی۔ سرکشوں نے فوج کو ورغلایا۔ سپاہ نے

تقاضے کا ہنگامہ برپا کیا ۔ اگر نواب صمصام الدولہ ارادہ کرتے تو دو لاکھ روپیہ میں یہ فتنہ ختم ہوجاتا ۔ چونکہ دولت کے زوال کا وقت آ پہنچا تھا اس لیے توجہ نہ کی ۔

۶ ذی قعدہ ۱۱۷۰ھ (۲۳ جولائی ۱۷۵۷ع) کو سپاہ کے آدمی نواب شجاع الملک بسالت جنگ خلف نواب آصف جاہ کو گھر سے نکال کر نواب امیرالممالک کے سامنے لے گئے اور انہوں نے نواب صمصام الدولہ کو معزول کرا کے انہیں (بسالت جنگ کو) وکالت مطلق کا خلعت دلوایا ۔ خوب عام بلوا ہؤا ۔ شہر کے بدمعاش اور عوام نے انتہا کر دی اور چاہا کے نواب صمصام الدولہ کے گھر پر چڑھائی کر دیں لیکن ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ شام تک بلوا ختم ہو گیا ۔ رات کو فسادی منتشر ہو گئے ۔

نواب صمصام الدولہ نے سوچا کہ اگر بلوائی کل پھر چڑھائی کر دیں تو آقا (بسالت جنگ) کے مقابل ہو کر جنگ نہیں کی جا سکتی ۔ بہتر یہ ہے کہ کنارہ کر لینا چاہیے ۔ آدھی رات کو ضروری اسباب و سامان ہاتھیوں پر لادا گیا اور گھر لاکھوں روپیہ کی مال و متاع ، قسم قسم کی نفیس اشیاء اور نادر چیزوں کے ساتھ چھوڑ دیا اور گھر کے تمام مردوں اور عورتوں کے ساتھ دولت آباد کا ارادہ کیا ۔ ان کے ساتھیوں میں سے تقریباً پانچ سو آدمیوں نے حق رفاقت ادا کیا ۔ مشعلیں [۲۷] روشن کر کے گھر سے مسلح ہو کر نکلے اور قلعے کی شہر پناہ کے ظفر دروازہ کی طرف رخ کیا ۔ ظفر دروازہ کے محافظین مقابلے کی طاقت نہ رکھتے تھے اس لیے بھاگ کھڑے ہوئے ۔ دروازے کا تالا توڑ ڈالا ، شہر پناہ سے باہر آ گئے اور ۸ ذی قعدہ ۱۱۷۰ع (۲۵ جولائی ۱۷۵۷ع) صبح کو دولت آباد پہنچ گئے ۔ اُن کے قلعے (دولت آباد) پہنچنے کے بعد ان کے گھر کا کچھ سامان تو لٹیروں نے لوٹ لیا اور زیادہ تر سرکار عالی نے ضبط کر لیا ۔ کچھ دنوں کے بعد ایک فوج سرکار نے متعین کی اس نے قلعہ دولت آباد کا محاصرہ کر لیا اور لڑائیاں ہونے لگیں ۔

نواب صمصام الدولہ اچھی عادات اور پسندیدہ خصائل کے مالک تھے۔

لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ اپنے برگزیدہ کو دنیا کی نظروں سے گرا دیتا ہے اور اس کی آخرت کے مراتب کی بلندی کے لیے دنیا کے دارالامتحان میں اسے کسی بلا میں گرفتار کر دیتا ہے۔ اس بات کی صدیق نواب مذکورہ (صمصام الدولہ) کے حالات میں مشاہدہ کی جا سکتی ہے کہ اس قدر بزرگیوں اور اچھی عادات کے باوجود تمام امیر، وزیر، درباری اور عوام ان سے برگشتہ ہو گئے اور لوگ "پکڑ لو اور مار ڈالو" کے سوا کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے تھے۔ اگر کسی نے وفا کے راستے پر قائم رہ کر ان کی دوستی کو بحال رکھا تو اس کی کیا مجال تھی کہ دم مار سکے اور کوئی کوشش کر سکے۔ میں (غلام علی آزاد بلگرامی) نے اپنے آپ کو اس دوست کی مصیبت میں ڈال دیا، ساری دنیا کی مخالفت کو نظر انداز کر دیا اور نواب شجاع الملک سے ملاقات کر کے مصالحت کی بنیاد ڈالی اور اصلاح کی ابتدائی بات چیت اور دوستی کے آغاز کی غرض سے میں دوبارہ قلعے میں گیا۔ جادوگری [۲۸] اور افسون کے ذریعے سے میں نے قلعے کے محاصرہ کو اٹھوا دیا اور ابھی مصالحت کی شرطیں پوری نہیں ہوئی تھیں کہ نواب نظام الدولہ ثانی ناظم صوبہ برار، ایلچ پور سے اورنگ آباد تشریف لائے۔ نواب امیرالممالک نے ان کو اپنی ولی عہدی کے اعلیٰ منصب پر سرفراز فرمایا، ان کو نظام الملک آصف جاہ کا خطاب ملا۔

نواب آصف جاہ ثانی نے راقم ترجمہ (غلام علی آزاد بلگرامی) کو طلب کر کے نواب صمصام الدولہ کی دل دہی کے لیے مقرر کیا اور ان (صمصام الدولہ) کے مطالب کی دستاویز ان کی استدعا کے مطابق دستخط کر کے فقیر (غلام علی آزاد) کے حوالے کر دی۔ میں اس دستاویز کو لے کر قلعے میں گیا اور ان کو حضور میں لانے کے لیے تیار کر لیا۔ نواب آصف جاہ نے ممتاز سرداروں کو استقبال کے لیے بھیجا۔ نواب صمصام الدولہ یکم ربیع الاول ۱۱۷۱ھ (۱۳ نومبر ۱۷۵۷ع) کو قلعے سے نکلے اور قلعے کے میدان میں سرداروں سے استقبال کے طریقے پر ملاقات کی۔ اس روز نواب آصف جاہ ثانی اور نواب امیرالممالک کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور طرح طرح کی عنایات سے سرفراز ہوئے۔

اسی زمانے میں بالاجی راؤ مخالفت کے ارادے سے اورنگ آباد کے قریب پہنچا اور اس نے اپنے لڑکے بسواس راؤ کو مقدمۃ الجیش کیا۔ راجا رام چندر کہ جو اپنے وطن سے نواب امیرالممالک کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادے سے اورنگ آباد سے تیس کوس کے فاصلے پر سند کھیر پہنچا تھا اس کا مرہٹہ (بالاجی راؤ) سے وہیں (سند کھیر میں) محاصرہ کر لیا اور اس کو سخت پریشان کیا۔ نواب آصف جاہ اورنگ آباد سے سند کھیر روانہ ہوئے اور رام چندر کو ہلاکت کے بھنور سے [۲۹] رہائی دلائی اور راستے میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ نواب آصف جاہ نے بہادری اور مردانگی کا مظاہرہ کیا اور دشمنوں کی کثیر جماعت کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ نواب صمصام الدولہ ساتھ تھے۔ اسی اثناء میں خبر ملی کہ عمدہ الملک موسی بوسی اور حیدر جنگ اپنی جاگیروں کے کام سے فراغ حاصل کر کے نواب امیر الممالک کے حضور میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں اور حیدر آباد پہنچ چکے ہیں، حیدر جنگ نے نواب صمصام الدولہ کو متواتر خطوط لکھے اور اپنے معروضات میں اس قدر خلوص کا اظہار کیا کہ مشارالیہ (نواب صمصام الدولہ) کو ان کے اخلاص پر پورا پورا بھروسہ ہو گیا، اور وہ مکر و خوف سے پوری طرح غافل ہو گئے۔ فتح مند لشکر سند کھیر سے لوٹ کر شاہ گڑھ کے قرب و جوار میں پہنچ چکا تھا کہ حیدر جنگ حضور میں پہنچے، لشکر مجموعی طور سے اورنگ آباد میں آیا اور شہر کے شمالی حصہ میں خیمہ زن ہؤا۔

نواب صمصام الدولہ نے اپنے تمام اختیارات پورے طور سے حیدر جنگ کے سپرد کر دیے۔ انہوں نے چاپلوسی شروع کر دی اور مکر و فریب کا جال بچھایا، اور ان کے دوست جو ان (حیدر جنگ) کے مکر سے آگاہ تھے، انہوں نے ہرچند صراحت اور اشارے سے نواب صمصام الدولہ کو مطلع کیا مگر انہوں نے یقین نہ کیا اور دشمن کے اخلاص پر بھروسا کر کے دوستوں کی خیرخواہی کا اعتبار [۳۰] نہ کیا۔

یہاں تک کہ ۲۶ رجب ۱۱۷۱ھ (۵ - اپریل ۱۷۵۸ع) کو نواب امیرالممالک اورنگ آباد میں باغ بیگم کی سیر کے لیے گئے اور حیدر جنگ نے وہاں مکر کا سامان فراہم کر لیا - نواب صمصام الدولہ اور عزالدولہ کہ جن کا اوپر ذکر ہوچکا ہے حسب طلب باغ بیگم میں پہنچے - لوگوں نے دونوں کو نظربند کر دیا - لشکر میں لے جا کر ہر ایک کو خیمے میں علیحدہ علیحدہ رکھا۔ میر عبدالحی خاں و میرعبدالسلام خاں و میر عبدالنبی خاں پسران نواب صمصام الدولہ کو بھی بلا کر باپ کے ہمراہ ایک خیمےمیں قید کر دیا - اور خیمے سے دور نصاری (فرانسیسی) محافظ بیٹھے۔ نواب صمصام الدولہ کے گھر میں جو کچھ جمع ہؤا تھا دوبارہ لوٹ لیا - سادات کی عورتوں کو گھر سے نکال دیا - نواب صمصام الدولہ کے عزیزوں اور متعلقین کو جو استطاعت رکھتے تھے ، سخت قید میں ڈالا اور ان سے روپیہ لیا - سادات پر ایسا ستم ہؤا کہ واقعۂ کربلا دوبارہ تازہ ہو گیا - غرض یہ حرکتیں حیدر جنگ کو مبارک نہ ہوئیں - نواب آصف جاہ ثانی اس فکر میں پڑ گئے کہ ان (حیدر جنگ) کی ہستی کے نقش کو صفحۂ روزگار سے مٹا دیں - اس کی وجہ یہ تھی کہ حیدر جنگ نے نواب صمصام الدولہ کے ساتھ عہد پورا نہیں کیا اور ان پر اطمینان نہ رہا - دوسری وجہ یہ تھی کہ حیدر جنگ نے [۳۱] نواب آصف جاہ کو بالکل اجاڑ دیا تھا - اس کے بعد نواب صمصام الدولہ کہ قید کرنے میں مشغول ہوئے۔

یہ بیان اس طرح ہے کہ نواب آصف جاہ برار سے ایک بڑی فوج لے کر آئے اور ملکی معاملات کا تمام انتظام و انصرام اوںھوں نے اپنے قبضے میں کر لیا - حیدر جنگ نے دیکھا کہ نواب آصف جاہ کے ہوتے ہوئے میرا قبضہ اچھی طرح نہیں ہو سکتا تو انھوں نے نواب آصف جاہ کے آنے کی کوشش کی اور طرح طرح کے بہانے بنا کر فوج کو ان سے علاحدہ کر لیا ، اپنے پاس سے فوج کو آٹھ لاکھ روپیہ تقسیم کیا اور نواب (آصف جاہ) کو اکیلا کردیا ، اس کے بعد نواب صمصام الدولہ ... کر دیا اور دونوں طرف سے اپنی طبیعت کو مطمئن کیا اور ... کہ نواب آصف جاہ کو حیدر آباد کی صوبے داری کے بہانے سے

حیدر آباد بھیج دیں اور قلعہ گاکنڈہ میں انہیں نظربند کر دیں ، میداں کو اپنی تگ و تاز کے لیے خالی کریں ، انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ تقدیر ، تدبیر پر ہنستی ہے -

بوقت دوپہر ۳ رمضان ۱۱۷۱ھ (۱۱ - مئی ۱۷۵۸ء) کو حیدرجنگ نواب آصف جاہ کے خیمے میں آئے - نواب آصف جاہ پہلے سے اپنے مشیروں سے پوشیدہ طور پر حیدر جنگ کے متعلق طے کر چکے تھے - خاص محفل کے آدمیوں نے حیدر جنگ کو پکڑ کر قتل کر ڈالا اور نواب آصف جاہ ایک گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر سے تنہا نکل آئے اور تمام دوپمانہ فرنگ تعجب میں پڑ گیا اور بیکار رہا - (آصف جاہ نے) ایسی جرأت دکھائی کہ رستم و افراسیاب کا کارنامہ ماند پڑ گیا -

حیدر جنگ کے قتل ہونے کے بعد ، عمدۃالملک موسی بوسی اور لشکر کے دوسرے سردار [۳۲] ہوش کھو بیٹھے اور اسی مار دھاڑ میں سپاہیوں نے نواب صمصام الدولہ ، یمین الدولہ اور نواب صمصام الدولہ کے چھوٹے لڑکے میر عبدالغنی خان کو شہید کر دیا - تعجب کی بات ہے کہ حیدر جنگ کہ حقیقت میں جو اِن سادات کے قاتل ہیں وہ سادات سے چار گھڑی پہلے قتل ہوگئے اور ان کے قتل کو صمصام الدولہ نے خود اپنے کان سے سنا اور کہا کہ اب ہمیں اپنی سلامتی نظر نہیں آتی اور بہت اطمینان کے ساتھ قبلہ رخ بیٹھ گئے یہاں تک کہ فرانسیسوں کا ایک ساتھی لچھمناں نام ایک ہندو آیا اور اس نے (ان کو) شہید کر دیا -

باپ اور بیٹے (نواب صمصام الدولہ اور میر عبدالغنی خان) کو ان کے باپ دادا کے مقابر میں دفن کیا گیا جو شہر کے جنوب میں شاہ نور قدس سرہ کی درگاہ میں واقع ہیں اور یمین الدولہ کو ان کے آبائی قبرستان میں دفن کیا کہ جو شاہ نور قدس سرہ کے گنبد کے نیچے واقع ہے - راقم ترجمہ (غلام علی آزاد بلگرامی) نے تینوں سیدوں (نواب صمصام الدولہ، میر عبدالغنی خاں ، *یمین الدولہ*) کی تاریخ آیہ کریمہ ''وجوہ یومئذ مسفرہ'' (۱۱۷۱ھ) سے نکالی - نواب صمصام الدولہ کی تاریخ شہادت اس قطعہ میں نظم بھی کی ہے

قطعه

رفت صمصام‌الدولہ زجہاں   سیوم ماہ شریف رمضان
سال این واقعہ آن سید خود   گفت ، ماکشتۂ عبد رحمٰن

(۱۱۷۱ھ)

نیز ایک مستزاد رباعی بھی تاریخ کے متعلق نظم کی ہے۔

رباعی

صمصام‌الدولہ آں امیر والا   - دانش آگاہ
خوں شدہ کشتہ درکمین‌گاہ دغا   - ، مظلوماہ [۳۳]
آزاد بعرض می رساند تاریخ   - یاراں شنوید
کردند شہید ناکساں سید را   - ناگاہ (۱۱۷۱ھ)

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ میر عبدالحی خاں و میر عبدالسلام خاں باپ کی شہادت کے دن محفوظ رہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ میر عبدالحی خاں کو ایک تقریب کے سلسلے میں ایک دن پہلے باپ سے علحدہ کر لیا گیا تھا اور میر عبدالسلام کو بیماری کی وجہ سے خیمے کے پیچھے مکاں میں بھیج دیا۔ چونکہ دونوں بھائیوں کی زندگی باقی تھی اس نے لطف خفی (تعالیٰ شانہ) نے دشمنوں کے دلوں میں ڈال دیا کہ انہوں نے دونوں بیٹوں کو باپ سے جدا کر دیا۔ میر عبدالحی خاں اور میر عبدالسلام خاں کی سلامتی کے متعلق راقم ترجمہ (غلام علی آزاد بلگرامی) کے دل میں یہ نکتہ آیا کہ الاسماء تنزل من السماء (اسماء آسمان سے نازل ہوتے ہیں) اسم حی اور سلام نے خود اپنا کام کیا اور ہر دو نے اپنے مسمیان کو محفوظ رکھا۔

غرض حیدر جنگ کے قتل ہونے کے بعد نواب امیرالممالک ، نواب ... الملک ، عمدۃالملک موسی بوسی ، ذوالفقار جنگ برادر حیدر جنگ جو اوں (حیدر جنگ) کے قتل ہونے کے بعد قائم مقام ہوا تھا ،

حیدر آباد کا ارادہ کیا ۔ حیدر آباد پہنچنے کے بعد ذوالفقار جنگ ، اپنی جاگیر کے محالات راج نندری اور سیکاکل کی طرف چلا گیا اور عمدہ الملک نے پھولجھری کا راستہ لیا ۔ ذوالفقار جنگ اور سیکاکل کے زمیندار کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی ۔ ذوالفقار جنگ نے بری طرح شکست کھائی ۔ تمام فوج تباہ ہو گئی ۔ جواہر خانہ ، توشہ خانہ ، ہاتھی ، توپ خانہ ، تمام کارخانے زمیندار کے قبضے میں پہنچ گئے ۔ چند لوگ اپنی جان سلامت لے گئے ۔ نواب صمصام الدولہ کا قاتل لچھمناں [۳۰] قتل ہؤا ۔ اسی طرح محافظ دستہ کا جماعہ دار محمد حسین کہ جو اپنی جماعت کے ساتھ نواب صمصام الدولہ اور ان کے عزیزوں اور ساتھیوں کے اوپر مقرر تھا اور جس نے طرح طرح کی بدسلوکیاں کی تھیں وہ بھی اپنے دستے کے ساتھ مارا گیا اور عمدہ الملک موسی اوسی نے کہ جو پھولجھری کی طرف چلا گیا تھا ، انگریزوں کے بندرگاہ چیناپٹن کا محاصرہ کر لیا اور دوبارہ لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی ۔ آخر انگریز غالب آیا ۔ اور عمدہ الملک بہت پریشانی کی حالت میں پھولجھری بھاگ گیا اور چند ماہ میں سادات کے خون کا انتقام ٹھنڈا پڑ گیا بلکہ وہ انتقام کہ جو حیدر جنگ کی ذات سے لیا گیا اسے نواب صمصام الدولہ خود اپنے کان سے سن کر گئے ۔

نواب صمصام الدولہ ، جامع کمالات تھے ، تمام علوم سے واقف اور ہر فن کے مسائل اون کے حافظے میں تازہ تھے ۔ شعر فہمی میں بے مثال تھے اور زبان فارسی کی مصطلحات خوب جانتے تھے ۔ میرزایان ولایت جو ان سے ملتے تھے تو ان کی مصطلحات دانی پر تعجب کرتے تھے ۔ نواب صمصام الدولہ کہا کرتے تھے کہ میں دو چیزوں کا دعویٰ کرتا ہوں ۔ اول عدالت میں معاملے کی باریکیوں کو جیسا کہ چاہیے سمجھ لیتا ہوں اور حق کو باطل سے علیحدہ کر دیتا ہوں ، دوم شعرفہمی ۔

ایک دن راقم ترجمہ (غلام علی آزاد بلگرامی) سے انہوں نے کہا کہ فیضی کا یہ مشہور مطلع ہے [۳۵]

مرا براہ محبت دو مشکل افتاد است
کہ خون گرفتہ ام و یار قاتل افتاد است

ظاہری معنی کے اعتبار سے ایک مشکل "عاشق کے خود گرفتہ ہونے" کی ہے اور دوسری مشکل یار کے قاتل ہونے کی ۔ بس غالب مشکل ہے ، مگر میرے ذہن میں دوسرے معنی آئے ہیں ۔ ایک مشکل یہ ہے کہ عاشق "خود گرفتہ" ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ معشوق کے علاوہ کوئی دوسرا اسے مار ڈالے ۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ یار قتل کرنے والا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ عاشق کے علاوہ کسی اور کو مار ڈالے ۔ یہ دونوں باتیں عاشق کے لیے ناگوار ہیں ۔

(نواب صمصام الدولہ) بہت اچھے صاحب انشاء تھے ۔ خطوط نویسی میں وہ خاص طرز کی انشاء لکھتے تھے ۔ افسوس کہ ان کا مجموعہ مکاتیب جمع نہ ہوا ۔ اگر مکاتیب جمع ہو جاتے تو دیکھنے والوں کی آنکھوں کو سرمہ کا کام دیتے اور تاریخ دانی میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے ، خاص طور سے تیموری امراء اور سلاطین کے تو وہ گویا حساب تھے ۔ اس کی دلیل یہی کتاب مآثرالامراء ہے کہ جس کی قدر اس فن کا جاننے والا سمجھ سکتا ہے ۔

انھوں نے عربی اور فارسی کتابوں کا بہت بڑا کتب خانہ جمع کیا تھا اور اکثر خود اپنے ہاتھ سے ان کتابوں کا مطالعہ اور تصحیح کرتے تھے ۔ اس ہنگامے میں کتب خانہ بھی برباد ہوگیا ۔ ان کے اوصاف حمیدہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ ان کو زبان تقریر سے ادا کیا جائے مثلاً علو مزاج اور متانت رائے میں ارسطو کو ان کا شاگرد کہہ سکتے ہیں ۔ وقار ، تمکنت ، ترحم ، غلاموں کی غم خواری ، عدالت ، حیائے جسم وفا ، صفا ، صدق ، راستی کے مالک تھے اور جھوٹ سے بہت متنفر تھے ۔ جھوٹ بولنے والے پر کبھی اعتبار نہیں کرتے تھے اور جو روپیہ ان [۳۶] کو حاصل ہوتا تھا ، اس میں سے اسی وقت دسواں حصہ مستحقین کے لیے نکال لیتے تھے ۔ یہ خزانہ علیحدہ رہتا تھا اور مستحق لوگوں میں تقسیم ہوتا تھا ۔ وہ امارت کو زینت دینے والے امیر تھے ۔ جس وقت وہ مسند پر بیٹھتے تھے تو بے تکلف شان امارت کو زینت ہوتی تھی اور ریاست کی شان ان کی پیشانی سے بڑی رونق کے ساتھ ظاہر ہوتی تھی ۔ ہفتے میں دو دن عدالت کے لیے مقرر تھے ، جمعہ اور منگل ۔ مدعی اور

مدعا علیہ کو اپنے حضور میں طلب کر کے بذات خود معاملے کی ... کرتے تھے۔ ملک کے نظم و نسق کے تمام معاملات ذہن ... رات اور دن میں کسی وقت ملکی معاملات کے لیے مشورہ ... اور کوئی ان کا مشیر نہ تھا۔ اس زمانے کے عقل مند حضرات ... کی نظر کی بلندی اور عقل کی زیادتی پر آئینے کی طرح حیرت زدہ رہ جاتے ...

صبح کی نماز پڑھ کر معاملات کی طرف متوجہ ہو جاتے ... کو قیلولہ کرتے تھے، نماز ظہر پڑھنے کے بعد پھر ... کی طرف ... ہوتے تھے پھر آدھی رات بلکہ اس سے زیادہ دیر تک مالی و ملکی ... میں مصروف رہتے تھے۔ طرح طرح کے اہل غرض لوگ ... خود ان کے سامنے کرتے تھے اور کسی ... و دخل ... تھا۔ عدالت میں بہت رعب کے ساتھ ... اور ... نازک دلی اور مسرت کے ساتھ ملتے جلتے ...

نواب سالار جنگ بہادر ...
نے قلعہ دولت آباد سے آنے کے بعد ...
... جو اسباب ظاہری میرے پاس جمع ہو ...
... میں نے کہا: کس طرح معلوم ...
معلوم ہو گیا ہے۔

نواب مذکور سالار جنگ بہادر ...
جب ان سے عہدۂ وکالت ...
ایک بڑی جماعت نے نواب صمصام ...
... کی وجہ سے رات کو سوتے ہوں ...
سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے ...
(نواب سالار جنگ بہادر نے ...
مجھ سے کہا کہ قلعہ دولت آباد جاتے ...
دو سو سے زیادہ قالین اور ...
تھے میں گیا ... وہاں فرش بھی ... تھا ...
میری طبیعت میں ... ہوئی۔

راقم ترجمہ (غلام علی آزاد بلگرامی) کہتا ہے کہ ایک مرتبہ [illegible] ملک ارکاٹ کو تشریف لے گئے اور انہوں نے [illegible] اس [illegible] کے اہل [illegible] حضور میں [illegible] گئے [illegible] کی وجہ سے نواب صمصام الدولہ [illegible] آزاد [illegible] ایک دن میں [illegible] آزاد [illegible] صمصام الدولہ کے خیمے [illegible] ایک [illegible] اس سے کہا [illegible] حاجی [illegible] السکور معزول [illegible] کے اختیار میں ہوں [illegible] سے [illegible] آزاد بلگرامی [illegible] وہاں [illegible] سے [illegible] سپاہیوں کی [illegible] اور زیادتی کی [۳۸]

[illegible]

سامنے بلانا چاہیے ۔ میں نے کہا کہ محاسبہ دار عامل سامنے نہیں بلایا جاتا ہے ۔ اگرچہ بہت زیادہ انکار کیا لیکن میر (غلام علی آزاد) نے مجھے نہ چھوڑا ۔ مجبوراً میں نے (حاجی عبدالشکور کو) اپنے سامنے بلایا ۔ اب میں آپ کے حضور میں بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ ایک مرتبہ اس شخص (حاجی عبدالشکور) کو اپنےحضور میں بلا لیجیے ۔ نواب نظام‌الدولہ نے حکم دیا کہ حاضر ہووے ۔ جیسے ہی کہ وہ دروازے سے اندر داخل ہوا ، نواب نظام الدولہ کی نظر اس کی صورت و شکل پر پڑی [۲۹] تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک نوے سالہ پستہ قد بوڑھا ، پوشاک پہنے ، سبز دستار سر پر باندھے ، عصا اور تسبیح ہاتھ میں لئے ، ولی صورت رحم کا خواستگار ہے ۔

نواب نظام الدولہ نے اس کو اپنے نزدیک بلایا ، بٹھایا اور باتیں کیں اور اس کے محاسبہ کی فرد پر معافی کے دستخط کر دیے ۔ اس کا روزینہ مقرر کر دیا ۔ اپنی سرکار سے اسے سواری مرحمت فرمائی اور رخصت کیا

نواب صمصام الدولہ کے جو مناقب بیان ہوئے ہیں وہ بادل کے ایک قطرے اور آفتاب کی ایک کرن کے مصداق ہیں ۔ حق تعالیٰ آن مرحوم کو اپنی خاص رحمت سے نوازے اور بہشت بریں کے صدر مقام کو ان کے جلوس سے زینت بخشے ۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ نواب صمصام الدولہ کی شہادت کے بعد جب لشکر حیدرآباد پہنچا تو میر عبدالحی خاں کو ساتھ لا کر قلعہ گلکنڈہ میں نظر بند رکھا گیا اور میر عبدالسلام خاں بیماری کی وجہ سے اورنگ آباد میں رہے ۔ (اور پھر ان کو) دولت آباد کے قلعے میں بھیج دیا گیا ۔ حیدر جنگ کے قتل کے بعد نواب آصف جاہ ثانی نے برار کی طرف کا ارادہ کیا ۔ فوج اور لڑائی کا سامان مہیا کر کے جانوجی پسر رگھوبھونسلہ کی تنبیہ کا ارادہ کیا ۔ اپنی جماعت کے کم ہونے اور دشمن کے زیادہ ہونے کے باوجود فتح پائی اور اس کے بعد [۳۰] وہ حیدرآباد کی طرف متوجہ ہوئے ۔

نواب امیرالملک جو ملکی نظم و نسق کی غرض سے مچھلی بندر کی طرف گئے تھے واپس آ گئے اور دونوں بھائیوں میں حیدرآباد کے قریب ملاقات ہوئی۔ نواب آصف جاہ دستور کے مطابق ولی عہدی کی مسند پر بیٹھے اور مالی و ملکی معاملات کو اپنے قبضۂ اقتدار میں لائے۔

۱۵ ذی قعدہ ۱۱۷۲ھ (۲۹ جون ۱۷۵۹ع) کو میر عبدالحی خان کو قلعہ سے بلایا اور از سر نو ان کو عزت دی گئی۔ پہلے میر عبدالحی خان شمس الدولہ دلاور جنگ کا خطاب تھا۔ قلعہ سے نکلنے کے بعد باپ کے خطاب یعنی صمصام الدولہ صمصام جنگ اور چھ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب سے سرفراز ہوئے[1]۔ میر عبدالسلام خاں بھی حکم کے مطابق قلعہ دولت آباد سے باہر نکلے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو سلامت رکھے [۳۱]

۱۔ میر عبدالحی کا انتقال ۱۵ جمادی الاول ۱۱۹۶ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۷۸۲ع کو گولاس میں ہوا اور حیدآباد (دکن) میں دفن ہوئے۔ (ق)

مقدمہ در فہرست کتاب

معلوم ہونا چاہیے کہ اس کتاب کے مصنف (نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خاں) کے لکھے ہوئے کچھ لوگوں کے حالات کم و بیش کرنے کی وجہ سے مسودات میں ناقص ہوے ۔ جہاں تک ہو سکا ان کے مکمل اور درست کرنے کی کوشش کی ۔ اس کے بعد مذکورالاحوال لوگوں کے ناموں کی فہرست کو کتاب میں شامل لیا اور شامل کیے ہوئے ناموں کے بعد لفظ الحاق کا ''ق'' نمایاں طور سے لکھ دیا تاکہ آں بزرگ وار (شاہ نواز خاں) کی تحریر اور مجھ ہیچ مداں (عبدالحئی فرزند شاہ نواز خاں) کی تحریر میں فرق کیا جا سکے اور اس جلیل القدر کتاب میں سات سو تس حضرات کے حالات شامل ہیں چنانچہ ذیل کی تفصیل اس بات کی وضاحت کرتی ہے ۔ (میر عبدالحی)

الف (بچاسی اشخاص)

۱ ۔ اسماعیل بیگ دولدی (ق) ، ۲ ۔ اعتبار خاں خواجہ عنبر (ق) ۳ ۔ افضل خاں خواجہ سلطان ، ۴ ۔ ادھم خاں کوکہ ، ۵ ۔ اشرف خاں میر منشی، ۶ ۔ ابراہیم خاں اوزبک (ق) ، ۷ ۔ آصف خاں عبدالمجید ، ۸ ۔ اسکندر خاں اوزبک ؛ ۹۔ الغ خاں حبشی (ق) ، ۱۰۔ اعتماد خاں خواجہ سرا ۱۱ ۔ آصف خاں خواجہ غیاث الدین علی ، ۱۲ ۔ اعتماد خاں گجراتی ، ۱۳۔ امیر فتح اللہ شیرازی و کیفیت وضع تاریخ الٰہی ، ۱۴ ۔ اسماعیل قلی خاں ذوالقدر ، ۱۵ ۔ آصف خاں مرزا قوام الدین جعفر بیگ ، ۱۶ ۔ افضل خاں شیخ عبدالرحمٰن ، ۱۷۔ اسلام خاں چشتی فاروقی ، ۱۸۔ ابوالفتح خاں دکنی و بیان مذہب مہدویہ ، ۱۹ ۔ احمد بیگ خاں کابلی ، ۲۰ ۔ اعتمادالدولہ مرزا غیاث بیگ طہرانی و احوال نور جہاں بیگم [۳۴] ، ۲۱ ۔ اعتبار خاں خواجہ سرا (ق) ، ۲۲ ۔ ابراہیم خاں فتح جنگ ، ۲۳ ۔ امن خاں معموری ، ۲۴۔ اوداجی رام ۔ ۲۵۔ افضل خاں شکراللہ ، ۲۶ ۔ اخلاص خاں

(ف) ، ۸۳ - ابوالمنصور خان بهادر صفدر جنگ (ق) ، ۸۴ - آصف‌الدوله امیرالممالک (ق) ، ۸۵ - اسماعیل خان بهادر پنی (ف)

ب (التیس اشخاص)

۱ - بیرام خان خانخانان و احوال سلیمه سلطان بیگم ، ۲ - بهادر خان شیبانی ، ۳ - بار بهادر بایزید، ۴ - بابا خان قاقشال ، ۵ - بهادر [۴۴] پسر سعید بدخشی (ق)، ۶ - باقی محمد خان کوکه (ق)، ۷ - پاینده خان مغل (ق) ۸ - پیش رو خان مهتر سعادت (ق) ، ۹ - بهادرالملک (ق)، ۱۰ - بیرم بیگ ترکمان ، ۱۱ - بهادر خان اوزبک (ق)، ۱۲ - بیگر خان ، ۱۳ ، بالچو قلیج (ق) ، ۱۴ - بے بدل خان سعید اے گیلانی و کیفیت تخت طاؤسی ، ۱۵ - باقر خان نجم ثانی ، ۱۶ - بهرجی زمیندار بکلانه و احوال آن الکا ، ۱۷ - بهادر خان روهیله ، ۱۸ - بردل خان بیرم خان ، ۱۹ - باقی چیله قماق ، ۲۰ - پرتهی راج راتهور (ق) ، ۲۱ - بهرام سلطان ولد نذر محمد خان و احوال خانان توران و کیفیت استرداد بلخ ، ۲۲ - بهادر خان باقی بیگ ۲۳ - پادشاه قلی خان تهور خان و کیفیت ابتدائی یعنی سلطان محمد اکبر ۲۴ - بزرگ امید خان (ف)، (۲۵) بهره مند خان میر بخشی، ۲۶ - باقی خان حیات بیگ و کیفیت نظربند نمودن سلطان محمد معظم ، ۲۷ - بسالت خان مرزا سلطان نظر (ق)، ۲۸ - بیان خان شیخ فاروق (ق)، ۲۹ - برہان‌الملک سعادت خان (ق)

ت (سوله اشخاص)

۱ - تردی بیگ خان ترکستانی ، ۲ - تاتار خان خراسانی (ق) ، ۳ - ترسون محمد خان، ۴ - تولک خان قوچین (ق)، ۵ - تردی خان (ق) ، ۶ - ترخان مولانا نورالدین ، ۷ - تخته بیگ سردار خان (ق) ، ۸ - تاش بیگ تاج خان (ق)، ۹ - تربیت خان عبدالرحیم (ق)، ۱۰ - تهور خان مرزا محمود ۱۱ - تربیت خان فخرالدین احمد ، ۱۲ - تقرب خان حکیم داؤد [۴۵] ۱۳ - تربیت خان شفیع‌الله ، ۱۴ - تربیت خان میر آتش و کیفیت تسخیر قلعه ستاره ، ۱۵ - ترک تاز خان (ق)، ۱۶ - تیغ بیگ خان مرزا کل (ق)

ث (دو اشخاص)

١ - ثانی خان هروی ، ٢ - ثناءالله خان امان‌الله خان (ق)

ج (ستره اشخاص)

١ - جعفر خان تکلو ، ٢ - جلال خان قورچی (ق) ٣ - جگمال برادر خورد راجا بهاره مل ، ٤ - جانش بهادر (ق) ، ٥ - جهانگیر قلی خان لاله بیگ ، ٦ - جگناتھ پسر راجا بهاره مل (ق) ، ٧ - جان سپار خان ترکمان ، ٨ - جادو رای کدیه ، ٩ - جهانگیر قلی خان شمس‌الدین ، ١٠ - جگت رای عرف بکرماجیت (ق) ، ١١ - جان نثار خان قدیمی ، ١٢ - جان سپار خان خواجه بابا (ق) ، ١٣ - جلال کاکر (ق) ، ١٤ - جعفر خان عمدة‌الملک ، ١٥ - جان سپار خان پسر مختار خان ، ١٦ - جان نثار خان خویش ابوالمکارم (ق) ، ١٧ - چورامن جات .

ح (بائیس اشخاص)

١ - حاجی محمد خان سیستانی ، ٢ - حسین خان تکریه ، ٣ - حیدر محمد خان آخته بیگی (ق) ، ٤ - حاجی یوسف خان (ق) ، ٥ - حکیم مسیح‌الدین ابوالفتح ، ٦ - حکیم عین‌الملک شیرازی (ق) ، ٧ - حکیم همام ، ٨ - حسن بیگ خان بدخشی شیخ عمری و کیفیت [٣٦] بغی خسرو ، ٩ - حکیم علی گیلانی و حقیقت جنگ فیلان در حضور عرش آشیانی و کیفیت حوضی که حکیم مذکور ساخته ، ١٠ - حاکم بیگ داماد اعتمادالدوله و احوال اچهد روپ سناسی ، ١١ - حکیم صدرا مسیح‌الزمان ، ١٢ - حبش خان سیدی مفتاح و احوال تغیر عادل شاهیه ، ١٣ - حیات خان داروغه آبدارخانه (ق) ، ١٤ - حسام‌الدین خان ، ١٥ - حکیم حاذق گیلانی ، ١٦ - حقیقت خان اسحاق بیگ (ق) ، ١٧ - حسین بیگ خان اوزبک ، ١٨ - حسن علی خان بهادر عالمگیر شاهی و احوال رضی‌الدین خان ، ١٩ - حکیم‌الملک میر مهدی و بیان عروض استسقای محمد اعظم شاه (ق) ، ٢٠ - حسین خان خویشگی و احوال شاه بیگ ، ٢١ - حمیدالدین خان بهادر عالمگیر شاهی (ق) ، ٢٢ - حیدر علی خان بهادر .

خ (چوالیس اشخاص)

د (اکیس اشخاص)

مرزا داراب، ۷ ـ دریا خان روہیلہ، ۸ ـ دیانت خان دست بیاضی، ۹ ـ دین
دار خان عماری (ق)، ۱۰ ـ دولت خان خواص خان، ۱۱ ـ دانشمند خان،
۱۲ ـ داؤد خان قریشی، ۱۳ ـ دیانت خان حکیم جمالا (ق)، ۱۴ ـ داراب
خان بن مختار خان [۸۰]، ۱۵ ـ دلیر خان داوری، ۱۶ ـ دلیر خان عبدالرؤف
میانہ (ق)، ۱۷ ـ دیانت خان میر عبدالقادر، ۱۸ ـ داؤد خان و سلیمان خان
(ق)، ۱۹ ـ دلاور خان بہادر (ق)، ۲۰ ـ دیانت خان میر علی نقی، ۲۱ ـ
دھیرج راجہ جے سنگھ سوائی (ق)

ذ (چھ اشخاص)

۱ ـ ذوالقدر خان ترکمان (ق)، ۲ ـ ذوالفقار خان قراملو، ۳ ـ
ذوالفقار خان محمد بیگ، ۴ ـ ذوالفقار خان نصرت جنگ، ۵ ـ ذوالفقار خان
میر محمد (ق)، ۶ ـ ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خان [illegible]

ر (اسی اشخاص)

[illegible] برادر زادہ راجا بہارہ مل (ق)، ۲ ـ راجا بہارہ مل، ۳ ـ
[illegible] (ق)، ۴ ـ رائے لون کرن کچھواہہ (ق) ۵ ـ راجا بیربر
[illegible] لاہوری و ضوابط مستحدثہ [illegible] ۷ ـ راجا
[illegible] ۸ [illegible] مدھکر بندیلہ (ق)، ۹ ـ راجا رام چند بگھیلہ (ق)،
[illegible] چوہان، ۱۱ ـ راجا بکرماجیت پتر داس (ق)، ۱۲ ـ رائے بھوج
[illegible] (ق)، ۱۳ ـ رائے درگا سیسودیہ (ق)، ۱۴ ـ رائے رائے
[illegible] و [illegible] قلعہ دیو گڑھ (ق)، ۱۵ ـ راجا [۸۹] رام داس
[illegible] ـ راجا باسو (ق)، ۱۷ ـ راجا مان سنگھ پسر راجا بھگونت
[illegible] الکائے [illegible] ۱۸ [illegible] سنگھ کچھواہہ (ق)،
[illegible] ۲۰ [illegible] سنگھ (ق)،
[illegible] ۲۲ ـ راجا [illegible] پسر راجا
[illegible] راجا [illegible]
[illegible] ۲۵ [illegible] سورج [illegible] ۲۶ ـ راجا
[illegible] ۲۷ [illegible] ۲۸ [illegible] پسر راجا

امر (ف)، ۲۹ - راو رس پادا پسر راؤ بھوج (ف) ، ۳۰ - راؤ سور بھورتیہ (ق) ، ۳۱ - راجا بھاربھہ بندیلہ (ف)، ۳۲ - راجا ججھار سنگہ بندیلہ (ف)، ۳۳ - راجا روز افزون (ف) ، ۳۴ - رحمت خان میر فضل اللہ (ف)- ۳۵ - راجا انوپ سنگہ بڑگوجر، ۳۶ - راجا گج سنگہ پسر راجا سورج سنگہ (ف)، ۳۷ - راجا رام داس نروری (ف) ، ۳۸ - راجا کسن سنگہ بھدوریہ (ف) ، ۳۹ - راؤ امر سنگہ پسر کلان راجا گج سنگہ (ف) ، ۴۰ - رائے مکند کایتھ ۴۱ - راجا جگت سنگہ پسر راجا باسو (ف)، ۴۲ - راجا جے رام بڑ گوجر (ف) ، ۴۳ - رشید خان انصاری و کیفیت جلالہ ونناگنش ، ۴۴ - راجا بیٹھل داس کور (ف)، ۴۵ - راجا پہار سنگہ بندیلہ (ف)، ۴۶ - راؤ ستر سال پادا نبیرہ راؤ رتن (ف) ، ۴۷ - راجا سیو رام کور [۵۰] (ف) ، ۴۸ - راجا اندر من دھندھیرہ (ف) ، ۴۹ - رام سنگہ ولد کرمسی راٹھور (ف)، ۵۰ - روپ سنگہ راٹھور (ف) ، (۵۱) - رستم خان مقرب خان (ف) ، ۵۲ - راجا انرودہ کور (ف) ، ۵۳ - راجا راج روپ (ف) ، ۵۴ - راجا رگھو ناتھ (ف)، ۵۵ - رحمت خان حکیم ضیاء الدین و احوال فوت داراشکوہ و مراد بخش (ق) ، ۵۶ - راجا ٹودرمل شاہجہانی (ف) ، ۵۷ - راؤ کرن بھورتیہ (ف) ، ۵۸ - راجا سجان سنگہ بندیلہ (ف) ، ۵۹ - راجا دیبی سنگہ بندیلہ (ف)، ۶۰ - راجا رائے سنگہ سیودیہ (ف) ، ۶۱ - راجا رام سنگہ کچھواہہ (ف) ، ۶۲ - رشید خان الہام اللہ (ف) ، ۶۳ - راؤ بھاؤ سنگہ ہاڈا (ف) ، ۶۴ - رضوی خان سید علی (ق) ، ۶۵ - رندولہ خان غازی (ق) ، ۶۶ - روح اللہ خان اول پسر دوم خلیل اللہ خان ، ۶۷ - روح اللہ خان خانہ زاد خان (ف)، ۶۸- راؤ دلپت بندیلہ و کیفیت کلاہ پوشان فرنگ (ف). ۶۹- رام سنگہ ہاڈا (ف)، ۷۰ - رستم دل خان، ۷۱ - راجا چھبیلہ رام ناگر (ق) ، ۷۲ - راجا محکم سنگہ کھتری (ف) ، ۷۳- رعایت خان ظہیرالدولہ (ف)، ۷۴ - روشن الدولہ رستم جنگ (ق)، ۷۵- راجا چندر سین (ف)، ۷۶ - راجا سلطانجی بنالکر ، ۷۷- راجا گوپال سنگہ کور (ق)، ۷۸- راجا ساہوجی بھونسلہ (ق)، ۷۹ - رکن الدولہ سید لشکر خان بہادر نصیر جنگ ، ۸۰ - راجا بیر بہادر (ق) [۵۱]

ز (چار اشخاص)

۱ - زین خان کوکه ، ۲ - زاهد خان پسر صادق خان (ق)، ۳ - زاهد خان کوکه (ف) ، ۴ - زبردست خان (ف)

س (پچپن اشخاص)

۱ - سیف خان کوکه ، ۲ - سید محمود خان بارهه (ف)، ۳ - سید احمد خان بارهه (ف)، ۴ - سلطان خواجه نقشبندی و دست مشرفی عرش آشیانی، ۵ - سید حامد خان بخاری (ف)، ۶ - سید عبدالله خان پسر میر خوانده (ف)، ۷ - سلطان بیگ خان قرعه چی (ف)، ۸ - سید راجو بارهه (ف)، ۹ - سعید خان چغتا، ۱۰ - سید قاسم و سید هاشم بارهه (ف)، ۱۱ - سیف خان سیدعلی اصغر (ف)، ۱۲ - سردار خان راجه یادگار (ف)، ۱۳ - سید دلیر خان بارهه و کیفیت فیل سفید (ف)، ۱۴ - سید ہزبر خان بارهه (ف)، ۱۵ - سیف خان مرزا صفی، ۱۶ - سرفراز خان چغتا ۱۷ - سید شجاعت خان بارهه، ۱۸ - سپه دار خان محمد صالح (ف)، ۱۹ - سعید خان بهادر ظفر جنگ، ۲۰ - سردار خان شاهجهانی، ۲۱ - سرفراز خان پسر لشکر خان (ف)، ۲۲ - علامی سعدالله خان و کیفیت دولت خانهٔ خاص و حقیقت قرارداد داشتن نابینیان (ف)، ۲۳ - سید منصور خان بارهه ۲۴ - سجان سنگه و پرم دیو پسران سورج مل سیودیه (ف)، ۲۵ - سید عالم بارهه (ف)، ۲۶ - سید هدایت‌الله صدر (ف)، ۲۷ - سید اختصاص خان بارهه عرف سید صلابت خان (ف)، ۲۸ - سید [۵۲] شجاعت خان بهادر بهکری (ف)، ۲۹ - سعادت خان پور ظفر خان (ف)، ۳۰ - سیادت خان میر زین‌الدین علی (ف)، ۳۱ - سید مظفر خان بارهه‌وسد لشکر خان بارهه، ۳۲ - سبل سنگه سیودیه (ف)، ۳۳ - سرافراز خان پلولی، ۳۴ - سید اختصاص سید فیروز خان (ف)، ۳۵ - سید عزت خان عبدالرزاق گیلانی (ق) ، ۳۶ - سید امیر خان خواف (ف)، ۳۷ - سر بلند خان خواجه رحمت‌الله (ق) ، ۳۸ - سیف خان فقیرالله ۳۹ - سیف‌الله خان میر بحر، ۴۰ - سید عبدالله خان بارهه (ف)، ۴۱ - سردار خان چیله و کیفیت نظربند شدن سلطان‌محمد معظم، ۴۲ - سیادت خان سید اوغلان

(ق)، ۴۳- سیدی یاقوت خان حبشی (ق)، ۴۴ - سرفراز خان سید لطف (ف)، ۴۵ - سید حسین خان بارہہ (ف)، ۴۶ - سید رستم خان دکنی (ف)، ۴۷- سعداللہ خان ہدایت‌اللہ (ف)، ۴۸ - سید نجم‌الدین علی خان بارہہ، ۴۹ - سرمست لنتدیاس (ف)، ۵۰- سعادت‌اللہ خان (ف)، ۵۱- سیف‌الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ (ف)، ۵۲ - سیف‌الدولہ سید شریف خان بہادر (ف)، ۵۳ - سعداللہ خان بہادر مظفر جنگ (ف)، ۵۴ - سادات خان ذوالفقار جنگ (ف)، ۵۵- سراج‌الدولہ انورالدین خان بہادر ظفر جنگ (ف)

ش (چون اشخاص)

۱ - شمس‌الدین محمد خان، ۲ - شاہ قلی خان نارنجی، (ف) [۵۳]، ۳ - شاہ بداغ خان (ف)، ۴ - شیخ گدائی کنبو، ۵ - شیخ محمد بخاری (ف)، ۶ - شاہ محمد خان قلاتی، ۷ - شیخ احمد فتح پوری، ۸ - شاہ فخرالدین (ف)، ۹- شجاعت خان عرف مقیم خان عرب، ۱۰ - شیخ عبدالنبی صدر، ۱۱- شیخ عبدالرحیم لکھنوی، ۱۲ - شیخ جمال بختیار (ف)، ۱۳ - شہاب‌الدین احمد خان، ۱۴- شیخ ابراہیم پور شیخ موسیٰ (ف)، ۱۵- شیرویہ خان (ف)، ۱۶- شیخ عبداللہ خان و مجملے از احوال شیخ محمد غوث و شیخ بہلول، ۱۷ - شیخ ابوالفضل فیضی، ۱۸- شہباز خان کنبو، ۱۹- شریف خان اتکہ (ف)، ۲۰- شاہم خان جلائر، ۲۱ - شاہ قلی‌خان محرم، ۲۲ - شیخ ابوالفضل مبارک ۲۳ - شیر افگن خان علی قلی بیگ، ۲۴ - شریف خان امیرالامراء، ۲۵ - شجاعت خان شیخ کبیر، ۲۶ - شمشیر خان ارسلان بے اوزبک (ف)، ۲۷ - شیخ فرید مرتضیٰ خان بخاری، ۲۸- شجاعت خان سلام‌اللہ خان عرب (ف)، ۲۹ - شاہ بیگ خان ارغون، ۳۰ - شاہ نواز خان بہادر میرزا ایرج، ۳۱ - شیر خواجہ، ۳۲- شہباز خان معروف بہ شیرو روہیلہ (ف)، ۳۳ - شیر خان تونور، ۳۴- شیر خان تربتی، ۳۵- شاہ قلی خان و قاصر حاجی (ف)، ۳۶ - شادی خان اوزبک (ف)، ۳۷ - شجاعت خان شادی بیگ (ق)، ۳۸ شاہ بیگ خان اوزبک (ق)، ۳۹ - شیر خان سید شہاب بارہہ (ف)، - شیخ میر خوافی (ف)، ۴۱ - شاہ نواز خان صفوی، ۴۲ - شمس‌الدین خان پسر کلان مظفر بہادر (ف)، ۴۳ - شمشیر خان حیات تربتی (ف)، ۴۴-

سجاعت خاں رعد انداز بیگ خاں (ق)، ۵۴ شہامت خاں سید قاسم بارہہ ۴۶ - [۵۴] شمشیر خاں ترینی، ۴۷ - شیخ عبدالعزیز خاں (ق)، ۴۸ - شریف الملک صدر آبادی، ۴۹ - سادت خاں امیرالامراء، ۵۰ - سجاعت خاں محمد بیگ ترکماں (ق)، ۵۱ - شجاعت خاں بہادر محمد شاہ نام (ق) ۵۲ - سہداد خاں خویسگی، ۵۳ - سجاع الدولہ و احوال احمد شاہ درانی (ق)، ۵۴ - شجاع الملک امیرالامراء (ق)

ص (نو اشخاص)

۱ - صادق محمد خاں ہروی، ۲ صادق خاں میربخشی، ۳ - صلابت خاں روشن ضمیر (ق)، ۴ - صفدر خاں خواجہ قاسم (ق)، ۵ - صف شکن خاں میرزا لشکری (ق)، ۶ - صف شکن خاں محمد طاہر (ق)، ۷ - صفی خاں پسر دوم اسلام خاں مشہدی، ۸ - صلابت خاں خواجہ میر خوافی، ۹ - صف شکن خاں میر صدرالدین (ق)

ض (ایک شخص)

۱ - ضیاءالدولہ پسر خواجہ سعدالدین خاں (ق)

ط (دو اشخاص)

۱ - طیب خواجہ جوئباری، ۲ - طاہر خاں طاہر شیخ (ق)

ظ (دو اشخاص)

۱ - ظفر خاں پسر زین خاں کوکہ (ق)، ۲ - ظفر خاں خواجہ احسن اللہ (ق) [۵۵]

ع (تیس اشخاص)

۱ - علی قلی خاں اندرابی (ق)، ۲ - عبداللہ خاں اوزبک ۳ - عبدالمطلب خاں (ق)، ۴ - عرب بہادر، ۵ - علی مردان بہادر (ق)، ۶ - عزت خاں خواجہ بابا (ق)، ۷ - عوض خاں قاقشال (ق)، ۸ - عبداللہ خاں

فیروز جنگ ۰ ۹- عزیزالله خاں پسر یوسف خاں(ق)، ۱۰ - عاقل‌خاں عنایت‌الله و احوال ستی خانم (ق)، ۱۱- عبدالرحیم بیگ اوزبک (ق)، ۱۲ - عرب خاں نور محمد (ق)، ۱۳ - علی مردان خاں امیرالامراء و کیفیت ہنگامہ اوزکاں در بلخ، ۱۴ - عبدالله خاں سعید خاں (ق)، ۱۵- عسکر خاں نجم ثانی (ق)، ۱۶ - عبدالرحمان سلطان (ق)، ۱۷ - عبدالرحیم خاں پنجمس پورا اسلام خاں مشہدی (ق)، ۱۸ - عنایت خاں خوافی (ق)، عبدالرزاق خاں لاری (ق) ، ۲۰ - عادل میر عسکری (ق)، ۲۱ - عزیزالله خاں پسر سوم خلیل‌الله خاں (ق)، ۲۲- علی مردان خاں حیدر آبادی (ق)، ۲۳ - عیسیٰ خاں مبین ۲۴- عنایت‌الله خاں (ق)، ۲۵ - عضدالدولہ عوض خاں بہادر قسور جنگ (ق)، ۲۶ - عبدالعزیز خاں بہادر شیخ مقبول عالم (ق)، ۲۷ - عمدہ‌الملک امیر خاں میر اسحاق (ق)، ۲۸ - علی محمد خاں روہیلہ (ق)، ۲۹- علی وردی خاں میرزا بندی (ق)، ۳۰ - عمادالملک غازی‌الدین خاں پسر امیرالامراء فیروز جنگ (ق) [٥٦]

غ (سات اشخاص)

۱ - غازی خاں بدخشی و کیفیت اختراع سجدہ پیش عرش آشیانی، ۲ - غیرت خاں خواجہ کام‌گار، ۳ - غالب خاں بیجا پوری (ق)، ۴ - غضنفر خاں پسر الله وردی خاں ، ۵ - غیرت خاں محمد ابراہیم (ق)، ۶ - غازی‌الدین خاں بہادر فیروز جنگ، ۷ - غازی‌الدین خاں بہادر غالب جنگ۔

ف (پندرہ اشخاص)

۱ - فرحت خاں مہتر سکائی (ق)، ۲ - فتح خاں حبشی و احوال ملک عنبر، ۳ - فدائی خاں میر ظریف، ۴ - فدائی خاں میرزا ہدایت‌الله، ۵ - فاضل خاں آقا افضل اصفہانی، ۶ - فیروز خاں خواجہ سرا (ق)، ۷ - فتح جنگ خاں روہیلہ، ۸ - فاخر خاں نجم ثانی (ق)، ۹ - فیض‌الله خاں پسر زاہد خاں کوکہ، ۱۰- فتح جنگ خاں میانہ، ۱۱ - فاضل خاں شیخ مخدوم صدر (ق)، ۱۲ - فدوی خاں محمد صالح و صفدر خاں محمد جمال‌الدین (ق)، ۱۳ - فاضل خاں برہان‌الدین، ۱۴ - فضائل خاں میر ہادی، ۱۵ - فتح‌الله خاں

بہادر عالم‌گیر شاہی -

ق (انتیس اشخاص)

ک و گ (نو اشخاص)

ل (پانچ اشخاص)

م (ایک سو باون اشخاص)

محمد اسلم خان (ق) ، ۱۲۸ - منعم خان خانخانان بهادر شاہی ، ۱۲۹ - میرزا محمد ہاشم خلیفہ سلطان ، ۱۳۰- محمد مراد خان پسر مرشد قلی خان محمد حسین (ق) ، ۱۳۱ - میرزا شاہ نواز خان صدرالدین ، ۱۳۲- مکرم خان میر اسحاق ۱۳۳ - میرویس غلزی (ق) ، ۱۳۴ - محمد یار خان پسر میرزا بہمن یار ، ۱۳۵ - میر جملہ خانخانان عباد اللہ نام (ق) ، ۱۳۶ - مرحمت خان بہادر غضنفر جنگ (ق) ، ۱۳۷ - محمد کاظم خان و احوال مؤلف تارواداد انزوا ۱۳۸ - مبارز خان عمادالملک، ۱۳۹- معزالدولہ حیدر قلی خان اصفہانی (ق)، ۱۴۰- موتمن الملک جعفر خان (ق) ، ۱۴۱ - مہاراجا اجیت سنگہ راٹھور و کیفیت موت سلطان محمد اکبر (ق) ، ۱۴۲- میر احمد خان ثانی و کیفیت ہنگامہ محبوب خان در کشمیر ، ۱۴۳ - معزالدولہ حامد خان بہادر صلابت جنگ (ق) ، ۱۴۴ - محمد غیاث خان بہادر غیاث بیگ (ق) ، ۱۴۵ - محمد خان بنگش (ق) ، ۱۴۶ - موتمن الدولہ اسحاق خان (ق) ، ۱۴۷ - متہور خان خویشگی ، ۱۴۸- محتشم خان میر خان ، ۱۴۹ - مقرب خان پسر امین خان (ق) ، ۱۵۰ - مبارزالملک سر بلند خان ، ۱۵۱ - مہاراجا جانوجی جسونت نبالکر (ق) ، ۱۵۲ - مجدالدولہ عبدالاحد خان (ق) [۶۲]

ن (پندرہ اشخاص)

۱ - نیابت خان عرب (ق) ، ۲ - نور قلیج (ق) ، ۳ - نقیب خان میر غیاث‌الدین ، ۴ - نورالدین قلی (ق)، ۵- نظر بہادر خویشگی، ۶- نجابت خان میرزا شجاع ، ۷- نوازش خان عبدالکافی ، ۸- نامدارخان (ق) ، ۹ - ناصر خان محمد امان (ق) ، ۱۰ - نصیرالدولہ صلابت جنگ (ق) ، ۱۱ - نظام‌الملک آصف جاہ ، ۱۲ - نظام الدولہ ناصر جنگ ، ۱۳- نجیب‌الدولہ شیخ علی خان بہادر (ق) ، ۱۴- نجیب‌الدولہ نجیب خان (ق) ، ۱۵- نظام الملک نظام‌الدولہ آصف جاہ -

و (پانچ اشخاص)

۱ - وزیر جمیل (ق) ، ۲ - وزیر خان ہروی ، ۳ - وزیر خان مقیم نام (ق) ، ۴ - وزیر خان حکیم علیم الدین ، ۵ - وزیر خان ، محمد طاہر -

ہ (چھ اشخاص)

۱ - ہاشم خان پسر قاسم خان (ق) ، ۲ - ہادی داد خان (ن) ، ۳ - ہوش دار خان ، ۴ - ہزبر خان خلف اللہ وردی خان (ق) ، ۵ - ہمت خان میر عیسوی ، ۶ - ہمت خان سپہ دار خان -

ی (آٹھ اشخاص)

۱ - یوسف محمد خان کوکلتاش (ق) ، ۲ - یوسف خان کشمیری (ق)، ۳ - یوسف خان ولد حسین خان ٹکریہ ، ۴ - یعقوب خان بدخشی [۶۳] ، ۵ - یاقوت خان حبشی ، ۶ - یوسف محمد خان تاشکندی ، ۷ - یکہ تاز خان عبداللہ بیک، ۸ - یلنگ توش خان بہادر (ق)

مآثرالامراء

جلد اول

(اردو ترجمہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

اسماعیل بیگ دولدی

امرائے بابری میں سے ہے ، اس کی بہادری اور مشورے کو سب مانتے تھے ۔ جب ہمایوں بادشاہ ملک عراق (ایران) سے واپس ہؤا اور قلعہ قندھار کا محاصرہ کیا تو محصورین بعد سخت پریشان ہوئے ۔ مرزا عسکری کے امراء اس سے جدا ہو کر قلعہ سے نکل آئے اور سب بادشاہ مرحوم (ہمایوں) کے حضور میں حاضر ہوئے ۔ متنارالیہ بھی حاضر خدمت ہؤا ۔ فتح قندھار کے بعد زمین داور[۱] کی حکومت مسارالیہ کے سپرد ہوئی ۔ محاصرۂ کابل کے زمانے میں وہ حضر خواجہ خاں کی ہمراہی میں مرزا کامراں کے ملازم شیر علی کے مقابلے کے لیے متعین ہؤا جو مرزا (کامراں) کے حکم کے مطابق اس قافلۂ ولایت کی غارت گری کے لیے آیا تھا جو چاریکاران[۲] پہنچ چکا تھا ، غارت گری کے بعد راستہ بند ہو جانے کی وجہ سے جو شاہی ملازمین نے بند کر دیا تھا ، وہ (شیر علی) کابل نہ پہنچ سکا لہذا جلدی سے غزنیں کی طرف روانہ ہو گیا ۔ (اسماعیل بیگ) درۂ سجاوند میں شیر علی کے پاس پہنچ کر جنگ میں مشغول ہو گیا۔ شاہی لشکر فتح یاب ہوا ۔ وہ بہت سا مال غنیمت لے کر ہمایوں کے حضور میں پہنچا اور عنایات شاہی سے سرفراز ہؤا ۔

جب قراچہ خاں نے جو پہلے مناسب شاہی خدمات انجام دے چکا

---

۱ ۔ زمین داور ، صوبہ خراسان کے علاقہ غور میں ایک ضلع ہے (طبقات ناصری جلد دوم (مرتبہ راورٹی صفحہ ۳۰ ۔ انڈکس (ب))

۲ ۔ صحیح نام چاریکار ہے جو کابل کے جنوب میں ایک مقام ہے (آئین اکبری (ترجمہ بلاک مین صفحہ ۳۰۴) (طبع ثانی) (ب)

تھا اور شاہی عنایات سے خوب سرفراز ہؤا تھا ، بغاوت کی اور وہ ایک جماعت کثیر کو بھٹکا کر مرزا کامران کے پاس بدخشاں روانہ ہؤا تو مشارالیہ (اسماعیل بیگ) بھی اس کے قریب میں آ گیا [۶۴] اور اسی لیے بادشاہ (ہمایوں) کے حضور سے ''اسماعیل خرس'' اس کا لقب ہؤا ۔

اس کے بعد خود بادشاہ (ہمایوں) بدخشاں کی طرف متوجہ ہؤا اور جس روز مرزا کامران سے جنگ ہوئی تو مشارالیہ (اسماعیل بیگ) گرفتار ہؤا ، منعم خاں کی سفارش سے اس کی جاں بخشی ہوئی اور وہ اسی (منعم خاں) کے سپرد ہؤا ۔ ہندوستان کی یورش میں وہ ہمایوں کے ہمراہ تھا اور دہلی کی فتح کے بعد وہ شاہ ابوالمعالی کے ہمراہ لاہور بھیج دیا گیا ۔ اس کا بقیہ حال معلوم نہ ہؤا[1] ۔

(۲)

اعتبار خاں ناظر

خواجہ عنبر نام ، بابر کا مقرب خواجہ سرا تھا ، جس سال ہمایوں بادشاہ عراق کی روانگی کا ارادہ کر کے قندھار سے روانہ ہؤا تو اس کو ایک جماعت کے ساتھ ، مریم مکانی کی سواری کو لانے کے لیے رخصت فرمایا ۔ وہ گیا اور اس نے باحسن وجہ خدمت انجام دی ۔ ۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ع میں کابل پہنچ کر شاہی ملازمت سے سرفراز ہؤا ۔ بادشاہ نے اس کو شاہزادہ محمد اکبر کی خدمت پر مقرر کر دیا ۔ ہمایوں کے انتقال کے بعد اکبر بادشاہ نے اس کو کابل بھیج دیا کہ وہ بادشاہ کی والدہ مریم مکانی کی سواری کو لائے ۔ چنانچہ دوسرے سال جلوس میں وہ مریم مکانی کے ساتھ شاہی ملازمت سے سرفراز ہؤا ۔ کچھ دنوں کے بعد ، دہلی کی حکومت اس کے سپرد ہوئی اور وہیں اس کا انتقال ہوا[2] ۔

---

۱ ۔ اسماعیل دولجی ، ابوالفضل کے بیان کے مطابق دو ہزار سوار کا افسر تھا (آئین اکبری صفحہ ۴۲۳ ، بلاک مین) (ب)

۲ ۔ اس کو خواجہ عنبر ناظر بھی کہتے تھے (اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۲۲۴ کلکتہ ایڈیشن) (ترجمہ بیوریج جلد اول صفحہ ۴۵۱) ۔ ... کا نائب اور نگران افسر ہوتا تھا (سنٹرل سٹرکچر آف ... ایمپائر صفحہ ۲۲۹) (ب)

(۳)

افضل خاں

خواجہ سلطان علی نام، پہلے وہ ہمایوں کی سرکار میں "اشراف خزانہ" (محاسب) [۵۰-] کے منصب پر مقرر تھا، نیکی اور کام کی مہارت کی وجہ سے عنایات خسروانہ سے سرفراز ہوا۔ ۹۳٦ھ، ۱۵۲۹ء میں "صاحب دیوان خرچ" مقرر ہوا۔ پھر اپنے نصیبے کے زور سے "مشرف وجہات" کے عہدے پر سرفراز ہوا۔ جب ۹۵۷ھ، ۱۵۵۰ء میں ہمایوں کے سوتیلے بھائی مرزا کامران نے اپنے بڑے بھائی کی غیبت میں جو باپ سے زیادہ شفقت و مہربانی فرماتا تھا، دارالملک کابل پر قبضہ کر لیا تو شاہی متصدیوں اور ملازمین سے روپیہ طلب کیا اور خواجہ (افضل خاں) کو بھی گرفتار کر لیا، ظلم و جور کے ذریعہ نقد و جنس چھین لیا اور جب ہمایوں بادشاہ نے ہندوستان کی روانگی کا ارادہ فرمایا تو خواجہ میر بخشی کے اعلیٰ عہدے پر سرفراز ہوئے۔

جب ہمایوں (کی موت) کا ناگزیر واقعہ پیش آیا تو تردی بیگ خاں جو امیر الامرائی کا دعوے دار تھا، خواجہ کے ساتھ دہلی کی مہمات کے انتظام میں مشغول ہوا۔ مشہور ہیمو (بقال) کی جنگ میں خواجہ (دوسرے) سرداروں کے ساتھ فوج کے مرکزی حصہ کا منتظم تھا۔ جب فتنہ ساز بقال (ہیمو) نے فوج کے درمیانی حصہ پر حملہ کیا تو خواجہ کے قدم ڈگمگا گئے اور وہ اشرف خاں میر منشی اور مولانا پیر محمد شیروانی کے ساتھ جو تردی بیگ خاں کی سپہ سالاری کی ہمراہی کر رہے تھے، بھاگنے پر مجبور ہوا۔

جب شکست خوردہ امیر نہایت خجالت و شرم ساری کے ساتھ اکبر کے لشکر میں پہنچے جو ہیمو سے لڑنے کے لیے صوبہ پنجاب سے سرہند پہنچ چکا [٦٦] تھا تو بیرام خاں نے تردی بیگ خاں کو مہلت نہ دی اور ٹھکانے لگا دیا اور خواجہ (افضل خاں) اور میر منشی (اشرف خاں) کو جن کے متعلق غداری اور رشوت خوری کا گمان تھا نظر بند کر دیا۔ اس

کے بعد خواجہ میر منشی کے ساتھ فرار ہو کر حجاز چلاگیا ۔ پانچویں سال جلوس اکبری میں اسے آستاں بوسی سے مشرف ہونے کا موقعہ ملا ۔ اکبر کے الطاف خسروانہ سے سرفراز ہؤا، امارت کا عہدہ حاصل کیا اور سہ ہزاری منصب ملا ۔ اس کا انجام اور تاریخ انتقال ان پریشان اوراق کے جامع (مؤلف) کی نظر سے نہیں گزری ۔

(۴)

ادھم خاں کوکہ

ماہم انگہ کا چھوٹا بیٹا ہے جو نہایت عقل مند اور بہت مخلص ہونے کی وجہ سے اکبر بادشاہ پر بہت اثر انداز تھی ۔ (اکبر نے) بچپن کے زمانے سے تخت نشینی تک دوام ملازمت ، وفور اعتبار ، اور رازوں پر زیادہ اطلاع رکھنے اور اعتماد کی وجہ سے بہت ممتاز تھی ۔ اس نے بیرم خاں کے خاتمے میں بڑا حصہ لیا اور ملکی و مالی مہمات کو سرانجام دیا جب منعم خاں وکیل‌السلطنت بھی ہوگیا تو وہ بڑے استقلال سے تمام کام انجام دینے لگی ۔

ادھم خاں پنج ہزاری امیر تھا ۔ سب سے پہلے اس نے بادشاہ کی ہم رکابی میں محاصرہ مان کوٹ میں بہادری و مردمی کا مظاہرہ کر کے شہرت حاصل کی ۔ وہ (مان کوٹ) کوہستان سوالک میں بلند پہاڑ کی چوٹی پر چار قلعوں پر مشتمل ایک (بڑا) قلعہ ہے [۶۷] اور پہاڑیوں کی بلندی پر عجیب طریقے سے بنایا گیا ہے کہ وہ سب ایک قلعہ معلوم ہوتا ہے ۔ جب سلیم گکھڑوں کی مہم سے واپس ہؤا تھا تو اس نے اس کی بنیاد رکھی تھی تاکہ پنجاب کے لشکر کے لیے (یہ قلعہ حفاظت کا) ذریعہ ہو ۔ وہ چاہتا تھا کہ لاہور کو ویران کر کے اس کو آباد کرے ۔ وہ ایک بڑا شہر ، مختلف قسم کے تاجروں اور طرح طرح کے لوگوں کا مسکن ہے تھوڑی سی توجہ سے ایک بڑا لشکر اور فوجی سامان فراہم ہوسکتا ہے چونکہ وہ (کابل سے) مغل فوج کے راستے پر واقع ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ (مغل فوج) وہاں پہنچ کر زیادہ قوت حاصل کرلے اور پھر اس کا مداوا ...

ہوسکے ۔ وہ اسی خیال میں تھا کہ اس کی موت آ گئی ۔ دوسرے سال سکندر سور نے وہاں قلعہ بند ہو کر پناہ حاصل کی اور پھر قلعہ حوالے کر دیا ۔

تیسرے سال بیرام خاں نے جو ہمیشہ ادھم خاں سے متوہم رہتا تھا آگرہ کے نزدیک ہتکانتھ کا علاقہ اس کی جاگیر میں مقرر کیا کیونکہ وہ (علاقہ) بھدریہ (راجپوتوں) کا مسکن تھا کہ جن کی بادشاہان زمانہ سے بغاوت و سرکشی شہرۂ آفاق تھی تاکہ اس طرح اس علاقے کے سرکش لوگ سرا اٹھائیں ۔ اور یہ (ادھم خاں) بھی بادشاہ کے حضور میں نہ رہے اس طرح ایک خیال سے دو مقاصد کام ظہور پذیر ہوں ۔ اور وہ (ادھم خاں) چند امیروں کے ساتھ رخصت ہوا ۔ ادھم‌خاں نے نمایاں کوششوں سے اس ضلع میں (حکومت) کا عمل (و دخل) قائم کر دیا اور سرکشوں کو اکھاڑ پھینکا ۔

بیرام خاں کی علیحدگی اور اس کے اختتام کے بعد اکبر بادشاہ نے پانچویں سال جلوس کے آخر اور ۹۶۸ھ ، ۱۵۶۱ع کے آغاز میں [۶۸] اس (ادھم خاں) کو پیر محمد خاں سروانی اور دوسرے امراء کے ساتھ ولایت مالوہ کی تسخیر کے لیے متعین فرمایا کیونکہ باز بہادر کے مظالم اور بے راہ روی (کی شکایت) حضور شاہی میں مکرر پہنچی تھی ۔ جب (ادھم خاں) سارنگ پور پہنچا ، جو اس کا دارالحکومت تھا تو باز بہادر مستی و بے ہوشی سے کہ جن میں وہ رات دن مشغول رہتا تھا کچھ ہوش میں آیا اور مقابلے کے لیے تیار ہوا ۔ روزانہ طرفین سے جنگ آزمودہ سپاہی نکلتے اور خوب مقابلہ کرتے ۔ یہاں تک کہ ایک روز سخت مقابلہ ہوا ۔ باز بہادر شکست کھا کر خاندیس کی طرف بھاگ گیا ۔ ادھم خاں بہت جلد سارنگ پور پہنچا اور اس نے اس (باز بہادر) کے مال و اسباب ، پاتروں اور کنیزوں پر قبضہ کیا ۔ کیونکہ ان کے حسن کی شہرت اور گانے کی خوبیاں تمام دنیا میں ممتاز و مشہور تھیں ۔

اس کامیابی ، خزانوں ، دفینوں اور نفیس مال و متاع کے حاصل کرنے سے جو سالہا سال سے جمع ہوئے تھے وہ (ادھم خاں) نہایت

متکبر ہو گیا ۔ پیر محمد خاں نے ہر چند نصیحت کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہؤا ۔ مالوہ کی حکومت کو امیروں میں تقسیم کر کے تمام مال غنیمت میں سے چند ہاتھی صادق خاں کے ہمراہ حضور شاہی میں بھیج دیے اور اپنے آپ عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا ۔

یہ بات اکبر بادشاہ کو ناگوار ہوئی ۔ اس کی اصلاح کو ضروری خیال کرتے ہوئے (شاہ نے) سولھویں روز آگرہ سے کوچ فرمایا اور ستائیس شعبان [٦٩] ششم سال جلوس (۲۷ - شعبان ۹٦۹ھ ، ۱۵٦۱ ع) کو اس وقت اکبر بادشاہ پہنچ گیا جب ادھم خاں سارنگ پور سے دو کوس کے فاصلے پر قلعہ گاگروں کے فتح کرنے کے ارادے سے پہنچا تھا ۔ جیسے ہی اسے یہ معلوم ہؤا فوراً زمیں بوسی کا شرف حاصل کیا ۔ بادشاہ نے اس کے گھر پہنچ کر نزول اجلال فرمایا ۔ کہتے ہیں کہ ادھم خاں دل میں فاسد خیال رکھتا تھا اور بہانہ تلاش کر رہا تھا ۔

دوسرے دن ماہم انگہ مستورات کے ساتھ پہنچ گئی ۔ بیٹے کو خواب غفلت سے بیدار کیا ۔ پیشکش اور ضیافت کے انتظام ہوئے ، باز بہادر سے جو کچھ جنس و مال حاصل ہؤا تھا وہ سب مع پاتروں کے بادشاہ کے ملاحظہ سے گزارا گیا ۔ اکبر بادشاہ نے اس میں کچھ اس (ادھم خاں) کو مرحمت فرمایا اور چار روز کے قیام کے بعد بادشاہ آگرہ واپس ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ جب (اکبر) واپس ہو رہا تھا تو پہلی منزل میں ادھم خاں نے اپنی کمینگی اور بے وقوفی سے اپنی والدہ ماہم انگہ کو جو حرم کی نگراں تھی اس بات کے لیے تیار کرلیا کہ باز بہادر کی پاتروں میں سے دو حسین گانے والیاں پوشیدہ طور سے اس کے حوالے کر دے کہ اس روا روی میں کسی کو اس بات کی خبر نہ ہوگی ۔ اتفاقاً اسی وقت بادشاہ کو خبر پہنچ گئی ۔ اس نے ٹھہرنے کا حکم فرمایا اور لوگوں کو تفتیش کے لیے مقرر کیا ۔ ادھم خاں نے پریشان ہو کر دونوں کو جنگل کی طرف بھگا دیا ۔ جب تلاش کرنے والے پکڑ کر لے آئے تو ماہم انگہ نے ان بے گناہوں کو قتل کرا دیا اور بادشاہ نے چشم پوشی فرمائی ۔ لیکن اسی سال مصلحت ملکی کی وجہ سے [۷۰] مالوہ کی حکومت مستقل طور سے

پیر محمد خاں کے سپرد ہوئی اور ادھم خاں حسب طلب بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا ۔

چونکہ شمس الدین محمد خاں اتکہ قرب و اعتبار (شاہی) کی وجہ سے فوقیت اور برتری رکھتا تھا اور سلطنت کے تمام کاموں میں خاصا دخل رکھتا تھا ، یہ (ادھم خاں) جوانی سے مدہوش اور اقتدار سے بھٹکا ہؤا ہمیشہ اس سے حسد رکھتا تھا ۔ منعم خاں خانخاناں کہ وہ بھی اس بیماری میں گرفتار تھا ہمیشہ اس (ادھم خاں) کو جو اپنی بہادری سے مغرور اور غصہ سے مغلوب تھا فتنہ اور غداری پر اکساتا رہتا تھا ۔

۱۲ ۔ رمضان ہفتم سال جلوس (۱٦ ۔ مئی ۱۵٦۲ء) کو دولت خانۂ بادشاہی میں اتکہ خاں اور منعم خاں دوسرے امیروں کے ساتھ مہمات سلطنت کے متعلق مشورے میں مشغول تھے ۔ ادھم خاں بے اعتدالی کی حالت میں ایک جماعت کے ساتھ پہنچا ۔ وہ جماعت اس سے بھی زیادہ بے اعتدال تھی ۔ سب تعظیم کے لیے اٹھے ۔ اتکہ خاں نیم قد اٹھا ۔ وہ بد اندیش (ادھم خاں) خنجر ہاتھ میں لے کر اتکہ خاں کی طرف متوجہ ہؤا اور ہم راہیوں کو اشارہ کر دیا ۔ انہوں نے سخت زخم پہنچا کر اس (اتکہ خاں) کا کام تمام کر دیا ۔

اس کے بعد ادھم خاں بے باکانہ ہاتھ میں تلوار لے کر محل سرا کی طرف متوجہ ہؤا اور وہ اس بلند ایوان پر چڑھ گیا جو محل خاصہ کے چاروں طرف تھا ۔ شور بلند ہوا ۔ اکبر بادشاہ خواب سے بیدار ہؤا اور محل کی دیوار سے سر نکال کر حال معلوم کیا وہ غضب و غصے کے ساتھ تلوار لے کر (محل سے) برآمد ہؤا ۔ جیسے ہی ادھم خاں پر نظر پڑی تو فرمایا اے کنیا کے بچے ! تونے میرے اتکہ (رضاعی باپ) کو کیوں مار ڈالا ؟ اس گستاخ نے آگے بڑھ کر اکبر بادشاہ کے ہاتھ پکڑ لیے اور اور کہا [۱۷] کہ بادشاہ غور فرمائیں تھوڑی سی کشمکش ہوئی ۔ بادشاہ نے ہاتھ اس کے پنجے سے نکال کر قوت کے ساتھ ایک گھونسا اس کے منہ پر مارا کہ وہ تیورا کر زمین پر گر پڑا ۔ بادشاہ نے فرحت خاں خاصہ خیل اور سنگ رام ہوس ناک سے جو وہاں کھڑے تھے فرمایا کہ

کیا تماشا کرتے ہو؟ اس دیوانے کو باندھ لو ۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور اس کو باندھ لیا ۔ حکم ہؤا کہ ایوان خانے سے اوندھا پھینک دیا جائے ۔ دو مرتبہ پھینکا گیا ۔ یہاں تک کہ اس خودسر کی گردن ٹوٹ گئی ۔ اس طرح وہ پردہ دری کرنے والا ظالم ۹۶۹ھ ، ۱۵۶۲ع میں اپنے کیفر کردار کو پہنچا ۔ حسب الارشاد دونوں لاشیں دہلی روانہ ہوئیں "دو خون شد" تاریخ ہے ۔

کہتے ہیں کہ ماہم انگہ نے جو اس وقت بستر بیماری پر پڑی تھی ، سنا کہ ادھم نے ایسی بے اعتدالی دکھائی اور بادشاہ نے اسے قید کر دیا ۔ وہ ماں کی مامتا سے مجبور ہو کر بادشاہ کے حضور میں آئی کہ شاید بیٹے (ادھم خاں) کو رہا کر دے ۔ بادشاہ نے ماہم انگہ کو دیکھ کر فرمایا کہ ادھم نے ہمارے اتکہ (رضاعی باپ) کو مار ڈالا ، ہم نے بھی اس کو مار ڈالا ۔ اس عاقلۂ روزگار نے کہا کہ اچھا کیا ۔ لیکن وہ نہیں سمجھی کہ (ادھم خاں) مارا جا چکا ہے[1] ۔ جب (اس کی موت کا) یقین ہو گیا تو شاہی آداب کی وجہ سے رونا دھونا [۲۷] ضبط کیا لیکن چہرے کا رنگ اڑ گیا اور دل (گویا) ہزاروں زخموں سے مجروح ہو گیا ۔ بادشاہ اس کی خدمت پر نظر کر کے اس کی تسلی خاطر میں مشغول ہوا اور اس کو گھر رخصت فرما دیا ۔ وہ گھر آ کر سوگ میں بیٹھ گئی اور جس مرض میں مبتلا تھی اس میں زیادتی شروع ہو گئی اور اس واقعے کے چالیس روز کے بعد وہ بھی دارالبقاء کو سدھاری ۔ اکبر بادشاہ نے اس کی لاش کی مشایعت فرمائی ، اظہار رنج کیا اور نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ (لاش) دہلی روانہ کر دی ، حسب الحکم ماہم انگہ اور ادھم خاں کے مزار پر عالی شان عمارت تعمیر ہوئی ۔

---

۱ ۔ مؤلف ذخیرۃالخوانین لکھتا ہے کہ ادھم خاں کی موت کے بعد اکبر بادشاہ ماہم انگہ کے گھر گیا ۔ لاش اٹھائی اور ماہم انگہ کو تسلی دی ۔ ذخیرۃالخوانین جلد اول از شیخ فرید بھکری ترتیب ڈاکٹر معین الحق) صفحہ ۱۲۵ (کراچی ۱۹۶۱ع) (ف)

(۵)

اشرف خاں میر منشی

محمد اصغر نام، مشہد مقدس کے حسینی سادات سے ہے، صاحب طبقات اکبری (خواجہ نظام الدین) نے اس کو عرب شاہی سادات میں شمار کیا ہے۔ احتمال یہ ہے کہ عموم و خصوص کی وجہ سے اس بیان میں کوئی فرق نہیں، ہے لیکن جیسا کہ علامی شیخ ابوالفضل نے اس کو سبزواری لکھا ہے یہ بات یقیناً کاتبوں کی تحریف ہے۔

فن انشاء اور شعر و شاعری کی باریکیوں میں وہ دسترس رکھتا تھا اور ذرا بھی نکتہ سنجی اور باریک بینی کو نظر انداز نہیں کرتا تھا۔ خطاطی اور خوش نویسی میں "ہفت قلم استاد" تھا۔ خاص طور سے (خط) تعلیق اور نستعلیق میں انتخاب زمانہ اور یکتائے روزگار تھا۔ علم جفر کو اس نے عملی طور حاصل سے کیا تھا۔

ہمایوں بادشاہ کے ملازمین میں شامل ہو کر مزید قرب و عزت اور درجہ اعتبار پایا اور "میر منشی" کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ فتح ہندوستان کے بعد وہ میر عرض اور میر مال کے منصب پر فائز ہوا اور تردی بیگ کے قضیئے میں جو ہیموبقال کے ساتھ سواد [۴۷] دہلی میں واقع ہوا تھا، اکثر لوگ دل چھوڑ بیٹھے اور راہ فرار اختیار کی۔ وہ چونکہ جنگ کے معاملے میں مشیر اور ہم رائے تھا لہذا اس کے فرار کو نفاق اور بد دلی سمجھا گیا۔ جس دن بیرام خان نے تردی بیگ خان کو قتل کرایا اسی دن اشرف خان کو سلطان علی افضل خاں کے ساتھ قید کردیا۔ اس کے بعد وہ حجاز چلا گیا۔

پنجم سال جلوس اکبری ۹۶۸ھ، ۱۵۶۰ء میں اس وقت جب اکبر بادشاہ، بیرام خاں کی مہم ختم کر کے ماچھی واڑہ سے کوہ شوالک کی طرف متوجہ تھے تو اشرف خاں نے آستاں بوسی کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد ہمیشہ الطاف شاہی سے مفتخر ہوا اورمنصب میں اضافہ ہوتا رہا۔ ششم سال جلوس میں جب بادشاہ مالوہ سے واپس ہو رہا تھا تو اشرف خانی

خطاب سے سرفراز ہؤا - بنگالہ کی لڑائی میں خان خاناں منعم خاں کے ہمراہ اس کو بھی ذمہ داری سپرد ہوئی - ۹۸۳ھ ، ۶-۱۵۷۵ع[۱] میں شہر گور میں سفر آخرت کیا - جہاں ہوا کی خرابی کی وجہ سے ایک عام وبا پھوٹ پڑی تھی اور بہت سے دنیے امیر اس (وبا) میں مر گئے-

وہ (اشرف خاں میر منشی) دوہزاری منصب پر فائز تھا - دوسرے کمالات کے ساتھ موزوں طبع بھی تھا - کبھی کبھی صاف اور سنجیدہ اشعار موزوں کرتا تھا - یہ اشعار اسی سے ہیں :

نظم

یارب تو مرا تا تی مہر مسوز درخانۂ دل چراغ ایمان افروز [۴۷]
این خلعت بندگی کہ شد پارہ زجرم از راہ کرم برست عفو بدوز

اور ایک رودخانہ (تالاب) کی تاریخ جو مولانا میر نے دارالخلافۂ آگرہ میں بنایا تھا ، یہی ہے :

در راہ خدا کردہ بنا ملا میر چاہے زدرائے نفع مسکین و فقیر
گر تشنہ لبے بپرسد سال بنا گوئی "آبے ز بقعۂ خیر بگیر"

اس کا بیٹا میر مظفر بھی اکبری عہد میں اپنے زمانے کے مناسب عہدوں پر سرفراز ہؤا - اور اڑتیسویں (سال جلوس) میں صوبہ اودھ کی حکومت اس کے سپرد ہوئی - اشرف خاں کے پوتے حسینی اور ربانی شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں چھوٹے عہدوں پر مقرر تھے

(۹)

ابراھیم خاں اوزبک

ہمایوں بادشاہ کے امیروں میں سے ہے ، جس سال ہندوستان فتح ... اسی سال اس کو شاہ ابوالمعالی کے ہمراہ لاہور میں (حاکم) مقرر ... کہ اگر سکندر سور کوہستان سے نکل کر شاہی مملکت میں دست ... کرے تو اس کا تدارک اچھی طرح ہو سکے - اس کے بعد خاں ...

---

۱ - اصل متن میں ۹۷۳ھ ہے جو غلط ہے - صحیح سال ۹۸۳ھ ہے

ہے جون پور کے قریب سرہرپور[1] میں جاگیر پائی اور ہمیشہ علی قلی خان زماں کے ساتھ [۷۵] اس علاقے کی محافظت میں مشغول رہا۔ جہاں تک کہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں خان زماں اور سکندر خان ازبک سے بغاوت کے آثار ظاہر ہونے اور اشرف خان میر منشی نصائح پر مشتمل ایک فرمان سکندر خان کے پاس لے گیا۔ سکندر خان نے عارض ہو کر کہا کہ ابراہیم خان، آقسقال (سفیدریش یعنی تجربہ کار اور قریبی الوس) ہے میں وہاں جا کر اس سے ملوں گا، اور اس کے ساتھ بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوں گا۔ وہ اسی ارادے سے سرہرپور گیا اور وہاں سے وہ دونوں متفق ہو کر خان زماں کے پاس پہنچے اور قرار پایا کہ خان مذکور (ابراہیم خان)، سکندر خان کے ہمراہ لکھنؤ کو روانہ ہو اور وہاں پہنچ کر اطمینان کرے۔ چنانچہ خان مذکور اس سمت روانہ ہوا اور ہنگامہ آرائی شروع کر دی۔

جب منعم خان خانخاناں نے علی قلی خان زماں سے ملاقات کی تو اس نے از سر نو اطاعت کا اقرار لیا اور بادشاہ کے حضور سے خواجہ جہان آیا جس کے ذمے سلطنت کے بڑے بڑے کام سپرد تھے۔ خانخاناں نے اس کے ساتھ خان زماں کے خیمے میں جانا چاہا اور خان مذکور (ابراہیم خان) کو اپنے لشکر میں یرغمال کے طور پر طلب کیا اور پھر یہ بات طے پائی کہ خان زماں اپنی والدہ اور خان مذکور (ابراہیم خان) کو مناسب تحائف کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں روانہ کرے۔ لہٰذا خانخاناں اور خواجہ جہان دربار رسائی کو روانہ ہوئے اور خان مذکور کی گردن میں تلوار اور کفن ڈال کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا دیا۔ جب اس کے اظہار بندگی کو قبول کر لیا گیا اور خان زماں کے قصور معاف کر دیے گئے تو اس کی گردن سے تلوار اور کفن علیحدہ کر دیا گیا۔

جب بارھویں سال جلوس اکبری میں دوبارہ خان زماں اور سکندر خان نے [۷۶] بغاوت و سرکشی کی تو خان مذکور (خان زماں) سکندر خان کے ہمراہ اودھ کی طرف بھاگ گیا۔ جب سکندر خان نے بنگالہ کی راہ لی

---

1. سرہرپور، ضلع فیض آباد (یوپی) کا ایک پرگنہ ہے (ب)

سو ...اں ..دّور (ابراہیم خاں) نے خانخاناں کے توسط سے اپنی تقصیرات کی معافی چاہی، الطاف شاہانہ سے سرفراز ہؤا اور خانخاناں کے متوسلین میں شامل ہؤا۔ اس کے نقل کی تاریخ نظر سے نہیں گزری۔

اسماعیل خاں، اس کا بیٹا تھا۔ جب علی قلی خاں زماں سے جا کر ملا تو اسے قصبہ سندیلہ[۱] دیا تھا۔ جب تیسرے سال ... لشکری میں درگاہ شاہی سے قصبہ مدّدور (سندیلہ) سلطان حسین خاں جلائر کی جاگیر میں مقرر ہؤا تو اس نے عمل و دخل دینے میں مزاحمت کی یہاں تک کہ اس سے زبردستی چھین لیا گیا۔ وہ (اسماعیل خاں) ایک فوج خان زماں کے پاس لے آیا، جنگ ہوئی اور اس (اسماعیل خاں) نے شکست کھائی[۲]۔

۷

آصف خاں خواجہ عبدالمجید ہروی

شیخ ابوبکر تایبادی[۳] کی اولاد میں ہیں جو اپنے وقت کے صاحب

۱۔ سندیلہ، اودھ کا مشہور قصبہ ہے، مسلمانوں کی مشہور بستی اور علماء کا مرکز رہا ہے۔ (ف)

۲۔ ابراہیم خاں اور اس کے بیٹے اسماعیل خاں کے حالات کے لیے دیکھیے اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۶۸—۶۹ (ترجمہ اکبر نامہ از بیوریج جلد دوم صفحہ ۱۰۶ آئین اکبری جلد اول (طبع دوم) ترجمہ از بلاک مین صفحہ ۴۱۶—۴۱۷ اکبر نامہ میں بھی اس کی صراحت نہیں ہے کہ اسماعیل خاں مارا گیا۔ (ب)

۳۔ شیخ زین‌الدین ابوبکر تایبادی اپنے عہد کے نامور عالم اور صوفی شیخ تھے انہوں نے اپنے زمانے کے مشہور مشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوض باطنی حاصل کیے اور ایک مدت تک مخلوق کی اصلاح و ہدایت میں مشغول رہے۔ بروز جمعرات سلخ محرم ۷۹۱ھ میں اون کا وصال ہؤا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے نفحات الانس از شیخ عبدالرحمٰن جامی صفحہ ۳۲۵—۳۲۷ نول کشور پریس لکھنئو ۱۸۸۵ع (ف)

ذی حضرات میں سے تھے۔ امیر تیمور نے جب ۷۸۰ھ (۱۳۸۰ء) میں ہرات کو فتح کیا تو ملک غیاث الدین کے قبضے میں تھا تو وہ تایباد ہی گیا اور شیخ کی مجلس میں پہنچ (چونکہ) کہ اس نے جانا اور معلوم کیا کہ وہ تیمور سے ملاقات کے لیے کیوں نہیں آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اس سے کیا کام ہے (کہ جاکر میں ملاقات کروں)۔ امیر تیمور خود شیخ کے پاس گیا اور شیخ سے کہا کہ آپ نے مجھے نصیحت کیوں نہ کی، نہیں سمجھایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے تیرے باپ کو نصیحت کی مگر اس نے نہیں سنی۔ خداتعالیٰ نے اس کو تیرے ہاتھوں فنا کر دیا۔ اب میں تجھے انصاف کرنے کی نصیحت کرتا ہوں اگر تم نہیں سنوگے تو وہ (خداتعالیٰ) تم پر کسی دوسرے کو [ملک] سپرد کر دے گا۔

امیر تیمور کہا کرتا تھا کہ مجھے اپنی حکومت میں ہر درویش سے ملنے کا اتفاق ہوا، میں نے ہر ایک کے دل میں (ایک قسم کا) وہم پایا مگر شیخ (ایسی ہستی ہے) کہ جس سے میں نے اپنے میں (ایک قسم کا) حجاب محسوس کیا۔

خواجہ عبدالمجید، ہمایوں بادشاہ کے ملازمین میں تھا۔ جب ہمایوں نے ہندوستان کو فتح کیا تو اس کی ایمانداری اور حسن کارکردگی کی وجہ سے اس (خواجہ عبدالمجید) کو اپنی سرکار کا دیوان مقرر کر دیا۔ جب اکبر بادشاہ تخت نشین ہوا تو خواجہ، دیوانی سے سرداری پر فائز ہوا (کیونکہ بادشاہ اس سے زیادہ کام لینا چاہتا تھا) اور اب وہ قلم اور تلوار دونوں کا مالک ہو گیا۔

جب اکبر بادشاہ نے بیرام خاں کے ہنگامے میں پنجاب کا رخ کیا تو خواجہ (عبدالمجید) آصف خاں کے خطاب سے سرفراز ہؤا اور دہلی کی حکومت اس کے سپرد ہوئی۔ آہستہ آہستہ نقارہ و علم ملا اور سہ ہزاری منصب پایا۔

جب عدلی کے غلام فتو نے جو چنار کے قلعے پر قابض تھا اس (قلعے) کے سپرد کرنے کا اظہار کیا تو شاہی حکم کے مطابق شیخ محمد غوث کے ہمراہ آصف خاں گیا اور اس قلعے کو صلح کے ذریعے لے لیا۔

سرکار گڑھ مانک نور خاں مذکور کی جاگیر میں مقرر ہؤا۔

اسی زمانے میں غازی خاں تنوری، جو ممتاز افغان امراء میں تھا اور تھوڑے دنوں اکبر کی خدمت میں رہا تھا، کچھ لوگوں کے ساتھ فرار ہو گیا اور اس نے ولایت پنہ میں پناہ لی کہ جو خود ایک ملک ہے [۷۸] اور بغاوت اختیار کی۔ ساتویں سال جلوس اکبری میں آصف خاں نے وہاں کے حاکم راجا رام چندر کو پیغام بھیجا کہ چونکہ تم سلطنت کے خراج گزاروں میں شامل ہو اس لیے مخالفوں کو ہمارے سپرد کر دو، راجا گھمنڈ اور غرور میں آ کر ان فروبر لوگوں (غازی خاں تنوری اور اس کے ہمراہیاں) سے مل گیا اور مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ آصف خاں نے قوت کا مظاہرہ کیا اور بناء گریبوں کو قتل کر دیا۔ راجا نے شکست کھائی اور وہ قلعہ باندھو میں قلعہ بند ہو گیا جو اس ولایت کا سب سے مضبوط قلعہ ہے۔ آخر کو اس (راجا رام چندر) نے اطاعت قبول کی اور ان راجاؤں نے اس کی سفارش کی کہ جو سلطنت کے معروض مقرب سے تھے۔ آخر (دربار شاہی سے) آصف خاں کو حکم بھیجا کہ اب راجا سے تعرض نہ کیا جائے۔ خاں مذکور (آصف خاں) نے راجا کو چھوڑ دیا۔ لیکن اس فتح سے اس کی قوت اور حیثیت میں خاصا اضافہ ہو گیا اور اس نے ''گڑھ'' کے فتح کرنے کا ارادہ کیا جو ولایت پنہ کے جنوب میں ایک وسیع ملک ہے اور گونڈوانہ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک سو پچاس (۱۵۰) کوس لمبا اور اسی (۸۰) کوس چوڑا ہے اور کہتے ہیں کہ زمانۂ قدیم میں اسی ہزار (۸۰۰۰۰) گاؤں اس میں آباد تھے۔

وہاں کے رہنے والے ''گونڈ'' کہلاتے ہیں جو ایک کم حیثیت قوم ہے اور اہل ہند (ہندو) ان کو خراب (چنڈال) سمجھتے ہیں۔ اس سے پہلے وہاں بہت سے راجا گزر چکے ہیں اور اس وقت وہاں کی ریاست کی مالکہ رانی درگاوتی نام ایک عورت تھی اور اس نے بہادری کی زیادتی، حسن تدبیر اور داد و دہش کی کثرت کی وجہ سے تمام ملک کو ایک قلعہ بنا لیا تھا اور ''گڑھ'' اس ملک کا ایک بڑا شہر ہے اور کٹنگا ایک مشہور موضع ہے جو اس (گڑھ) کے ساتھ ملحق ہے۔ [۷۹]

آصف خاں نے جاسوسوں کے ذریعہ سے اس ملک کی آمدنی اور خرچ کا حال معلوم کیا اور نویں سال جلوس (اکبری) میں دس ہزار سواروں کو لے کر اس طرف کا رخ کیا ۔ رانی تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو گئی ، اس وقت اس کے پاس کوئی فوج نہ تھی اور اس نے کہا کہ میں نے اس ملک پر مدتوں حکومت کی ہے ، میری فطرت اس بات کو کب قبول کرتی ہے کہ میں بھاگ جاؤں ۔ شرمندہ ہو کر زندہ رہنے سے عزت کے ساتھ مرنا بہتر ہے ۔ حکومت کے خاص خاص لوگوں نے معاملے کے اچھے اور برے پہلو کو سمجھایا اور کہا کہ جنگ کا فیصلہ بہت مناسب ہے لیکن تدبیر و مشورت کو چھوڑ دینا آئین شجاعت کے خلاف ہے ، کچھ مدت مضبوط و محفوظ مقامات پر گزارنی چاہیے تاکہ بکھرا ہوا لشکر جمع ہو سکے ، چنانچہ کچھ دن اسی طرح گزارے ۔

جب آصف خاں نے گڑھ پر قبضہ کر لیا تو کسی کو نہیں چھوڑا ۔ رانی نے لشکر کے سرداروں کو بلا کر کہا کہ میں جنگ کی خواہش مند ہوں جس کو منظور ہو وہ (ہمارے ساتھ) چلے ، جنگ میں یا فتح ہے یا موت ، اس کے سوا کوئی تیسری صورت نہیں ہے ۔ جنگ شروع ہو گئی جب اس کے لڑکے بیرساہ کو بہت سے زخم آئے تو (رانی نے) کہا کہ لڑائی کے میدان سے اسے نکال کر کسی امن کی جگہ پہنچائیں اور جب وہ خود زخمی ہو گئی تو اس نے ایک معتبر (خادم) سے کہا کہ میں جنگ میں مغلوب ہو چکی ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ شہرت و عزت کے اعتبار سے بھی مغلوب ہو جاؤں ، خنجر سے میرا کام تمام کر کے نمک حلالی کا ثبوت دو ۔ وہ اس کام کی جرأت نہ کر سکا ، آخر خود جمدھر نکالا اور اپنا کام تمام کر لیا ۔

آصف خاں نے چوراگڑھ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا جو وہاں کے دارالحکومت کا قلعہ تھا اور اس میں دوسرے ممالک کے مقابلے میں کثرت خزانے اور دفینے [۸۰] موجود تھے اور بیرساہ نے اس کو خوب مستحکم کر رکھا تھا ۔ (بیرساہ نے مردانہ وار مقابلہ کیا) آخر وہ مغلوب ہو گیا اور قلعہ فتح ہو گیا ۔

اس فتح کے بعد جو آصف خاں کی فتوحات میں سب سے ممتاز تھی آصف خاں جواہرات اور کثیر خزانے کا مالک ہو گیا اور اس میں غرور و تکبر پیدا ہو گیا، نیز اس نے بے راہ روی اختیار کی۔ اسے ایک ہزار ہاتھی مال غنیمت میں ملے تھے جن میں سے صرف دو سو بادشاہ کے حضور میں بھیجے لیکن دسویں سال جلوس اکبری میں جب خان زماں شیبانی نے مشرق اوزبکیہ امراء کے ساتھ مل کر بغاوت کی اور مجنوں خاں قاقشال کو مانک پور کے قلعہ میں محصور کر لیا تو آصف خاں پانچ ہزار سوار لے کر اس کی مدد کو پہنچا۔ جب خود اکبر بادشاہ اس فساد کی آگ کو فرو کرنے کی غرض سے اس طرف گیا تو آصف خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا قلعۂ گڑھ کے مال غنیمت کے تحفے پیش کیے اور فوج کو بادشاہ کے ملاحظہ سے گزارا۔ آصف خاں از سر نو شاہی عنایات سے سرفراز ہوا اور وہ اس باغی جماعت (خان زماں شیبانی وغیرہ) کے تعاقب پر مامور ہوا لیکن سلطنت کے دفتری عمال نے جو اس سے رشوت خوری کے عادی تھے اس کی ذخیرہ اندوزی اور خیانت کو اشاروں کنایوں میں بیان کیا یہ بات لالچ اور حسد کی بنا پر کہی گئی اور دو طرفہ باتیں بنانے والوں نے ایک کی ہزار بنا کر آصف خاں کو پہنچائیں اور اس کا دل اکھڑ گیا۔ ۲۰ صفر ۹۷۳ھ (۱۶ ستمبر ۱۵۶۵ء) کو وہ اپنے مرتبے کو نظر انداز کرتے ہوئے خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا۔

گیارھویں سال جلوس اکبری میں جب گڑھ کی حکومت مہدی قاسم خاں کے سپرد ہوئی تو آصف خاں ہزاروں حسرتوں کے ساتھ اس ملک (گونڈوانہ) سے دست بردار ہو گیا اور اپنے بھائی وزیر خاں کے ساتھ خان زماں کی طلبی پر [۸۱] جون پور پہنچا اور اس سے مل گیا جب اس نے خان زماں کے یہاں ظلم اور غرور دیکھا تو وہ اپنے کیے پر پشیمان ہوا اور جب اسے معلوم ہوا کہ خان زماں اس کے مال پر [illegible] ہے تو اس نے علٰحدگی کا خیال کیا۔

اسی درمیان میں خان زماں نے اس کو اپنے بھائی بہادر خاں کے ہمراہ افغانوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا اور وزیر خاں (آصف خاں کے

بھائی) کو اپنے پاس رکھا۔ اس طرح سے دونوں بھائیوں نے بھاگنے [illegible] منصوبہ [illegible] اور [illegible] کے راستے سے [illegible] بہادر خان نے ان کا پیچھا کیا اور [illegible] تک [illegible] پہنچا۔ آصف خان نے [illegible] وہ خود گرفتار ہو گیا [illegible] وزیر خان [illegible] بہادر خان [illegible] اس واقعے [illegible] خان کے آدمی [illegible] مشغول تھے [illegible] وزیر خان [illegible] آصف خان جو [illegible] کے لشکر میں [illegible] رحم آیا کہ [illegible] اور اس نے [illegible] اور [illegible] (۹۵۵ھ [illegible] ۱ع) [illegible]

آصف خان نے وزیر خان کو [illegible] آگرہ پہنچا [illegible] اس کے وسیلے [illegible] معاف ہو جائے [illegible] ۹۵ھ (۱۵۵۰ء) میں معاف [illegible] ہوا تھا وزیر خان کو اپنے [illegible] وزیر خان کو [illegible] بادشاہ کے حضور میں [illegible] دیا اور معاف قصور کی سفارش کی۔ حکم ہوا کہ آصف خان [illegible] خان کے ساتھ سرحد کی حفاظت کے لیے [illegible] ہے [۸۲]

اسی سال ۹۷۵ھ (۱۵۶۶ء) اکبر بادشاہ نے [illegible] زمان اور بہادر خان پر حملہ کر کے ان کا خاتمہ کر دیا۔ اس جنگ میں [illegible] خان نے [illegible] وجہد [illegible] تنہائی اور وفاداری کا ثبوت دیا۔ ۹۷۵ھ (۸–۱۵۶۷ء) [illegible] حاجی محمد خان سیستانی کی جانے [illegible] (آصف خان) کی [illegible] مقرر ہوا کہ وہ اپنی تیاری کرے اور رانا اودے سنگھ کی [illegible] میں وہ [illegible] لشکر لے کر پہنچے۔

جب وسط ربیع الاول سنہ مذکور (۹۷۵ھ، مطابق ستمبر ۱۵۶۷ء) میں اکبر بادشاہ رانا کی گوشمالی کے لیے آگرہ سے روانہ ہوا تو رانا

قلعہ چتور کو جے مل کے سپرد کر کے کوہستان کے علاقے میں بھاگ گیا ۔ (جے مل) اس سے پہلے میرٹھ کے قلعے میں تھا ، آصف خاں اس قلعے کے محاصرے میں نایب ہدم رہا۔ وہ (قلعہ چتور) ایک پہاڑی پر واقع ہے اور اس کی بلندی تقریباً ایک کوس ہے اور وہ پہاڑی ایک وسیع میدان میں واقع ہے جو مرتفع سطح نہیں رکھتا ہے ۔ نیچے سے اس (پہاڑ) کی گولائی چھ کوس ہے اور جس جگہ دیوار ہے وہاں دس کوس ہے ۔ بڑے سنگین حوضوں کے علاوہ جو بارش کے پانی سے بھر جاتے ہیں (پہاڑ کی) بلندی پر بھی پانی کا چشمہ ہے ۔

(آصف خاں نے) بہت اچھی کارگزاری دکھائی اور بہت سے مشکل کام حل کیے ۔ چار ماہ اور سات دن کے محاصرے کے بعد ۲۵ شعبان ۹۷۵ھ بارھویں سال جلوس اکبری (۲۳ فروری ۱۵۶۸ع) کو قلعہ فتح ہؤا اور چتوڑ کی تمام سرکار آصف خاں کی جاگیر میں مقرر ہوئی [۸۳]'

۸

اِسکندر خاں اوزبک

اوزبک قوم کے شہزادوں کی اولاد میں سے ہے ۔ ہمایوں کی ملازمت میں مناسب خدمات انجام دیں اور ہندوستان پر تاخت کرنے کے شروع زمانے میں ''خاں'' کا خطاب ملا ۔ فتح کے بعد وہ آگرہ کا حاکم مقرر ہؤا اور ہیمو کے ہنگامے میں اس (آگرہ) کو چھوڑ کر دہلی میں تردی بیگ کے پاس پہنچا ۔ اس کے ہمراہ فوج کے بائیں حصہ کا سردار مقرر ہؤا اور جنگ میں مشغول ہو گیا ۔ جب دونوں طرف کے بہادر جان کی پرواہ کیے بغیر آپس میں گھس گئے تو بادشاہ کے ہراول لشکر اور بائیں طرف کی فوج نے بہت بہادری دکھائی ۔ غنیم کے ہراول لشکر اور دائیں

---

۱ ۔ بلاک مین کا یہ خیال ہے کہ آصف خاں کا انتقال ۹۸۱ھ (۴-۱۵۸۳ع) میں اسی سال ہؤا جس سال آصف خاں کا خطاب دوسرے امیر کو ملا ۔ ابوالفضل نے اوس کو تین ہزاری منصب دار لکھا ہے ۔ مؤلف طبقات اکبری نے بتایا ہے کہ وہ بیس ہزار سوار رکھتا تھا ۔ (ب)

طرف کی فوج کو بھگا کر اس کا پیچھا کیا ۔ بہت مال غنیمت ہاتھ لگا اور دشمن کے تین ہزار آدمی ٹھکانے لگے ۔ اس موقعے پر جب کہ اسی فتح ہوئی تھی (شاہی لشکر کے لوگ) بھاگنے پر مجبور ہو گئے کیونکہ ہیمو نے تردی بیگ خاں پر حملہ کر کے اس کو بھگا دیا ۔ وہ بہادر جو پیچھے سے لوٹ رہے تھے حیران رہ گئے اور تردی بیگ خاں کے اثنا میں بھاگے۔ آخر اسکندر خاں جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا اور سرہند میں آکر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور ہیمو کی لڑائی میں علی قلی خاں زماں کے ساتھ ہراول لشکر پر مقرر ہوا ۔

فتح حاصل کرنے کے بعد وہ (اسکندر خاں اوزبک) بھاگنے والوں کے تعاقب اور دارالملک دہلی کو بدمعاشوں کی لوٹ مار سے محفوظ رکھنے پر مقرر ہوا ۔ اس نے بہت محنت کی ، بہت سے بدمعاش اور بے کار لوگوں کو ٹھکانے لگایا اور بہت مال غنیمت جمع کیا ۔ ان مشکل کاموں کو انجام دینے کی وجہ [~۸] سے ''خاں عالم'' کے خطاب سے سرفراز ہوا۔

جب خضر خواجہ خاں حاکم پنجاب ، اسکندر خاں سور کے آگے بڑھنے سے جو ملک کا دعوے دار تھا پیچھے لوٹا اور لاہور میں قلعہ مستحکم کرنے لگا تو سکندر خاں سور نے اس علاقہ میں تحصیل وصول کو غنیمت سمجھا اور سپاہ کو جمع کرنے کی کوشش کی ۔ اکبر بادشاہ نے فوراً سیالکوٹ اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ اسکندر خاں کو جاگیر میں دیا اور بہت جلد روانہ کیا کہ وہ خضر خواجہ خاں کی مدد کو پہنچے۔ اس کے بعد اودھ اس (اسکندر خاں اوزبک) کو جاگیر میں ملا ۔ آرام و آسائش ، بدطینت لوگوں کو فتنہ و فساد کی طرف راغب کرتا ہے ۔ دسویں سال جلوس اکبری میں اسکندر خاں نے بغاوت اختیار کی اور سلامتی کا راستہ چھوڑ دیا ۔ اشرف خاں میر منشی دربار شاہی سے مقرر ہوا کہ وہ نرمی برت کر اسے (اسکندر خاں اوزبک کو) بادشاہ کے حضور میں لے آئے ۔ وہ (اسکندر خاں) کچھ دنوں تک ٹال مٹول کرتا رہا اور پھر خان زماں کے پاس بھاگ گیا ۔ دونوں نے مل کر بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور ہر ایک نے ملک میں فتنہ و فساد شروع کر دیا ۔ چنانچہ

اسکندر خان نے بہادر خان شیبانی کے ساتھ متحد ہو کر خیرآباد[1] کے قرب و جوار میں امیر معزالملک مشہدی سے مقابلہ کیا جو بادشاہ کی طرف سے اس باغی گروہ کی سرزنش و تادیب کے لیے مقرر ہوا تھا۔ اگرچہ آخر میں بہادر خان نے فتح حاصل کی لیکن اسکندر خان نے پہلی جنگ ہی میں شکست کھائی اور راہ فرار اختیار کی۔

بارھویں سال جلوس اکبری میں جب خان زمان اور بہادرخان نے دوبارہ بغاوت کی تو اسکندر خان نے صوبہ اودھ میں بغاوت کی [ق،ا] اور اسکندر خان کی تادیب کے لیے محمد قلی خان برلاس ایک بھاری فوج لے کر پہنچا اور برلاس نے اس اسکندر خان کو اودھ میں محصور کر دیا ایک مدت تک دونوں طرف سے لڑائی جاری رہی۔ جب خان زمان اور بہادرخان کے مارے جانے کی خبر پہنچی تو اسکندر خان نے مکرو فریب اختیار کیا اور صلح کی خواہش کی۔ کچھ مدت حیلے حوالوں میں گزاری اور اپنے اہل و عیال کو چند کشتیوں میں بٹھا کر دریا پار کر گیا۔ یہ کشتیاں اسی دن کے لیے تیار رکھی گئی تھیں۔ (اسکندر خان) بظاہر صلح نامہ میں اسی وعدہ پر قائم ہوں اور عنقریب پہنچتا ہوں۔ چونکہ اس کا عمل اس کے قول کے مطابق نہ تھا لہٰذا امرائے شاہی دریا عبور کر کے اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ وہ قصبہ گورکھ پور پہنچا جو اس زمانے میں افغانوں کے قبضے میں تھا، وہ (اسکندر خان) سلیمان کررانی حاکم بنگالہ کے پاس بھاگ گیا اور اس کے بیٹے کے ہمراہ اڑیسہ فتح کرنے کے لیے گیا۔

جب وہ (سکندر خان) واپس ہوا تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کی موجودگی سے افغان خوش نہیں ہیں اور اس کے خلاف سازش کرتے ہیں۔ یہ بات معلوم کرنے کے بعد اس نے خانخانان سے التجا کی جو اس وقت

۱۔ خیرآباد، ضلع سیتا پور (یوپی) کا ایک مردم خیز قصبہ ہے۔ علم و فضل کا مرکز رہا ہے اور آخر زمانے میں مولانا فضل امام اور ان کے صاحبزادے خاتم الحکماء مولانا فضل حق خیرآبادی خاص طور سے مشہور ہوئے ہیں (ق)

جون پور میں تھا ۔ سپہ سالار نے بادشاہ کی مرضی معلوم کی ، پھر اس کو امیدیں دلائیں اور طلب کیا ۔ اسکندر خاں بھاگ کر خان خاناں کے پاس پہنچا ۔

خان سپہ سالار سترھویں سال جلوس اکبری ۹۷۹ھ (۲-۱۵۷۱ء) میں اپنے ہمراہ (اسکندر خاں کو) بادشاہ کے حضور میں لے گیا اور اس امیر کی سفارش سے اس کے جرم معاف ہوئے اور لکھنؤ کی سرکار اس (اسکندر خاں) کو جاگیر میں ملی اور رخصت کے وقت، خلعت، کمر (شکر)، جڑاؤ تلوار اور گھوڑا مع سنہری زین ملے۔ وہ حکم ہوا کہ خانخاناں کے پاس پہنچ جائے۔ جب وہ (اسکندر خاں) لکھنؤ پہنچا تو کچھ عرصے کے بعد اس کی طبیعت خراب ہوئی [۱۶] اور وہ بیمار پڑ گیا ۔ ۱۰ جمادی الاول ۹۸۰ھ (۱۸ ستمبر ۱۵۷۲ء) کو فوت ہو گیا ۔ وہ سہ ہزاری امیر تھا ۔

۹

الغ خاں حبشی

سلطان محمود گجراتی کا غلام تھا ۔ اس کی حکومت میں بہت اعتبار پایا اور سپہ داری کے مرتبے پر پہنچا ۔ سترھویں سال جلوس میں جب اکبر بادشاہ نے احمد آباد کا رخ کیا تو خان مذکور اپنی جماعت کے ساتھ سید حامد بخاری کے ہمراہ دوسرے امیروں سے پہلے بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور اطاعت اختیار کی ۔ اٹھارھویں سال جلوس میں مناسب جاگیر ملی اور بائیسویں سال جلوس میں صادق خاں کے ہمراہ راجا مدھکر بندیلہ زمیندار اوندچھہ[۲] کی تادیب پر مقرر ہوا ۔ لڑائی کے دن بہادری کا اظہار کیا اور مردانہ کارنامے انجام دیے ۔

---

۱ - یہ اسکندر خاں ، سعید خاں کا لڑکا ہے جس کا ذکر تاریخ رشیدی میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو ترجمہ تاریخ رشیدی از راس صفحہ ۳۴۰ (ب)

۲ - بیوریج نے اس کو اورچھا لکھا ہے (انگریزی ترجمہ جلد دوم صفحہ ۹۷۰) مگر اکبر نامہ میں اوندچھہ ہی تحریر ہے ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ از علامی ابوالفضل جلد سوم صفحہ ۱۲۱ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۲ء) [ق]

چوبیسویں سال جلوس اکبری میں جب راجا ٹوڈرمل وغیرہ عرب کے فتنے کو فرو کرنے کے لیے رخصت ہوئے تو وہ (الغ خان حبشی) بھی صادق خاں کے ہمراہ راجا مذکور (ٹوڈرمل) کی مدد کے لیے مقرر ہؤا۔ عرب کو بعد میں نیابت خاں کا خطاب ملا تھا اسی سال اس (عرب) نے صوبہ بہار کے قرب و جوار میں بغاوت کی تھی اور وہ (الغ خاں حبشی) مختلف مشکلات میں خاں مذکور (صادق خاں) کا شریک رہا۔ اس لڑائی میں جس میں چیتہ باغی مارا گیا وہ فوج کے بائیں دستے کا سردار تھا۔ مدتوں وہ صوبہ بنگالہ کا حاکم رہا یہاں تک کہ وہیں اس کا انتقال ہؤا۔ اس کے بیٹوں نے جاگیریں پائیں اور وہ (ترک) وہیں رہتے تھے [۸۷]

۱۰

اعتماد خاں خواجہ سرا

اس کا نام پھول ملک تھا۔ سلیم شاہ کی حکومت کے زمانے میں اپنی فطری خوبیوں کی وجہ سے محمد خاں کے خطاب سے سرفراز ہؤا۔ جب دولت افغانیہ کا زوال ہؤا تو وہ اکبر بادشاہ کے ملازمین میں شامل ہوگیا اور اس نے مناسب خدمات انجام دیں۔ چونکہ شاہی محرر اپنی خیانت، بدنیتی یا بیوقوفی اور لاپروائی سے شاہی خزانے کے بڑھانے اور اضافہ کرنے میں کوشش نہیں کرتے تھے، اپنا گھر بھرتے تھے اور اپنے لیے دولت جمع کرتے تھے، اکبر بادشاہ نے ساتویں سال جلوس میں شمس الدین خاں اتکہ کے قتل کے بعد خود اس طرف توجہ فرمائی۔

محمد خاں کام سے واقف تھا اور بادشاہ کے مافی‌الضمیر کو بھی سمجھتا تھا اس لیے خزانے کے حاصل کرنے اور اس کو درست رکھنے کے

۱۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۸۳—۱۵۳ (نول کشور اڈیشن [ن]

۲۔ بیوریج نے اس کو "خطبہ" قرار دیا ہے (انگریزی ترجمہ جلد دوم صفحہ ۹۰) [س]

متعلق چند تدابیر ذہن نشین کیں ۔ دربار شاہی سے اسے اعتماد خاں کا خطاب ور ہزاری منصب ملا اور تمام شاہی خزانوں کا انتظام اس کے سپرد ہؤا ۔ تھوڑی سی مدت میں کوشش اور کفایت کے ساتھ خزانہ شاہی کا اس بڑا دفتر اسی انداز پر منظم اور درست کر دیا جس طرح اکبر بادشاہ چاہتا تھا ۔

نوس سال جلوس اکبری میں جب کہ بادشاہ مانڈو پہنچا تو میراں مبارک شاہ والی خاندیس نے اپنے سفیروں کے ہمراہ تحفے بھیجے ، بندگی اور اطاعت کا اظہار کیا اور درخواست کی کہ اس کی لڑکی کو حرم سرائے سلطانی میں داخل فرما لیا جائے [۸۸] ۔ اس کی اس درخواست ... اس کے لیے (بادشاہ کی طرف سے) اعتماد خاں مقرر ہوا جو قابل اعتماد اور سمجھ دار تھا ۔ جب وہ (اعتماد خاں) قلعہ اسیر کے قریب پہنچا تو میراں مبارک شاہ اس کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ قلعے کے اندر لے گیا اور (اپنی) لڑکی کو حکومت کے سرداروں کے ہمراہ حضور شاہی میں روانہ کر دیا ۔ اعتماد خاں اس وقت جب کہ اکبر بادشاہ مانڈو سے آگرہ کو واپس ہو رہا تھا پہلی منزل میں حاضر خدمت ہؤا ۔

اس کے بعد وہ (اعتماد خاں) ایک مدت تک خان خاناں منعم اور خان جہاں ترک مان کے ہمراہ بنگالہ میں رہا ۔ بہادری، نیک عادت ، اور اچھی خدمات اس سے ظاہر ہوئیں۔ جب وہ حضور شاہی میں آیا تو چونکہ وہ دل و انصاف اور کارشناسی سے متصف تھا ، اس لیے بادشاہ نے اکیسویں سال جلوس ۹۸۴ھ (۱۵۷۶ء) میں سید محمد میر عدل کے انتقال کے بعد دیپال پور مالوہ کے علاقے سے بھکر کی حکومت پر اسے (اعتماد خاں) کو مقرر کیا ۔ وہ ایک لشکر لے کر سیہون پہنچا ، بہادری کا مظاہرہ کیا اور صلح کر کے واپس آ گیا ۔

۱۔ میر معصوم بھکری نے مجلس عقد کو تفصیل سے لکھا ہے ۔ ملاحظہ ہو تاریخ معصومی از میر معصوم بھکری (مرتبہ ڈاکٹر عمر بن داؤد پوتہ) صفحہ ۲۳۰ (پونا ۱۹۳۸ء) (ف)

چونکہ کامیابی اور مقصدوری بہت سے لوگوں کو عقل سے عاری کردیتی ہے خاص طور سے وہ لوگ جو فطرتاً کمینے اور ذلیل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ تجربہ‌کار عقلمندوں نے کہا ہے کہ ہر جاندار خصی ہونے کے بعد بھلا بیٹھ جاتا ہے مگر آدمی مشتعل ہو جاتا ہے۔ اس (اعتماد خان) کو غرور بڑھ گیا۔ اپنے ماتحتوں کا اعتبار نہیں کرتا تھا، دلی تعلقات کو نظر انداز کر دیتا تھا اور شہر کے رہنے والوں اور بزرگوں سے [۸۹] بدسلوکی کرتا تھا۔ وہ اپنی بری عادت کی وجہ سے لین دین کی گفتگو میں نوکروں سے غصے کا اظہار کرتا تھا، مکر و حسد کو وہ تدبر کہتا تھا اور حق کو پامال کرتا تھا۔

تیئسویں سال جلوس ۹۸٦ھ (۷–۱۵۷٦ء) میں اکبر بادشاہ پنجاب کی طرف بڑھا۔ اس (اعتماد خان) نے چاہا کہ وہ اپنی فوج کو بادشاہ کے حضور میں گھوڑوں کے داغ لگانے کےلیے پیش کرے اور اپنی کم عقلی سے اس رقم کی وصول یابی کا خیال کیا جو وہ پہلے لوگوں کو دے چکا تھا۔ ہر چند لوگوں نے اپنی غربت کا اظہار کیا لیکن اس کے دل نے حق کو قبول نہ کیا۔

ایک دن مقصود علی نوکر[۱] نے جو کانا تھا اپنے کم رتبہ ساتھیوں کے ساتھ اس (اعتماد خان) کا کام تمام کر دیا جو غفلت سے مدہوش تھا۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب اس (مقصود علی) نے اپنا حال عرض کیا تو وہ (اعتماد خان) ناراض ہؤا اور کہا کہ تیری اندھی آنکھ پر پیشاب کرنی چاہیے[۲]۔ اس نے فوراً اس کے پیٹ میں جمدھر مار دیا اور اسے سانس

۱۔ اعتماد خان بڑا مسخرہ تھا، اس کے قتل کا واقعہ ۱۰۔ ربیع‌الاول ۹۸٦ھ کو بھکر میں وقوع پذیر ہؤا (تاریخ معصومی صفحہ ۲۴٦) نیز دیکھیے ذخیرۃالخوانین جلد اول صفحہ ۲۱٦ [ف]

۲۔ صمصام‌الدولہ نے یہ اقتباس ذخیرہ الخوانین سے لیا ہے ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین صفحہ ۲۱٦ (ف)

بھی نہ آیا۔ اعتماد پور جو آگرہ سے چھ کوس ہے اس کا آباد کیا ہوا ہے۔ وہاں اس نے ایک بڑا تالاب اور عمارت بنوائی۔ اپنے لیے مقبرہ بھی بنوایا تھا اور وہیں دفن ہوا۔

۱۱

آصف خاں خواجہ غیاث الدین علی قزوینی

آقا ملا دوات دار کا بیٹا تھا۔ مشہور ہے کہ (آقا ملا) شاہ طہماسپ صفوی کے زمانے میں اس کے درباریوں میں سے تھا اور اس (آقا ملا) کے دوسرے بیٹے مرزا بدیع الزماں اور مرزا احمد بیگ ایران جیسے بڑے ملک کے وزیر ہوئے۔

کہتے ہیں کہ وہ (آقا ملا) شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد [۹۰] میں سے ہے۔ وہ اپنی شہرت اور کمال کی وجہ سے بیان اور تعریف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کا نسب ۲ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور وہ تصوف میں اپنے چچا شیخ نجیب الدین سے مستفیض تھے۔ علوم ظاہر و باطن میں جامعیت رکھتے تھے اور بغداد کے شیخ الشیوخ تھے۔ عوارف المعارف کی طرح اعلیٰ تصانیف کے مالک تھے۔

۱۔ قصبہ اعتماد پور، آگرہ مین پوری کی پختہ سڑک پر آگرہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر واقع اور تحصیل اعتماد پور کا صدر مقام ہے۔ اعتماد خاں کے مقبرے کا گنبد خوش نما ہے۔ تعویز مزار پر آیات قرآنی کندہ ہیں۔ یہ تالاب اب بڑھیا تال کے نام سے مشہور ہے اس میں بہت میٹھا سنگھاڑا پیدا ہوتا ہے اور فصل ربیع کی زراعت بھی ہوتی ہے۔ اس میں چاروں طرف پختہ سیڑھیاں اور درمیان میں ایک دو منزلہ گنبد دار نشست گاہ بنی ہوئی ہے۔ ایک پل کے ذریعے سے جو شمالی جانب بنا ہے اس نشست گاہ تک پہنچتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مرقع اکبرآباد از سعید احمد مارہروی صفحہ ۲۲۲—۲۲۳، (آگرہ ۱۹۳۱ء) [ف]

۶۳۳ھ (۱۲۳۵ع) یا ۶۳۲ھ (۱۲۳۴ع) میں ان کا وصال ہوا" -

خواجہ غیاث‌الدین علی بڑا زبان آور اور صاحب کمال شخص تھا ۔ وہ بہت بہادر اور دلاور بھی تھا ۔ جب وہ ہندوستان آیا تو اس کی خوش بختی سے اکبر بادشاہ کی عنایات اس کے شامل حال ہوئیں اور بخشی گری کا عہدہ اس کو ملا ۔

جب ۹۸۱ھ (۱۵۷۳ع) میں گجرات کی نو روزہ یلغار ہوئی تو اس میں اس نے ان شورش پسند مفسدوں کے ساتھ لڑائی لڑی جنھوں نے مرزا کوکہ کو احمد آباد میں محاصرہ کر لیا تھا (اس جنگ میں) اچھی خدمات انجام دیں اور آصف خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ جب بادشاہ مظفر و منصور دارالحکومت کو لوٹا تو اس (خواجہ غیاث‌الدین) کو

۱ - شیخ شہاب‌الدین سہروردی عراق عجم کے قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں اپنے چچا ابونجیب عبدالقاہر کے سایۂ عاطفت میں پرورش و تربیت پائی ۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء سے علوم مروجہ حاصل کئے ۔ حدیث ، فقہ ، کلام اور علوم ادبیہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے ۔ تصوف اور زہد و اتقاء میں اپنی نظیر آپ تھے ۔ خلفائے بغداد اور بہت سے امراء و سلاطین شیخ سہروردی کا بہت احترام کرتے تھے ۔ وہ سنت کے نہایت متبع تھے اور شافعی مسلک رکھتے تھے ۔ فقہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا ۔ انھوں نے غرہ محرم ۶۳۲ھ (۱۲۳۴ع) میں بغداد میں انتقال کیا ۔ شیخ سہروردی کثیر تصانیف کے مالک تھے ۔ بروکلمان نے اپنی مشہور عربی ادب کی تاریخ میں شیخ کی اکیس کتابوں کا ذکر کیا ہے ۔ سب سے اہم کتاب عوارف‌المعارف ہے جو تصوف کی نہایت مقبول اور خاص کتاب سمجھی جاتی ہے ۔ برصغیر پاک و ہند میں نامور علماء اور مصنفین نے عوارف‌المعارف پر شروح و حواشی لکھے ہیں اور مختلف زبانوں فارسی ، ترکی اور اردو میں ترجمے ہوئے ہیں ۔ ملاحظہ ہو الامام‌العارف شیخ شہاب‌الدین سہروردی از حکیم شمس‌اللہ قادری مطبوعہ حیدآباد دکن ، سال طباعت نامعلوم [ق]

اس صوبے کی بخشی گری کے عہدے پر مقرر کیا تاکہ وہ مرزا کوکہ کے مشورہ سے فوج کی بھلائی اور اصلاح میں کوشش کرے ۔

اکیسویں سال جلوس اکبری میں وہ دوسرے امراء کے ساتھ صوبہ ایدر پر متعین ہوا تاکہ وہ اس سرزمین کو مفسد اور سرکش لوگوں کے فتنہ و فساد سے [۹۱] پاک کر دے ۔ وہاں کا زمیندار نرائن داس راٹھور غرور اور زیادتی کے خیال سے کچھ بہادروں کو لے کر کوہستان کی وادی سے نکلا اور لڑنے کے لیے آمادہ ہوگیا ۔ طرفین سے سخت معرکہ آرائی ہوئی اور ہمت و بہادری کے جوہر دکھائے گئے ۔ شاہی ہراول فوج کے قدم اکھڑ گئے ۔ مرزا مقیم نقشبندی ، جو مقدمۃ الجیش پر تھا ، معرکہ آرائی میں مارا گیا ۔ نزدیک تھا کہ بُری صورت پیش آئے کہ آصف خان دائیں اور بائیں طرف کے سرداروں کے ساتھ بہادری کا مظاہرہ کرتا بڑھا ، موقع پر پہنچ گیا ۔ مخالف (فوجوں) نے بڑی بہادری دکھائی مگر شکست کھائی ۔

چھبیسویں سال جلوس اکبری میں اعتبار و اعتماد کی زیادتی کی وجہ سے اسے مالوہ و گجرات بھیجا گیا کہ دکن کی فوج کو وہاں کے ناظم شہاب الدین خان کے مشورے سے داغ کیا جائے اور وہ خود گجرات پہنچے ۔ وہاں کے حاکم قلیج خان کے مشورے سے بادشاہی فوج کی اصلاح کرے اور سپاہ کی کیفیت و حالت کو معلوم کرے ۔ آصف خان نے حکم شاہی کی تعمیل کی اور راستی و درستی کے ساتھ ، جو خدمات اس کے سپرد ہوئی تھیں ان کو انجام دیا ۔ ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء) میں گجرات میں (خواجہ غیاث الدین) کا انتقال ہوا ۔

اس کے بیٹوں میں ایک مرزا نورالدین تھا ۔ جب [۹۲] سلطان خسرو گرفتار ہوا ، جہانگیر نے اس (خسرو) کو کچھ دنوں آصف خان مرزا جعفر کی نگرانی میں رکھا ۔ نورالدین آصف خان (مرزا جعفر) کے چچا کا لڑکا تھا اس لیے وہ اکیلا خسرو کے پاس جاتا تھا اور اس کے پاس اٹھتا بیٹھتا تھا ۔ اس نے یہ طے کیا تھا کہ جب موقع لگے گا تو اس (خسرو) کو قید سے رہا کرائے گا اور اس کے مقصد میں اس کو کامیاب بنائے گا ۔

نورالدین نے ایک ہندو کو جو خسرو کے پاس آتا جاتا تھا ، اپنا ہم راز بنا لیا اور جو شخص خسرو کے فدائیوں میں شامل ہوتا تھا ، اس کا نام لکھ کر اس ہندو کو دے دیتا تھا ۔ پانچ چھ ماہ کے عرصے میں تقریباً چار سو آدمیوں نے باہم عہد و پیمان کیا کہ راستے میں جہانگیر کو ٹھکانے لگا دیا جائے ۔ اتفاق سے ان ساتھیوں میں سے کوئی دل گرفتہ ہو گیا اور اس نے شاہزادہ سلطان خرم کے دیوان خواجہ ویسی کو اس ماجرے سے آگاہ کر دیا ۔ اس نے فوراً شاہزادے کو بتایا اور پھر جہانگیر کو خبر پہنچی ۔ اسی وقت ان بدبختوں کی حاضری کا حکم ہؤا ۔ نورالدین اور محمد شریف پسر اعتمادالدولہ ، چند ساتھیوں کے ہمراہ پھانسی پر لٹکا دیے گئے اور ناموں کی وہ لمبی فہرست جو اعتبار خان کے (ملازم) ہندو کے پاس سے برآمد ہوئی تھی خان جہان لودی کی درخواست پر بغیر پڑھے ہوئے آگ میں ڈال دی گئی ورنہ بہت سے لوگ سخت سزائیں پاتے[۱] ۔

۱۲

اعتماد خان گجراتی

سلطان محمود، والیٔ گجرات کے ہندی غلاموں میں سے تھا ۔ جب [۹۳] سلطان کو اس پر پورے طور سے اعتماد ہو گیا تو اس نے اپنے حرم میں اس کو داخلے کی اجازت دے دی اور عورتوں کی آرائش ، اس کے سپرد ہوئی ۔ اعتماد خان نے ملاحظے اور احتیاط کی وجہ سے کافور کھا کر اپنی قوت رجولیت کو ختم کر دیا ۔ چونکہ وہ معاش کے معاملے میں عمل مند ، وضع کے اعتبار سے متین اور بظاہر خوبیوں کا مالک تھا اس لیے آہستہ آہستہ امارت کے منصب پر فائز ہؤا[۲] ۔

---

۱ ۔ اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (۱) تزک جہانگیری صفحہ ۵۹—۶۰ (نول کشور پریس لکھنؤ) ، منتخب‌اللباب از خافی خان جلد اول صفحہ ۲۸۵ (کلکتہ ۱۸۶۹ع) [ف]

۲ ۔ مؤلف مرأۃ سکندری نے اس کا نام عبدالکریم لکھا ہے ۔ محمود خان نے اس کو اعتماد خان کا خطاب دیا ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مرأۃ سکندری از شیخ سکندر صفحہ ۲۹۳ (بمبئی ۱۸۹۰ع) [ق]

۹۶۱ھ (۴-۱۵۵۳ع) میں سلطان (محمود) اٹھارہ سال حکومت کرنے کے بعد اپنے ایک ملازم ''برہان'' نامی کے ہاتھ سے مارا گیا ، پھر اس مذاب (ملازم) نے سلطان کے بلانے کا بہانہ کر کے بارہ امیروں کو ختم کر دیا ۔ اعتماد خاں اس باغی کے پاس نہ گیا بلکہ صبح کو اپنے ہم خیال ساتھیوں کو جمع کر کے جنگ کے لیے تیار ہوگیا اور اس کم ظرف کو بھگانے لگا دیا ۔ چونکہ سلطان (محمود) کے کوئی لڑکا نہ تھا ، اعتماد خاں نے فتنہ و فساد کی آگ کو فرو کرنے کی غرض سے رضی الملک[1] نامی ایک کم عمر کو جو احمد آباد کے بانی سلطان احمد کی اولاد میں تھا ، تخت حکومت پر بٹھا دیا ۔ سلطان احمد شاہ اس کا خطاب ہوا اور حکومت کی ساری باگ ڈور (اعتماد خاں نے) اپنے ہاتھ میں لی اور (سلطان احمد شاہ) صرف نام کا بادشاہ رہا ۔

سلطان (احمد) نے پانچ سال کے بعد احمد آباد کو چھوڑ دیا اور وہ سید مبارک بخاری کے پاس پہنچا جو ایک بڑا امیر تھا ۔ اس نے اعتماد خاں سے جنگ کرنے کے بعد شکست کھائی اور آوارہ و پریشان پھرتا رہا ۔ جب سلطان (احمد) دوبارہ اعتماد خاں کے پاس آیا تو اس نے وہی سلوک کیا ۔ سلطان ہمیشہ اپنی بے وقوفی کی بنا پر اپنے ساتھیوں سے [۹۴] اس کے قتل کے سلسلے میں مشورے کیا کرتا تھا - اعتماد خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے پہل کی اور اس (سلطان احمد) کا خاتمہ کر دیا ۔

۹۶۹ھ (۲-۱۵۶۱ع) میں (اعتماد خاں) ایک لڑکے نتھو[2] نام کو ، جو اس طبقے (طبقہ حکمرانان) سے نہ تھا ، امیروں کے سامنے لایا اور قرآن اٹھایا کہ یہ سلطان محمود کا اصلی لڑکا ہے - جب اس کی ماں حاملہ تھی تو سلطان نے اسے میرے سپرد کر دیا تھا تاکہ اس کا حمل ضائع کر دیا جائے چونکہ پانچ ماہ گزر چکے تھے اس لیے میں نے ایسا نہیں کیا ۔

---

۱ - اس آدمی کا نام رضی الملک تھا جو اس لڑکے کو لایا تھا، بحوالہ بیلی کی ''ہسٹری آف گجرات'' صفحہ ۴۵۴ و طبقات اکبری جلد سوم صفحہ ۳۹۴ ، نوٹ نمبر ۴ (انگریزی ترجمہ از ڈے و پرشاد) (ب)

۲ - اختلاف نسخ ''نتھو'' ۔

مجبوراً امراء نے تصدیق کی ، اس کا لقب سلطان مظفر ہؤا اور وہ تخت سلطنت پر بیٹھا ۔ وزارت حسب سابق اعتماد خاں کے سپرد ہوئی لیکن امیروں نے سلطنت کو آپس میں تقسیم کر لیا اور ان میں سے ہر ایک مستقل (حکمراں) ہو گیا ۔ وہ آپس میں الجھ کر ایک دوسرے کو غالب و مغلوب کرتے تھے ۔

چونکہ اعتماد خاں ، سلطان (مظفر) کو اپنے قبضہ و اختیار میں رکھتا تھا ، اعتمادالملک غلام ترک کے بیٹے چنگیز خاں نے اعتماد خاں سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ اگر سلطان مظفر واقعی سلطان محمود کا بیٹا ہے تو اس کو با اختیار کیوں نہیں بناتے ۔ اس پر جھگڑا ہؤا ۔ اس (چنگیز خاں) نے باغی مرزایان کی مدد سے جو اکبر بادشاہ کے یہاں سے بھاگ کر اس سے آ ملے تھے ، اعتماد خاں پر چڑھائی کر دی ۔ وہ بغیر لڑے بھڑے سلطان (مظفر) کو چھوڑ کر دونگر پور بھاگ گیا ۔ کچھ دنوں کے بعد الف خاں اور ججھار خاں نے ، جو حبشی امیر تھے ، سلطان (مظفر) کو لا کر اعتماد خاں کے سپرد کر دیا ، خود علاحدہ ہو گئے اور احمد آباد جا کر چنگیز خاں [۹۵] سے مل گئے ۔ پھر بلا وجہ اس سے خوف زدہ ہو گئے اور اس کے قتل کے ارادے کرنے لگے ۔

اعتماد خاں کو جب یہ حال معلوم ہؤا تو وہ سلطان (مظفر) کو اپنے ساتھ لے کر احمد آباد آیا ۔ چونکہ امراء آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے تھے ، جب باغی مرزایان نے اس علاقے کی ابتری کی کیفیت سنی تو مالوہ سے نکل کر انہوں نے بھروچ اور سورت پر قبضہ کر لیا ۔ سلطان (مظفر) بھی موقعے کی تلاش میں تھا ، ایک دن احمد آباد سے نکل کر شیر خاں فولادی کے پاس پہنچا ، جو مناسب حیثیت رکھتا تھا ۔ اعتماد خاں نے شیر خاں کو لکھا کہ نتھو (سلطان مظفر) ، سلطان محمود کا لڑکا نہیں ہے ، میں مرزایان کو بلا کر بادشاہی ان کے سپرد کرتا ہوں ۔ ان امیروں نے جو شیر خاں کے ساتھ تھے ، اس سے کہا کہ اعتماد خاں نے ہمارے سامنے قرآن اٹھایا تھا اور اب وہ یہ بات دشمنی کی وجہ سے کہہ رہا ہے ۔ شیر خاں نے احمد آباد پر فوج کشی کر دی ۔ اعتماد خاں

ہ بند ہو گیا اور مرزایان سے مدد چاہی ، پھر ہنگامۂ شورش گرم ہوا ۔
ائی جھگڑے نے طول کھینچا ۔ اعتماد خاں نے دیکھا کہ اب بات نہیں
ی ہے ۔ اس ملک کی حالت خراب ہو گئی ہے اور (اس کی اصلاح) اس
، طاقت سے باہر ہے ۔ اس نے اکبر بادشاہ سے درخواست کی اور گجرات
ے فتح کرنے کی ترغیب دی ۔

سترھویں سال جلوس ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ع) میں جب اکبر بادشاہ ،
ں گجرات پہنچا تو شیر خاں کی جماعت میں تفرقہ پڑ چکا تھا ، میرزایان
ی بھروچ بھاگ گئے ۔ سلطان مظفر ، جو شیر خاں سے علحدہ ہو گیا
ھا [۹۹] اور اس نواح میں مارا مارا پھر رہا تھا ، اکبر بادشاہ کے
ـسوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا ۔ اعتماد خاں نے گجرات کے دوسرے
میروں کے ساتھ اکبر بادشاہ کی حمایت کی اور اکبر کے نام کا سکہ اور
طبہ جاری کیا اور (اس نے) اس علاقے کے امیروں اور سرداروں کے
اتھ آ کر (اکبر بادشاہ کا) استقبال کیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر
و گیا ۔

جب اس سن ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ع) چودہ رجب کو ، اکبر بادشاہ
حمد آباد میں پہنچا تو بڑودہ ، چانپانیر اور سورت ، اعتماد خاں اور
وسرے امیروں کی جاگیر میں مقرر ہوئے ۔ انھوں نے مرزایان کے ختم
رنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لی ۔ اکبر بادشاہ ، ساحل سمندر کی سیر کی
رف متوجہ ہوا ۔ گجرات کے امراء جو اسباب مکمل نہ ہونے کی وجہ
ے شہر میں ٹھہرے ہوئے تھے ، جب ایک مدت تک وہ بیکار بیٹھے رہے
و انھوں نے سمجھ لیا کہ اب یہ ناممکن ہے کہ دوبارہ اقتدار حاصل ہو
و بھاگنے کی فکر کرنے لگے ۔ اختیار الملک گجراتی نے سب سے پہلے
بقت کی اور بھاگ گیا ۔ مجبوراً بادشاہ کے آدمی اعتماد خاں کو
وسروں کے ہمراہ اکبر کے حضور میں لائے وہ بادشاہ کی نظر سے گر گیا
ور شہباز خاں کے سپرد ہوا ۔

بیسویں سال جلوس میں ازسر نو شاہی عنایات اس کے شامل حال ہوئیں۔
دربار معلیٰ کی ریاست اس کے سپرد ہوئی ، مقدمات جزئیات خصوصاً جواہر

اور مرصع آلات کے متعلق جو کچھ طے ہوتا وہ اس کے ملاحظہ کے بعد ہوتا ۔

بائیسویں سال جلوس میں جب میرابوتراب گجراتی کی قافلہ سالاری میں لوگ حجاز کے لیے روانہ ہوئے تو اعتماد خاں بھی، جو ایک مدت سے ان مقامات شریفہ [۹۷] کے طواف و زیارت کی آرزو رکھتا تھا، روانہ ہوا اور واپسی کے بعد پٹن گجرات اس کی جاگیر میں مقرر ہوا۔

اٹھائیسویں سال جلوس میں شہاب الدین احمد خاں کی تبدیلی کے بعد گجرات کی حکومت اس کے سپرد ہوئی ۔ اگرچہ بادشاہ کے مقربین نے ہر چند عرض کیا کہ جب وہ (اعتماد خاں) طاقت ور تھا اور اس کے بہت سے مددگار تھے تو گجرات کے خودسروں کی سرکوبی کے لیے اس کو کیوں مقرر نہیں کیا گیا اور اب جب کہ وہ کم زور ہو چکا ہے اور اس کے ساتھی بھی نہیں رہے ہیں تو اس کو اس خدمت پر بھیجنا کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا، اس بات کا کچھ اثر نہ ہوا۔

جب اعتماد خاں، احمد آباد میں آیا تو شہاب الدین احمد خاں نے دربار میں حاضری کا ارادہ کیا ۔ اس (شہاب الدین احمد) کے ادھر کے بعض ملازمین، جو اس سے پہلے بھی روپئے کے لالچ میں اس کی جان کے در پے ہو گئے تھے مگر موقع نہ ملنے کی وجہ سے معاملہ رفع دفع ہو گیا تھا، اس سے علاحدہ ہو گئے (اور انھوں نے یہ سوچا) کہ اس (شہاب الدین احمد) کی جاگیر جاتی رہی ہے اور جب تک وہ دارالخلافہ (آکبر آباد) نہ پہنچ جائے اور اس کو خرچ نہ مل جائے اور اس کے گھوڑوں کی داغ سپردگی نہ ہو جائے اس وقت تک لقمہ نصیب ہونا دشوار ہے، اس سے یہ بہتر ہے کہ سلطان مظفر کو جو لوبھ کاٹی کی پناہ میں دن گزار رہا ہے سربراہ مقرر کر کے فساد برپا کیا جائے ۔ ہر چند تجربہ‌کار لوگوں نے اعتماد خاں سے کہا کہ شہاب الدین احمد خاں مایوس و نامراد ہو کر دربار میں جا رہا ہے اور ابھی تک مددگار امراء پہنچے نہیں ہیں، اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس (شہاب الدین احمد خاں) کو اس سفر سے روک لیا جائے [۹۸] اور کچھ دنوں کے لیے اس کی جاگیر اس کو بحال کر دی

جانے اور دوبارہ حملہ کرنے کا موقع نہ ملے اور کے اس فساد کو ختم کیا جائے ، تا کہ ملک میں فساد پھیلانے والوں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا ہے اس کے جاننے والے اور حالانکہ سے ان کا مقابلہ کر دینا چاہیے ۔

اعتماد خان نے) ان باتوں میں سے کوئی بات قبول کی اور کہا کہ یہ فساد امیر شہاب الدین احمد خان اور کے لوگوں نے برپا کیا ہے ان کو اس فساد کو ختم کرنا چاہیے اور وہی اس کا جواب دہ ہو ۔ جب سلطان مظفر سے ملا گیا اور فساد کی آگ بھڑک اٹھی ، محمود شہید ، شیر خان اور شہاب الدین احمد خان کو واپس لانے کے لیے فوج احمد آباد سے بھیجی گئی ۔ قصبہ کڑھی کے قریب جنگ ہوا ۔ آخر اس کے دور اندیش مصاحبوں نے اس بات کا اس کا مشورہ دیا کہ شہر احمد آباد سے صرف ساتھ لوگ رہ گیا ہے ، اس لیے شہر کو خالی چھوڑنا اور کہا کہ دو ، نکل جانا ہے لیکن ہے امیر خان سے مل لی ۔

جب سلطان مظفر کو معلوم ہوا کہ شہر احمد آباد خالی ہے تو اس نے جلدی سے آ کر شہر پر قبضہ کر لیا اور ایک جمعیت فراہم کر کے اس کے لیے ساتھ ہو گیا ۔ ابھی معاملہ شروع نہیں ہوا تھا کہ شہاب الدین احمد خان کے بہت سے ساتھیوں کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی ۔ اب بہت مشکلات در پیش ہوئیں ۔ اعتماد خان اور شہاب الدین احمد خان دس پہاڑ گئے اور وہاں قلعہ بند ہو گئے اور ارادہ کیا کہ اس ملک سے نکل جائیں ۔ اتفاق سے تھوڑی سی مدد مل گئی اور شہر کے کچھ لوگ جدا ہو کر ان سے آ ملے ۔ اعتماد خان نے خوبی و عطا سے کام لیا ، ان کو بہت سا روپیہ دیا اور ان کی خدمات حاصل کر لیں ۔ [۹۹] وہ خود شہاب الدین احمد خان کے ساتھ نگرانی کرتا رہا اور اس نے اپنے بیٹے شیر خان کے ماتحت ، شیر خان فولادی سے لڑنے کے لیے لوگوں کو بھیجا وہ غالب ہوئے ۔ اسی دوران میں مرزا خان عبدالرحیم ، جو ایک لائق فوج کے ساتھ سلطان مظفر اور گجرات کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا تھا ، آ پہنچا ۔ اس نے اعتماد خان کو پٹن میں چھوڑا اور شہاب الدین احمد کو لے کر آگے بڑھا ۔

اعتماد خاں نے ایک مدت تک وہاں حکومت کی اور وہ ۹۹۵ھ (۱۵۸۶ع) میں فوت ہوا۔ وہ ڈھائی ہزاری منصب رکھتا تھا۔ اگرچہ طبقات اکبری کے مصنف نے اس کو چار ہزاری لکھا ہے۔ ابوالفضل کہتا ہے کہ گجراتیوں میں بر اس، فریب اور نادرستی کے ہوتے ہوئے آراستگی، سادگی اور فروتنی ہوتی ہے اور اعتماد خاں اس جماعت کی خاص مثال تھا''۔

۱۳

امیر فتح اللہ شیرازی

وہ نظری اور عملی علوم میں یکتائے زمانہ تھا۔ اس نے خواجہ جمال الدین محمود، مولانا جمال الدین سروانی، مولانا کرد اور میر غیاث الدین منصور شیرازی کے مدرسے میں علم حاصل کیا تھا لیکن اس کا رتبہ ان سے زیادہ تھا۔ علامی ابوالفضل اس طرح تعریف کرتا ہے کہ اگر علم و حکمت کی کتابیں ختم ہو جائیں تو وہ (فتح اللہ شیرازی) از سر نو لکھ دے گا اور ان برباد شدہ کا کوئی افسوس نہ ہوتا [۱۔۔۔]

ہم علم را بدوت عقلش سر قدر

ہم عقل را بشوکت علمش علوشاں

عادل شاہ بیجاپوری نے ہزاروں آرزوؤں کے ساتھ اس کو شیراز سے دکن میں بلایا اور اسے وکیل مطلق بنایا۔ جب اس کا زمانہ (حیات) ختم ہو گیا[۲] تو اٹھائیسویں سال جلوس ۹۹۱ھ (۱۵۸۳ع) میں اکبر بادشاہ نے فرمان بھیج کر اس (امیر فتح اللہ شیرازی) کو طلب کیا وہ فتح پور پہنچا۔ خانخاناں اور ابوالفتح نے اس کا استقبال کیا اور وہ بادشاہ کی خدمت میں (فتح اللہ شیرازی کو) لائے۔ بادشاہ نے اس پر بہت عنایات کیں۔ تھوڑے

۱۔ ملاحظہ ہو ذخیرہ الخوانین جلد اول صفحہ ۲۱۴—۲۱۵ (ق)

۲۔ عادل شاہ، جو چاند بی بی کا شوہر تھا، ایک لڑکے کے ہاتھ سے ۹۸۸ھ (۱۵۸۰ع) میں مارا گیا۔ لہذا یہ بیان کہ فتح اللہ شیرازی اٹھائیسویں سال جلوس میں آیا غلط ہے وہ چھبیسویں سال جلوس میں دربار اکبری میں آیا۔ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۳۰۰۔ (ب)

تھوڑی مدت میں وہ بادشاہ کا مصاحب ہو گیا ، اس کو بے حد قربت اور عزت حاصل ہو گئی اور اس کو "صدر" مقرر کر دیا گیا ۔ مظفر خان تربتی کی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی ۔ کہتے ہیں کہ وہ تین ہزاری منصب تک پہنچا ، جب تیسویں سال جلوس کا جشن ہوا ، اس کو "امین الملکی" کا عہدہ ملا ۔ حکم ہوا کہ راجا ٹوڈرمل ملکی و مالی معاملات میر فتح اللہ (شیرازی) کے مشورے سے طے کرے اور بڑے معاملات جو مظفر خان کے زمانے سے طے نہیں ہوئے تھے ، وہ طے کیا کرے ۔ میر فتح اللہ نے چند قاعدے جو حکومت کی بہتری اور رعایا کے فائدے کے تھے (بادشاہ کے حضور میں) پیش کیے ، جو منظور ہوئے ۔ اسی سال میں اس کو حکیم عین الملک کے ساتھ ملا کر راجی علی خان حاکم خاندیس کی رہنمائی کے لیے اس کو بھیجا گیا ۔ وہاں سے وہ ناکام واپس آیا اور خان اعظم کے پاس پہنچا جو دکن کے ملک کو فتح کرنے اور وہاں کے حاکموں کی تادیب و تنبیہ کے لیے مقرر ہوا تھا ۔ چونکہ اس (خان اعظم) نے شہاب الدین احمد خان اور دوسرے سرداروں [۱۰۱] سے مخالفت کی اس لیے وہ مہم سر انجام نہ ہو سکی اور میر فتح اللہ بہت تکلیف اٹھا کر اکتیسویں سال جلوس میں شہزادہ خانخاناں کے پاس گجرات پہنچا ۔

کہتے ہیں کہ میر فتح اللہ ، دکن کی مہم کی انجام دہی کے لیے گیا تھا ، جب اعظم خان کوکہ اور شہاب الدین احمد خان کے درمیان اتفاق نہ ہوا تو راجی علی خان نے امراء کے نفاق کو دیکھ کر دکن کے لشکر کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مقابلے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ۔ میر فتح اللہ نے بہت چاہا کہ اس کو راستے پر لائے مگر کوئی صورت ممکن نہ ہوئی ۔ مجبوراً خانخاناں کے پاس گجرات آیا کہ اس سے مدد حاصل کرے ، کسی وجہ سے اس نے بھی مدد نہ کی ۔ اس کے بعد وہ دربار شاہی میں حاضر ہو گیا ۔

چونتیسویں سال جلوس ۹۹۷ھ (۱۵۸۸–۹ء) میں بادشاہ کے کشمیر سے لوٹتے وقت وہ کسی بیماری میں مبتلا ہو کر شہر میں رہا ۔ حکیم علی

نے مرض کی تشخیص و تجویز میں خطا کی۔ صاحب منتخب التواریخ ، ملا عبدالقادر بدایونی کہتا ہے کہ چونکہ وہ خود حاذق تھا لہٰذا حکیم مصری کا کہنا نہ مانا ، پیٹ محرور (تیز بخار) کا علاج [illegible] سے کیا اور فوت ہو گیا۔ میر سید علی ہمدانی کی خانقاہ میں دفن ہوا۔ بادشاہ کے حکم سے وہاں سے لا کر کوہ سلیمان کی چوٹی پر ، جو بہت بلند جگہ ہے ، دفن کیا گیا۔ "فرشتہ بود" سے اس کی تاریخ نکلتی ہے (۹۹۷ھ)

میر فتح اللہ شیرازی کے مرنے پر اکبر بادشاہ نے بہت رنج و افسوس کیا اور فرمایا کہ میر ہمارا وکیل ، حکیم ، منجم اور معلم تھا ، ہم سے غم کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ [۱۰۲] اگر وہ فرنگیوں کے ہاتھ میں پڑ جاتا اور وہ سارا خزانہ اس کے بدلے میں چاہتے تو یہ سودا بہت فائدہ مند ہوتا اور میں سمجھتا کہ میں نے اس قیمتی موتی کو بہت سستا خریدا

شہنشاہ جہاں را در وفاتش دیدہ پرنم شد
سکندر اشک حسرت ریخت کافلاطون ز عالم شد

شیخ فیضی نے بطور مرثیہ ایک شاندار قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں :

ہرگز نمردہ اند و نمیرند اہل دل
حرفے ست نام مرگ بریں قوم برزبان
بر قد روح پیرہنے نیست جز تن
گیرد چو کہنہ گشت سپہر کہن ستان
بارے ست برحیات و غبارے ست بر بساط
پوشیدن لباس کہن بر توانگران
لیکن کریم کیست دریں عہد سال خورد
کو جامہ کہنہ ناشدہ بخشد بناتوان

طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ میر فتح اللہ تمام علوم عقلی و نقلی میں ایران اور ہندوستان بلکہ تمام دنیا میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا وہ نیرنجات اور طلسمات کا بھی ماہر تھا۔ اس نے ایک ایسی چکی بنائی تھی

موجود ہر [illegible] اور آٹھ پیسے [illegible] اس سے ایک ایسا [illegible] تھا [illegible] [۱۰۳] [illegible] سے [illegible] عجیب [illegible] دیتی تھی [illegible] ایک [illegible] وقت [illegible] میں اس [illegible]۔

ملا [illegible] لکھا ہے کہ اگرچہ [illegible] صاحب [illegible] مگر اس [illegible] کے [illegible] ہوں [illegible] چھوڑا [illegible] شاہ کے [illegible] ہندوں اور [illegible] اور [illegible] کی طرح [illegible] ہے۔

مشہور [illegible] اس عہد و عصر کے موجود [illegible] کے [illegible] اکبر میں وحدت [illegible] اور [illegible] ایسا ہو جیسے [illegible] ۹۹۲ [illegible] ہجری [illegible] تاریخ الٰہی جاری کی [illegible] بادشاہ [illegible] ہندوستان کی سر زمین میں نئے سال و [illegible] جاری [illegible] جائے [illegible] تاریخ ہجری کا سلسلہ پرانا ہو گیا ہے [illegible] زندہ [illegible] ہے [illegible] دن اس بات کا اجراء ہوا [illegible] اور دوسروں کو [illegible] دستوروں کی ایک جماعت اس کو جاری [illegible] وہ سمجھتے ہیں کہ امور کا تعلق دین سے ہے [illegible] (فتح اللہ) اور اسی طرح دوسرے لوگ، جنہوں نے آئین الٰہی کو قبول کر لیا تھا، تاریخ [illegible] کو (آئین الٰہی کے اجراء کی) بنیاد قرار دیا۔ اس کے اجراء کے [illegible] تمام ملک میں فرمان جاری ہوئے، اس کی بنیاد جدید زیج گورگانی پر قائم ہوئی اور اکبر کے سال جلوس سے اس (تاریخ الٰہی) کا آغاز ہوا [۱۰۴] شمسی ماہ و سال کو حقیقی سمجھا گیا، حساب کبیسہ ختم

ہو گیا اور فارسی کے مہینے اور دن قائم رہے[1]۔

۱۳

اسمٰعیل قلی خاں ذوالقدر

حسین قلی خاں، خان جہاں کا چھوٹا بھائی اور اکبر کے عہد کا امیر تھا۔ جب جالندھر کی لڑائی میں بیرام خاں شکست کھا کر واپس لوٹا تو بادشاہ کے سپاہیوں نے اس کا تعاقب کیا اور اسمٰعیل قلی خاں کو زندہ گرفتار کر کے لائے۔ چونکہ اس کا بھائی آدابِ شاہی سے سرفراز ہوا تھا، لہٰذا وہ الطافِ شاہی سے نوازا گیا۔ اس نے اپنے بھائی کے ساتھ بہت سے کام انجام دیے۔ جب خان جہاں بنگال کی صوبیداری میں فوت ہوا تو وہ (اسمٰعیل قلی خاں) بھائی کا مال و اسباب لے کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے اس پر مہربانی فرمائی۔

تیسویں سال جلوس اکبری میں وہ قوم بلوچ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا جس نے بغاوت کے انداز اختیار کیے تھے اور اطاعت و فرماں برداری کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کے بلوچستان آنے پر اول تو باغیوں نے دکھ

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ ذخیرۃالخوانین جلد اول صفحہ ۱۹۴—۱۹۵؛ منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی (اردو ترجمہ مولوی احتشام الدین مراد آبادی) صفحہ ۳۶۷—۳۶۸ (لکھنؤ ۱۸۷۰ء)؛ مآثرالکرام دفتر اول از غلام علی آزاد بلگرامی صفحہ ۲۳۶—۲۳۸ (حیدرآباد دکن ۱۹۱۰ء)؛ مفتاح التواریخ از ولیم بیل صفحہ ۱۹۳—۱۹۴ (کانپور ۱۸۶۷ء)؛ نزہۃالخواطر جلد چہارم از حکیم عبدالحئی صفحہ ۲۵۴—۲۵۵ (حیدرآباد دکن)؛ احوال مشائخ دیار (قلمی) ورق ۶ الف (مملوکہ مولوی محمد سلطان بدایونی)؛ بزم تیموریہ از صباح الدین عبدالرحمان صفحہ ۹۱—۹۲ (اعظم گڑھ ۱۹۴۸ء)؛ دربار اکبری از مولوی محمد حسین آزاد صفحہ ۸۰۴—۸۱۶ (لاہور ۱۹۴۷ء)؛ کٹیلاگ فارسی مخطوطات (برٹش میوزیم لندن) صفحہ ۱۲ (ب)

استقامت دکھائی پھر جلد ہی دستبردار ہوگئے، اس گروہ کے سردار، غازی خان، وجیہ اور ابراہیم خان دوست نے اطاعت اختیار کر لی۔ بادشاہ (اکبر) نے وہ علاقہ ملک ان ہی کو واپس کر دیا۔

اکتیسویں سال جلوس (الہی) میں جب راجا بھگونت داس[1] کو جنون کی وجہ سے راجستان کی حکومت سے علاحدہ کر دیا تو اس کی بجائے اسمعیل قلی خان (حاکم) مقرر ہوا۔ اسی وجہ سے اس نے ناشایستہ خواہشات کا اظہار کیا۔ اس لیے وہ (بادشاہ) کی نظر سے گر گیا اور حکم ہوا کہ اس کو دریائے سندھ کے راستے سے حجاز [دارالسلام] بھیج دیا جائے۔ مجبوراً اس نے بہت خوشامد اور گڑگڑا کر زاری کی۔ اگرچہ اس کو معاف کر دیا گیا لیکن وہاں (حکومت راجستان) سے ہٹا کر یوسف زئیوں کی تادیب کے لیے مقرر ہوا۔

نیرنگیٔ فلک دیکھیے کہ جنگ ہوا کی خرابی کی وجہ سے سوات اور باجوڑ کی وادیوں میں محمد قاسم کی سرداری بحال ہوگئی۔ اس قوم کے سردار اپنے آپ، خان (اسمعیل قلی خان) کے پاس آئے اور اطاعت کا اظہار کیا۔ زین خان، حاکم زابلستان نے جلالہ روشانی کا سختی سے تعاقب کیا کیونکہ وہ تیراہ کے راستے سے اس کوہستان میں داخل ہوا تھا۔ زین خان اپنی سابقہ سرمندگی کی تلافی کی غرض سے، جو اسے بیربر کے ہنگامے میں اٹھانی پڑی تھی، کوہستان میں آیا۔ صادق خان کو دربار اکبری سے حکم ہوا کہ وہ سوات کے علاقے میں ٹھہرے تاکہ جلالہ جدھر بھی گزرے، گرفتار ہو جائے۔ اسماعیل قلی خان، جو اس علاقے کا تھانے دار تھا، صادق خان کے آنے سے آزردہ ہوگیا اور راستے (دروں) کو خالی چھوڑ کر دربار شاہی کو چلا گیا۔ اتفاقاً جلالہ کو راستہ مل گیا اور وہ نکل گیا۔ اس وجہ سے اسماعیل قلی خان کچھ مدت نظروں سے گرا رہا۔

۱۔ بھگونت داس کے نام کے اختلاف کے سلسلے میں ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول (طبع دوم) صفحہ ۳۵۳ (انگریزی ترجمہ از بلاک مین) (ب)

تیئسویں سال جلوس اکبری میں اسمٰعیل قلی خاں، حاکم گجرات مقرر ہوا۔ جب چھبیسویں سال جلوس اکبری میں شاہزادہ سلطان مراد کا گورنر تعینات ہوا تو اسمٰعیل قلی خاں، شہزادے کا وکیل مقرر ہوا لیکن اس نے اتالیقی کے فرائض اچھی طرح انجام نہیں دیے۔ اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں اس کی بجائے صادق بھیجا اور وہ حضور میں طلب کر لیا گیا۔ [۱۰۶] اکتیسویں سال جلوس اکبری میں اس کو دہلی جانے کا حکم ہوا، جو اس کی جاگیر میں تھا اور جاگیر کی آبادی میں کوشش کرے۔ چالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۵ھ میں چار ہزاری منصب پر سرفراز ہوا۔

کہتے ہیں کہ وہ (اسمٰعیل قلی خاں ذوالقدر) بہت عیاش تھا۔ خوراک، لباس، فرش اور ظروف میں بہت تکلف کرتا تھا۔ ایک ہزار دو سو عورتیں رکھتا تھا۔ جب دربار شاہی میں جاتا تو ان کے ازاربندوں پر مہر لگا جاتا تھا۔ آخر سب (عورتیں) تنگ آ گئیں اور انہوں نے اتفاق کر کے اس کو زہر دے دیا[1]۔ اس کے بیٹے ابراہیم قلی، سلیم قلی اور خلیل قلی، عہد اکبری میں مناسب منصبوں پر فائز تھے۔

۱۵

آصف خاں میرزا قوام الدین جعفر بیگ

(وہ) مرزا بدیع الزماں ولد آقا ملائے دوات دار قزوینی کا مشہور بیٹا ہے۔ مرزا بدیع الزماں، شاہ طہماسپ صفوی، دارائے ایران کے زمانے میں کاشان کا وزیر تھا۔ مرزا جعفر بیگ بھی اپنے دادا اور باپ کے ہمراہ بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا۔ بائیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۵ھ (۱۵۷۷ء) میں اپنے عین عالم شباب میں عراق سے ہندوستان آیا اور اپنے چچا مرزا غیاث الدین علی آصف خاں بخشی کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا جو ایدر کی جنگ سے فارغ ہو کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچا

۱۔ مزید حالات کے لیے دیکھیے آئین اکبری اول (طبع دوم) صفحہ ۳۸۹-۸۸ (انگریزی ترجمہ از بلاک مین) (ب)

تھا۔ اکبر بادشاہ نے دو سو کا منصب دے کر آصف خان کی داخلی (اتالیق دستہ فوج) میں مقرر کیا۔ وہ اس کم منصب سے راضی نہ ہوا، بیزار ہو کر سلام اور آنا جانا موقوف کر دیا۔ بادشاہ نے اسے ... بھیجا۔ ... شاہ خان کے ساتھ بنگال بھیج دیا ... کی ... ہوا [۲۰۰]۔ بہت حیرانی ہوئی اور اس خبر کو وہاں پہنچتے ہی ... نہ تھے نہ وہ زندہ واپس نہیں آتا تھا۔

کہتے ہیں کہ قاسم کاہی ... مولانا ... سے جو ایک ... شاعر تھا اور آزادانہ زندگی بسر کرتا تھا، اکبر میں جعفر بیگ نے اس کا حال دریافت کیا ... (جان) ... ہوا۔ کہا "واجب ہوں ... " مرزا نے کہا "کیا کروں ... حاضر ہوں" ... نے کہا "بر کر اس ... کر وہی خدا ہے جس نے امام حسین جیسے (معصوم) کو کربلا میں ... شہید کرا دیا"۔

اتفاق سے جب مرزا جعفر بیگ، بنگالہ پہنچا تو وہاں کا صوبیدار خان جہاں ترکمان ... تھا، وہ مر گیا۔ اس کی جگہ مظفر خان تربتی صوبہ دار مقرر ہوا۔ ... جاگیرداروں کی بغاوت اور معصوم خان کابلی کی شورش کی خاک اس علاقے میں ... شروع ہوئی۔ بات یہاں تک بڑھی کہ مظفر خان ٹانڈہ کے قلعے میں آخر محصور ہو گیا۔ مرزا (جعفر بیگ) اس کے ہمراہ تھا، جب باغیوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے مار ڈالا تو اس کے اکثر ساتھی طلب زر کی وجہ سے بکڑے ... مرزا (جعفر بیگ) نے ظرافت اور نکتہ آفرینی کی وجہ سے اس ... زبانی پائی اور اس نے فتح پور سیکری میں دربار شاہی میں حاضر ہو کر اظہار اطاعت کیا۔

... آدمیوں نے ... و ... اٹھائی تھی مگر وہ اپنے اقبال کی ...

۔ بیستی [۲۰] کا منصب تھا دو سو غلط ہے۔ ملاحظہ ہو مغل امرا ... صفحہ ۱۶۰ [ب]

رہنمائی کی وجہ سے دربار شاہی میں حاضر ہو گیا ۔ یہ بات (اکبر) بادشاہ کو پسند آئی ، تھوڑی ہی مدت میں دو ہزاری منصب اور آصف خاں کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔ قاضی علی بخشی بیگی کے تبادلہ کے بعد وہ میر بخشی کے عہدہ پر فائز ہؤا[1] [۱۰۸] اور رانا اودے پور کی تنبیہ و تادیب کے لیے مقرر ہوا ۔ اس نے لوٹ مار اور قتل و غارت گری میں کوئی کسر باقی نہ رکھی ۔

تیسویں سال جلوس اکبری میں جب اسماعیل قلی خاں در تہان کے درے کو خالی چھوڑنے کی وجہ سے جلال الدین روشنائی بھاگ گیا اور وہ (اسماعیل قلی خاں) معتوب ہؤا تو اس کی بجائے سوات کے علاقے کی تھانے داری پر (مرزا جعفر بیگ) مقرر ہؤا ۔

سینتیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۰ھ (۲-۱۵۹۱ء) میں جب جلالہ روشنائی نے جو عبداللہ خاں اوزبک والی توران کے پاس چلا گیا تھا ، وہاں سے ناکام آ کر تیراہ کی گھاٹیوں میں فساد شروع کیا تو آفریدی اور اورک زئی اعیان (وفاداری کے) عہد کو توڑ کر اس سے مل گئے ۔ اس وقت آصف خاں دربار شاہی سے اس کے خاتمے کے لیے مقرر ہؤا ۔ ۱۰۰۱ھ (۳-۱۵۹۲ء) میں (آصف خاں نے) زین خاں کوکہ کے ہمراہ جلالہ کو سخت سزا دی اور اس کے اہل و عیال کو وحدت علی کے ساتھ ، جو اس کا بھائی کہا جاتا ہے اور دوسرے رشتہ داروں اور ساتھیوں کو ، جو چار سو کے قریب تھے ، (آصف خاں) گرفتار کر کے (اکبر بادشاہ کے) حضور میں لایا ۔

انتالیسویں سال جلوس اکبری میں کشمیر ، مرزا یوسف خاں سے لے کر احمد بیگ خاں ، محمد قلی افشار ، حسن عرب وغیرہ بدخشی سرداروں کی تنخواہ میں مقرر ہؤا ۔ آصف خاں کو حکم ہؤا کہ اس ولایت (کشمیر)

---

۱ ۔ آصف خاں ۹۹۹ھ (۱-۱۵۹۰ء) میں میر بخشی بنایا گیا جب اکبر بادشاہ کابل جا رہا تھا ۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری صفحہ ۵۱ (ق)

تو نئے جاگیرداروں کے سپرد کیا جائے اور رعد ان اور ...کاری جانور خالصے کے لیے رکھے جائیں۔ قاضی علی کے دستور (بندوبست) کے مطابق تیس لاکھ ہزار مال گزاری مقرر ہوئی اور ہر ...وار) میں ...تیس دام مقرر ہوئے۔ جائداد کی تقسیم بہت سلیقے سے کرنے کے بعد ۱۰۰۹ھ آصف خاں دس دن میں ... سے لاہور پہنچ گیا۔

جب متفرق جاگیرداروں کی وجہ سے مملکت کشمیر ویران ہونے لگی تو بیالیسویں سال جلوس میں وہاں کی حکومت آصف خاں کے سپرد ہوئی۔ چوالیسویں سال جلوس ۱۰۰۸ھ (۱۵۹۹ء) میں رائے پتر داس کے بجائے ... کے بعد آصف خاں "دیوان کل" کے عہدہ پر سرفراز ہوا اور اس نے دو سال تک بہت استقلال سے اس خدمت کو انجام دیا۔

جب ۱۰۱۳ھ (۵-۱۶۰۴ء) میں شاہزادہ سلطان سلیم بغاوت ختم کر کے مریم مکانی کی مزیت کی غرض سے اپنے باپ اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو بارہ روز وہ غسل خانہ (دیوان خانہ) میں نظر بند رہا، اس کے بعد عنایات و الطاف شاہانہ سے سرفراز ہوا۔ اور یہ طے پایا کہ گجرات کے صوبے کو وہ اپنی جاگیر میں رکھے اور صوبہ الہ آباد و بہار کو، جن پر اس نے زبردستی قبضہ کر رکھا ہے، چھوڑ دے۔ آصف خاں بہار کا صوبے دار مقرر ہوا اور تین ہزاری منصب پا کر آصف خاں اپنے علاقے کو روانہ ہوا۔

جب جہانگیر تخت سلطنت پر مسند نشین ہوا تو اس نے آصف خاں کو اپنے حضور میں بلا کر شاہزادہ سلطان پرویز کی اتالیقی پر مقرر کیا۔ لیکن وہ رانا کی تنبیہ و تادیب کے لیے بھیج دیا گیا کیونکہ وہ اس وقت کا ایک تازہ مسئلہ تھا۔ مگر سلطان خسرو کی بغاوت کی وجہ سے وہ راستے سے واپس آ گیا۔

دوسرے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۵ھ (۷-۱۶۰۶ء) میں کابل کو جہانگیری لشکر کے کوچ کرتے وقت شریف خاں امیرالامراء کی بجائے آصف خاں، وکالت کے عہدہ اور پنج ہزاری منصب، پر فائز ہوا اور اسے قلم دان مرصع عنایت ہوا [۱۱۰] (شریف خاں) سخت بیماری کی وجہ سے

لاہور میں رہ گیا ۔ جب دکن کے دنیا داروں (افسروں) خصوصاً ملک عنبر حبشی نے اکبر بادشاہ کے مرنے کے بعد کم فرصتی اور دبو پانے کی وجہ سے سرکشی اختیار کی اور بالا گھاٹ کے بہت سے شاہی محلات پر قبضہ کر لیا تو خانخاناں نے ہنگامہ اور شورش کی وجہ سے ابتدا میں (سرکشی) کی اس آگ کو فرو نہ کیا بلکہ چھوڑ دیا ، یہاں تک کہ یہ آگ بھڑک اٹھی ۔ اس کے بعد اس نے خود دکن کی مہم پر توجہ کی اور امداد کی درخواست کی ۔ جہانگیر نے سلطان پرویز کو ، آصف خان مرزا جعفر کی اتالیقی میں دکن کی مہم پر مامور فرمایا ، اور بڑے بڑے امراء مثلاً راجا مان سنگھ ، خان جہاں لودی ، امیرالامراء ، خان اعظم اور عبداللہ خان ایک دوسرے کے بعد دکن روانہ ہوئے ۔ ان میں سے ہر ایک ایک ملک فتح کرنے کے لائق تھا ۔ لیکن شہزادہ (سلطان پرویز) کی بے لیاقتی ، شراب کی کثرت اور لوٹ مار کی وجہ سے کوئی کام نہ بن سکا بلکہ امراء کے نفاق کی وجہ سے جس مرتبہ بھی لشکر بالا گھاٹ گیا ، خرابی اور رسوائی کے ساتھ واپس ہوا ۔ اس رتبے اور سرداری کے باوجود آصف خاں اختلافات کی وجہ سے کوئی کامیابی حاصل نہ کرسکا ۔ ساتویں جلوس جہانگیری، ۱۰۲۲ھ (۱۶۱۲ع) میں وہیں (بالا گھاٹ میں) اجل طبعی سے مر گیا ۔ ''صد حیف ز آصف خاں'' تاریخ ہے[1] ۔

(آصف خاں) یکتائے روزگار (امیر) تھا ۔ ہر فن میں صاحب کمال ، ہر ہنر میں ماہر اور اس کی تیز عقل اور بلند فطرت کی دنیا میں شہرت تھی ۔ خود کہتا تھا کہ جس بات کو میں بظاہر نہ سمجھ سکوں ، وہ بے معنی بات ہوگی ۔ کہتے ہیں کہ ایک نگاہ میں تمام سطر پڑھ لیتا تھا ۔ فراست ، کارکردگی [۱۱۱] ملکی اور مالی کاموں کے امراء میں وہ بڑی دست گاہ رکھتا تھا ۔ اس کا ظاہر و باطن درست تھا ۔ شعر و ادب میں وہ بہت متانت کا مالک تھا ۔ شیخ نظامی گنجوی کے بعد ، اعتقاد کلی کے ساتھ مثنوی خسرو و شیریں (آصف خاں کے سوا) کسی دوسرے شخص

---

۱ ۔ آصف خاں کا انتقال برہان پور میں ہوا ، تزک جہانگیری صفحہ ۱۰۸ (ن)

نے نہیں لکھی ہے[1]۔ خسرو و شیریں کی عشرت آرائی کے متعلق وہ کہتا ہے۔

بہوس مطلب عنان [illegible] خود دم
سر دست [illegible] دنیا حمام
حریفان نے بس دادن اسادہ [illegible]
[illegible] نہ ہم [illegible] است و [illegible]
[illegible]
[illegible] تپ [illegible] اس [illegible]
[illegible] نکرد و [illegible] سرمست
[illegible] حمام و [illegible] و [illegible]
[illegible] دم ز آب [illegible]
[illegible] بوسہ [illegible] دامن [illegible]

یہ چند اشعار [illegible] اسی کے ہیں۔

ہر کس کہ [illegible] ناتو — [illegible] سزور [illegible]
انا جو بوئے [illegible] — دل پہلوئے ماجرا نشیند
از حق مگریز می‌توان دید — [illegible] اگر خدا [illegible]
جعفر رہ کوئے یار دانست — مشکل کہ دگر ز پا نشیند

[۱۱۲]

دیگر

شد حال غیر ظاہر بروے زیک نغاش
در بوالہوس سامی باشد محک نعافل[2]

۱۔ اس مثنوی کا نام جہانگیر کے نام پر نورنامہ رکھا گیا ہے۔ تزک جہانگیری صفحہ ۱۰۸ (ف)

۲۔ شیخ فرید بھکری نے جو اشعار بطور نمونہ نقل کیے ہیں وہ ان اشعار کے علاوہ ہیں۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃالخوانین جلد اول صفحہ ۱۸۸—۱۸۹ (ف)

کہتے ہیں کہ گل ، گلزار ، باغ اور چمن کا بہت شوق رکھتا تھا ۔ پیڑ اور پودے خود اپنے ہاتھ سے لگاتا تھا ۔ اکثر روزانہ پھاوڑے سے خود کام کرتا تھا (زمین کھودتا تھا)۔ بہت سی عورتیں اس کے پاس تھیں ۔ اس کی آخری بیماری میں سو عورتوں کو اس نے اپنے محل سے علاحدہ کیا ۔ اس نے اپنی اولاد میں بہت سی لڑکیاں اور لڑکے چھوڑے لیکن اس کے بیٹوں میں سے کوئی نام ور نہ ہوا ۔ مرزا زین العابدین ہزار و پانصدی ذات و ہزار و پانصدی سوار کے منصب تک پہنچا اور دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں اس کا انتقال ہوا ۔

اس کا بیٹا مرزا جعفر جو اپنے دادا کا ہم نام اور ہم تخلص تھا ، شعر خوب کہتا تھا ۔ ہر موسم میں جانوروں کو جمع کرنے کا اسے بہت شوق تھا ۔ زاہد خاں کوکہ ، مرزا ساقی پسر سیف خاں اور اس کے درمیان بہت گہرے تعلقات تھے۔ اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) ان کو ''سہ یار'' کہتا تھا ۔ آخر میں اس نے منصب ترک کر کے اکبر آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی ۔ شاہجہاں اس کو سالانہ وظیفہ دیتا تھا اور عہد عالمگیری میں اس (وظیفے) میں اضافہ ہوا ۔ ۱۰۹۴ھ (۱۶۸۳ء) میں اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ۔ یہ اشعار اس کے ہیں :

نمی دہند بہر بوالہوس ریاست عشق
کسے کہ باب سردار گشت سردار است [۱۱۲]

دیگر

دریں کہ کوہکن از ذوق داد جان چہ سخن
ہمیں کہ تیشہ بسر دیر زد سخن باقی ست
ہزار بلبل شوریدہ خاک شد جعفر
ہنوز رسم خود آرایی چمن باقی ست

آصف خاں کے لڑکوں میں سہراب خاں تھا جو شاہجہان کے زمانے میں پندرہ سو (۱۵۰۰) ذات و ہزار سوار کے منصب پر پہنچ کر موت ہو گیا۔ ایک

اور لڑکا مرزا علی اصغر تھا جو تمام بھائیوں میں عیاش اور آزاد تھا۔ زبان پر قابو نہ رکھتا تھا ۔ نامناسب اور نامعقول باتیں کرتا تھا ۔ پرینده کی مہم میں اس نے شہزادہ شاہ شجاع اور مہابت خان سپہ سالار کے درمیان اختلاف پیدا کرا دیا ۔ اس کے بعد وہ جھجھار بندیلہ کی مہم پر متعین ہوا ۔ جب دھامونی کا قلعہ دار رات کی تاریکی میں باہر آیا تو لشکر کے سپاہی قلعے میں داخل ہوگئے اور انہوں نے خوب مال لوٹا ۔ مصور خان دوران لوٹنے والوں کو ممانعت کرنے کی عرض سے قلعے میں پہنچ ۔ جنوب کی طرف سے کسی شخص نے فریاد کی کہ ایک برج میں تمام دشمن جمع ہیں ۔ علی اصغر نے کہا کہ میں جا کر ان کو گرفتار کرتا ہوں ۔ ہر چند خان دوراں نے منع کیا کہ رات ہے، اس وقت کے تمام گروہ میں جب کہ دوست و دشمن کی تمیز نہیں ہے ۔ جانا مناسب نہیں ہے ۔ وہ نہ مانا اور اس طرف دوڑ گیا ۔ جب وہ قلعے کی دیوار پر چڑھا [۱۰۴] تو اچانک مشعل کی چنگاری جو دشمنوں نے مال کی نگرانی و تلاش کی وجہ سے روشن کی تھی، باروت کے ایک ڈھیر پر گری اور آگ پکڑ گئی ۔ (یہ ڈھیر) ایک برج کی تہ میں (بوسیدہ) تھا، وہ تمام برج اس طرف کی اسی گز زمین کے ساتھ کہ جس کی چوڑائی دس گز تھی، اڑ گیا ۔ علی اصغر اور اس کے کچھ ساتھی اور تمام دشمن، جو دیوار پر تھے، ہوا میں اڑ کر ختم ہوگئے ۔

معتمد خاں بخشی کی لڑکی اس کے گھر میں تھی ۔ چونکہ وہ اس سے مستفید نہ ہوا تھا، اس واقعہ کے بعد بادشاہ کے حکم سے خان دوراں نے اس (معتمد خاں بخشی کی لڑکی) کے ساتھ نکاح کرلیا ۔

۱۶

افضل خان شیخ عبدالرحمٰن

علامی فہامی شیخ ابوالفضل کا بیٹا تھا ۔ باپ کی خدمت میں تربیت حاصل کی ۔ پینتیسویں سال جلوس اکبری میں سعادت یار کوکہ کی بھتیجی کے ساتھ اس کی شادی ہوئی ۔ جب اس کے لڑکا پیدا ہوا تو بادشاہ

سے "نشوتن" نام رکھا جو عجم (ایران) کے پہلوان اسفندیار کے بھائی کا نام تھا ۔ جس وقت شیخ ابوالفضل دکن کی سپہ سالاری پر مامور ہؤا تو وہ (عبدالرحمٰن) شیخ (ابوالفضل) کا "بیر روئے ترکش" (بہترین نمائندہ) تھا ۔ جو کچھ کام ہوتا تھا یا جہاں ضرورت ہوتی تھی شیخ عبدالرحمٰن کو دوڑاتا تھا ۔ وہ اس کام کو نہایت شوق اور توفیق سے انجام دیتا تھا ۔

چھیالیسویں جلوس اکبری میں جب ملک عنبر حبشی نے علی مردان بہادر حاکم تلنگانہ کو مغلوب کر کے اس صوبے پر قبضہ کر لیا تو شیخ (ابوالفضل) نے اس کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ گنگا (گوداوری) کے کنارے سے اس طرف بھیجا اور شیر خواجہ کو [ش ۱۱۱] جو پٹھری میں تھا اس کی مدد کے لیے روانہ کیا ۔ شیخ عبدالرحمٰن نے شیر خواجہ کے ہمراہ ناندیر کے قریب گنگا (گوداوری) کو عبور کیا ۔ ماجرا دریا کے قریب ملک عنبر سے مقابلہ ہؤا اور شیخ عبدالرحمٰن کو فتح حاصل ہوئی ۔ حق یہ ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن بہادری اور تجربہ‌کاری کے ساتھ شیخ (ابوالفضل) کے معاملات کو سنبھالنے والا تھا ۔ اس بات کے باوجود کہ جہانگیر بادشاہ اس کے والد (شیخ ابوالفضل) سے کبیدہ خاطر تھا ، وہ (شیخ عبدالرحمٰن) اس (جہانگیر) کے دور حکومت میں اپنی ملازمت اور حسن خدمت کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اپنی خوش قسمتی اور نصیبے کے زور سے بادشاہی (جہانگیر کی) مہربانیوں سے مستفید ہؤا ۔ اسے افضل خاں خطاب اور دو ہزاری منصب ملا ۔

تیسرے سال جلوس جہانگیری میں اس (شیخ عبدالرحمٰن) کے منصب میں اضافہ ہؤا اور اسلام خاں کی بجائے بہار و پٹنہ کا صوبہ اس کے سپرد ہؤا ۔ جب گورکھ پور ، جو پٹنہ سے ساٹھ کوس ہے ، بادشاہی دربار سے ازسرنو اس کی جاگیر میں مقرر ہؤا تو افضل خاں ، شیخ حسام بنارسی اور غیاث بیگ کو ، جو اس صوبہ (بہار) کے بخشی اور دیوان تھے ، دوسرے منصب داروں کے ساتھ اسی شہر میں چھوڑ کر خود گورکھ پور چلا گیا ۔

اتفاق سے قطب نام ایک نامعقول شخص جو اوچھ[۱] کا رہنے والا تھا، فقیری کے بھیس میں علاقہ اجینہ میں، جو پٹنہ کے قرب و جوار میں واقع ہے، پہنچا اور اپنے آپ کو سلطان خسرو ظاہر کیا۔ وہاں جو شر و فساد کرنے والے لوگ تھے، ان سے طرح طرح کے وعدے کر کے ان کو دھوکہ دیا اور اپنے ساتھ ملا لیا۔ بہت قلیل عرصے میں اس نے ایک بڑی جمعیت مہیا کر لی اور حاکم کی غیر حاضری سے [۱۱۶] پٹنہ پہنچ کر قلعہ میں داخل ہوگیا۔ شیخ بنارسی اور غیاث زین خانی (حکام) پریشانی کی وجہ سے قلعے کو مستحکم و مضبوط نہ رکھ سکا اور غیاث بیگ کے ساتھ کھڑکی کے راستے سے کشتی (دریا) تک پہنچا اور بھاگ گیا[۲]۔ فتنہ پرداز لوگ افضل خاں کے مال و اسباب اور بادشاہی خزانے پر قابض ہوگئے۔ انھوں نے لوٹ لٹایا اور ایک بھاری جمعیت فراہم کرلی۔

افضل خاں نے جیسے ہی یہ خبر سنی تو فوراً اس (قطب) کی سرزنش و تادیب کے لیے روانہ ہوگیا۔ اس جعلی (خسرو) نے قلعے کو مستحکم کر لیا اور دریائے پن پن کے کنارے فوج لے کر مقابلے کے لیے آ گیا۔ تھوڑے سے مقابلے کے بعد اس کی جماعت بھاگ گئی۔ دوسری مرتبہ پھر وہ قلعے تک پہنچا۔ افضل خاں اس کے پیچھے پیچھے قلعے میں پہنچا۔ اس عاقبت خراب نے ہاتھ پاؤں مارے اور چند آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا مگر گرفتار ہوا اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔

جب یہ حالات جہانگیر بادشاہ کو معلوم ہوئے تو اس نے فرمان جاری کیا کہ بخشی، دیوان اور دوسرے منصب دار، کہ جنھوں نے شہر کی حراست کے موقعے پر سستی برتی ہے، ان کا سر اور داڑھی مونڈھی جائے، مقنعہ پہنایا جائے، گدھے پر الٹا (دم کی طرف منہ) کر کے بٹھایا جائے۔ اس حالت میں وہاں (پٹنہ) سے ان کو شاہی دربار بھیجا جائے اور شہر و قصبات میں سرراہ ان کی تشہیر کی جائے تاکہ تمام

۱۔ اوچھ، ضلع بہاول پور (مغربی پاکستان) میں واقع ہے۔ اسٹیشن ڈیرہ نواب صاحب (احمد پور شرقیہ) سے اوچھ کو اس جاتی ہے۔ یہ قصبہ تین حصوں اوچ بخاری، اوچ گیلانی اور اوچ موغلاں پر مشتمل ہے (ق)

۲۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری صفحہ ۸۴–۸۵ (ف)

کوتاہ اندیش نامردوں کو اس سے عبرت ہو۔ اسی زمانے میں افضل خاں بھی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ جہانگیر بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا۔ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کے بعد ایک مدت تک بیماری و رنج میں مبتلا رہا اور آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں فوت ہوا[۱] [۱۱۷]

۱۷

اسلام خاں چشتی فاروقی

ان کا نام شیخ علاؤالدین تھا۔ شیخ ... فتح پوری کے پوتوں میں تھے، اپنے عزیزوں اور خاندان میں نیک اخلاق اور اچھی صفات کے مالک تھے۔ چونکہ جہانگیر سے کوکلتاشی (رضاعی بھائی) کی نسبت رکھتے تھے اس لیے بادشاہی منصب اور عزت و اعتبار کے مالک تھے۔ علامی فہامی شیخ ابوالفضل کی بہن ان سے منسوب تھی۔ جب جہانگیر بادشاہ تخت حکومت پر بیٹھا تو ان کو اسلام خاں کا خطاب، پانچ ہزاری منصب اور بہار کی صوبے داری ملی اور دوسرے سال جلوس جہانگیری میں جہانگیر قلی خاں لالہ بیگ کے انتقال کی وجہ سے بنگالہ کی وسیع مملکت کی صوبے داری پر سرفراز ہوئے۔ چونکہ وہ ملک، شیر شاہ کے زمانے سے افغان امیروں کے قبضے میں تھا اس لیے اکبر بادشاہ کے عہد میں بڑی فوج اور بھاری لشکر، بڑے افسروں کی ماتحتی میں مقرر ہوئے۔ ایک زمانے تک بڑی تلاش، تردد اور دوڑ دھوپ کے بعد کامیابی ہوئی اور وہ قابض گروہ ختم ہوا۔ اس قوم کے باقی لوگ سرحدوں پر رہ پڑے۔ ان میں سے میاں عثمان خاں نسر ملوئے اوہانی با حیثیت ہوا اور اس نے دوبارہ بادشاہی فوج سے مقابلہ کیا۔ خاص طور سے راجا مان سنگھ کی حکومت کے زمانے ہی اگرچہ بہت کوشش ہوئی مگر اس (عثمان خاں) کی بغاوت کا کانٹا ختم نہ ہوا۔

جب اسلام خاں کی باری آئی تو ایک فوج شیخ کبیر شجاعت خاں

۱۔ عبدالرحمٰن کا لڑکا بشوتن شاہجہاں کے پندرھویں سال جلوس میں فوت ہوا اور افضل خاں عبدالرحمٰن ۱۶۱۳ء میں فوت ہوا (ق)

کی سرداری میں ، جو خان مذکور کا قریبی رشتہ دار تھا ، الٰہ نگر (راج محل) کے امراء سے ترتیب دی گئی اور اس (عثمان خاں) کے سر پر حملہ کی گئی [۱۱۸] اس بہادر زور آور نے بڑی بہادری اور شجاعت کے ساتھ ایک لڑائی کے بعد عثمان خان کو ختم کر دیا کہ اس (شجاعت خاں) کے سامنے رسم و اسمار کے کارنامے ہیچ معلوم ہوتے ہیں ۔ اس (عثمان خاں) کے بھائی نے اطاعت قبول کرلی ۔

(اسلام خاں) اس اچھی خدمت کے بدلے میں ساتویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۲ع) میں شش ہزاری منصب سے سرفراز ہوئے اور آٹھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۲ھ (۱۶۱۳ع) میں ان کا انتقال ہوا[۱] ۔ ان کی نعش کو فتح پور سیکری لے گئے جو ان کے آباء و اجداد کا مولد و مدفن ہے ۔ ان کے حالات بہت عجیب و غریب ہیں ۔ ان کی نیکی اور پرہیزگاری کا یہ حال تھا کہ انھوں نے اپنی زندگی میں کبھی مسکرات اور منہیات کا ارتکاب نہیں کیا ۔ ان اوصاف کے باوجود صوبہ بنگالہ کی تمام رقاصہ طوائفیں ، لولی ، ہورکنی ، کنچنی اور ڈومنی اسی ہزار روپیہ ماہانہ ہر نوکر رکھیں اور ایک سال میں نو لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ ان کو دیتے تھے ۔ لوگ زیور اور مختلف ریشمی کپڑوں کے خوان لے کر کھڑے ہو جاتے اور وہ (اسلام خاں) ان کو انعام دیتے تھے ۔ ان کی امارت کا سامان ایسا تھا کہ "جھروکہ درشن خاص و عام" اور "غسل خانہ" (دیوان خانہ) کو عمل میں لاتے تھے کہ جو بادشاہوں کے لیے مخصوص ہے اور ہاتھی لڑاتے تھے ۔ لباس میں تکلف نہیں کرتے تھے ۔ پگڑی کے نیچے ناقیہ (ٹوپی) رکھتے تھے اور جامہ کے نیچے پیراہن (قمیص) پہنتے تھے ۔ ان کے دسترخوان پر مختلف کھانوں کی پرتکلف ایک ہزار لنگریاں[۲] ہوتی تھیں ۔ لیکن [۱۱۹] ان کے سامنے سب سے پہلے جوار باجرے کی روٹی ، ساگ

۱ - ۵ - رجب ۱۰۲۲ھ مطابق ۲۱ - اگست ۱۶۱۳ع کو انتقال ہوا (ب)

۲ - لنگری لکڑی کی روغن کی ہوئی سینی کو کہتے ہیں جو لکڑی کے طشت کی طرح بہت بڑی ہوتی ہے اور ایک مسلم گوسفند بریاں اس میں رکھا جا سکتا تھا (غبار خاطر از مولانا ابوالکلام آزاد صفحہ ۲۹۷ مکتبہ مصطفائی ، لاہور بغیر سال طباعت) (ف)

اور عزت خطرے میں ہے ۔ اس (جمال خاں) کی کوشش سے عام بلوہ ہوگیا اور لوگوں نے قلعے کے دروازہ کو آگ لگا دی ۔ مرزا خاں مجبوراً حبیر کی طرف بھاگ گیا اور انہوں نے قلعے میں داخل ہوکر اردستوں کو خوب قتل کیا ۔ مرزا محمد تقی نظیری ، مرزا صادق اردوبادی ، اور امین اعرالدین استرابادی ۔ کہ ان میں سے ہر ایک پیشوائی اور امارت کا منصب رکھتا تھا اور اپنے عہد میں مروجہ کمالات (علوم) میں بہت اہم میں اپنی مثال نہ رکھتا تھا ، ان دو عام اور شریف بھوں اور نوکر اور سوداگروں کے ساتھ قتل کر دیا اور مرزا خاں کو بھی حبیر سے گرفتار کر کے لائے اور اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بازار لٹکائے ۔

جمال خاں نے ، جو مہدوی مذہب تھا ، اسمٰعیل شاہ کی بادشاہی پر اپنا قبضہ و اقتدار جما لیا ۔ وہ (اسمٰعیل شاہ) کم عمر تھا [۱۲۲] اس کو اپنے مذہب پر لے لیا اور شیعوں کا خطبہ ختم کر دیا اور مہدوی جماعت کی ترقی میں بہت کوشاں ہوا ۔ تقریباً دس ہزار مہدوی سوار جمع کر لیے ۔ اس زمانے میں یہ قوم (مہدوی) ہر طرف سے آ کر احمد نگر میں جمع ہوگئی ۔ سیدالہداد ، جو سید محمد جون پوری کے ہوتوں (اولاد) میں ہیں کہ جنھوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا تھا ، اپنے بیٹے سیدابوالفتح کے ساتھ دکن میں آئے ۔ چونکہ سیدالہداد ، زہد ، ریاضت ، تقویٰ اور پرہیزگاری میں مشہور تھے ، جمال خاں نے ان سے خلوص کا بہت اظہار کیا اور اپنی لڑکی کو ان کے لڑکے سیدابوالفتح کے ساتھ منسوب کر دیا ۔ وہ سید زادے (ابوالفتح دکنی) فوراً بلند مراتب پر پہنچ گئے اور بہت اسباب و حیثیت کے مالک ہوئے ۔

جب برہان شاہ ، دکن کی اکھاڑ پچھاڑ اور اپنے بیٹے کی حکمرانی سے واقف ہوا تو اکبر بادشاہ سے رخصت لے کر اپنے موروثی ملک پہنچا اور راجا علی خاں فاروقی اور ابراہیم عادل شاہ کی مدد سے روانہ

دھیڑہ' کے قرب و حوالی میں جہاں خاں سے جنگ کی اور اپنی فتح کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اتفاق سے بندوق کے زخم سے جہاں خاں مارا گیا اور اسمٰعیل نظام شاہ قید ہوا۔

ع "رواج مذہب" مہر جہاں گرفت
۹۹۶ + ۳

۹۹۹ھ (۱۵۹۱ع)

معمے کے طرز پر اس واقعے کی تاریخ ہے

برہان نظام شاہ نے ازسرنو امامیہ مذہب کو رواج دیا۔ مہدویوں کو قتل کرنے اور ان کے مال لوٹنے کا عام حکم دے دیا۔ تھوڑی ہی مدت میں ان کا نام و نشان نہ رہا۔ سید ابوالفتح اپنی بیوی کے بھائی کے ساتھ جو جہاں خاں کا لڑکا تھا، گرفتار ہوئے [۱۲۳] اور ایک مدت تک قید میں رہے۔ پھر زمانہ گزرنے کے بعد قید خانے سے بھاگ کر جہاں خاں کی منتشر فوج کو جمع کیا اور بیجاپور کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے علی آقا ترک خاں کو ان کے سر پر مقرر کر دیا۔ اتفاقاً علی آقا مارا گیا، سید ابوالفتح نے ہاتھیوں اور گھوڑوں پر قبضہ کیا اور کامیاب ہوئے۔ عادل شاہ نے ان (ابوالفتح) کو ایک عمدہ منصب اور پرگنہ کوہ‌ک کی تنخواہ دے کر مطمئن کیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد غداری کا خیال کیا۔ سید ابوالفتح وقت کے تقاضے کے بموجب واندہ اور اپنی بیوی کو گھوڑوں پر سوار کر کے اکیلے برہان پور دوڑے، خانخاناں (عبدالرحیم) نے ان کے آنے کو بہت اچھا خیال کیا اور پانچ ہزاری منصب تجویز کیا اور طبل و نقارہ کا

(۱) - فرشتہ نے اس کو گھاٹ روہن‌گیر لکھا ہے اور بتایا ہے کہ جہاں خاں نے اس راستے کو بند پایا تو وہ دوسرے دشوارگزار راستے سے برہان شاہ پر حملہ‌آور ہوا - نیز ملاحظہ ہو اکبرنامہ جلد سوم صفحہ ۵۸۷ - اس میں جنگ کے مقام کا نام فرداپور بتایا گیا ہے جو اجنتا کے غاروں کے پاس ہے - لڑائی ۱۳ - رجب ۹۹۹ (۲۷ - اپریل ۱۵۹۱ع) کو ہوئی (ب)

مالک بنا دیا - اس کے بعد مانک پور کی جاگیر اور الہ آباد کی صوبے داری پر پہنچے اور اس علاقے میں شجاعت و مردانگی میں بہت شہرت حاصل کی۔ آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں شہزادہ سلطان خرم (شاہجہاں) کے ہم راہ رانا کی مہم پر مقرر ہوئے اور ۱۰۲۳ھ (۱۶۱۴ء) میں بہ مقام کوتھل میر میں بیمار ہوئے اور نور ماندل میں انتقال ہؤا۔

میر سید محمد جون پوری مہدویہ سلسلے کے بانی ہیں، وہ اویسی مشرب تھے، روحانی فیض سے مالا مال تھے اور ظاہری و باطنی علوم میں بہت دست گاہ رکھتے تھے۔ کچھ لوگ (ان کو) شیخ دانیال کا مرید و خلیفہ سمجھتے ہیں کہ جو راجی حامد شاہ مانک پوری کے خلیفہ ہیں۔ وہ (سید محمد جون پوری) سنی مذہب تھے۔ ۹۰۶ھ[1] کے آخر میں ان کے حالات میں انقلاب ہؤا اور وہمی طور پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ انہوں نے مہدیٔ وقت ہونے کا دعویٰ کیا۔ بہت سے لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے [۱۳۴] اور ان سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ کہتے ہیں کہ جب اس کیفیت سے افاقہ ہؤا تو اس دعویٰ کو چھوڑ دیا لیکن ایک جماعت، کہ جس نے ان کو اصل حالت کی طرف واپس ہوتے نہ دیکھا، وہ اسی اعتقاد پر رہی۔ ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ ''انا مہدی'' میں مہدی ہوں۔ سے ان کی مراد ''مہدی ہادی'' ہدایت کرنے والے مہدی کی ہے۔ شریعت میں جس مہدی موعود کا ذکر ہے، وہ نہیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ واقعے کے طور پر سید (محمد جون پوری)

---

۱ - اصل کتاب میں ۹۶۰ھ دیا ہے جو غلط ہے۔ محمد جون پوری کا انتقال ۹۱۰ھ (۵-۱۵۰۴ء) میں ہؤا۔ مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (رحمٰن علی) ترجمہ محمد ایوب قادری صفحہ ۴۴۴-۴۴۸ (کراچی ۱۹۶۱ء)، رود کوثر از شیخ محمد اکرام صفحہ ۱۹-۲۶ (لاہور ۱۹۵۸ء) 'منتخب التواریخ صفحہ ۱۶۵-۱۶۶' مہدویوں کے حالات میں مولانا محمد زمان خاں شاہجہان پوری (ش ۱۲۹۲ھ - ۱۸۷۵ء) نے ایک مفصل کتاب ہدیۂ مہدویہ لکھی ہے، جو مطبع نظامی کان پور سے ۱۲۹۳ میں طبع ہوئی ہے (ف)

نے دیکھا کہ کوئی خبردار کہتا تھا کہ "انت مہدی" تو مہدی ہے لہذا انہوں نے سمجھ لیا کہ میں مہدی' موعود ہوں ۔ اسی پر ایک مدت تک رہے ، پھر وہ جون پور سے گجرات پہنچے وہاں کا حاکم سلطان محمود ہلاں ان کے ساتھ عقیدت و ارادت سے پیش آیا ۔ لوگوں کی تنگ نظری کی وجہ سے ہندوستان نہ آ سکے ۔ اس کے بعد وہ ہرات چلے گئے تاکہ اس رستے سے حجاز چلے جائیں ۔ اثنا ے سفر میں ان پر کشف ہوا کہ یہ محض امتحان تھا ۔ انہوں نے ان مریدوں سے جو ان کے ساتھ تھے ، کہا کہ حق تعالیٰ نے مہدویت کا خطرہ میرے دل سے ختم کر دیا ۔ اگر میں سلامت واپس ہوا تو میں لوگوں کو اس عقیدے سے باز رکھوں گا جو میں نے ان کے پیش کیا ہے ۔ جب فراہ پہنچے تو انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوئے ۔ گمراہی میں گرفتار جماعت جس میں بیشتر ہی افغان ہیں اور دوسری اقوام کے لوگ بھی ہیں ، انہوں نے ان کو مہدی موعود مان لیا اور اس واہی مذہب کو اختیار کر لیا ہے ۔ اس کتاب کے مؤلف (صمصام الدولہ شاہ نواز خان) کو اس گروہ کے ایک پیشوا سے ملنے جلنے کا تعلق ہوا تو معلوم ہوا کہ ان مسائل کے علاوہ جن میں ہم (جمہور اہل سنت) ان سے متفق ہیں ۔ انہوں نے حدیث سے کچھ ایسے قواعد و اصول نکالے ہیں اور ان کو اپنے معتقدات قرار دیا ہے کہ جو مذاہب اربعہ (حنفی ، شافعی ، حنبلی ، مالکی) کے اصول و فروع کے بالکل خلاف ہیں ۔ [۱۲۵]

۱۹

احمد بیگ خان کابلی

وہ چغتائی نسل سے تھا ۔ اس کے باپ دادا تیموری خاندان کے موروثی ملازم تھے ۔ سلسلۂ تیموری میں اس کے بزرگ بڑے مرتبہ پر پہنچے ۔ اس کے دادا میر غیاث الدین ترخان تیموری امیروں میں سے تھے ۔ مشارالیہ (احمد بیگ خان کابلی) مدتوں کابل میں مرزا محمد حکیم کے ساتھ رہا ۔ وہ مرزا (حکیم) کے یکہ تازوں میں شامل تھا جو جواں ، شجاعت و بہادری کے میدان میں بے مثال تھے اور مرزا حکیم ان سے خاص قرب

و اعتبار رکھا تھا ، وہ اس نام "تکہ ناز" سے مشہور ہوئے ۔

مرزا محمد حکیم کے مرنے کے بعد اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور ہفت صدی منصب پر فائز ہؤا۔ ۱۰۰۲ھ (۱۵۹۴ع) میں جب کشمیر، مرزا یوسف خان رضوی سے تبدیل ہو کر متفرق جاگیرداروں کی تحواہ میں مقرر ہؤا تو ان کا سرگروہ (احمد بیگ خان کابلی) مقرر ہؤا ۔ اس کے بعد جب مرزا جعفر آصف خان کی بہن اس کے عقد میں آئی تو اس کو بہت ثروت و مرتبہ حاصل ہؤا اور اس نے بہت اعتبار قائم کر لیا ۔ جہانگیر کے زمانے میں وہ منصب امارت پر پہنچا ، سہ ہزاری منصب اور خان کا خطاب پایا اور کشمیر کی حکومت اس کو حاصل ہوئی ۔

تیرھویں سال جلوس جہانگیری میں وہ معزول ہو کر حاضر دربار ہؤا ۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد اس کی زندگی کا دور ختم ہو گیا ۔ وہ بڑا ہمت والا اور فضل و کمال سے آراستہ تھا ۔ سات سو منتخب سوار اپنے ہمراہ رکھتا تھا ۔ اس کے سب بیٹے سپاہی اور بہادر تھے ۔ ان میں سب سے ممتاز سعید خان بہادر ظفر جنگ تھا [۱۲۶] جو مراتب اور منصب پر پہنچا اور اپنے خاندان کے لیے باعث فخر ہؤا اور اپنے بزرگوں کے نام کو زندہ کیا ۔ ہندوستان میں اب تک بہت سے طریقے اور چیزیں جن کو لوگ اس کے نام سے منسوب کرتے ہیں ، خاص و عام میں مشہور ہیں اور اس کا حال علاحدہ تفصیل سے لکھا گیا ہے ۔

اس کا بڑا لڑکا محمد مسعود تیراہ کی جنگ افاغنہ میں مارا گیا ، اس کا دوسرا لڑکا مخلص اللہ خان افتخار خان تھا جو شاہجہاں کے آغاز جلوس میں پانصدی اور ، ڈھائی سو سوار کے منصب سے دوہزاری اور ، ہزار سوار کے منصب پر پہنچا اور مذکورہ خطاب سے مفتخر ہؤا ۔

دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں ہزار سوار کا اضافہ ہؤا اور جموسر کی فوجداری ملی ۔ اس کے بعد پانصدی کا اور اضافہ ہؤا ، اور چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں اس کا انتقال ہوگیا ۔ اس کا دوسرا لڑکا ابوالبقا تھا جو اپنے بڑے بھائی سعید خان کے ساتھ رہتا تھا ۔ اس نے پانچویں جلوس شاہجہانی میں پائیں بنگش کی تھانے داری پائی اور پندرہویں

سال جلوس شاہجہانی میں جب قندھار کا قلعہ شاہی قبضے میں آیا تو قزلباشوں سے جو لڑائی ہوئی تھی اس کے حسن خدمات میں سعید خاں کو بہادر ظفر جنگ کا خطاب ملا۔ پھر اس کو ہزاری و پانصدی اور ہزار سوار کا منصب ملا اور وہ امثال خان کے مناصب سے سرفراز ہوا۔

(۲۰)

اعتمادالدولہ مرزا غیاث بیگ طہرانی

وہ خواجہ محمد شریف خاص ہجری کا بیٹا تھا جو اپنے شروع زمانے ہی میں [۱۲۷] تاتار سلطان والد محمد خان شرف الدین اوغلی تکلو، جو خراسان کا بیگلربیگی تھا، کا وزیر ہوگیا تھا۔ اس کی واقفکاری اور دانائی کی وجہ سے محمد خان نے اپنی وزارت کو تمام اہم معاملات کے ساتھ اس کے سپرد کر دیا تھا اور اس (محمد خان) کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے قزاق خان نے خواجہ کو اپنے معاملات کا مختار بنا دیا۔ جب اس (قزاق خان) کا زمانہ ختم ہوگیا تو شاہ طہماسپ صفوی نے اس کے حال پر توجہ فرمائی اور یزد کی ہفت سالہ وزارت پر مقرر کر دیا۔ چونکہ اس نے وہاں بڑی شایستگی سے انتظام کیا اس لیے اصفہان کی وزارت پر مقرر ہوا۔ ۹۸۴ھ (۱۵۷۶ء) میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس (خواجہ محمد شریف) کے مرنے کی تاریخ ''یکے کم ز ملاذ وزرا'' ہے (۹۸۴ھ)۔

اس کے بھائی خواجہ مرزا احمد اور خواجگی خواجہ تھے، پہلا مرزا امین مؤلف ہفت اقلیم کا باپ ہے۔ رے کی سرداری کے ساتھ وہ خالصے کا پیشکار بھی تھا۔ وہ موزوں طبیعت تھا۔ شاہ (طہماسپ) اپنی مہربانی سے فرماتا ہے:

بیت

مرزا احمد طہرانیؑ ما ثانی خسرو و خاقانی ما

دوسرا (خواجگی احمد) بھی صاحب سخن تھا، اس کا بیٹا شاہ نور بھی

۱۔ اعتمادالدولہ کے نسب نامہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مظہر شاہجہانی (مقدمہ) مرتبہ پیر حسام الدین راشدی۔

شاعری میں مسلم و مشہور تھا ۔ خواجہ (محمد شریف) کے دو لڑکے تھے ۔ آقا محمد طاہر ، وصلی تخلص ، اور مرزا غیاث‌الدین محمد معروف بہ غیاث بیگ، جو مرزا علاءالدولہ آقا ملا کی بیٹی سے منسوب تھا[1] ۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد غیاث بیگ ، زمانے کی ناسازگاری کی وجہ سے اپنے دو لڑکوں اور ایک لڑکی کے ساتھ بھاگ کر ہندوستان آیا ، راستے میں تمام سامان لٹ گیا [۱۲۸] اور یہ حالت ہوئی کہ صرف دو سواریاں رہ گئیں کہ باری باری سے سوار ہوتے تھے ۔ جب وہ قندھار پہنچا تو دوسری لڑکی مہرالنساء پیدا ہوئی ۔ ملک مسعود تاجر قافلہ باشی ، جو اکبر بادشاہ سے متعارف تھا ، اس (غیاث‌بیگ) کے حال سے مطلع ہؤا، اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا ۔ جب فتح پور پہنچا تو اس نے تعارف کرایا اور اس کو شاہی ملازمت دلوادی ۔ وہ حسن خدمت اور نیکی کی وجہ سے دس صدی کے منصب پر پہنچا ۔ چالیسویں سال جلوس اکبری میں کابل کا دیوان مقرر ہؤا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ ہزاری منصب اور دیوانی بیوتات پر فائز ہؤا ۔

جب سلطنت جہانگیر کے قبضے میں آئی تو جلوس سلطنت کے شروع ہی میں مرزا (غیاث بیگ) کو اعتمادالدولہ کے خطاب سے سرفراز فرمایا گیا اور مرزا جان بیگ وزیرالملک کے ساتھ دیوانی سرکار میں شریک کر دیا گیا ۱۰۱۶ھ (۱۶۰۷ع) میں اس کے لڑکے محمد شریف نے اپنی بد بختی سے ایک جماعت کے ساتھ مل کر چاہا کہ سلطان خسرو کو قید سے نکالے کہ جلد ہی ہوا اڑ گئی اور پوشیدہ راز ظاہر ہوگیا ۔ جہانگیر نے اس (محمد شریف) کو دوسرے لوگوں کے ساتھ قتل کرا دیا ۔ مرزا (غیاث بیگ) دیانت خاں کے مکان میں محبوس ہؤا اور اس نے دو لاکھ روپے دے کر رہائی حاصل کی ۔

---

۱ ۔ اس کا نام عصمت بیگم تھا (ہسٹری آف جہانگیر از بینی پرشاد صفحہ ۳۲) اس کی عادات پسندیدہ اور صفات حمیدہ کا مفصل بیان تزک جہان‌گیری میں موجود ہے (تزک جہانگیری انگریزی ترجمہ (جلد دوم) صفحہ ۲۱۶ ، عصمت بیگم کا ۱۶۲۱ع میں انتقال ہؤ (ب)

جب اس کی بیٹی مہرالنساء زوجۂ شیرافگن خاں، اس (شیرافگن خاں) کے قتل ہونے کے بعد بادشاہ کے حکم سے دربار شاہی میں پہنچی ، بادشاہ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا ۔ چونکہ اس سے پہلے ہی بادشاہ کی محبت کی نظر اس پر پڑ چکی تھی ۔ چنانچہ شیرافگن کے حالات میں اس کا ذکر ہؤا ہے ۔ سلسلہ جنبانی شروع ہوئی مگر [۱۲۹] اس (مہرالنساء) نے اپنے شوہر کے خون کا دعویٰ کیا ۔ جہانگیر نے اس وجہ سے کہ اس کے شوہر کے ہاتھ سے قطب الدین خاں کوکلتاش مارا گیا تھا ، عتاب فرمایا اور اس (مہرالنساء) کو اپنی والدہ مسمی سلیمہ بیگم کو سونپ دیا ۔ کچھ روز نامرادی میں گزرے ۔ چھٹے سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۰ھ (۱۶۱۱ع) میں ازسرنو محبت کی نظر پڑی اور پرانی خواہش تازہ ہوگئی ۔ دیرینہ آرزو نے تازگی اختیار کی اور ہزاروں جشن و جلسوں کے ساتھ شادی ہوئی ۔ پہلے نورمحل اور پھر نورجہاں بیگم کا خطاب ملا اور اس خاص رشتے کی وجہ سے اعتمادالدولہ (غیاث بیگ) وکالت کل کے عہدے ، شش ہزاری ذات اور سہ ہزاری سوار کے منصب اور علم و نقارہ سے مشرف ہؤا ۔

دسویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۴ھ (۱۶۱۵ع) میں بادشاہ کی خاص عنایت سے (اعتمادالدولہ) کو تمام امراء میں یہ امتیاز حاصل ہؤا کہ وہ بادشاہ کے حضور میں نقارہ بجائے ۔ سولھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۳۱ھ (۱۶۲۲ع) میں جہانگیر دوبارہ کشمیر کی سیر کے واسطے گیا ۔ جب سبیا کے حدود میں شاہی قیام ہؤا تو بادشاہ اکیلا قلعہ کانگڑہ کی سیر کے لیے گیا ، چونکہ دوسرے دن اعتمادالدولہ کی حالت زیادہ خراب ہوئی اور اس کے حالات سے مایوسی ظاہر ہوئی تو نورجہاں بیگم کو بہت اضطراب ہؤا ۔ ناچار (جہانگیر نے) لشکر کی طرف واپسی فرمائی اور اعتمادالدولہ کے گھر پہنچا ۔ اس وقت عالم نزع تھا ۔ کبھی بے ہوش ہو جاتا تھا اور کبھی حالت سنبھل جاتی تھی ۔ بیگم نے بادشاہ (جہانگیر)

۱ - اقبال نامہ (جہانگیری) صفحہ ۵٦ پر رقیہ سلطان بیگم نام دیا ہے جو زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے (ب)

کی طرف اشارہ کرتے ہوئے باپ (اعتمادالدولہ) سے کہا کہ کیا تم پہچانتے ہو ۔ اس نے ایسے وقت میں بھی انوری کا یہ شعر پڑھا [۱۳۰]

آنکہ نابینائے مادر زاد اگر حاضر شود
در جبیں عالم آرائش بہ بیند مہتری

دو گھنٹے کے بعد (اعتمادالدولہ) کا انتقال ہوگیا ، اس کے اکتالیس لڑکوں اور عزیزوں کو (بادشاہ کے حضور سے) خلعت ماتمی عنایت ہوا۱ ۔

اعتمادالدولہ اگرچہ شعر نہیں کہتا تھا لیکن متقدمین شعرا کی تقلید خوب کرتا تھا اور فن انشاء میں بہت مہارت رکھتا تھا ۔ خط شکستہ سنبھال کر بہت خوبصورت لکھتا تھا ۔ اچھی گفتگو کرنے والا ، دلچسپ صحبت رکھنے والا ، اور ہنس مکھ تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کہا کرتا تھا کہ اس (اعتمادالدولہ) کی صحبت ہزار مفرح یاقوتی سے بہتر ہے ۔ تحریر اور معاملہ فہمی میں بہت سمجھ دار اور کارگزار تھا ۔ خوش معاملہ ، پسندیدہ اطوار ، آنے والے معاملات کو خوب سوچنے والا ، نیک نفس اور دشمن سے بھی عداوت نہیں کرتا تھا ۔ اس کے مزاج میں غصہ بالکل نہ تھا ۔ اس کے یہاں طربندی ، زنجیر ، کوڑا ، گالی کا کوئی کام نہ تھا ۔ اگر سب واجب القتل ہوتے اور اس سے التجا کرتے یا ایک ہفتے اس کی خدمت میں سلام کرتے رہتے تو وہ رہائی پاتے اور اپنی مراد کو پہنچتے ۔ ان تمام باتوں کے باوجود وہ آرام طلب نہ تھا ۔ اس کا تمام دن کفایت اندیشی اور لکھنے میں گزرتا تھا ۔ اس کی دیوانی کے زمانے میں بادشاہی عمال کے حساب فہمی کے معاملات جو مدتوں سے ملتوی پڑے تھے اختتام کو پہنچے ۔

نورجہاں بیگم ، حسن صورت کے ساتھ ساتھ ، باطنی خوبیاں بھی بہت رکھتی تھی ۔ طبیعت کی رسائی ، سلیقے کی درستگی ، شعور کی پختگی ،

---

۱ ۔ اعتمادالدولہ کا مقبرہ نورجہاں نے بنوایا جو ۱۰۳۸ھ (۱۶۲۸ء) میں مکمل ہوا ۔ یہ مقبرہ جمنا پار (آگرہ) میں واقع ہے ۔ مقبرہ کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو مرقع اکبر آباد صفحہ ۸۳—۸۷ (ف)

اور صائب فکر میں بے مثال تھی[۱۳۱] بادشاہ (جہانگیر) کہا کرتا تھا کہ جب تک وہ میرے گھر میں نہیں آئی تھی ، میں گھر کی زیب اور شادی کے مفہوم کو نہیں سمجھتا تھا ۔ بہت سے زیور، لباس آرائش و زیبائش کے سامان ، جن کا بدوبست ان میں رواج ہے ، وہ اس کے اختراع اور ایجاد کیے ہوئے ہیں ۔ مثلاً پسواز کے لیے دو دامنی ، اوڑھنی کے لیے پنچولیہ ، بادلہ ، کناری ، عطر اور گلاب ، جو عطر جہانگیری کے نام سے مشہور ہے ، اور فرش چاندنی ، یہ سب اس کے ایجاد کیے ہوئے ہیں ۔ یہاں تک کہ بادشاہ (جہانگیر) تک کو اپنا بنا لیا اور سلطنت پر یہ حال تھا کہ جہانگیر کے پاس سوائے نام کی بادشاہت کے اور کچھ نہ رہا ۔ (جہانگیر) بار بار کہتا تھا کہ میں نے سلطنت نورجہاں کی نذر کر دی ۔ ایک سیر شراب اور آدھ سیر گوشت کے سوا مجھے کسی دوسری چیز کی خواہش نہیں ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ خطبے کے علاوہ ، بادشاہی کے جو لوازم ہیں ، وہ سب نورجہاں عمل میں لاتی تھی ۔ حتیٰ کہ وہ جھروکے میں بیٹھ کر امراء کا مجرا لیتی تھی ۔ اور اس کے نام کا سکہ جاری ہوا ۔ "نظم"

حکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نورجہاں پادشاہ بیگم زر

اور شاہی فرامین کا سرنامہ خط پیچیدہ میں اس عبارت میں لکھا جاتا تھا

"حکم علیہ عالیہ، مہدعلیا نورجہاں بیگم پادشاہ"

تیس ہزاری منصب کے بقدر اس کی تنخواہ کے محالات تھے ۔ کہتے ہیں کہ اس طرح کی جاگیر کا جب حساب کیا گیا تو بادشاہی نصف ممالک محروسہ (اس مد میں) ہؤا ۔ اس کے خاندان کے تمام اعزہ و رشتہ دار یہاں تک کہ غلام اور خواجہ سرا بھی خان اور ترخان کا منصب [۱۳۲] رکھتے تھے ۔ نورجہاں بیگم کی دودھ پلائی دائی دل آرام کی لونڈی بھی ، حاجی کوکہ کی بجائے "صدر اناث" مقرر ہوئی ۔

(بیت)

کنند خویش و تبار از تو ناز می زیبد
بحسن یک تن اگر صد قبیلہ نـاز کند

بیگم انعام و بخشش بھی خوب کرتی تھی ۔ کہتے ہیں کہ جس روز حمام میں جاتی تھی تو تیس ہزار روپے خرچ ہوتے تھے ۔ بادشاہی محل میں بارہ سال سے لے کر چالیس سال تک کی بہت سی کنیزیں جمع تھیں ۔ ان کو کسی بہانے یا حیلے سے عقد کر دیا ۔

اگرچہ عورتیں بہتر صفات کی مالک ہوتی ہیں لیکن فطرتاً وہ ناقص العقل ہوتی ہیں۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود اس کی وجہ سے ہندوستان میں شورش اور بغاوت پھیلی ۔ وہ لڑکی، جو شیرافگن سے تھی ، اس کو اس نے جہانگیر کے چھوٹے بیٹے شہر یار سے بیاہ دیا اور اس کے مرتبے کو بڑھانے کی فکر میں لگ گئی ۔ اس نے جہانگیر کے مزاج کو ایسے نیک بیٹے سے ، جو وارث مملکت تھا اور شاہ جہاں کے خطاب سے مفتخر تھا ، منحرف کر دیا ۔ بات یہاں تک بڑھی کہ فوج کشی اور جدال و قتال تک نوبت پہنچ گئی اور ایک بڑی تعداد موت کے گھاٹ اتر گئی مگر یہ بات مقدر ہوچکی تھی کہ صاحب قراں ثانی شاہجہاں تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہو ، اس لیے اس کی نامناسب کوششوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ شاہجہاں کے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد اس (نورجہاں بیگم) کو دو لاکھ روپیہ وظیفہ سالانہ ملتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ جہانگیر کے مرنے کے بعد سوائے سفید لباس کے (دوسرا لباس) نہ پہنا اور خوشی کی مجالس میں از خود نہیں جاتی تھی ۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی [۱۳۳] ۱۰۵۵ھ (۱۶۴۵ع) میں بہتر سال کی عمر میں لاہور میں اس (نورجہاں بیگم) کا انتقال ہؤا[1] اور اس مقبرے میں جو جہانگیر کے روضے کے قریب خود بنو یا تھا دفن ہوئی۔ نورجہاں بیگم طبع موزوں رکھتی تھی اور اس کا تخلص مخفی تھا ، یہ نمونہ کلام ہے :

---

۱ - نورجہاں کا انتقال ۲۹ - شوال ۱۰۵۵ھ (۱۸ - دسمبر ۱۶۴۵ع) میں ہؤا ، مقبرہ لاہور میں بنا ہؤا ہے (پ)

دل بصورت ندہم ناشدہ سیرت معلوم
بندۂ عشقم و ہفتاد و دو ملت معلوم
زاہدا ہول قیامت مفگن درد دل ما
ہول ہجران گذراندیم قیامت معلوم

۲۱

اعتبار خاں خواجہ سرا

وہ جہانگیر کے معتمدین میں سے تھا۔ وہ بادشاہ (جہانگیر) کے عہد میں وہ اس کا خدمت گار تھا۔ جب خسرو گرفتار ہونے کے بعد حضور شاہی میں آیا اور بادشاہ کے لاہور سے کابل روانہ ہونے کے وقت شریف خاں امیرالامرا کہ جس کے سپرد خسرو تھا بیماری کی وجہ سے لاہور میں رہ گیا تو خسرو مشارالیہ (اعتبار خاں خواجہ سرا) کے سپرد ہوا۔

نامبردہ (اعتبار خاں) کو پہلے کوئی موزوں منصب ملا اور دوسرے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۵ھ (۷-۱۶۰۶ء) میں حویلی گوالیار کی نگہداشت پر مقرر ہوئی اور پانچویں سال جلوس جہانگیری میں اسے چار ہزاری، ہزار سوار کا منصب ملا۔ آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں اصل اور اضافہ سے پنجہزاری، دو ہزار سوار سے مفتخر ہوا اور دسویں سال جلوس جہانگیری میں اس کے منصب میں ایک ہزار سوار کا اور اضافہ ہوا اور سترھویں سال جلوس جہانگیری میں پنجہزاری، چار ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔

جب بہت بوڑھا ہو گیا تو مستقرالخلافت [۱۳۲] (آگرہ) کی صوبے داری، قلعے اور وہاں کے خزائن کی حفاظت و نگہداشت اس کے سپرد ہوئی۔ اٹھارہویں سال جلوس جہانگیری میں جب شاہزادہ شاہجہان نے مانڈو سے کوچ کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا تو ایک جماعت کے آگ بھڑکانے سے دونوں (جہانگیر و شاہجہاں) کے درمیان فساد کے شعلے بھڑک اٹھے، شاہزادہ فتح پور پہنچ کر ٹھہر گیا اور بادشاہی فوجوں کے پہنچنے کے بعد وہ طرح دے کر ایک طرف کو چلا گیا۔ پھر اس کے بعد جب بادشاہ (جہاں گیر) اکبر آباد پہنچا تو چونکہ اس

(اعتبار خان) نے وہاں کی حفاظت بہت اچھی طرح کی تھی۔ اس کا منصب بڑھ کر سہ ہزاری ، پنج ہزار سوار تک پہنچا ۔ اس کو خلعت ، مرصع شمشیر ، گھوڑا اور ہاتھی عطا ہوا اور وقت مقررہ پر اس نے عدم سرا کی راہ لی ۔

۲۲
ابراہیم خان فتح جنگ

وہ اعتماد الدولہ مرزا غیاث بیگ کا لڑکا ہے ۔ اپنے ابتدائی زمانے میں جہانگیر کی طرف سے احمد آباد گجرات کا بخشی اور واقعہ نویس مقرر ہوا ۔ اس زمانے میں شیخ فرید مرتضیٰ خان وہاں کے صوبہ دار ہوئے ۔ انہوں نے چار حسینوں کو ، جو صاحب جمال تھے ، گھر جانے کی اجازت نہ دی ۔ مرزا ابراہیم نے معاملہ فہمی اور زمانہ شناسی سے اپنے عہدے کا نام تک نہ لیا اور وہ روزانہ سلام کے لیے جاتا رہا ۔ ایک ماہ کے بعد شیخ (فرید) نے کہا کہ تم اپنے معمول کام پر کیوں نہیں جاتے ۔ مرزا نے کہا کہ مجھے کام سے منصب بہتر ہے میں نواب (مرتضیٰ خان) کی مہربانی کا خواہش مند ہوں ۔ شیخ (مرتضیٰ خان) نے اپنے دربار شاہی کے وکیل کو لکھا کہ وہ (ابراہیم خان) جو کچھ اعتماد الدولہ کو لکھ کر بھیجے وہ سب بلا کم و کاست ہم کو بھیجا جائے ، چونکہ مرزا (ابراہیم) شیخ کی خوبیوں کے علاوہ کوئی اور بات نہ لکھتا تھا ۔ وکیل نے (شیخ کو) امر واقعہ سے مطلع کر دیا ۔ [۱۳۵] مرتضیٰ خان نے مرزا (ابراہیم) کے مناسب طریقے اور زمانہ شناسی کو پسند کیا اور منصب داروں کے معاملات اس کے سپرد کر دیے اور اپنے پاس سے اس کو حویلی ، ہاتھی اور نقدی مرحمت فرمائی ۔ دو تین دن کے بعد وہ (شیخ مرتضیٰ خان) میرزا ابراہیم کے مکان پر مہمان کی حیثیت سے گئے فرش ، سونے اور چاندی کے برتن اور دوسری چیزیں جو آرائش و زیبائش کے اسباب میں تھیں اور اپنی سرکار سے وہاں بھیجی تھیں ، وہ سب (مرزا کو) بخش دیں ۔ مجلس کے اختتام پر انہوں نے ایک پروانہ گجرات کے منصب داروں کے نام لکھا کہ بخشی کی ضیافت کریں ، پچاس ہزار روپیہ اپنے نام ، پچاس ہزار روپیہ دوسرے عہدے داروں کے نام اور ایک لاکھ روپیہ زمینداروں کے نام پر مقرر کیا

کہ میرزا کو دیا جائے اور اپنے پیشکاروں سے [illegible] بہادر خزانے سے دیا [illegible] تو میرزا کو سمجھانا جائے اور بعد کو کہ اس روپے [illegible] و [illegible] میں [illegible] کر دیا۔ اور پھر اس کے علاوہ [illegible] کو دیا۔ ایک سال کے عرصے میں (میرزا ابراہیم) کو ہزاری منصب ملا۔

جب اعتماد الدولہ نے [illegible] بادشاہی میں [illegible] جہانگیری میں [illegible] اور [illegible] سالی دربار کا بخشی [illegible] اور [illegible] خان [illegible] جنگ کا خطاب [illegible] دیا گیا۔

جب انیسویں سال جہانگیری میں شاہزادہ شاہجہان نے بنگالہ کے راستے سے [illegible] ارادہ کیا تو اس (میرزا ابراہیم خان) کا بھتیجا [illegible] خان، جو اڑیسہ میں اس کا نائب تھا [۱۳۶] کروہ کے فاصلہ پر [illegible] تھا۔ وہ اس عجیب واقعے کے ظہور (آمد شاہجہان) [illegible] جو صوبے دار کا صدر مقام تھا اور اپنے مال و اسباب چھوڑ کر [illegible] چلا گیا جو وہاں سے بارہ کوس ہے۔ جب اس نے اپنے میں (شاہجہان سے) مقابلے کی طاقت نہ دیکھی تو بنگالہ کا راستہ لیا۔ شہزادہ اڑیسہ آیا اور اس نے خان شیر خان اور اعتماد خان خواجہ ادراک کے ذریعے ابراہیم خان کو پیغام بھیجا کہ نیرنگئ تقدیر سے ہمارا گزر اس ملک میں ہو گیا ہے اور اس ملک کی وسعت ہماری ہمت کی نظر کے سامنے یک ذرہ [illegible] والی جگہ سے زیادہ حشمت نہیں رکھتی ہے مگر چونکہ یہ سرزمین ہمارے راستے میں آ گئی ہے اس لیے نہ ہم اس کو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ چھوڑی جا سکتی ہے، اگر اس (ابراہیم خان) کا ارادہ دربار شاہی میں جانے کا ہو تو اس کو یا اس کے مال و ناموس کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور اگر وہ (اس علاقے میں) ٹھیرنا ہی مناسب سمجھے تو وہ جہاں چاہے اقامت اختیار کرے وہ جگہ اس کے لیے ہے۔ ابراہیم خان

نے جو شاہجہاں کی فوج کے آنے کی خبر سن کر اکبر نگر (راج محل) سے ڈھاکہ آ گیا تھا جواب میں عرض کیا کہ حضرت (شہزادے) کے فرمان احکام الہی کے مصداق ہے اور علاقوں کا جان و مال حضرت (شاہزادے) کے لیے ہے لیکن یہ خدمت گزاری کے آئین اور شاہی تربیت کے حقوق کے خلاف ہے۔ نہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں اور نہ میں بھاگ کر اپنے ساتھیوں اور ہم عصروں میں شرمندہ ہونا چاہتا ہوں چونکہ بادشاہ نے یہ ملک اس بوڑھے غلام کو سپرد کیا ہے تو مستعار زندگی کے واسطے کہ جس کی بے حقیقی معلوم ہے [۱۰۲] کیا دیا ہے اس نے مجھے اپنے آقا کے کام میں سستی نہیں کرنی چاہیے۔ میں اپنے سر کو آپ (شاہجہاں) کے اقبال کی سواری کے گھوڑوں کے سموں کے پا انداز میں ڈالنا چاہتا ہوں (مگر مجبور ہوں)، میرے قتل کے بعد یہ ملک آپ کے لوگوں کو مل سکے گا۔

چونکہ اس (ابراہیم خان) کے آدمی منتشر ہو گئے اور اکبر نگر کا قلعہ بہت وسیع تھا، ابراہیم خان اپنے لڑکے کے مقبرے میں جا کر بند ہو گیا جو قلعے سے ایک کوس کے فاصلہ پر دریائے گنگا کے کنارے تھا تاکہ دریا کی طرف سے کشتیوں کے ذریعے مدد اور رسد پہنچ سکے۔ سابق میں وہ (قلعہ) اس دریا کے کنارے تھا اور اب فاصلۂ مذکور پر ہو گیا ہے اور (یہ قلعہ) بہت مستحکم اور باآرام بنایا گیا تھا۔

شاہزادے نے اس کے قول و فعل سے کہ اس نے مِل کا لفظ ادا نہ کیا اور مقبرے میں مقیم ہوا، فتح کا شگون لیا اور اس شہر میں ڈیرہ ڈال دیا۔ اپنے بہادر سپاہیوں کو اس احاطے (مقبرے) کے محاصرے پر مقرر کیا پھر اس کے بعد اندر اور باہر سے قتل کی آگ بھڑک اٹھی۔ فیروز جنگ اور دریا خان روہیلا نے دریا عبور کر لیا اس لیے کہ دریا کے اُس طرف ابراہیم خان کے اکثر ساتھیوں کے اہل و عیال تھے۔ ابراہیم خان پریشان ہوا اور احمد بیگ خان کے ہمراہ، جو اسی زمانے میں آ کر اس سے مل گیا تھا، حصار سے نکل کر جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ ایک جنگ عظیم واقع ہوئی، احمد بیگ خان نے بہادری سے مقابلہ کیا اور بہت زخم کھائے۔

ابراہیم خاں اس مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ اس بھاگنے میں انتظام کا سلسلہ بھی درہم برہم ہوگیا ۔ بہت سے سپاہی بغیر کچھ کیے ہوئے بھاگنے لگے ۔ ابراہیم خاں نے چند لوگوں کے ساتھ پھر جنگ [۱۳۸] ٹھانی ، پھر چند لوگوں نے چاہا کہ اس ہلاکت سے اسے نکالیں لیکن وہ راضی نہ ہوا اور کہا کہ میرے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے ۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ خان آقا کے کام میں آوے ۔ ہنوز یہ بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ چاروں طرف سے ہجوم نے گھیر لیا اور کاری زخموں نے اس کا کام تمام کر دیا ۔ چونکہ ابراہیم خاں کے اہل و عیال ، اور مال و اسباب ڈھاکہ میں تھا، احمد بیگ خاں وہاں پہنچا شاہزادہ بھی دریا کے راستے سے وہاں روانہ ہوا۔ مجبوراً احمد بیگ شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ دوسری اشیاء مثلاً ریشمی کپڑے اور ہاتھیوں وغیرہ کے علاوہ تقریباً چالیس لاکھ روپے نقد شہزادے کے ہاتھ لگے ۔ اس وقت سے احمد بیگ خاں پر شاہی عنایات ہونے لگیں اور پہلے سال جلوس شاہجہانی میں اس کو عمدہ منصب ملا اور وہ ٹھٹھہ و سیوستان کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کے بعد وہ ملتان کا گورنر ہوا اور پھر وہ شاہی دربار میں پہنچا۔ پرگنہ جائس اور امیٹھی (یوپی)۲ اس کی جاگیر میں مقرر ہوئے اور وہیں اپنی طبعی موت سے گزر گیا۔

ابراہیم خاں کے کوئی اولاد نہ تھی ۔ اس کی اہلیہ حاجی حور پرور خانم نے جو نورجہاں بیگم کی خالہ ہوتی تھیں ۔ عالمگیری زمانے کے وسط تک بہت عمر پائی ۔ (صوبہ) دارالخلافہ شاہجہان آباد میں کول جلالی المعا کے طریقے پر اس کی جائداد میں تھا ۔ وہ اطمینان و آرام سے ساتھ رہی اور پھر انتقال ہو گیا [۱۳۹]

۲۳

اسد خاں معموری۳

عبدالوہاب خاں ، عنایتی تخلص کا لڑکا تھا جو مظفر خاں معموری

۱ ۔ شاہجہان کی اڑیسہ اور بنگال کی اس مہم کی تفصیل کے لیے دیکھیے۔ ہسٹری آف شاہجہان از بنارس پرشاد صفحہ ۴۸—۵۰ (ب)

۲ ۔ اودھ (یوپی) کے دو مشہور قصبے ہیں (ف)

۳ ۔ معمورہ ، کابل کے قریب واقع ہے (ب)

کا چھوٹا بھائی تھا ۔ (عبدالوہاب خاں) شعر و شاعری اور عمارت آرائی میں اچھا سلیقہ رکھتا تھا اور صاحب دیوان تھا ۔ جہانگیر کے زمانے میں پہلے قندھار کا بخشی ہؤا ، اس کے بعد جب سلطان داور بخش میرزا خسرو ، خان اعظم کوکہ کی اتالیقی میں گجرات کا صوبہ دار ہؤا ۔ وہ (عبدالوہاب خاں) اس صوبہ کا بخشی مقرر ہؤا اور وہیں اس کا انتقال ہؤا ۔

اسد خاں سپاہی دوست تھا ۔ جب وہ اپنے چچا مظفر خاں کے ہمراہ ٹھٹھہ پہنچا تو اس نے ارغون قبیلے کے اچھے جوان ملازم رکھ کر اپنے ساتھ لیے ۔ ہمت و جوان مردی میں شہرت حاصل کی اور دربار شاہی میں بھی اپنا خوب اعتبار قائم کیا ۔ جب سلطان پرویز ، مہابت خاں کی اتالیقی میں شاہزادہ ولی عہد کے تعاقب میں روانہ ہؤا تو وہ (اسد خاں) بھی اس کے مددگاروں میں شامل ہوگیا ۔ مہابت خاں نے برہان پور پہنچنے کے بعد اس کو ایلچ پور کی حفاظت پر مقرر کیا ۔ جب دکن کے تمام امراء اور منصب دار ملا محمد عادل شاہی کی مدد پر متعین ہوئے تو اس نے بھی ان کی ہمراہی اختیار کی ۔ اتابک بھاتوری[1] کی لڑائی میں ، جو ملا محمد اور ملک عنبر کے درمیان ہوئی تھی ، عادل شاہ کو سخت ہزیمت ہوئی اور کچھ شاہی امراء بھی گرفتار ہوئے ۔ خاں مذکور استم پستم اس لڑائی سے بھاگ کر [۱۰۳۴ھ] برہان پور پہنچا ۔ جب شاہجہاں بنگالہ سے واپس ہوکر اس شہر کے محاصرے میں مشغول ہؤا تو خاں مذکور نے راؤ رتن کے ہمراہ قلعہ بند ہو کر شہر کی حفاظت میں بہت کوشش کی اور بہت نمایاں کام انجام دیے ۔ شاہزادہ (شاہجہاں) ناکامیاب ہؤا اور اس (اسد خاں) کو دربار شاہی سے دکن کی بخشی گری مرحمت ہوئی ۔

کہتے ہیں کہ خان جہاں لودی ، کہ جو سلطان پرویز کے مرنے کے بعد دکن کا گورنر ہوگیا تھا ، فاضل خاں آقا افضل کی تعظیم کے لیے

۱ - یہ لڑائی احمد نگر سے ۵ کوس کے فاصلے پر ۱۰۳۳ھ (۱۶۲۴ع) میں ہوئی ۔ دیکھیے اقبال نامہ صفحہ ۲۳۶ (ب)

لکھا تھا کہ جو دکن کا دیوان تھا اور اس (اسد خاں) کے نیچے قیام پذیر کرتا تھا ۔ وہ (اسد خاں) بہت ملامت کا اظہار کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ملک کے لیے جو اُٹھتا ہے (تعظیم دیتا ہے) اور محمد سعید کے لیے جو اُٹھتا ہے ۔

شاہجہان بادشاہ کے آغاز سلطنت میں (اسد خاں) معزول ہوکر دربار شاہی میں پہنچا اور حودہ پا ہی ... گزرے ۔ خواجہ ابوالحسن تربتی کے محاصرے کے زمرے میں اس کے آدمیوں سے شاہی ملازموں کے روبرو گستاخی ہوئی اور برا بھلا کہا تھا اس پر خوف زدہ ہوا ... مگر چونکہ شاہجہان بادشاہ بہت مہربان اور معاف کرنے والا تھا اس لیے وہ (اسد خاں) شاہی عنایات سے بہت خوش و خرم ہوا ۔

دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں الکھی جنگل کی فوجداری اس کے سپرد ہوئی اور منصب میں پانصدی ذات کا اضافہ ہوا اور دو ہزار و پانصدی ، دو ہزار و پانصد سوار کے منصب سے سرفراز ہوا [۱۰۴۱] سال چہارم جلوس شاہجہانی ۱۰۴۱ھ (۱۶۳۲ء) میں لاہور میں اس کا انتقال ہوا ۔

۲۳

اوداجی رام[۱]

وہ دکن کے برہمنوں میں سے تھا ۔ ہوشیاری اور ذہانت کی وجہ سے مشہور ہوا ۔ ماہور سے سہکر تک کی زمینداری حاصل کی ۔ اپنی خوش قسمتی ، نیکی اور کارآمد ہونے کی وجہ سے ملک عنبر کے یہاں اعتبار قائم کرلیا اور حشم و خدم کا مالک ہوا ۔ جہانگیر کے زمانے میں شاہی ملازمین میں داخل ہوا ، چار ہزاری ذات و سوار کا منصب پایا اور دکن کے مددگاروں میں ممتاز ہوا ۔ چونکہ وہ مکر و زور سے خالی نہ تھا اس لیے دکن کے تمام

۱ - بینی پرشاد نے اپنی کتاب "ہسٹری آف جہانگیر" میں اس کا نام اودے رام لکھا ہے (ب)

صوبے داروں کے نزدیک، وہ باوقار اور بزرگ رہا۔ جب شاہی فوج بالا گھاٹ دکن میں پہنچی تو وہاں کے حالات کی واقفیت کی وجہ سے اچھے کاموں کی نگرانی اس کے سپرد ہوئی۔ اس نے اپنی حد طاقت سے مخدوم کی کارسازی میں کوشش کی اور دنیا میں کامیابی کا سامان حاصل کیا۔ سترھویں سال جلوس جہانگیری میں بادشاہ زادہ ولی عہد شاہجہاں، بنگال کے ارادے سے روانہ ہوا اور وہاں زور سے امور پہنچا۔ دکن کے امراء سے اسے مدد نہ ملی جن سے وہ مدد کی توقع رکھتا تھا اور اس نے انہیں رخصت کر دیا۔ زیادہ اسباب و سامان کو مع بیگموں کے اوداجی رام کے حوالے کر کے ماہور کے قلعے میں چھوڑ دیا اور مشارالیہ (اوداجی رام) بادشاہی خدمات بڑی محنت اور کوشش سے انجام دیتا تھا۔ مہابت خاں نے سب سے زیادہ اس کے اعتبار اور عزت کو بڑھایا۔ [۱۴۲]

جب انیسویں سال جہانگیری میں شاہی امراء کو، عادل شاہیوں کے ہمراہ ملک عنبر سے موضع بھاتوری میں جنگ کا اتفاق ہوا جو احمد نگر سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے تو بیجاپور کے لشکر کے سردار ملا محمد لاری کے مارے جانے سے وہاں کا انتظام خراب ہو گیا۔ جادو رائے اور اوداجی رام نے جب کام ہاتھ میں لیا تو بھاگ کھڑے ہوئے اور ان کی بدبختی سے شاہی فوج کو شکست عظیم ہوئی۔ لشکر خان ابوالحسن، مرزا خان منوچہر، عقیدت خان بخشی دکن، اپنے بیٹے رسیدا اور بیالیس منصب داروں کے ہمراہ، اپنی بدقسمتی سے ملک عنبر کے ہاتھوں قید میں پڑے۔ اس نقصان کی بدنامی بجا طور پر جادو رائے کانٹیہ کے لیے تھی مگر اوداجی رام کے اوپر عاید ہوگئی۔ اس کا نامناسب تدابیر اختیار کرنا اور بھاگنا لوگوں میں مشہور ہوگیا اس کا اعتبار جاتا رہا اور اس کی وہ گرم بازاری نہ رہی۔

جب تیسرے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۳۹ھ (۳۰-۱۶۲۹ء) میں شاہجہاں بادشاہ برہان پور پہنچا اور خان جہاں لودی کے استیصال کے لیے ایک لشکر جرار متعین ہوا تو اوداجی رام کو چالیس ہزار روپیہ عطا ہوا۔

اس کے منصب میں ہزاری ذات ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور وہ پانچ ہزار ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور اس کی بگڑی ہوئی حیثیت بن گئی۔

چھٹے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۲ھ (۱۶۳۲-۳ء) میں قلعہ دولت آباد کے محاصرے کے زمانے میں، جب وہ خان خاناں مہابت خان کے ہمراہ تھا، اس کا پرانا مرض جو اسے لاحق تھا بڑھ گیا اور وہ فوت ہو گیا۔ [۱۴۳]

اوداجی رام اگرچہ جنیے اور فریب میں مشہور تھا لیکن ہمت و سخاوت میں بھی اس نے شہرت حاصل کی۔ وہ مخلوق کو فائدہ پہنچانے میں تقصیر نہیں کرتا تھا اور اسی لیے وہ دکن کے امیروں میں شمار تھا۔ کمزور ہونے کے باوجود وہ بڑھاپے میں عشق اور شاہد بازی میں حریص تھا۔

اس کی ایک عورت بھی جو رائے باگھنی کے نام سے مشہور تھی۔ وہ اس کے بعد زمینداری کے کام شائستہ طریقے سے انجام دیتی تھی کیونکہ اس نے لائق آدمی نوکر رکھے ہوئے تھے۔

اس کے مرنے کے بعد وقت کے تقاضے کے مطابق سپہ سالار نے اس کے بڑے جگ جیون کو کم عمر ہونے کے باوجود، سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب تجویز کیا اور اوداجی رام سے مخاطب کیا تاکہ اس کے آدمی منتشر نہ ہوویں۔ جب وہ لڑکا سن تمیز کو پہنچا تو اس نے فارسی نظم و نثر اور خوش خطی میں پوری مہارت حاصل کی اور اہل دکن کے طریقوں کو چھوڑ کر امرائے ہند کے انداز پر زندگی اختیار کی۔ وہ غیرت و وقار سے زندگی گزارتا تھا اور ماہور اس کی جاگیر میں تھا۔

اس کے بعد جو بھی اس خاندان کا جانشین ہوا وہ اپنے کو ''اوداجی رام'' کے نام سے پکارتا تھا۔ عجیب اتفاق ہے کہ وہ سب لاولد ہوئے اور گود لینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ بلکہ جگ جیون کو بھی لوگ متبنیٰ شمار کرتے ہیں۔ جب اس کے بعد ونکٹ راؤ تک نوبت پہنچی تو وہ حالت، مرتبہ، ریاست اور حیثیت نہ رہی اور دیس مکھی سے اوقات بسر ہوتی تھی۔ اس کے بعد اس کے دو متبنیٰ فرزند مادھو راؤ اور شنکر راؤ کم حیثیت ہوئے اور سرکار ماہور کی زمینداری دونوں کے نام پر تقسیم ہو گئی۔ آہستہ آہستہ [۱۴۴]

ان کے بوڑھے ہونے سے اور حکام کے تسلط کی وجہ سے دلس مکھی کا سلسلہ بھی ختم ہوگیا اور اگر کہیں ان کا دخل بھی ہو تو اب ان کی وہ بات نہیں ہے - اسی زمانے میں پہلا (مادھو راؤ) منصب و جاگیر سے محروم ہوکر مر گیا اور ابھی دوسرا پرگنے میں برائے نام قابض ہے اور رسم ادا کر رہا ہے[1] -

۲۵

افضل خاں علامی ملا شکراللہ شیرازی

دارالعلم شیراز میں تحصیل علوم کے بعد مدتوں علوم رسمیہ کی درس و تدریس میں مشغول رہے - سمندر کے راستے سے سورت بندرگاہ پہنچے اور پھر وہاں سے برہان پور آئے - خانخاناں جو داوں پر قبضہ کرنے میں مقناطیس کا اثر رکھتا تھا ، اس نے احسان کیا اور ان کو اپنی مصاحبت میں لے لیا - اس کے بعد شہزادہ شاہجہاں سے تعلق ہوگیا اور وہ اس کے لشکر کے میر عدل ہوگئے - رانا کی مہم میں وہ ہزار منصبی اور مصاحب تھے جب ان کے مشورے سے رانا کے ساتھ مصالحت ہوگئی تو ان کا اعتبار بہت ہی بڑھ گیا اور بادشاہ زادے کی سرکار کی دیوانی ان کے سپرد ہوئی - اس مہم کے انجام پانے کے بعد شاہزادے کے التماس پر دربار شاہی سے ان کو ''افضل خاں'' کا خطاب ملا -

دکن کی مہم میں شاہزادے کی جانب سے عادل شاہی وکیلوں کی رفاقت میں راجا بکرماجیت کے ساتھ بیجاپور بھیجے ، اس (حاکم بیجاپور) کو اطاعت و فرماں برداری کے لیے تیار کیا - بجاس شاندار ہاتھی ، نقد و جنس کے تحایف اور جڑاؤ ہتھیار ، (حاکم کی طرف سے) شاہزادے کے حضور میں بطور نذر گزرانے -

سترھویں سال جلوس جہانگیری میں شاہزادہ [۱۰۳۵] (شاہجہاں نے)

---

۱ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود از محمد سعید احمد مارہروی صفحہ ۵۵-۵۶ (کانپور ۱۹۱۰ء) (ف)

پرگنہ دھول پور بطور جاگیر پایا اور دریا خاں کو اس کے انتظام کے لیے معین کیا لیکن اس سے پہلے شہریار کی طرف سے درخواست گزری کہ وہ پرگنہ اس کی تنخواہ میں مل جائے اور اس کی طرف سے شریف الملک قابض بھی ہوگیا ۔ اس طرح دونوں (شاہجہاں و شہریار) کے درمیان جھگڑا کھڑا ہو گیا ۔ اتفاق سے بندوق شریف الملک کی آنکھ میں لگی اور وہ اندھا ہوگیا ۔ لوگوں کو فتنہ پردازی کا موقع مل گیا ۔ نورجہاں بیگم کو، جو شہریار کی طرف تھی ، یہ بات ناگوار ہوئی اور جہانگیر نے بھی ولی عہد (شاہجہاں) سے اس (نورجہاں) کے ورغلانے سے ناراضی کا اظہار کیا، کیونکہ وہ (جہانگیر) خود تمام تر اختیارات نورجہاں بیگم کو سپرد کرچکا تھا ۔ شاہزادہ (شاہجہاں) کو دکن سے قندھار کی مہم کے لیے جہانگیر نے اپنے حضور میں بلایا ۔ مگر وہ (مہم) موقوف ہوگئی اور (مہم قندھار) مرزا رستم صفوی کی اتالیقی میں شہریار کے سپرد ہوئی اور شاہزادہ (شاہجہاں) کو حکم ہوا کہ وہ اپنی پرانی جاگیر کے بدلے میں صوبہ دکن ، گجرات اور مالوہ میں سے کسی جگہ پر قبضہ کرلے اور ان مقامات میں سے جس جگہ چاہے اقامت اختیار کرلے اور قندھار کی مہم کے لیے اپنے امراء کو بطور مدد بھیجے ۔ غرض یہ تھی کہ اگر شاہزادہ جاگیر کی تبدیلی اور لوگوں کی علحدگی کو مان لے گا تو اس کی جماعت اور مال اسباب میں کمی و قصور پڑ جائے گا اور اگر شورش و فساد کرے گا اور بے ادبی کا طریقہ اختیار کرے گا تو اس کے لیے تنبیہ و تادیب ضروری ہو جائے گی ۔ دیکھیے یہ روزگار فتنہ پرداز کیا تبدیلیاں لاتا ہے ۔

شاہزادہ (شاہجہاں) نے افضل خاں کو جہانگیر کے حضور میں روانہ کیا کہ وہ عقلی دلائل سے جہانگیر کے خاطر نشین کرے کہ یہ مشورہ بالکل غلط ہے [۱۳۶] اور اتنی بڑی مہم میں یہ سہل انگاری ، نااندیشی کے سوا اور کیا نتیجہ مرتب کرے گی ۔ تمام امور عورتوں کی رائے پر نہیں چھوڑنے چاہیں اور اپنی دوربین نظر سے بھی ان کو دیکھنا چاہیے ۔ میں پناہ مانگتا ہوں کہ اس عقیدت کیش (شاہجہاں) کے دل میں کسی قسم کا وسوسہ پیدا ہؤا ہووے ۔ اگر نورجہاں بیگم کے کہنے سے

میری جاگیر تبدیل فرماتے ہیں تو اس طرح دشمنوں کے درمیان کس طرح زندگی بسر کی جائے گی ۔ درخواست یہ ہے کہ مالوہ و گجرات کی جاگیر بھی تبدیل کردی جائے اور بندر سورت عنایت فرما دیا جائے جو مکے کا دروازہ ہے تاکہ میں وہاں جاکر گوشہ نشین ہوجاؤں ۔ اس سے شاہزادے کی ساری عرض یہ تھی کہ شاید اس صلح جوئی اور نرمی سے یہ اٹھی ہوئی شورش دب جائے اور جو شفقت یہ ادب ہے وہ ختم نہ ہو ، لیکن خود غرض سازشیوں نے اختلافات کے اسباب اس طرح مرتب کر دئے تھے کہ افضل خاں کی اصلاحی کوششوں سے کوئی نتیجہ مرتب ہوجاتا ۔ اگرچہ جہانگیر نے متاثر ہوکر نورجہاں بیگم کو سمجھایا لیکن بیگم کی دشمنی اور عداوت پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی اور اس (افضل خاں) کو نامراد واپس کر دیا گیا ۔

جب شاہزادہ (شاہجہاں) کو یقین ہوگیا کہ جس قدر صلح و صفائی کی کوشش کی جائے گی اسی قدر میری کمزوری سمجھی جائے گی اور دشمنوں کے حوصلے بڑھیں گے ، مجبوراً شاہی فوج کے اجتماع سے پہلے چلا جانا چاہیے ، ممکن ہے کہ اس طرح درمیان سے یہ پردہ ہٹ جائے ۔ چونکہ یہ قصہ اس کتاب میں ہر جگہ موقع کے مطابق لکھا گیا ہے لہٰذا تکرار کو چھوڑ کر مطلب سے رجوع کیا جاتا ہے ۔

اس کے بعد شاہزادہ (شاہجہاں) باپ (جہانگیر) کے سامنے سے کوچ کر کے مانڈو پہنچا اور وہاں سے برہان پور جاکر اقامت پذیر ہوگیا ۔ [۱۰۳۷] افضل خاں کو بعض مہمات کی انجام دہی کی عرض سے بیجاپور بھیجنے کا حکم ہوا ۔ جب شاہزادے نے شاہی فوجوں کی آمد کے سبب سے برہان پور میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا تو اس نے تلنگانہ کے راستے سے بنگالہ کا ارادہ کیا ۔ اکثر ملازمین نے بے وفائی کی ، مرزا محمد پسر افضل خاں بھی اپنے اہل و عیال کو لے کر بھاگا اور داغ جدائی دے گیا ۔ شاہزادے نے سید جعفر بارہہ کو شجاعت خاں کا خطاب دے کر قلیج خاں شاہجہانی کے بڑے بھائی خان قلی اوزبک کے ہمراہ پیچھے سے بھیجا کہ جہاں تک ہوسکے رعایت سے اس کو واپس لائیں یا پھر اس کا سر لائیں ۔

اس (مرزا محمد) نے حدیث دکھائی اور تیر و کمان کا مظاہرہ کیا۔ ر چند نرم گفتگو اور میٹھی میٹھی باتوں سے اس کی دلدہی کی گئی مگر ۔ نہ ہوا۔ اس نے خان علی کو بھگا دیا او سید جعفر کو زخمی کیا ور خود بھی مردانہ طریقے سے جان دے دی۔

چونکہ شاہزادہ ہمیشہ گزرے ہوئے واقعات کی تلافی کرتا تھا، س لیے اس نے بوڑھے باپ (افضل خان) کی رضاجوئی چاہی اور سکھلہ سے اپس ہونے کے بعد بیسویں سال جلوس جہانگیر ۱۰۳۵ھ (۱۶۰۶ع) میں س نے افضل خان کو مناسب تحائف کے ساتھ دربار شاہی میں روانہ کیا۔ جہانگیر نے عصے سے افضل خان کو دربار میں روک لیا اور اس کو خانساماں بنا دیا۔

بائیسویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۸ع) میں جب ادشاہ جہانگیر، کشمیر کی سیر کے لیے گیا تو افضل خان راستے کی کالیف کی وجہ سے زائد کارخانجات کے ساتھ لاہور میں رہ گیا اور واپسی کے وقت عجیب واقعہ رونما ہوا۔ سہریار نے لاہور میں اسے کو سلطنت کے لیے نام زد کیا اور افضل خان کو وکیل اور مہمات کا مختار بنایا۔ وہ افضل خان) دل سے شاہجہان کی بھلائی چاہتا تھا۔ [۱۰۸]

ایک دن سہریار نے فوجیں ترتیب دیں اور سلطان بائسنغر کی سرداری میں آصف خان کے مقابلے کے لیے ان (فوجوں) کو معین کیا اور خود بھی سوار ہوکر پیچھے سے چلا۔ (افضل خان نے) عرض کیا کہ آپ کا جانا مناسب حال اور شایان اقبال نہیں ہے، لشکر کی خبر آنے تک ٹھہرنا ضروری ہے اور اس حد تک اس (سہریار) کو ٹھہرایا کہ ناقابل اعتبار سپاہی جو روپئے لے کر اکٹھے ہوئے تھے بلا سردار اور لڑائی کے وقوع پذیر ہوئے بغیر بھاگ کھڑے ہوئے، مجبوراً سہریار سہر کے کے قلعے میں چلا گیا۔

جب ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۸ع) میں شاہجہان ہندوستان کا بادشاہ ہوا تو عاز جلوس کے سال میں ۲۶ - جمادی الآخرہ (۲۲ - فروری ۱۶۲۸ع) کو

افضل خاں دارالسلطنت لاہور سے پہنچ کر حاضر خدمت ہؤا ۔ وہ ظاہری و باطنی فضائل اور اخلاص خالص (کا مالک) نہایت عمدت مسد ، خدمت گزار ، مزاج داں اور کارسناس تھا ۔ پھر مزید اعسار و اعتماد اور بڑھ گیا ۔ پانصدی ذات اور پانصدی سوار کا اضافہ ہوا[1] ۔ حہار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا اور حسب دستور سابق (اسے) میر سامانی کا عہدہ ملا ۔

دوسرے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۳۸ھ (۹-۱۶۲۸ء) میں ارادت خاں ساوجی کے تبدیل ہونے کے بعد دیوان کل کا عہدہ ملا اور منصب میں ہزاری ذات اور ہزار سوار کا اضافہ ہؤا ۔

مصرع "سد فلاطون وزیر اسکندر" ۱۰۳۸ھ تاریخ ہے

چھٹے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۲ھ میں اس نے شاہجہاں بادشاہ سے درخواست کی کہ (بادشاہ) اس کے مکان پر جس کا نام اور تاریخ تعمیر "منزل افضل" ۱۰۳۸ھ [۱۰۹] ہے ، تشریف لا کر اس کو شرف و بزرگی بخشے ۔ بادشاہ کی قیامگاہ سے اس کے مکان تک کہ جو پچیس جریب فاصلہ تھا ، مختلف قسم کے ریشمی کپڑے بچھائے گئے ۔

گیارھویں سال جلوس شاہجہانی (۱۰۴۸ھ) میں وہ ہفت ہزاری منصب سے سرفراز ہؤا اور بارھویں سال جلوس شاہجہانی (۱۰۴۹ھ) میں جب کہ اس کی عمر ستر سال ہوگئی تو اس کو جسمانی عارضے شروع ہونے اور اس کی موت کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔ شاہجہاں بادشاہ اس کی عیادت کے لیے گیا اور حال پوچھا ۔ ۱۲ ۔ رمضان ۱۰۴۸ھ (۷ ۔ جنوری ۱۶۳۹ء) کو اس کا انتقال ہؤا ۔ اس کے مرنے کی تاریخ نکالی گئی ہے[1] :

ع زحوبی برد گوئے نیک نامی

۱۰۴۸ھ (۱۶۳۹ء)

۱ ۔ افضل خاں کا مقبرہ آگرہ میں "چینی کا روضہ" کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ مقبرہ آگرہ کی مشہور عمارت ہے ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مرقع اکبرآباد صفحہ ۹۳—۹۴ (ق)

وہ فاضل اور مہذب اخلاق تھا ۔ شاہجہاں بار بار کہا کرتا تھا کہ اٹھائیس سالہ ملازمت میں میں نے افضل خاں سے کسی کے متعلق کوئی بری بات نہیں سنی ۔ فصاحت میں وہ اپنے وقت کا حسان تھا ، علم ہیئت ، ہندسہ اور حساب میں بھی مہارت رکھتا تھا ۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس علم و دانش کے باوجود کبھی لکھتا نہ تھا اور سیاق (حساب کے لکھنے کے قواعد) سے بھی واقف نہ تھا ۔ ممکن ہے کہ بلند مرتبہ اور بے پرواہ ہونے کی وجہ سے ایسا ہو ، مگر اس نے تمام اختیارات دیانت رائے مالکر کھترائی پر چھوڑ دیے تھے ، جو اس کا نوکر تھا ۔ سب سوال و جواب وہی کرتا تھا ۔ خواجہ کسی ظریف نے اس کے مرنے کے بعد مرثیے میں کہا کہ جب قبر میں فرشتوں نے سوال کیا تو خان (افضل خاں) نے کہا کہ دیانت رائے سے پوچھو ، وہ میری جواب دے گا ۔ اس کا مقبرہ دریائے جمنا کے کنارے اکبرآباد میں واقع ہے ۔ [۱۵۰] اس کے کوئی لڑکا نہ تھا ۔ اس نے اپنے بھتیجے عنایت خاں کو ، جس کا خطاب عاقل خاں تھا ، بیٹا بنا لیا تھا ۔

۲۶

اخلاص خاں حسن بیگ

شاہجہاں کے والا شاہیوں (خانگی سپاہیوں) میں سے تھا ۔ شاہجہاں کے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد پہلے سال جلوس شاہجہانی میں دو ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب اور چھ ہزار نقد روپئے کے انعام سے سرفراز اور صوبہ برہان پور کی دیوانی پر فائز ہؤا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں دو سو سوار کا اضافہ ہؤا اور چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں وہ اجمیر کا فوج دار مقرر ہؤا ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۹ھ (۱۶۳۹-۴۰ع) میں اس نے سفر آخرت اختیار کیا ۔ اس کا لڑکا نعیم بیگ پانصدی ذات اور دو سو بیس سوار کے منصب پر پہنچا اور پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ (نعیم بیگ) مر گیا ۔

۲۷

آصف خاں مشہور بہ آصف جاہی

مرزا ابوالحسن نام ، اعتمادالدولہ کا لڑکا ، اور نورجہاں بیگم کا بڑا بھائی تھا۔ جب جہانگیر کے ساتھ بیگم کا بیاہ ہوگیا تو مرزا کو اعتقاد خاں کا خطاب اور خانسامانی کا عہدہ ملا۔ ساتویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۰ھ (۲–۱۶۱۱ع) میں اس کی بیٹی ارجمند بانو بیگم، جو ممتاز محل کے نام سے موسوم تھی [۱۵۱] اور مرزا غیاث‌الدین آصف خاں کی نواسی ہوتی تھی ، شاہزادہ سلطان خرم مخاطب بہ شاہجہان کے نکاح میں آئی ۔ نویں سال جلوس جہانگیری میں آصف خاں کا خطاب ملا اور پھر پے درپے منصب میں اضافہ ہؤا ، یہاں تک کہ چھ ہزار ذات اور چھ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ جس زمانے میں کہ جہانگیر اور شاہزادہ شاہجہان کے درمیان رنج و ملال تھا ، خود غرض فتنہ پردازوں نے آصف خاں کو شاہجہاں کی طرف داری سے متہم کر کے نورجہاں بیگم کے مزاج کو ایسے بھائی سے منحرف کر دیا جو حکومت کے لیے ایک مضبوط ستون کی طرح تھا ۔

بیت

چوں غرض آمد ہنر پوسیدہ شد
صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

اور اس کو مطلب میں مخل سمجھتے ہوئے آگرہ کے خزانوں کو لانے کی تقریب سے بادشاہ کے سامنے سے علاحدہ کرا دیا ۔ آصف خاں کی شہزادے سے فتح پور میں ملاقات ہوگئی ، لہٰذا قلعہ مبارک آگرہ سے خزانے کا لانا اس نے مناسب وقت نہ سمجھا اور وہ بادشاہ (جہانگیر) کے حضور میں واپس لوٹ گیا ۔ ابھی وہ متھرا کے قریب بھی نہ پہنچا تھا کہ ارباب مشورہ نے شاہزادے سے بطور مبالغہ عرض کیا کہ اس موقعے پر آصف خاں

جیسے سردار کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے کیونکہ ایسے شخص کا چلا جانا عقل و احتیاط کے خلاف ہے۔ شہزادہ (شاہجہان) پوری طور سے اپنے باپ (جہانگیر) کی رضاجوئی کا خواہش مند تھا، اس لیے وہ عمداً طرح دے گیا۔ اس کے بعد شہزادہ بادشاہ کے مقابلے سے ہٹ کر مالوہ [۱۵۲] چلا گیا۔ اٹھارہویں سال جلوس جہانگیری میں آصف خاں، بنگالہ کا صوبے دار مقرر ہؤا لیکن اسی زمانے میں شہزادہ (شاہجہان) کا بنگالہ جانا بھی تحقیق سے معلوم ہؤا۔ بھائی (آصف خاں)[۱] کے جانے سے بیگم بہت پریشان ہوئی اس لیے اس کو واپس لوٹایا گیا۔

اکیسویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۳۵ھ (۱۶۲۶ع) میں دریائے بہت (جہلم) کے کنارے پر اس (آصف خاں) کی سستی اور چشم پوشی سے مہابت خاں نے غلبہ حاصل کرلیا اور جہانگیر کو نظربند کر دیا۔ آصف خاں نے جو اس تمام فساد کا بانی مبانی تھا، اس نامناسب حرکت کے بعد یہ دیکھا کہ اب کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوتی ہے اور ایسے قوی دشمن (مہابت خاں) سے رہائی ناممکن ہے تو وہ مجبوراً قلعہ اٹک میں جا کر قلعہ بند ہوگیا جو اس کی جاگیر میں تھا۔ مہابت نے اپنے لڑکے مرزا بہرہ ور کی سرداری میں ایک جماعت بھیجی کہ فوراً جا کر محاصرہ کرے، اس کے بعد وہ خود پہنچا اور عہد و پیمان کر کے اس کو اس کے بیٹے ابوطالب اور داماد خلیل اللہ خاں کے ساتھ نظربند رکھا۔ اس کے بعد وہ (مہابت خاں) دربار شاہی سے بھاگ گیا اور اس نے آصف خاں کے رہا کرنے میں تاخیر کی اور بہت مبالغے کے بعد عہد و پیمان کے ذریعے بادشاہ کی طرف سے اپنی طبیعت کو اس (مہابت خاں) نے صاف کر کے پھر اس (آصف خاں) کو دربار شاہی کے لیے روانہ کیا۔ اسی زمانے میں آصف خاں پنجاب کا صوبہ دار مقرر ہؤا اور اس کو وکالت کا عہدہ ملا۔ سات ہزار ذات اور سات ہزار سوار کے منصب سے سرفراز ہؤا۔

۱۔ متن کتاب میں غلطی سے برادر زادہ لکھا ہے۔ بلاک مین کے ذاتی خطی نسخہ میں صرف ''برادر'' ہے۔ اس بات کی تائید اقبال نامہ جہانگیری (صفحہ ۲۱۳) سے بھی ہوتی ہے (ب)

۱۰۳۷ھ بائیسویں سال جلوس جہانگیری میں جہانگیر نے کشمیر سے واپس ہوتے ہوئے [۱۵۳] راجور کی منزل سے کوچ کیا تو راستے میں اس نے مرغوب طبیعت پیالہ (شراب) طلب کیا لیکن وہ اس کے ہونٹوں سے نیچے نہ اترا اور منزل پہنچنے تک یہی حالت رہی۔ دوسرے دن ستائیس صفر[۱] کو اس (جہانگیر بادشاہ) نے سفر آخرت اختیار کیا اور لشکر میں عجیب شورش بپا ہوگئی۔

آصف خان نے داور بخش پسر خسرو کو قید سے نکال کر سلطنت موہوم کے لیے نام زد کیا۔ وہ یقین نہیں کرتا تھا لیکن بڑی بڑی قسمیں کھا کر اس کو مطمئن کیا اور اگلی منزل کو روانہ ہوئے۔ نورجہاں بیگم، جو شہریار کو بادشاہ بنانے کی خواہش مند تھی، چاہتی تھی کہ آصف خان کو اعظم خان میر بخشی کے ساتھ قید کرلے کیونکہ یہ دونوں سلطنت کے مضبوط ستون اور اس کے مقصد میں خارج تھے۔ ہرچند آدمیوں کو بھائی کے بلانے کے لیے بھیجا، آصف خان نے عذر کردیا اور وہ اس کے پاس نہ گیا۔ نورجہاں بیگم بھی جہانگیر کی نعش کے ساتھ پیچھے سے چل دی۔

آصف خان نے بنارسی نام ایک ہندو کو جو مشرف (نویسندۂ) فیل خانہ تھا اور اپنی تیزروی اور تیز دوڑنے میں شہرت رکھتا تھا، چنگیز ہٹی منزل سے شاہجہاں کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ چونکہ کچھ نہ لکھنا مصلحت وقت کے مطابق تھا اس لیے اس خبر (جہانگیر کی موت) کو زبانی بھیجا اور اپنی مہر کرنے کی انگوٹھی اس کے سپرد کر دی تاکہ اعتماد کے لیے ایک دستاویز ہووے۔ وہ (ہمراہان نورجہاں) اس روز نوشہرہ میں ٹھیرے اور دوسرے دن پہاڑ سے اتر کر بھنبھر میں پہنچے۔ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے اور نعش کو پہلے سے بھیج دیا تاکہ اس باغ میں دفن کر دیا جائے، جسے نورجہاں بیگم نے دریائے لاہور (راوی) کے اس طرف قائم کیا تھا۔

۱۔ مطابق ۲۷۔ اکتوبر ۱۶۲۷ء

چونکہ ہر عام و خاص کو یہ یقین و اطمینان تھا کہ یہ سب شاہجہاں کی بادشاہت کی تمہید ہے اور داور بخش، قربانی کے بکرے سے زیادہ نہیں ہے، [۱۵۴] تمام امراء اور تمام ملازمین آصف خاں کے فرماں بردار تھے۔ وہ (آصف خاں) چونکہ نورجہاں بیگم سے مطمئن نہ تھا اس لیے اس نے احتیاط کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور لوگوں کو نورجہاں بیگم کے پاس آنے جانے سے منع کر دیا۔ بلکہ لوگ کہتے ہیں کہ بیگم کو بادشاہی محل سے لا کر اپنے پاس جگہ دی۔ جب لاہور تین کوس رہ گیا تو سلطان شہریار کہ جس کے داڑھی اور مونچھ کے بال، بال خورے کے مرض سے ختم ہوگئے تھے اور آتشک کی گرمی سے آنتے پڑ گئے تھے، پہلے سے لاہور پہنچ چکا تھا۔ اس نے سلطنت کا دعویٰ کر دیا اور ایک ہفتے میں ستر لاکھ روپیہ خرچ کر کے ایک لشکر جمع کر لیا۔ اس لشکر کو مرزا بایسنغر پسر سلطان دانیال کی سرداری میں دریا کے پار بھیجا اور خود دو تین ہزار سواروں کے ساتھ لاہور میں ٹھہر کر سرگی تقدیر کا انتظار کرنے لگا:

ع منتظر تا فلک از پردہ چہ آرد بیروں

جب دونوں فریقوں کا مقابلہ ہؤا تو پہلے حملے ہی میں اس (شہریار) کی فوج کا انتظام خراب ہوگیا اور بغیر کسی کام کو انجام دیے وہ نے ہر کوئی بھاگ کھڑا ہؤا۔ شہریار اس وحشت اثر خبر سے اپنی حفاظت کے متعلق بھی نہ سوچ سکا اور قلعے میں چلا گیا۔ گویا اس نے خود اپنے آپ کو جال میں پھنسا دیا۔ امراء قلعے میں دوڑ پڑے اور انہوں نے داوربخش کو تخت پر بٹھا دیا۔ شہریار کو، جو جہانگیر کی حرم سرا میں جا کر ایک گوشے میں بیٹھ گیا تھا، فیروز خاں خواجہ سرا باہر لایا اور اس کو اللہ وردی خاں کے سپرد کر دیا۔ اس نے اس کی کمر سے پٹکا کھول کر اس سے اس (شہریار) کے دونوں ہاتھ باندھے اور داوربخش کے حضور میں پیش کر دیا۔ آداب و تسلیمات بجا لانے کے بعد وہ قید ہوگیا اور دو تین دن کے بعد اندھا کر دیا گیا۔ [۱۵۵]

جب یہ کیفیت ساہوکاروں کی تحریر کے ذریعے سے شاہجہاں کو معلوم ہوئی تو اس نے خدمت پرست خاں رضا بہادر کو احمد آباد ، گجرات سے آصف خاں کے پاس لاہور بھیجا اور خود اپنے ہاتھ سے لکھا کہ اس موقعے پر جب کہ آسمان مصیبت اور زمین فتنہ اٹھا رہے ہیں ، بہتر یہ ہے کہ داور بخش کو دوسرے شاہزادوں کے ہمراہ موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ آصف خاں نے بروز اتوار ۲۲ - ربیع الآخر سنہ مذکور ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۸ء) کو داور بخش کو قید کردیا اور شاہجہاں کے نام کا خطبہ پڑھا - ۲۶ - جمادی الاول[1] ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۸ء) کو اسے (داور بخش کو) جو اس کے بھائی گرساسپ کے ساتھ اور سلطان شہریار کو سلطان دانیال کے بیٹوں طہمورث اور ہوشنگ کے ساتھ زندگی کی قید سے آزاد کر دیا -

جب شاہجہاں آگرہ پہنچ کر ہندوستان کے تخت سلطنت پر بیٹھا تو آصف خاں شاہزادہ دارا شکوہ ، محمد شجاع اور محمد اورنگ زیب کے ہمراہ کہ جو اس کے نواسے ہونے تھے اور تمام امراء ، لاہور سے آگرہ پہنچے - اسی سال ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۸ء) ۲- رجب کو آصف خاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور یمین الدولہ آصف خاں کے خطاب سے مفتخر ہؤا اور ''عمو'' کے خطاب سے پکارا گیا، وکالت کا عہدہ ملا، مہر اورک (سلطنت کی چھوٹی مہر) اس کے سپرد ہوئی - اس کو آٹھ ہزاری ذات اور آٹھ ہزار سوار ، دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب ملا - اس مرتبے پر اب تک کوئی امیر نہیں پہنچا تھا - یمین الدولہ آصف خاں نے اپنی آراستہ فوج کے اچھے گھوڑوں والے پانچ ہزار سوار مع مناسب اسلحہ وغیرہ کے شاہجہاں کے معائنہ سے گزرائے اور اس کے بعد نو ہزار ذات اور نو ہزار سوار کا منصب اور پانچ لاکھ روپے کی سیر حاصل جاگیر [۱۵۶] اس کو مرحمت ہوئی -

پنجم سال جلوس شاہجہانی کے آغاز میں وہ (آصف خاں) برہان پور سے محمد عادل شاہ بیجاپوری کی تادیب کے لیے بہت سرو سامان اور فوج کے

---

۱ - اقبال نامہ جہانگیری (صفحہ ۳۰۳) میں ۲۲ - جمادی الاول (۱۹ - جنوری ۱۶۲۸ء) دیا ہؤا ہے (ب)

ساتھ مقرر ہؤا - جب اس کی فوج بیجاپور میں خیمہ انداز ہوئی اور اس نے مارے باندھے کا کام شروع کیا تو محمد ابن مصطفیٰ خاں داماد ملا محمد لاری و خیریت خاں عم رندولہ خاں حبسی قلعے سے نکلے اور حالیس لاکھ روپئے کی پیش کش کے ساتھ صلح کر کے قلعے کو واپس چلے گئے - خواص خاں ، جو سلطنت بیجاپور کا مختار کل تھا، جب ملک کی ویرانی اور نادانی فوج میں رسد کی قلت اور گھاس اور لکڑی کی کمی سے واقف ہؤا تو وہ اس کے دفعیے میں مشغول ہؤا - کہتے ہیں کہ اس مہم میں قحط علے ہ محط نہ تھا بلکہ ہر ضرورت کی چیز کی ایسی کمی تھی کہ ایک جوڑی جوتے کی قیمت چالیس روپے ہوگئی تھی ، ایک گھوڑے کی نعل بندی دس روپے میں ہوتی تھی - تھوڑاً یمن الدولہ بیجاپور کی طرف سے اٹھ کر رائے باغ و مرج کی طرف چلا گیا جو آباد ملک تھا اور لوٹ مار کرنے میں اس نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور جب برسات کا موسم آیا تو واپس ہؤا -

کہتے ہیں کہ اس مہم میں ایک دن آصف خاں نے ایک مجلس خلوت منعقد کی۔ اعظم خاں نے کہا کہ اب بادشاہ ہمارا اور تمھارا محتاج نہیں ہے۔ آصف خاں نے کہا کہ ہمارے اور تمھارے بغیر اب بھی ملک کا کام انجام کو نہ پہنچے گا - یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی اور اس کو ناگوار ہوئی - اس نے کہا اس (آصف خاں) کا احسان میرے اوپر ضرور ہے لیکن آئندہ سلطنت کے کاموں میں اس کو تکلیف نہیں دینی چاہیے [۱۵۷] اس کے بعد اگرچہ ملاقاتوں میں گرانی رہی لیکن بظاہر عزت و مرتبہ میں سرمو فرق نہ آیا بلکہ مہابت خاں کے مرنے کے بعد آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں خانخانانی اور سپہ سالاری کے منصب ملے - پندرھویں سال جلوس (۱۰۵۱ھ) میں استسقاء کے پرانے مرض کی وجہ سے لاہور میں اس (آصف خاں) کا انتقال ہوگیا -

کہتے ہیں کہ خوش خوراک ہونے کے ساتھ اُسے بھوک بھی بہت لگتی تھی - اس کی دن رات کی خوراک ایک شاہجہانی من تھی - جب اس

کی بیاری بڑھی تو صرف چنوں کے پانی کے ایک پیالے پر اکتفا کرتا تھا۔ ''زہے افسوس آصف خاں'' (اس کے مرنے کی) تاریخ ہے۔ وہ جہانگیر کے مقبرے کے جوار میں ۱۰۵۱ھ (۱۶۴۱ع) دفن ہؤا۔ حکم کے مطابق ایک عمارت اور باغیچہ بنایا گیا[1]۔

ایک دن شاہجہاں اس کی مزاج پرسی کے لیے گیا تو لاہور کی حویلی کے علاوہ، کہ جو بیس لاکھ روپئے میں تیار ہوئی تھی[2]، دہلی، آگرہ اور کشمیر کی دوسری عمارات، اسباب اور جواہرات، نقد، سونا، چاندی، اور دوسری چیزیں قیمتی دو کروڑ پچاس لاکھ روپئے کی فہرست شاہجہاں بادشاہ کی خدمت میں پیش کی کہ سب ضبط سرکار ہوجائے۔ بادشاہ نے اس کے تینوں لڑکوں اور پانچوں لڑکیوں کو بیس لاکھ روپیہ اور دارا شکوہ کو لاہور کی حویلی مرحمت کر کے بقیہ ضبط کرلیا۔

آصف خاں ہر علم میں واقفیت رکھتا تھا اور معقولات میں اس کو بہت دسترس حاصل تھی۔ لہٰذا دفاتر بادشاہی میں اس کے لیے جو القاب لکھا جاتا تھا اس میں یہ فقرہ داخل تھا ''شعلہ افروز فطرت اشراقیاں دانش آموز طبیعت مشائیاں'' وہ خوش نویس، درست محاورہ، سیاق داں [۱۵۸] اور معاملہ فہم تھا۔

خالصہ کے ملازمین اور دوسرے امراء کی تنقیح حساب وہ خود کرتا تھا اور اس سلسلے میں کسی کی رہنمائی کا محتاج نہ تھا۔ اس کی سرکار میں جو اخراجات اور مصارف ہوتے تھے، وہ عقل میں نہیں آتے ہیں۔ خصوصاً اس کے قریبی رشتہ دار بادشاہ، شہزادوں اور بیگمات کے

۱۔ آصف خاں ۱۷۔ شعبان ۱۰۵۱ھ (۱۲۔ نومبر ۱۶۴۱ع) کو فوت ہؤا۔ اس کا مقبرہ لاہور میں تعمیر ہؤا۔ تفصیلی حالات مقبرہ کے لیے ملاحظہ ہو۔ تحقیقات چشتی از نور احمد چشتی صفحہ ۷۷۷–۷۸۲ (لاہور ۱۳۲۴ھ) (ف)

۲۔ آصف خاں کی حویلی کے لیے ملاحظہ ہو مرقع اکبر آباد (صفحہ ۱۰۴–۱۰۵) (ف)

تشریف فرما ہونے پر جو ضیافتیں اکثر ہوتی تھیں ، ان میں پیشکش اور نذرانوں کے علاوہ نہ جو بڑی بڑی رقوم پر مشتمل ہوتے تھے ، کھانے اور پینے میں کوئی تکلف اٹھا نہیں رکھا جاتا تھا ۔ وہ کوئی بھی آرائش و زیبائش بھی جو اندر اور باہر نہ ہوتی تھی ۔ اس کے ملازمین اچھے تھے اور وہ ان کی بہت خبرگیری رکھتا تھا ۔ وہ اپنے باپ (اعتمادالدولہ غیاث بیگ) کی طرح بہت نرم طبیعت اور منکسرالمزاج تھا ۔

اس امیر مرحوم کے لڑکوں اور فرزندوں کا حال کہ جو شاہجہاں کے زمانے میں بڑے بڑے مراتب پر فائز ہوئے ، اس کتاب میں اپنے اپنے مقام پر لکھا گیا ہے لیکن ممتاز محل (کا ذکر کیا جاتا ہے) جو اس کی پاکیزہ بیٹی تھی اور بیس سال کی عمر میں شاہجہاں سے بیاہی گئی ۔ چودہ فرزند ، اس نے حمل کے بوجھ اٹھانے کی تکلیف برداشت کی ، ان میں سے چار لڑکے اور تین لڑکیاں ، والد ماجد (شاہجہاں) کی سلطنت کے آخر زمانے تک زندہ رہیں ۔

چوتھے سال جلوس شاہجہانی (۱۰۴۰ھ) میں اس خاتون (ممتاز محل) کی کہ جس کی عمر انتالیس سال ہوچکی تھی ، ایک نیک عادت لڑکی کی پیدائش میں کہ جس کا نام گوہر آرا بیگم تھا ، حالت خراب ہوئی ، اس نے بادشاہ (شاہجہاں) کو بلانے کا حکم دیا ۔ شاہجہاں بہت بے قراری کے ساتھ پہنچا اور آخری ملاقات کی ۔ ۱۷ ۔ ذی قعدہ ۱۰۴۰ھ (۷ ۔ جولائی ۱۶۳۱ع) کو [۱۵۹] برہان پور کے باغ میں (ممتاز محل) بیگم بطور امانت سپرد زمین کی گئی ۔

ع جائے ممتاز محل جنت باد

(اس کے مرنے کی) تاریخ ہے ۔

لکھے ہیں کہ ان دونوں بزرگوار شوہر اور بیوی کے درمیان بہت محبت تھی چنانچہ شاہجہاں بادشاہ نے اس (ممتاز محل) کے مرنے کی جدائی میں مدتوں رنگین لباس ، نغمے کا سننا اور عطریات کا استعمال متروک اور جشن و عید کو موقوف کر دیا اور دو سال تک ہر قسم کی لذت سے

محترز رہا ۔ اس مرحومہ کے ترکے میں سے جو ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ تھا ، آدھا بیگم صاحبہ (جہاں آرا بیگم) کو دیا اور بقیہ دوسری اولادوں میں تقسیم کردیا ۔ اس واقعے کے چھ ماہ بعد شاہزادہ محمد شجاع ، وزیر خاں اور ستی خانم صدرالنساء اس مرحومہ کی نعش کو اکبرآباد لائے اور دریائے جمنا کے کنارے جنوبی رخ پر دفن کیا ۔ یہ زمین راجا مان سنگھ کی تھی اور وراثتاً راجہ جے سنگھ کو ملی تھی ، وہاں ایک رفیع الشان مقبرہ بہت آرائش اور نمونہ کے ساتھ ، کہ جس کی ہندوستان میں نظیر نہیں ہے، پچاس لاکھ روپے کے صرفے سے بارہ سال کی مدت میں تعمیر ہؤا ۔ حویلی اکبرآباد اور پرگنہ نگرچین کے تیس گاؤں کہ جن کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ روپے ہوتی ہے اور اس مقبرے سے متعلق دوکانوں اور سرائے کی آمدنی دو لاکھ ہے ، (اس کے لیے) وقف ہوئے ۔

۲۸

اہتمام خاں

وہ شاہجہانی والا شاہیوں (خاص سپاہیوں) میں سے تھا ۔ پہلے سال جلوس شاہجہانی [۱۰٦۱] میں ہزاری ذات اور ڈھائی سو سوار کے منصب سے سرفراز ہؤا ۔ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہی افواج ولایت دکن میں پہنچیں اور تین فوجیں تین امیروں کی سرداری میں خاں جہاں لودی کی تادیب اور ملک نظام الملک دکنی کی تخریب کے لیے کہ جس نے اس (خاں جہاں لودی) کو پناہ دی تھی ، متعین ہوئیں تو وہ (اہتمام خاں) اس فوج کے توپ خانے کا داروغہ مقرر ہؤا اور اعظم خاں کے ساتھ گیا ۔ اور جس لڑائی میں اعظم خاں نے خاں جہاں لودی پر حملہ کیا اور خاں جہاں کے بھتیجے نے ڈٹ کر مقابلہ کیا ، اس میں وہ (اہتمام خاں) بہادر خاں روہیلہ کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی کے اوپر سے باہر آنے میں سب سے آگے تھا اور اس نے بہت بہادری کے کام کئے ۔ اس کے بعد جب اعظم خاں مقرب خاں اور بہلول کو برباد کرنے کے ارادے سے بہت

کر کے جام کھیری کی طرف گیا تو وہ (اہتمام خاں) قلعہ تلنگی کو فتح کرنے کے لیے مقرر ہؤا۔ اس نے اس کے فتح کرنے میں نمایاں کام کئے۔ جو نویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد اس کا منصب ہزار ذات اور چارسو سوار ہوگیا اور اس کو جالنہ کی تھانیداری ملی۔ پانچویں سال جلوس سال شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہؤا اور چھٹے جلوس شاہجہانی میں دو ہزار ذات اور ایک ہزاردو سو سوار کا منصب ہوگیا۔

نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہجہاں دوبارہ دکن گیا اور تین فوجیں تین امیروں کی سرداری میں ساہو بھونسلہ کی گوشمالی اور عادل خانیوں کے ملک بربادی کے لیے مقرر ہوئیں تو اس (اہتمام خاں) کے منصب میں تین سو سوار کا اضافہ ہؤا اور اس کو خان دوراں خاں کے ہمراہ جانے کا حکم ہؤا۔ قلعہ اوسا کے محاصرے کے دوران وہ شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہؤا اور اس کی فتح کے بعد [۱٦۰] اس کی قلعہ داری پر مقرر ہؤا۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو نقارہ بجانے کی عزت حاصل ہوئی۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے معزول ہوکر شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر حاکم دکن کی خواہش پر کھیرلہ مضاف برار کی تھانے داری پر مقرر ہؤا اور چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں دکن سے حضور شاہی میں حاضر ہؤا اور ہمت خاں کے تبدیل ہونے کے بعد خلعت، گھوڑا، ہاتھی اور غوربند کی تھانے داری سے سرفراز ہؤا۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے گیا اور قلعہ غور کے حاصل کرنے کے بعد اس کی حفاظت پر متعین ہؤا۔ جب معلوم ہؤا کہ وہاں کے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا ہے تو بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے تبدیل ہؤا اور اسی سال مطابق ۱۰۵٦ھ میں مر گیا۔

۲۹

اسلام خاں مشہدی

میر عبدالسلام (نام) اور ''اختصاص خاں'' خطاب تھا۔ شاہجہاں

کی شہزادگی کے زمانے کے پرانے ملازموں میں سے تھا ۔ ابتداء میں وہ منشی کے عہدے پر مقرر ہؤا ۔ ۱۰۳۰ھ (۱٦۲۱ع) مطابق پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں جب دوسری مرتبہ شاہی فوجیں دکن کی مہات پر پہنچیں تو دربار شاہی میں (شاہجہاں کی طرف سے) وکیل مقرر ہو کر ایک لائق منصب اور اختصاص خاں کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔ اس زمانے میں جب کہ جہانگیر کا مزاج شاہزادہ (شاہجہاں) سے منحرف تھا نو اس کو دربار سے بلا لیا گیا اور وہ شاہجہاں کی خدمت میں پہنچا ۔ گردش فلکی کے زمانے میں شاہجہاں سے علاحدہ [۱٦۲] نہ ہؤا اور اس کے بعد جب قلعہ جنیر میں شاہجہاں مقیم ہؤا اور اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ کا انتقال ہؤا تو اس کے ولی عہد محمد عادل شاہ کی تعزیت اور دل جوئی کے لیے اس کو بھیجا گیا ۔ اختصاص خاں نے تسلی و تسفی کے مراسم اور سفارت کے آداب جیسے کہ چاہیے تھے ، پورے کئے ۔ شاہجہاں کے جلوس سلطنت کے شروع میں جب وہ ہندوستان کا بادشاہ ہؤا تو اس (اختصاص خاں) نے اس کی خدمت میں بڑے نذرانے اور مختلف قسم کے بیش قیمت جواہرات پیش کئے ۔ اس کو چار ہزار ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، اسلام خاں کا خطاب ، بخشی دوم اور عرض مکرر (بخشی دوم) کی خدمت سپرد ہوئی ۔ یہ خدمت سوائے قابل اعتماد تبشکار کے کسی دوسرے کو نہیں ملی تھی ۔

جب خان جہاں لودی کے استیصال کی غرض سے شاہجہاں دکن کی طرف روانہ ہؤا تو وہ (اسلام خاں) اکبرآباد کی حفاظت کے لیے مقرر ہؤا جو ہندوستان کا مستقرالخلافتہ اور دارالسلطنت تھا ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب شیر خاں تونور ناظم گجرات مر گیا تو اسلام خاں کو پنج ہزاری منصب اور اس علاقے کی گورنری ملی اور چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں وہ میر بخشی مقرر ہؤا ۔ اس کی تاریخ "بخسی ممالک" سے ۱۰۴۳ھ (۴-۱٦۳۳ع) ہے ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اعظم خاں کے تبدیل ہونے کے بعد وہ وسیع ملک بنگالہ کا ناظم ہؤا اور وہاں اس نے بہت فتوحات حاصل کیں ۔ اس نے صوبہ آسام کے باشندوں کی مناسب

طریقے سے ضبط کی اور اسام کے حاکم کے داماد کو قید کیا ۔ ایک دن صرف دوپہر میں پندرہ قلعے [۱٦۳] فتح کئے ۔ سری گھاٹ اور مانڈو پر قبضہ کیا اور فوج ہاجو کے تمام محال میں تھانے بٹھائے ۔ اور پانچ سو دشمان پکڑیں ۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں یہ واقعہ ہؤا ۔ مگھ کے حاکم کے بھائی مانک رائے ، جو چاٹگام میں مستقل حاکم تھا ، رخنگ (ارا کان) کے لوگوں کے غلبے کی وجہ سے اسلام خاں سے ملتجی ہؤا اور بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ جہانگیر نگر عرف ڈھاکہ میں خان مذکور کے پاس آیا ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسلام خاں حسب طلب بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور وزارت دیوان اعلیٰ پر فائز ہؤا ۔ جب دکن کا گورنر خان دوراں نصرت جنگ[۱] مارا گیا تو انیسویں سال جلوس شاہجہانی کے جشن کے دن (اسلام خاں کو) چھ ہزار ذات اور سوار کا منصب اور اس ولایت (دکن) کی صوبے داری ملی ، اور اس کے بھائی ، لڑکے اور داماد کے مناصب میں اضافہ ہؤا ۔ وہ خوش ہو کر اس کے ساتھ (دکن میں) متعین ہوئے ۔

کہتے ہیں کہ جب خان دوراں کے مرنے کی خبر آئی تو شاہجہان نے اسلام خاں سے کہا کہ (دکن کی) صوبے داری پر کس کو تجویز کیا جائے ۔ اس نے گھر آ کر اپنے بہی خواہ مشیروں سے کہا کہ بادشاہ نے ایسا فرمایا ہے اور بہت سوچنے کے بعد جو کچھ میری سمجھ میں آتا ہے (وہ یہ ہے) کہ اپنا نام لینا چاہیے ۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا مناسب رائے ہے ، وزارت عظمیٰ اور بادشاہ کے قرب کے مقابلے میں دکن کی حکومت کوئی قیمت نہیں رکھتی ' اسلام خاں نے کہا کہ یہ بات مسلم ہے مگر جو بات میرے ذہن میں آئی ہے (وہ یہ ہے) کہ بادشاہ [۱٦۴] سعداللہ خاں کی وزارت کے لیے بہانہ تلاش کرتا ہے کیونکہ وہ اس پر نظرالتفات رکھتا ہے ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی بہانے سے معزول کردے

۱ ۔ نصرت جنگ کا قتل لاہور میں ۷ ۔ جمادی‌الاول ۱۰۵۵ھ (یکم جولائی ۱٦۴۵ع) کو ہؤا ۔ (و)

لہذا اس صورت میں کیا بہتر ہے ؟ سب نے اس کی رائے کی تعریف کی ۔ اسی روز آخر وقت میں عادت اور ہمیشہ کے خلاف تلوار اور ڈھال باندھ کر دربار میں حاضر ہؤا ۔ بادشاہ نے پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ حکم ہؤا تھا کہ کسی کو دکن کے لیے تجویز کرو ، سوائے خود غلام کے کوئی اور میرے ذہن میں نہ آیا ۔ (بادشاہ نے) یہ بات پسند کر کے فرمایا کہ نائب وزیر کس کو بنایا جائے ؟ تو اس نے کہا کہ سعداللہ خاں سے بہتر کوئی اور نہیں ہے ، یہ بات منظور ہوئی ۔ جیسے ہی کہ وہ مہم (دکن) کو روانہ ہؤا تو سعداللہ خاں کو وزیرکل بنا دیا گیا ۔ اسلام خاں کا قیاس اور اندیشہ سب پر درست اور صحیح ثابت ہؤا اور بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد اس کا منصب سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار ہوگیا ۔

جب برہانپور سے اورنگ آباد پہنچا تو اس کو جسمانی امراض نے گھیرا ۔ اس نے سمجھ لیا کہ اب آخری سفر درپیش ہے ۔ اس نے اپنی سرکار کے کاتب خضر بھوج اور جاگیر کے پیشکار خواجہ عنبر کے مشورے سے کاغذات کو جلا ڈالا اور مال لڑکوں ، بھائیوں اور محل کے دوسرے لوگوں میں خفیہ تقسیم کر دیا اور بیس لاکھ روپئے کا حساب دربار شاہی میں بھیج دیا ۔

۱۴ ۔ شوال ، اکیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۷ھ (۱۲ ۔ نومبر ۱۶۴۷ء) میں اس کا انتقال ہؤا ۔ وصیت کے مطابق اس شہر (اورنگ آباد) میں دفن ہؤا ۔ مقبرہ اور ایک باغ تعمیر ہؤا ۔ اگرچہ پرانا ہوگیا ہے مگر اب بھی ترو تازگی باقی ہے ۔ خواجہ عنبر [۱۶۵] قبر کے سرہانے (بطور مجاور) بیٹھا ۔ شاہجہاں بادشاہ اس کیفیت سے آگاہ تھا ۔

اسلام خاں علوم معقول و انشاء اور خطاطی میں خوب مہارت رکھتا تھا ۔ بادشاہی کاموں میں وہ بہت حرص کرتا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا مرد کام میں دخل دے اور وہ کاموں میں محنت اور تکلیف برداشت کرتا تھا ۔ اہل دکن ، جو خان دوراں سے پریشان

تھے اور اس سے مہربانی کی امید رکھتے تھے وہ پوری نہ ہوئی ۔ اگرچہ اس نے ملک کی آبادی میں بہت کوشش کی مگر کچھ حاصل نہ ہوا ۔ اس نے قلعے کے ذخائر کو کفایت سے فروخت کر کے اور نقد درست کیا ۔ اس کی سرکار میں اچھے اچھے گھوڑے اور ہاتھی جمع دیے ، اگرچہ وہ گھوڑے کی سواری کی طاقت نہیں رکھتا تھا لیکن وہ ان (گھوڑوں) کے علاج اور خبرگیری میں بہت کوشش کرتا تھا ۔

اس (اسلام خاں) کے چھ لڑکے تھے ان میں سے اشرف خاں صفی خاں اور عبدالرحیم خاں کے حالات علاحدہ لکھے گئے ہیں ، اس کا دوسرا لڑکا میر محمد شریف اس کے مرنے کے بعد ایک ہزار ذات اور دو سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ سلطان محمد اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار کی مہم پر گیا اور چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ چڑاؤ آلات کی داروغگی پر مامور ہوا ۔ اس کے بعد داراخلافہ کی بخشی گری اور واقعہ نویسی پر مقرر ہوا ۔ آخر میں صدر صوبہ کا متصدی مقرر ہوا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے مرض کے علاج کے زمانے میں جب کہ سلطان مراد بخش نے سلطنت پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا تو اس (میر محمد شریف) کو گرفتار کر کے قید کر دیا گیا ۔ [۱٦٦]

چوتھا لڑکا میر محمد غیاث باپ کے مرنے کے بعد پانچ سو ذات اور دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ برہان پور کی بخشی گری اور واقعہ نویسی اور توشہ خانہ کی داروغگی پر مقرر ہوا ۔ عالم گیر کے زمانے میں دوبارہ صدر صوبہ کا متصدی اور اورنگ آباد کا بخشی اور واقعہ نویس مامور ہوا ، بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کا انتقال ہوا ۔ چھٹا لڑکا میر عبدالرحمٰن سولھویں سال جلوس عالم گیری میں حیدرآباد کی حجابت پر مامور ہوا ، کچھ دنوں اورنگ آباد کا بخشی اور وقائع نگار بھی رہا ۔ اور کچھ مدت تک آختہ بیگی اور عرض مکرر کی داروغگی پر بھی مقرر رہا ۔

۳۰

اصالت خاں میر عبدالهادی

میر میران یزدی کا لڑکا تھا ، جو دوسرے سال جلوس جہانگیری (۱۰۰۵ھ) میں اپنے باپ میر خلیل‌اللہ کے ہمراہ ظلم و تعدی کی وجہ سے ناکام ہوکر دارالامن ہندوستان میں آیا تھا ۔ شاہ عباس صفوی مرحوم کا مزاج میر (خلیل‌اللہ) سے برہم ہؤا اور اس پر اس کا عتاب و غضب ہؤا اور اس پر مصیبت کا دور آیا ۔ مجبوراً اس نے مسافرت اختیار کی ۔ اس مصیبت سے نیم جان ہوکر سلامت نکل جانے ہی کو غنیمت جانا، اپنے پوتوں عبدالهادی اور خلیل‌اللہ کو کم عمر ہونے اور تنگئی وقت کی وجہ سے ساتھ نہ لا سکا ، اور وہ دونوں عراق (ایران) میں رہ گئے ۔ جس زمانے میں خان عالم ایران کی سفارت پرگیا تو جہانگیر نے اپنے الطاف و مہربانی سے جو وہ میر میران (خلیل‌اللہ) پر فرماتا تھا ، اس کے لڑکوں (پوتوں) کو لانے کے لیے (خان عالم کو) لکھا ۔ [۱٦۷] جب وہ دونوں مغموم و حوادث زدہ (عبدالهادی و خلیل‌اللہ) آستانۂ خلافت (جہانگیری) پر پہنچے اور جہانگیر کے الطاف و کرم سے سرفراز ہوئے تو ان کی مصیبت کا دور ختم ہوگیا ۔

تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ نے میر عبدالهادی کو اصالت خاں کے خطاب سے سرفراز فرمایا ، اس کی حسن عقیدت ، اخلاص ، مزید خدمت اور جانفشانی کی وجہ سے اس کا اعتبار اور بڑھ گیا ۔ پنجم سال جلوس شاہجہانی میں وہ یمین‌الدولہ (آصف خان) کے ہمراہ عادل شاہیوں کی تنبیہ اور مملکت بیجاپور کے خاتمے کے لیے گیا ۔ جب وہ بھالکی کے قرب و جوار میں پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا تو وہاں کے لوگوں نے روزانہ اپنی کوتاہ نظری سے توپ اور بندوق کے مقابلے میں جانیں دینی شروع کر دیں اور ایک رات کو اندھیرے میں اس طرف سے کہ جدھر مورچال (خندق) نہ تھی نکل بھاگے ۔ اصالت خاں جو اس فوج کے ہراول میں تھا نہایت جرأت اور بہادری سے قلعے کے اوپر چڑھ کر لکڑی کے ایک

ایسے تخت پر کھڑا ہوگیا کہ جس کے نیچے آتش بازی کا سامان رکھا ہوا تھا ، اتفاق سے اس سامان میں آگ لگ گئی اور وہ (اصالت خاں) اس تخت کے ساتھ ہوا میں اڑ کر ایک ایسی جگہ گرا جہاں گھاس کا ڈھیر تھا ، اس کے ہاتھ کا ایک حصہ اور چہرہ باروت سے جل گیا لیکن خدا تعالیٰ کی مہربانی سے وہ ہلاکت سے محفوظ رہا ۔

چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد اس کا منصب ایک ہزار پانچ سو ذات اور پانچ سو سوار ہوگیا اور وہ اس فوج کی بخشی گری پر مامور ہوا جو شاہ شجاع کی سرداری میں دولت آباد کی مہم پر روانہ ہوئی تھی ۔ اس مہم میں اس نے ایسی بادشاہی خدمات انجام دیں [۱٦٨] کہ مہابت خاں سپہ سالار کج خلق ہونے کے باوجود اس کے حال پر متوجہ ہوا اور اس نے خان مذکور (اصالت خاں) کو رسیدات و کواعد پر دستخط کے لیے اپنا نائب مقرر کر لیا ۔ جب وہ اس سفر سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو آٹھویں جلوس شاہجہانی میں باقر خاں نجم ثانی کے تبدیل ہونے کے بعد وہ دارالملک دہلی کا صوبے دار مقرر ہوا اور اس کے منصب میں پندرہ سو ذات اور سترہ سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ صوبہ (دہلی) کے انتظام کے لیے یہ اضافہ ضروری تھا ۔ اس طرح اس کا منصب تین ہزار ذات اور دو ہزار پانچ سو سوار کا ہوگیا ، علم ، ہاتھی اور خاص خلعت اس کو مرحمت ہوا ۔

جب مئو کے زمیندار جگتا[1] نے ناشکر گزار ہوکر سرکشی کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے تین فوجیں، دس ہزار سواروں کی روانہ کیں جن میں سے ایک فوج اصالت خاں کی سرداری میں بھیجی گئی ۔ خان مذکور نے نور پور کا محاصرہ کرلیا اور اس نے روزانہ محصور شدہ لوگوں کو پریشان کرنے کے اسباب شروع کر دیے ۔ جب مئو کا قلعہ بہادر سپاہیوں نے فتح کر لیا کہ جس پر جگتا کو بہت اعتماد تھا تو نور پور کے قلعہ بند لوگ آدھی رات

---

۱ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگت سنگھ کا اختصار ہے ۔ ملاحظہ ہو پادشاہنامہ جلد دوم صفحہ ۲۲۱ (ب)

کو بھاگ گئے اور اس مقام کو آسانی سے چھوڑ دیا ۔ اس کے بعد اصالت خاں نے دوسرے سرداروں کے اتفاق سے تارا گڑھ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مہم کو بھی بہت مناسب طریقے سے انجام کو پہنچایا ور اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں صلابت خاں کے انتقال کے بعد میر بخشی کے جلیل القدر عہدے پر فائز ہؤا ۔

جب بادشاہ (شاہجہاں) نے بلخ فتح کرنے کا ارادہ کیا تو امیرالامراء کو جو کابل کا گورنر تھا حکم ہؤا کہ زبردست فوجوں کے پہنچنے تک بدخشاں کے علاقے میں سے [۱٦۹] جتنے پر ہوسکے قبضہ کر لے - ۱۰۵۵ھ (۱٦۴۵ع) میں اصالت خاں کچھ منصبداروں اور احدیوں کے ساتھ کابل کے لیے روانہ ہؤا تاکہ حتا اور کابل و ثغور کے قرب و جوار کے قبائل میں سے لائق جوان فراہم کئے جائیں ۔ امیرالامراء (کچھ کے لیے) منصب تجویز کرے اور باقی کو احدیوں کے طور پر بھرتی کرلیا جائے ، اور دوران جانے والے راستوں سے آگاہی حاصل کر کے اس راستے کو اختیار کیا جائے جو دشوار گزار نہ ہو اور پھر اس کو طے کیا جائے ۔ خان مذکور (اصالت خاں) نے ان کاموں سے فراغت حاصل کی جو اس کے سپرد تھے اور شاہی فوج کے متعین ہونے کے بعد انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس (اصالت خاں) نے غوربند سے گزر کر امیرالامراء کے ساتھ علاقہ بدخشاں کا ارادہ کیا ۔ جب وہ کلہار[۱] پہنچا تو معلوم ہؤا کہ راستہ بہت دشوار ہے اور سامان خوراک نایاب ہے ۔ اصالت خاں، امیرالامراء کے مشورے سے دس ہزار ہمت ور سواروں اور آٹھ دن کے سامان خوراک کے ساتھ خنجان و اندراب کے لوٹنے کے قصد سے گیا اور کوہ ہند[۲] کے راستے سے یلغار کرتا ہؤا اندراب کے نواح میں پہنچ گیا ۔

۱ - خیال ہے کہ یہ لفظ گل بہار ہے، جو کابل کے شمال میں مشہور جگہ ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔ پادشاہنامہ جلد دوم صفحہ ۴٦۲ (ب)

۲ - متن کتاب میں ہند ہے مگر یہاں کوہ ہند ہونا چاہیے ۔ ملاحظہ ہو پادشاہنامہ جلد دوم صفحہ ۴٦۲ (ب)

اصالت خاں نے وہاں کے لوگوں کے تمام اسباب و مال کے ساتھ بہت سے مویشی بھی پکڑ لیے اور علی دانشمندی کے خدمت‌گاروں ، کرمکی کے موجی آدمیوں ، اسماعیل اتائی اور مودودی کے خواجہ زادوں اور اندراب کے میر ہزارہ قاسم بیگ کو ہمراہ لے کر نہایت تیزی سے واپس لوٹ آیا ۔

جب اسی سال شاہزادہ مراد بخش فتح یاب فوج کے ساتھ بلخ کی جانب روانہ ہوا تو خان مذکور (اصالت خاں) داہنی طرف کی فوج کے درمیانی حصے [۱۰۰] کا نگراں مقرر ہوا ۔ اور چلتے ہی کابل سے بہت جلد چل کر اس نے راستے کے تنگ حصوں کو وسیع کرنے میں نہایت کوشش کی اور شاہی فوجوں کے بلخ پہنچنے کے بعد ، بیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آغاز میں (اصالت خاں) بہادر خاں روہیلہ کے ساتھ نذر محمد خاں والئ توران کے تعاقب میں گیا اور خوب لڑنے کے بعد اس کو بھگا دیا ۔ ایک ہزار کا اضافہ ہو کر وہ پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ جب شاہزادے نے اس ولایت (بلخ و بدخشاں) میں ٹھیرنے کا ارادہ نہیں کیا اور وہ واپس آ گیا تو وہاں کی حکومت بہادر خاں اور اصالت خاں کے سپرد ہوئی ، سرکشی اور فسادیوں کی تادیب و تنبیہ پہلے (بہادر خاں) کے سپرد ۔ اور سپاہ و خزانے کی ذمہ داری اور رعایا کے حالات کی درستی کی ذمہ داری دوسرے (اصالت خاں) کو ملی ۔

اسی بیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۷ھ (۱۶۴۷ع) کے آخر میں خوشی لیچاک نے پانچ ہزار غارت گر سواروں کے ساتھ عبدالعزیز خاں والئ بخارا کے اشارے پر تایفہ کے راستے سے (دریائے جیحوں) کو عبور کر کے یہ ارادہ کیا کہ درہ کز و شادمان کے علاقے کو لوٹ لے جہاں شاہی لشکر کے مویشی چرتے تھے ۔ اصالت خاں نے اس مفسد کی تنبیہ و تادیب کا ذمہ تمام تر خود لیا اور بہت جلد روانہ ہو گیا ۔ وہ (اصالت خاں) عین اس وقت دشمنوں کے پاس پہنچ گیا جب کہ وہ اس علاقے کو برباد کر کے کچھ مویشیوں کو لیے جاتا تھا ، اس نے دشمنوں سے رستمانہ مقابلہ کیا اور بہت سوں کو ہلاک کر دیا اور مویشیوں کو ان کے

ہاتھ سے چھڑا کر باقی دشمنوں کے تعاقب میں مشغول ہؤا ۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو وہ درۂ کز میں آ گیا اور ازسرنو وضو کرنے کی غرض سے اپنی صدری اتاری ، ہوا لگنے سے اس کو بخار آ گیا ۔ وہ شہر (بلخ) کو واپس ہؤا اور اسی تکلیف سے کمزور ہوگیا اور دو ہفتے میں [۱۷۱] اس کا انتقال ہوگیا ۔ چونکہ ابھی اس کی عمر کے چالیس سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے ، اس کی خوش قسمتی تھی کہ حقیقت شعاری اور وفا سرشتی کی وجہ سے اس سے بہت اچھے کام ظہور میں آئے ۔ اس کے مرنے سے بادشاہ کو بہت رنج اور افسوس ہؤا اور اس نے کہا کہ اگر موت اس (اصالت خاں) کو فرصت دیتی دو اس سے (اور بھی) عمدہ کام سرانجام پاتے اور اعلیٰ مدارج تک ترقی کرتا ۔

اصالت خاں اپنے زمانے میں حسن سلوک اور نیک زندگی کے لیے مشہور تھا ، وہ مروت و حیا میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا ۔ کبھی کوئی برا کلمہ زبان سے ادا نہ کرتا تھا اور نہ کسی کے نقصان میں کوشاں ہوتا تھا ۔ بہادری کے ساتھ صاحب تدبیر بھی تھا[۱] ۔ اس کے لڑکے سلطان حسین افتخار خاں ، محمد ابراہیم ملتفت خاں اور بہاءالدین تھے اور اپنے اپنے مقام پر ان کا ذکر ہؤا ہے ۔ آخری (بہاءالدین) نے کوئی ترقی نہیں کی ۔

۳۱

امیر خاں میر ابوالبقاء

قاسم خاں نمکین کے لڑکوں میں سب سے نیک تھا[۲] کارشناسی اور معاملہ فہمی کے لحاظ سے اپنے بھائیوں میں سربلند اور خوش قسمتی اور

---

۱ - اصالت خاں ، بلخ میں ۲۲ - ربیع الاول ۱۰۵۷ھ (۱۷ - اپریل ۱۶۴۷ع) کو فوت ہؤا ۔ وہ پانچ ہزار ذات اور چار ہزار سوار کا منصب دار تھا (پادشاہنامہ جلد دوم صفحہ ۷۰۲) خافی خاں اس کے ایک لڑکے محمد سعید کا بھی ذکر کرتا ہے (جلد دوم صفحہ ۵۶۶) (ب)

۲ - میر ابوالقاسم نمکین کی اولاد کے شجرے کے لیے دیکھیے مظہر شاہجہانی کا مقدمہ (مرتبہ پیر حسام الدین راشدی)

بیک بختی میں بھی بھائیوں میں ممتاز تھا ۔ اپنے باپ کے سامنے ہی کوشش سے ترقی کی اور پانچ سو کا منصب حاصل کیا ۔ باپ کے مرنے کے بعد آہستہ آہستہ مراتب عالیہ پر فائز ہؤا۔ جہانگیر کے زمانے میں دو ہزار اور پانچ سو ذات اور ایک ہزار اور پانچ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا اور صوبۂ ملتان کی حکومت پر یمین‌الدولہ (آصف خان) کی طرف سے اس کا نائب مقرر ہؤا[۱] ۔ شاہجہان کے دوسرے سال جلوس میں جب ٹھٹہ کے صوبے دار مرتضیٰ خان انجو کا انتقال ہوگیا تو خان مذکور (امیر خان) کے منصب میں پانچ سو ذات [۲-۱] اور پانچ سو سوار کا اضافہ ہؤا، اور وہ تین ہزار ذات اور دو ہزار سوار کے منصب سے سرفراز ہوکر اس صوبہ (ٹھٹہ) کا ناظم مقرر ہؤا۔ جب نویں سال جلوس میں شاہجہان دولت آباد سے دارالخلافے کے لیے آیا تو صوبہ دکن کے مضافات میں سرکار بیر اس (امیرخان) کو بطور جاگیر ملی ۔ کچھ دنوں وہ وہاں (دکن) کے مددگاروں میں شامل رہا چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں قلیچ خان کے تبدیل ہونے کی وجہ سے وہ صوبہ سیوستان کے انتظام پر مقرر ہؤا اور پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں شاد خان کے تبدیل ہونے کے بعد وہ دوبارہ ٹھٹہ کا صوبے دار مقرر ہؤا اور وہیں بیسویں سال جلوس شاہجہانی (۱۰۵۷ھ) میں اس کا انتقال ہؤا۔ اپنے باپ کے مقبرے میں جو ''صفہ صفا'' کے نام سے مشہور ہے دفن ہؤا۔ (یہ مقبرہ) قلعہ بھکر کے جنوب کی طرف اس کے مقابل واقع ہے[۲] ۔ سو سال سے زیادہ عمر ہوئی لیکن اس کے حواس اور قوت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ۔ جہانگیر کے زمانے میں ''میر خان'' کے خطاب سے مشہور تھا ۔ شاہجہان نے ایک لاکھ روپیہ

۱ - ملاحظہ ہو بادشاہنامہ از عبدالحمید لاہوری جلد دوم صفحہ ۳۴۱ (ب)

۲ - میر ابوالبقاء کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو تذکرہ امیر خانی از پیر حسام‌الدین راشدی صفحہ ۶۹-۱۱۵ (سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۶۱ع) (ف)

اس سے بطور نذر لے کر اس کے خطاب میں ایک "الف" کا اضافہ کر کے (میر خان سے) امیر خان بنا دیا ۔ باپ کی طرح اس کے بھی بہت اولاد تھی ۔ اس کا بڑا لڑکا عبدالرزاق[1] عہد شاہجہانی میں دو سو کا منصب دار ہؤا اور شاہجہاں کے چھبیسویں سال جلوس میں وہ فوت ہؤا ۔

دوسرا لڑکا ضیاءالدین یوسف تھا جو شاہجہاں کے آخری عہد میں ایک ہزار ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر فائز ہؤا اور اس کے بعد ضیاءالدین خاں کے خطاب سے مفتخر ہؤا[2]۔ اس کا ایک پوتا میر ابوالوفاء نام تھا جو عالمگیر کے آخر زمانے میں دوسری خدمات کے ساتھ جا نماز خانہ (قرأت خانہ) کی داروغگی کا عہدہ بھی رکھتا تھا۔ تیزیٔ فہم اور با استعداد ہونے کی وجہ سے قدر شناس بادشاہ (اورنگ زیب عالمگیر) اس کو بذات خود پہچانتا تھا [۱۷۳] ۔ اس کا دوسرا لڑکا جو شاید سب سے چھوٹا تھا میر عبدالکریم ملتفت خان تھا جو حضرت عالمگیر بادشاہ کا مقرب تھا ، اپنے والد کے خطاب (امیر خان) سے مخاطب تھا ۔ اس کا حال علٰحدہ لکھا گیا ہے ۔

خان مرحوم کی بیٹی شاہزادہ مراد بخش کے محل میں تھی ، اور یہ رشتہ ، خان مذکور کے انتقال کے مدتوں بعد ہؤا تھا ۔ چونکہ شاہزادہ مرحوم (مراد بخش) کے شاہ نواز خان صفوی کی لڑکی سے کوئی لڑکا پیدا نہ ہؤا ، اس لیے شاہجہاں نے تیسرے سال میں اس خاتون کو جو شاہزادے کی بیوی ہونے کے لائق تھی ، ایک لاکھ روپیہ جواہر اور دوسری اشیاء کی صورت میں بطور جہیز عنایت فرمایا اور احمد آباد بھیج دیا کہ شاہزادہ اس کو اپنے نکاح میں لاوے ، وہ اس وقت اس

۱ - میر عبدالرزاق کے لیے بھی دیکھیے تذکرہ امیر خانی صفحہ ۱۱۵—۱۱۷ (ف)

۲ - میر ضیاءالدین کے لیے دیکھیے تذکرہ امیر خانی صفحہ ۱۱۷—۱۲۵ (ق)

ولایت (احمدآباد گجرات) کا گورنر تھا۔

۱۰۔ امیر خان میر ابوالبقاء کے عہد کی سب سے بڑی یادگار ٹھٹہ کی جامع مسجد ہے جو شاہجہان بادشاہ کے حکم سے تعمیر ہوئی۔ مسجد کی تعمیر ۱۰۵۴ھ میں شروع ہوئی اور اس کی تکمیل ۱۰۵۷ھ میں ہوئی۔ میر صاحب کے عہد کا کتبہ ابھی تک موجود ہے۔

ندیدہ چشم فلک مسجدے چنیں خوبی
کہ آمدند ملائک برائے دیدن ویس
بجستم از خرد و عقل سال تعمیرش
ندیدہ کرد اشارت کہ "بیت معدن فیض" ۱۰۵۴ھ

سال اختتام کا کتبہ درج ذیل ہے:

چوں ز صاحب قران شاہجہاں
یافت ترتیب مسجد اعلیٰ
باتمام گفت سال اتمامش
"گشت زیبا چو مسجد اقصیٰ ۱۰۵۷ھ

میر ابوالبقا نے شاہجہانی مسجد کے قریب ہی اس کی تعمیر سے قبل ایک مسجد ۱۰۳۹-۴۰ھ میں تعمیر کرائی تھی جس کا صرف ایک گنبد باقی رہ گیا ہے اس کے دروازے پر مندرجہ ذیل کتبہ ثبت ہے۔

ایں مسجدے بہشت نشاں را بنا نہاد
مہر سپہر دولت و اقبال امیر خاں
چوں ختم بود در ہمہ اوصاف فیض و لطف
سال تمام گشتن اونیز "ختم" داں

جنوبی دیوار پر مندرجہ ذیل کتبہ ہے:

ہمیں کردم طلب سال بنائش
خرد گفتہ کہ "بیت اللہ ثانی" ۱۰۳۹ھ

(ملاحظہ ہو تذکرہ امیر خانی صفحہ ۱۰۵-۱۰۸)

خاکسار مترجم محمد ایوب قادری نے ان آثار باقیہ کی زیارت ۱۹- فروری ۱۹۶۵ء بروز جمعہ کی۔ (ق)

۳۲

اعظم خاں میر محمد باقر عرف ارادت خاں

ساوہ[1] کے شریف سادات میں سے تھا جو عراق کا ایک پرانا شہر ہے اور جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک پر وہاں کی جھیل کا خشک ہونا لوگوں میں مشہور ہے ۔ میر (اعظم خاں) شروع میں جب ہندوستان میں آیا تو آصف خاں مرزا جعفر کی طرف سے وہ سیالکوٹ، گجرات اور پنجاب کا فوج دار مقرر ہوا ۔ اس کے بعد خان مذکور (آصف خاں) کے داماد ہونے کی وجہ سے مشہور ہوا اور جہانگیر اس سے روشناس ہوا ۔ اس کے بعد یمین الدولہ آصف خاں کے وسیلے سے ترقی کر کے وہ عمدہ منصب اور خانسامانی کے عہدے پر فائز ہوا ۔ چونکہ اس کام میں اس نے سلطنت کی بہبودی اور دیانت کا بہت خیال رکھا ، اس سے بادشاہ اس پر مہربان ہوا اور پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں وہ خانسامانی کے عہدے سے [۱۰۲۹ھ] ترقی کر کے کشمیر کا صوبے دار مقرر ہوا اور وہاں سے پھر وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا ، اور میر بخشی کے بلند مرتبہ عہدے پر فائز ہوا ۔ جہانگیر کے مرنے کے بعد شہریار کے ہنگامے میں وہ یمین الدولہ آصف خاں کا ہم خیال اور ہم رائے رہا ، عقیدت اور بندگی کا اظہار کرتا رہا ۔ یمین الدولہ کے لاہور سے آگرہ آنے سے پہلے وہ شاہجہاں کی خدمت میں پہنچ گیا ۔ اس کے منصب میں پانصدی اور ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور وہ پنج ہزاری ذات و سوار کے منصب پر فائز ہوا اور علم و نقارہ اور میر بخشی کے عہدے سے سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد یمین الدولہ آصف خاں کی درخواست پر وہ تخت نشینی کے جلوس کے شروع میں ۵۔ رجب[2] کو وزارت دیوان اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوا اور دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں صوبجات دکن کا گورنر مقرر ہوا ۔

---

۱ - ساوہ ، رے اور ہمدان کے درمیان واقع ہے (ب)

۲ - بادشاہنامہ (جلد اول صفحہ ۱۸۶) میں ۸ رجب ہے (ب)

جب تیسرے سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں شاہجہان برہان پور پہنچا تو ارادت خاں بادشاہ کی خدمت میں آستان بوس ہوا، اس کو ''اعظم خاں'' کا خطاب ملا اور اس کی سرداری میں بیس ہزار سواروں کی تین فوجیں مقرر ہوئیں تاکہ وہ خان جہان لودی کو سزا دے اور نظام شاہی مملکت کو فتح کرے۔ خان مذکور (اعظم خاں) نے برسات کا موسم دیول گاؤں میں گزارا اور جب گوداوری کے کنارے موضع رام پوری میں خیمے لگائے تو معلوم ہوا کہ خان جہان لودی بھی بیڑ اس کے قرب و جوار سے باہر نکل آیا ہے۔ اور (اعظم خاں) نے لشکر کو بھیر گاؤں میں چھوڑا اور خود رات کو کوچ شروع کر دی اور دفعتاً خان جہان کے سر پر پہنچ گیا۔ جب اس (خان جہان) نے دیکھا کہ راستہ بند ہے اور پھر لوٹ چلنے میں تو تھوڑا لڑ کر نیچے اتر گیا۔ چونکہ شاہی فوج کے لشکر سپاہی [۵، ۱] اس (خان جہان) کے مال و اسباب کے لوٹنے میں مشغول ہوگئے تھے، اس لیے فوج کی ترتیب بگڑ گئی۔ خان جہان اس فرصت کے عرصے میں پہاڑ پر آگیا، بہت دیر تک مقابلہ کیا اور آخر کو اس نے راہ فرار اختیار کی۔ اگرچہ ایسی زبردست فوج کے چنگل سے نکل جانا بہت دشوار تھا کیونکہ بہادر خاں روہیلہ اور کچھ راج پوتوں نے جانفشانی میں کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن بادشاہی لشکر میں کوئی بھی زیادہ آگے بڑھ گیا، اس کی طاقت ختم ہوگئی اور لشکر اس (خان جہان) کا تعاقب نہ کر سکا۔ اس کے بعد وہ (خان جہان) پناہ کی غرض سے دولت آباد چلا گیا اور اعظم خاں نے نظام شاہیوں کو تنبیہ کا ارادہ کیا۔

جب دھارور دس کوس رہ گیا تو اعظم خاں نے چاہا کہ قصبے کو لوٹ لیا جائے اور قلعے کو کسی دوسرے وقت فتح کیا جائے کیونکہ وہ قلعہ دکن میں اپنی مضبوطی اور قلعے داری کے سامان کے لحاظ سے مشہور تھا اور ایک ٹیلے پر واقع تھا جس کے دو طرف دو بہت گہرے نالے تھے جن کا عبور کرنا مشکل تھا۔ قلعے کے لوگوں نے تیر و بندوق سے حملے شروع کر دیے اور قصبے کے لوگوں نے، جو مال و اسباب کو خندق میں لے آئے تھے، اس کی حفاظت کی غرض سے لڑائی کی کوشش

شروع کی ۔ مجبوراً ایک جماعت خندق پر گئی اور لوٹ مار شروع کر دی۔ بہت مال غنیمت ہاتھ لگا ۔ اعظم خان نہایت بہادری اور دلیری سے پیدل خندق پر پہنچ گیا اور ملاحظہ کے بعد اس نے معلوم کیا کہ اس (قلعے) کے ایک طرف ایک کھڑکی ہے اور وہ چونے اور پتھر سے بند ہے ، اس کو بیلچہ اور کسسی سے کھولا جا سکتا ہے اور اس طرح قلعے میں داخل ہو سکتے ہیں ۔ وہاں سنگ انداز بھی نہیں ہے اور قلعے داری کا طریقہ بھی کچھ اچھا نہیں ہے ۔ اس نے قلعے کا فتح کرنا دل میں ٹھانا اور جرأت و ہمت کے بازو پھیلا دیے ۔ بہادروں کی مستعدی اور لڑائی دیکھ کر قلعے کے نگہبانوں کے ہاتھ کم سے اور کام ہاتھ سے حھوٹ گیا ، [١٧٦] مبہوت ہو گئے ۔ ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۰۴۰ھ (۱۶۳۱ء) مطابق چوتھے سال جلوس شاہجہانی کو خان اعظم تمام سرداروں کے ساتھ حملہ کر کے اس کھڑکی میں سے (قلعہ کے اندر) داخل ہو گیا ۔ سدی سالم قلعہ دار ، اعتبار راؤ کے اہل و عیال ، ملک بدن کا حچا سمس اور نظام شاہ کی نانی تمام ساز و سامان اور عملے کے ساتھ گرفتار ہوئے اور بہت سا اسباب لوٹا گیا ۔ قلعے کا نام ''فتح آباد'' رکھا گیا اور اس کی حفاظت میر عبداللہ رضوی کے سپرد ہوئی۔ اعظم خان حھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کے منصب پر فائز ہؤا ۔

جب نظام شاہ کے حالات خراب ہوئے تو مقرب خان ، جو اس کا سپہ سالار تھا ، اعظم خان سے درخواست گزار ہؤا اور وہ (مقرب خان) اسی سال شاہی ملازمین میں شامل ہو گیا ۔ خان مذکور (اعظم خان) ، رندولہ خان بیجا پوری کا پیغام ملنے پر دریائے مانجرا کے کنارے پہنچ کر ٹھیرا ، (پیغام یہ تھا) کہ اگر تمہارے واسطے سے عادل شاہ کی خطائیں معاف ہو جائیں تو میں ذمہ لیتا ہوں کہ پھر وہ کبھی اطاعت سے قدم باہر نہ رکھے گا ۔

اتفاق سے ایک دن دشمنوں کی ایک جماعت چڑھ کر آ گئی اور انہوں نے بہادر خان روہیلہ اور یوسف محمد خان تاشقندی کو زخمی کر کے

گرفتار کر لیا اور شاہی لشکر کے بہت سے سپاہی قتل و قید ہوئے۔ اعظم خاں چتکویہ ، بھالکی اور بیدر کی طرف گیا کہ شاید ان (دشمنوں) کی اس دلیری کی تلافی کر سکے لیکن سامان خوراک اور چارے کی نایابی کی وجہ سے واپس ہؤا اور گوداوری کو عبور کیا اور جب اس کو معلوم ہؤا کہ نظام شاہی بیجاپوریوں سے مصالحت کے ارادے سے بالا گھاٹ آئے ہیں [۲۲۱] اور قلعے پربندہ کا ارادہ کیا ہے تو اس نے اس طرف کا ارادہ کر لیا اور قلعہ مذکور کو گھیرے میں لے لیا ۔ وہاں بیس کوس تک گھاس کا تنکا نہ تھا اس لیے مایوس ہو کر دھاروار آیا اور اسی سال وہ طلبی پر بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ شاہجہاں بادشاہ نے فرمایا کہ اس مہم میں تم سے دو کام ایک خان جہاں لودی کا آوارہ کرنا اور دوسرے قلعہ دھاروار کی فتح بہت مناسب عمل میں آئے اور دو خطائیں بھی سرزد ہوئیں ۔ مقرب خاں کے زیر دست ہونے کے بعد تمہیں بیدر کی طرف نہیں جانا چاہیے تھا ، اور جب پربندہ کی فتح دشوار تھی تو پھر وہاں قیام کیوں کیا ۔ خان مذکور (اعظم خاں) نے اپنی خطا کا اقرار کیا ، جب دکن کی مہمات اس سے جیسی کہ چاہیے نہیں انجام کو نہ پہنچیں تو وہ (اعظم خاں) معزول ہو گیا ۔ پانچویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۱ھ (۱۶۳۱ع) میں قاسم خان جوینی کے انتقال کے بعد (اعظم خاں) بنگالہ کا صوبے دار مقرر ہؤا ، وہاں اس نے ایک اچھی جماعت جمع کر لی ، ان میں سے اکثر ایران کے لوگ تھے ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۴ھ (۵-۱۶۳۴ع) میں الہ آباد کا گورنر مقرر ہؤا اور نویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۵ھ (۶-۱۶۳۵ع) میں گجرات کا گورنر مقرر ہؤا ۔ جب شاہزادہ محمد شجاع کی بیوی ، جو مرزا رستم صفوی کی لڑکی تھی ، مر گئی ، تو بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اعظم خاں کی لڑکی کے لئے شہزادے کے واسطے خواہش ہوئی ۔ سلطان زین العابدین اس کے بطن سے پیدا ہؤا ۔

اعظم خاں گجرات کی وسیع مملکت میں مدتوں ضبط و نظم میں مشغول رہا ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے بہادری سے

جام کے زمیندار کے اوپر [۱۷۸] فوج کشی کی کیونکہ اس نے دوسرے زمینداروں کے برخلاف اطاعت قبول نہیں کی تھی۔ (اعظم خاں) نوانگر پہنچا کہ جو اس کی حکومت کا صدر مقام تھا۔ جام ہوش میں آیا اور ایک سو کچھی گھوڑے اور تین لاکھ محمودی (سکہ) بطور پیشکش نذرگزرانے، (جام) نے وہاں کے دارالضرب کو جہاں محمودی سکہ ڈھالا جاتا تھا برباد کر دیا اور فرماں برداری و اطاعت قبول کرکے (اعظم خاں سے) ملاقات کی۔

وہ اس خود سر سے نبٹ کر احمد آباد واپس آیا۔ اس کے بعد اسلام آباد متھرا کی جاگیر اس کو ملی، اس نے وہاں سرائے اور پورہ (محلہ) آباد کیا۔ اس کے بعد وہ بہار کا گورنر مقرر ہوا۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں کشمیر کی صوبے داری اس کے سپرد ہوئی۔ اس نے عرضی گزرانی کہ میں اس علاقے کی سردی برداشت نہیں کر سکتا۔ مرزا حسن صفوی کی تبدیلی کے بعد دارالخیور جونپور کی سرکار اس کے سپرد ہوئی۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۹ھ (۱۶۴۹ع) میں چھہتر سال کی عمر ہونے کے بعد مذکورہ شہر (جونپور) میں اس نے اس عالم فانی سے جہان جاودانی کی راہ لی۔ اس کے انتقال کی تاریخ ''اعظم اولیا'' ۱۰۵۹ھ (۱۶۴۹ع) سے نکلتی ہے۔ اس باغ میں کہ جو اس نے اپنی حکومت کے سال ختم ہونے کے قبل لگایا تھا اور اس باغ کی تاریخ بنا یہ ہے:

بہشت نہم بر لب آب جوئی ۱۰۵۸ھ (۱۶۴۸ع)

اسی میں دفن ہوا۔

اس کے لڑکوں نے عمدہ عمدہ منصب حاصل کئے، ہر ایک کا حال علیحدہ علیحدہ لکھا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اعظم خاں میں بہت سی خوبیاں تھیں مگر عاملوں کی تنقیح حساب میں بہت سختی کرتا تھا۔ [۱۷۹] سلطنت تیموریہ میں اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دے کر فضیلت و بزرگی حاصل کی اور اس نے شروع سے آخر تک (تمام عمر)

عزت و آبرو سے گزاری ۔ وہ صفائی نیت سے خالی نہ تھا کہ آج تک حسب تک دو سال گزر چکے ہیں ، اس کے بیٹے پوتے وغیرہ ہر زمانے میں عزت و بزرگی کے ساتھ مشہور ہونے چنانچہ ہر ایک کا حال اس کتاب میں لکھا گیا ہے ۔

۳۳

اعتماد خاں مرزا شاپور

اعتماد الدولہ کا بیٹا اور آصف خاں کا بھائی ہے ۔ نظف مزاج ، پاکیزہ وضع ، اچھے طریقے ، ہر تحفہ لباس ، نفیس کھانوں ، آرائش و زیبائش میں مبالغہ کرنے میں وہ اپنے زمانے میں بے مثل تھا ۔ کہتے ہیں کہ جس زمانے میں اعتماد الدولہ آصف خاں ، مرزا ابوسعید اور باقر خاں نجم ثانی ، خوش طعامی میں مشہور زمانہ تھے تو وہ اس سلسلے میں تینوں سے بازی لے گیا تھا ۔ ستر ہویں سال جلوس جہانگیری میں وہ کشمیر کا صوبے دار مقرر ہؤا اور وہاں بہت دنوں تک حکومت کی ۔ اس زمانے میں اس کے لئے برہان پور سے دودھیا چاول اور کنگیری سے پان لائے جاتے تھے۔ اس کی صوبے داری کے زمانے میں حبیب چک اور احمد چک نے جو وہاں کے مفسدین کے سر گروہ تھے اور وہاں کی حکومت کے دعوے دار تھے ، بہت شورش برپا کی ، آخر کار برباد ہو کر تب پہنچے ۔ اعتقاد خاں جو پانچ ہزاری ذات و سوار کا منصب تھا ، پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں کشمیر کی حکومت سے معزول ہؤا اور چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ (شاہجہاں) کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت اندوز ہؤا ۔ کشمیر کی نفیس و نادر اشیاء قاز کے پر کی کلغیاں [۱۸۰] جن کے سامنے خوشبودار کا کلوں والے رسک سے آگ میں جلے ہوئے بال کی طرح پیچ و تاب کھاتے ہیں ، مختلف قسم کی شالین جیسے خوبصورت جامہ وار ، کمر بند اور گوش پیچ ، خصوصاً طوس و کرک کا پشمینہ ۔ طوس و کرک جنگلی جانور ہیں کہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور جو علاقہ قرا ،

نیب میں پائے جاتے ہیں ۔ قالینیں ، خوش نما اور خوش انداز شال کہ جس کی قیمت سو روپے گز ہوتی ہے ، کرمان کی قالینیں اس کے مقابلے میں ٹاٹ کی حیثیت رکھتی ہیں ، بادشاہ (شاہجہان) کے حضور میں بطور نظر گزرانیں ۔ اسی سال ۲۱ شعبان کو لشکر خان کے تبدیل ہونے کے بعد وہ دہلی کا صوبے دار مقرر ہوا اور سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں شائستہ خان کے تبدیل ہونے کے بعد بہار کا صوبے دار مقرر ہوا ۔

جب اس صوبہ میں پلاؤں کے زمیندار نے جنگل اور جھاڑیوں کی کثرت کی وجہ سے بغاوت کی اور حکام کی اطاعت میں نہ آیا تو اعتقاد خان نے سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں زبردست خان کو ایک آراستہ فوج کے ساتھ روانہ کیا ۔ اس نے بڑی بہادری اور چستی سے دشوار گزار ٹیلوں اور خاردار جنگلوں کو طے کیا اور راستے کے مفسدین کو قتل کے گھاٹ اتار دیا ۔ وہاں (پلاؤں) کا زمیندار پرتاب ، ایلی کے مقام پر (زبردست خان سے) ملا اور خان مذکور (زبردست خاں) کے وسیلے سے اعتقاد خان سے پٹنہ میں ملا اور ہر سال ایک لاکھ روپیہ پیشکش دینی قبول کی ۔ اعتقاد خان کی سفارش پر (پرتاب کو) دربار شاہی سے ہزاری ذات و سوار کا منصب ملا اور پلاؤں اس کو جاگیر میں ملا جس پر ایک کروڑ دام سالانہ گزاری تجویز ہوئی ۔

بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد شجاع، بنگالہ سے [۱۸۱] بادشاہ کے حضور میں واپس ہوا تو اس ولایت کا انتظام بھی اعتقاد خان کے سپرد ہوا جو اپنی آبادی ، وسعت ، زیادتی آمدنی اور اسباب معیشت کی کثرت کے لحاظ سے ایک اقلیم کے برابر ہے ۔ جب دوبارہ صوبہ بنگالہ، شاہ شجاع کو نام زد ہوا تو اعتقاد خان وہاں سے اس ارادے سے آیا کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو، ابھی وہ حضور میں پہنچا نہیں تھا کہ صوبۂ اودھ کی نظامت اس کے سپرد ہوئی اور فرمان ملا کہ جہاں پہنچے ہو وہیں سے ولایت (اودھ) کو چلے جاؤ ۔ تیئسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۰ھ (۱۶۵۰ع) میں اعتقاد خان بہرائچ سے روانہ ہو کر بادشاہ کے

دربار میں پہنچا اور اس کا (وہیں) انتقال ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ اکبر آباد میں پہلے جنہوں نے جدید طرز کی حویلیاں بنائیں وہ تین آدمی تھے ، خواجہ جہاں جہاں گیری ، خواجہ ویسی دیوان سلطان پرویز ، اور اعتماد خان اور سب سے اچھی اور نفیس خان مذکور (اعتقاد خان) کی حویلی تھی ۔ چونکہ یہ حویلی شاہجہاں بادشاہ کو پسند آ گئی اس لئے خان مشار لیہ (اعتقاد خان) نے بادشاہ کو نذر کر دی اور حویلیہ وہ شہر کی سب سے بہترین عمارت تھی اس لیے سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں خود سردار خان عمرالامراء کو بطور انعام مرحمت ہوئی ۔

۳۴

الله یار خان

افتخار خان ترکمان کا لڑکا ہے کہ جو جہانگیر کے زمانے میں بنگال کے فوجی مددگاروں میں سے تھا ۔ جب وہاں کا ناظم اسلام خان چشتی مقرر ہؤا تو اس (اسلام خان) نے شجاعت خان شیخ کبیر کی سرداری میں ایک فوج عثمان خان لوحانی کی تادیب کے لئے [۱۸۲] بھیجی، جس نے اس علاقے میں بغاوت و فساد پھیلا رکھا تھا ۔ اس فوج کے میمنہ کی سرداری افتخار خان کو ملی ۔ جب لڑائی شروع ہوئی اور فوجوں میں سرگرم معاملہ ہؤا تو عثمان خان مست ہاتھی کی طرح آگے بڑھا اور شاہی فوج کے اگلے حصہ پر اس نے حملہ کر دیا اور اس کو زیر و زبر کر کے افتخار خان سے جنگ میں مشغول ہؤا ۔ خان مذکور (افتخار خان) نے ہمت دکھائی اور قوت و جرأت کا مظاہرہ کیا ، اس کے بعد جب اس کے قدیم ساتھیوں اور ملازمین کی جماعت ختم ہو گئی تو اس نے بہادری کے ساتھ موت کا خیر مقدم کیا ۔

باپ کی جان نثاری کے بعد الله یار خان پر جہانگیر نے نوازش فرمائی اور زمانے کے گزرنے کے ساتھ اس کے مرتبے اور امارت میں اضافہ

ہؤا - اس عالی‌جاہ بادشاہ (جہانگیر) کے آخر عہد اور شاہجہان کے جلوس سلطنت کے شروع میں دو ہزار و پانچ سو کا منصب اس کو ملا اور قدیم دستور کے مطابق بنگالہ کے فوجی مددگاروں میں شامل رہا - اس ولایت (بنگالہ) کے ناظم، قاسم خان نے اپنے بیٹے عنایت اللہ کو خان مذکور (اللہ یار خاں) کے ساتھ بندر ہوگلی کو فتح کرنے کے لیے بھیجا جو بنگالہ کی مشہور بندرگاہوں میں سے ہے- حقیقت یہ ہے کہ (اس مہم کی) سرداری اور ذمہ داری خان مسار الیہ (اللہ یار خاں) کے سپرد تھی - اس مہم میں اس سے شائستہ خدمات، صائب تدابیر اور نمایاں بہادری ظہور میں آئیں - پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے فرنگیوں کے کفر و گم راہی کے درخت کو، کہ [۱۸۳] جو اس سر زمین میں جڑ پکڑ گیا تھا، اکھاڑ ڈالا - ناقوس کی بجائے تسبیح و تہلیل کی آواز بلند کی اور اس کے بدلے میں اس کے سواروں اور منصب میں اضافہ ہؤا -

اس کے بعد خان مذکور (اللہ یار خان) نے اسلام خان کی صوبے داری میں اس کے بھائی میر زین الدین علی سیادت خان کے ساتھ ولایت کوچ ہاجو پر لشکر کشی کی کہ جو بنگالہ کے شمال میں واقع ہے[1] - اس نے بے عزت آسامیوں کے استیصال میں بہت کوشش کی، جنہوں نے ولایت مذکور (کوچ ہاجو) کے زمیندار کے مددگار ہو کر بادشاہی سرحد کے علاقے پر ظلم و جور سے قبضہ کر لیا تھا - اس (اللہ یار خاں) نے ان گمراہ مفسدین میں سے بہت سوں سے انتقام لیا اور اس گروہ کے مضبوط و قوی سرکشوں سے جنگ کرنے کے بعد ان کو عبرت ناک سزائیں دیں اور فرماں بردار بنایا - پھر وہ صحیح و سالم مال غنیمت کے ساتھ واپس آیا اور اس کو دربار شاہی سے تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب ملا اور اسی صوبے (بنگال) میں عمر بسر کر کے تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۰ھ (۱۶۵۰ع) کے شروع میں فوت ہو گیا - اس نے اولاد اور

---

۱ - یہ مہم ۱۰۴۷ھ (۸-۱۶۳۷ع) میں واقع ہوئی (پادشاہنامہ جلد دوم صفحہ ۷۵) (ب)

خاندان بھی چھوڑا ۔ اس کے بیٹے اسفند یار، ماہ یار اور ذوالفقار اس صوبے (بنگال) میں مناصب جائیداد اور جاگیر پر فائز ہوئے ۔ دوسرا لڑکا (ماہ یار) بائیسویں جلوس شاہجہانی ۱۰۵۹ھ (۱۶۴۹ء) میں باپ کے سامنے اور تیسرا لڑکا (ذوالفقار) چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۳ھ (۱۶۵۳ء) میں باپ کے بعد فوت ہو گیا ۔

اس کا بھائی رحمان یار پچیسویں جلوس شاہجہانی ۱۰۶۲ھ (۱۶۵۲ء) میں اس ولایت کے ناظم شاہزادہ محمد شجاع کی سفارش پر اصل و اضافہ [۱۸۸] کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور جہانگیر نگر (ڈھاکہ) کا انتظام اس کے سپرد ہوا. اس کے بعد رشید خان کا خطاب ملا اور انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شہزادہ محمد شجاع کے نائب کی حیثیت سے صوبہ اڑیسہ کا ناظم مقرر ہوا ۔ اس حکم (ڈھاکہ) سے جانے میں اس نے تاخیر کی اور پہلی آسامی ہی پر برقرار رہا ۔ جس وقت شجاع، عالم گیر کے مقابلے سے بھاگ کر بری حالت میں بنگالہ پہنچا اور معظم خان خانخانان کے تعاقب سے وہ پریشان ہوا ، تو دوسرے سال جلوس عالم گیری میں بارش کی وجہ سے اس (شاہ شجاع) نے ٹانڈہ میں قیام کیا ۔ جب اس نے یہ سنا کہ رشید خان میرا باغی اور مخالف ہے ، اور وہاں کے تمام زمیندار اس کے ساتھ مخالفت پر آمادہ ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ بادشاہی فوج میں جا کر معظم خان سے مل جائے تو اس (شاہ شجاع) نے اپنے چھوٹے بیٹے زین الدین کو سید عالم بارہہ کے ساتھ تعین کیا کہ جہانگیر نگر (ڈھاکہ) جانے کے بعد وہ رحمان یار کے مار ڈالنے کا ڈول ڈالے ۔ اس (زین الدین) نے مکر و فریب کے ساتھ باتیں بنا کر اس (رحمان یار) کو دربار عام میں طلب کیا اور اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دیا ، ہر ایک نے حملہ کر کے اس کو ختم کر دیا ۔

۳۵

احمد خان نیازی

محمد خان نیازی کا بیٹا ہے ۔ شجاعت اور سخاوت سے متصف ہے او،

تمام اچھی خوبیوں اور عادتوں کا مالک ہے۔ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں جب رحیم خاں دکنی ، کہ جو نظام شاہی امیروں میں سے تھا ، ایک بڑی فوج لے کر [۱۸۵] ایلچ پور پر چڑھ آیا اور زبردستی اس پر قابض ہو گیا تو اگرچہ شاہی فوج اس علاقے میں زیادہ نہ تھی مگر احمد خاں نے اپنے آغاز شباب میں پیدائشی بہادری اور فطری مردانگی سے تھوڑے آدمیوں کے ہوتے ہوئے دوبار دشمن سے میدان جنگ میں مقابلہ کیا۔ سخت جد و جہد اور خاصے مقابلے کے بعد اس (رحیم خاں) کو شہر سے نکال باہر کیا اور شہرت و ناموری حاصل کی ۔ اس وقت سے برابر اور دکن کی مشکل مہم میں بادشاہی خدمات ادا کر کے سعی مشکور کر رہا ہے ۔

دولت آباد کے محاصرے کے زمانے میں خاں زماں بہادر کے ساتھ خزانے اور غلے کی رسد لانے کے لیے روانہ ہؤا کہ جو برہان پور سے روہنکیرہ کے ٹیلے تک پہنچ چکی تھی ۔ خاں زماں نے احمد خاں کو جو حقیقت میں تیار تھا ، بہار سنگھ[1] بندیلہ کے ساتھ ظفر نگر میں چھوڑ دیا ۔ اتفاقاً دونوں سردار (احمد خاں نیازی و بہار سنگھ بندیلہ) تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ قصبے کے نزدیک ٹھیر گئے اور اپنی فوج کو خاں زماں کے ساتھ روانہ کردیا ۔ یاقوت خاں حبشی جو عادل شاہیوں سے ملا ہؤا تھا ایک جماعت کے ساتھ خاں زماں کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک وہ ان کو تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ دیکھ کر اور میدان خالی پا کر ان کے پاس دوڑ آیا اور جنگ شروع کردی ۔ احمد خاں نے بہار سنگھ بندیلہ کے ہمراہ ایسی ہمت دکھائی کہ ان مفسدوں سے کچھ نہ بن آیا اور انگشت حیرت دانتوں میں داب کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ عنبر کوٹ کی فتح کے دن بھی احمد خاں نے خوب بہادری دکھائی اور اس کے بہت سے تجربہ‌کار آدمی کام آئے ، چنانچہ مہابت خاں کہتا تھا کہ اس فتح (عنبرکوٹ) میں وہ شریک غالب ہے ۔ پرینده کی مہم میں ایک [۱۸۶] دن جب کہ مہابت خاں نے حقیر دشمن پر غلبے کا اظہار کیا تو احمد خاں نے بہت

---

۱ - باختلاف نسخ پہاڑ سنگھ

کوشش و تلاش کا مظاہرہ کیا اور مورد تحسین و آفرین ٹھیرا ۔ اس لیے خان سپہ سالار (مہابت خان) اس کے عزت و احترام میں کوشش کرتا تھا اور سوائے خان زادہ (کہنے) کے نام نہیں لیتا تھا ۔

جب نویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہجہاں بادشاہ دولت آباد گیا توخان مذکور (احمدخان‌نیازی) کے منصب میں پانچ سو ذات اور پانچ سو سوار کا اضافہ ہو کر اس کا منصب دو ہزار پانچ سو ذات اور دو ہزار سوار کا ہوگیا۔ شائستہ خان جو ناسک کی فتح کے لیے نامزد ہؤا تھا اس کے ساتھ احمد خان نیازی بھی متعین ہؤا۔ اس نے قلعہ رام سیج کو فتح کرنے کی اجازت سردار سے لی۔ بہادری کی وجہ سے ارادہ کیا اور پھر تدبیر و بہادری سے ساہو نے آدمیوں کے اختیار سے نکال کر خود اپنے قبضے میں لایا ۔ اس کے بعد اسے نقارہ رکھنے کی اجازت ملی پھر اسے بادشاہ کی ہم رکابی کا شرف حاصل ہؤا - اس کے بعد وہ گلشن آباد کی فوج داری پر مقرر ہؤا ۔ چونکہ وہ اس سرزمین (دکن) میں پلا بڑھا تھا اس لیے وہ خوشی خوشی اسی طرف (دکن) کو گیا اور تئیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۰ھ (۱۶۵۰ء) میں وہ اصل و اضافہ کے بعد تین ہزار ذات و سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا اور قلعہ احمد نگر کی نظامت اس کو ملی ۔ ۱۰۶۱ھ مطابق چیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کا انتقال ہؤا ۔

اس میں شجاعت و سخاوت کا موروثی ملکہ تھا ۔ اس کے دوسرے عادات و اطوار بھی نہایت مضبوط تھے ۔ اس کی سرکار میں برطرف نہیں ہوتی تھی [۱۸۷] اگر وہ کوئی جاگیر کسی کو معاش کے طور پر دے دیتا تھا تو گویا وہ اس کی ملکیت ہو جاتی تھی ۔ اگر (اس کی آمدنی میں) دس سے بیس کا اضافہ ہوجاتا تو اس کی سرکار کے پیشکار اس میں اضافہ نہیں کرسکتے تھے ۔ اس مرتبے اور عظمت کے باوجود وہ ہر شخص کے ساتھ تواضع سے پیش آتا تھا ۔ وہ عاجزی اور خدا شناسی میں زندگی بسر کرتا تھا ۔ بہت سے رشتہ داروں اور اولاد کے باجود وہ عمدہ

سردار تھا ۔ چونکہ اس کے باپ نے اشتی برار کو وطن قرار دیا تھا اور وہیں دفن ہؤا تھا للہذا مشار الیہ (احمد خاں نیازی) نے اس قصبے کی آبادی میں بہت کوشش کی ، ایک خوبصورت باغ لگایا ۔ ایک عالی شان مسجد اور اپنے باپ کا مقبرہ تعمیر کیا ۔ مدتوں یہ اذان و نماز کے ساتھ زیارتگاہ خلائق رہا مگر اس زمانے میں چند برانی عمارتوں کے علاوہ نہ وہاں کوئی رہنے والا ہے اور نہ کوئی رہنے کی جگہ ہے ۔

۳۶

آتش خاں حبشی

دکن کے حکام امراء میں سے ہے ۔ جہانگیر کے عہد میں دربار شاہی سے توسل پیدا کیا اور ایک مناسب منصب حاصل کیا ۔ اس کے بعد جب شاہجہاں تخت نشین ہؤا تو اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ہزار سوار کا منصب پایا۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہی فوجیں دکن میں آئیں تو اس کو پچیس ہزار روپیہ انعام ملا ۔ اس فوج میں جو خان جہاں لودی کی گوشمالی اور نظام‌الملک دکنی کی تادیب کے لیے مقرر ہوئی تھی ، سائستہ خاں کے ہمراہ مقرر ہؤا اور اس کے بعد صوبۂ دکن کے فوجی مددگاروں میں منسلک ہوگیا ۔ دولت آباد کے محاصرے میں خانخاناں مہابت خاں کے ہمراہ اور اس کے بعد [۱۸۸] خان زماں کے ساتھ شاہی مہمات میں مصروف عمل رہا ۔ اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں خلعت ، گھوڑے اور دس ہزار روپیئے[1] کے انعام سے سرفراز ہؤا اور صوبۂ بہار کے مضاف بھاگلپور کی فوجداری پر مقرر ہؤا ۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب وہاں (بہار) کا ناظم شائستہ خاں پلاؤں کے زمیندار پرتاب پر چڑھ کر گیا تھا تو اس فوج کے میمنہ کی سرداری پر (آتش خاں حبشی) مقرر ہؤا ۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں پہنچا

---

۱ - پادشاہنامہ (جلد دوم صفحہ ۱۸۰) میں دو ہزار کی تعداد ہے (ب)

اور ایک ہاتھی بطور نذر پیش کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ دکن میں تعینات ہوا، جوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دکن سے آکر پھر ایک ہاتھی بادشاہ کو نذر کیا اور چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۷۰ھ (۱۶۶۰ء) میں وہ راہی ملک عدم ہوا۔

۳۷

الہ قلی خان اوزبک

مشہور النگ دوس کا بیٹا ہے جو توران کے قبیلے قراق کا رکن اور گھوڑ سواروں میں سے تھا۔ اس کی اصل قوم انہی سے ہے اور اس کا نام حنی ہے۔ ایک لڑائی میں وہ سینہ کھول کر دوڑا اس لیے عوام کی زبان میں "النگ دوس" مشہور ہوگیا۔ ترکی زبان میں النگ کے معنی برہنہ اور دوش سینے کو کہتے ہیں۔ وہ (النگ دوس) بلخ کے حاکم نذر محمد کا نوکر تھا اور کہمود، ہزارہ جات کے ملحقات و نواح کے ساتھ اس کی جاگیر میں تھا۔ بسبب نوکر اس کی تنخواہ کم تھی۔ لہٰذا اس نے الاجی (لوٹنے والے) اور غارت گر جمع کرلیے اور قندھار و غزنین کے زیریں حصے کو لوٹ کر اپنی گزر کرنے لگا۔ ہمیشہ خراسان پر پہنچ جاتا تھا، ایران کا بادشاہ اس طرف کی [۱۸۹] رعایا کو اس کی مصیبت سے محفوظ نہ رکھ سکا۔ رفتہ رفتہ اس لوٹ مار کے ذریعے سپہ سالار مشہور ہوگیا۔ اِدھر اُدھر کے علاقوں پر اس نے قبضہ کیا۔ ہزارہ جات کے انتظام کے لیے اس نے ایک قلعہ بنایا اور اپنا تھانہ قائم کردیا۔ وہاں (ہزارہ جات) کی آبادی غزنین کے حدود میں واقع ہے اور وہاں کے لوگ قدیم زمانے سے غزنین کے حاکم کو مالگزاری ادا کرتے تھے۔

انیسویں سال جلوس جہانگیری میں اسی بات پر (ہزارہ جات کے متعلق) اس (النگ دوس) کے اور مہابت خاں کے بیٹے خانہ زاد خاں خان زماں کے درمیان، جو اپنے باپ کی طرف سے کابل میں حکمراں تھا، جنگ عظیم

واقع ہوئی - بہت سے اوزبک اور المان (سپاہی) مارے گئے - النگ توش نے شکست اٹھا کر راہ فرار اختیار کی -

جہانگیر کے انتقال کے بعد اور شاہجہاں کے تخت نشینی کے آغاز میں نذر محمد خاں فرصت دیکھ کر کابل کو فتح کرنے کے ارادے سے ایک بھاری لشکر لے کر چڑھ دوڑا - النگ توس نے تلاش مال کے خیال سے کابل کے قرب وجوار کے باشندوں کی غارت گری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ نذر محمد خاں کا جب آخری زمانہ آیا اور اس کا اقبال ختم ہونے لگا تو اس نے النگ توش کی جاگیر بغیر کسی خطا کے تبدیل کرکے اپنے بیٹے سبحان قلی خاں کو دے دی - اس طرح اس نے اپنے اکثر امراء اور رؤساء کو رنج پہنچایا اور جتنا رنج پہنچا سکتا تھا ، پہنچایا -

اللہ قلی ، اس سے پہلے کہ نذر محمد خاں اپنے بڑے بھائی امام قلی خاں کو معزول کر کے سمرقند و بخارا کو حکومت بلخ میں شامل کرے ، اپنے باپ (النگ توس) سے جدا ہوکر بادشاہ (شاہجہاں) کی ملازمت کے ارادے سے تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں ماوراءالنہر سے [۱۹۰] کابل پہنچا - سخاوت شعار بادشاہ (شاہجہاں) نے قدر شناسی کے طور پر پانچ ہزار روپئے بطور انعام اٹک کے خزانے سے دینا طے کئے اور کابل کے ناظم سعید خاں نے ، جو پانچ ہزار روپئے وہاں کے خزانے سے بطور مدد بھیجے تھے ، وہ بھی انعام کی مد میں شامل ہوگئے - جب چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ ملازم ہوگیا تو ایک ہزاری منصب سے سرفراز ہؤا - چونکہ غریب نوازی اور خاندان پروری شاہجہاں بادشاہ کا طریقہ تھا . اس لیے پے در پے اضافے ہوکر اس کا منصب دو ہزاری ہوگیا - بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے رستم خاں اور قلیچ خاں کے ہمراہ قندھار کے قزلباشوں کی لڑائی میں نمایاں کارنامے انجام دیے ، اس لیے اس کے منصب میں پانسو کا اور اضافہ ہؤا - چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب جعفر خاں، بہار کی صوبے داری سے علیحدہ ہؤا تو خاں مذکور (اللہ قلی خاں) اس صوبے پر متعین ہؤا - چھبیسویں

سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے بادشاہ کے حضور میں آیا، اس کے سواروں میں اضافہ ہوا۔ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانچ سو ذات اور ہزار و پانچ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا۔

۳۸

الف خاں اماں بیگ

اس کی اصل جغتائی برلاس ہے۔ اس کے آباء و اجداد تیموری سلسلے کے ملازمین میں سے تھے۔ جلال جبر خاں، جو تیمور کا کارگزار اور معتمد تھا، وہ اس کے بزرگوں میں سے تھا۔ اس کا باپ مرزا خان بیگ، کہ حالات تبدیل ہونے کی وجہ سے اس کے سابقہ عادات و اطوار [۱۹۱] میں خرابی پیدا ہو گئی تھی، خانخاناں مرزا عبدالرحیم کا ملازم ہو کر بزرگی و اعتبار سے سرفراز ہوا۔ جب وہ (جاں بحق) فوت ہو گیا تو اماں بیگ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد اپنے اسلاف کے طریقے پر شاہجہان بادشاہ کے ملازمین میں منسلک ہو گیا۔ اپنی وسعت کی دوری اور نیک اطوار ہونے کی وجہ سے ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور قلعہ قندھار کا ناظم مقرر ہوا۔ وہ ایک مدت مدید تک اس قلعے کا ناظم رہا اور چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں الف خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ اسی سال ۱۰۶۳ھ (۱۶۵۳ع) کے آخر میں اس کا انتقال ہوا۔

اس کے (کئی) لائق اور جوان بیٹے تھے۔ ان میں سے قلندر بیگ، شاہجہاں کے عہد میں چھ سو کے منصب پر فائز تھا۔ دارشکوہ کی پہلی لڑائی کے بعد، جو سموگڑھ اکبرآباد کے پاس عادپور کے نزدیک ہوئی تھی وہ عالمگیر کی عنایات سے سرفراز ہوا۔ خاں کا خطاب اور کیان کی قلعہ داری ملی جو صوبہ بیدر کے قرب و جوار میں واقع ہے۔ پھر وہ دکن کو روانہ ہوا۔ سلطنت تیموریہ میں یہ خاندان گویا قلعہ داری کے لیے مخصوص ہو گیا تھا۔ خاں مذکور (قلندر خاں) اور اس کے لڑکے

مدت‌العمر دکن کے قلعوں کی حفاظت پر فائز رہے۔ خان (قلندر خان) مدتوں کلیان میں رہا اور اس کے بعد احمد نگر کا انتظام [۱۹۲] اس کے سپرد ہؤا اور پندرھویں سال جلوس عالمگیری میر مختار خان کے تبدیل ہونے کے بعد وہ (قلندر خان) ظفر آباد بیدر میں فوجدار اور قلعہ دار مقرر ہؤا۔

جب قلعہ بلدرک شاہی قبضے میں آیا و وہاں کی حکومت اس (قلندر خان) کے سپرد ہوئی او آخر میں اس کو گلبرگہ کی قلعہ داری ملی۔ (اس زمانے میں) اس کے قدوۃالواصلین سید محمد گیسو دراز[۱] رحمۃ اللہ کے سجادہ نشین کے ساتھ کچھ مخالفت و دشمنی کی اور بات لڑائی جھگڑے تک پہنچی۔ بیجاپور کی فتح سے ایک سال قبل اس کا انتقال ہوگیا۔

اس (قلندر خان) کے لڑکوں میں، جو سب برسرکار تھے مثلاً مرزا پرویز بیگ، جو ملکھیڑ عرف مظفرنگر کا قلعہ دار تھا کہ جو گلبرگہ سے آٹھ کوس پر واقع ہے اور نورالعیاں، کہ جس نے "جاں باز خان" کا خطاب پایا اور اس کے بعد اپنے دادا (الف خان) اور پھر اپنے باپ (قلندر خان) کا خطاب حاصل کیا۔ پہلے مرتضیٰ آباد مرج کا قلعہ دار ہؤا۔ پھر نصیرآباد، دھارور، جو نلدرگ سے متعلق ہے، کی نظامت کے زمانے میں فوت ہؤا۔ لیکن پرویز بیگ مشہور اور لائق تھا (اس کو ہی) پہلے "جاں باز خان" کا خطاب ملا۔ اس کے بعد "بیگلرخان" کا خطاب پایا۔ اکثر قلعےداری کے عہدوں پر رہا۔ جب انکر فیروز گڑھ کا قلعہ فتح ہؤا تو وہاں کی قلعےداری اس کو ملی اور ایک سال نہ گزرا تھا کہ اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے لڑکے بیگ محمد خان، ادونی کے قلعےدار اور مرزا معالی، گلبرگہ کے قلعےدار تھے۔ (مرزا معالی) وہاں سے قندھار (دکن) کی حکومت پر مقرر ہؤا [۱۹۳] اور وہیں فوت ہوگیا۔ اس کا لڑکا برہان‌الدین قلندر ہے جو مدتوں

۱۔ سید محمد گیسو دراز کا انتقال ۸۲۵ھ (۲-۱۴۲۱ء) میں ہؤا (ق)

سے سلکھیر کا قلعےدار ہے، کسی سے محبت نہیں رکھتا ہے ، محض قلندر ہے اور اسی ناپائدار چہار دیواری (دنیا) میں جو شکستہ پائے سے دوچار ہو گئی ہے زندگی گزار رہا ہے ۔

۳۹

احمد بیگ خاں

ابراہیم خاں فتح جنگ کا بھتیجا ہے ۔ جب اس کا چچا بنگالہ کا صوبےدار تھا تو وہ اڑیسہ کا حاکم تھا ۔ تیسویں سال جلوس جہانگیری میں مشارالیہ (احمد بیگ خاں) کردھہ کے زمیندار کی گوشمالی کے لیے گیا ، جس نے بغاوت اور سرکشی اختیار کرلی تھی ۔ ابھی یہ معلوم نہ تھا کہ اچانک شاہجہاں ، دکن سے تلنگانہ ہوکر اس علاقے میں پہنچ گیا ۔ مجبوراً (احمد بیگ خاں) اس مہم (زمیندار کردھہ) کو چھوڑ کر موضع پیپلی پہنچا جو اس صوبے کا صدر مقام تھا ۔ چونکہ وہ (احمد بیگ) مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اس لیے اپنا مال و اسباب لے کر کٹک چلا گیا جو وہاں سے بنگالہ کی جانب بارہ کوس کے فاصلے پر تھا ۔ وہ ایک ایسا مقام تھا کہ جہاں قلعہ بند ہو سکتا تھا ۔ اس نے ہمت نہ دکھائی اور (احمد بیگ خاں) صالح بیگ کے پاس بردوان پہنچ جو وہاں کا صوبےدار تھا اور وہاں سے چھوڑ کر اپنے چچا (ابراہیم خاں فتح جنگ) کے پاس پہنچ گیا ۔ جس دن ابراہیم خاں کو شاہی (شاہجہاں کے) امیروں کے ساتھ جنگ کرنے کا اتفاق ہوا ، اس دن خان مذکور (احمد بیگ خاں) کے پاس سات سو سوار مضبوط تھے ۔ جب میدان قتال گرم ہوا تو ابراہیم خاں کی ہراول فوج ہمت ہار کر بھاگ کھڑی ہوئی ۔ ابراہیم خاں بھی زخمی ہوا ۔ اس (احمد بیگ خاں) نے بڑی بہادری دکھائی اور بہت سے زخم کھائے [۱۹۰] ۔

۱ ۔ ابراہیم فتح جنگ کے بیان میں اس کا نام گروہہ دیا ہے (ملاحظہ ہو بیان ابراہیم جنگ) (ب)

جب ابراہیم خاں اس معرکے میں مارا گیا تو پھر احمد بیگ خان زخموں کے باوجود بہادری اور دلیری کے ساتھ، فرض شناسی اور ہوشیاری کی بنا پر بہت تیزی سے ٹھاکہ پہنچا کیونکہ ابراہیم خاں کے اہل و عیال وہیں تھے۔ لیکن شاہجہاں بھی دریا کے راستے سے اس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اب مشارالیہ (احمد بیگ خاں) کو سوائے اطاعت اور فرمانبرداری کے اور کوئی راستہ نہ تھا۔ وہ شاہزادہ (شاہجہاں) کے مقربین کے وسلے سے شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد جب شاہجہاں ہندوستان کے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تو خان مذکور (احمد بیگ خاں) کو دو ہزار ذات اور پانسو سوار کا منصب دیا اور اسے سیوستان کا فوجدار اور جاگیردار مقرر کیا۔ اس کے بعد وہ یمین‌الدولہ (آصف خاں) کے نائب کی حیثیت سے ملتان کی حکومت پر سرفراز ہوا۔ جب وہ اس صوبے کو چھوڑ کر بادشاہ (شاہجہاں) کے حضور میں آیا تو لکھنئو کے نواح میں پرگنہ امیٹھی اور جائس کی جاگیرداری ملی۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مکرم خاں صفوی کے تبدیل ہونے کے بعد وہ بیسواڑہ کی فوجداری پر مقرر ہوا۔ اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں معزول ہوا اور کسی وجہ سے کچھ دنوں بے منصب و جاگیر رہا اور بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دربار شاہی کی عنایات سے سرفراز ہو کر اپنے سابقہ منصب پر بحال ہوا۔

۳۰

اوزبک خاں نذر بہادر

اس کا بڑا بھائی یولم بہادر اوزبک تھا۔ یہ دونوں اپنی زندگی کے شروع ہی میں عبداللہ خاں بہادر فیروز جنگ کے نوکر ہو گئے [۱۹۵] اور جنیر کے قیام کے زمانے میں وہ شاہجہاں کے ملازمین اور متوسلین کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ جب شاہجہاں ہندوستان کے تخت سلطنت پر بیٹھا تو

س نے دونوں بھائیوں (اوزبک خاں نذر بہادر و بولہ بہادر اوزبک) پر الطاف و عنایات فرمائیں ، ان میں سے ہر ایک کو مناسب منصب ملا ۔ اس وقت جب کہ مہابت خاں خانخاناں بادشاہ کے حضور سے دکن کی صوبے داری پر فائز ہؤا تو وہ دونوں بھی اس کے ہمراہ گئے ۔ شاہجہاں بادشاہ نے اپنے سامنے (مہابت خاں سے) ان دونوں بھائیوں کی پرورش کے متعلق فرمایا کہ ان کی تنخواہ میں آباد جاگیر دی جائے اور ان کی رعایت اور احترام بہت زیادہ کیا جائے۔ بولہ بیگ طبعی موت سے مرا اور نذر بیگ ، اوزبک خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کی سفارش پر دکن کا ناظم ہوا اور اس کے منصب میں ہزار ذات اور ہزار سوار کا اضافہ ہوا ، اس طرح دو ہزار ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہؤا ۔ مبارک خاں نیازی کے تبدیل ہونے کے بعد وہ اوسا کی قلعہ داری پر مقرر ہؤا اور بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو نقارہ عنایت ہؤا ۔ اس نے ایک مدت (قلعہ اوسا) کی قلعہ داری میں گزاری ، پھر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور صوبہ احمدآباد گجرات کی صوبہ داری پر فائز ہؤا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۵ ء) میں اس کا انتقال ہؤا ۔ وہ بہت عیش پسند اور عشرت پرست آدمی تھا ۔ شراب پینے کا عادی اور نغمہ و سرود کا شیدائی تھا ۔ اس کے باوجود سپاہ پر ضابطہ کے ساتھ نگاہ رکھتا تھا [۱۹۶] مگر بہت خرچ کرنے والا اور مسرف تھا ۔ اس کی جاگیر کی آمدنی میں سے سال آخر تک کچھ باقی نہیں رہتا تھا ۔ ہمیشہ (اوزبک خاں) کہا کرتا تھا کہ اگر میرے مرنے کے بعد میرے دونوں (خالی) ہاتھوں کے سوا (میرے گھر سے) سامان نکلے تو میں گناہ‌گار ہوں ۔

اس کا بیٹا تاتار بیگ تھا ۔ اس وقت جب کہ پادشاہ زادہ محمد اورنگ زیب بہادر سلطنت کے جھگڑے میں اس طرف آیا اور جب اس نے برہان پور کے پاس کیمپ میں جو شہر سے نصف کوس پر تھا ، اکثر لوگوں کو منصب سے نوازا تو مشارٌالیہ (تاتار بیگ) کے مرتبے میں بھی اضافہ ہؤا اور باپ کے خطاب (اوزبک خاں) سے سرفراز ہؤا ۔ وہ تمام بڑی

بڑی لڑائیوں میں (محمد اورنگ زیب بہادر) کے ہمراہ رہا ۔ جب مخالفوں سے سلطنت پاک ہوئی (اورنگ زیب عالم گیر تخت نشین سلطنت ہؤا) تو وہ امیرالامراء شائستہ خان کے ہمراہ، جو اس ولایت (دکن) کا ناظم تھا، دکن میں متعین ہؤا ۔ قلعہ چاکنہ کے محاصرے میں کہ جو ساہو جی بھونسلہ کے قبضے میں تھا ، اس نے بہت کوشش کی ۔ تیسرے سال جلوس عالم گیری[1] میں جب وہ مضبوط قلعہ بادشاہ کے اقبال و اقتدار سے فتح ہوگیا تو اس قلعے کا انتظام خان مذکور (تاتار بیگ) کے سپرد ہؤا ۔ اس کے بعد وہ کوکن کے علاقے میں ، جو مرہٹوں کا مسکن اور پناہ گاہ ہے ، حملہ آور ہؤا ۔ وہ ہمیشہ ان ظالموں (مرہٹوں) سے مقابلے کرتا رہا اور عزت و سرخروئی حاصل کی ۔

اس (تاتاربیگ) کا بھائی محمد والی اپنے موروثی خطاب تاتاربیگ خان سے مخاطب ہؤا ۔ کچھ دنوں محمد اعظم شاہ کی فوج کا بخشی رہا ، پھر فتح آباد دھارور اور اعظم نگر بنکاپور کی قلعےداری سے سرفراز ہؤا ۔ جب وہ مرگیا تو اس کے لڑکے ابوالمعالی نے باپ کا خطاب (تاتاربیگ خان) پایا اور کچھ دنوں بیر کی فوج داری پر اور اس کے بعد قصبہ دھارور کی حفاظت پر مامور رہا ۔ جب آصف جاہ دکن کی ولایت پر پہنچا تو اس (ابوالمعالی) کا حال بہت خراب ہوگیا ۔ زمانے کی بے مہری سے اس کی پریشان حالی کا تدارک نہ ہو سکا اور وہ فوت ہوگیا ۔ اب اس خاندان میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ صاحب اختیار ہو ۔

۳۱

اخلاص خان شیخ الہدیہ

کشور خان شیخ ابراہیم بن قطب‌الدین خان ، شیخ خوبن کا لڑکا ہے کہ جس کا حال علاحدہ لکھا گیا ہے شیخ ابراہیم پہلے سال جلوس جہانگیری

[1] - یہ واقعہ چوتھے سال جلوس عالم‌گیری میں ہؤا (عالم‌گیر نامہ ۵۸۸) (ب)

۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵ء) میں ایک ہزار ذات اور بیس سو سوار کے منصب اور ''کشور خان'' کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۶ھ (۱۶۰۷ء) میں رہتاس کا قلعہ دار مقرر ہوا ۔ چوتھے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۷ھ (۱۶۰۸ء) میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور حسن و اضافہ کے بعد دو ہزار ذات اور دو ہزار سوار کے منصب اور اجین کی فوجداری پر فائز ہوا ۔ ساتویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۰ھ میں عثمان افغان کے ساتھ شجاعت خان کی لڑائی ہوئی کیونکہ (عثمان افغان نے) بڑی بے جگری سے جنگ کی ۔ اس لڑائی میں شیخ ابراہیم ... اپنے آقا کے لیے لڑتے ہوئے بڑی بہادری سے جان دے دی

(اس کا لڑکا) شیخ ابراہیم ... منصب سے سرفراز ہوا اور آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ اس فوج کی مدد کے لیے متعین ہوا کہ جو جھجھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئی تھی ۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں حسن و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ہزار سوار کا منصب ملا اور کالنجر کی قلعہ داری پر مقرر ہوا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ زادہ محمد مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی تسخیر کے لیے مقرر ہوا اور حسن و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ہزار سوار کا منصب اور ''اخلاص خان'' کا خطاب ملا ۔

بیسویں سال جلوس شاہجہانی [۱۹۸] میں جملۃالملک سعد اللہ خان کی تجویز پر (اس کے منصب میں) پانسو سوار کا اضافہ ہوا کیونکہ شہزادہ مذکور (محمد مراد بخش) کے واپس آنے کے بعد وہ (اخلاص خان) بلخ کے بندوبست کے لیے مامور ہوا تھا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہی حکم کے مطابق وہ واپس ہوا اور شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر سے علحدہ ہو کر دربار شاہی میں حاضر ہوا ۔ اس کے بعد اس (اخلاص خان) کو

---

۱ - یہ لڑائی مشرق بنگال میں ہوئی ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول صفحہ ۵۸۷) (انگریزی ترجمہ از بلاک مین) (ب)

علم عطا ہؤا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ہوگیا ، وہ اپنے ساتھیوں میں لائق ستائش ٹھیرا اور بادشاہ زادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ساتھ قندھار کی طرف روانہ ہوگیا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہؤا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو نقارہ عنایت ہؤا اور دوبارہ بادشاہ زادہ مذکور (محمد اورنگ زیب بہادر) کے ہم راہ سمت مذکور (قندھار) کی طرف روانہ ہوگیا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ زادہ دارا شکوہ کے ساتھ مہم مذکور (قندھار) پر گیا ، خلعت اور چاندی کی زین کے ساتھ اس کو گھوڑا مرحمت ہوا اور اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہؤا ۔ وہاں سے رستم خاں کے ہمراہ بست کی فتح کے لیے گیا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جملۃالملک (سعداللہ خاں) کے ہمراہ قلعہ چتور کی بربادی کے لیے مقرر ہؤا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں معظم خاں کے ہمراہ دکن کے فوجی مددگاروں میں شامل ہوکر وہاں کے ناظم پادشاہ زادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے پاس روانہ ہؤا اور عادل خانیوں کی لڑائی میں بہادری دکھائی اور ران پر نیزے کا زخم کھایا[۱] ۔ اس بہادری کے بعد اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد اس کا منصب تین ہزاری ذات اور ہزار سوار کا ہوگیا ۔ اس کا بقیہ حال کہیں نظر سے نہیں گزرا[۲] [۱۹۹] ۔

---

۱ ۔ یہ اس لڑائی کا ذکر ہے جو اورنگ زیب نے بیجاپور کے خلاف ۱۶۵۷ء میں لڑی، ملاحظہ ہو ہسٹری آف اورنگ زیب از جادو ناتھ سرکار صفحہ ۲۵۸—۲۵۹ (کلکتہ ۱۹۱۲ء) (ق)

۲ ۔ اخلاص خاں کا شاندار مقبرہ بدایوں میں موجود ہے ۔ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے کنزالتاریخ از مولوی رضی‌الدین صفحہ ۶۷ (بدایوں ۱۹۰۷ء) ذوالقرنین (بدایوں) کا بدایوں نمبر ص ۴۹—۵۳ (مضمون شیخ الہدیا از مولوی تسلیم احمد خاں) ، شیخ فرید از سلطان حیدر جوش (ق)

۴۲

افتخار خان خواجہ ابوالبقاء

عبداللہ خان فیروز جنگ کا بھتیجا ہے اور شہاب الدین خان کا بھتیجا ہے۔ لکھنؤ اس کی جاگیر میں تھا۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں میر خان کے انتقال کے بعد ''افتخار خان'' کا خطاب، نیز لشکر کی خدمت اور جڑاؤ عصا مرحمت ہؤا (انیسویں سال) صلابت خان کی جانشینی میں ... کیا۔ اس کے بعد امرنگر (راج محل کی فوجداری) پر مقرر ہؤا اور ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار منصب ملا۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں رستم خان دکنی کے ساتھ قندھار کے قزلباشوں کی لڑائی میں، اس نے اپنی بہادری اور جانبازی کا اپنے ساتھیوں پر خوب مظاہرہ کیا۔ جب قزلباش فوج رستم خان کی فوج کے دائیں حصے پر حملہ آور ہوئی تو دائیں طرف کے اکثر بہادروں کے پاؤں سے استقامت اکھڑ گئے مگر افتخار خان نے چند سواروں کے ساتھ جنہوں نے بہادری کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا، بڑی مردانہ کوششیں کیں۔ جب بارگاہ شاہی میں اس کے حسن خدمت کا جائزہ لیا گیا تو اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہؤا اور اس کا دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ہوگیا اور علم بھی مرحمت ہؤا۔ چونکہ اس خانہ زاد کی پیشانی سے نیک بختی اور بہادری کا اظہار ہوتا تھا اس لیے پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شمسی وزن کے جشن کے موقعے پر اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہؤا اور اس کو نقارہ مرحمت ہؤا۔ ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں چھوٹے شہزادے محمد داراشکوہ کے ہمراہ وہ (افتخار خان) قندھار کی مہم پر متعین ہؤا اور اس شہزادے (داراشکوہ) کی سفارش پر اس کے منصب میں پانسو کا مزید اضافہ ہؤا۔ [۲۰۰] اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں صوبہ مالوہ کے قرب و جوار میں چورا گڑھ کا جاگیردار اور فوجدار مقرر ہؤا۔ ہزار ذات اور ہزار سوار کا اضافہ ہوکر اس کا منصب تین ہزار ذات اور تین ہزار سوار کا

ہوگیا ۔ جب بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دکن کا ناظم شاہزادہ
محمد اورنگ زیب بہادر، سلطان عبداللہ قطب شاہ والیٔ تلنگانہ کی
تادیب و تنبیہ پر مقرر ہوا تو شاہی فرمان کے مطابق مالوہ کا صوبے دار
شائستہ خاں، افتخار خاں اور اس صوبے کے تمام متعینہ فوجداروں اور
منصبداروں کے ساتھ مالوہ سے روانہ ہوا اور شاہزادے کے لشکر میں
پہنچ گیا ۔ افتخار خاں شاہی حکم کے مطابق ہادی داد خاں انصاری کے
ساتھ جنوبی مورچال میں متعین ہوا اور اس مہم کے انجام پانے کے بعد
اپنی جاگیر پر رخصت ہوگیا ۔ جب اس سال کے آخر میں شاہزادہ مذکور
عادل شاہ کی ولایت کی تسخیر و تخریب پر مامور ہوا تو بادشاہ کے حکم
کے مطابق افتخار خاں اپنی جاگیر سے آ کر شاہی فوج میں شامل ہوا ۔
بادشاہ زادہ (محمد اورنگ زیب بہادر) اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں
ایک بھاری فوج کے ساتھ منزلیں طے کرتا ہوا جب قلعہ بیدر کے قریب
پہنچا تو سیدی مرجان قلعے دار، جو ابراہیم عادل شاہ کے قدیم غلاموں
میں سے تھا اور تیس سال سے اس قلعے کی حفاظت پر مقرر تھا، ایک ہزار
سوار اور چار ہزار پیدل بندوقچیوں، بان دار اور دیگر ساز و سامان
کے ساتھ برج و دیوار (قلعہ) کے استحکام پر مقرر تھا ۔ شاہزادہ
(محمد اورنگ زیب بہادر) نے معظم خاں میر جملہ کے ساتھ دس دن میں
توپوں کو خندق کے کنارے پہنچا کر ایک برج کو توپ کی ضرب سے
خراب کردیا ۔ اتفاقاً ایک دن معظم خاں کی مورچال سے چڑھائی ہوئی ۔
[۲۰۱] قلعے دار نے برج مذکور کے پیچھے ایک بڑی کھائی کھودی اور
وہ اس کو باروت، بان اور دستی بم سے بھر کر اس (یورش) کی مداخلت
کا خیال کر رہا تھا کہ اتفاق سے ایک چنگاری اڑی اور باروت میں
آگ لگ گئی ۔ وہ (قلعہ دار) اپنے دونوں بیٹوں کے ہمراہ جل گیا ۔
شاہی فوج کے بہادر سپاہی زور سے فتح کا نقارہ بجاتے ہوئے شہر میں داخل
ہوگئے ۔ قلعہ دار موت کے چنگل میں گرفتار تھا، اس نے اپنے بیٹوں کو
قلعہ کی کنجیوں کے ساتھ بھیجا اور وہ دوسرے دن فوت ہو گیا ۔ ایسا
مضبوط قلعہ، کہ جس کے گرد تین گہری خندقیں پچیس گز گہری اور پندرہ گز

تھوڑی ہی میں محض شہزادہ (محمد اورنگ زیب بہادر) کے اقبال سے سینتالیس روز کے عرصے میں فتح ہو گیا۔ بارہ لاکھ روپیہ نقد، آٹھ لاکھ روپیہ کا [illegible] اور [illegible] دوسرا سامان اور دو سو [illegible] قبضے میں آئیں۔ شاہزادہ نے دوسرے بیٹے سلطان محمد معظم کو افتخار خاں کے ساتھ [illegible] میں [illegible] آگے بڑھ گیا اور ابھی [illegible] خواہ [illegible] کو [illegible] تھی کہ شاہزادہ اورنگ زیب بادشاہ کے حکم سے [illegible] کے ہمراہ اپنی [illegible] کو واپس چلا گیا۔ اسی زمانے میں مہاراجہ [illegible] صوبہ مالوہ کے انتظام [illegible] مقرر ہوا [illegible] کی مدد پر [illegible] خاں [illegible] افتخار خاں [illegible] سب سے پہلے راجا کے پاس پہنچا۔ [illegible] سے [illegible] ظاہر ہوئی کہ کسی کے خیال میں بھی نہ تھی [illegible] میں بادشاہ زادہ محمد اورنگ زیب [illegible] کی موجودگی کے ساتھ [illegible] کے [illegible] رہا راستے میں تھا [۲۰۲] [illegible] دن کا منتظر تھا وہ جنگ [illegible] تیار ہو گیا۔ افتخار خاں [illegible] کی ایک جماعت کے ساتھ (جو) فوج کے بائیں حصے میں تھا [illegible] فوج کے ساتھ جو [illegible] فوج کے [illegible] اور [illegible] جنگ میں مشغول ہو گیا، اور بہادری کے ساتھ مارا گیا۔

لکھتے ہیں اگرچہ وہ (افتخار خاں) [illegible] بزرگوں کی اولاد میں سے تھا مگر اس نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا اور اس مذہب کے دلائل [illegible] اس طرح یاد کیے تھے کہ ان کے رد میں دوسروں کو عاجز کر دیتا تھا۔ تھوڑی سی علم کی چاشنی بھی رکھتا تھا۔

۱ - افتخار خاں خواجہ ابوالبقاء کی اولاد میں ایک بزرگ سید محمد [illegible] ہیں۔ جو نہایت ذی علم اور پیکر اخلاق و اخلاص ہیں، ان کا کتب خانہ بہت قیمتی اور نوادر پر مشتمل ہے، بیش قیمت مخطوطات، فرامین، تصاویر اور قدیم اخبارات خاص طور سے قابل ذکر ہیں (ق)

۴۳

ارادت خاں میر اسحاق

اعظم خاں جہاں گیری کا بھرا بتا ہے اپنے باپ کے مرنے کے بعد شاہجہاں کے زمانے میں نو سو ذات اور پانچ سو سوار کا منصب پایا اور میر برک کے عہدے پر سرفراز ہؤا۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ''ارادت خاں'' کا خطاب، ایک ہزار پانسو ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب اور فیل خانے کی داروغگی کا عہدہ ملا۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ... کے تبدیل ہونے کے بعد احمد بیگ کی خدمت پر مقرر ہو ... اسی سال دو ہزاری ذات اور ہزار سوار کے منصب اور ... کے عہدے پر سرفراز ہؤا۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ... منصب میں آٹھ سو سوار کا اضافہ ہؤا اور ... کی فوج داری احمد بیگ خاں کے تبدیل ہونے کے بعد اس کے سپرد ہوئی۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں حاضر دربار ہؤا۔ اسد خاں کے تبدیل ہونے کے بعد صوبجات کے عرض وقائع کی خدمت پر مقرر ہؤا اور اصل و اضافہ کے بعد اس کا منصب دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا ہو گیا۔ شاہجہان کے آخری عہد میں [۲۰۳] کسی بات پر منصب سے معزول ہؤا اور کچھ دن گوشہ نشینی میں گزارے۔

اسی زمانے میں عالمگیر کا آفتاب سلطنت پر جلوہ افروز ہؤا اس کے بھائی ملتفت خاں اور خان زماں نے عالمگیر کے ساتھ رہ کر درجۂ اعتبار پایا۔ پہلا (ملتفت خاں) داراشکوہ کی پہلی لڑائی میں مارا گیا۔ جب بادشاہ مستقر الخلافہ (آگرہ) پہنچا تو اس (ارادت خاں) پر شاہی عنایات ہوئیں اور اس کے منصب میں پانچ سو ذات اور پانچ سو سوار کا اضافہ ہؤا۔ اسی زمانے میں جب بادشاہی فوجیں آگرہ سے دہلی کی طرف داراشکوہ کے تعاقب میں روانہ ہوئیں تو وہ (ارادت خاں) اودھ کے صوبے داری پر مقرر ہؤا۔ اس کا منصب تین ہزار ذات اور ... ... سات ہزار سوار دو اسپہ اور سہ اسپہ کے

ہم کو بگاڑنا آسماں کی پرانی عادت ہے ، زیادہ دنوں وہ بامراد نہ رہا اور امر کو زوال ہو گیا ۔ یعنی دو مہینے کچھ دن کے بعد ذی الحجہ ۱۰۸۰ھ (۱۶۷۰ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ پہلے آصف خاں جعفر کے بھائی آقا ملا کے بیٹے مرزا بدیع الزماں کی بیٹی اس کے نکاح میں تھی ۔ پھر زاہد خاں کوکہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا ۔ اس کا بڑا لڑکا محمد جعفر اسی سے پیدا ہوا ہے ، وہ نیک اور مشہور تھا ، مر گیا ۔ اس کا دوسرا بیٹا مبارک اللہ پینتیسویں سال جلوس عالمگیری [۳۰۴] میں چاکنہ کی فوج داری پر مامور ہوا ۔ اس کے بعد اسے خطاب (ارادت خاں) سے سرفراز ہوا ۔ چالیسویں سال جلوس عالمگیری میں نواح اورنگ آباد کی فوج داری پر مقرر ہوا اور ہفت صدی ذات اور ہزار سوار کے منصب پایا اور مشہور ہوا ۔ اس کے بعد مندسور مالوہ کی فوج داری پر مقرر ہوا ۔ محمد معظم بہادر شاہ اول کے زمانے میں خان خاناں منعم خاں کے ساتھ اس کی خوب دوستی ہو گئی ۔ وہ اس کا جلیس و انیس بن گیا اور اس کے بعد دھر کی فوج داری پر مقرر ہوا ۔ مختلف علوم کا مذاق رکھتا تھا ۔ شاعری میں بہت نازک خیال تھا ۔ واضح تخلص کرتا تھا ۔ صاحب دیوان ہے ۔ "بیت"

اشک فرمائی دام نیست جز ہیس حباب
یافت یک پیرہن ہستی و آں ہم کفن است

محمد فرخ سیر کے زمانے میں فوت ہوا ۔ اس کا بیٹا میر ہدایت اللہ، جس کو "ہوش دارخاں" اور پھر "ارادت خاں" کا خطاب ملا ، محمد معظم بہادر شاہ اول کے زمانے میں نور محل متعلق صوبہ پنجاب کا فوج دار ہوا اور چند دن مالوہ میں درک پراہہ کی فوج داری پر مقرر رہا ۔ چھٹے سال جلوس محمد شاہی میں آصف جاہ کے ہمراہ دکن آیا اور دیانت خاں مرحوم کے تبدیل ہونے کے اور مبارز خاں کی جنگ کے بعد کچھ دنوں دکن کی دیوانی پر بھی رہا اور چار ہزار کا منصب پایا ۔ پھر بہت دنوں اورنگ آباد میں رہا، بعد ازاں پھر وہ گلبرگہ کی قلعہ داری پر مقرر ہوا ۔

ترچناپلی کے سفر میں آصف جاہ کے ہمراہ [۲۰۵] تھا اور واپسی کے وقت اورنگ آباد میں ۱۱۵۷ھ (۱۷۴۴ء) میں انتقال ہؤا۔ فنون سپاہ گری بہت اچھی طرح حاصل کئے تھے، بڑھاپے میں بھی ہتھیاروں کو اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا۔ تلوار شناخت کرنے میں بہت دعویٰ رکھتا تھا۔ معمولی شعر کہتا تھا۔ عورتوں کے جمع کرنے میں بہت حریص اور کثیر الاولاد تھا۔ جوان بیٹے اس کی زندگی میں فوت ہوئے۔ اس تحریر کے زمانے میں اس کا نیک لڑکا حافظ خاں اپنے باپ کے مرنے کے بعد گلبرگہ کی قلعہ داری پر مقرر ہے۔

۴۴

اشرف خان خواجہ برخوردار

مہابت خاں کا داماد اور نقشبندی بزرگوں کی اولاد میں ہے۔ کہتے ہیں کہ جب مہابت خاں نے جہانگیر بادشاہ کی اطلاع کے بغیر اپنی لڑکی کی شادی خواجہ مذکور (اشرف خاں) سے کر دی تو بادشاہ بہت ناراض ہؤا۔ خواجہ مذکور کو اپنے سامنے طلب کیا اور اس کے حکم سے چند خاردار کوڑے خواجہ کو لگائے گئے۔

جب مہابت خاں بھاگ کر شاہجہاں سے آ ملا تو خواجہ (اشرف خاں) بھی اس کے ساتھ آیا اور ملازمین میں شامل ہو گیا۔ پہلے سال جلوس شاہجہانی (۱۰۳۷ھ) میں اصل و اضافہ کے بعد اسے ایک ہزار ذات اور پانسو سوار کا منصب ملا۔ اور آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب مرحمت ہؤا۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں سات سو سواروں کا اضافہ ہؤا۔ اور اس کے ماتحت (وظیفے میں) اس کی ذات کے برابر ہو گئے۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ دکن میں اوساکی قلعہ داری پر مقرر ہؤا اور اصل و اضافہ کے بعد اس کا دو ہزار ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ہو گیا۔ محمد معظم بہادر شاہ اول کے

ـ ے میں [۱۰۲٦] ''اشرف خاں'' کا خطاب ملا ۔ دوسرے سال جلوس
ـدر شاہی میں قلعہ مذکور (اوسا) کی قلعہ داری سے معزول ہو کر
حضور شاہی میں پہنچا ۔ اس کے مرنے کی تاریخ معلوم نہیں۔

۳۵

الہ وردی خاں

اس کا شجرۂ نسب آل سلجوق سے ملتا ہے ۔ کہتے ہیں کہ سلطان
سنجر سلجوقی سے منسوب ہوتا ہے ۔ راست، درست، چست اور چالاک آدمی
ہے ۔ لوگ اس کی حوالی کی بہت سی باتیں بیان کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ
فرنگیوں کے ہاتھ پڑ گیا تھا ۔ اور جاسوسی کے الزام میں نکالا گیا ۔
بعد بہونار کے دن نوروزی کی تقریب میں اس کو وہاں کے حاکم کے
سامنے پیش کیا گیا ، اس نے اس فن میں بہت کرتبے دکھائے ۔ حاکم
نے اس کے حالات کی تفتیش کی اور اس کی بے گناہی معلوم کرکے
عزت و احترام کے ساتھ ہندوستان بھیج دیا ۔ کچھ دن اس نے برہان
پور میں سستی و چالاکی سے گزارے ۔ جب اس کے بڑے بھائی مخلص خان
نے سلطان پرویز کی ملازمت میں عزت و مرتبہ حاصل کر لیا تو وہ بھی
سلطان (پرویز) کے یہاں ملازم ہو گیا ۔ اس کے بعد دونوں بھائی بادشاہ
(جہانگیر) کے الطاف و عنایت سے سرفراز ہوئے کیونکہ وہ فنون شکار میں
بہت مہارت رکھتے تھے اور جہانگیر کو بھی اس میں بہت شغف اور
دلچسپی تھی ۔ الہ وردی خاں کو ''معتقد خاں'' کا خطاب اور قرول بیگی
کا عہدہ ملا ۔ وہ اپنی خدمت کے بدولت جہانگیر بادشاہ کا ندیم اور
مصاحب ہو گیا اور ہمیشہ سیرو و شکار میں بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا ۔
بڑا جال کہ جو ہرن اور بارہ سنگا کی شکار گاہ میں شکار کے لئے ضروری
ہے [۱۰۲۷] کہ اس کو باور کہتے ہیں، اسی کی ایجاد ہے ۔ اکیسویں سال
جلوس جہانگیری میں چوبیس ہزار کے صرفے سے وہ جال رسیوں سے بنا کر
بادشاہ (جہانگیر) کے حضور میں پیش کیا گیا ۔ وہ بہت مضبوط جال ہے
اور اسسی اونٹوں کا بوجھ برداشت کر سکتا ہے ۔ بادشاہی گز کے حساب

ہے دس ہزار گز لمبا ہے اور چھ گز اونچا، سرا پردہ کی طرح مضبوط ستونوں پر کھڑا کیا جاتا ہے، مختلف قسم کے درندے اور وحشی جانور اس میں پھانس کر شکار کئے جاتے ہیں ۔

جہانگیر بادشاہ کے مرنے کے بعد شہر یار کے ہنگامے میں یمین الدولہ آصف خاں کی دولت خواہی اور رضا کو اس نے ملحوظ خاطر رکھا اور بادشاہی (شاہجہانی) عنایات سے سرفراز ہؤا ۔ جب آصف جاہ کے ہمراہ بادشاہ (شاہجہاں) کے حضور میں حاضر ہؤا تو دو ہزاری ذات و سوار کا منصب اور ''الہ وردی خاں'' خطاب پایا۔ چوں کہ مہابت خاں کے ساتھ دلی تعلق رکھتا تھا اس لیے اس نے پرینده کے محاصرے میں اپنے مقدور سے زیادہ جد و جہد دکھائی ۔ اگر دوسرے امراء بھی اسی قسم کی کوشش کرتے تو آسانی سے فتح ہو جاتی ۔

آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ہزار ذات اور دو ہزار سوار کا اضافہ ہؤا اور وہ چار ہزار ذات و سوار کے منصب پر فائز ہؤا اور خان دوراں کے تبدیل ہونے کے بعد مالوہ کی صوبے داری پرمتقرر ہؤا۔ جب نویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہجہاں بادشاہ حوالی قلعہ دولت آباد دکن میں خیمہ زن ہؤا تو الہ وردی خاں کے نام، جو شایستہ خاں کے ہمراہ ضلع سنگم نیر اور جنیر کی فتح کے لئے گیا ہؤا تھا ، بادشاہ کا فرمان صادر ہؤا کہ نظام الملکی کے قلعوں کو فتح کیا جائے ۔ یہ قلعے چاندور و دھرب کی طرف واقع ہیں ۔ ان میں سے چھ قلعوں پر ساہو کے آدمیوں نے [۲۰۸] اور دو قلعوں پر بھوج مل نائک واری نے اور چھ قلعوں پر دوسرے فتنہ پردازوں نے قبضہ کر لیا ہے اور ان کی حفاظت و استحکام کے بہانے فساد کرتے ہیں اور قرب و جوار کے پرگنوں کے باشندوں کو تکالیف پہنچاتے ہیں۔ خاں مذکور (الہ وردی خاں) پہلے چاندور کے قلعے پر پہنچا اور اس مضبوط قلعے کا، جو پہاڑ کی بلندی پر واقع ہے اور مضبوطی کے لئے مشہور ہے، محاصرہ کر لیا اور بہت جد و جہد کے بعد اس کو فتح کر لیا ۔ اس علاقے کے تمام مفسدین نے

بیرنگی زمانہ کے مشاہدے سے اپنے جان و مال کو غیر محفوظ پایا اس لیے اطاعت قبول کر لی ۔ پہلے انجرائی کے قلعہ دار کھیر راؤ[1] نے امان چاہی اور اپنے مضبوط قلعے کو سپرد کر دیا ۔ خان مذکور (اللہ وردی خان) نے دوسرے قلعہ داروں کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے اس (کھیر راؤ) کے لیے دو ہزاری منصب تجویز کیا اور خزانے سے پچاس ہزار روپیہ نقد دیا ۔ اس کے بعد کاچنہ اور راجنہ کے قلعوں کو جو دھرپ کی قلعہ داری سے متعلق تھے، گھیر کر بڑی بہادری سے لڑ کر چڑھائی کی اور محصورین نے دانہ پانی کو کھینچا دیا و عہد و پیمان کے ذریعے دونوں قلعوں پر قبضہ کر لیا ۔ اسی طرح رولا، حولا، اہونت اور اس سرزمین کے دوسرے مضبوط قلعوں کو، جو سب پہاڑی کی بلندی پر واقع تھے، بہت آسانی اور جلدی سے فتح کر لیا ۔ مگر قلعہ راجدھر، کہ جس میں نظام شاہ کے عزیزوں کی ایک جماعت تھی اور اس کے محاصرے میں بہت سعی و کوشش کی گئی تھی، دو ماہ کی مدت میں قلعہ فتح ہوا ۔ اس کے بعد قلعہ دھرپ کو فتح [۱۰۶] کرنے کا، جو اس علاقے میں اپنی مضبوطی اور بلندی کے لیے مشہور تھا اور مضبوطی میں دولت آباد کے قلعے سے کم نہ تھا، ارادہ کیا ۔ جب اس قلعے کا محافظ بھوج مل[2] خان مشار الیہ (اللہ وردی خان) کی پے در پے سختیوں سے پریشان ہوا تو اس نے تین ہزاری منصب اور ایک لاکھ روپیے کے انعام کی تجویز پر اس مضبوط قلعے کو، جس کی فتح دشوار تھی اور بغیر اقبال کی مددگاری کے اس کی فتح ممکن نہ تھی، (اللہ وردی خان کے) سپرد کر دیا اور شاہی ملازمت میں شامل ہو گیا ۔ اس سال میں اس ولایت کے بہت سے ناقابل تسخیر قلعے بادشاہ کے اقبال و مدد سے شاہی امراء کے ہاتھوں فتح ہوئے ، اسی بات کو طالب آملی نے منظوم کیا ہے ۔ بیت ۔

۱ ۔ بنارسی پرساد نے ہمیر راؤ لکھا ہے ، ہسٹری آف شاہجہان صفحہ ۱۴۶ (ب)

۲ ۔ بنارسی پرشاد نے اسے بھوج راج لکھا ہے (ایضاً صفحہ ۱۴۷) (ب)

بیت

سالہا بجست کشور اقبال گرفت
تیغ ز عدو ملک و سر و مال گرفت
چل قلعہ بیک سال گرفتی لیکن
شاہان نتوانند بچل سال گرفت

آخر دسویں سال جلوس شاہجہانی میں خان مذکور (اللہ وردی خان) بیسواڑہ و لکھنؤ کی فوجداری پر روانہ ہؤا۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں متھرا کا فوجدار مقرر ہؤا۔ مرشد قلی خاں ایک موضع پر حملہ کرنے کے موقع پر بندوق کے حملے سے مارا گیا تو وہاں کی جاگیر اللہ وردی خان کو سپرد ہوئی اور وہ اس علاقے کے سرکشوں سے انتقام لینے کے لیے مامور ہؤا۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں پانچ ہزار ذات و سوار کا منصب اور غیرت خان کے تبدیل ہونے کے بعد دارالملک دہلی کا صوبے دار مقرر ہؤا۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ ایران، شاہ صفی کے آگے بڑھنے کی خبر [۲۱۰] کی وجہ سے شہزادہ دارا شکوہ رفیع القدر امراء اور ایک بہت بھاری لشکر کے ساتھ ولایت قندھار کو حاصل کرنے کے لیے اس طرف روانہ ہؤا۔ بادشاہ کے مرنے کی خبر موصول ہونے کے بعد کہ وہ ماہ صفر ۱۰۵۲ھ (سنہ ۱۶۴۲ء) میں اپنی طبعی موت سے مر گیا، (شہزادہ) دہلی سے واپس آ گیا۔ اللہ وردی خاں بھی اس لشکر کے ہمراہ متعین تھا۔ چونکہ اس کی بعض باتیں اور کام خلوص اور وفاداری کے خلاف سرزد ہوئے اور اس کی زبان کی بےباکی جس پر وہ اختیار نہ رکھتا تھا، مصیبت کا باعث ہوئی، اس لیے جاگیر و منصب ضبط ہؤا اور اس کے اوپر عتاب ہؤا۔ چونکہ اس کی نیک خدمات بادشاہ کی نظر میں ثابت اور مسلم تھیں اس لیے چونتیس لاکھ دام کی آمدنی کا پرگنہ سنکرپور اس کی مدد معاش کے لیے مقرر ہؤا۔ اس کے بعد بڑے شاہزادے (داراشکوہ) کے وسیلے سے اپنے سابق منصب پر بحال ہؤا۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو

نیچ پور کی جاگیر ملی۔ خان دوراں خاں ناظم دکن کے مرنے کے بعد تمام صوبہ برار کی حکمرانی اس کے سپرد ہوئی۔ جب اسلام خاں دکن میں آیا تو اس سے نہ نبھ سکی اور اس کی درخواست پر اس کو حضور میں طلب کر لیا گیا۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو دربار شاہی میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور اس کو کورٹھ پور کی جاگیر ملی۔ قندھار کی وجہ سے شاہ عباس ثانی اور شاہجہاں کے تعلقات عناد و یگانگی ختم ہو گئے اور سفارت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اتفاق سے چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں غلام رضا نامی ایک شخص سات عراقی گھوڑے لے کر بندر سورت سے سورت پہنچا اور اس نے راستے کے محافظوں کے نام شاہ ایران سے
[۲۱۱] لایا کہ اللہ وردی خاں صوبہ تتہ کا ملازم ہے جو گھوڑے لے جاتا ہے، لہٰذا مزاحم نہ ہوں۔ اس واقعے سے یہ سمجھا گیا کہ خان مذکور (اللہ وردی خاں) نے ایک خط کے ساتھ کچھ تحائف بھیجے تھے اور اس طرح یہ شخص آیا۔ غیر اور مخالف کو ہدیہ اور خط بھیجنا وفاداری کے آئین سے بعید ہے اور (اسی لیے وہ) عتاب شاہی کا مستحق ہوا۔ لیکن بادشاہ کے لطف و بخشش سے صرف یہ ہوا کہ جاگیر و منصب سے معزول ہوا اور حکم ہوا کہ بلا توقف دکن سے بلایا جائے اور شاہجہاں آباد میں پہنچ کر اپنے گھر میں رہے۔ سورت کے پیشکار کے نام فرمان صادر ہوا کہ غلام رضا کے گھوڑے اور تمام سامان جو ہمراہ ہے ضبط کر لیا جائے اور اس کو طوق و زنجیر میں گرفتار کر کے (دارالحکومت) بھیج دیا جائے تا کہ اس نے کردار کے موافق اس کو سزا دی جائے۔ اس کے آنے کے بعد تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس نے کچھ تحائف کے ساتھ ایک جعلی دستاویز والیٔ ایران کے داروغہ دیوان خانہ کو بھیج کر ایک خط حاصل کیا تھا۔ لہٰذا اٹھائیسویں سال جلوس میں بڑے شاہزادے (داراشکوہ) کی سفارش پر بادشاہ کی مہربانی اس کے شامل حال ہوئی اور پانچ ہزاری منصب اور مکرم خاں کی بجائے سرکار جون پور کی جاگیر

۱۔ ملاحظہ ہو منتخب اللباب جلد اول صفحہ ۷۱۳—۷۱۴ (ب)

اس (الہ وردی خان) کو ملی۔ اگرچہ یہ دو سال آٹھ ماہ کی مدت اس نے دربار شاہی کی آستان بوسی سے محروم رہ کر گوشہ نشینی میں گزاری لیکن بادشاہ کی مہربانی سے ستر لاکھ دام سالانہ بطور خرچ اس کو ملتے تھے اور ہر سال (بادشاہ کے) وزن ہونے کے موقعے پر ہزار اشرفیاں ملتی تھیں۔ چنانچہ جب وہ دوبارہ ملازمت پر [۲۱۰] آیا تو اس وقت تک اس کو پانچ ہزار اشرفیاں ملیں۔ شاہجہاں کی سلطنت کے آخر زمانے میں بہار کی صوبے داری پر مامور ہوا۔

جب شاہجہاں بادشاہ کی بیماری نے طول کھینچا اور سلطنت کے کاموں میں رخنہ اندازی ہوئی تو دوسرے بیٹے شجاع نے بنگالہ میں سرکشی اختیار کر کے پٹنہ پر لشکر کشی کر دی۔ الہ وردی خان سد راہ نہیں ہوسکتا تھا اس لیے وہ بنارس آ کر ٹھہر گیا۔ شجاع نے اسی طرف تعاقب کیا، بادشاہ بنا کر اور خوشامد کر کے اس کو اس طرح ہموار کیا اور وعدے کئے کہ وہ بوڑھا جرنیل (الہ وردی خان) بھی اپنے ارادے پر قائم نہ رہ سکا اور اس (شجاع) کے موافق ہوگیا، اور اس تمام دوران میں اس نے شجاع کی رفاقت جو اپنی بدبختی و بدنصیبی کی وجہ سے جنگلوں میں مارا پھر رہا تھا، نہ چھوڑی۔ اس کے بعد شکست پر شکست کھانے اور مسلسل مارا مارا پھرنے کے بعد وسط رجب ۱۰۷۰ھ[1] (مارچ ۱۶۶۰ء) میں شجاع نے چاہا کہ اکبر نگر (راج محل) چھوڑ کر ٹانڈہ چلا جائے۔ الہ وردی خان نے اپنی معاملہ فہمی اور دانائی سے شہزادہ (شجاع) کی بدبختی کو سمجھ لیا کہ اگر وہ عالمگیری فوج سے بچ کر امان پائے گا تو اس کو اراکان کے جنگلوں میں راہ فرار اختیار کرنی ہوگی۔ اس لیے اس نے اپنی عقل کی رہنمائی سے شاہی فوج میں پہنچنے کا ارادہ کیا اور اس سے علاحدگی اختیار کر کے اکبر نگر (راج محل) واپس لوٹ گیا۔ چونکہ شاہ شجاع کے بہت سے آدمی اپنے حال کی بہتری اور نیک انجام کی امید پر دل گرفتہ تھے، انھوں نے جدائی کا ارادہ کرلیا اور (الہ وردی خان

۱ - ۱۰۷۰ھ غلط معلوم ہوتی ہے ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹ء) ہونی چاہیے

کی طرف روانہ ہوگئے ۔ الہ وردی خاں کی اپنی نوکر ایک فوج تھی ، اس نے
وہی منزل کو مضبوط [۲۰۲] کیا اور اسی جگہ ٹھیر گیا تاکہ اگر کوئی
فوج اس پر اس طرف سے حملہ کردے تو اس کی مدافعت کرسکے اور
۔ کی مخالفت کا اظہار کرسکے ۔

شجاع نے اس معاملہ میں ایک تدبیر سوچی اور اس سے جھوٹی
۔ رش (اپنے فوج کے متعلق) جن میں کوئی صداقت نہ تھی ، مشہور کیں
۔ مرشد آباد (راج محل) کی طرف واپس لوٹ گیا (جہاں الہ وردی خاں
۔ ۔ تھا) ۔ شجاع نے) دکھاوے کو مسرور کیا ۔ اس کی حویلی کو
۔ ۔ ۔ اور حملہ کرنے کے لیے اسامانے کا منتظر رہا اور اپنے دیوان
سراج الدین خاوری کو بھیج کر اس کو بلایا اور وعدہ وعید کی امید
۔ ۔ اس کے پاس (الہ وردی خاں کو) لے آئے ۔ شجاع کے شہر
(مرشد آباد) میں واپس ہونے اور جھوٹے اشتہاروں کی وجہ سے ، جو اس
نے مشہور کر رکھے تھے ، ایک جماعت کے لوگ جو الہ وردی خاں کے
۔ ۔ شامل ہوگئے تھے سب بٹ گئے ۔ مجبوراً خان مذکور (الہ وردی خاں)
نے جھوٹے قول و قرار کا سہارا لیا اور سراج الدین کی ہمراہی میں
۔ ۔ ۔ ۔ کے ساتھ روانہ ہوا ۔ اس حالت میں شجاع کے آدمیوں
۔ ہجوم کر کے اس کو اپنے بیچ میں لے لیا اور مجرموں کی طرح پیٹھ پر
ہاتھ باندھ کر اکبرنگر (راج محل) کے باہر شجاع کے سامنے لے گئے ۔ وہ
بے عقل اس (الہ وردی خاں) کو ہاتھی پر بٹھا کر اپنے ساتھ شہر
(اکبرنگر) میں لایا اور وہاں انتقام میں اس کو اس کے بیٹے کے ساتھ ختم
کر دیا اور اس کے تمام مال پر قبضہ کرلیا[1] ۔

الہ وردی خاں کی اولاد بیک تھی ۔ ان میں سے ہر ایک نے عمدہ
منصب پائے ۔ جن کا حال اپنے موقعہ پر لکھا گیا ہے مگر اس چھوٹے
بیٹے مرزا سیف اللہ کے سوا (دوسرے بیٹوں کی) باپ کے ساتھ نہیں بنتی

---

۱ ۔ الہ وردی خاں جولائی (۱۶۵۹ع) ۱۰۶۹ھ میں مارا گیا (ییل صفحہ ۳۲ (ب))

اس (سیف اللہ) کا حافظہ ایسا تھا کہ جو کچھ اس نے بچپن میں سنا تھا یاد تھا ۔ شعر بھی کہتا تھا، باپ کا منظور نظر تھا ۔

اللہ وردی خان کی طبعت پر مزاح اور ہزل [م ۲۰۱] غالب تھا ۔ حد ہے کہ وہ بے ہودہ باتیں کرتا اور گالیاں بکتا تھا ۔ یہاں تک کہ پسندیدہ طریقہ اس کی اولاد اور رشتہ داروں میں بھی سرایت کر تھا ۔ اگرچہ اب اس کے اعاظم خاندان کا نام و نشان باقی نہ رہا مگر اندان اس عمر مستحسن روپے کی وجہ سے یادگار زمانہ ہے[1] ۔

اس کے باوجود اللہ وردی خاں ریاضت اور تقویٰ کا پابند تھا ۔ ل کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت میں غلو کرتا تھا ۔ رات ائمہ کی ہر سال نذر و وجہ کرتا تھا ۔ دفتر کے لوگوں پر اعتماد نہیں ا تھا دفتر کو خود دیکھتا تھا اور روزانہ کی آمدنی و خرچ کو اپنے ہاتھ سے رجسٹر میں لکھتا تھا ۔ اس نے دہلی میں سرائے اور باغ بنایا اور وہ کے نام سے مخلوق میں مشہور ہے ۔

۴۶
اکرام خاں سید حسن

عالمگیر کے والا شاہیوں (خانگی سواروں) میں سے تھا ۔ مدتوں خاندیس ، بدلانہ کی فوج داری پر مامور رہا جیسے شاہجہاں نے اورنگ زیب کی زادگی کے زمانے میں بطور انعام دیا تھا۔ اس کے بعد جب اورنگ زیب باپ شاہجہاں کی عیادت کے سلسلے میں برہان پور سے صوبہ مالوہ کی ف گیا تو وہ (اکرام خاں) حکم کے مطابق اس (اورنگ زیب) کے ساتھ اور الطاف سلطانی سے مفتخر ہوا۔ داراشکوہ کی لڑائی میں، جو سموگڑھ ں ہوئی تھی نمایاں خدمات اس (اکرام خاں) سے ظہور میں آئیں اور وہ ی بندگی بجا لایا ۔

پہلے سال جلوس عالم گیری میں اس کو اکرام خاں کا خطاب ملا ۔

---

[1] ۔ اللہ وردی کا تعمیر کردہ ایک حمام اور ایک مسجد آگرہ میں بھی ہے ملاحظہ ہو مرقع اکبرآباد صفحہ ۱۸۷—۱۸۸ (ف)

شجاع کی لڑائی میں ، جب مہاراجا جسونت سنگھ نے [۲۱۵] جو میمنہ کا سردار تھا ، دغا کی اور رات میں وطن کو بھاگ گیا تو اس کے بجائے اسلام خان معین ہوا ۔ اکرام خان ، سید حسن کے ساتھ فوج اول میں مقرر ہوا ۔ میدان کارزار میں ثابت قدم رہا ، اس سے بہادری کے ... ظہور میں آئے ۔ جب بادشاہ (عالمگیر) داراشکوہ سے جنگ کرنے کے ارادے سے اجمیر کے لیے روانہ ہوا تو مستقر الخلافہ کی قلعہ داری ر . اسد خان کی بجائے اکرام خان کے سپرد ہوئی ۔ اس کے بعد وہ وہاں سے معزول ہوا اور سید صلابت خان کی بجائے اسلام آباد کی فوجداری اس (اکرام خان) کے سپرد ہوئی ۔ تیسرے سال جلوس عالمگیری ۱۰۷۲ھ (۱۶۶۱ء) میں اس کا انتقال ہوا ۔

۳۷

اللہ یار خان میر توزک

شہزادگی کے زمانے سے عالمگیر کے ملازموں میں شامل تھا ۔ مہاراجا جسونت سنگھ کی لڑائی میں وہ بادشاہ (اورنگ زیب) کے ہم رکاب تھا ۔ محمد داراشکوہ کی پہلی لڑائی میں اس سے بہت بہادری کے کام ظاہر ہوئے ۔ پہلے سال جلوس عالمگیری ۱۰۶۸ھ (۸—۱۶۵۷ء) میں اس کو خان کا خطاب ملا ۔ شاہی حکم کے مطابق وہ بادشاہی لشکر سے جدا ہو کر ملتان کو اس فوج کے اخراجات کے لیے لے گیا کہ جو خلیل اللہ خان کی سرداری میں داراشکوہ کے تعاقب میں روانہ ہوئی تھی ۔ محمد شجاع کی جنگ کے بعد وہ ملازمان جلو (بادشاہ کی سواری کے ساتھ جانے والے سوار) کا داروغہ ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر پہنچا ۔ پانچویں سال جلوس عالمگیری ۱۰۷۲ھ (۲—۱۶۶۱ء) میں ہوش دار خان کی بجائے وہ (اللہ یار خان) غسل خانہ (ڈرائنگ روم) کا داروغہ ہوا اور اس کو علم مرحمت ہوا [۲۱۶] چھٹے سال جلوس عالمگیری ۱۰۷۳ھ (۳—۱۶۶۲ء) میں وہ کسی جسمانی عارضے میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا ۔

۳۸

اسلام خاں میر ضیاء الدین حسین بدخشی

عالمگیر بادشاہ کا قدیمی والا شاہی (محافظ دستہ کا سپاہی) تھا ۔ اس قدر شناس بادشاہ (عالمگیر اورنگ زیب) کی ملازمت میں ایک عمر بسر کی اور اچھی خدمات انجام دیں ۔ شہزادگی کے زمانے میں شہزادہ (اورنگ زیب) کی سرکار کا دیوان رہا ۔ جب شاہجہاں کی پرورش اسی (دارا شکوہ) کے شامل حال زیادہ ہوئی تو اس نے اس قدر غلبہ حاصل کر لیا کہ احکام سلطنت میں سے جو چاہتا تھا جاری کرتا تھا ۔ فتح نصیب شاہزادہ (اورنگ زیب) بظاہر اپنے باپ (شاہجہاں) کی خدمت میں حاضری کی غرض سے اور بباطن بڑے بھائی (داراشکوہ) کو اکھاڑنے کے ارادے سے روانہ ہوا ۔ پہلی جمادی الاول ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۸ء) کو اپنے سب سے چھوٹے بیٹے سلطان محمد کو نجابت خاں کے ساتھ ہراول کے طور پر اورنگ آباد سے برہان پور کے لیے رخصت کر دیا ۔ میر مذکور (اسلام خاں) کو بھی جو اس وقت تک دیوانی کی خدمت پر مقرر تھا سلطان محمد کی رفاقت میں بھیج دیا ، پیچھے سے خود شہزادہ (اورنگ زیب) بھی بلدۂ مذکور (برہان پور) میں پہنچ گیا اور فرمانباری کے باغ میں خیمہ انداز ہوا ، جو شہر سے آدھے کوس کے فاصلے پر ہے[1] ۔ میر مذکور (اسلام خاں) کو ''ہمت خاں'' کا خطاب ملا اور جسونت کی لڑائی کے بعد اسلام خاں کا خطاب پایا ۔ دارا شکوہ کی لڑائی میں جب رستم خاں دکنی نے بہادر خاں کوکہ کو مشکلات میں مبتلا کر دیا [۲۱۷] تو وہ (اسلام خاں) معنہ کے بہادروں کے ساتھ داہنی طرف سے لڑنے کے لیے آیا اور جنگ و پیکار میں مشغول ہو گیا ۔ فتح ہونے کے بعد مصلحت کی وجہ سے دارا شکوہ کا تعاقب ضروری سمجھا گیا ،

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو عالمگیر نامہ صفحہ ۵۱—۵۰ ، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہسٹری آف اورنگ‌زیب جلد اول صفحہ ۳۴۴—۳۴۷ (ب)

محمد سلطان اسلام خاں کی اتالیقی میں مستقرالخلافہ کے انتظام کے لیے مقرر ہوا ۔ خاں مذکور (اسلام خاں) اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور دو سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور نقد دو ہزار روپیہ (بادشاہ کی) مہربانی سے انعام میں ملا اور وہ رخصت ہوا ۔

شجاع کی جنگ میں وہ (اسلام خاں) میمنہ فوج کے ہراول پر مامور تھا ، جب راجا جسونت نے ، جو میمنہ فوج کی سرداری کے تقرر کی وجہ سے مغرور تھا ، نفاق و غداری سے راہ فرار اختیار کی تو اس کی جگہ خان مذکور (اسلام خاں) سردار مقرر ہوا ۔ اتفاق سے اس وقت جب لڑائی پوری شدت پر تھی ، اس کا ہاتھی جس پر وہ سوار تھا ایک آتشی بان کے صدمے سے بھاگا ، اس حالت نے فوج کو منتشر کر دیا ، اور اکثر لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے ۔ اسی اتنا میں بادشاہ خود وہاں پہنچ گیا اور لوگوں کو ہمت دلائی ۔ جن کے قدم استقلال سے جمے ہوئے تھے اور جو میدان جنگ سے نہیں ہٹے تھے ۔ فتح حاصل ہونے کے بعد اسلام خاں ، سلطان محمد کی ہمراہی میں روانہ ہوا ، جو معظم خان خان جہاں اور امراء کی ایک جماعت کے ساتھ شجاع کے تعاقب کے لیے مقرر ہوا تھا ۔

جب شجاع فتح نصیب فوج کی بہادری سے بہت مایوس اور ناکام ہوا اور وہ اکبر نگر (راج محل) کے قیام سے دل برداشتہ ہو کر ٹانڈہ کو روانہ ہوا ، معظم خان نے دس ہزار سواروں کے ساتھ اسلام خاں کو اکبرنگر (راج محل) میں چھوڑا اور گنگا کے اس طرف کی حفاظت اور انتظام اس کے سپرد کیا ۔ دوسرے سال جلوس عالم گیری میں ۵ شعبان ۱۰۵۹ھ (۲۸ اپریل ۱۶۵۹ع) کو شجاع ، معظم خان کے تعاقب سے پریشان ہو کر [۲۱۸] جہانگیرنگر (ڈھاکہ) کو لوٹا تاکہ اراکان کی طرف بھاگ جائے ۔ اسی مہینے میں اسلام خاں اس کبیدگیٔ خاطر کی وجہ سے جو وہ سردار (معظم خان) سے رکھتا تھا یا اس کی بدمعاشی کی وجہ سے تنگ دل ہونے بغیر طلبی کے حاضر دربار ہوا ، اسی لیے کچھ دنوں منصب

و سرداری سے معزول رہا۔ تیسرے سال جلوس عالم گیری ۱۰۷۰ھ (۶۰-۱۶۵۹ء) میں وہ اپنے سابقہ منصب و مرتبہ پر دوبارہ فائز ہوا اور چوتھے سال جلوس عالم گیری ۱۰۷۱ھ (۱-۱۶۶۰ء) میں ابراہیم خاں کی بجائے کشمیر کا صوبے دار مقرر ہوا۔ جس زمانے میں کہ بادشاہ (عالم گیر اورنگ زیب) اس ہمیشہ بہار (کشمیر) کی سیر کے لیے آیا تو نوشہرہ میں جو ایک وسیع پرگنہ اور آباد (مقام) ہے اور پہاڑی منزلوں میں سے دوسری منزل ہے، بادشاہ کے فرمان طلب کے مطابق چھٹے سال جلوس عالم گیری ۱۰۷۳ھ (۳-۱۶۶۲ء) کے شروع میں خاں مذکور (اسلام خاں) بادشاہ (عالم گیر) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دو ہزاری منصب کے اضافے کے بعد پانچ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر مقرر ہوا اور اسے اکبر آباد کی صوبے داری ملی۔ اس عہدے کے بعد اس (اسلام خاں) نے اس وسیع شہر میں پورا ایک مہینہ بھی نہیں گزارا ہوگا کہ ۱۰۷۴ھ (۴-۱۶۶۳ء) کے شروع میں اجل کا قاصد آ گیا اور اس نے ملک بقا کی راہ لی۔ غنی کشمیری نے اس کے انتقال کی تاریخ نکالی ہے۔

مصرع

مرد "اسلام خاں" والا جاہ ۱۰۷۴ھ

صاحب المعارف والایمان میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے[1] میں کہ جن کی خدمت میں خاں مذکور کو بہت اعتقاد تھا، دفن ہوا۔ اور اس نے اپنی زندگی میں میر مذکور (محمد نعمان) کے مزار کے نزدیک ایک بڑی مسجد بنا کر ثواب حاصل کیا تھا اور اس (مسجد) کی تاریخ بنا یہ ہے:

بانی اسلام خاں بہادر ۱۰۵۸ھ [۲۱۹]

کشمیر کی عید گاہ کی مسجد جو نہایت رفیع اور شاندار ہے، اسی کی بنوائی ہوئی ہے۔

۱ - میر محمد نعمان، حضرت باقی باللہ کے مرید اور حضرت مجدد الف ثانی کے مشہور خلیفہ تھے۔ ان کا وصال ۱۸ صفر ۱۰۵۸ھ کو ہوا۔ حضرت نعمان کا مقبرہ اسلام خاں نے بنوایا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مرقع اکبر آباد صفحہ ۱۳۷-۱۳۸ (ق)

اس کا بیٹا ہمت خاں میر بخشی ہے اور اس کی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کی شادی میر نعمان مذکور کے صاحبزادے میر ابراہیم کے ساتھ ہوئی۔ یہ مشارالیہ (میر ابراہیم) دوسرے سال جلوس عالم گیری ۱۰۵۹ھ (۱۶۴۹ع) میں چھ لاکھ ساٹھ ہزار روپے کی حصہ لے کر روانہ ہوا جسے عالم گیر بادشاہ نے حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) کی نذر کے لیے بھیجا تھا وہ (ابراہیم) اس علاقے (حرمین شریفین) میں چوتھے سال جلوس عالم گیری ۱۰۶۰ھ (۱۶۵۲ع) میں فوت ہو گیا۔

عرض اسلام خاں صاحب کمال تھا، وہ بہت اچھے اشعار کہتا تھا۔ اس کے یہ دو اشعار مشہور ہیں:

> ے ہو سام غم پرور ما سینے خون می زند
> ہر دم چشمم ز گریہ غوطہ در خون می زند
> وسعتے پیدا کن اے صحرا کہ امشب در غمش
> لشکر آہ من از دل خیمہ بیرون می زند

۳۹

احتشام خاں اخلاص خاں شیخ فرند فتح پوری

قطب الدین خاں، شیخ خوبن کا دوسرا لڑکا ہے۔ جہانگیر کے آخر زمانے تک ہزاری ذات اور چارسو سوار کے منصب پر پہنچا۔ پہلے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۳۷ھ (۸–۱۶۲۷ع) میں اس کے منصب میں پانچ سو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۰ھ (۱–۱۶۳۰ع) میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا اور پانچویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۱ھ (۲–۱۶۳۱ع) میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات ہزار اور دوسو سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۴ھ (۵–۱۶۳۴ع) میں دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر مقرر ہوا، اور بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کی ہمراہی میں متعینہ فوج کی مدد کے ساتھ جھجھار سنگھ بندیلہ کی

سبیہ کے لیے [۲۲۰] مقرر ہؤا - نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ دکن گیا تو وہ (احتشام خاں) شایستہ خاں کے ساتھ قلعے جیر اور سنگ نیر کی فتح کے لیے مقرر ہؤا اور سنگم نیر کے فتح کرنے کے بعد وہاں کی تھانیداری پر مقرر ہؤا - گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصالت خاں کے ساتھ پرگنہ حندوار کے مضافات کے شورش پسندوں کی تادیب کے لیے مقرر ہؤا -

پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں قلعہ مئو کی فتح میں اس نے خوب بہادری دکھائی ، اس کے بعد بادشاہ زادہ دارا شکوہ کے ہمراہ دکن گیا اور رخصت کے وقت اسے علم مرحمت ہؤا - اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں مستقرالخلافہ کے صوبے کا انتظام اس کے سپرد ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانچ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا - انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے (احتشام خاں) روانہ ہؤا اور جب شاہزادہ (مراد بخش) وہاں سے واپس آ گیا اور بہادر خاں روہیلہ الامانیوں کی تنبیہ کے لیے بلخ سے روانہ ہؤا تو اس (احتشام خاں) کو شہر کے قلعے (بلخ) کی حفاظت کے لیے چھوڑا - بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بہت سی نافرمانیوں کی وجہ سے اس (احتشام خاں) نے راجا بیٹھل داس کے ساتھ جانے میں تاخیر کی جو کابل میں متعین ہؤا تھا - اس کا منصب و جاگیر ضبط ہوئے اور وہ وظیفہ خواروں میں شامل ہو گیا - انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس پر عنایات ہوئیں اور تین ہزار ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہؤا - وہ شاہزادہ سلیمان شکوہ کے ساتھ ، جو محمد شجاع کے مقابلے کے لیے [۲۲۱] مقرر ہؤا تھا روانہ ہؤا - پٹنہ کی صوبے داری اور اخلاص خاں کا خطاب ملا - پہلے سال جلوس عالمگیری میں خان دوراں کے فوجی مددگاروں میں مقرر ہؤا کہ جو الہ آباد کی فتح کے لیے مامور ہؤا تھا - چونکہ اخلاص خاں کا خطاب احمد خویشگی کو دے دیا گیا تھا اس لیے اس کو "احتشام خاں" کا خطاب ملا -

سجاع کی جنگ اور اس کے میدان کارزار سے بھاگنے کے بعد احتشام خان شاہزادہ محمد سلطان کے ہمراہ بنگالہ کی مہم پر روانہ ہؤا۔ اس صوبے (بنگالہ) کی لڑائیوں میں اس نے بہت وفاداری دکھائی اور چھٹے سال جلوس عالمگیری کے آخر میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوکر آستاں بوس ہؤا۔ ساتویں سال جلوس عالمگیری میں مرزا راجہ جے سنگھ کے ہمراہ دکن کی مہم پر مقرر ہؤا۔ پونا کے فتح ہونے کے بعد وہ وہاں کی تھانے داری پر مقرر ہو کر وہیں مقیم ہوگیا۔ آٹھویں سال جلوس عالمگیری مطابق ۱۰۷۵ھ میں اس (احتشام خان) کا انتقال ہوگیا۔ اس کا بیٹا شیخ نظام ہے جس کو دارشکوہ کی پہلی لڑائی کے بعد عالمگیر ۔۔۔۔۔ کے حضور سے ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب ملا۔

۵۰

اصالت خان مرزا محمد

مرزا بدیع مشہدی کا بیتا ہے کہ جو مشہد مقدس (مشہد) کے بزرگ سادات میں سے ہے۔ اس کے باپ دادا آٹھویں امام، علی رضا بن موسیٰ رضا کے روضے کی تولیت کی خدمت پر سرفراز تھے۔

مرزا مذکور (اصالت خان) اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ہندوستان میں آیا اور شاہجہاں کی خدمت میں [۲۲۰] باریاب ہؤا، مناسب منصب پر فائز ہؤا اور شاہ نواز خان صفوی کی بیٹی کے ساتھ اس کا نکاح ہؤا۔ جب بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مراد بخش دکن کا گورنر ہو کر رخصت ہؤا تو شاہ نواز خان صفوی، کہ جو اسلام خان کے مرنے کے بعد اس ملک کے انتظام پر تھا، شاہزادے کا وکیل اور اتالیق مقرر ہؤا۔ اسی لیے مرزائے مذکور (اصالت خان) بھی خان مشارٌالیہ (شاہ نواز خان صفوی) کی رشتہ داری اور دامادی کی وجہ سے دکن کو رخصت ہؤا، شاہزادہ (مراد بخش) کی درخواست پر اصل و اضافہ کے بعد اس کا دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار

کا منصب ہوگیا ۔ شاہ نواز خاں نے اس کو دکن کی فوج کا سردار بنا کر دیوگڑھ کے زمیندار کی تنبیہ کے لیے بھیجا، مشار' الیہ (اصالت خاں) نے شروع میں ایران کے بادشاہوں کے آئین و ضوابط کی پابندی کی ۔ بادشاہی منصبدار، خواجہ تاسی (ایک ہی بادشاہ کے ملازم ہونے کے رشتے سے) کی وجہ سے سرداروں کے ساتھ برابری کا دعویٰ رکھتے تھے۔ وہ ایک دفعہ اس سے بھاگ کھڑے ہوئے ۔ اس کے بعد جب وہ ہندوستان کے طور طریق سے آشنا ہوا تو اس نے اس کی تلافی میں بہت کوشش کی، چونکہ عقل درست اور فکر رسا کا مالک تھا اس لیے تھوڑے سے حملے ہی میں اس زمیندار کو رعب و ہراس سے مغلوب کر دیا اور معاملے (اطاعت) کے لیے تیار کرلیا ۔ پیچھے سے شاہ نواز خاں بھی گیا اور اس نے مرزا (اصالت خاں) کے مشورے سے دیوگڑھ کی مہم کو فیصل کردیا ۔ جب (اصالت خاں) برہان پور واپس لوٹا تو لڑکے کی پیدائش کی خوشی میں ایک جشن ترتیب دیا، تمام امراء اور منصبداروں کے ساتھ شاہزادہ مراد بخش کو بھی اپنے گھر بلایا اور بہت روپیہ صرف کیا ۔

جب بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہ نواز خاں مالوہ کی صوبے داری پر فائز ہوا تو وہ (اصالت خاں) (بحیثیت نائب) اس صوبے پر مقرر ہوا اور مندسور کی فوج داری اور جاگیر [۲۲۳] اس کو ملی ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ مانڈو کا فوج دار مقرر ہوا ۔ جب تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو ولایت عادل شاہی کو تاخت و تاراج کرنے کا حکم ہوا تو مرزا (اصالت خاں) بھی شاہی حکم کے مطابق شاہزادے کے ساتھ گیا ۔ ابھی وہ مہم انجام کو نہ پہنچی تھی کہ زمانے نے دوسری تمہید اور انداز اختیار کئے اور سلطنت ایک انقلاب و آشوب میں مبتلا ہوگئی ۔ مشار' الیہ (اصالت خاں) دکن میں رہا، اس کے بعد جب شہزادہ محمد اورنگ زیب برہان پور سے مستقرالخلافتہ اکبرآباد کی طرف چلا تو اس کو اصالت خاں کا خطاب ملا، چہار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور علم و نقارہ مرحمت ہوا ۔ پہلے سال جلوس عالمگیری میں اس کے

منصب میں پانچ سو سوار کا اضافہ ہؤا اور وہ دکن کے لیے رخصت ہؤا ۔ شاہزادہ محمد اکبر کو تمام بیگمات کے ساتھ دولت آباد میں لایا ۔ اس وقت شہزادے کی عمر دودھ پینے کی تھی اور حلاوت کی آستان بوسی سے سرفراز ہوا ۔ اسی زمانے میں اس نے کسی وجہ سے گوشہ نشینی اختیار کر لی ۔

دوسرے سال جلوس عالم گیری میں از سر نو اس پر شاہی عنایات مبذول ہوئیں اور وہ پانچ ہزار ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہو کر قاسم خان کی بجائے مراد آباد کی فوج داری پر مقرر ہؤا ۔ ساتویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے منصب میں ایک ہزار سوار کا اضافہ ہؤا ۔ اس کے بعد وہ ایک سخت عارضے میں مبتلا ہو گیا اور بہت دنوں علیل و مریض رہا ۔ نویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۷۶ھ (۱۶۶۵-۶۶ء) کے آخر میں اس کا انتقال ہؤا ۔

اس کا بھائی میر محمود [۲۲۳] چودھویں سال جلوس عالم گیری میں وارد ولایت (ماوراءالنہر) سے آیا ۔ ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہؤا اور اس کو ''معتقد خان'' کا خطاب ملا ۔ روح اللہ خان اول کی لڑکی دہلی بیگم کا نکاح اس (میر محمود) کے ساتھ ہؤا اور وہ جلد ہی مر گیا ۔

۵۱

اعتماد خان شیخ عبدالقوی

فضل و کمال کے مالک ، دینداری اور شریعت کی پابندی میں مشہور تھے ۔ بہت زمانے سے شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کی خدمت میں حاضری کا شرف رکھتے تھے ۔ اپنی راست گوئی اور درست کرداری کی وجہ سے ان پر بہت اعتماد اور اعتبار کیا جاتا تھا ۔ جب عالم گیر سلطنت کے جھگڑے میں دکن سے آگرہ آیا تو وہ نو سو کے منصب سے ایک ہزار اور پانسو کے منصب پر فائز ہوئے اور تمام معرکوں میں اورنگ زیب عالم گیر کے ہمراہ رہے ۔ عالم گیر کے جلوس سلطنت کے بعد عمدہ منصب پر

فائز ہوئے۔ چوتھے سال جلوس عالم گیری میں "اعتماد خاں" کا خطاب ملا اور اپنے ہم عصر اور ساتھیوں میں ممتاز ہوئے۔ بادشاہ کے معاملات کے راز دار تھے، کار آگاہ اور معاملہ فہم سمجھے جاتے تھے، اس لیے سلطنت کے تمام امراء اور ذی رتبہ سرداروں سے ان کا تقرب اور مرتبہ بڑھ گیا۔ کہتے ہیں کہ خلوت میں بادشاہ کے حضور میں ان کو بیٹھنے کی اجازت تھی۔ بادشاہ کے حضور میں اکثر ان کی بات سنی جاتی تھی اور ان کی درخواست قبول ہوتی تھی لیکن کسی کے لیے کلمہ' خیر نہیں کہتے تھے۔ وہ فیاضی اور فیض پہنچانے کا دروازہ بند رکھے تھے۔ سلطانی تقرب اور بادشاہ (عالم گیر) کے استاد ہونے کے پندار میں [۲۲۰ د] لوگوں کے مرتبے کے مطابق ان کے ساتھ اعتنا نہیں کرتے تھے۔ غرور و تمکنت بہت دکھاتے تھے۔ فقہ اور تفسیر میں بہت کمال رکھتے تھے اور وہ نہایت متشدد اور متعصب تھے۔

سعدائے سرمد[1] کہ بعض قول کے مطابق اصل کے اعتبار سے وہ یہودی اور بعض روایت کے مطابق وہ ارمنی تھا۔ اسلام لانے کے بعد اس نے علوم معقولات میر ابوالقاسم قندزی سے تحصیل کئے اور تجارت کے سلسلے میں کاشان سے ٹھٹہ میں آیا۔ ایک ہندو لڑکے پر عاشق ہوگیا اور جو کچھ تھا سب لٹا دیا، یہاں تک کہ جسم مخصوص کے چھپانے کے لیے کپڑا تک نہ رکھا۔ جب وہ دہلی میں آیا تو اس سے داراشکوہ کا میل جول ہوگیا کیونکہ وہ مجذوبوں سے حسن اعتقاد رکھتا تھا۔ اس کے بعد کارکنان تقدیر نے امور جہانبانی کی لگام عالم گیر کے قبضہ' اقتدار میں دے دی (عالم گیر بادشاہ ہوگیا)۔ بادشاہ مد دور اس بات کا خواہش مند تھا کہ ملت و شریعت اسلامیہ کے ظاہری احکام کی پابندی کی جائے، اسی لیے اس نے ملا عبدالقوی کو حکم دیا کہ وہ اس (سرمد) کو بلا کر کپڑے پہننے کا حکم دے۔ جب سرمد کو ملا کے پاس

۱۔ سرمد کے حالات کے لیے دیکھئے دبستان المذہب صفحہ ۲۹۸ (کلکتہ اڈیشن) (ق)

لایا گیا تو ملا (عبدالقوی) نے اس سے پوچھا کہ تم ننگے اور برہنہ کیوں رہتے ہو ؟ اس نے کہا کہ شیطان قوی ہے اور یہ رباعی پڑھی :

رباعی

خوش بالائے کردہ چنیں پست مرا
چشمے بدو جام بردہ از دست مرا
او در بغل من است و من در طلبش
درد عجبے برہنہ کردہ است مرا [۲۲۶]

ملا (عبدالقوی) نے بعض دوسرے فقہا کے مشورے سے اس کے قتل کی تجویز کی اور اس رباعی کو بنیاد ٹھیرایا کہ جس سے معراج کا انکار لازم آتا ہے :

رباعی

آں کو سر حقیقتش باور شد
خود پہن تر از سپہر پہناور شد
ملا گوید کہ برشد احمد بفلک
سرمد گوید فلک باحمد شد

اور سچ یہ ہے کہ اس کے قتل کی بڑی وجہ داراشکوہ کی مصاحبت تھی ، ورنہ اس کی طرح ننگے مجذوب اور ایسے بیہودہ گوئی کرنے والے ہر گلی کوچے میں پھرتے ہیں[1] ۔

غرض ملا عبدالقوی ، احتساب ، امر معروف ، نہی منکر میں بہت بااختیار تھے - نویں سال جلوس عالمگیری ۱۰۷۷ھ (۱۶۶۶ع) میں ایک

---

۱ - جامع مسجد دہلی کے سامنے حضرت ہرے بھرے صاحب کے مزار کے پاس سرمد کی آخری آرام گاہ ہے - ملاحظہ ہو واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم صفحہ ۱۱۴—۱۱۶ (ق)

قلندر مزاج جاہل ترکہان نے جسارت کر کے تلوار سے قتل کر دیا ، اور یہ واقعہ بھی تعجب سے خالی نہیں ہے ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب تربیت خاں ، ایران کے بادشاہ شاہ عباس ثانی کے یہاں سفارت پر گیا تو وہ اپنے ناپسندیدہ اور نامناسب مزاج کی وجہ سے سفارت کے آداب ، پسندیدہ آئین کے مطابق پورے نہ کرسکا اور اس سے وہ لاابالی طبیعت اور بدمزاج بادشاہ (عباس ثانی) اور بھی کشیدہ خاطر ہؤا ۔ دوستی کے پرانے تعلقات بھی خراب ہوگئے اور دونوں طرف سے لڑائی کی تیاریاں شروع ہوگئیں ۔

اسی زمانے میں کابل کے گورنر سید امیر خاں نے چند آوارہ مغل ترکہانوں کو جاسوسی کے الزام میں گرفتار کر کے بادشاہ (عالمگیر) کے حضور میں بھیج دیا ۔ [۲۲۷] ان کے حال کی تحقیق اعتماد خان (ملا عبدالقوی) کے سپرد ہوئی ۔ خان مذکور (ملا عبدالقوی) نے ان میں سے ایک شخص کو جو ترکہان سپاہی کی طرح تھا ، بغیر طوق و زنجیر کے اپنے خلوت خانے میں بلالیا اور حالات کی تفتیش شروع کی ۔ اسی وقت اس سرکش کی رگ جہالت بھڑک اٹھی ، وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس خادم کے پاس پہنچا کہ جس کے پاس باہر اس کے ہتھیار رکھے تھے ۔ اس کے ہاتھ سے تلوار لی اور تلوار کھینچ کر چالاکی سے واپس آگیا اور ایسی ضرب کاری خان مذکور (ملا عبدالقوی) کے لگائی کہ اس کی ضرب سے اس (ملا عبدالقوی) کا رشتہ حیات منقطع ہوگیا ۔ ملا عبدالقوی کے متعلقین نے اس کو بھی تیغ انتقام سے ختم کر دیا ۔

خافی خاں نے اس واقعے کو اپنی تاریخ میں دوسری طرح سے لکھا ہے[1] ۔ اگرچہ اس نے خان مذکور (اعتماد خان ملا عبدالقوی) (محرر کتاب خافی خاں اور ملا عبدالقوی کے درمیان خاصے تعلقات تھے) کے حالات کی تحقیق مرأۃالعالم و عالمگیر نامہ سے کی ہے لیکن چونکہ لکھا ہے کہ اس قلندر کے ساتھیوں سے یہ بات سنی گئی اور عجیب معلوم ہوتی ہے اس لیے اس کو یہاں لکھا جاتا ہے ۔

---

۱ ۔ منتخب اللباب جلد دوم صفحہ ۲۰۳

وہ پہلوان، ایران کے عیار پیشہ پہلوانوں میں سے تھا اور یہ وہ گروہ ہے کہ جو اپنی شوخی اور شرارت سے امیروں سے زبردستی روپیہ وصول کرتا تھا اور ہوا میں اڑتا تھا۔ یہ آدمی بھی بارہا صورت اور زبان بدل کر ایسے کام دکھا چکا تھا۔ جب وہ سیاحت کے سلسلے میں دہلی آیا ایرانی امراء نے اس کے ساتھ مراعات کیں۔ اس نے ہند کے قلندروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور روزانہ کسی باغ میں گانے بجانے میں وقت گزارتا تھا۔ اس بات کی شہرت ہوئی، کسی نے کیمیا گری اور کسی نے چوری ڈکیتی کا الزام لگایا۔ آخر میں رپورٹ ہوئی کہ یہ شاہ ایران (عباس ثانی) کا جاسوس ہے۔ چونکہ اس کی خودسری اور دلیری [۲۲۸] سب کو معلوم تھی، کوتوال، سابق حکم کے مطابق، جبکہ وہ سو رہا تھا، زندہ گرفتار کر کے اور زنجیر میں جکڑ کر بادشاہ کے حضور میں لایا۔ اس کی تحقیقات اعتماد خاں (ملا عبدالقوی) کے سپرد ہوئی۔ پوچھنے کے بعد اس نے ہر چند کہا کہ میں مانگنے کھانے والا ایک سیاح ہوں، مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ پھر اس کو رہائی تسلیہ کی گئی۔ جب اس اجل گرفتہ نے دیکھا کہ رہائی نہیں ہے تو کہا کہ اگر مجھے امان دی جائے تو میں جو حقیقت حال ہے، وہ نواب کے کان میں کہوں۔ جب وہ نزدیک ہوا تو جھک گیا، گویا کہ کوئی بات کہے گا۔ چونکہ اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے، اس لیے انگلیوں کے پوروں سے نیمچہ شمشیری (تلوار نما نیمچہ) کو جو اعتماد خاں کی مسند پر پڑا ہوا تھا، غلاف کے ساتھ اس کے سر پر ایسا مارا کہ گویا وہ کدو یا کھیرا تھا (اعتماد خاں کا خاتمہ ہوگیا)۔ پھر بعد میں جب بادشاہ کو اس کی موت کی اطلاع ملی تو وہ بہت متاثر اور متاسف ہوا اور اس نے اس کے پس ماندوں پر بہت عنایات کیں۔ اِس کے بیٹوں اور عزیزوں کو اضافۂ منصب اور دوسری عنایات سے نوازا۔

۵۲

الہ وردی خاں

الہ وردی خاں مشہور کا بڑا لڑکا عالم گیر شاہ کے عہد کا امیر ہے۔

اس کا نام جعفر تھا ـ باپ ، بیٹے اور دوسرے سب بھائیوں کے مزاج اور طبیعت میں جبلی اور فطری طور سے ہنسی، مذاق اور شوخی و بے باکی بھی اور سب ایک ہی اصل تھے ـ چنانچہ آج تک جو کوئی بھی اس خاندان سے ہے ، اپنے بزرگوں کی تقلید میں ہنسی اور مسخری میں بھلا نہیں سمجھتا ہے اور پھکڑپن میں کوشش کرتا ہے ـ مرزا جعفر کی ابتدا ہی سے باپ سے نہیں بنتی تھی ـ اس نے ہمت و کوشش کا سہارا لیا [۲۲۹] اور علاحدہ زندگی اختیار کی ـ قسمت کی یاوری اور نیک کوشش سے شاہجہاں اس کے اوپر مہربان ہؤا ـ

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دو ہزار ذات اور دو سو سوار کے ایسے منصب ملا اور تئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں قراول بیگ (مہتمم محکمہ شکار) کے عہدے پر مقرر ہؤا ، جو اس کا موروثی (عہدہ) تھا ـ اس کے بعد اس کے منصب میں اضافہ ہؤا اور وہ جانسی کی فوج داری پر مامور ہؤا ـ داراشکوہ کے بھاگنے کے بعد جب عالمگیر باغ نورمنزل میں پہنچا تو پہلا حکم ، جو بادشاہ (عالمگیر) کی طرف سے نافذ ہؤا ، وہ اس (الہ وردی خاں) کا متھرا کی فوج داری ، اس چکلے کے معاملات کے انتظام اور وہاں کے مفسدوں کی تنبیہ کے لیے تقرر تھا ـ (وہ علاقہ) داراشکوہ کی جاگیر میں تھا ـ اس (داراشکوہ) کے ملازمین کے بھاگ جانے کے بعد ، جو وہاں کے معاملات کے نظم و نسق کے ذمہ دار تھے ، وہاں کا انتظام خراب ہوگیا ـ وہاں کے مفسد سرکشوں نے فساد کا ارادہ کیا اور بغاوت و سرکشی کا اظہار کرنے لگے ـ (الہ وردی خاں) کو ایک ہتھنی عطا ہوئی ـ اصل و اضافہ کے بعد تین ہزار ذات اور تین ہزار سوار کا منصب ملا ـ ان میں سے ایک ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ تھے ، پھر وہ رخصت ہؤا ـ اس کے بعد منصب میں مزید اضافہ ہؤا اور عالمگیر بادشاہ کی طرف سے الہ وردی خاں کا خطاب ملا ـ تیسرے سال جلوس عالمگیری میں متھرا کی فوج داری سے تبدیل ہو کر گورکھپور کا فوج دار مقرر ہؤا ـ ساتویں جلوس عالمگیری میں آستانۂ خلافت پر حاضر ہؤا اور چودہ ہاتھیوں میں سے کہ جو مورنگ کے زمیندار

سے حاصل کئے تھے، تو ہاتھی بادشاہ (عالمگیر) کے حضور میں نذر
گزرانے ۔ بادشاہ کی عنایات سے سرفراز ہؤا اور ایک مدت وہاں
گورکھ پور میں گزاری ۔ نویں سال جلوس عالمگیری [۲۳۰] میں اس کے
منصب میں اضافہ ہؤا اور مرادآباد کی فوج داری سے سرفراز ہوا ۔ دسویں
سال جلوس عالمگیری میں اصل و منصب میں اضافے کے بعد چار ہزاری
ذات اور تین ہزار سوار دو سپہ سہ اسپہ کے منصب پر فائز ہؤا۔ بہادر خاں
کو کہ کے تبدیل ہونے کے بعد صوبہ الہ آباد کا ناظم مقرر ہؤا اور وہیں
بارھویں سال جلوس عالمگیری ۱۰۷۹ھ (۹-۱۶۶۸ء) میں انتقال ہؤا ۔
نیک سیرتی اور بہت سے زمانے میں مشہور تھا ۔ جود و سخاوت
میں بھی بہت شہرت رکھتا تھا ۔ صاحب کمال تھا، شعر کہتا تھا اور
صاحب دیوان ہے ۔ یہ اسی کا شعر ہے :

بیت

دم سر ز عاشقی نتواں بود در طلب
صد تیشہ می خورد کہ رساند لبے بہ آب

ان تمام خوبیوں کے باوجود باپ سے نہیں بنتی تھی ۔ مشہور ہے کہ
جب الہ وردی خاں (اول) کسی سبب سے غضب سلطانی میں آیا اور
شاہجہاں نے بھرے دربار میں فرمایا کہ اس کو پکڑ کر باہر نکال دیں ۔
جعفر پھرتی اور تیزی سے لوگوں کے درمیان سے نکلا اور باپ کے گریبان
کو پیچھے سے پکڑ کر کھینچا اور باہر نکال دیا ۔ باپ (الہ وردی خاں اول)
جو بیٹے سے ناراض تھا اس نے مزید شکایت کرنی شروع کی ۔ جعفر نے عذر کیا
کہ شاہی حکم کی خلاف ورزی کبھی ممکن نہ تھی، البتہ اگر کوئی اور
یہ کام کرتا تو ہم کو منہ دکھانے کی جگہ نہ رہتی اور شاید اس وقت کی
عزت و حشمت باپ کو کہاں پہنچاتی ۔

اس (الہ وردی خاں) کا بیٹا امان اللہ ہے ۔ جب بارھویں سال جلوس
عالمگیری میں اس کا چچا حسن علی خاں [۲۳۱] متھرا کا فوج دار مقرر
ہوا تو وہ (امان اللہ) نواح اکبر آباد کا فوج دار ہو کر خاں مذکور

(حسن علی خاں) کی مدد کے لیے مقرر ہوا۔ اس کے بعد خاں کا خطاب پایا اور محمد اعظم شاہ کی ہم راہی میں بیجا پور کی مور چال کی لڑائی میں بہادری کے ساتھ مارا گیا۔

۵۳
اعتقاد خاں مرزا بہمن یار

یمین الدولہ خان خاناں آصف خاں کا بیٹا ہے، آزاد مشرب، لاابالی طبیعت، فراغت اور عشرت کو پسند کرنے والا تھا۔ اسی طرح زندگی گزاری۔ ثروت و عزت کے لیے جو اسباب چاہیے تھے، وہ سب موجود تھے۔ وہ داد عیش دیتا تھا۔ فوج یا فوج کشی سے اسے کوئی مطلب نہ تھا۔ بہت آرام اور بے فکری سے رات کو دن اور دن کو رات کرتا تھا (وقت گزارتا تھا)۔میر بخشی گری کے زمانے میں، جب چاہتا تھا، مریض بن جاتا تھا۔ بادشاہی ذمہ داریوں کو انجام نہیں دیتا تھا اور ہر جگہ آرام و سہولت سے زندگی گزارتا تھا۔ کبھی اپنے بھائی سائستہ خاں سے ملاقات کے لیے دکن چلا جاتا تھا اور کبھی اسی بہانے سے بنگال کا رخ کرتا تھا۔ نئی نئی عادتیں اور اس کی طرح طرح کی باتیں بہت مشہور ہیں۔ اس کے عالی مرتبہ بزرگوں کے حقوق اور شاہی خاندان سے اس کی رشتہ داری پر، جو شاہجہاں اور عالمگیر سے تھی، نظر کرتے ہوئے نوکری کی تکلیف سے اس کو معاف سمجھا گیا اور اس کی رعایت کی جاتی تھی۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو پانچ سو ذات اور دو سو سوار کا منصب ملا۔ اس کے بلند مرتبہ باپ (یمین الدولہ آصف خاں) کے مرنے کے بعد اس کے منصب میں اضافہ ہوا [۲۳۲] اور شاہی عنایات ہمیشہ اس کے شامل حال رہیں۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد اس کا دو ہزار ذات اور دو سو سوار کا منصب ہوا۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں تین ہزار ذات اور تین سو سوار کا منصب ملا اور ''خانہ زاد خاں'' کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دکن سے، کہ وہاں اپنے بھائی شائستہ خاں کی ملاقات کے لیے گیا

تھا ، واپس آ کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ اسی سال دربار شاہی سے چار ہزار ذات اور پانسو سوار کا منصب "اعتقاد خاں" کا موروثی خطاب (کہ اسی نام (خطاب) سے اس کے باپ اور چچا ممتاز تھے) اور وہ ... گیری کے عہدے پر سرفراز ہؤا ۔ چونکہ بیماری کے سبب سے ... عہدے کے فرائض انجام نہیں دے سکتا تھا اس لیے چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ (شاہجہاں) کابل سے واپس آ کر لاہور میں مقیم ہؤا تو اس (اعتقاد خاں) نے درخواست کی کہ مجھے دارالسلطنت (دہلی) میں علاج کی غرض سے رہنے کی اجازت دی جائے ۔ ... کے طور سے حکم جاری ہؤا کہ ... ہزار روپے سالانہ اس کے مقرر ہوں ۔ صحت مند ہونے کے بعد ... سال جلوس شاہجہانی میں وہ پھر دربار شاہی میں حاضر ہوا ۔ خانہ زاد ہونے کی وجہ سے اس پر نوازش ہوئی اور حسب سابق بلند منصب پر خدمت پر فائز ہؤا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آخر تک اسی بلند مرتبہ خدمت پر بغیر طمع اور غرض نفسانی کے [۲۳۲] استغناء اور بے ... کے ساتھ مشغول رہ کر نیک نامی حاصل کی ۔

مقام سموگڑھ میں، جو مشہور شکار گاہ ہے، دارا شکوہ کی لڑائی کے بعد وہ عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور پانچویں سال جلوس عالمگیری میں اس کے منصب میں ایک ہزار کا اضافہ ہؤا اور وہ پانچ ہزار ذات اور ہزار سوار کے منصب پر بادشاہ کی عنایت سے سرفراز ہو کر ... ہؤا ۔ دسویں سال جلوس عالمگیری میں اس کو علم عنایت ہؤا اور اپنے بڑے بھائی ۔ (شائستہ خاں) سے ، جو اس زمانے میں بنگالہ کا ناظم تھا، ملاقات کی اجازت ملی ۔ اس ولایت (بنگالہ) میں مدتوں عیش و عشرت سے (اعتقاد خاں) نے زندگی گزاری ۔ پندرھویں سال جلوس عالمگیری ۱۰۸۲ھ (۱۶۷۱-۲ع) میں اس کا انتقال ہؤا ۔ خدا اس پر رحمت کرے ۔ عجیب ، نیک ، درست اور بے پرواہ انسان تھا ، بہت حق پرست اور میر دوست تھا ۔

فتح نصیب ہندوستان کے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہؤا تو لسکر کا عہدۂ قضا ان کے سپرد ہؤا ۔ انہوں نے نہایت استقلال سے حکم (شرع) کا نفاذ کیا اور نہایت اعتبار و اقتدار کے ساتھ اپنے عہدے پر فائز رہے ۔ چنانچہ یہ بات (نفاذ حکم) جیسی قاضی مذکور (عبدالوہاب) سے جاری ہوئی ، اس سے پہلے والوں میں سے کسی کو یہ استقلال نصیب نہ ہؤا ۔ بادشاہ (عالم گیر) کو امور دینیہ کا ایسا خیال تھا کہ اپنی وسیع مملکت کے نظم و نسق میں شرعی سزا اور سیاست کے بغیر (اور کوئی طریقہ کار) عمل میں نہیں آتا تھا ۔ شہروں اور قصبوں کے قاضی، حکام اور عہدیداروں سے مل کر انصاف کو سونے کے ساتھ بیچ ڈالتے تھے (خوب رشوت لیتے تھے) اور قاضی حضور (دربار) جو اپنی پرہیز گاری اور دینداری کا بہت اظہار کرتا تھا ، چھوٹے بڑے احکام کے اجراء کا بلا شرکت غیرے مالک تھا ۔ بڑے بڑے امراء اس سے گھبراتے تھے اور حسد سے کباب کی طرح جلتے تھے ۔ [۲۳۶]

اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ قاضی (روپیہ) لینے اور کھینچنے میں بہت مہارت رکھتے تھے ، انہوں نے بہت دولت جمع کر لی تھی ۔ مہابت خاں لہراسپ ، کہ جو اپنی بے باکی اور شوخی کے لیے مشہور تھا ، جس وقت دکن کی مہم کے لیے روانہ ہؤا تو دارالخلافے کے قرب و جوار میں پیشگی امداد کی وجہ سے کچھ دنوں کے لیے ٹھہر گیا ۔ اسی دوران میں اسے معلوم ہؤا کہ قاضی (عبدالوہاب) نے تین چار لاکھ روپئے کا سامان کشمیر اور آگرہ سے خرید کر تاجروں کے مال کے ساتھ آگرہ بھیجا ہے ۔ وہ قاضی سے ناراض تھا ، سب سامان زبردستی اپنے پاس منگوا لیا اور فوج کی تنخواہ میں دے ڈالا ۔ اس کے بعد جب بادشاہ کے پاس فریاد پہنچی تو جواب دیا کہ میں نے پریشانی کی وجہ سے سوداگروں سے قرض لیا ہے ، منافع کے ساتھ ان کو واپس کر دیا جائے گا ۔ قاضی نے چشم پوشی ہی میں مصلحت دیکھی ۔

سترھویں سال جلوس عالم گیری میں مرض کی زیادتی کی وجہ سے

حسن ابدال سے دارالخلافے جانے کی اجازت ملی اور لاہور کے قاضی سید علی اکبر ان کے نائب مقرر ہوئے۔ اکیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۶ھ (۷۶-۱۶۷۵ع) میں شاہجہان آباد میں (قاضی عبدالوہاب نے) داعی اجل کو لبیک کہا۔

ان کے چار بیٹے تھے پہلے شیخ الاسلام کہ جو دارالخلافے کے قاضی تھے۔ بادشاہ کے حسب طلب حضور میں پہنچے اور باپ کے انتقال کے بعد لشکر کے عہدۂ قضاء پر مقرر ہوئے۔ وہ باپ کے برخلاف واقعی دیانت دار تھے، ان کے تقویٰ اور نیکی میں ریا نہ تھی۔ باپ کے ترکے سے، کہ ایک لاکھ اشرفی، پانچ لاکھ روپیہ نقد، اور بہت جواہر و اسباب سے عبارت تھا، اپنا حصہ نہ لیا اور دوسرے وارثوں میں تقسیم کر دیا۔ بہت پرہیزگاری سے زندگی بسر کرتے تھے [۲۳۰] زمانے کے فساد پر نظر کرتے ہوئے کہ لوگوں کے مزاج جھوٹ اور زبردستی سے آشنا ہیں، مقدمات کے فیصلے گواہوں کے اوپر منحصر نہیں رکھتے تھے اور بہت تاخیر کیا کرتے تھے تاکہ مدعی اور مدعا علیہ آپس میں فیصلہ کر لیں۔

کہتے ہیں کہ بیجا پور اور حیدر آباد کی مہم کے متعلق بادشاہ نے ان سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے (بادشاہ) کی مرضی کے خلاف جواب دیا۔ ستائیسویں سال جلوس عالم گیری میں اللہ کی فطری توفیق سے ان پر جذبہ غالب ہوا۔ خدمت (قضاء) سے استعفاء دے دیا اور دنیا سے قطع تعلق کر لیا۔ بادشاہ کی مہربانیوں اور عہدۂ قضاء کے ترک نہ کرنے کی ترغیب کے باوجود ادھر سے انہوں نے توجہ نہ ہٹائی جدھر وہ توجہ کر چکے تھے۔ ان کی تجویز سے لشکر کا عہدۂ قضاء سید ابو سعید کو تفویض ہوا جو قاضی عبدالوہاب کے داماد تھے اور دہلی میں رہتے تھے۔

اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں ان (قاضی شیخ الاسلام) کو سفر حجاز کی رخصت ملی۔ واپس آنے کے بعد عالم گیر بادشاہ نے بندر سورت میں بڑے اعزاز سے انہیں طلب فرمایا اور ان کے حال پر بہت

کہتے ہیں کہ ایک دن گلیوں میں پھرنے والے کسی مجذوب کو دیکھنے کے لیے آزادانہ طریقے پر چلا گیا، چونکہ یہ بات امارت کی شان کے منافی ہے، اس لیے بادشاہ نے بطور گرفت اس سے پوچھا کہ وہاں کوئی بندہ شاہی (شاہی ملازم) بھی تھا؟ اس نے عرض کیا کہ میں ہی ایک سیاہ رو (گناہ گار) تھا باقی دوسرے سب خدا کے بندے تھے۔

اس کا بیٹا محمد بدر خاں بھی خوبیوں کے اعتبار سے زمانے میں بے نظیر تھا، اس کا حال علاحدہ لکھا گیا ہے۔ اس کی لڑکی فاطمہ بیگم، مفتخر خاں بن فاخر خاں نجم ثانی کی بیوی تھی جو عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں اپنی آخری عمر میں بہت با اعتبار تھی اور ''صدرالنساء'' کا عہدہ رکھتی تھی۔ [۲۳۴]

۵۴
اقضی القضات قاضی عبدالوہاب

شیخ محمد طاہر بوہرہ کے پوتے ہیں جو پٹن گجرات میں رہتے تھے۔ وہ (محمد طاہر) فضل و کمالات سے آراستہ ہو کر حرمین شریفین گئے اور شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ[1] سے تعلق پیدا کیا اور ان کے مرید ہو گئے۔ زہد، پرہیزگاری اور فن حدیث میں بے نظیر زمانہ ہوئے۔ جب (حرمین شریفین) سے اپنے اصلی وطن (گجرات) کو واپس آئے تو انھوں نے ان بدعات کو ختم کیا جو ان کی قوم میں اعتقاداً یا عملاً جاری تھیں۔ وہ سید محمد جون پوری کے متبعین، مہدوی جماعت کے رد میں بہت کوشش کرتے تھے اور اپنے شیخ (علی متقی) کی وصیت کے مطابق طالب علموں کے لیے روشنائی تیار کرتے تھے اور اس کو حل کرتے وقت درس دیتے تھے۔ (شیخ محمد طاہر) کہا کرتے تھے کہ ایک کام دوسرے کام سے منع

۱۔ شیخ علی متقی کا انتقال ۲ جمادی الاول ۹۷۵ھ (۱۵۶۷ع) کو مکۂ معظمہ میں ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرہ علمائے ہند (رحمٰن علی) مترجمہ محمد ایوب قادری صفحہ ۳۳۹—۳۴۰ (کراچی ۱۹۶۱ع) (و)

میں کرتا ہے۔ ان کی تالیفات میں حدیث کی عجیب لغت مجمع البحار مشہور ہے۔ ۹۸۶ھ (۷۸-۱۵۷۷ء) میں اجین اور سارنگ پور مالوہ کے درمیان ایک جماعت راستے میں ان پر ٹوٹ پڑی اور ان کا کام تمام کر دیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ انہوں نے عہد کیا تھا کہ جب تک اپنی قوم (بوہروں) کے دل سے رسم اور دوسری بدعات کی سیاہی کو دھو نہ ڈالوں گا، اس وقت تک سر پر پگڑی نہ باندھوں گا۔ جب ۹۸۰ھ (۷۳-۱۵۷۲ء) میں اکبر بادشاہ داخل گجرات ہوا اور اس نے شیخ (محمد طاہر) سے ملاقات کی تو (اکبر نے) اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر پگڑی باندھی اور کہا کہ تمہاری مدد کا پورا کرنا ہمارے ذمہ ہے اور مرزا عزیز کوکہ کو وہاں کی حکومت پر مقرر کیا۔ شیخ نے مرزا کی مدد سے اس قوم کی اکثر رسوم کو ختم کر دیا۔

پھر کچھ مدت کے بعد وہاں کی حکومت ایران کے کسی امیر کے سپرد ہوئی تو اس جماعت نے اس (ایرانی امیر) کی مدد سے [۲۳۵] از سر نو مخالفت میں سر اٹھایا۔ شیخ (محمد طاہر) نے پگڑی سر سے کھول ڈالی اور دارالخلافہ اکبر آباد کے ارادے سے چل پڑے اور مسد و حمہالدین گجراتی کے منع کرنے کے باوجود نہ مانے اور جو ہونا تھا وہ ہوا (شہید ہوئے)۔ ان کی نعش کو مالوہ سے نہروالہ لائے جو پٹن کے نام سے مشہور ہے اور ان کے بزرگوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔[۱]

قاضی عبدالوہاب، علم فقہ اور اصول میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ایک مدت تک پٹن کے مفتی رہے جو ان کی پیدائش گاہ ہے۔ جس زمانے میں کہ شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر صوبہ دکن کی مہمات کے انتظام پر مقرر ہوا تو قاضی عبدالوہاب اس کی خدمت میں پہنچے۔ ان کا بہت عزت اور احترام ہوا اور جب وہ بادشاہ

۱۔ شیخ محمد طاہر پٹنی کے لیے ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۲۴۲-۲۴۰ (ق)

فتح نصیب ہندوستان کے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہؤا تو لسکر کا عہدۂ قضا ان کے سپرد ہؤا ۔ انہوں نے نہایت استقلال سے حکم (شرع) کا نفاذ کیا اور نہایت اعتبار و اقتدار کے ساتھ اپنے عہدے پر فائز رہے ۔ چنانچہ یہ بات (نفاذ حکم) جیسی قاضی مذکور (عبدالوہاب) سے جاری ہوئی ، اس سے پہلے والوں میں سے کسی کو یہ استقلال نصیب نہ ہؤا ۔ بادشاہ (عالم گیر) کو امور دینیہ کا ایسا خیال تھا کہ اپنی وسیع مملکت کے نظم و نسق میں شرعی سزا اور سیاست کے بغیر (اور کوئی طریقہ کار) عمل میں نہیں آتا تھا ۔ شہروں اور قصبوں کے قاضی، حکام اور عہدیداروں سے مل کر انصاف کو سونے کے ساتھ بیچ ڈالتے تھے (خوب رشوت لیتے تھے) اور قاضی حضور (دربار) جو اپنی پرہیز گاری اور دینداری کا بہت اظہار کرتا تھا ، چھوٹے بڑے احکام کے اجراء کا بلا شرکت غیرے مالک تھا ۔ بڑے بڑے امراء اس سے گھبرائے تھے اور حسد سے کباب کی طرح جلتے تھے ۔ [۲۳٦]

اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ قاضی (روپیہ) لینے اور کھینچنے میں بہت مہارت رکھتے تھے، انہوں نے بہت دولت جمع کر لی تھی ۔ مہابت خان لہراسپ ، کہ جو اپنی بے باکی اور شوخی کے لیے مشہور تھا ، جس وقت دکن کی مہم کے لیے روانہ ہؤا تو دارالخلافے کے قرب و جوار میں پیسگی امداد کی وجہ سے کچھ دنوں کے لیے ٹھہر گیا ۔ اسی دوران میں اسے معلوم ہؤا کہ قاضی (عبدالوہاب) نے تین چار لاکھ روپئے کا سامان کشمیر اور آگرہ سے خرید کر تاجروں کے مال کے ساتھ آگرہ بھیجا ہے ۔ وہ قاضی سے ناراض تھا ، سب سامان زبردستی اپنے پاس منگوا لیا اور فوج کی تنخواہ میں دے ڈالا ۔ اس کے بعد جب بادشاہ کے پاس فریاد پہنچی تو جواب دیا کہ میں نے پریشانی کی وجہ سے سوداگروں سے قرض لیا ہے ، منافع کے ساتھ ان کو واپس کر دیا جائے گا ۔ قاضی نے چشم پوشی ہی میں مصلحت دیکھی ۔

سترھویں سال جلوس عالم گیری میں مرض کی زیادتی کی وجہ سے

حسن ابدال سے دارالخلافے جانے کی اجازت ملی اور لاہور کے قاضی سید علی اکبر ان کے نائب مقرر ہوئے۔ ایسویں سال جلوس عالم‌گیری ۱۰۸۶ھ (۷۶-۱۶۷۵ع) میں شاہجہان آباد میں (قاضی عبدالوہاب نے) داعی اجل کو لبیک کہا۔

ان کے چار بیٹے تھے پہلے شیخ الاسلام کہ جو دارالخلافے کے قاضی تھے۔ بادشاہ کے حسب طلب حضور میں پہنچے اور باپ کے انتقال کے بعد لشکر کے عہدۂ قضاء پر مقرر ہوئے۔ وہ باپ کے برخلاف واقعی دیانت دار تھے، ان کے تقویٰ اور نیکی میں ریا نہ تھی۔ باپ کے ترکے سے، کہ ایک لاکھ اشرفی، پانچ لاکھ روپیہ نقد، اور بہت جواہر و اسباب سے عبارت تھا، ایک حصہ نہ لیا اور دوسرے وارثوں میں تقسیم کر دیا۔ پرہیزگاری سے زندگی بسر کرتے تھے [۲۳۷] زمانے کے فساد پر نظر کرتے ہوئے کہ لوگوں کے مزاج جھوٹ اور زبردستی سے آشنا ہیں، مقدمات کے فیصلے گواہوں کے اوپر منحصر نہیں رکھتے تھے اور بہت کوشش کیا کرتے تھے کہ مدعی اور مدعا علیہ آپس میں فیصلہ کر لیں۔

کہتے ہیں کہ بیجا پور اور حیدر آباد کی مہم کے وقت بادشاہ نے ان سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے (بادشاہ) کی مرضی کے خلاف جواب دیا۔ ستائیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں اللہ کی فطری توفیق نے ان پر غلبہ حاصل کیا۔ خدمت (قضاء) سے استعفاء دے دیا اور دنیا سے قطع تعلق کر لیا۔ بادشاہ کی مہربانیوں اور عہدۂ قضاء کے ترک نہ کرنے کی ترغیب کے باوجود ادھر سے انہوں نے توجہ نہ ہٹائی جدھر وہ توجہ کر چکے تھے۔ ان کی تجویز سے لشکر کا عہدہ قضاء سید ابو سعید کو تفویض ہوا جو قاضی عبدالوہاب کے داماد تھے اور دہلی میں رہتے تھے۔

اٹھائیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں ان (قاضی شیخ الاسلام) کو سفر حجاز کی رخصت ملی۔ واپس آنے کے بعد عالم‌گیر بادشاہ نے بندر سورت میں بڑے اعزاز سے انہیں طلب فرمایا اور ان کے حال پر بہت

زیادہ عنایت فرمائی ۔ چنانچہ دو مرتبہ اپنے ہاتھ سے ان کے کپڑوں پر عطر ملا اور عہدۂ قضاء و صدارت کی بات بھی ہوئی ۔ انکار فرماتے ہوئے درخواست کی کہ کچھ دنوں کے لیے وطن جانے کی اجازت دی جائے کہ اپنے بزرگوں کے مقابر کی زیارت اور اہل و عیال سے ملاقات کے بعد پھر حاضر خدمت ہوں ۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کرتے رہے کہ دوبارہ بادشاہ کی ملازمت میں آلودہ نہ ہوؤں ۔ اتفاقاً چالیسویں سال جلوس عالمگیری میں ان کے بھائی نورالحق کے پاس بادشاہ کا فرمان بھیجا کہ اگر بادشاہ کے حضور میں آویں اور صدارت کا عہدہ قبول کریں تو وہ ان کو سپرد کیا جائے ۔ [۲۳۸] مشارٌالیہ (قاضی شیخ الاسلام) تراست کے ساتھ بادل ناخواستہ احمدآباد سے سفر کے لیے تیار ہوئے ، حالانکہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگتے رہے کہ اب میں بادشاہ کی ملازمت میں نہ پھنسوں اور جلدی سے اپنے اللہ کے حضور میں پہنچوں ۔ اسی زمانے میں ان کا مرض بڑھ گیا اور ۱۱۰۹ھ (۸-۱۶۹۷ع) میں اس طرف چلے گئے جدھر ان کی لو لگی ہوئی تھی ۔ (ارمال ہوگیا) رحمۃاللہ علیہ ۔

بادشاہ نے بھی ان کے تقدس پر نظر کرتے ہوئے افسوس فرمایا ، کمترین خوب کہا کہ وہ طائر مبارک باد ! کہ حج کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو دنیا کے معاملات میں نہ پھنسایا اور تیموری سلطنت کے ان دو سو سال میں دیانت اور خدا ترسی میں ان کی طرح کوئی قاضی نہ ہوا ۔ ہمیشہ قاضی ہونے کی حالت میں بھی مستعفی رہتے تھے ، پادشاہ نہیں چھوڑتا تھا مگر مہم بیجاپور کے معاملے میں جو مسلمانوں کے درمیان ہوئی ، اپنے کو بچا لیا (اور نہ گئے) ۔

ان لوگوں نے اس جلیل‌القدر امر (عہدۂ قضاء) کو بہت آسان سمجھا ہے جو دنیا کے لیے دین کو بیچ ڈالتے ہیں ۔ (عہدۂ قضاء کے حاصل کرنے کے لیے) رشوت میں بہت روپیہ خرچ کرتے ہیں ۔ پھر لوگوں کے حقوق کو پامال کر کے سیکڑوں گناہ حاصل کرتے ہیں ۔ نکاح اور مہر کی فیس کو ماں کے دودھ سے زیادہ حلال سمجھتے ہیں ۔

صدارت کے موروثی قاضیوں کے متعلق کیا کہا جائے کہ نصیب دشمناں علم سے انہیں کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے ۔ دیس پانڈیہ (پٹواری) کا رجسٹر اور بیمداروں کا قول ان کے لیے کتاب (قرآن عظیم) اور شرع کا حکم رکھتے ہیں ۔ اگرچہ صاحب علم و عمل قاضیوں کے متعلق ایک حدیث ہے دو قاضیوں میں سے ایک جنتی ہے اور خواجہ محمد پارسا قدس سرہ فصل الخطاب میں فرماتے ہیں مگر وہ جنتی قاضی بھی جنت کا قاضی ہونا ہے (یعنی کا قاضی نہیں ہوتا ہے) ۔ اس قوم کی گمراہی اور بے راہ روی کا اندازہ اس سے کر سکتا ہے کہ جو جاہلوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں ۔

آں مرحوم (قاضی شیخ الاسلام) کے چار بیٹے تھے [۹۴۰] ان میں سے شیخ سراج الدین تھے جو برار کے دیوان تھے ۔ انہوں نے شاہی روپیہ خرد برد کیا اور پھر درویشی اختیار کر لی اورنگ آباد میں خواجہ عبدالرحمٰن کی خدمت میں جا کر مرید ہوگئے ، جمہور نے مدتوں سے منصب و روزگار کو خیرباد کہہ کر توکل اختیار کر لیا تھا اور صاحب وجد و حال تھے ۔ عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد وہ شیخ سراج الدین) اپنے شیخ (خواجہ عبدالرحمٰن) کے ہمراہ دارالخلافہ دہلی گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوگیا ۔

دوسرے بیٹے محمد اکرم تھے کہ مدتوں احمدآباد میں صدارت کے عہدے پر فائز رہے ۔ ''شیخ الاسلام خاں'' کا خطاب ملا ، آخر میں اندھے ہوگئے اور سورت بندر میں خانہ نشین ہوگئے اور موجودہ بادشاہ (محمد شاہ) کے زمانے میں انتقال ہوا ۔

قاضی عبدالوہاب کے دو بیٹے نورالحق اور عبدالحق بھی تھے ، وہ ایک دوسرے کے ساتھ شکل و شباہت میں بہت مشابہ تھے ۔ ایک روز بادشاہ کو بھی دھوکا ہوگیا کہ کون ان میں سے کونسا ہے ؟ پہلے بیٹے (نورالحق) لشکر کے محتسب تھے اور دوسرے (عبدالحق) داروغۂ حضور تھے ۔ عبدالحق کا لڑکا محمد معالی خاں تھا کہ جو شراب کا عادی

اور راگ کا شوقین تھا اور خود بھی بلا کسی جھجک کے گاتا تھا اور اسے شکار کا بہت شوق تھا ۔ اس زمانے میں مدتوں ننکارپور کی فوج داری پر ، جو برہان پور سے اٹھارہ کوس کے فاصلے پر واقع ہے ، فائز رہا ۔ کم و بیش اٹھارہ سال ہوئے کہ فوت ہوچکا ہے ۔

معلوم ہونا چاہیے کہ "بوہرہ" ہندی زبان میں تاجر کو کہتے ہیں ۔ چونکہ اس قوم کے اکثر لوگ تجارت کے ذریعے سے اوقات بسر کرتے ہیں اس لیے اسی نام سے موسوم ہوئے ۔ کہتے ہیں کہ تقریباً ساڑھے چار سو سال پہلے ایک فاضل خدا پرست کی تبلیغ سے [۲۰۰] کہ ان کا نام ملا علی ہے اور ان کی قبر قصبہ کھمبائت میں ہے ، اہل گجرات کی ایک جماعت کہ جو عام طور سے اس وقت بت پرست تھی ، دین اسلام میں داخل ہوئی ۔ چونکہ وہ (ملا علی) شیعہ تھے اس لیے اس جماعت نے بھی ان ہی کا طریقہ اختیار کر لیا - اس کے بعد جب سلطان احمد نے ، کہ جو سلطان فیروز شاہ بادشاہ دہلی کا ایک قابل اعتبار امیر تھا ، اس علاقے (گجرات) پر قبضہ کیا تو اس نے اسلام کی اشاعت کی ۔ اور علمائے وقت کی تعلیم سے کہ جو سب اہل سنت و جماعت تھے ، اس جماعت (شیعہ) میں سے کچھ لوگوں نے یہ طریقہ (مذہب اہل سنت و جماعت) اختیار کرلیا ۔ چونکہ دونوں فریقوں (شیعہ اور سنی) میں زمانۂ قدیم سے اختلاف اور جھگڑا چلا آتا ہے لہذا دونوں جماعتیں ایک دوسرے سے کبیدہ خاطر ہوگئیں ۔ جو لوگ شیعہ مسلک پر قائم ہیں وہ ہمیشہ اپنی قوم میں سے ایک فاضل خدا پرست کو انتخاب کر لیتے ہیں اور تمام شرعی مسائل میں اسی سے رجوع کرتے ہیں اور اپنے مال کا پانچواں حصہ اشراف مدینہ کو بھیجتے ہیں ۔ اور زکوۃ اس فاضل سربراہ کو دیتے ہیں کہ جو اپنی قوم کے غرباء میں تقسیم کر دیتا ہے ۔

۵۵

اسلام خاں رومی

(یہ) حسین پاشا ولد علی پاشا ہے ۔ اس ولایت (روم) میں "پاشا"

امیر کو دیتے ہیں۔ بصرہ پر حکومت کرتا تھا اور ظاہر میں وہ سلطان روم کا اطاعت گزار تھا۔ اس کا چچا محمد، کسی وجہ سے اس سے ناراض ہو کر استنبول چلا گیا۔ اس کا مقصود یہ تھا کہ وہ بھتیجے کو معزول کرا کے خود جگہ لے لے۔ جب اس کا مطلب وہاں پورا نہ ہوا تو وہ (محمد) حلب کے پاشا، الیسر کے پاس گیا جو روم کے متعلقہ کچھ شہروں کے حکام کے عزل و نصب کا اختیار رکھتا تھا اور اس سے [۲۰۱] اس نے اپنے بھتیجے (حسین پاشا) کی بدسلوکی اور ناشایستگی کا ذکر کیا اور اس سے جاگیر کی درخواست کی تاکہ اس کی آمدنی سے اپنی ضروریات پوری کرسکے۔ الیسر نے حسین پاشا کو لکھا کہ بصرہ کے متعلقات میں سے ایک علاقہ اس (محمد) کو دیدے۔ اس کے بعد جب وہ بصرہ آیا تو حسین پاشا نے الیسر کی تحریر کے مطابق عمل کیا اور محمد کی دل جوئی کے ساتھ اسے پاس رکھا۔ جب محمد نے اپنے بھائی سے مل کر زیادہ ہاتھ پیر نکالے اور بے اعتدالی شروع کی تو حسین پاشا نے دونوں کو گرفتار کر کے ہندوستان روانہ کر دیا۔ وہ حیلے بہانے سے لحسا[1] کے کنارے پر جہاز سے اتر گئے اور مرتضیٰ پاشا کے پاس بغداد پہنچے۔ محمد نے مکاری اور حیلے سے یہ بات ظاہر کی کہ حسین پاشا، ایرانیوں سے ملا ہوا ہے اور اس کے پاس بہت خزانہ ہے، اگر تم اپنی فوج کے ساتھ چل کر اس کو نکال دو اور بصرہ کی حکومت مجھے دے دو تو وہ خزانہ مذکور تمہارے سپرد کر دیا جائے گا۔

مرتضیٰ پاشا نے یہ قصہ قیصر (روم) کو لکھ کر وہاں سے حکم حاصل کرلیا کہ بغداد سے بصرہ جا کر حسین پاشا کو علاحدہ کر دے اور بصرہ محمد کے سپرد کر دیا جائے۔ جب وہ (مرتضیٰ پاشا) اس حکم کو عمل میں لایا اور بصرہ کے نزدیک پہنچا تو حسین پاشا نے بھی اپنے بیٹے یحییٰ کو ایک فوج کے ساتھ اس (مرتضیٰ پاشا) کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ یحییٰ کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ بہت

۱۔ مشرق عرب کا ایک ضلع ہے

فوج ہے اور مجھ میں مقابلے کی طاقت نہیں ہے تو اس نے اطاعت اختیار کرلی اور اس کا شریک حال ہوگیا ۔ حسین پاشا نے جب یہ خبر سنی تو بہت گھبرایا اور اپنے اہل و عیال کو بھیجا[1] کہ شیراز کے مضافات [۲۴۲] میں ہے ، لے گیا اور والی ایران سے مدد چاہی ۔ مرتضیٰ پاشا نے بصرہ آ کر اس خزانے کو بہت تلاش کیا کہ محمد نے جس کی نشان دہی کی تھی مگر نہ ملا ۔ اس وجہ سے اس (محمد) کو اس کے بھائی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ قتل کرا دیا ۔ کچھ دنوں کے بعد جزائر کے عرب ، مرتضیٰ پاشا کی نالائقی اور بدسلوکی سے پریشان ہوگئے اور انہوں نے قتل و غارتگری شروع کر دی ۔ مرتضیٰ پاشا شکست کھا کر بغداد بھاگ گیا اور (عربوں نے) اس کے آدمیوں کی ایک بڑی جماعت کو قتل کر ڈالا اور یہ خوش خبری حسین پاشا کو بھیجی اور اس کو بصرہ بلایا ۔ وہ اپنے مال و عیال کو بھیجا چھوڑ کر بصرہ آیا ۔ حکومت کے کام کو ہاتھ میں لیا اور دس بارہ سال تک دوبارہ اس علاقے پر حکم رانی کی ۔ وہ ہمیشہ ہندوستان کے عظیم الشان سلاطین کو عرضیاں اور ہدیے بھیجا کرتا تھا ۔ چنانچہ تیسرے سال جلوس عالم گیری میں اس نے تخت نشینی کی مبارک باد سے متعلق ایک اخلاص نامہ بھیجا اور عراقی گھوڑے بطور نذر ارسال کئے ۔

آخرکار قیصر روم نے اس اختلاف اور جھگڑے کی وجہ سے جو اس (حسین پاشا) سے ظاہر ہؤا تھا ، اس کی بجائے یحییٰ پاشا کو (حاکم بصرہ) مقرر کیا ۔ پھر اس سرزمین میں مشار''الیہ (حسین پاشا) نہیں ٹھیرسکتا تھا اور قیصر روم کے پاس بھی اس نے جانے کا ارادہ نہیں کیا ۔ لہذا اپنے اہل و عیال اور تھوڑے ملازمین کے ہمراہ اس نے وطن کو چھوڑا اور ایران جانے کا ارادہ کیا ۔ جب وہ ایران پہنچا تو وہاں اس نے نہ کوئی مہربانی

---

۱ ۔ یہ شہر بہبہان ہے جو شیراز سے بغداد جانے والی سڑک پر واقع ہے (ب)

دیکھی اور نہ کچھ اس کی طرف توجہ ہوئی تو اس نے اپنے اقبال کی رہنمائی پر ہندوستان کا عزم صمیم کیا اور چل پڑا [۲۴۳] اس کا یہ ارادہ ہندوستان کے بادشاہ (عالمگیر) کو بہت پسند آیا۔ خلعت، پالکی اور ایک ہتھنی گرز بردار کے حوالے ہوئی کہ وہ ان چیزوں کو اس مسافر کے لیے راستے میں پہنچائے اور مراحم خسروانہ کا امیدوار کرے۔ جب وہ (حسین پاشا) بارھویں سال جلوس عالمگیری ۱۰۸۰ھ (۱۶۶۹ء) ۱۲ - صفر کو دارالخلافہ شاہجہان آباد کے قریب پہنچا تو بخشی الملک اسدخان اور صدرالصدور عابدخان شہر پناہ کے لاہوری دروازے تک استقبال کے لیے آئے۔ دانشمند خان میر بخشی نے پیشوائی کی۔ وہ (حسین پاشا) بارگاہ خلافت (بادشاہ کے حضور) میں ضابطے کے مطابق آداب بجا لایا، تخت شاہی کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے اس کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرا" اور اس نے اس طرح عزت حاصل کی۔ اس نے بیس ہزار روپئے کی قیمت کا ایک لعل اور دس گھوڑے بادشاہ کے حضور میں نذر گزارنے۔ بادشاہ کی مہربانی سے اس کو ایک لاکھ روپیہ نقد اور دوسرے عطیے ملے۔ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب اور ''اسلام خان'' کے خطاب سے سرفراز ہؤا۔ اور رستم خان دکنی کی حویلی، کہ جو دریائے جمنا کے کنارے ایک عالی شان عمارت ہے مع فرش، دوسرے لوازم اور ایک کشتی کے ساتھ اس کو مرحمت ہوئی تاکہ کشتی میں سوار ہوکر دریا کے راستے سے بادشاہ کے سلام کے لیے آجا سکے۔

اس کے بڑے لڑکے افر اسیاب کو دو ہزاری ذات اور ہزار سوار کا منصب، ''خان'' کا خطاب اور اس کے دوسرے لڑکے علی بیگ کو بھی ''خان'' کا خطاب اور ہزار ذات اور پانسو سوار کا منصب ملا۔ اس کے بعد اس (اسلام خان) کے منصب میں ہزار ذات اور ہزار سوار کا اضافہ ہؤا۔ دس ماہ کی تنخواہ نقد اور اس کے مویشیوں کی خوراک [۲۴۴] کے لیے معاف ملی۔

۱ - حسین پاشا کی آمد کا بیان مآثر عالمگیری (صفحہ ۸۵) سے ماخوذ ہے (ق)

اس کے بعد وہ مالوہ کی صوبے داری پر مقرر ہؤا ۔

چونکہ اس (اسلام خاں) کے حالات سے اس کی شجاعت ، فراست ، تجربہ‌کاری اور ریاست کا اندازہ ہوتا تھا ، اس لیے بادشاہ کی عنایات سے وہ ترقی کر کے ہندوستان کے امارت کے عہدے پر پہنچا ۔ عالم‌گیر بادشاہ نے یہ خیال کیا کہ وہ اپنے اہل و عیال کو بلا لے اور اسی سر زمین میں توطن اختیار کرے ۔ وہ کسی وجہ سے اپنے خاندان اور بیسرے بیٹے مختار بیگ کو بلانے میں تاخیر کرتا تھا اور ٹالتا تھا ۔ اس وجہ سے اس کا منصب ضبط ہوگیا اور وہ بادشاہ کی حضوری سے محروم ہوگیا ۔ وہ اجین میں اقامت گزین ہوگیا اور پندرھویں سال جلوس عالم‌گیری میں دکن کے ناظم عمدہ‌الملک خاں جہاں بہادر کی سفارش پر اس کا منصب اور عہدہ بحال ہؤا اور وہ (عمدہ‌الملک خاں جہاں بہادر) کی فوج براول کا سردار مقرر ہؤا ۔ اس نے جنگ کرنے والوں کی ہمت افزائی کی اور اس کو دوبارہ عادل شاہی فوج اور بہلول بیجاپوری کے پوتے کے ساتھ مقابلے کا اتفاق ہؤا ۔

انسویں سال جلوس عالم‌گیری مطابق ۱۱ - ربیع‌الآخر ۱۰۸۷ھ (۲۳ - جون ۱۶۷۶ع) کو جب لڑائی فیصلہ‌کن مرحلے‌میں تھی تو جس جگہ خاں مذکور (اسلام خاں) تھا ، وہاں تقسیم (فوج) کے وقت آگ باروت میں گر پڑی ، اس کا ہاتھی بھاگ کر سیدھا دشمن کی فوج میں چلا گیا ۔ دشمنوں نے اکٹھا ہوکر اسے گھیر لیا اور عماری کی رسی کاٹ دی ۔ جب وہ زمین پر گر پڑا تو دشمنوں نے اس کو مع اس کے لڑکے علی بیگ خاں کے تلوار سے ختم کر دیا :

بیت

اجل راہ سرکرد و افتاد پیش
کسا سوئے دام فتا صید خویش [۲۴۵]

زندگی نے اس کو مہلت نہ دی ورنہ اپنی کارکردگی ، خدمت‌گاری اور

دوربینی، اندیشی سے وہ نمایاں کارنامے انجام دیا - بزرگی اور سرداری اس کو
ملا ہے - وہ موزوں طبع بھی تھا - یہ اس کی (رباعی) ہے :

رباعی

یک چند کہ عمر بے نوائی کردم
بر درگہ کبریا گدائی کردم
بردم بسرم ہدیہ لعجب ز حگر
با سگ دوست آشنائی کردم

اس کے مرنے کے بعد افراسیاب خان اصلی و اضافہ کے بعد دو ہزار اور
پانسو ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر اور مختار بیگ ، جو
اپنے والد کے متعلقین کے ہمراہ اٹھارھویں سال جلوس عالمگیری میں احسن
طریقہ پر عاجزانہ طور سے سات سو ذات و سوار کے منصب پر فائز ہوا تھا
ایک ہزار ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا - خان مرحوم
(اسلام خاں) کا مال جو تیس لاکھ روپے اور بیس ہزار اشرفی اوجین اور
دولاپور میں ضبط ہوگیا تھا ، اس کے بیٹوں کو معاف ہوگیا اور حکم ہوا
کہ وہ اپنے باپ کا مطالبہ وصول کرلیں -

اس کے بعد افراسیاب خاں ، دھامونی کی فوج داری پر مقرر ہؤا اور
دوبیسویں سال جلوس عالمگیری میں فیض‌الله خاں کے انتقال کے بعد
مرادآباد کی فوج داری پر مقرر ہؤا - اسی سال بادشاہ کی نوازش سے
مختار بیگ کو "نوازش خاں" کا خطاب ملا اور بیسویں سال جلوس میں
(مختار بیگ) مندسور کی فوج داری اور قلعہ داری پر فائز ہؤا -
ستائیسویں سال جلوس عالمگیری میں وہ حکومت مرادآباد کے انتظام پر
مقرر ہؤا - اس کے بعد [۲۴۶] وہ مانڈو کی فوج داری پر اور پھر ایلچپور
کی حکومت پر مقرر ہؤا - اڑتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں کشمیر
کی صوبے داری پر فائز ہؤا -

۵۶

اعظم خاں کوکہ

فدائی خاں کوکہ عرف مظفر حسین نام، خان جہاں کوکلتاش کا بھائی ہے۔ ہمیشہ شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں خدمت انجام دیتا تھا، اس لیے اس کو صلاح و اعتبار حاصل ہوا۔ ابتدا میں عدالت کا داروغہ مقرر ہوا۔ شاہجہاں بادشاہ نے بیجاپور کے والی عادل شاہ کو کچھ عطیات مرحمت فرمائے تھے، ان کو پہنچانے کے لیے (اعظم خاں کوکہ) مہر بیجاپور کی رفاقت میں گیا۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں توزک کی خدمت اس کے سپرد ہوئی اور تیئسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ احدی سپاہیوں کی بخشی گری پر مقرر ہوا۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار ذات اور چار سو سوار کے منصب، کابل کے منصب داروں کی بخشی گری کے عہدے اور وہاں (کابل) کے توپ خانے کی داروغگی پر مقرر ہوا۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں باریابی حاصل ہوئی اور میر توزک کے عہدے پر مقرر ہوا۔ اس کے بعد خاصہ کے ہاتھیوں کی داروغگی اور پھر مست ہاتھیوں کی داروغگی پر مقرر ہوا۔ انتیسویں سال جلوس میں اس کو گرز برداروں کی داروغگی ملی اور ترتیب خاں کے تبدیل ہونے کے بعد اس کے فرائض میں میر توزکی کی ذمہ داریاں بھی شامل ہوگئیں۔ بادشاہ نے از راہ نوازش اور خانہ زاد پروری سے اس کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ کیا۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو ''فدائی خاں'' کا خطاب ملا۔ [۲۴۷]

اس کے بعد جب تخت سلطنت پر عالمگیر متمکن ہوا تو چونکہ اس (اعظم خاں) سے بادشاہ کا کوکلتاشی (رضاعی بھائی) کا رشتہ تھا، اس لیے اس پر بادشاہ نے بہت عنایات فرمائیں۔ جب بادشاہ داراشکوہ کے تعاقب کے سلسلے میں دارالخلافہ دہلی کے نزدیک باغ اعزآباد میں قیام

مقرر ہؤا تو اس (اعظم خاں) کو نقارہ مرحمت ہؤا۔ اس کو امیرالامراء شائستہ خاں کے ہمراہ سلیمان شکوہ کی مہم پر روانہ کیا کہ جو لکھنؤ سے جلد منازل طے کر کے اپنے باپ (داراشکوہ) کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ خان مذکور (اعظم خاں) امیرالامراء (شائستہ خاں) سے پہلے نوبہار پہنچ گیا اور آگاہ ہوگیا کہ سلیمان شکوہ چاہتا ہے کہ سری نگر کے زمیندار کی بھی مدد سے ہردوار سے گزر کر لاہور پہنچ جائے۔ [illegible] (اعظم خاں کوچ) ایک رات اور دن میں اسی کوس چل کر ہردوار پہنچ گیا۔ [illegible] (اعظم خاں) کے پہنچنے سے وہ (سلیمان شکوہ) [illegible] و پریشان رہ گیا، پھر اس کو ہردوار سے گزرنے کی [illegible] نہ ہوئی اور مجبوراً سری نگر کے پہاڑوں میں چلا گیا۔ فدائی خاں (اعظم خاں کوکہ) [illegible] آگیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور اس کو حکم ہؤا کہ خلیل اللہ خاں کے [illegible] جو داراشکوہ کے تعاقب میں ہے، پہنچ کر [illegible] لشکر میں شامل ہوجائے۔ اسی زمانے میں جب بادشاہ ملتان کے [illegible] چل کر حضور میں پہنچا تو (اعظم خاں) حسب طلب بادشاہ نے حضور میں پہنچا اور الہ داد خاں صوبہ دار اودھ کے انتقال کی وجہ سے [illegible] (اودھ) اور گورکھپور کا فوج دار مقرر ہؤا۔ شجاع کی لڑائی اور [illegible] فرار کے بعد (اعظم خاں) معظم خاں میر جملہ کی رفاقت پر مامور [illegible] سلطان محمد کے ساتھ مل کر اس بھگوڑے (شجاع) کا پیچھا کیا جائے۔ اس کے بعد جب سلطان محمد [۲۴۸] تعاقب اور عین ہنگامۂ کارزار میں جو اس کے چچا (شجاع) کے ساتھ تھا، معظم خاں کے میر اہتمام ہونے کی وجہ سے تنگ و پریشان ہوگیا تو وہ شجاع سے مل گیا۔ اس کے بعد وہ (سلطان محمد) پریشان و بے عزت ہو کر ندامت و شرم ساری کی حالت میں شاہی لشکر میں واپس آیا۔ معظم خاں نے شاہی حکم کے مطابق [illegible] خاں (اعظم خاں) کو ایک فوج اس ناعاقبت اندیش شہزادے

۱۔ عالمگیرنامہ میں سہارن پور نوریہ دیا ہؤا ہے مراۃالعالم میں سہار پور بوریہ لکھا ہے، سہارن پور نوریہ صحیح معلوم ہوتا ہے (ب)

(سلطان محمد) کی حفاظت اور خبرداری کے لیے دے کر بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا ۔ چوتھے سال جلوس عالم گیری میں صف شکن خاں کی بجائے (اعظم خاں کوکہ) میر آتش کے عہدے پر مقرر ہوا ۔

جب چھٹے سال جلوس عالم گیری کے شروع میں عالم گیر "بادشاہ" کشمیر گیا ۔ قوم سنمل کہ ساری افغان قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے اور دریائے سندھ کے اس طرف آباد رہتا ہے، گزشتہ ایام میں ان میں سے کچھ لوگ موضع دھن کوٹ جو معظم نگر کے نام سے مشہور ہے اور دریا کے اس طرف واقع ہے، میں رہتے ہوئے اور شر و فساد کیا کرتے تھے ۔ شاہی حکم کے مطابق فوجداروں اور حکام نے ان کو اس طرف سے دریا کے اس طرف چلے جانے پر مجبور کردیا تھا ۔ اس زمانے میں ان لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے بغاوت شروع کی اور دریائے سندھ عبور کر کے شاہی تھانے پر قابض ہوگئے ۔ خان مذکور (اعظم خان کوکہ) ، جو فتح یاب ہوت جانے کے ساتھ دریائے جناب کے کنارے موجود تھا ، بادشاہ کے حکم کے مطابق اس گروہ کے استیصال میں مشغول ہوا اور ان مفسدوں سے اس علاقے کو پاک کر دیا اور اس علاقے کا بندوبست کر کے اور خنجر خاں کو سپرد کر کے ، جو وہاں کی فوج داری پر مقرر ہوا تھا ، (اعظم خاں) واپس آ گیا ۔ اسی سال جب بادشاہ [۲۴۹] لاہور سے دارالخلافہ (دہلی) واپس ہوتے وقت کانوا دھن کی شکارگاہ کے میدان میں خیمہ زن ہوا تو فدائی خاں کو پٹنہ و جالندھر کے قرب و جوار کے ان فسادیوں کو تنبیہ کا حکم ہوا جو اپنی ناعاقبت اندیشی سے بغاوت کے لیے سر اٹھاتے رہتے تھے اور اس نے حکم کی تعمیل کی ۔

ساتویں سال جلوس عالم گیری میں چار ہزار ذات اور دو ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور دسویں سال جلوس عالم گیری میں گورکھ پور کی فوج داری ملی اور منصب میں ڈھائی ہزار سوار کا اضافہ ہوا ۔ اس طرح چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر مقرر ہوا

و. ن کے ساتھ اودھ کی صوبے داری بھی ملی ۔ تیرھویں سال جلوس عالمگیری میں بادشاہ کے حضور میں شرف باریابی حاصل ہؤا اور لاہور کا صوبے دار مقرر ہؤا ۔ جب عرصے خاں کی منزل میں کابل کے صوبے دار محمد امین خاں کو عجیب و غریب طور سے شکست ہوئی تو وہ (اعظم خاں کوکہ) لاہور سے پشاور پہنچا اور اس علاقے کا انتظام کیا ۔ اس کے بعد مہم کی طرف متوجہ ہؤا ۔ جب اسی زمانے سترھویں سال جلوس عالمگیری میں بادشاہ کا لشکر حسن ابدال کے قرب و جوار میں پہنچا تو فدائی خاں (اعظم خاں) مہابت خاں کی جگہ کابل کا ناظم مقرر ہؤا اور مناسب فوج اور بہت سامان کے ساتھ وہاں روانہ ہؤا ۔ اس کے ہراول میں ... خاں تھا ۔ اس (اعظم خاں) نے مفسد افغانوں کی ... کی اور بارک اور ... کے راستے سے جنگ کرتا ہؤا پشاور سے جلال آباد پہنچا اور وہاں سے کابل گیا ۔ جب وہ واپس ہؤا تو افغانوں کا ٹڈی دل جمع ہوگیا اور اس نے راستہ روک لیا ۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی، فوج ہراول کا سامان ختم ہوگیا ، توپ خانہ اور سامان جنگ لٹ گیا ۔ قریب تھا کہ اس کو شکست ہوجائے ، اس نے بہت بہادری [۲۵۰] اور چالاکی دکھائی اور درمیانی فوج کو محفوظ رکھا ۔ پھر ... خاں کو بہادر گڑھ کمک سے بلایا اور ہراول اس کے سپرد کیا ۔ پھر دوبارہ درہ خانک کے پاس ، جو بہت دشوار درہ ہے ، بڑی سخت لڑائی ہوئی ۔ تیر اور بندوق کے علاوہ ہاتھی کو بھگانے والے اس قدر پتھر پہاڑ کی چوٹیوں سے لڑھکاتے تھے کہ بادشاہی لشکر سخت پریشان ہؤا ۔ محض خدا تعالیٰ کی تائید تھی کہ چند بہادرانہ کوششیں کامیاب ہوگئیں ، آخر کار افغان واپس لوٹے اور منتشر ہوگئے ۔ فدائی خاں فتح حاصل کرنے کے بعد جلال آباد پہنچا ، وہاں انتظام کیا اور تھانہ جات قائم کئے ۔ اس نے اس شورش انگیز گروہ کے مٹانے میں پوری پوری کوشش کی ، ان کے مکانوں اور گاؤں کو جس قدر ممکن ہوسکتا تھا ، لوٹا اور برباد کیا ۔ بادشاہ (عالمگیر) نے اس کی خدمات کو پسند فرمایا اور اس کو ''اعظم خاں'' کا خطاب دے کر اس کی عزت افزائی کی ۔

بیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور امیرالامراء کی بجائے بنگالہ کا ناظم مقرر ہؤا۔ جب اکیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں اس صوبے کی حکومت پادشاہزادے محمد اعظم کے سپرد ہوئی تو صوبۂ بہار شاہزادے مذکور (محمد اعظم شاہ) کے بجائے اس کے لیے مقرر ہؤا۔ خان مذکور (اعظم خان کوکہ) وہاں (بہار) جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ۹ - ربیع الآخر ۱۰۸۹ھ (۱۱ - مئی ۱۶۷۸ع) کو اس کا انتقال ہو گیا - لاہور میں اعظم خان کی حویلی اس شہر کی عمدہ عمارتوں میں سے ہے - وہ حویلی مدتوں وہاں کے صوبے داروں کی اقامت‌گاہ رہی ہے -

اس کا بڑا لڑکا صالح خان تھا کہ اس نے بھی "فدائی خان" کا خطاب پایا [۲۵۱] اس کا حال اپنے مقام پر لکھا گیا ہے - دوسرا لڑکا خان جہاں کا داماد صفدر خان تھا، سنتیسویں سال جلوس عالم گیری میں گوالیار کی فوج داری کے زمانے میں اس نے ایک گڑھ (قلعہ) پر حملہ کیا تھا کہ ایک بندوق کی ضرب سے ختم ہو گیا -

۵۷

افتخار خان سلطان حسین

اصالت خان میر بخشی کا بڑا لڑکا ہے - جب اس کا باپ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بلخ میں فوت ہو گیا تو قدر شناس بادشاہ (شاہجہان) نے اس بہادر اور کارگزار بندے (اصالت خان میر بخشی) کی نیک خدمات پر نظر کرتے ہوئے اس کے لڑکوں کی تربیت فرمائی۔ اکیسویں

۱ - آگرہ میں اعظم خان نے رفیع الشان باغ اور اپنا مقبرہ بنوایا یہ مقبرہ بہت خوبصورت اور سنگ مرمر کا تھا - اب نہ باغ ہے نہ مقبرہ، صرف تہ خانے اور چبوترے کے کھنڈر باقی رہ گئے ہیں جو موضع کھتینہ کے قریب متصل پاگل خانہ واقع ہیں - دیکھیے مرقع آکبرآباد صفحہ ۱۷۲ (ق)

۔ ل جلوس شاہجہانی میں سلطان حسین ، اسلحہ خانے کی داروغگی پر مقرر ہوا اور بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں رحمت خان کی بجائے وہ عہدہ داغ کا داروغہ مقرر ہوا اور چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں میاں دوآب کا فوج دار مقرر ہوا ۔

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سواروں میں اضافہ ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر مقرر ہوا ۔ مہاراجا جسونت کے ہمراہ داراشکوہ کی مدد کے لیے اور حقیقت میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے مقابلے میں متعین ہو کر مالوہ کو روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں وہ فتح نصیب شاہزادہ (محمد اورنگ زیب بہادر) اپنے اقبال کے ساتھ دریائے نربدا عبور کر کے اس صوبہ (مالوہ) میں آیا ۔ راستہ روکنا اور لڑائی کے لیے آمادہ ہوگیا ۔ راجپوتوں کے نامی سردار عالم گیری تیغ سے قتل ہوئے اور مہاراجا بدحواس ہو کر بھاگا ۔ اس کے بعد فوجیوں کی ایک جماعت عالمگیر کی خدمت میں حاضر ہو گئی اور بہت سے آدمی مارے گئے ۔ [۲۵۲] سلطان حسین جو معتبر لوگوں کے ہمراہ ہراول کے ساتھ متعین تھا علیحدہ ہو کر آگرہ کو چل دیا ۔

جب عالمگیر ہندوستان کے تخت پر بیٹھا تو چونکہ وہ پرکھنے کا جوہر رکھتا تھا ۔ اس نے افتخار خان پر مہربانی فرمائی ، اس کے منصب میں اضافہ کیا اور ”افتخار خان“ کے خطاب سے سرفراز فرمایا ۔

شجاع کی لڑائی کے بعد سیف خان کی بجائے (افتخار خان سلطان حسین) آختہ بیگی (مہتمم اسپان) کے عہدے پر مقرر ہوا ۔ اصل و اضافہ کے بعد اس کا منصب دو ہزاری ذات اور ہزار سوار کا ہو گیا ۔ چھٹے سال جلوس عالم گیری میں فاضل خان کے تبدیل ہونے کے بعد جو وزارت کے عہدے پر فائز تھا ، (افتخار خان) میر سامانی کے عہدے پر مقرر ہوا ۔ چونکہ خان مذکور (افتخار خان سلطان حسین) نے بادشاہ کے مزاج کو سمجھ لیا تھا ، اس لیے مدتوں، استقلال کے ساتھ اس عہدے (میر سامانی)

پر فائز رہا۔

تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں لوگوں نے بادشاہ (عالم گیر) کو مطلع کیا کہ دکن کا ناظم شاہزادہ محمد معظم، بری صحبت، خودرای اور خوشامدیوں کے فریب میں مبتلا ہو کر ہاتھ پاؤں نکال رہا ہے اور وہ مغرور و مدعی معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس (افتخار خان سلطان حسین) کو معتمد اور رازدان سمجھ کر دکن بھیجا اور اس کو تلخ و شیرین دونوں ہدایات دی گئیں کہ جو مناسب وقت ہو، (اس پر عمل کیا جائے) - افتخار خان سلطان حسین بہت تیزی اور پھرتی سے وہاں پہنچا تاکہ امانت ادا کرے - اس نے بادشاہزادے کو مطیع و فرمان بردار پایا اور ان نامناسب خبروں میں کوئی صداقت نہ تھی - (شاہزادہ) بادشاہ کے مزاج اور رضا کے علاوہ کوئی کام نہ کرتا تھا - اس (شاہزادے) کی بےگناہی بادشاہ پر ظاہر ہوگئی، لیکن اس دوران میں با اثر بد گویوں کی کوشش سے کسی وجہ سے افتخار خان معرض عتاب میں آ گیا اور جب وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا [۲۵۳] تو اس اعزاز و اعتبار کے باوجود وہ اپنے منصب اور خطاب سے محروم ہو گیا، اور ایک گرز بردار (اس کام کے لیے) مقرر ہوا کہ اس (افتخار خان) کو دریائے اٹک کے اس پار کر دے۔

چودھویں سال جلوس عالم گیری میں اس کی خطا معاف ہوئی، اپنے منصب و خطاب پر از سر نو بحال ہوا اور سیف خان کی بجائے صوبۂ کشمیر کا ناظم مقرر ہوا۔ اس کے بعد کشمیر سے معزول ہوا۔ اس وقت جب کہ کابل میں افغانوں نے شورش بپا رکھی تھی، اس کو پشاور میں قیام کا حکم ہوا۔ انیسویں سال جلوس عالم گیری میں بنگسات کی فوج داری پر مقرر ہوا اور انیسویں سال جلوس عالم گیری میں اجمیر کی حکومت پر مامور ہوا۔ اس کے بعد شاہزادہ محمد اکبر کی ہمراہی میں جانے کا حکم ہوا۔ تیسویں سال جلوس عالم گیری میں جونپور کا فوج دار مقرر ہوا۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۹۲ھ (۱۶۸۱ع)

ں وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بیٹے عبداللہ ، عبدالہادی اور عبدالباقی بادشاہ کے حضور میں مسم ہوئے اور ماتمی خلعت پایا ۔ محمد معظم بہادر شاہ اول کے عہد میں ان میں سے ایک لڑکے نے "امانت خاں" کا خطاب پایا اور مختار خاں کی نیابت میں خجستہ بنیاد کی خدمت میں مشغول ہوا ۔ اسی زمانے میں وہ بہت مفلس و مفلوک ہو کر دکن پہنچا نواب آصف جاہ نے اس کی قدر شناسی و مہربانی اور دکن کی دیوانی پر مقرر کر دیا ۔ آخر میں حیدرآباد کے انتظام پر مقرر ہوا ۔ اور وہیں اس نے انتقال ہوا ۔

دوسرا لڑکا معمور خاں کی دامادی کی وجہ سے سب مشہور تھا ، "ماہر خاں" خطاب تھا ۔ محمد فرخ سیر کے زمانے میں وہ بیجاپور کا قلعہ دار اور ناظم تھا ؛ اس نے ایک مدت اس ویرانے میں گزاری [۲۵۴] اور اس کی پریشان حالی اطمینان و آسودگی سے نہ بدلی ۔ وہیں وہ مر گیا۔

۵۸

آتش خاں جان بیگ

مختار خاں روز بھانی کا بیٹا ہے[۱] کہ جس نے پہلے سال جلوس عالم گیری میں محمد شجاع کی لڑائی میں اپنی جان نچھاور کی ۔ آتش خاں جان بیگ سے اس کے باپ کی زندگی ہی میں بادشاہ رو شناس ہو گیا تھا ۔ بیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کو "آتش خاں" کا خطاب ملا اور پچیسویں سال جلوس عالم گیری میں سلاح خاں کی جگہ وہ میر توزک کے عہدے پر سرفراز ہوا ۔

اس کے بھائیوں میں ایک منصور خاں تھا کہ جو کچھ دنوں دکن

۱ ۔ خافی خاں (جلد دوم صفحہ ۵۷) کے مطابق اس کا نام بختیار ہے ۔ روز بھانی ، دو مسلمان صوفیوں کا لقب ہے ۔ (ب)

کا میر آتش رہا ، اس کے بعد اورنگ آباد کا منتظم ہؤا ۔ دوسرا بھائی یوسف خاں تھا کہ جو عالم گیر کے عہد میں قمر نگر عرف کرنول کا فوج دار مقرر ہؤا اور محمد معظم بہادر شاہ اول کے زمانے میں صوبہ حیدرآباد کا ناظم مقرر ہؤا ، اس نے پاپرا فسادی کو مار ڈالا ، اس کی اولاد دکن میں باقی ہے ۔

پاپرا کی مختصر سی کیفیت یہاں قلم بند کی جاتی ہے ۔ وہ (پاپرا) تلنگانہ کے عام اہل حرفہ میں سے تھا[1] ۔ عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں جب رستم دل خاں بنی حیدرآباد کے صوبے دار کا مختار تھا تو پاپرا نے اپنی بہن کو "جو مالدار تھی" مار ڈالا اور اس کے مال سے کچھ پیدل سپاہی جمع کر لیے اور پہاڑ پر اپنا ٹھکانہ بنا لیا ۔ مسافروں اور اس علاقے کی رعایا کو لوٹنا اور برباد کرنا شروع کیا ، اس علاقے کے فوج دار اور زمیندار اس کی گرفتاری کی فکر میں ہوئے ۔

جب اس نے یہ خبر سنی [۲۵۵] تو وہ سرکار ایل کندل کے پرگنہ بولاس[2] کے زمیندار ونکٹ رام کے پاس چلا گیا اور اس کا ملازم ہو گیا ۔ کچھ دنوں کے بعد وہاں ڈاکہ زنی شروع کر دی ، جب زمیندار مذکور (ونکٹ رام) کو اس کی چوری کا یقین ہو گیا تو اس نے پاپرا کو قید کر دیا ۔ جب زمیندار مذکور کا بیٹا بیمار ہؤا تو قیدیوں کے سلسلے میں اس نے بھی رہائی پائی اور موضع شاہ پور عملہ (پرگنہ تری کندہ سرکار بھونگیر) میں جو ایک ناہموار جگہ ہے ، گیا ۔ وہاں کے ایک فساد پیشہ شخص سروا کا ساتھی بن گیا اور وہاں ایک گڑھی بنا کر علانیہ لوٹ مار میں مشغول ہو گیا ۔ رستم دل خاں نے قاسم خاں جماعہ دار کو پرگنہ کلپاک کا جو

---

۱ - پاپرا ، سیندھی فروش تھا تفصیل کے لیے دیکھیے منتخب اللباب جلد دوم صفحہ ۶۳۱ (کلکتہ ۱۸۷۴ع) (ق)

۲ - خافی خاں جلد دوم (صفحہ ۶۳۱) میں اس کا نام کولاس دیا ہے جو زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے (ب)

واقع تھا ، فوجدار مقرر کیا اور پاپڑا کو گرفتار کرنے کی تاکید کی ۔ لڑائی میں قاسم خان مارا گیا ۔ اور سروا ، اپنے ہمراہی پیادوں کی جماعت دار دل خاں ساتھ سپاہیاں ۔ دونوں کے سدھانے میں کمینہ پن سے پیش آیا ۔ دونوں میں لڑائی ہوئی ، وہ (سروا) مارا گیا ۔ پاپڑا نے غلبہ حاصل کر لیا اور بعد از شاہ کی تعمیر میں مشغول ہوگیا اور ورنگل و بھونگیر تک تاخت شروع کر دی اور اس علاقے کے رہنے والوں پر مصیبت کے دروازے کھل گئے ۔

جب محمد معظم بہادر شاہ اول کو محمد کام بخش پر فتح حاصل ہوگئی تو اس نے یوسف خان روز بہانی کو حیدرآباد کا صوبے دار بنایا اور پاپڑا کی گرفتاری کی سخت تاکید کی ۔ خان مذکور (یوسف خان) نے دلاور خان صوبہ دار کو ایک بہادر فوج کے ساتھ (اس مہم پر) مقرر کیا ۔ دلاور خان اس وقت ، جب کہ وہ ظالم ، کلپاک کے محاصرے میں مصروف تھا اس کے سر پر پہنچا ۔ [۲۵۶] لڑائی کے بعد اس کو شکست دی اور کلپاک میں اپنا تھانہ قائم کیا ۔

انہی حالات میں پاپڑا کے سالے نے ، کہ جو ایک کثیر جماعت کے ساتھ مدت سے شاہ پور میں مقید اور طرح طرح کے عذاب میں گرفتار تھا ، اس کی بیوی کے سوا ، کہ جو روزانہ اس کے لیے کھانے کا سامان لاتی تھی ، کسی اور کو اجازت نہ تھی کہ وہ اس کے پاس جائے ، اپنی بہن سے چند ریتیاں منگوائیں ۔ ایک دن جب وہ ظالم (پاپڑا) مچھلی کے شکار کے لیے شاہ پور سے باہر گیا ہوا تھا تو اس نے اپنے پیر کی اور چند دوسرے قیدیوں کی زنجیریں کاٹ ڈالیں اور دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ باہر آ گیا ۔ قید خانے اور قلعے کے دروازے کے محافظ پیادوں کو مار ڈالا اور قلعے پر خود قابض ہوگیا ۔

اس خبر کو سن کر پاپڑا پریشان ہوا اور قلعے کے پاس پہنچا ، قلعے کے اوپر سے توپ کی ایک آواز بلند ہوئی ۔ چونکہ اس کے بھائیوں نے کلپاک کے زمینداروں کو اس بات کا اشارہ کردیا تھا ، توپ کی آواز

پہنچنے کے ساتھ ہی دلاور خاں فوج لے کر چل دیا اور اس کے شاہ پور کے پاس پہنچتے ہی بہت سخت مقابلہ ہؤا ، آخر پاپرا شکست کھا کر تاریکدہ بھاگ گیا ۔

جب یہ خبر یوسف خاں کو ملی تو اس نے پہلے اپنے کار پرداز مرزا علی کو بھیجا ، پھر خود بھی ایک منصب فوج کے ساتھ پہنچ گیا اور نو مہینے تک تاریکدہ کے محاصرے میں مشغول رہا ۔ اس کے بعد اس نے عارضی صلح کا جھنڈا کھڑا کر دیا کہ جو کوئی قلعے سے باہر آئے گا انعام پائے گا ۔ پاپرا بھیس بدل کر قلعے مذکور سے باہر آیا اور اپنے اسی سالے کے ہاتھ سے گرفتار ہؤا ۔ جب لوگ اس (پاپرا) کو یوسف خاں کے سامنے لائے تو خان مذکور نے اس کا عضو عضو جدا کر کے اس کا سر بادشاہ کے حضور میں [۲۵۷] بھیج دیا ۔

ر
دہقان سال خوردہ چہ خوش گفت با پسر
کای نور چشم من بجز از کشتہ ندروی

۵۹

امانت خاں میرک معین‌الدین احمد

میرک معین‌الدین احمد امانت خاں خوافی ، راستی منش درستی آئین، دیدہ ور، حقیقت بیں، فقیر مشرب، غنی مزاج، فرشتہ خو ، قدس امتزاج، پسندیدہ عادت ، پاکیزہ اخلاق ، صاحب مروت ، عالی فطرت ، صافی ضمیر، صاحب دیانت و امانت ، صاحب فتوت ، نیک رائے ، خبر اندیش، کم کینہ، صاحب مہر و محبت ، تھا

اس نیک صفات بزرگوار کے آباء و اجداد کا وطن خراسان کا دارالسلطنت ہرات ہے ۔ اس کے بڑے دادا میر حسن ، اپنے والد میر حسین سے جو اس شہر کے مشہور لوگوں میں سے تھے ، کسی بات پر اختلاف ہونے کی وجہ سے رنجیدہ ہوکر اور وطن چھوڑ کر قصبہ خواف میں

ہے آئے کہ جو اس سلطنت کا ایک مختصر سا صوبہ ہے اور وہاں کے
۔ برائے زمانے سے فراست اور دانشمندی کے لیے مشہور زمانہ ہیں ۔
حہ علاءالدین محمد نے ، جو وہاں (خواف) کے بزرگ اور رئیس تھے ،
(میر حسن) کے بزرگوں سے شناسائی کی وجہ سے ان کی بہت مدد اور
حمایت کی ، اور اپنے گھر میں رکھا ۔ چونکہ بزرگی اور شرافت ان کے
ملاسے سے ظاہر ہوتی تھی ۔ اس لیے خواجہ علاءالدین نے اپنی لڑکی کی شادی
میر حسن سے کردی ۔ مجبوراً میر حسن وہیں رہ پڑے [۲۵۸] اور گھربار
ہو گئے ۔ اس کے بعد خواجہ مذکور (خواجہ علاءالدین محمد) کا لڑکا
خواجہ شمس الدین محمد خوافی ، اکبر بادشاہ کی ملازمت میں آیا اور اس نے
بزرگی و اعتبار حاصل کیا ۔

میرک کمال والد میر حسن مذکور اپنے بیٹے میرک حسین کے ہمراہ ، اپنے
ماموں (خواجہ شمس الدین محمد خوافی) کے پاس ہندوستان میں آیا اور
رہ اطمینان کے ساتھ زندگی گزارنے لگا ۔ یہاں اس نے اپنے شہر کے
دوستوں میں سے کسی کی لڑکی سے نکاح کرایا ۔ میرک عطاءاللہ اسی خاتون
سے پیدا ہؤا ۔ وہ بلخ کی مہم میں بادشاہزادے محمد اورنگ زیب کا بخشی
تھا اور بادشاہ کے نزدیک اس کا بہت قرب اور اعتبار تھا ۔ کسی بات پر
شاہزادے سے علیحدہ ہوکر بادشاہ کے ملازمین میں شامل ہوگیا ۔
صدی منصب پر سرفراز ہوکر پہلے کابل میں احدی سپاہیوں کا بخشی
مقرر ہؤا اور پھر صوبے پٹنہ کی دیوانی ملی ۔ وہیں شاہجہاں بادشاہ کے آخر
زمانے میں اس کا انتقال ہؤا ۔

میرک حسین نے جہانگیر کے عہد میں بہت عزت و امتیاز حاصل
کیا ۔ وہ اپنی کارگزاری اور معاملہ فہمی کے لیے مشہور تھا ۔ آٹھویں سال
جلوس جہانگیری میں شہزادے سلطان خرم کے ساتھ کہ ، جس کا
خطاب شاہجہاں ہے ، رانا کی مہم پر مقرر ہؤا ۔ جب اودے پور میں
شاہی خیمے لگ گئے اور رانا کے خاص مقامات پر تھانے قائم ہوگئے تو
وہ (میرک حسین) کوہل میر کا بخشی اور واقعہ نویس مقرر ہؤا [۲۵۹]

اس کے بعد صوبۂ دکن کا بخشی مقرر ہؤا ۔ شاہجہاں کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کو صوبۂ دکن کی دیوانی بھی مل گئی ۔ اس وقت یہ اج تک ، کہ سو سال سے زیادہ ہو گئے ، یہ کام اس خاندان میں موروثی چلا آتا ہے ۔

آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں (میرک حسین) کو دس ہزار روپیہ نقد انعام ، خلعت اور گھوڑا ملا اور وہ سفارت کے طور پر ایک لاکھ پچس ہزار روپے کے تحائف لے کر نذر محمد خان والیٔ بلخ کے یہاں خان مذکور (نذر محمد خان) کے سفیر نائدہ' کے ساتھ بمرہ روانہ ہؤا بادشاہی خط میں مشار'' الیہ (میرک حسین) کے القاب میں ایک فقرہ ''سید صحیح النسب و نسبا یدہ مسب'' لکھا گیا اور توران کے ملک سے واپس لوٹنے کے بعد وہ کسی وجہ سے عتاب میں آ گیا ۔ جب مر گیا تو اس کے ورثاء سرکاری مطالبے میں ماخوذ ہوئے ۔ خان دوران نصرت جنگ نے پرانی دوستی کا خیال کرتے ہوئے اپنی سفارش سے ان کو چھٹکارا دلایا ۔ آں مرحوم (میرک حسین) کا لڑکا میرک معین‌الدین احمد اس وقت نوجوان تھا ، مروجہ علوم حاصل کرنے کے بعد وہ شاہی نوکری پر فائز ہؤا ۔ ۱۰۵۰ھ (۱۶۴۰ع) میں اس کو بادشاہ کے یہاں سے صوبے کی بخشی گری اور واقعہ نویسی ملی اور وہ اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہؤا ۔ اس کے بعد شاید وہ کسی کام کے سلسلے میں دکن گیا ، چنانچہ معروف بھکری ذخیرۃالخوانین میں ، کہ جو اس نے ۱۰۶۰ھ (۱۶۵۰ع) میں تحریر کی ہے ، لکھتا ہے :

''میرک معین‌الدین پسر میرک حسین خوافی کہ جس کے باپ اور دادا کی حقیقت بزرگی اور کنبہ داری میں آفتاب سے بھی بزرگ تر ہے اس علاقے میں [۲۶۰] فہم و فراست ، دانش اور خوش خطی میں بڑا ملکہ رکھتا ہے اور دکن میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے'' ۔

---

۱ ۔ پادشاہنامہ جلد اول (حصہ دوم) صفحہ ۱۰۴ اور خافی خاں جلد اول (صفحہ ۵۰۸—۵۰۹) میں اس کا نام نابھارے دیا ہے (ب)

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دارالشکوہ کے ہمراہ قندھار کی مہم پر گیا اور اس مہم سے واپس آنے کے بعد اسی سال (یعنی ۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۳ع میں) وہ بادشاہ شاہجہان کی طرف سے ملتان کی دیوانی، بخشی گری، اور واقعہ نویسی کی خدمت پر مقرر ہوا اور اس جگہ ایک مدت گزری۔ وہ بزرگواری، شریف، چھوٹا، بڑا، ہر کی سچائی، نیکی، بزرگی اور ... کی صفات سے ... وہ آراستہ تھا، اس کا غلام بن گیا تھا۔ لوگ اس کے ساتھ مریدوں کی حیثیت سے سلوک کرتے تھے، وہ اس علاقے میں آج تک "معرفت جیو" کے نام سے مشہور ہے۔ شہر سے ... اس نے ایک باغ اور حویلی بنائی، جو "لونڈہ مرد جیو" کے نام سے مشہور ہے۔ عالمگیر بادشاہ کے زمانے میں صوبہ دکن کا دیوان مقرر ہوا اور "امانت خان" کا خطاب ملا۔

اگرچہ ظاہری طور پر اسماء کو مسمیٰ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے اور مسمیٰ کو بھی اسم کے ساتھ خاص طور پر مطابقت ہوتی ہے لیکن یہاں یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اسم بالکل مسمیٰ ہے تھا۔ اس (اسم) کو مسمیٰ سے ہزاروں گنا شرف و مرتبہ حاصل ہے اور عالم ایجاد و تکوین میں امانت و دیانت کے برابر کوئی صفت بہتر و کرم بہت نہیں ہے، (امانت و دیانت) جہاں کہیں پھول کھلتی ہے، بہار کی برکت ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ اضافے اور زیادتی کا سرچشمہ ہے۔ زمانے میں دیانت ہی کے ذریعے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور زندگی میں امانت کے ذریعے ہی سے ثمرات مقصود حاصل ہوتے ہیں [۲۶۱]۔

بالآخر چودھویں سال جلوس عالمگیری میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کے منصب پر فائز ہؤا۔ عنایت خان کی بجائے خالصہ شریفہ کی دیوانی اور تلور کی دوات عنایت ہوئی۔ جب سولھویں سال جلوس عالمگیری میں اسد خان نے، کہ جو جعفر خان کے مرنے کے بعد امور وزارت، نائب کی حیثیت سے انجام دے رہا تھا، کام سے ہاتھ کھینچ لیا تو بادشاہ کے حسب الحکم امانت خان اور دیوان تن

(کفایت خاں) اپنے دستخط اور مہر سے اپنے دفتر کے کاغذات کو بھیج دیتے تھے[1] -

ارباب دیانت، ریا اور غرض کی آلودگی سے پاک ہوتے ہیں اور حق کے اظہار اور اپنے مالک کی بہبودی میں مصروف رہتے ہیں، وہ معترضین کے الزام سے کبھی نہیں ڈرتے ہیں - اس زمانے میں محل کی بیگمات اور معتمد خواجہ سرائے، کہ جن کی ابتداء ایک پہنچ تھی اور اس قرب و اعتبار کی وجہ سے وہ مغرور تھے، اسی بدطینتی کی وجہ سے کچھ بے ضابطہ کاموں کے کرنے کے لیے (امانت خاں سے) کہا اور بار بار نامناسب سفارش کرتے رہے، چونکہ یہاں سفارش کی کوئی قسمت نہ تھی - جو کچھ سرکار کے نفع اور اللہ کی مخلوق کے فائدے کے لیے مناسب ہوتا تھا بغیر کسی محرک کی تحریک کے عمل میں آتا تھا ان کی دال نہ گلی - مجبوراً انہوں نے پریشان کرنے کا ارادہ کیا اور ہر جگہ اپنی کوشش شروع کی - انہوں نے عبدالحکیم پیش دست کی تقرر کو دستاویز بنا لیا[2]- وہ (امانت خاں) سفارشوں کی وجہ سے ہمیشہ دل گرفتہ رہتا تھا اور استعفیٰ[1] کا بہانہ تلاش کرتا تھا - (امانت خاں) اس تقریب سے اٹھارہویں سال جلوس میں حسن ابدال کے مقام پر مستعفی ہو گیا - ہر چند بادشاہ نے کہا کہ پیش دست کی تقرر استعفاء کی سبب نہیں ہوئی ہے -

چونکہ بادشاہ اس کی دیانت داری اور کارگزاری [۲۶۲] سے متاثر تھا، فوراً دارالسلطنت لاہور کا انتظام اور وہاں کی قلعہ داری مقرر کردی اور رخصت کے وقت صوبے کی دیوانی بھی سونپ دی- ہر چند اس نے نسبے کے کام کے قبول کرنے سے انکار کیا مگر بادشاہ نے فرمایا کہ اس کا بڑا لڑکا

---

۱ - ملاحظہ ہو مآثر عالمگیری (صفحہ ۱۲۶)، یہ حکم دیا گیا تھا کہ امانت خاں دیوان خالصہ اور کفایت خاں دیوان تن، دیوان اعلیٰ کی مہر کے نیچے اپنی مہریں کریں اور دیوانی کے فرائض انجام دیں - یہ ۱۰۸۳ھ (۳-۱۶۷۲ع) میں ہؤا (ب)

۲ - ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم صفحہ ۲۶۱، ۲۷۶ تا ۲۷۸ (ق)

عبدالقادر (اس کام) کو انجام دے گا ۔ وہاں بھی حواف پورہ کی حویلی کے علاوہ چوک کلاں کے متصل ایک حویلی اور حمام بنوایا کہ، جو دنیا میں مشہور ہے ۔

دئیسویں سال جلوس عالمگیری میں جب بادشاہ احمد نگر گیا تو صوبہ جات دکن کی دیوانی امانت خان کے سپرد ہوئی، اس کے بعد آج تک یہ دیوانی اکثر اسی خاندان میں رہی ۔

جب چھبیسویں سال جلوس عالمگیری میں بادشاہ اورنگ آباد گیا تو نظام شاہ کی حویلی، کہ جو سر لشکر کے نام سے مشہور ہے اور جہاں آج کل اس شہر کا حاکم رہتا ہے امانت خان کے رہنے کے لیے ملی ۔ جب وہ حویلی شاہزادہ محمد اعظم کو مل گئی تو امانت خان نے چاہا کہ وہ ہرسول کی گڑھی کو کہ وہ شہر سے دو کوس ہے، خرید لے اور سلطان کے طریقے پر اپنے رہنے کے لیے آراستہ کرے ۔ بادشاہ نے ملک عنبر کی حویلی کو، کہ جو شاہ گنج کے متصل ہے عطا فرمایا ۔ امانت خان اسے مستعار لینے کے لیے راضی نہ ہوا اور سرکار سے اسے خرید لیا ۔ چنانچہ وہ ابھی کوتلہ کے نام سے مشہور ہے ۔

ستائیسویں سال جلوس عالمگیری کے شروع میں جب بادشاہ احمد نگر پہنچا تو چونکہ بادشاہ بیجاپور اور حیدر آباد کے فتح کرنے کا ارادہ دل میں رکھتا تھا اور یہ جو آگاہ امانت خان مسلمانوں کی آپس کی جنگ سے [۲۶۲] احتراز ضروری سمجھتا تھا، اس لیے اس نے استعفاء کا کاغذ، جو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا، پیش کر دیا ۔ بادشاہ قدر شناس نے پہلی ہی نظر میں اس کو بھانپ لیا اور اس کو ہمراہ نہ لیا بلکہ اورنگ آباد کی حفاظت پر چھوڑ دیا ۔ چند ماہ کے بعد ۱۰۹۵ھ (۱۶۸۴ء) میں امانت خان کا انتقال ہوگیا ۔ شہر (اورنگ آباد) کے جنوب کے اس حصے میں، جو عرفاں پناہ شاہ نور حمامی کی درگاہ سے متصل واقع ہے، دفن ہوا اس کے انتقال کی تاریخ لوگوں نے "سید بہشتی شد" نکالی ۱۰۹۵ھ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے بیدار دل بزرگوں کے اوپر لفظ موت کا

اطلاق کچھ رسمی ہی ہے کیونکہ وہ ظاہری اور باطنی نیکیوں کی وجہ ۲۹۰
سے ابدی زندگی حاصل کر لیتے ہیں : بیت

ہرگز نمردہ اند و نمیرند اہل دل
مرنے سے نام مرگ بریں قوم نوجوان

حقیقتوں کے جاننے والے میاں شاہ نور حمامی ، کہ جو صاحب کمال درویش تھے، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آدمی جو کچھ ہم سے مانگتے ہیں ، ان دنیا امرا کے پاس وہ چیز موجود ہے، اور اس سے ان کا اشارہ اس شناسا دل (امانت خاں) کی طرف ہوتا تھا ۔

خوافی خاں ، صاحب تاریخ اسے ایسا، کہ وہ صادق القول اور انصاف پسند آدمی ہے ، لکھتا ہے کہ (ایسے) دیانت دار جو حقیقت میں اپنی ترقی کا خیال نہ رکھے اور سرکار کے فائدے سے زیادہ مخلوق کے آرام کا خیال رکھے اور اس کی حکومت میں کسی کو مالی اور جانی نقصان نہ پہنچے، ہم نے امانت خاں کے سوا ایسا شخص بہت کم دیکھا اور سنا ہے ۔

بارہا مطالبہ دار عمل اور غریب زمیندار [۲۶۰] قید خانے میں ہلاکت کے قریب پہنچ جاتے تھے اور اس سے سرکار کو سوائے ظلم اور بدنامی کے کچھ حاصل نہ ہوتا تھا ۔ (امانت خاں) نے ہر شخص کی حیثیت سے کچھ کم ، وعدہ اور قسط کے طور پر منظور کرکے، رہا کر دیا ۔ چنانچہ ایک مرتبہ لاہور میں اخبار نویسوں کی تحریر سے بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اسی وجہ سے دو لاکھ روپے کا نقصان ہوا ہے ۔ بادشاہ کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی مگر جب بادشاہ کو کیفیت حال کی اطلاع ہوئی تو اس نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا ۔

دکن میں بھی دس بارہ لاکھ روپیہ پچھلے سالوں کا بقایا مفلوک الحال رعایا کے ذمے واجب الادا تھا ۔ حالانکہ ہر سال پیادے اور منصب دار

---

۱ - ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم صفحہ ۲۶۱

مقرر ہوتے تھے مگر ایک پیسہ بھی وصول نہیں کرتے تھے اور موقوف شدہ رقم خود لے کر چلے آتے تھے اور اس کی کوئی تحریر نہ ہوتی تھی۔ اسی طرح کی ایک بڑی رقم جو بعض زمینداروں کے ذمے پیشکش کے سلسلے میں واجب تھی، (امانت خان) نے یک قلم معاف کر دی۔

اتفاقاً ایک دن بادشاہ امانت خان کی دیانت کی تعریف کر رہا تھا۔ امانت خان نے عرض [illegible] خارج ہو [illegible] اور [illegible] ہو گا، [illegible] میں بادشاہ [illegible] باقی داروں کو معاف کر دیتا ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے آدمی نے خزانے کو [illegible] ہو۔ یہاں اس کی بات ختم ہوئی۔

واقعہ [illegible] (امانت خان) کی خدمت [illegible] منصب اس کے [illegible] دو ہزاری سے زیادہ [illegible] بادشاہ کے دل پر [illegible] انداز [illegible] بہادری کے دائرے میں [illegible] (بڑے [illegible] ہیں)۔ اگرچہ تمام بادشاہی ملازم ہوتے ہیں، لیکن وہ خدا ترسی اور [illegible] کی وجہ سے ان پر [illegible] اور اس وجہ سے کہ وہ آقا کی مرضی کے خلاف [illegible] استعفاء تیار رکھتا تھا۔ جب آگاہ بادشاہ اس کی بے غرضی [illegible] غور کرتے ہوئے چشم پوشی سے کام لیتا تھا۔ [۲۶۵]

لوگ ناصر خان خسی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتا تھا کہ امانت خان نے عالمگیر بادشاہ کے مزاج میں ایک عجیب مقام حاصل کر لیا تھا۔ جس زمانے میں بادشاہ اورنگ آباد میں آیا تو شہزادے معزالدین نے درخواست گزاری کہ ''ہمارا سامان و اسباب جگہ کی قلت کی وجہ سے شہر کے باہر پڑا ہوا ہے اور اس برسات میں خراب ہو رہا ہے۔ [illegible] بیگ مرحوم کی حویلیاں، کہ ان کا نام شہر بھر میں مشہور ہے وہ جو ابھی سرکاری ملکیت میں داخل ہوئی ہیں اور ابھی تک ورثاء نے

۱۔ ملاحظہ ہو خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۸۱ (ق)

ان کو خالی نہیں کیا ہے ، اسباب کی حفاظت کی غرض سے ہمیں مطلوب ہیں"۔ بادشاہ نے اس (سنجر بیگ) کے متعلقین کو حکم فرمایا مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی ۔ شہزادے نے دوبارہ بادشاہ کے حضور میں درخواست گزرانی ۔ بادشاہ نے محمد علی خاں خانساماں کو ، کہ جس کو بادشاہ کے حضور میں ایسا قرب و اعتبار حاصل تھا کہ جس میں کوئی شریک و سہیم نہیں ہوسکتا تھا ، حکم دیا کہ امانت خاں کے پاس ایک خاص شدہ بھیجا جائے کہ وہ شہزادے کے آدمیوں کے حوالے اس مکان کو کرے ۔ اس حق پرست (امانت خاں) نے اس حکم پر بھی توجہ نہ کی ۔ اتفاق سے ایک دن دونوں (امانت خاں و محمد علی خاں) بادشاہ کی سواری کے ساتھ تھے ، محمد علی خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شہزادے کی حویلی کے واسطے ہر چند سزاول مقرر کیا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ بادشاہ نے امانت خاں کی طرف دیکھا ، امانت خاں نے بلا جھجک عرض کیا کہ جب اس برق و باران کے موسم میں شہزادے کو جگہ نہیں مل رہی ہے تو سنجر بیگ کے آدمیوں کو کہاں سایہ نصیب ہو سکے گا ، میں تو اپنے آپ ڈرتا ہوں کہ میرے بھی بال بچے ہیں اور کل یہ دن ان کے لیے بھی ہے ۔ فوراً نوکری سے استعفے کا کاغذ پیش کر دیا کہ یہ کام کسی دوسرے کے سپرد کردیا جائے ۔ بادشاہ نے سر جھکا لیا اور کچھ نہ کہا ۔ [۲۶۶]

زندگی گزارنے میں امانت خاں امیروں کی طرح نہیں رہتا تھا اور دنیاداروں کے تکلفات سے بالکل واقف نہ تھا ، مروجہ فضل و کمالات سے بھی آراستہ تھا ۔ "ترجمہ شرعتہ الاسلام" کہ جو آداب شریعت میں ایک جامع کتاب ہے، اسی کی تالیفات میں سے ہے ۔ وہ خط شکستہ اور نستعلیق میں بہت مہارت رکھتا تھا ۔

اس کے سات لڑکے اور آٹھ لڑکیاں تھیں ۔ ان سب سے کافی اولاد ہوئی ۔ لیکن وزارت خاں ، کہ اس کا تخلص "گرامی" ہے ، وہ اس کا دوسرا لڑکا ہے اور اپنی نیکیوں کی وجہ سے ان سب میں ممتاز ہے ۔

نظم و سخن سے ذوق رکھتا تھا صاحب دیوان ہے - یہ شعر اسی کا ہے :

بیت

تا قافلهٔ سالار جنون فال سفر زد
دیوانهٔ ما دامن صحرا بکمر زد

اس (وزارت خان گرامی) کا ایک فرزند مبارک معین خان تھا ، اس سے کچھ پہلے وہ فوت ہو گیا - اس کے کوئی اولاد نہ تھی - امانت خان کے دوسرے فرزندوں مثلاً میر عبدالقادر دیانت خان ، میر حسین امانت خان ثانی اور کاظم خان جو اس کتاب کے مصنف کے براہ راست دادا ہیں ، کے حالات علیحدہ لکھے گئے ہیں -

یہ اس بزرگوار (امانت خان) کی حسن نیت تھی کہ اس انقلاب آفرین زمانے میں ، جب یک بارگی ہی عظیم الشان خاندان ذلت و خواری میں مبتلا ہو گئے ہیں اور آنکھ جھپکتے ہی صاحب عزت ، ذلیل و خوار ہو گئے ہیں - اس کی اولاد کی چار پشتیں اس تحریر کے وقت ١١٥٩ھ (١٧٤٦ع) تک عزت و آبرو کے ساتھ [٢٦٧] دکن کی دیوانی اور دوسرے عمدہ عہدوں پر بغیر کسی آشوب زمانہ کے سرفراز ہیں ، کسی دوسرے کے سلسلے میں ایسا کم دیکھا گیا ہے -

٦٠

ایرج خان

قزل باش خان افشار کا لڑکا ہے - اپنی نیکی اور بہادری کی وجہ سے مشہور ہوا - اس سے بہادری اور جرأت کا ظہور ہوا - دکن کے توپ خانے کی داروغگی کے زمانے میں اپنی کارگزاری اور بے غرضی کی وجہ سے بہت مشہور ہوا - جب بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کا باپ احمد نگر کے قلعدار کی حیثیت سے مر گیا تو اصل و اضافہ کے بعد اس (ایرج خان) کا منصب ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کا قرار پایا-

"خاں" کا خطاب ملا ۔ قلعہ مذکور (احمد نگر) کی محافظت اس کے سپرد ہوئی ۔ اپنی فطری ہمت اور ذاتی کرم کی وجہ سے اپنے باپ کے ملازمین کو علاحدہ نہ کیا کہ وہ متفرق ہوجائیں ۔ سپاہ اور شاگرد پیشہ ہر ایک کا خیال رکھا اور نیک نامی حاصل کی ۔ اپنی سعادت مندی اور نیک اندیشی سے باپ کے قرض کو اپنے ذمے لے لیا اور اپنے خاندان اور رشتہ داروں کی پرورش کی ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانصدی کا اضافہ ہؤا ۔ اور قراول خان کے انتقال کے بعد صوبہ دکن میں پاتھری کی تھانے داری پر ایرج خاں مقرر ہؤا ۔ اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں میر توزک کے عہدے پر سرفراز ہؤا ۔

جب بادشاہزادہ داراشکوہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ قندھار کی مہم پر مقرر ہؤا تو ایرج خاں بخشی گری پر مقرر ہؤا اور اس کو علم عطا ہؤا ۔ اس مہم سے واپس آنے کے بعد ایرج خاں ، جمو اور ڈنگرہ کی فوج داری پر مقرر ہؤا اور کوہستان کے علاقے کے ستاون محال اس کو انعام میں ملے ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں [۱۰۶۶] جب شہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر ناظم دکن، علی عادل شاہ کی تنبیہ اور اس کے ملک کے تاخت و تاراج کرنے پر مقرر ہؤا تو ایرج خاں ، میر جملہ کے ساتھ گیا جو بادشاہ کے حضور سے ایک بھاری لشکر لے کر شہزادے کی مدد کے لیے گیا تھا قلعہ بیدر کے فتح ہونے کے بعد شہزادہ (اورنگ زیب) نے ایرج خاں کو نصرت خاں اور کارطلب خاں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف روانہ کیا کیونکہ اس طرف سیوا اور مناجی بھونسلہ کے آدمی فساد مچا رہے تھے ۔

جب شاہجہاں بادشاہ بیمار ہؤا تو داراشکوہ ، جو ہمیشہ بھائیوں کو نیچا دکھانے کی کوشش میں رہتا تھا ، اپنی تدابیر اور طاقت کے باوجود اس میں کامیاب نہ ہوسکا ۔ اس نے فوجی مددگار امیروں کو سزاولوں کے ذریعے حضور شاہی میں طلب کرلیا ۔ ایرج خاں، جو داراشکوہ سے بہت تعلق

رکھتا تھا اور اپنے کو دارا شکوہ ہی سمجھتا تھا، نجابت خاں کے بڑے لڑکے معتقد خاں کے ہمراہ علی الاعلان ہندوستان کے لیے چل دیا۔ کہتے ہیں کہ شہزادے (اورنگ زیب) نے برہان پور کے نائب، وزیر خاں کو لکھ دیا کہ دونوں (ایرج خاں و معتقد خاں) کی دلدہی کر کے ان کی نگرانی کی جائے تا بذریعہ فریب اور دھوکے سے ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ جب وہ دونوں برہان پور کے شہر میں پہنچے تو وزیر خاں نے ضیافت کی تقریب کے بہانے سے انہیں بلانا چاہا۔ وہ اس دعوت کو قبول کرنا چاہتے تھے مگر انہیں معلوم ہو گیا کہ دال میں کالا ہے۔ اسی وقت کوچ کر کے راستے پر چل پڑے اور دربار نے بر ملا سے شہزادے (اورنگ زیب) بہادر کے قاصدوں کے ذریعہ ایرج خاں نے یہ شعر لکھ کر بھیجا۔ ظاہر ہے کہ یہ وزیر خاں کو بھیجا ہو گا۔ [۲۶۰]

بیت

صد مکر نہ از بوزنہ بیاید که ز دست
صد گور شود ریش که از آب گرمہ

جب ایرج خاں، شاہجہاں کے حضور میں پہنچا تو مشرقی اضلاع میں سے کسی ایک کی فوج داری اس کو ملی اور جنگ کے زمانے میں دارا شکوہ کے اشارے پر وہ ایک بڑی جماعت کے ساتھ مستقر الخلافہ (اکبر آباد) کی طرف روانہ ہوا اور وہ بروقت نہ پہنچ سکا۔ جب عالمگیر کی کامیابی کے نقارے بجنے لگے اور دارا شکوہ جنگلوں میں بھاگ گیا تو اس کے بعد ایرج خاں نے بہت شرمندگی کا اظہار کیا اور عمدۃ الملک جعفر خاں کی سفارش سے اس کی خطائیں معاف ہوئیں اور وہ مراحم خسروانہ سے سرفراز ہوا۔ اسی زمانے میں ایرج خاں مالوہ کی صوبے داری پر روانہ ہوا۔ ایرج خاں اس صوبے کے فوجی مددگار امراء میں شامل کیا گیا۔

تیسرے سال جلوس عالمگیری میں صوبۂ مالوہ میں بھیلسہ کی فوج داری پر مقرر ہوا اور اس کے بعد ایلچ پور کی فوج داری ملی۔ جب

نویں سال جلوس عالمگیری میں دلیر خان ، چاندا اور دیوگڑھ کی
پیشکش وصول کرنے کے لیے مقرر ہؤا تو ایرج خان اس کی رفاقت میں
مقرر ہؤا ۔ اس نے اس مہم میں خوب اچھی طرح امداد دی اور بادشاہ کے
الطاف و عنایات کا مستحق ہؤا ۔ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری
پانسو ذات اور دو ہزار سوار کا منصب مقرر ہؤا ۔ ایک زمانے تک دکن میں
تعینات رہنے کے بعد پانسویں سال جلوس عالمگیری میں
خان زماں کی جگہ پانچ سوار کی فوجداری پر
چوبیسویں سال جلوس عالمگیری میں صوبہ [۱۰۹۰ھ]
مقرر ہؤا ۔ اس کے بعد صوبہ برار کا صوبہ دار مقرر ہوا ۔
جلوس عالمگیری کے شروع میں ۲۳ ۔ رمضان ۱۰۹۶ھ
۱۶۸۵ء) کو ایرج خان کا انتقال ہؤا ، وہ اپنے باغ میں
ایلچ پور کی دیوار سے ملا ہؤا ہے ۔
محلہ آباد کیا اور قصبے کے مقابل دریا کے کنارے
ہے ، رہنے کے لیے مکان بنوایا ۔ اب تک اس کے خاندان کے
رہتے ہیں ۔

ایرج خان بہت خوش وضع اور لوگوں سے سلوک
اچھے اچھے کھانے خوب کھاتا تھا ۔ چونکہ
اس کی معیشت اور حیثیت زیادہ تھی ، اس
رہتا تھا ۔ میر صادق خان کی لڑکی
اس وجہ سے وہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ
خاتون سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور وہ
تھے ، ان میں سے کسی
لائق تھا ۔ وہ کچھ دنوں
عالمگیر شاہی کا نائب تھا ۔

چونکہ ایرج خان کا
محاصرے کا ذمہ دار ہؤا اس لیے مرائے اور پورا

[illegible] ہو گیا۔ مرزا عبدالرضا لاولد تھا۔ اس کی بیوی ایک نیک خاتون [illegible] بیگم کے نام سے مشہور تھی۔ مرنے کے وقت تک اس نے [illegible] شائستگی سے بسر کی۔ دربعد [illegible] وہی پوری کی [illegible]

[illegible] دوسرا لڑکا مرزا منوچہر تھا کہ جو جوانی ہی میں [illegible] اوباش [illegible] تھا۔ [illegible] بیگم سے [illegible] لیا او [illegible] اس خاندان [illegible] بیگم [illegible] لڑکا [illegible] میں [illegible] لڑکے [illegible] ہیں۔

[illegible] سادہ [illegible] میں گزاری۔ [illegible] شعر و سخن کا شوق [illegible] ہر طرح کی [illegible]

نسب

[illegible]

۶۱

اشرف خاں میر محمد اشرف

اسلام خاں مشہدی کا بڑا لڑکا ہے۔ وہ روحانی کمالات کا جامع اور انسانی فضائل میں مشہور تھا۔ جب اس کا والد مرتبہ نائب دکن کا ناظم تھا تو وہ اپنے باپ کی طرف سے شہر برہان پور کے انتظام پر مقرر تھا۔ جب اس کے والد کا انتقال ہو گیا۔ [۱۰۵۷] تو اشرف خاں کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا۔ اور وہ بادشاہ کی عنایت سے ہزار اور پانسو ذات اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں داروغگیٔ داغ کے منصب پر مقرر ہوا۔ جب ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دارا شکوہ ایک بھاری فوج کے ساتھ قندھار کی مہم پر گیا تو میر مذکور (اشرف خاں) کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا۔ اس فوج کی دیوانی کا عہدہ اور ''اعتماد خاں'' کا خطاب ملا۔ اس کے بعد شاہی کتب خانے کا داروغہ مقرر ہوا۔ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آخر میں کہ یہی زمانہ شاہجہاں کی فرماں روائی کے اختتام کا ہے۔ وہ سلیمان شکوہ کی فوج کی دیوانی اور بخشی گری پر مقرر ہوا کہ جو مرزا راجا جے سنگھ کی اتالیقی میں شجاع کے خلاف روانہ ہوگئی تھی۔

جنگ سموگڑھ اور دارا شکوہ کی شکست کے بعد (جب عالم گیر) تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوا تو اشرف خاں سلیمان شکوہ کی ہمراہی چھوڑ کر اور اسلام آباد (متھرا) سے روانہ ہو کر عالم گیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور منصب سے سرفراز ہوا۔ اسی زمانے میں جب بادشاہ نے دارا شکوہ کے تعاقب میں دریائے ستلج عبور کیا تو اشرف خاں، لشکر خاں کی بجائے کشمیر کی صوبے داری پر مقرر ہوا اور چوتھے سال جلوس عالم گیری میں نام کی مناسبت سے اسے اشرف خاں کا خطاب ملا۔

دسویں سال جلوس عالم گیری میں رضوی خاں بخاری کی بجائے وہ بیگم صاحبہ کی سرکار کا دیوان مقرر ہوا۔ تیرھویں سال جلوس عالم گیری

میں تین ہزاری منصب [۳۰۲] اور خانساماں کا عہدہ ملا ۔ ایک مدت تک اس عہدے پر رہا ۔ اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں واقعہ خوانی کی خدمت پر مامور ہوا ۔ جب چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں بخت خاں میر بخشی مر گیا تو اشرف خاں بخشی اول مقرر ہوا ۔ اس نے بہت سمجھ بوجھ اور ملائمت سے کام انجام دیا ۔

بیسویں سال جلوس عالم گیری میں ۹ ذی قعدہ ۱۰۹۲ھ (۱۶۸۱ء ۔ ۱۶۸۶ء) کو ، جب کہ شیخ نجا پور کو پہنچ دن ہوئے تھے ، اس کا انتقال ہو گیا ۔ بزرگی ، عبادت ، پرہیزگاری اور زندگی کی صفات سے متصف تھا ۔ تصوف کا بہت ذوق رکھتا تھا ۔ اس نے مثنوی مولانا روم کا انتخاب کیا تھا اور اس کے مطالعے سے لطف اندوز ہوتا تھا ۔ خط نسخ ، شکستہ ، تعلیق اور نستعلیق میں بہت کمال رکھتا تھا ۔ چھوٹے اور بڑے اس کی شکستہ نویسی کا نمونہ بنا کر اپنی مشق درست کرتے تھے ۔ اس کے کوئی لڑکا نہ تھا ۔

۶۲

آغر خاں ا پیر محمد

(پیر محمد) نام عالم گیر کے زمانے کے امراء میں سے ہے ۔ اس قوم کا نسب آغر کے نام پر منتہی ہوتا ہے جو نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی میں تھا لہٰذا اس قوم نے یہ لفظ بطور لقب استعمال کیا ہے ، اس قوم کے اولاد آدمی مردمی اور بہادری میں مشہور ہیں۔ انہوں نے ہر جگہ جانفشانی دکھا کر بہادری میں نام پیدا کیا ہے ۔ شاہجہاں بادشاہ کی سلطنت کے زمانے میں ایک شخص حسین قلی نے جو اسی قوم سے تعلق رکھتا تھا ، اپنے آدمیوں کے ساتھ آ کر بادشاہ کی نوکری کر لی اور ایک ہزار اور پانسو

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو آکبر نامہ (جلد اول صفحہ ۱۷۱، ترجمہ انگریزی) اس میں آغوزن کا حوالہ ہے نیز ملاحظہ ہو عالم گیر نامہ صفحہ ۵۲۱ (انگریزی مترجم بیوریج نے آغز خاں نام اختیار کیا ہے) (ق)

ذات [۳۷۰۲] اور آٹھ سو سوار کا منصب اور خاں کا خطاب پایا۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں حسین قلی خاں فوت ہؤا۔

پہلے سال جلوس عالم گیری میں آغر خاں پیر محمد ادبے قبولے کا سردار مقرر ہؤا اور شہزادہ محمد سلطان و معظم خاں کے ہمراہ محمد شجاع کے تعاقب میں بنگالہ کی طرف روانہ ہؤا۔ وہاں اس نے لڑائیوں میں بہت دلیری اور بہادری دکھائی اور اچھے کارنامے انجام دیے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن بادشاہی لشکر کو دریائے گنگا عبور کرنا تھا اور دریا کے اس طرف محمد شجاع کے آدمی جنگی سامان کے ساتھ راستہ روکے ہوئے تھے۔ آغر خاں پیر محمد جو بادشاہی فوج میں لشکر کے پیش رو کی حیثیت سے مامور تھا۔ اور دلیر خاں ہراول کے آگے آگے جا رہا تھا، اس نے گھوڑے کو پانی میں ڈال دیا۔ جیسے ہی کہ وہ کنارے کے اوپر آیا تو عجیب معرکہ رہا۔ ایک مست ہاتھی نے کہ جو دشمن کی فوج کے آگے تھا اس کو گھوڑے کے ساتھ اپنی سونڈ میں اٹھا کر دور پھینک دیا۔ آغر خاں پیر محمد نے اسی گرمی میں شمشیر کی ضرب سے فیل بان کا کام تمام کر دیا اور خود اس پر بیٹھ گیا۔ دلیر خاں یہ ماجرا اپنی آنکھ سے دیکھ کر اسی دوران میں پیچھے سے آ گیا اور تعریف کرتے ہوئے اس کے گرد گھومنے لگا۔ آغر خاں پیر محمد نے کہا کہ میں نے یہ ہاتھی آپ کے لیے لیا ہے، مجھے تو کوتل گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا مل جائے۔ دلیر خاں نے کہا ہاتھی بھی تمہیں مبارک ہووے اور دو اچھے گھوڑے اس کے پاس بھیج دیے[۱]۔

غرض آغر خاں پیر محمد تیسرے سال جلوس عالم گیری میں خاں کے خطاب سے سرفراز ہؤا۔ اور خانخاناں (میر جملہ) کے ساتھ آسام کی مہم پر روانہ ہؤا۔ اس نے بڑے مشکل کام انجام کو پہنچائے، خانخاناں اس کی کوششوں سے راضی تھا لیکن چونکہ اس کے مغل سپاہی [۲۷۵] رعایا پر ظلم کرتے تھے اور انتظام میں رکاوٹ ڈالتے تھے، مخالفت کا کوئی نتیجہ

---

۱ - ملاحظہ ہو منتخب اللباب از خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۵ (ق)

نہیں نکلتا تھا، آخر خانخاناں اس (آغر خاں پیر محمد) سے غصب برتنے لگا۔ اسی وجہ سے آغر خاں کشیدہ خاطر ہوا اور پانچویں سال جلوس عالم گیری میں وہ خانخاناں سے علیحدہ ہو کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا۔

خانخاناں نے یہ شقہ لکھ کر اپنے بیٹے امین خاں کو، جو مرشدی تھا، بھیج دی اور اس نے بادشاہ سے عرض کر دی لیکن آغر خاں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے اور سلام کرنے کی سعادت ہوگئی، منصب ضبط اور خطاب سلب ہوا۔ اس کے بعد منصب بحال ہوا اور خطابات سے سرفراز ہوا۔ پھر دکن کے فوجی دکروں میں شامل ہوا اور وہ اس صوبے میں خیمہ کے نمانوں کی سیہ کے لیے مقرر ہوا کہ جو ہمیشہ سے فساد کرتے رہتے ہیں۔ اس نے (ان کی تنبیہ) میں خوب کوشش کی اور ان کو مارنے کاٹنے اور ان کی بستیوں اور مکانوں کے لوٹنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا۔ دکن کی مہم پر مقرر ہوا کہ جہاں سیوا بھونسلہ نے سرکشی شروع کی ہوئی۔ وہاں بھی اس نے خوب بہادری کے جوہر دکھائے اور دو مرتبہ مرہٹہ کی فوج پر چڑھائی کی اور اس کو شکست دی۔ اس کے بعد پھر حسب الحکم دربار شاہی میں حاضر ہوا اور سترھویں سال جلوس عالم گیری میں افاغنہ کابل کی مہم پر روانہ ہوا۔ اس مرتبہ بھی جیسی کہ بہادری اور شجاعت چاہیے تھی، ان کی تنبیہ و تادیب میں ظاہر کی۔ اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری میں جگدلک کا تھانے دار مقرر ہوا۔ چوبیسویں سال جلوس عالمگیری میں کابل کی راہ داری پر مقرر ہوا اور اس کو نقارہ مرحمت ہوا۔ کئی سال دارالملک (کابل) میں بادشاہی خدمات کی انجام دہی میں مصروف رہا۔ پینتیسویں سال جلوس عالم گیری

۱۔ ملاحظہ ہو عالم گیر نامہ صفحہ ۱۰۵۹ نیز خافی خاں جلد دوم صفحہ ۲۳۷ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آغر خاں کے متعلق ایک نظم بھی لکھی گئی جو آغر نامہ کے نام سے مشہور ہوئی (ق)

میں بادشاہ نے اس کو دکن سے بلایا ، جب وہ نواح اکبر آباد میں پہنچا کہ اس زمانے میں وہاں جاٹوں نے سرکشی اور لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ جاٹوں نے ایک قافلے پر تاخت کی [۲۷٦] اور چند گاڑیاں ، جو پیچھے رہ گئی تھیں ، ان کو لوٹ لیا اور آدمیوں کو قید کر لیا ۔ جب آغر خاں پیر محمد کو یہ اطلاع ملی تو وہ ان کی گڑھی پر حملہ آور ہؤا ۔ قیدیوں کو ان کے چنگل سے چھڑایا اور بہادرانہ دوسری گڑھی کے محاصرے میں مشغول ہو گیا ۔ اسی دوران میں اس کے بندوق کی گولی لگی اور ۱۱۰۲ھ (۱٦۹۱ء) میں اس نے دارالحرب کی راہ لی ۔ اس کا بیٹا آغر خاں ثانی ہے ، رفتہ رفتہ وہ بھی اپنے باپ کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں وہ زندہ تھا ۔ اس نے بلند رتبہ پایا اور مشہور ہؤا۔ جب اس کا وقت آ گیا تو مر گیا۔

٦۳

ارسلان خاں

اللہ وردی خاں اول کا لڑکا ہے ، ارسلان قلی نام تھا ۔ پانچویں سال جلوس عالم گیری میں خواجہ صادق بدخشی کی بجائے بداس کا فوج دار مقرر ہؤا ۔ ساتویں سال جلوس عالم گیری میں ضیاء الدین خان کی بجائے سیوستان (صوبہ ٹھٹھہ) کا فوج دار مقرر ہؤا ۔ اصل و اضافہ کے بعد ہزاری ذات اور نو سو سوار کے منصب پر فائز ہؤا ، ان میں سے سات سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے اور ارسلان خاں کا خطاب ملا ۔ دسویں سال جلوس عالم گیری میں سلطان پور بلہری کا فوج دار مقرر ہؤا ۔ دو ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب ملا ۔ چالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہؤا ۔ اس کا باقی حال سننے میں نہیں آیا ۔

٦۴

امیر خاں میر میراں

خلیل اللہ خاں یزدی کا لڑکا ہے ۔ اس کی والدہ ماجدہ حمیدہ بانو بیگم [۲۷۷] ، سیف خاں کی بیٹی اور یمین الدولہ آصف خاں

کی سواری تھی۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں
...سو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ ہزاری اور پانسو ذات اور پانسو سوار کے
منصب پر سرفراز ہوا اور میر توزک کا عہدہ ملا۔ جب اکتیسویں سال
جلوس شاہجہانی میں خلیل اللہ خان، دہلی کا صوبے دار ہوا تو اس کو
"... خان" کا خطاب ملا اور وہ بھی خلیل اللہ خان کے ہمراہ متعین ہوا۔
عالمگیر بادشاہ کے عہد میں اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس کے
منصب میں اضافہ ہوا اور وہ کوہستان جموں کا فوج دار مقرر ہوا۔

دسویں سال جلوس عالمگیری میں محمد امین خان میر بخشی کے
ہمراہ افغانی گروہ یوسف زئی کی تادیب کے لیے مقرر ہوا۔ سردار
(حسن خان) نے اس (امیر خان میر میران) کو ایک جماعت کے ساتھ
بہادر گڑھ کے نوح ... کہ جو لشکر لوٹ کے نزدیک ہے، مقرر کیا۔
۱، ... و جوار کے گاؤں کو غارت کر کے کوہ گڑھ سار کی وادی میں
آ گیا اور چند دوسرے گاؤں کو آگ لگا کر خاک کر دیا اور بہت سے
مویشیوں کو لے کر لشکر میں واپس آ گیا۔ بارھویں سال جلوس
عالمگیری میں حسن علی خان کی جگہ وہ منصب داران جلو کی داروغگی
پر مقرر ہوا اور اسی سال میں الہ وردی خان عالمگیری کے انتقال کے
بعد وہ الہ آباد کا صوبے دار مقرر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری
ذات اور تین ہزار سوار دو اسپہ کے منصب پر سرفراز ہوا۔ چودھویں سال
جلوس عالمگیری میں عہدے سے معزول ہو کر حاضر دربار ہوا۔
کچھ دنوں کے بعد کسی وجہ سے منصب بھی ضبط ہو گیا اور اس پر
عتاب نازل ہوا اور اسی سال وہ بحال بھی ہو گیا [۲۷۸]۔ جب سترھویں
سال جلوس عالمگیری میں وہ بادشاہ کی طرف سے ایرج پور کا فوج دار
نام زد ہوا تو اس نے اس کام پر جانے سے منع کیا، چنانچہ وہ اپنے
منصب سے معزول ہوا اور اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اٹھارھویں

۱ - یہ اقتباس عالم گیر نامہ سے لیا گیا ہے کوہ گڑھ سار ایبٹ آباد کے
نزدیک ہے۔ (ب)

سال جلوس عالمگیری میں پھر اس پر شاہی عنایات ہوئیں اور امیر خاں کا خطاب ملا ، منصب اور مرتبے میں اضافہ ہؤا اور صوبۂ بہار کی حکومت پر سرفراز ہؤا ۔ وہاں عالم، اسماعیل اور شاہجہان پور وکانت گولہ کے دوسرے افغانوں کی تنبیہ وتادیب میں بہت کوشش کی[1] اور ان کو جو شاہی فوج کے غلبے کے بعد قلعے میں بند گزین ہو گئے تھے ، گرفتار کر لیا ۔ انیسویں سال جلوس عالمگیری میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور پھر شاہ عالم بہادر کی رکاب میں کابل کی مہم پر روانہ ہو گیا ۔

مدت سے یہ علاقہ افغان قبائل کی سکونت کی وجہ سے شور و فساد کا مرکز بنا ہؤا تھا ۔ خاص طور سے آخر بادشاہ کے زمانے میں ہر گروہ نے بغاوت اور فتنہ انگیزی اختیار کر لی تھی۔ اسی فتنہ انگیزی کی وجہ سے آپس میں متحد ہوگئے اور بغاوت پر تیار ہوگئے۔ شاہی فوجوں نے بدسرشت فتنہ پردازوں کو برباد کرنے کی غرض سے مدتوں اس علاقے کو گھوڑوں کے سموں سے روندا ہے۔ جب قتل و غارت اندازے سے زیادہ ہؤا تو بدنصیب گروہ راستے پر آیا۔ ہر چند بہت سے لوگ ناکامی اورکم مائی کی وجہ سے پراگندہ اور منتشر ہوگئےمگر تب بھی ان شر پسندوں کی بغاوت و فساد کی آگ کا شعلہ بالکل دفع نہیں ہؤا ہے اور ہمیشہ یہ ہی لڑائی تازہ رہتی ہے۔ سعید خاں بہادر ظفر جنگ نے تلوار کی قوت سے [۲۷۹] اس بد سرشت گروہ کے فساد کے دشمنوں کو ختم کر دیا ۔

اس کے بعد دارالملک کابل میں شاہجہان بادشاہ کے عہد اور ان بھاری بھاری شاہی فوجوں کی آمد و رفت شروع ہوئی کہ جن کا بلخ و بدخشان کی تسخیر اور قندھار کی مہم کے لیے جانا اس راستے سے طے ہؤا تھا ۔ ان (افغانوں) میں سے بہت سوں نے شورش وفساد ترک کر دیا اور شاہی اطاعت قبول کرلی ۔ اور بہت سے خود سروں نے بھی جو اپنے علاقے میں رہتے تھے

---

۱ ـ کانت گولہ اور شاہجہان پور ، بہار میں نہیں بلکہ روہیل کھنڈ (یو پی) میں ہیں (ق) ان مقامات کے متعلق امیر خاں کی رپورٹ مآثر عالم گیری (صفحہ ۱۴۶) میں ملاحظہ ہو (ب)

اطاعت قبول نہیں کی تھی اپنی عادت چھوڑ دی۔ غرض کہ اس علاقے
[illegible] اچھی طرح نظم و نسق قائم ہو گیا اور بظاہر امن قائم ہو گیا۔
اس کے بعد جب عالمگیر بادشاہ کا دور شروع ہوا تو صوبے داروں
[illegible] اور غفلت سے ان [illegible] سرکشوں نے پھر فساد کا ارادہ
[illegible] شروع کر دی۔ چوہوں کے جھنے کی طرح
[illegible] چھوٹ پڑے اور ٹڈی دل کی طرح پھیل پڑے اور چیونٹیوں کی طرح
[illegible] چھا گئے۔ پس بادشاہی [illegible] ان بدخواہوں کی
[illegible] بربادی میں [illegible] ہو گئیں اور بڑے بڑے سرداروں نے
[illegible] معاملے میں اپنی [illegible] عاجز کر
[illegible] آ گئیں اور [illegible] اور ان کے
[illegible] ہوا۔ (مہابت خان) لاہور واپس آنے کے بعد
[illegible] اس [illegible] پر روانہ
[illegible] نے اپنے [illegible] [۲۸۰] اور [illegible] عیب [illegible]
[illegible] صاحب حکومت اکثر صاحب اہتمام ہوتے ہیں، اس [illegible]
[illegible] ولایت کے [illegible] خان کی صوبے داری پر منحصر
[illegible] بادشاہ کے حضور میں لکھ بھیجی۔

[illegible] خان بیسویں سال جلوس میں ۔ محرم ۱۰۸۶ھ (۲ فروری
[illegible]ء)[1] کو اعظم خان کوکہ کی جگہ اس صوبے کا ناظم مقرر ہوا۔
[illegible] خان نے پہلے پشاور کے قرب و جوار کے افغانوں کی تادیب کے لئے
[illegible] خان کو ہراول کے طور پر بھیجا کہ وہ ان کو واقعی سزا دے اور
[illegible] خان مذکور کی سرداری میں ایک فوج [illegible] پر روانہ ہوئی۔
[illegible] خان نے اس علاقے میں بہت افغان مارے اور پھر ایمل خان سے معاملہ
[illegible] کہ جس نے کوہستان میں اپنے کو بادشاہ مشہور کر رکھا تھا اور
اس کے نام کا سکہ چلتا تھا۔ وہ (ایمل خان) بڑی بہادری اور دلیری سے
اس حالت میں ثابت قدم رہا جب اس کے آدمی بھاگنے شروع ہو گئے

۱۔ متن کتاب میں ۱۰۰۸ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (ب)

اور قریب تھا کہ وہ مارا جائے کہ اس کے کچھ بھی خواہوں نے جاں نثاری دکھائی ۔ وہ اس کو مجبور کرکے اس مہلکے سے نکال لے گئے۔ امیر خاں اس قوت کے نمایاں مظاہرے کے بعد ان غیر مہذب لوگوں کی تالیف قلوب اور دل جوئی میں بتدریج مشغول ہوا کہ اس گروہ کے سردار امیر خاں سے مانوس ہو گئے اور بے خوف و خطر امیر کے پاس آنے جانے لگے اور حساب ادا کرنے لگے ۔ الغرض اس کے دور حکومت میں امیر خاں کو پھر کوئی مشکل پیش نہ آئی اور نہ کوئی خرابی اور بدانتظامی واقع ہوئی ۔ بیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں ۲۷ ۔ شوال ۱۱۰۹ھ (۲۷ اپریل ۱۶۹۸ء) کو امیر خاں کا انتقال ہوا ۔ [۲۰۱]

وہ شیعہ مذہب کے عقائد میں بہت متعصب تھا ۔ ایران کے فضلاء اور صلحاء کو بہت روپیہ بھیجا کرتا تھا ۔ وہ دارالخلافہ (دہلی) میں اپنے باپ (خلیل اللہ خاں یزدی) کے مقبرے میں دفن ہوا ۔

وہ بہت دانشمند اور خرد مند امیر تھا ۔ اگر زمانے کے مدبرین اور متدبرین کلی یا جزوی طور سے مدد اس (امیر خاں) سے حاصل کریں تو مناسب ہے ۔ اس کی حکیمانہ فکر ملک سے فساد کو دفع کر دیتی تھی ۔ اس کی زمانے کی نبض شناس نگاہ سوتے ہوئے فتنے کی رگ کو پکڑ لیتی تھی ۔ اس کے عجیب و غریب کارنامے ظالموں کو عاجز کر دیتے تھے ۔ اور اس کی کوششوں سے ڈاکو اور رہزن ختم ہو جاتے تھے ۔ وہ ظلم کی بنیاد گرا دیتا تھا ۔ ستم کو دفع کرتا تھا ۔ بڑا بلند اقبال اور صاحب دولت تھا ۔ وہ اپنے فکر کے باغیچے میں جو پودے لگاتا تھا ، تقدیر الٰہی سے وہ بار آور ہوتے تھے ۔ اس کا ارادہ ہمیشہ پورا ہوتا تھا اور اس کی امیدیں ہمیشہ مقصد ور ہوتی تھیں ۔

اس نے افغان سرداروں کی جو نہایت مفسد اور خود سر تھے ، اس طرح دل جوئی کی کہ وہ دوستی کے خواہش مند ہو گئے ۔ ان وحشی نژادوں کو جو دوستی سے بھاگتے تھے اپنے خلوص اور دوستی میں ایسا گرفتار کیا کہ انھوں نے خود اطاعت قبول کر لی ۔ اس کی عقل مندی کے

[illegible] ملاحظہ ہوں کہ اس قوم کے سرداروں میں نزاع تھوڑا کر کے
[illegible] ایک دوسرے سے لڑا دیں اور عجب بات یہ ہے کہ ہر ایک
[illegible] خان کے منصوبے میں اپنی بھلائی سمجھتا تھا۔ [۰۱۲]

[illegible] ہیں کہ جب قوم افغان کے گروہوں میں سے کوئی ایسا [illegible] تھا کہ [illegible] خان نے اس [illegible] آگ ہو۔ جو کوئی بھی بھائی [illegible] تھا [illegible] روز کا سامان [illegible] کے ادھر [illegible] ہو گیا۔ ایک بڑا [illegible] ہجوم جمع ہو گیا [illegible] دفعیہ اور تلافی صورت [illegible] کی [illegible] نہ تھی۔ اسمٰعیل خان پریشان ہوا اور اس نے عبداللہ خان کی [illegible] مشہور منصب دار اور [illegible] مدد کی [illegible] تھا [illegible] فہم و فراست مشہور تھی، ایک چھوٹا حصہ [illegible] گروہ کے [illegible] کے [illegible] لکھوایا [illegible] سے [illegible] ہونے والی بات کے [illegible] منصب داروں کے قبضے میں [illegible] جائے، محمد اللہ کہ [illegible] پوری ہوئی، اس (اسمٰعیل خان) کے حالات سے کہ جس کو [illegible] اپنے نجات [illegible] ہے، ہم [illegible] اگر وہ سلطنت کے [illegible] تو [illegible] لکھیں تا کہ ہم بھی آ جائیں کیونکہ مغلوں کی نوکری [illegible] تھوڑی سے کی ہے۔ انہوں نے جواب میں اسمٰعیل خان کی تعریف لکھی [illegible] عبداللہ خان خویشگی) کو اپنے پاس آنے کی ترغیب دلائی۔ عبداللہ خان نے پھر لکھا کہ اس کے یہ اوصاف ہمیں تسلیم ہیں لیکن ریاست میں عمدہ [illegible] یہ ہے کہ سب کے ساتھ انصاف اور رعایت برتی جائے لہذا بطور [illegible] خان اس کو تکلیف دیں کہ جو کچھ ملک اس کے قبضے میں ہے اسے [illegible] قوم میں تقسیم کر دے۔ اگر وہ کچھ بودا یا طرف دار ہوگا تو ظاہر ہو جائے گا۔ تمام گروہوں کے سرداروں نے اس رائے پر عمل کرتے ہوئے (اسمٰعیل خان) سے کہا۔ اس نے مزاحمت کی کہ تھوڑا سا ملک بہت سے لوگوں میں کس طرح تقسیم کیا جائے۔ اس بات سے نزاع اور اختلاف پیدا ہو گیا، بہت سے جاہل اور عوام اٹھ کر چل دیے۔ مجبوراً اس نے تقسیم شروع کی۔ چونکہ اس نے اپنے گروہ اور ان لوگوں کی جو اس کے قریب

تھے مراعات ضروری سمجھی ۔ دوبارہ پھر اختلاف اور جھگڑا شروع ہو گیا [۲۸۳] ہر سردار اور سر پنچ نے اپنے وطن کا راستہ لیا ۔ اور عبداللہ خان کے شکر گزار ہوئے ۔

اس (امیر خان) کی صاحب احترام بیوی 'صاحب جی' کے لقب سے مشہور تھی اور وہ علی مردان خان امیر الامراء کی لڑکی تھی ۔ عجیب صاحب فہم و فراست اور کارشناس خاتون تھی ۔ زیادہ تر ملکی اور مالی معاملات میں (اپنے شوہر کی) شریک و سہیم رہتی تھی ۔ اور اسی نیک اندیشی اور معاملہ فہمی سے عمدہ کارہائے انجام دیتی تھی ۔

کہتے ہیں کہ ایک رات کو کابل کے واقعات سے امیر خان کے انتقال کی خبر عالمگیر بادشاہ کو معلوم ہوئی ۔ اسی وقت ارشد خان کو جو مدت تک کابل کا دیوان رہا تھا اور اس زمانے میں خالصہ کی دیوانی پر مقرر تھا بلا کر پرسانی کے ساتھ کہا "بڑی مصیبت آ گئی کہ امیر خان مر گیا اور وہ ملک (حاکم سے) خالی ہو گیا جو ہزارہا مصیبتوں اور فتنہ انگیزیوں سے بھرا ہوا ہے، دوسرے سردار کے پہنچنے تک ممکن ہے کوئی فساد اٹھ کھڑا ہو" ۔ ارشد خان نے جرأت سے عرض کیا کہ امیر خان زندہ ہے کون کہتا ہے کہ مر گیا ۔ بادشاہ نے 'سوانح' کا حوالہ دیا ۔ اس نے کہا کہ یہ تسلیم ہے لیکن اس ملک کا انتظام و انصرام اور ضبط و ربط 'صاحب جی' سے وابستہ ہے، جب تک وہ ہے اس وقت تک خلل اندازی کا کوئی احتمال نہیں ہے ۔ عالمگیر بادشاہ نے اسی وقت واقف کار مدبرہ (صاحب جی) کو لکھا کہ شہزادہ شاہ عالم بہادر کے پہنچنے تک (ملک کی) حفاظت رکھے ۔

کہتے ہیں کہ جب اس پر شور و شر کوہستان سے صوبے داروں کی آمد و رفت خطرے سے خالی نہیں ہوتی ہے تو مرے ہوئے سردار کا لشکر کس طرح سلامت آ سکتا ہے ۔ صاحب جی نے امیر خان کے مرنے کو اس طرح چھپایا [۲۸۴] کہ کوئی آواز اور صدا سنائی نہ دی ۔ اور ایک شخص کو امیر خان کی طرح بنا کر اور آئینہ دار پالکی میں بٹھا کر

سے ملے گیا جو شاہ کا ہر روز معائنہ کرتا تھا اور سلامی لیتا تھا جب بوستان سے نکل آئے تو وہ تعریف میں مشغول ہوئی ۔

کہتے ہیں کہ بہادر شاہ کے پہنچنے تک کہ اس نے دل [illegible] صاحب جی نے اس صوبہ کا خوب بندوبست کیا ۔ جب [illegible] کے بعد [illegible] امیر خان کی تعزیت کے لیے آئے ، سب سرداروں کو جو [illegible] اپنے پاس [illegible] کے اعتدال کو [illegible] کہ تجھ تمہارا [illegible] اور [illegible] موقوف کرو اور [illegible] آگے [illegible] بڑھو [illegible] تو [illegible] مقابلے کے لیے تیار ہوں ۔ اگر میں [illegible] ہو [illegible] تک [illegible] شاہ جہان [illegible] ، انہوں نے [illegible] کے لیے [illegible] عہد و پیمان کی تجدید کی اور [illegible] کی [illegible]

چند ثقہ حضرات سے سنا گیا ہے کہ یہ عصمت [illegible] خاتون اپنی جوانی کے زمانے میں ایک دن چوڈول میں سوار ہو کر گلی سے گزر رہی تھی ۔ بادشاہی خاصہ کا ہاتھی جو سب ہاتھیوں میں [illegible] تھا [illegible] سامنے سے آتا ہوا معلوم ہوا ۔ ہر چند مہاوت نے چاہا کہ اسے واپس لوٹا دے مگر ہرگز منع نہ کیا کیونکہ یہ قوم شرارت سے خالی نہیں ہوتی ہے اور یہ لوگ بادشاہ کے خاصے کے [illegible] ہونے کی وجہ سے مغرور ہوئے ہیں ۔ اس نے بلا جھجک کے ہاتھی آگے بڑھا دیا ۔ جب اس طرف کے آدمیوں نے اپنا ہاتھ ترکش کے تیروں پر ڈالا ، ہاتھی نے اپنی سونڈ کو چوڈول پر ڈال کر چاہا کہ پیچ دے کر رگڑ ڈالے ، کہار چوڈول [۲۸۵] کو زمین پر رکھ کر بھاگ گئے ۔ وہ شیردل عورت ایک صراف کی دوکان میں ، جو اس کے چوڈول کے بالکل مقابل تھی ، دوڑ کر پہنچی ۔ اس کی کوٹھری میں جا کر دروازہ بند کر لیا ۔ امیر خان چونکہ ہندوستان میں پیدا ہوا تھا اس لیے شرم کی وجہ سے اس سے علیحدگی اختیار کرلی اور اس سے ناخوش ہوا ۔ شاہجہان بادشاہ نے اپنی موجودگی میں اس سے فرمایا کہ اس (صاحب جی) نے تو ایک بہادری کا کام کیا ،

اپنی عزت اور تمھارے ناموس کی حفاظت کی ۔ اگر ہاتھی اپنی سونڈ میں لے کر تمام دنیا کو دکھاتا تو کیا عزت رہ جاتی ۔

غرض کہ صاحب جی کے بطن سے امیر خاں کے کوئی لڑکا نہ تھا ، چونکہ وہ امیر خاں پر بہت غالب تھی لہٰذا پوشیدہ طور سے اس نے عورتیں رکھیں اور ان سے بہت اولاد ہوئی ۔ آخر میں یہ بات صاحب جی پر ظاہر ہو گئی تو اس اولاد پر صاحب جی نے مہربانی کی نظر کی اور ان کی تربیت کی ۔

امیر خاں کے مرنے کے بعد دو سال تک کابل کے بندوبست میں مصروف رہی اور پھر پشاور پہنچی ۔ چونکہ اس نے بادشاہ کے حضور سے بیت اللہ جانے کی اجازت حاصل کر لی تھی اس لیے (امیر خاں کے) لڑکوں کو بادشاہ کے حضور میں بھیج کر خود بندر سورت کو روانہ ہوگئی۔ اس کے بعد امیر خاں کے مال کی تفتیش کے سلسلے میں حکم ہوا کہ صاحب جی بھی حضور میں حاضر ہو ۔ جب یہ فرمان (سورت پہنچا) تو اس کا جہاز روانہ ہو چکا تھا ۔ چونکہ ان مقامات (مکہ و مدینہ وغیرہ) پر اس نے بہت روپیہ خرچ کیا تھا اس لیے شریف مکہ وغیرہ بہت اعزاز و احترام سے پیش آئے ۔

امیر خاں کا بڑا لڑکا میر خاں کے خطاب اور ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور بہرہ مند خاں میر بخشی کی لڑکی کے ساتھ اس کی شادی ہوئی ۔ بہادر شاہ کے زمانے میں صوبہ لاہور میں کچھ دنوں آصف الدولہ کی طرف سے اس کا نائب رہا ۔

اس کا دوسرا لڑکا مرزا جعفر عقیدت خاں ہے [۲۸۶] جو بہادر شاہ اول کے زمانے میں پٹنہ کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ اور اس کے بعد بادشاہ زادہ عظیم الشان (کی سرکار) کا بخشی مقرر ہوا ۔

مرزا ابراہیم رحمت خاں اور مرزا اسحاق امیر خاں کا حال علاٰیحدہ لکھا گیا ہے ، یہ سب بھائیوں میں مشہور و معروف تھے ، یہ دونوں اور روح اللہ خاں ثانی کی بیوی خدیجہ بیگم ایک ہی ماں سے تھے ۔ امیر خاں

کے دوسرے لڑکے کچھ زیادہ مشہور نہ ہوئے، مثلاً ہادی خاں، رحمت خاں کا نائب ہو کر پشہ گیا، اور سیف خاں، پورنیہ کا فوج دار ہو اور اسد اللہ خاں، نظام الملک آصف جاہ کی تجویز پر دکن کا بخشی مقرر ہوا۔

۹۵

امانت خاں ثانی

میر حسن نام، امانت خاں خوافی کا تیسرا لڑکا ہے۔ اپنی نیکی اور سعادتمندی کی وجہ سے اپنے باپ کا جلیس و انیس تھا۔ امانت خاں کے مرنے کے بعد اپنے تمام بھائیوں کے مقابلے میں بادشاہ کا منظور نظر ٹھہرا اور کم منصب ہونے کے باوجود اس کا بہت اعتبار تھا گویا برامکہ کی برکتوں میں سے تھا[۱] جو اعتبارات اس کے والد کو خاص تھے، وہ بھی ان سے سرفراز تھا۔ اس خاندان کے ہر چھوٹے بڑے پر (بادشاہ کی طرف سے) ایسی عنایت ہوتی تھی جیسی کہ خانہ زادوں کی پرورش کے لیے ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن قدر شناس بادشاہ دربار عام میں آیا۔ امانت خاں (ثانی) جب اپنے لڑکے کے ساتھ سوا پردہ تک پہنچا تو چوب دار نے [۲۹۷] لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دیا، یہ گروہ (چوب دار) نقصان پہنچانے اور تکلیف دینے کی وجہ سے سراسر چوب دار (سزا) کا مستحق ہے، امانت خاں ثانی غضب و غصہ کی وجہ سے بادشاہ کے ادب اور حضور کا خیال بھی نہ رکھ سکا اور واپس آ کر اس گستاخ کو پکڑ لیا اور بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ اگر خانہ زادوں کی ان جیسے لوگوں کے ہاتھ سے بے عزتی ہوگی تو بادشاہ کے کاموں میں ان لوگوں سے ناموس و حمیت کی کیا امید رکھی جا سکتی ہے۔ بادشاہ نے اس (امانت خاں ثانی) کی خاطر سے اس روز چوکی سے ان تمام لوگوں کو برطرف کر دیا۔

---

۱ - من برکۃ البرامکہ، ایک ضرب المثل ہے۔ (ف)

چونکہ امانت خاں ثانی کی کارگزاری بادشاہ (عالمگیر) کے دل نشیں ہو چکی تھی اس لیے جب اکتیسویں سال جلوس عالمگیری میں بادشاہ بیجاپور پہنچا تو بتیسویں سال جلوس عالمگیری کے شروع میں امانت خاں ثانی کو باپ کا خطاب (امانت خاں) ملا اور وہ بیجاپور کی دیوانی پر مقرر ہؤا۔ جب تینتیسویں سال جلوس عالمگیری کے آخر میں شاہی لشکر قصبہ بندری سے، کہ جو بیجاپور سے سترہ کوس ہر شمال میں ہے، خوشحالی سے آ کر قطب آباد ککّہ کے قریب مقیم ہؤا جو تورگل کے نام واقع ہے اور تورگل بیجاپور کے جنوب میں بارہ کوس کے فاصلے پر دریائے کرشنا کے کنارے واقع ہے۔ امانت خاں ثانی بیجاپور کی دیوانی کی بجائے حاجی شفیع خاں کی جگہ پر دفتر داری تن کے عہدے پر مقرر ہؤا۔ اڑتیسویں سال جلوس عالمگیری میں شہر اورنگ آباد کا انتظام اس کے سپرد ہؤا اور اصل و اضافہ کے بعد ہزار اور پانسو ذات اور نو سو سوار کے منصب پر فائز ہؤا [۲۸۸] اسی سال بادشاہ کے حضور میں طلبی ہوئی اور خواجہ عبدالرحیم خاں کے انتقال کی وجہ سے بیوتاتی رکاب کے منصب پر فائز ہؤا اور اسی کے ساتھ اورنگ آباد کی قلعہ داری بھی ملی۔ آخر میں بندر سورت کا متصدی مقرر ہؤا اور وہاں کے کاموں کو بہت خوبی اور نیک اندیشی سے انجام دیا۔ سرکار کی خیر خواہی اور رعایا کے آرام کی وجہ سے اس کی خدمات دربار شاہی میں بنظر استحسان دیکھی گئیں۔ اس کے منصب میں اضافہ ہؤا۔ نیکیوں کے کاموں اور دنیا کی اعلیٰ ترقیوں کو دیکھتے ہوئے مخلوق اس کے بارے میں اچھا خیال رکھتی تھی۔ بے مہری فلک کی باد سموم نے اس کی دولت کی بہار کو آغاز ہی میں خزاں رسیدہ کر دیا کہ تینتالیسویں سال جلوس عالمگیری ۱۱۱۱ھ (۱۶۹۹—۱۷۰۰ء) میں اس کا انتقال ہوگیا۔ شہر (سورت) کے باہر شہر پناہ کے قریب دفن ہؤا۔

اس (امانت خاں ثانی) کے چار لڑکے تھے۔ پہلے میر حسن مرحوم، کہ جن کو محمد مراد خاں اوزبک کی لڑکی بیاہی تھی اور وہ راقم الحروف (صمصام الدولہ شاہ نواز خاں) کے نانا تھے۔ وہ عین عالم شباب میں

مکہ میں پلیگ میں فوت ہوئے۔ ان کے لڑکے جمال الدین علی خان ہیں جو اپنے اچھے اطوار اور نیک نفسی کی وجہ سے اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہیں اور اس تحریر کے زمانے ۱۱۶۰ھ میں آصف جاہ کی جاگیر اورنگ آباد کے محالات کی متصدی گری پر مامور ہیں۔

(امانت خان ثانی) کا دوسرا لڑکا میر سید محمد ارادت مند خان تھا کہ جو اپنے چچا دیانت خان میر عبدالقادر کا داماد تھا۔ عالمگیر کے زمانے میں اورنگ آباد کی صوبائی اور محمد معظم بہادر شاہ اول کے زمانے میں برہان پور کی دیوانی پر فائز ہوا۔

تیسرا لڑکا [۲۸۹] میر احمد ارادت مند خان تھا کہ مدتوں برار کا دیوان رہا اور محمد شاہ بادشاہ کے شروع دور حکومت میں بنگالہ گیا۔ وہاں کے ناظم جعفر خان (مرشد قلی) نے اس کے والد مرحوم (امانت خان) کے احسان اور محبت کا خیال کرتے ہوئے اس کی بہت عزت کی اور بیوت کا داروغہ مقرر کر دیا جو اس صوبے کا سب سے عمدہ عہدہ ہے۔ شاہی دربار سے امانت خان کا خطاب اور منصب میں اضافہ کرایا۔ اس (جعفر خان مرشد قلی) کے انتقال کے بعد وہ اس صوبے کے محالات کا صوبہ دار مقرر ہوا اور ۱۱۵۷ھ (۱۷۴۴ء) میں فوت ہوا۔

چوتھا لڑکا میر محمد تقی[۱] مدوبت خان تھا کہ راقم الحروف (صمصام الدولہ شاہ نواز خان) کی حقیقی پھوپی اس سے منسوب ہیں۔ محمد معظم بہادر شاہ کے عہد میں وہ برہان پور کا بخشی مقرر ہوا اور وہاں کے ناظم میر احمد خان کے حادثے میں، کہ جو جنگ مرہٹہ میں شہید ہوا، اس شہر کے اکثر پیش کار گرفتار ہوئے۔ ہر ایک نے حیلے بہانے سے اس بدقماش گروہ (مرہٹوں) سے رہائی حاصل کی۔ اس نے سادہ لوحی سے اپنی حیثیت کو بہتر ظاہر کیا اور ایک بڑی رقم ادا کی اور کم حیثیت سے

۱۔ ملاحظہ ہو خافی خان جلد دوم (صفحہ ۶۶۶ تا ۶۶۸)، خافی خان جلد دوم (صفحہ ۶۸۸) میں اس کا نام محمد تقی ہے۔ تفصیل کے لیے منتخب اللباب ملاحظہ ہو (ق)

اپنے کو پیش کرنا پسند نہیں کیا ، اس کی تمام اولاد موجود ہے ۔

۶۶

ارشد خاں میر ابوالعلاء

امانت خاں خوافی کا بھانجا اور داماد ہے ۔ مدتوں صوبہ کابل پر تعینات رہا اور پانچسویں سال جلوس عالمگیری میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا ۔ کفایت خان کے انتقال کے بعد خالصے کی دیوانی پر فائز ہوا ۔ اس نے امانت ، دیانت ، اور اپنے کاموں میں رسائی کی وجہ سے [۲۹۰] بادشاہ کے مزاج میں ایک مقام حاصل کر لیا تھا، اس نے اس کے ہم عصر اس سے حسد کرنے لگے ۔ یہ آسمان جو سب کو ناتواں دیکھنے والا ہے کسی کے اقتدار کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا ہے اور لوگوں کی مرادوں کو پامال کرتا ہے ۔ (ارشد خان میر ابوالعلا) وہاں کچھ دنوں بھی فراغت سے نہ رہنے پایا تھا اور کچھ مدت بھی آرام نہ کرنے پایا تھا کہ پینتالیسویں سال جلوس عالمگیری ۱۱۱۲ھ (۱۷۰۱ع) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

اس کا بڑا لڑکا میر غلام حسین ہے کہ "کفایت خاں" کے خطاب سے مخاطب ہے ۔ اس کے دو لڑکے ہوئے ، ایک میر حیدر کہ آخر میں اس نے باپ کا خطاب (کفایت خاں) پایا اور دوسرا میر سید محمد کہ اپنے دادا کے خطاب سے مفتخر ہؤا ۔

۶۷

اسماعیل خاں مکھا[1]

پہلے وہ حیدرآباد کے ضلع کرناٹک میں سربندی نوکری (رضا کار فوج) میں تھا ۔ پینتیسویں سال جلوس عالمگیری میں ذوالفقار خاں بہادر کی

---

۱ - خافی خاں جلد دوم (صفحہ ۴۱۶) میں یہ لفظ بکھہ ہے جو زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے ۔

ہ رش ہ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب اور خان کا خطاب ملا ۔ پھر وہ ذوالفقار خان بہادر کے ہمراہ قلعہ جنجی کی تسخیر کی مہم پر مقرر ہوا ۔ سینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب قلعہ جنجی کے محاصرے کے زمانے میں شہزادہ محمد کام بخش ، اسد خان اور ذوالفقار خان میں اختلاف ہو گئی تو ذوالفقار خان نے محاصرے سے ہاتھ اٹھا لیے ہی تھے مصلحت وقت دیکھی ۔ اس نے فوج اور سامان کو مورچوں سے طلب کیا ۔ اسماعیل خان مکھا ہندی نہ پہنچ سکا کیونکہ اس کی مورچل کی جگہ اس طرف تھی ۔ سنتا کھورپڑہ وغیرہ ، [۲۹۰] جو موقعے کی تلاش میں تھے ، راستے میں آ گئے اور اس (اسماعیل خان مکھا) سے جنگ شروع کر دی ۔ چونکہ اس کے ساتھ آدمی بہت کم تھے وہ مرہٹوں کے ہاتھوں زخمی اور قید ہو گیا ۔ ایک سال قید رہا پھر اچھی تاثیر کی کوشش سے ، کہ جس سے جانے سے سانی تھی ، اور بہت سا روپیہ دے کر ، ان مرہٹوں کے ہاتھ سے رہائی پائی ۔

اڑتیسویں سال جلوس عالم گیری میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اس کے منصب میں ہزاری ذات کا اضافہ ہوا اور انندی سے مرتضیٰ آباد تک کی راہ داری کی خدمت اس کے سپرد ہوئی ۔ انتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں عبدالرزاق خان کی بجائے اسلام گڑھ عرف راہیری کی فوج داری پر مقرر ہوا اور بیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں نبی شاہ درگ کا فوج دار مقرر ہوا ، اس کے حالات کا خاتمہ نظر سے نہیں گزرا ۔

۶۸

ابولصر خاں پسر شایستہ خاں

تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں (ابونصر خاں) لطف اللہ خاں کی بجائے عرض مکرر کے عہدے پر مقرر ہوا ۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب سلطان محمد اکبر سے آثار بغاوت ظاہر ہوئے تو بادشاہ

کے پاس فوج کم تھی، اس لیے اسد خاں رات کی نگراں فوج کے ساتھ تالاب بھکر¹ کی طرف بھیجا گیا ۔ اسد خاں کے ہمراہ ابونصر بھی گیا ۔ اس کے بعد وہ قور بیگی مقرر ہؤا ۔ چیسویں سال جلوس عالم گیری میں معزول ہؤا ۔ اس کے بعد وہ صوبہ کشمیر کا ناظم مقرر ہؤا ۔ اکتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں مکرم خاں کے معزول ہونے کے بعد ابونصر خاں، لاہور کا صوبے دار مقرر ہؤا اور کسی وجہ سے اپنے منصب سے معزول ہؤا ۔ بیتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں [۲۹۲] پھر شاہی عنایات سے سرفراز ہؤا اور مختار خاں کی بجائے مالوہ کی حکومت پر مقرر ہؤا ۔ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کے منصب پر فائز ہؤا، اس کے بعد کچھ دنوں دکن کے صوبے پر متعین رہا ۔ انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں اودھ کا صوبے دار مقرر ہؤا اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار اور دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد کے حالات معلوم نہ ہوسکے ۔

۶۹

امان‌اللہ خاں

(یہ) الہ وردی خاں عالم گیر شاہی کا پوتا ہے ۔ اس کا باپ الہ وردی خاں کا بیٹا غالباً امان‌اللہ خاں ہے کہ باپ (الہ وردی خاں) کے مرنے کے بعد نواح اکبر آباد کا فوج دار مقرر ہؤا اور "خاں" کا خطاب پایا ۔ بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں گوالیار کا فوج دار مقرر ہؤا اور بیجاپور کی مورچال کی لڑائی میں مارا گیا ۔

مشار‘‘الیہ (امان‌اللہ خاں) نے باپ کا خطاب (امان‌اللہ خاں) پایا۔ ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہؤا اور بادشاہی ملازمین اور

۱ - صحیح مقام تالاب پشکر ہے جو اجمیر سے تین کوس کے فاصلے پر ہے ۔ خلاصۃالتواریخ میں اس کا ذکر ہے نیز ملاحظہ ہو راجپوتانہ گزیٹیر صفحہ ٦٧ (ب)

ہوشیار منصبداروں میں عز و امتیاز کا مالک ٹھہرا ۔ عالمگیر بادشاہ کے آخری دور حکومت میں وہ اپنی بہادری اور جانبازی کی بدولت امارت کے مرتبے پر پہنچا ۔ اڑتالیسویں سال جلوس عالمگیری کے شروع میں جہاد پسند کرنے والے بادشاہ (عالمگیر) نے امان اللہ خاں کو دشمنوں (مرہٹوں) کے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے مقرر کیا ۔ قلعہ راج گڑھ فتح کرنے کے بعد اس نے قلعہ تورنا کے فتح کرنے کا ارادہ کیا جو راج گڑھ کے قلعے سے چار کوس کے فاصلے پر ہے ۔

مشہور ہے کہ عالمگیر بادشاہ کے آخر زمانے میں سیوا[۱] کے اکثر قلعے [۲۰۹] اس کے کوششوں سے حاصل ہوئے ۔ (ان کی یہ صورت تھی) کہ وہ چند امراء قلعے کے محافظوں کو اپنی حاصل کی ہوئی رقم سے روپیہ دیتے تھے اور وہ قلعے سپرد کر دیتے تھے اور یہ کیفیت پوری طرح بادشاہ کو معلوم نہ تھی ۔ چنانچہ بارہا ایسا ہوا کہ فتح کے بعد بھی قدر نقد روپیہ بطور انعام مہتمم قلعہ کو دیا گیا مگر یہ قلعہ بہادری کے زور اور تلوار کی ضرب سے شاہی قبضے میں آیا ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تربیت خاں دروازۂ (قلعہ) کی طرف سے مورچال پر مقرر ہوا اور محمد امین خاں دوسری طرف سے آیا اور راستے کو محصوروں پر بند کر دیا ۔ سلطان حسین میر ملک نے ایک طرف سے اور امان اللہ خاں نے دوسری طرف سے پہنچ کر بہادری دکھائی ۔ ۱۵ ۔ ذی القعدہ ۱۱۱۵ھ (۱۷۰۳ء) کو جس طرف کہ امان اللہ خاں متعین تھا ، اس نے چند موالیوں کو اس بات پر تیار کر لیا کہ ان میں سے ایک آدمی اپنی جان کو نچھاور کر کے قلعے کی سنگچین تک پہنچے اور کمند کو ایک پتھر سے خوب مضبوط باندھ دے ۔ اس جماعت میں سے بیس آدمی گوہ الوند کی طرح اس پر چڑھ کر قلعے میں داخل ہوگئے ، فتح کا شہرہ بلند کر دیا ۔ امان اللہ خاں ، اس کا بھائی عطاءاللہ خاں اور

---

۱ ۔ سیوا کا انتقال ۱۶۸۰ء میں یعنی اورنگ زیب عالمگیر کی حکومت کے خاتمے سے ۲۷ سال قبل ہوا ۔ (پ)

کچھ لوگ جان سے ہاتھ دھوکر پیچھے سے پہنچ گئے اور حمیدالدین خان، جو گھات میں تھا اور موقعے کا متلاشی تھا، اس خبر کو سنتے ہی چھٹ جانے والوں کی طرح کمر میں رسی باندھ کر دریچے سے پہنچ گیا اور کافروں کو، کہ جو مقابلے میں آئے [۲۹۰] بتدریج قتل کرنا شروع کر دیا، جو باقی بچے وہ قلعے میں چھپ گئے اور امان کے طلبگار ہوئے۔ اس قلعے کا نام ''فتوح الغیب'' ہوا۔ امانت خان کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار دو اسپہ کا اضافہ ہوا۔ اس کے بعد بادشاہ کی مہربانیاں اس کے شامل حال رہیں، جو کام اس کے سپرد کئے جاتے، ان میں وہ مناسب کوشش کرتا تھا اور تحسین و آفرین کا مستحق ٹھہرتا تھا، بتدریج اس کے منصب میں اضافہ ہوا۔ واکنکیرہ کی فتح کے بعد اس کی حسن خدمات کے خاتمے میں اس کو ''قارہ'' عطا ہوا۔ عالمگیر بادشاہ کے انتقال ۱۱۱۸ھ (۱۷۰۷ء) کے بعد وہ محمد اعظم شاہ کی ہمراہی میں دکن سے ہندوستان آیا۔ بہادر شاہ کی لڑائی میں خوب بہادری دکھائی، کاری زخم برداشت کئے اور فوت ہوگیا۔

۷۰

ابراہیم خان

امیرالامراء علی مردان خان کا لڑکا ہے۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی، ۱۰۶۳ھ (۱۶۵۳ء) میں شاہجہان بادشاہ نے از راہ فضل و عنایت ''خان'' کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ جب اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے والد کا انتقال ہوگیا تو وہ چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ سموگڑھ کی لڑائی میں وہ داراشکوہ کی فوج میں میمنہ پر مقرر تھا اور شکست کے بعد اس نے ناتجربہ‌کاری اور کوتاہ اندیشی سے اپنی مقصد برآری شاہزادے مراد بخش کی رفاقت میں سمجھی۔

جب شاہجہان بادشاہ کی بیماری کی خبر ہوئی تو اس مغرور اور متکبر شہزادے (مراد بخش) نے اپنی بے عقلی اور کوتاہ اندیشی سے [۲۹۵]

گجرات کے صوبے میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا اور "مروج الدین" کا نام اختیار کر کے مستقل بادشاہ بن بیٹھا۔ عالمگیر کی فریب آمیز چاپلوسیوں اور اس مدبر خودکار کے جھوٹے وعدوں سے جو مصلحت وقت کی وجہ سے اس نے وقوف (مراد بخش) سے لئے گئے تھے، اس نے غدر کو چھوڑ دیا اور وہ فریب خوردہ ہو گیا۔ دارا شکوہ کی لڑائی اور شاہجہاں بادشاہ کے اختیارات سلب ہونے اور حکومت سے علیحدہ ہونے کے بعد امور سلطنت مکمل طور سے عالمگیر بادشاہ کے قبضے میں پہنچ گئے۔ لیکن وہ (مراد بخش) نے وعدوں اور دلاسوں کے سبب میں سمجھ لیا وہ اصل حقیقت سمجھ نہ سکا۔ اس نے شاہی ملازمین کو خطاب دیئے اور ان کے منصب اور تنخواہوں میں خاص فیاضی کا اضافہ کیا اس طرح سے دل جوئی اور تالیف قلوب کر کے ان کو اپنی طرف راغب کر لیا تھا۔ اس وجہ سے بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے۔ جب عالمگیر بادشاہ اس غیر مفید احتیاج اور اس بے وقوف (مراد بخش) کی نامناسب حرکات سے واقف ہوا تو اس نے اس کو فتنہ و فساد کا سبب سمجھا اور دوستی کے لباس میں اس (مراد بخش) کا کام تمام کر دیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جس دن عالمگیر بادشاہ دارا شکوہ کے تعاقب کے ارادے سے اکبرآباد سے نکلا اور شاہی لشکر (جمنا کے) سامی گھاٹ[1] سے گزرا تو مراد بخش اس کی رفاقت چھوڑ کر بیس ہزار سواروں کے ساتھ، جو اس نے اپنے پاس جمع کئے تھے، شہر میں رہ گیا اور بہت سے آدمی جاہ و مرتبہ کے لالچ میں عالمگیر بادشاہ کے لشکر سے جدا ہوکر اس سے مل گئے اور اس کی جماعت بہت بڑھ گئی۔ عالمگیر بادشاہ نے کسی کو بھیج کر رفاقت سے علیحدگی اور قیام کی وجہ معلوم کی۔ اس نے روپے کی کمی کا عذر کر دیا [۲۹۶] اورنگ زیب نے فوراً بیس لاکھ روپیہ بھیجا اور پیغام دیا کہ اس مہم کے ختم ہونے کے بعد

۱ - سامی گھاٹ آگرہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر سکندرہ سے شمال کی طرف جمنا کے کنارے پر واقع ہے۔ (ب)۔

حسب معاہدہ ایک تہائی مال غنیمت ، صوبہ پنجاب ، کابل اور کشمیر اس کے سپرد ہو جائے گا ۔ مراد بخش کوچ کر کے اس کے پاس پہنچ گیا ۔

جب متھرا میں شاہی لشکر خیمہ زن ہؤا تو بادشاہ نے طے کیا کہ اس (مراد بخش) کو اپنے راستے سے ہٹا دے کیونکہ اس کی حرکتوں سے شک میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ لہذا اس (عالم گیر) نے دوبارہ ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا اور ملکی معاملات میں مشورہ کرنے کے بہانے بلایا ۔ اگرچہ اس (مراد بخش) کے بہی خواہوں نے ہر حد سمجھایا ، کیونکہ وہ دھوکے کا اندازہ لگا چکے تھے ، لیکن اس بیوقوف نے محض واہمہ سمجھتے ہوئے کہا کہ قرآن کے اوپر پختہ عہد و پیمان ہو جانے کے بعد اس قسم (کے دھوکے) کا خیال کرنا مسلمانی طریقے سے بعید ہے :

ع صید را چون اجل آید سوئے صیاد رود

۴ شوال ۱۰۶۸ھ[1] (۳ جولائی ۱۶۵۸ء) کو وہ (مراد بخش) شکار کے لیے گیا ، عالم گیر بادشاہ نے اچانک درد شکم کی وجہ سے اس قدر پریشانی اور اضطراب کا اظہار کیا کہ شکار گاہ میں اس کو خبر بھیجی گئی ۔ وہ مکر و فریب سے ناآشنا تھا ، واپس ہؤا اور فوراً عالم گیر کے دولت خانے پر پہنچا ۔ عالم گیر بادشاہ تعظیم اور احترام کے ساتھ پیش آیا ۔ خلوت گاہ میں لے گیا اور کھانا کھلایا ۔ اس کے بعد آرام کے لیے چلا گیا اور یہ طے پایا کہ قیلولے کے بعد ملکی معاملات میں مشورہ ہوگا ۔ وہ (مراد بخش) بہت بے تکلفی کے ساتھ اسلحہ علیحدہ کرکے سو گیا ۔ عالم گیر بادشاہ خود حرم سرا میں گیا اور ایک کنیز کو بھیجا کہ تمام اسلحہ وغیرہ کو [۲۹۷] اٹھا کر لے آئے ۔ اسی وقت شیخ میر جو گھات میں تھا ، ایک جماعت کے ساتھ پہنچ گیا ، جوانوں کی ڈھال تلوار کی آواز سے جب مراد بخش بیدار ہؤا تو اس نے معاملہ ہی دوسرا دیکھا ۔ آہ سرد

---

۱ ۔ عالم گیر نامہ (صفحہ ۱۳۸) خافی خاں جلد دوم (صفحہ ۳۸) میں ۴ شوال دیا ہے ۔ (ب)

بھری اور کہا کہ مجھ جیسے مخلص سے دغا کرنا اور قرآن کی حرمت کا خیال نہ کرنا مناسب نہ تھا۔ عالم گیر بادشاہ نے، جو اس وقت پردے کے پیچھے کھڑا تھا، جواب دیا کہ عہد و پیمان میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا ہے۔ بھائی کی جان محفوظ و مامون ہے، لیکن کچھ اوباش تمہارے پاس جمع ہو گئے ہیں اور ان کی نامناسب حرکات اور بدمعاشیاں حد سے بڑھ گئی ہیں لہذا کچھ دنوں گوشہ نشینی میں رہنا ضروری ہے، اسی زمانے میں (مراد بخش) کو قید کر کے دلیر خاں اور شیخ میر کے ساتھ دارالخلافہ (دہلی) روانہ کر دیا[1]۔

شہباز خاں خواجہ سرا، جو پنج ہزاری منصب دار اور اس (مراد بخش) کی سرکار کا امیر تھا، دو تین دوسرے معتمد آدمیوں کے ساتھ، جو اس کے ہمراہ تھے، گرفتار ہوا۔ مراد بخش کا لشکر اس وقت منتشر ہوا کہ جب وہ گزر گیا تھا، مجبوراً ہر ایک آدمی شاہی لشکر (عالم گیری) میں پہنچا اور اپنے مرتبے کے مطابق سرفراز ہوا۔ امیر ہم خاں بھی شرمندگی کے ساتھ عالم گیر کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن اس زمانے میں کسی وجہ سے منصب سے معزول رہا اور اس کا سالانہ وظیفہ دارالخلافہ (دہلی) میں مقرر ہوا۔

دوسرے سال جلوس عالم گیری میں پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر اور کشمیر کی صوبے داری پر سرفراز ہوا۔ خلیل اللہ خاں کے انتقال کے بعد لاہور کا صوبے دار مقرر ہوا۔ گیارھویں سال جلوس عالم گیری میں لشکر خاں کی بجائے بہار کا صوبے دار ہوا۔ اور انیسویں سال جلوس عالم گیری میں نوکری چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گیا اور اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں قوام الدین خاں کی بجائے [۲۹۸] کشمیر کی حکومت پر نام زد ہوا۔ اس کے بعد بنگالہ کی وسیع حکومت

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے خافی خاں جلد دوم صفحہ ۲۳۸

۲۔ خافی خاں جلد دوم (۲۶۰) میں ہے کہ پانچ ہزار روپے ماہانہ کی اس کو پنشن ملی۔

پر مقرر ہؤا[1] ۔ جب اکتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں اس ولایت (بنگالہ) کی حکومت شاہ عالم بہادر کے دوسرے بیٹے محمد معظم کے سپرد ہوئی تو توسپہ دار خاں کی بجائے ابراہیم خاں الہ آباد کا ناظم مقرر ہؤا۔ اس کے بعد لاہور کی حکومت اس کے سپرد ہوئی ۔ جب جوالیسویں سال جلوس عالمگیری میں وہ صوبہ (لاہور)، شاہزادہ شاہ عالم کے سپرد ہؤا تو ابراہیم خاں کشمیر کی حفاظت پر مقرر ہؤا کیونکہ وہاں کی آب و ہوا اس کے مزاج کو بہت موافق تھی ۔ جھیالیسویں سال جلوس عالمگیری میں شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے دیوں کی بجائے صوبہ احمد آباد گجرات کا انتظام ابراہیم خاں کے سپرد ہؤا کیونکہ وہ اپنی درخواست پر بادشاہ کے حضور میں پہنچا تھا ۔ مسافت زیادہ ہونے کی وجہ سے وہاں (گجرات) پہنچنے میں کافی مدت لگتی تھی اس لیے اس صوبے (گجرات) کی حفاظت مالوہ کے ناظم شاہزادہ بیدار بخت کے سپرد ہو گئی ۔ ابراہیم خاں کے احمد آباد پہنچنے کے بعد ابھی اچھی طرح انتظام بھی نہ سنبھال سکا تھا اور شہزادہ (بیدار بخت) جو اس کے انتظار میں تھا شہر سے باہر بھی نہ آیا تھا کہ عالمگیر بادشاہ کے انتقال کی خبر پہنچ گئی ۔

کہتے ہیں کہ ابراہیم خاں اپنے کو اعظم شاہی سمجھتا تھا ۔ (اس نے) فوراً شاہزادہ (بیدار بخت فرزند محمد اعظم شاہ) کو مبارک باد بھیجی، بیدار بخت نے جواب میں کہا کہ عالمگیر بادشاہ کے مرتبے کو ہم جانتے ہیں[2] ۔ کیا ہؤا اگر کچھ دنوں کے لیے آسمان ہمارے موافق ہو گیا ہے ابھی لوگ دیکھ لیں گے کہ تخت سلطنت کس دیوانے کو ملتا ہے ۔ جب محمد معظم شاہ بہادر شاہ اول تخت نشین ہؤا [۲۹۹] اس کے بعد محمد عظیم الشان (فرزند دوم محمد معظم بہادر شاہ) نے بنگالہ کی ناراضی کی

---

۱ - ہسٹری آف بنگال از اسٹیوارٹ (صفحہ ۳۲۴) میں کہ بنگال میں ابراہیم خاں کا تقرر ۱۱۰۰ھ (۱۶۸۰ع) میں ہؤا (ب)

۲ - تفصیل کے لیے دیکھئے خافی خاں جلد دوم صفحہ ۵۶۷ (ب)

... سے اس (ابراہیم خاں) کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔ خانخاناں (منعم خاں) نے اس کے خاندان اور اس کی امارت کا خیال کرتے ہوئے ... طور سے اس کے معاملات کو سنبھالا اور بادشاہ (بہادر شاہ اول) نے ... سے کابل کی صوبے داری کا فرمان اور علی مردان خاں کا خطاب ... ۔ ابراہیم خاں پشاور پہنچ کر ٹھہر گیا لیکن اس صوبے کا بندوبست ... چاہیے تھا اس سے نہ ہو سکا لہذا وہاں (کابل) کی صوبے داری پر ناصر خاں مقرر ہوا۔ وہ (ابراہیم خاں) ابراہیم آباد سودھرہ آیا کہ جو ... سے بیس کوس ہے اور جس کو وہ اپنا وطن سمجھتا تھا۔ ابھی ... منصوبے ہی کر رہے تھے کہ طبعی موت سے فوت ہو گیا۔

اس (ابراہیم خاں) کا فرزند رشید زبردست خاں ہے کہ اس نے بنگالہ میں ... باپ کی صوبے داری کے زمانے میں ایک افغان رحیم خاں نے ... کہ ... سے شر و فساد پھیلا رکھا تھا اور اپنا نام "رحیم شاہ" رکھا تھا، فوج کشی کی، سخت لڑائی ہوئی، افغان مذکور (رحیم خاں) کو بری طرح شکست ہوئی۔

... سال جلوس عالمگیری میں اودھ کا ناظم اور تین ہزاری ... اور دو ہزار پانسو کے منصب پر فائز ہوا۔ اکیاونویں سال جلوس عالمگیری میں محمد اعظم شاہ کے بعد صوبۂ اجمیر کا انتظام اس کے سپرد ہوا اور اصل و اضافے کے بعد چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔

اس کا دوسرا لڑکا یعقوب خاں ہے کہ جو محمد معظم بہادر شاہ کے عہد میں لاہور کے صوبے دار آصف الدولہ کا نائب مقرر ہوا اور باپ کے مرنے کے بعد اس کو ابراہیم خاں کا خطاب ملا۔ [۳۰۰]

کہتے ہیں کہ (یعقوب خاں نے) شاہ عالم اول بادشاہ کو ایک ... نگینہ پیش کیا تھا جس پر قدرتی طور سے اللہ، محمد، علی نقش تھا،

---

۱ - تفصیل کے لیے دیکھیے ہسٹری آف بنگال از سٹیوارٹ صفحہ ۳۲۸ اور ریاض السلاطین صفحہ ۲۲۳ (ب)

بہت تحقیق کی گئی کہ شاید مصنوعی ہو لیکن مبصرین نے باتفاق تشخیص کیا کہ اصلی ہے۔

۱۷

احسن خاں سلطان حسن

عرف میر ملنگ، محمد مراد خاں کا بھانجا ہے۔ عالمگیر کے عہد کے ممتاز لوگوں میں سے تھا اور ایک لائق منصب پر سرفراز تھا۔ اکیاونویں سال جلوس عالمگیری ۱۱۱۸ھ (۱۷۰۷ء) میں جب بادشاہ نے اپنے میں ضعف کے آثار دیکھے اور محمد اعظم شاہ سے، جو شجاعت میں شہرت رکھتا تھا اور با اقتدار امیروں کو اس نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ کام بخش کے بارے بے اعتنائی ملاحظہ کی تو چونکہ بادشاہ شاہزادہ کام بخش کا خیال رکھتا تھا، اس لیے بادشاہ نے احسن خاں سلطان حسن کو شہزادے کی بخشی گری پر مقرر کیا اور اس کی حفاظت کے بارے میں تاکید فرمائی۔ وہ ہمیشہ دربار میں اس کی سواری کے آنے جانے کے وقت بڑی مستعدی سے نہایت اہتمام کرتا تھا۔ محمد اعظم شاہ نے مکرر اس کی شکایت باپ (بادشاہ) کو لکھی، لیکن کچھ فائدہ نہ ہؤا۔ آخر اپنی حقیقی بہن زینت النساء بیگم[1] کو اس نے شقہ لکھا اور اس میں تحریر کیا کہ اس بے ادب (احسن خاں سلطان حسن) کی شوخی کا تدارک تو کچھ مشکل نہیں ہے مگر مجھے حضرت (بادشاہ) کا خیال مانع ہے۔ بادشاہ نے ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنے دستخط سے شقہ کے جواب میں تحریر فرمایا کہ "اس سب کے بارے میں پریشان مت ہو۔ محمد کام بخش کو ہم دوسری جگہ بھیج رہے ہیں" اس کے بعد شہزادہ کام بخش کو سلطنت کا اسباب عنایت ہؤا اور بیجاپور بھیج دیا۔ قلعہ پریندہ پہنچنے کے بعد بادشاہ (عالمگیر) کے انتقال کی خبر ملی۔ اکثر مقرر شدہ امراء بغیر اطلاع کے چلے گئے۔

۱۔ منتخب اللباب (خافی خاں) میں زیب النساء نام دیا ہے لیکن اس کا انتقال ہوچکا تھا۔ (ب)

[۳۰۱] سلطان حسن نے باقی ماندہ کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی اور بیجاپور پہنچنے کے بعد اس نے بہت اچھی طرح کام انجام دیا۔ قلعہ دار سید نیاز خاں کھیاں سپرد کر کے (کام بخش کا) ملازم ہو گیا۔ شہزادے نے اس کو پانچ ہزاری منصب، احسن خاں کا خطاب دیا اور میر بخشی کے عہدے پر مقرر کیا۔

جب شہزادے نے بیجاپور سے کوچ کر کے گلبرگہ کو اپنے قبضے میں کر لیا اور پھر وہ واکنکیرہ پر آیا کہ جس پر پریا نائک زمیندار دوبارہ قابض ہو گیا تھا تو اس کی فتح میں بھی احسن خاں سلطان حسن نے بہت کوشش کی۔ پھر وہ شہزادے (کام بخش) کے لڑکے کو حضور تورہ (رسم کے) اپنے ہمراہ لے کر کرنول پہنچا اور وہاں سے روپیہ وصول کرنے ارکاٹ گیا کہ داؤد خاں پنی وہاں کی فوج داری پر مقرر تھا۔ اس نے شہزادے کی خیرخواہی میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ لشکر میں افلاس اور روپے پیسے کی کمی کے باوجود تمام سپاہ کو بڑی جانفشانی سے کام کو پہنچایا اور پھر شہزادے (کام بخش) کے پاس پہنچ گیا۔ جب حیدرآباد چار منزل رہ گیا تو وہ رستم دل خاں سبزواری کی دل جوئی میں مصروف ہوا جو حیدرآباد کا صوبے دار تھا اور اس کو شہزادے کی خدمت میں لے آیا۔

حکیم محسن خاں مخاطب بہ "تقرب خاں" نے کہ جو وزارت کا عہدہ رکھتا تھا، احسن خاں سے حسد شروع کیا، کہ جس سے پرانی سلطنتیں ختم ہوتی ہیں، ۔ شہزادے کو بے اصل باتیں پہنچانے لگا اور احسن خاں سلطان حسن سے اس (شاہزادے) کو متنفر کرنے لگا۔ جس زمانے میں احسن خاں اور رستم دل خاں کے درمیان شہزادے کی خیرخواہی کے سلسلے میں رابطہ و علاقہ بہت زیادہ تھا تو حکیم محسن تقرب خاں نے یہ ظاہر کیا کہ یہ دونوں [۳۰۲] (احسن خاں و رستم دل خاں) حضرت (کام بخش) کو قید کرنا چاہتے ہیں۔ شہزادے نے، کہ جس کے مزاج میں جبلی طور سے پاگل پن تھا اور اس زمانے میں

کثرت انکار کی وجہ سے یہ نشہ دوبالا ہوگیا تھا ۔ رستم دل خاں کو مار ڈالنے کے بعد ، جیسا کہ اس کے حال میں بیان ہؤا ہے ، احسن خاں سلطان حسن کو بھی اس کے مکان سے بلا کر قید کر دیا اور مختلف عذاب دے کر اس کو مار ڈالا ۔

کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس واقعے سے پہلے اس کو خبر پہنچائی کہ شہزادہ تمھارے قید کرنے کی فکر میں ہے ۔ اس نے ، جو ہمیشہ خیرخواہی کا طریقہ رکھتا تھا ، اس بات کو قبول نہ کیا ۔ یہ واقعہ ۱۱۲۰ھ (۱۷۰۸ء) میں ظہور پذیر ہؤا ۔

اس کا بڑا بھائی میر سلطان حسین دوسرے سال جلوس بہادر شاہی میں شاہی ملازمت میں داخل ہؤا ، ہزاری ذات اور دو سو سوار کا منصب پایا اور ''طالع یار خاں'' کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔

۷۲

امیر خاں سندھی

میر عبدالکریم نام تھا ۔ وہ مشہور امیر ابوالقاسم نمکین کے صاحب زادے امیر خاں کا بیٹا ہے ۔ اس کے دادا (امیر ابوالقاسم) کو اپنی حکومت کے زمانے میں بھکر کا علاقہ پسند آیا اور اس بہتر سر زمین کو اس نے اپنا وطن قرار دیا اور وہیں وہ دفن ہؤا ۔ اس کا باپ (امیر خاں) بھی ٹھٹھہ کی حکومت کے زمانے میں فوت ہؤا تو وہ بھی اپنے والد کے پہلو میں (بھکر میں) دفن ہؤا ۔ اسی لیے وہ مقام (بھکر) اس خاندان کے اکثر حضرات کا مولد اور نشو و نما کی جگہ ہے اسی لیے ''سندھی'' مشہور ہؤا ۔ ورنہ یہ لوگ ہرات کے سادات ہیں ۔ چنانچہ اس کے بزرگوں کے حالات میں بیان کیا گیا ہے اور یہ بات امیر خاں مرحوم کے حالات میں [۳۰۳] بھی گزری ہے ۔

وہ اپنے باپ (امیر خاں) کی طرح کثیرالاولاد تھا اور سو سال کی عمر میں بھی توالد و تناسل کا سلسلہ ختم نہیں ہؤا تھا ۔ میر عبدالکریم اپنے

بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا ۔ بادشاہوں کی خاص خدمات کے واسطے ، کہ جس کو ''خواصی'' کہتے ہیں، سوائے امراء زادگان اور خانہ زادگان کے اور کوئی مناسب نہیں ہوتا ہے ، امیر خاں شروع میں ''خواصی'' کی خدمت مقرر ہؤا اور اس کے بعد ''سردار خواصاں'' مقرر ہؤا ۔ چونکہ دولت و ثروت اس کے نصیبے میں مقدر تھی ۔ چھبسویں سال جلوس عالمگیری میں جب بادشاہ شہر اورنگ آباد خجستہ بنیاد میں رونق افروز ہؤا تو بادشاہ کو امیر خاں کی تربیت منظور تھی ، اس لیے قرأت خانے کا داروغہ مقرر کیا اور اس کے بعد قرأت خانہ کی داروغگی کے ساتھ ہفت چوکی کی محافظت کی خدمت بھی اس کے سپرد ہوئی ۔ چونکہ بادشاہ کو اس کی ترقی منظور تھی اس لیے ناظر خانے کا داروغہ مقرر کیا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس عالمگیری کے آخر میں کسی قصور کی وجہ سے عتاب میں آ گیا اور قرأت خانے کی داروغگی سے علحدہ کر دیا گیا ۔

جب انتیسویں سال جلوس عالمگیری میں شہزادہ شاہ عالم بہادر نے خاں جہاں کے ساتھ ابوالحسن والئی ملک کی افواج کو شکست دے کر حیدرآباد پر قبضہ کر لیا تو امیر خاں کے ذریعے شہزادے اور دوسرے بڑے بڑے امراء کو جنھیں اس مہم پر متعین کیا گیا تھا ، خلعت اور جواہر بھیجے گئے ۔ چند دوسرے مشہور آدمی بھی جن میں سے ہر ایک آدمی اپنے اپنے کام پر مامور تھا مل جل کر ساتھ چل دیے ۔ جب حیدرآباد چار کوس رہ گیا تو شیخ نظام حیدر آبادی ایک جماعت لے کر ٹوٹ پڑا [۳۰۸] اور لوگوں کو مار ڈالا ۔

قلیچ بیگ ناظم ظفرآباد[1] نے نجابت خاں و اصالت خاں کو بطور دہبر کے مقرر کر دیا تھا ، یہ لوگ دشمن سے سابقہ معرفت رکھتے تھے ، اس لیے اس (نظام حیدر آبادی) سے مل گئے ۔ جواہر ، بھیجی ہوئی خلعتیں، دوسرا اسباب ، مسافرت اور سوداگری سارا سامان لٹ گیا ۔ میر عبدالکریم

---

۱ ۔ بیدر کا دوسرا نام ظفرآباد بھی ہے

کو ، جو زخمی ہؤا میدان میں پڑا تھا ، باندھ کر ابوالحسن کے پاس لے گئے۔ چار دن کے بعد اِس کو گول کنڈہ سے حوالی حیدرآباد میں شہزادے کے لشکر میں پہنچا دیا اور (مسدیں) علاحدہ ہوگئے ۔ جب محمد مراد خاں حاجب کو خبر ہوئی تو وہ میر عبدالکریم کو اپنے گھر لے گیا ، بہت دل جوئی کے ساتھ پیش آیا ۔ زخم بھرنے کے بعد شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہؤا اور اس (میر عبدالکریم) نے وہ احکام جو بادشاہ نے زبانی دئے تھے ، شہزادے کو پہنچائے ۔ (میر عبدالکریم) شہزادے سے رخصت ہوکر خاعجہاں کے ہمراہ ، جو بادشاہ کے حضور میں طلب ہؤا تھا گیا ، اور خود بھی ملازمت شاہی سے سرفراز ہؤا ۔

محاصرۂ گول کنڈہ کے زمانے میں جب لشکر کے خزانے کا کروڑی شریف خاں دکن کے چاروں صوبوں کے جزیے کی تحصیل کے لیے مقرر ہؤا تو میر عبدالکریم نے اپنی خدمات کے ساتھ شریف خاں کے نائب کی حیثیت سے لشکر کے خزانے کے کروڑی کے فرائض بھی انجام دے اور اسی زمانے میں وہ جرمانے کا داروغہ بھی مقرر ہؤا ۔ تینتیسویں سال جلوس عالمگیری میں خزانے کے کروڑی کی حیثیت سے ، جو اس نے نیک خدمات انجام دی تھیں ، ان کا جائزہ لیا گیا ۔ چونکہ حیدرآباد میں قحط اور غلے کی گرانی کے باوجود اس نے (لشکر میں) ہر چیز کی فراوانی اور ارزانی رکھی ، یہ خدمات بادشاہ کے یہاں حسن قبول کا باعث ہوئیں اور اس کو ملتفت خاں کا خطاب عنایت ہؤا ۔ خواجہ حیات خاں کے انتقال کے بعد آب دار خانے کی خدمات [۳۰۵] بھی اس کے سپرد ہوگئیں ۔

چھتیسویں سال جلوس عالمگیری میں انور خاں پسر وزیر خاں شاہجہانی کے انتقال کے بعد بادشاہ کے قرب کی وجہ سے داروغہ خواصاں مقرر ہؤا ۔ اصل و اضافہ کے بعد ہزاری منصب ملا ۔ بادشاہ کے قرب اور مزاج دانی کی وجہ سے لوگ اس کے ساتھ حسد کرنے لگے ۔ پینتالیسویں سال جلوس میں اس کو ''خانہ زاد خاں'' کا خطاب ملا ۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنی عنایت سے ''خانہ زاد خاں'' کے لفظ پر ''میر'' کا اضافہ فرما کر

عزت افزائی فرمائی اور اس کے بعد میر خان کا خطاب ملا ۔

اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں قلعہ نورنا کی فتح کے بعد اس کے باپ کا موروثی خطاب "امیر خان" اس کو ملا ۔ اس وقت بادشاہ (عالم گیر) نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا باپ "میر خان" جب امیر خان ہوا تو "الف" کے بدلے میں ایک لاکھ روپیہ اس نے شاہجہان بادشاہ کے حضور میں پیش کیا تھا ، تم کیا پیش کرتے ہو ؟ میر عبدالکریم امیر خان نے عرض کیا کہ آپ کی ذات مقدس پر میری جیسی ہزار جانیں نچھاور ہوں ، ہمارا سارا جان و مال حضرت (بادشاہ) پر تصدق ہے ۔ دوسرے دن ایک قرآن کریم خط یاقوت میں لکھا ہؤ ا بادشاہ کی نذر کیا ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تم نے ایسی چیز دی ہے کہ اس کی قیمت کی برابری تمام دنیا مع متعلقات کے نہیں کرسکتی ہے ۔ واکنکیرہ کی فتح کے بعد اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہؤا اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری منصب پر سرفراز ہؤا ۔

عالم گیر بادشاہ کے آخر عہد میں وہ بادشاہ کا بہت مقرب تھا، کوئی اس سے زیادہ مصاحب اور محرم راز نہ تھا ۔ رات دن بادشاہ کے حضور میں رہا ۔ مآثر عالم گیری میں تحریر ہے کہ دیوا پور کے مقام پر ، جو واکنکیرہ سے دس کوس کے فاصلے پر واقع ہے، بادشاہ (عالم گیر) کی طبیعت خراب ہوگئی اور بیماری کی زیادتی [۳۰٦] اور غلبہ اس قدر ہؤا کہ کبھی کبھی (بادشاہ کو) بے ہوشی ہو جاتی تھی ، چونکہ بادشاہ کی عمر نوے سال ہوچکی تھی اس لیے لوگوں کو (اس کی زندگی سے) مایوسی تھی اور قریب تھا کہ اس کی موت کے خوف میں ملک میں انتشار پیدا ہوجائے

امیر خان نے نقل کیا ہے کہ اس زمانے میں ایک دن بادشاہ نہایت کمزوری کی حالت میں یہ اشعار گنگنا رہا تھا :

بیت

ہشتاد و نود چوں در رسیدی
بسا سختی کہ از دوراں کشیدی

وزانجا چوں بصد منزل رسائی
بود مرگے بصورت زندگانی

جب میں نے یہ اشعار سنے تو فوراً عرض کیا کہ حضرت سلامت! شیخ گنجہ (نظامی گنجوی) رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر کی تمہید میں یہ سب اشعار کہے ہیں اور وہ شعر یہ ہے:

پس آں بہتر کہ خود را شاد داری
دراں شادی خدا را یاد داری

بادشاہ نے فرمایا کہ پھر پڑھو (یہ شعر) چند مرتبہ پڑھا گیا، پھر اشارہ فرمایا کہ لکھ کر دو، میں نے لکھ کر دیا، دیر تک پڑھتے رہے۔ خدا تعالیٰ نے قوت عطا کی، اس کی صبح کو بادشاہ عدالت گاہ میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ تمہارے شعر سے ہم کو صحت کامل دی اور میری کمزور جان کو عجیب طاقت حاصل ہوئی۔ امیر خاں، جودت فہم، حدت ادراک، زبانی حیثیت اور بلندی استعداد میں ممتاز تھا کہ اس کی قابلیت سے یہ صفات پہچانی جاتی تھیں۔

بیجاپور کے محاصرے میں بادشاہ ایک دن [ے ۳۰] دمدمے کے ملاحظے کے واسطے، کہ جو قلعے کے کنگرہ کے برابر تیار کیا گیا تھا، تخت رواں پر سوار ہوکر خندق کے کنارے تک تشریف لے گئے اور قلعے کی طرف توپ کے سخت گولے تخت رواں کے اوپر سے گزر رہے تھے، امیر خاں نے جو اس وقت داروغہ جانماز خانہ تھا اور ابھی کسی عز و اعتبار کا مالک نہ تھا، فوراً ایک مصرعہ تاریخ پڑھا:

ع فتح بیجاپور زودی می شود ۱۰۹۹ھ

اور کاغذ کے ایک ٹکڑے پر پنسل سے لکھ کر بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیا۔ بادشاہ نے نیک فال سمجھ کر لیا اورفرمایا خدا کرے ایسا ہی ہو۔ اسی ہفتے میں قلعہ (بیجاپور) فتح ہوگیا۔ (امیر خاں نے)

قلعہ گول کنڈہ کی تسخیر کے بعد اس مصرعے سے تاریخ نکالی[1]:

فتح قلعہ گول کنڈہ مبارک بادا (۱۰۹۹ھ)

اور بادشاہ نے بہت تعریف فرمائی۔

غرور اور گھمنڈ کے ہاتھوں وہ مجبور ہوگیا اور اس سے عجب اور بے ساری کا مظاہرہ کیا اور کم منصب ہونے کے باوجود تمام بڑے بڑے امراء سے اکڑنے لگا۔ خاندانی امیر زادے جو اس کے ساتھ بیٹھتے تھے، کسی کو سیدھی آنکھ، نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بادشاہ کے یہاں اس کی اس قدر قدر و اعتبار تھا کہ امراء اس کے دست نگر اور منت پذیر تھے۔ جب حکم ہوا کہ اس آدمی کے سوا، کہ جس کو سرکار شاہی سے پالکی عطا ہوئی ہو، شہزادوں یا امراء میں سے کوئی بھی پالکی میں سوار ہوکر گلال بار میں نہ آوے تو اس کے بعد جملۃ الملک اسد خان اور وہ (امیر خان) کہ اس وقت اس کا خطاب ملتفت خان تھا، پالکی پر سوار ہوکر آنے کے مجاز ٹھہرے۔ اس کے بعد بہرہ مند خان، مخلص خان اور روح اللہ خان کو اجازت ہوئی۔ [۳۰۸] اس سے اس (امیر خان) کے مرتبے کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ بادشاہ کے دل میں اس نے کس قدر جگہ حاصل کرلی تھی۔

وہ بڑا دیانت دار تھا، لوگ اس کی فرمائش پر ہر ملک کی چیزیں نصف یا تہائی قیمت پر اس کو بھیج دیتے تھے، وہ اس کا خیال رکھتا تھا اور خفیہ طور سے قیمت کی پوری معلومات کرتا تھا۔

عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد محمد اعظم شاہ کے پاس گیا مگر

۱۔ بیجاپور اور گول کنڈہ ایک ہی سال فتح نہیں ہوئے۔ بیجاپور پہلے ۱۰۹۷ھ (۱۶۸۶ع) میں فتح ہوا اور گول کنڈہ ایک سال بعد ۱۰۹۸ھ (۱۶۸۷ع) میں ہوا۔ گول کنڈہ کی فتح کا مادۂ تاریخ میر عبدالکریم امیر خان نے فتح قلعہ گول کنڈہ مبارک باد (خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۶۸) سے نکالی ہے وہ صحیح ہے۔ (ق)

چونکہ جاعت اور موج کا مالک نہ تھا ، اس لیے سامان فوج کے ساتھ گوالیار میں رہ گیا اور جب بہادر شاہ اول تخت نشین ہؤا تو اس نے تمام امراء کے مناصب میں چاہے مخلص ہوں یا مخالف ، اضافہ کیا ۔ وہ بھی اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہؤا ، مگر بادشاہ کا وہ قرب و اعزاز اور وہ ناز و غرور (جو پہلے تھا) ختم ہو گیا ۔ مجبوراً اکبرآباد کی قلعہ داری اختیار کر کے گوشہ گیر ہو گیا اور جو چیزیں دیکھنے کے لائق نہ تھیں ، ان سے کنارہ کش ہو گیا منعم خاں خانخاناں نے جو اہلیت اور مروت میں بے نظیر زمانہ تھا اس کی سابقہ بزرگی کا خیال کرتے ہوئے آگرہ کی صوبیداری بھی اس (امیر خاں) کے سپرد کر دی ۔ اس کے بعد (امیر خاں) صوبے داری سے تو معزول ہو گیا اور قلعہ داری پر برقرار رہا ۔

جب محمد فرخ سیر بادشاہ مرحوم کے درمیانی عہد حکومت میں سادات بارہہ (قطب الملک عبداللہ خاں و امیرالامراء حسین علی خاں) کے استقلال کی وجہ سے امور سلطنت میں کمزوری پیدا ہوئی تو مصلحت وقت کی وجہ سے عالم گیری امراء کی ضرورت ہوئی ۔ عنایت اللہ خاں ، حمیدالدین خاں بہادر اور محمد نیاز خاں سب از سرنو شاہی عنایت سے سرفراز ہوئے ۔ امیر خاں کو بھی بادشاہ کے حضور میں طلب کیا گیا اور وہ ''داروغہ خواصان'' کے عہدے پر [۳۰۹] مقرر ہؤا ۔

اس بادشاہ مرحوم (فرخ سیر) کے تخت سلطنت سے معزول ہونے کے بعد جب سلطنت کی باگ ڈور سادات بارہہ کے قبضۂ اقتدار میں آئی تو افضل خاں صدر الصدور کی بجائے امیر خاں کو ''صدارت کل'' کا عہدہ دیا ۔ کہتے ہیں کہ قطب الملک (عبداللہ خاں) اس کے سابقہ مرتبے کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی تعظیم و توقیر میں کوئی کمی نہیں کرتا تھا ۔ اور اپنی مسند کے ایک گوشہ پر اس کو جگہ دیتا تھا ۔ اسی زمانے میں

امیر خان کا انتقال ہو گیا۱ ۔

اس کے لڑکوں میں سے کسی نے امتیاز حاصل نہ کیا ۔ بلکہ اپنے باپ کے اندوختے سے مطمئن ہو گئے مگر ابوالخیر خان نے خان دوراں مرحوم عاصم کی قرابت کی وجہ سے بادشاہ مرحوم (فرخ سیر) کے زمانے میں خان دوراں کا خطاب پایا اور اپنی حیثیت اور مرتبہ بڑھا لیا اور خان مذکور خان دوراں خواجہ عاصم) کے ساتھ رہتا تھا۲ ۔

امیر خان کے بڑے بھائی شاہ الیاس خان کے بیٹے میر ابوالوفاء نے اس کے بیٹوں کے مقابلے میں خصوصی شہرت حاصل کی ۔ عالمگیر بادشاہ کے آخر عہد حکومت میں جانماز خانے کا داروغہ مقرر ہوا اور بادشاہ اس کی لیاقت اور استعداد سے متاثر تھا ۔ چنانچہ ایک دن بادشاہ زادہ بہادر شاہ کی عرضداشت بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئی جو کہ رمز (اشارہ) میں ہوتا تھا اس لیے بادشاہ نے بیاض خاص میر ابوالوفاء کے حوالے کر دی کہ ہم نے جو بعض اشاروں کو خود واضح نہیں حل کر لیا ہے ۔

۱ ۔ امیر خان کے انتقال کا سال وفات صحیح معلوم نہ ہو سکا مگر خیال ہے کہ بارھویں صدی ہجری کے تیسرے عشرہ میں فوت ہوئے ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تذکرہ امیر خانی صفحہ ۱۸۱—۱۸۲ (ق)

۲ ۔ امیر خان شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتا تھا ، ملتفت تخلص تھا (مقالات الشعراء از قانع تتوی مرتبہ حسام الدین راشدی صفحہ ۷۷۸—۷۷۹) امیر خان کے ایک بیٹے اشرف خان نے عالم گیری خطوط کا ایک مجموعہ ''رقائم کرائم'' کے نام سے مرتب کیا ہے ، اس مجموعے میں وہ خطوط اور فرامین ہیں جو عالم گیر نے میر عبدالکریم امیر خان کو لکھے ہیں ۔ اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے (تذکرہ امیر خانی صفحہ ۱۸۴—۱۸۵) اس خاندان کے تمام امرا اور اہل علم و ہنر کا مفصل تذکرہ پیر حسام الدین راشدی نے ''تذکرہ امیر خانی'' کے نام سے لکھا ہے ۔

ان کی روشنی میں بقیہ کو حل کرکے مطلب پیش کرو۔ مشرٗالیہ (میرابوالوفاء) نے اپنی دقت نظر اور تیزی فکر سے اس تحریر شدہ اشاروں کو حل کر لیا اور عرضداست کا مضمون لکھ کر بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیا ، بادشاہ نے اس کو پسند فرمایا ۔

۳ے

آصف الدولہ جملۃ الملک اسد خاں

محمد ابراہیم نام ، ذوالفقار خاں قرامانلو کا لڑکا [۳۱۰] صادق خاں میر بخشی کا نواسہ اور یمین الدولہ آصف خاں کا داماد ہے ۔ آغاز عمر اور نوجوانی ہی میں وہ اپنے حسن صورت اور تناسب اعضا ہونے کی وجہ سے شاہجہاں بادشاہ کی عنایات اور مہربانیوں سے سرفراز ہوا اور اپنے ہم‌عصروں اور ساتھیوں میں ممتاز ہوا ۔ ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسد خاں کا خطاب ملا اور آختہ بیگی کی خدمت پر مقرر ہوا ، پھر بخشی دوم کے عہدے پر سرفراز ہوا ۔

جب عالم‌گیر تخت نشین ہوا تو یہ بھی عنایت شاہی سے سرفراز ہوا مدتوں بخشی دوم کی خدمات انجام دیتا رہا ۔ پانچویں سال جلوس عالم‌گیری میں چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں وزیر معظم جعفر خاں کے مرنے کے بعد نائب وزیر مقرر ہوا اور بادشاہ نے اپنے دست خاص سے خنجر مرصع اور دو بڑے پان مرحمت فرمائے اور حکم ہوا کہ (اسد خاں) بادشاہزادہ محمد معظم کے رسالے (کی کیفیت) لکھے اور بادشاہزادے کی مہر دولت خاں منجم کیا کرے گا ۔ اسی سال وہ بخشی گری دوم کے عہدے سے معزول ہوا ۔ چودھویں سال جلوس عالم گیری میں لشکر خاں کے انتقال کے بعد میر بخشی کے عہدے پر سرفراز ہوا۔ سولھویں سال جلوس عالم‌گیری غرہ ذی الحجہ کو اسد خاں نے نائب (وزارت) سے استعفاء دے دیا ۔ بادشاہ کا حکم صادر ہوا کہ امانت خاں دیوان خالصہ اور کفایت خاں دیوان تن (تنخواہ) دیوان اعلیٰ

ئ مہر کے نیچے اپنی مہریں کرکے دیوان کے فرائض انجام دیں ۔ انیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسد خان کو بادشاہ کے حضور سے دوات رصع کار عطا ہوئی اور وزیر اعظم کے جلیل القدر منصب پر سرفراز ہوا [۳۰۱] ۔

سویں سال جلوس عالم گیری میں جب خان جہان بہادر کوکل تاش دکن سے معزول ہؤا اور وہ صاحب میر آیا تو وہاں کے صوبے دار کے تعین کے وہاں کے معاملات دلیر خان کے سپرد ہو گئے اور جملۃ الملک ایک بھاری لشکر اور مناسب سامان و اسباب کے ساتھ دکن کو روانہ ہؤا ۔ جب اورنگ آباد تک پہنچا تھا کہ بادشاہ کے دل میں کچھ مناسب باتیں آئیں اور شاہ عالم دکن کے انتظام پر روانہ ہؤا اور اسد خان واپس آ گیا ۔ بائیسویں سال جلوس کے شروع میں کشن گڑھ (مضاف صوبۂ اجمیر)[1] میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ جب چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں شاہی موجیں سنبھاجی بھونسلہ کی تنبیہ کے لیے ، کہ جس نے بادشاہ زادہ محمد اکبر کو اپنے یہاں پناہ دے رکھی تھی ، دکن کو روانہ ہوئیں تو جملۃ الملک کو شہزادہ عظیم الدین کے ساتھ اجمیر میں چھوڑا گیا تا کہ اس علاقے میں راج پوت ہنگامہ نہ کریں ۔ اس کے بعد اسد خان ستائیسویں سال جلوس عالم گیری میں احمد نگر میں بادشاہ (عالم گیر) کے حضور میں حاضر ہؤا ۔ فتح بیجا پور کے بعد وہ وزارت کے منصب پر فائز ہؤا اور اس نے مسند وزارت کو تکیہ گاہ زر بفت ، سوزنی چکنا دوز اور مربع نشین چاربالش سے آراستہ کیا ۔

زیبا شدہ مسند وزارت ، سے تاریخ نکلی ہے (۱۰۹۷ھ) ۔ گول کنڈہ کے قلعے کی فتح کے بعد اس کے منصب میں ہزار سوار کا اضافہ ہو گیا ، اور وہ سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کے منصب پر فائز ہؤا ۔ چونتیسویں سال جلوس عالم گیری میں دریائے کشنا کے اس طرف کے غنیم کی تنبیہ ،

---

۱ ۔ کشن گڑھ ، راجپوتانہ میں واقع ہے اور اجمیر سے شمال و مشرق کی جانب ہے (ب)

قلعہ نند پال' عرف غازی پور کی فتح اور بالا گھاٹ (کرناٹک حیدر آباد) کے انتظام پر وہ مقرر ہوا ۔ قلعہ نند پال پر قبضہ کرنے کے بعد جملۃالملک کڑپہ میں جو کرناٹک کی سرحد پر واقع ہے، چھاؤنی ڈالے ہوئے تھا۔ بادشاہ زادہ محمد کام بخش نے دربار شاہی سے قلعہ واکنکیرہ کی فتح کے لیے اجازت پائی [۳۰۲] جب روح اللہ خاں اس مہم کو سر کرنے کے لئے مقرر ہؤا ، تو اس (روح اللہ خاں) کو بادشاہ کی طرف سے حکم ہؤا کہ جملۃالملک کی مدد کے لیے (کڑپہ) پہنچے ۔ شاہی فوجوں کے (کڑپہ) پہنچنے کے بعد سینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں حکم ملا کہ دونوں (جملۃ الملک و روح اللہ خاں) ذوالفقار خاں کی مدد کے لیے پہنچیں کہ جو جنجی کا محاصرہ کیے ہوئے ہے ۔ وہاں پہنچنے کے بعد کسی سبب سے بادشاہزادہ محمد کام بخش اور جملۃ الملک کے درمیان رنجش ہو گئی اور بعض فتنہ پردازوں کی کوشش سے دونوں (شہزادہ و جملۃ الملک) میں کافی ناگواری اور اختلاف بڑھ گیا ۔ جملۃ الملک نے بادشاہزادے (کام بخش) کے ان خفیہ مراسلات کو حاصل کرکے ، جو اس نے بعض ناعاقبت اندیشوں کی وساطت سے وہاں کے حاکم قلعہ، رامے[2] کو لکھے تھے، بادشاہ کے پاس بھیج دیا اور پھر اس (اسد خاں) کو مجبور ہوگیا کہ وہ راؤ دلپت بندیلہ کو رات دن بادشاہزادے کے گھر میں نظر بند رکھے اور اسد خاں کی بغیر اجازت اس کو سواری ، مشورہ یا کسی غیر آدمی کا اس (بندیلہ) کے پاس آنا جانا ممنوع تھا ۔

اسی درمیان میں قلعے کے جاسوسوں سے تحقیق کے ساتھ یہ معلوم ہؤا کہ کام بخش ، جملۃالملک سے ناگواری اور اختلاف کی وجہ سے رات کی

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری (صفحہ ۳۵۴) میں اس کا نام نندیال دیا ہے یہ مقام کرنول کے جنوب میں واقع ہے (ب)

۲ ۔ مآثر عالم گیری (صفحہ ۳۵۶) میں رامائے لکھا ہے (گرانڈڈف جلد اول صفحہ ۳۰۱) میں راجا رام لکھا ہے راجا رام سیوا جی کا لڑکا ہے جو سنبھا جی کے بعد گدی پر بیٹھا (گرانڈڈف جلد اول صفحہ ۳۷۱) (ب)

[illegible] رکی میں قلعے کو بھاگ جانا چاہتا ہے۔ لہذا اسد خان نے،
ذوالفقار خان اور لشکر کے تمام سرداروں سے مشورہ کرنے کے بعد قلعے
کا محاصرہ کرنے والی فوج کو اس جگہ طلب کیا جہاں موجود
[illegible] نگراں رکھا تھا اور پھر گستاخانہ طریقے سے شہزادے (کام بخش)
[illegible] پر آ کر اس کو نظر بند کر دیا اور جنجی کے محاصرے سے ہٹ کر
[illegible] نے حکم کے مطابق شہزادے کو بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا اور
خود کچھ دنوں [illegible] میں رہا۔ اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں اس کی
[illegible] ہوئی۔ [illegible] (شہزادہ) [illegible] کی وجہ سے اس کے دل میں
[illegible] تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں جانے کے دن جب [۲۱۳]
[illegible] گاہ کے پاس پہنچا تو [illegible] داروغہ
[illegible] کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

ع [illegible] انتقام ہست

[illegible] نے فرمایا کہ بالکل ٹھیک کہا۔ قدم بوسی کی عزت ملی اور
[illegible] سے سرفراز ہوا۔

جب عالمگیر بادشاہ بیتالیسویں سال جلوس عالمگیری[۱] ۱۱۱۰ھ
(۹۹–۱۶۹۸ء) میں اسلام پوری عرف برہم پوری میں چار سالہ قیام کے
بعد سیواجی بھونسلہ کے قلعوں کو فتح کرنے اور اس کے علاقے کو برباد
کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا تو نواب قدسیہ زیب النساء بیگم کو حرم کی
خادماؤں کے ساتھ وہیں چھوڑ گیا اور اسد خان کو ان کی نگاہ داشت اور
حفاظت کے لیے رکھا۔ پینتالیسویں سال جلوس میں مہم کھیلنا کے شروع
میں وہ (اسد خان) لشکرگاہ سے بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا اور اس کو
امیرالامراء کا خطاب عنایت ہوا۔ فتح اللہ خان، حمیدالدین خان، اور
راجا جے سنگھ اس کی سرداری میں اس عظیم الشان قلعے (کھیلنا) کی فتح
کے لیے مقرر ہوئے۔

---

۱ - متن کتاب میں ۱۰۱۰ھ تحریر ہے جو بظاہر غلط ہے اس کی بجائے
۱۱۱۰ھ ہونا چاہیے۔ (ب)

جب فتح کے بعد امیرالامراء بیمار ہو گیا تو بادشاہ کا عتاب آمیز حکم صادر ہؤا کہ (امیرالامراء) دیوان عدالت ، کہ جو بادشاہ کے حکم سے دیوانِ مظالم کے نام سے مشہور تھا، کے اندر کی طرف سے برآمدے کے تنگ راستے میں ہو کر کٹھرے میں پہنچے کہ جو حجرے کے پیچھے سے ایک گز کے فاصلے پر ہے ، وہ وہاں تین دن بیٹھا رہا ، اس کے بعد حکم ہؤا کہ اس کو عصا دیا جائے ۔

عالمگیر بادشاہ کے مرنے کے بعد بادشاہ زادہ محمد اعظم شاہ نے اس (اسد خان) کے اعزاز و احترام کا خیال رکھا اور اس کو وزیر بنایا ۔ جب (اعظم شاہ) گوالیار سے بہادر شاہ کی جنگ کے لیے گیا [۱۱۱۹] تو اس کو فوج کے سامان و اسباب اور اپنی حقیقی بہن زیب النساء بیگم کے پاس ، کہ جس کو عالمگیر بادشاہ ''بیگم صاحب'' کہا کرتا تھا ، چھوڑ گیا ۔ جب فتح بہادر شاہ کو نصیب ہوئی اور وہ تخت نشین ہؤا تو اس مروت کیش اور حلیم آئین بادشاہ نے اسد خان کی سابقہ خدمات اور مرتبے پر نظر کرتے ہوئے اس کو اپنے حضور میں طلب کیا ۔ اس کے بعض مقربین نے کہا کہ اعظم شاہ کے تمام کاموں میں شریک غالب وہی (اسد خان) تھا ۔ بہادر شاہ نے فرمایا کہ اگر اس ہنگامے میں ہمارے بیٹے بھی دکن میں ہوتے تو وقت کے تقاضے کے مطابق اپنے چچا (اعظم شاہ) ہی کا ساتھ دیتے ۔

بادشاہ (بہادر شاہ) کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد نظام الملک آصف الدولہ کا خطاب ، وکالت کا عہدہ اور نوبت بجانے کی اجازت ملی اور عزت و مرتبہ میں اضافہ ہؤا ۔ پرانے زمانے میں وکیل تمام ملکی و مالی معاملات کا ذمہ دار ہوتا تھا ، چونکہ بہادر شاہ بادشاہ ، منعم خانخاناں کی رعایت ضروری سمجھتا تھا کیونکہ اس کے حقوق بہت تھے اور وہ مستقل وزیراعظم تھا اور وزیر کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ کھڑے ہو کر وکیل مطلق کے سامنے دستخط کے لیے پیش کرے ۔ چنانچہ ایک آدھ دفعہ یہ عمل میں بھی آیا ۔ یہ بات خانخاناں کو ناگوار ہوئی لہٰذا طے یہ ہؤا

. چونکہ آصف الدولہ بوڑھا ہو کر عیش و نشاط میں مشغول رہتا ہے
... وہ شاہجہاں آباد جا کر آرام و اطمینان سے زندگی بسر کرے اور
... کے فرائض اس کی نائب کی حیثیت سے ذوالفقار خان (اس کا فرزند)
... دے. چونکہ خاقانان کے اقتدار کے سامنے سلطنت میں سوائے مہر و کالت
... جو باقی نہ رہا تھا اور وہ (مہر وکالت) سادات و امراء پر سرورات کے
... ہو جاتی تھی۔ آصف الدولہ دارالخلافہ میں پانچوں وقت نوبت شمارتی تھا
... آرام و اطمینان سے زندگی گزار رہا تھا۔ [۳۱۵]

جب بادشاہت جہاندار شاہ کو ملی اور ذوالفقار خان حکومت کے
... میں مالک و مختار بنا تو آصف الدولہ وکالت سے علحدہ ہو گیا۔ وہ
... میں تمہ دربار میں گیا۔ پالکی میں سوار ہو کر دیوان عام تک گیا
... تخت کے پاس بیٹھا۔ بادشاہ گفتگو کرتے وقت "عمو" (چچا)
... تھا۔ جب جہاندار شاہ، آگرہ سے شکست کھا کر بھاگا اور سیدھا
آصف الدولہ کے گھر پہنچا تو اس سے درخواست کی وہ (آصف الدولہ) دوبارہ
سامان و اسباب مہیا کر کے جنگ کرے۔ ذوالفقار خان (آصف الدولہ کا
...) بھی پہنچ گیا اور اس نے اس معاملے (جنگ کی تیاری) میں جد سے
زیادہ مبالغہ کیا۔

... خان جو تجربہ کار، زمانہ دیکھے ہوئے، نیک نفس اور
... طلب تھا وہ اس بات پر راضی نہ ہؤا اور اس نے اپنے بیٹے
(ذوالفقار خان) سے کہا کہ معزالدین ہمیشہ شراب میں مشغول اور
... و عشرت میں مصروف رہتا ہے، کم حیثیت لوگوں کا رتبہ بڑھاتا ہے
اور قدر شناس نہیں ہے، اس لیے یہ فرماں روائی کے قابل نہیں ہے کہ اس
قسم کے آدمی کو مدد دے کر از سرنو فساد برپا کریں اور سوئے ہوئے
... کو جگائیں اور ملک کی خرابی اور دنیا کی بربادی کا سبب بنیں۔
خدا جانتا ہے کہ اس کا نتیجہ کہاں تک پہنچے گا، جو کوئی تیموری خاندان
سے تخت سلطنت پر بیٹھے ہمیں اور تمہیں اس کی اطاعت ضروری ہے۔

اسی دن اس (جہاندار شاہ) کو قید کر کے قلعے بھیج دیا اور

یہ نہ سمجھے کہ تقدیر ان کی تدبیر پر ہنس رہی ہے ۔ اس کی یہ آخر بینی اور عاقبت‌اندیشی بیٹے کی جان شیریں کی ہلاکت کا باعث اور اس کی موروثی عزت و آبرو کے زوال کا سبب ہوگئی ۔ چونکہ انسان تقدیر اور اس کے اسرار پر واقف نہیں ہوتا ہے ، اس لیے انسان بیچارے کو رنج و طعنہ کیوں دیا جائے ۔ [۳۱٦] وقت کا تقاضا اور نیک اندیشی یہی تھی مگر لوگ کہتے ہیں کہ حمیت و غیرت کہ جس سے وہ مشہور تھا اور جو اس کی طبیعت میں تھی بلکہ انصاف اور مروت کا یہ تقاضا نہ تھا کہ ہندوستان کے بادشاہ کو ، ان حقوق اور نوازشات کے ہوتے ہوئے اس مصیبت کے وقت میں ، جب کہ وہ اس پر بھروسہ کر کے اس کے گھر آیا تھا ، اور اپنے معاملات میں مدد کا خواہاں تھا تو وہ اس کو پکڑ کر دشمن کے حوالے کر دے ، اور وہ اس کو بری طرح کھینچے ۔ اگر وہ (آصف‌الدولہ اسد خاں) بڑھاپے کی وجہ سے خود دوڑ دھوپ کی طاقت نہیں رکھتا تھا تو اس کو اس کے ہمراہیوں کے ساتھ جانے دیتا ، اس کی بدقسمتی اس کو جس جنگل اور صحرا میں چاہتی لے جاتی ۔ اُس (اسد خاں) نے اسے زیادہ مصیبت میں ڈال دیا کہ جس میں وہ تھا ۔

بہرحال جب فرخ سیر نے دیکھا کہ ہوش و حواس سے عاری بادشاہ اور وزیر دارالخلافہ پہنچیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی اور طرف جھک جائیں اور کوئی نیا فتنہ کھڑا ہو جائے ۔ فرخ سیر نے میر جملہ سمرقندی کی معرفت دل جوئی کے مسلسل خطوط بیٹے اور باپ کے نام لکھے اور دونوں کے غیر مطمئن دل کو طرح طرح کی نوازش اور چاپلوسی سے مطمئن کیا ۔ کہتے ہیں کہ سادات بارہہ (قطب‌الملک) عبداللہ خاں (امیرالامراء حسن علی خاں) اس معاملے میں بادشاہ کے شریک نہ تھے اور وہ یہ بھی نہیں سمجھتے تھے کہ بات یہاں تک پہنچے گی بلکہ انہیں یقین تھا، کہ وہ لڑائی ضرور کریں گے ، للہذا انہیں (اسد خاں و ذوالفقار خاں) کو کیوں نہ اپنا ممنون احسان بنانا چاہیے ۔ (سادات بارہہ نے) ان کو پیغام بھیجا کہ ہماری معرفت فرخ سیر کے پاس حاضر ہوں تاکہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے ۔ چونکہ تقدیر کے فرشتے کسی دوسری فکر میں تھے ، باپ

اور بیٹے (اسد خاں و ذوالفقار خاں) بادشاہ (فرخ سیر) کے جھوٹے وعدوں پر اعتبار کر کے غافل ہو گئے اور سادات بارہہ کی طرف توجہ نہ دی اور ان سے رجوع کرنا اپنی توہین سمجھا۔

پھر جملہ کو جب سادات (قطب الملک عبداللہ خاں و امیرالامراء حسین علی) کے عزائم کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً تقرب خان شیرازی کو آصف الدولہ کے پاس بھیجا کہ اگر بادشاہ کی خوشنودی چاہیے ہو تو ہرگز قطب الملک (عبداللہ خاں) اور امیرالامراء (حسین علی) کا واسطہ نہ پکڑنا۔ [۱۔ ۳۱] لکھے ہیں کہ قرآن مجید کی قسم کھوائی گئی تھی۔

جب بادشاہ (فرخ سیر) دہلی میں بارہ پلہ کے پاس پہنچا تو آصف الدولہ ذوالفقار خاں کے ہمراہ اطمینان کے ساتھ گیا اور بادشاہ کی خدمت میں میں حاضر ہوا۔ بادشاہ (فرخ سیر) نے جواہر، خلعت اور تسلی بخش کلمات سے نوازا اور رخصت کر دیا اور فرمایا کہ مصلحت کے چند کاموں کی وجہ سے ذوالفقار خاں حاضر رہے۔ آصف الدولہ صورت حال سے انجام کی خرابی کو سمجھ گیا اور رنج و افسوس کے ساتھ گھر آ گیا۔ اسی دن ذوالفقار خاں کو اس طرح، جس کا ذکر اس کے حال میں کیا گیا ہے، مار ڈالا۔ دوسرے دن اسد خاں کو قید کر لیا، اس کا گھر ضبط ہوا اور دونی میز میں چھوڑی گئی اور بادشاہ کی سرکار سے سو روپیہ یومیہ اس کے اخراجات کے لیے مقرر ہوئے۔

جشن جلوس کے موقعے پر یہ طے ہوا کہ جواہر و خلعت اس (آصف الدولہ اسد خاں) کے لیے بھیجا جائے۔ حسین علی خاں امیرالامراء نے درخواست کی کہ وہ لے جائے گا۔ کہتے ہیں کہ امیرالامراء (حسین علی خاں) حسب سابق آداب بجا لایا اور اس (اسد خاں) نے بھی آنے جانے میں ہاتھ سینے پر رکھا، اپنے ہاتھ سے پان دیا اور رخصت کیا۔ پانچویں سال جلوس فرخ سیری ۱۱۲۹ھ (۱۷۱۷ع) میں چورانوے سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔

ایسا نیک طینت ، کم آزار ، متحمل ، باوقار ، حسن صورت کا مالک اور نیک عادات رکھنے والا امیر ، کہ جو ماتحتوں سے محبت اور شفقت اور اپنے برابر والوں کے ساتھ شان و شوکت سے پیش آتا ہو ، قریب زمانے کے امراء میں کوئی دوسرا نہیں گزرا ہے ۔ اس نے شروع سے اپنی زندگی کامیابی و کامرانی کے ساتھ بسر کی ، ہمیشہ زندگی کے کھیل میں کامیاب ہوتا تھا ۔ [۳۱۸] لیکن آسمان کے دغاباز نرد کے کھلاڑی نے اس سے آخری ہاتھ فریب کے ساتھ کھیلا اور انقلاب کے لٹیرے نے جب وہ منزل کے قریب تھا اس کے امن و اطمینان کو لوٹ لیا ۔ یہ چرخ بے وقت مسرت صبح کے ساتھ مصیبتوں کی شام بھی لاتا ہے اور حلوے کے لقمے کے ساتھ زہر کے سینکڑوں نوالے بھی کھانے پڑتے ہیں، اس وفا دشمن (آسمان) نے کس کے ساتھ دوستی یا وفاداری کی ، اگر کسی پر مہربان ہؤا تو جلد ہی نگاہ پھیر لی :

بیت

پشیماں می شود زود از عطائے خویشتن گردوں
چو خور گر قرص نانے صبح بخشد شام می گیرد

جملۃالملک کی حویلیوں میں سے یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ سینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب عالم گیر بادشاہ کنداتہ کے قلعے کی فتح کے بعد ، کہ جو "بخشندہ بخش" کے نام سے مشہور ہے ، محی آباد پونا میں برسات گزارنے کے لیے آیا تو اتفاق ایسا ہؤا کہ امیرالامراء کے مکانات نشیبی زمین میں تھے اور عنایت اللہ خاں دیوان خالصہ و تن کا خیمہ اونچے مقام پر تھا ، چند روز گزرنے کے بعد عنایت خاں نے اپنی محل سرا کے سرا پردہ کی جگہ (احاطہ) بندی کرلی تھی ۔ امیرالامراء (جملۃالملک) کے خواجہ سرا بسنت نے جو اس (جملۃالملک) کی سرکار کا مختار تھا (عنایت خاں کو) کہلا بھیجا کہ اس جگہ سے ہٹ جائیے کیونکہ نواب صاحب کا خیمہ کھڑا ہوگا ۔ (عنایت) خاں نے کہا اچھی بات ہے لیکن تھوڑی مہلت دو کہ اسی طرح کی کوئی دوسری

جگہ دیکھ لوں ۔ اس نے سخت و سست جواب دیا ۔ عنایت‌اللہ خاں مجبوراً
دوسری جگہ منتقل ہوگیا ۔

جب یہ بات بادشاہ (عالمگیر) کو معلوم ہوئی تو اس نے حمیدالدین
خاں کے ذریعے حملۃ الملک کو پیغام بھیجا کہ تم یہ جگہ عنایت‌اللہ خاں
کو دے دو اور خود [۳۰۹] اٹھ کر کسی دوسری جگہ چلے جاؤ ۔
اس نے تعمیل میں سستی کی ۔ (بادشاہ کا) حکم ہؤا کہ عنایت‌اللہ خاں
کو اس جگہ کا متصرف کرو ۔ اتفاق سے اس وقت عنایت‌اللہ خاں حمام میں
تھا ۔ حملۃ الملک جا کر اس کے دیوان خانے میں بیٹھ گیا ۔ وہ جلد اٹھ کر
باہر آگیا ۔ امیرالامراء (حملۃ الملک) اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو
اندر لایا اور بہت تواضع کے ساتھ نو پارچہ کا خلعت پیش کیا اور
جب تک عنایت خاں کے ساتھ صحبت و رفاقت رہی اور اس کے بعد بھی
کبھی کسی طرح شکایت یا بے جا دماغی کا اظہار نہیں کیا اور ہمیشہ
مہربانی اور دلداری سے پیش آیا ۔ ایسے آدمی بھی کبھی دنیا میں
ہوتے ہیں ۔

کہتے ہیں کہ اس کی حرم سرا اور اسباب عیش و نشاط کا خرچ
اس قدر تھا کہ اس کے لیے آمدنی پوری نہیں ہوتی تھی ۔ وہ پرانی بواسیر کی
وجہ سے بلا ضرورت زمین پر نہیں بیٹھتا تھا ، ہمیشہ گھر میں گہوارے
(گدی) پر بیٹھتا تھا ۔

ذوالفقار خاں کے علاوہ ایک لڑکا عنایت خاں، نول بائی کے بطن سے
تھا ۔ جس کو وہ رانی کہتا تھا ۔ عنایت خاں بہت خوش خط تھا ۔
جواہر خانے کا داروغہ اور ایک مناسب منصب پر فائز تھا ۔ بادشاہ کے
حکم سے ابوالحسن حیدرآباد کی لڑکی کے ساتھ اس کی شادی ہوئی تھی ۔
اپنے نامناسب طور طریقوں کی وجہ سے پاگل ہوگیا تھا ۔ دہلی جا کر
بھی اس کی بد وضعی قائم رہی ۔ دہلی کی خبروں میں بادشاہ کے پاس اس کی
شکایت ضرور پہنچتی تھی ۔ اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی ۔

اس (عنایت خاں) کے لڑکے صالح خاں نے جہاندار شاہ کے عہد میں

"اعتقاد خاں" کا خطاب اور ایک عمدہ منصب پایا۔

اس (صالح خاں) کے بھائی مرزا کاظم نے رقاصاؤں کی ہم نشینی اور سارنگی بجانے والوں کی صحبت اختیار کی اور ایک دم اپنے عزت و مرتبہ کو برباد کیا ، بہت برے طور طریقے [۳۲۰] اختیار کئے اور زمانے میں رسوا ہوا۔

۷۳

امیر الامراء سید حسین علی خاں

قطب الملک عبداللہ خاں کا چھوٹا بھائی ہے جس کا ذکر اسی جگہ کیا گیا ہے۔ قطب الملک ، محمد فرخ سیر بادشاہ کا وزیر اعظم تھا اور سید حسین علی خاں ، امیر الامرائی کے منصب پر سرفراز ہوا۔ یہ (دونوں بھائی) بارہہ کے بزرگ سادات اور ہندوستان کے عظماء شرفاء میں سے ہیں۔ یہ دونوں بھائی ملک سیادت کے دو ستارے اور سپہر امارت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ اچھی عادتوں اور نیک خصلتوں کے مالک تھے ، خاص طور سے سخاوت اور شجاعت میں بہت ممتاز تھے۔ انھوں نے زمانے میں ایسے نقوش چھوڑے ہیں کہ جو دولت و امارت کے لیے باعث زینت ہیں۔ اپنے عروج کے آغاز سے اختتام تک بہت بھلائی اور نیک نامی سے زندگی بسر کی اور اپنے عدل و احسان سے ہندوستان کو رشک جنت بنا دیا ، لیکن آخر زمانے میں غلط راستہ اختیار کر لیا اور قیامت تک کے لیے اپنے ساتھ بدنامی کا داغ لے گئے۔ لیکن ارباب انصاف کا خیال ہے کہ بادشاہ (فرخ سیر) کا معزول کرنا ان کے پاس آبرو اور حفظ جان کے لیے ضروری تھا انھوں نے ایک زمانے تک بہت جانفشانی دکھائی اور بادشاہ کی خیر خواہی کے تمام آداب پورے کیے۔ بادشاہ نے ان کے حقوق کو نظر انداز کر دیا اور ان کو ملیا میٹ کرنے کا منصوبہ باندھا اور جب تک وہ زندہ رہا یہی خیال اس کے سر میں رہا اور اس کی یہ ناقص رائے سلطنت کے زوال کا سبب ہوئی ، بادشاہ اور سادات دونوں ختم ہو گئے۔ [۳۲۱]

قاضی شہاب الدین ملک العلماء قدس سرہ مناقب السادات میں لکھتے ہیں کہ صحیح النسب سید کے لئے ضروری ہے کہ وہ خلق محمدی، علمی اور شجاعت حیدری کا نمونہ ہو اور یہ لازمی ہے کہ صحیح النسب سید ان خوبیوں میں خاص امتیاز رکھتا ہو۔ اگر کبھی وہ مجبور ہو کر کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو آخر کار سے جدا ہو جاتا ہے کہ جس کے ذریعے سے اس کو نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ اس بات کی صداقت دونوں بھائیوں کے حالات سے ظاہر ہے کہ وہ دونوں اس دنیا سے مظلوم گئے اور شہید ہوئے۔

قطب الملک کا اصلی نام حسن علی ہے اور امیر الامراء کا اصلی نام حسین علی ہے۔ پہلے (قطب الملک) کی سیادت زیادہ ہے اور دوسرے کی شجاعت سے ہوئی۔ امیر الامراء اگرچہ قطب الملک کا چھوٹا بھائی تھا مگر سخاوت، شجاعت، علو ہمت، شوکت اور وقار میں بڑے بھائی سے بڑھا ہوا تھا۔ عالمگیر بادشاہ کے زمانے میں رن تھمبور کی حکومت پر اور ہنڈون بیانہ کی فوج داری پر مقرر ہوا۔ جب اس کا بھائی (عبداللہ خان) عالمگیر بادشاہ کی وفات کے بعد لاہور میں شاہ عالم کی عنایات سے سرفراز ہوا تو حسین علی خان ایک اچھی فوج کے ساتھ دہلی کے قریب شاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور محمد اعظم شاہ کی لڑائی میں اس نے بہت سعی و کوشش کی۔ اس لیے اس کو تین ہزاری منصب اور نقارہ عنایت ہؤا اور شہزادہ عظیم الشان کے ذریعے سے عظیم آباد پٹنہ کا نائب صوبے دار مقرر ہؤا۔

عالمگیر بادشاہ کے آخر عہد حکومت میں شاہزادہ عظیم الشان کی جانب سے سپہ دار خان مخاطب بہ اعزالدولہ خان جہان بہادر ، بنگالہ کا سپہ دار مقرر ہؤا۔ [۲۲۲] محمد فرخ سیر خلف عظیم الشان ، کہ جو بنگالہ میں اپنے

۱۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی بن شمس الدین عمر الزاولی ، وفات ۲۵ رجب ۸۴۹ھ (۱۴۴۵ء) ، دیکھئے تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۲۳۹—۲۴۰ (ق)

باپ کا نائب تھا ، اس کی حضور میں طلبی ہوئی اور وہ پٹنہ تک آ گیا ، چونکہ وہ ایک زمانے تک آزاد و خود سر رہا تھا ، اس لیے دوسرے بھائیوں کے مقابلے میں باپ اور دادا اس کا کم خیال رکھتے تھے ۔ بادشاہ کے حضور میں جانا اس کو گراں اور ناگوار تھا ۔ اخراجات کی کمی کا عذر کرکے وقت گزار رہا تھا کہ اسی دوران میں شاہ عالم کا انتقال ہو گیا ۔

محمد فرخ سیر نے اپنے باپ عظیم الشان کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا اور فوج جمع کرنے میں مشغول ہو گیا ۔ اسی دوران میں عظیم الشان کے مارے جانے کی خبر ملی ۔ اس (فرخ سیر) نے ربیع الاول ۱۱۲۳ھ (اپریل ۱۷۱۱ء) میں خود بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا اور سید حسین علی خاں ناظم پٹنہ کو اپنی مہربانیوں کے وعدے سے مطمئن کرکے اپنا مددگار بنا لیا ۔ اسی لیے سید حسن علی خاں ناظم الہ آباد بھی اس کا رفیق ہو گیا ، تھوڑی سی مدت میں بہت فوج جمع ہو گئی لیکن خزانے کی کمی کی وجہ سے آگرہ پہنچنے تک بارہ ہزار سوار سے زیادہ نہ تھے ۔

حسین علی خاں لڑائی کے دن ، کہ جو مستقرالخلافہ آگرہ کے قریب جہاندار شاہ سے ہوئی تھی ، حسین بیگ صف شکن خاں ، کہ جو اڑیسہ کا نائب صوبے دار تھا اور زین الدین خاں پسر بہادرخاں روہیلہ کے ساتھ ذوالفقار خاں کے مقابل ہؤا کہ جو بہت سی توپوں اور بندوقوں کے ساتھ ایک مقام پر کھڑا تھا (حسین علی خاں) سواروں کو لے کر توپ خانے تک پہنچ گیا ۔ جب ذوالفقار خاں نے میدان جنگ اپنے اوپر تنگ دیکھا تو ہندوستان کے ناموس پرستوں کے قاعدے کے مطابق (ہاتھی سے) اتر پڑا اور سخت زخموں کی وجہ سے زمین پر گر گیا ۔ [۳۲۲] وہ دونوں سردار (حسین بیگ و زین الدین خاں) بھی جاںنثاروں کے ساتھ بہت بہادری سے مارے گئے ۔ اس عظیم فتح کے بعد حسین علی خاں کو امیر الامراء بہادر فیروز جنگ کا خطاب ، سات ہزاری ذات ، سات ہزار سوار کا منصب اور میر بخشی کا عہدہ عنایت ہؤا ۔

دوسرے سال جلوس فرخ سیری میں امیرالامراء حسین علی خاں ایک بھاری فوج کے ساتھ اجیت سنگھ راٹھور کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا کہ جس نے اپنے علاقے میں سرکشی اور بغاوت اختیار کر رکھی تھی اور میرٹھ تک کہ سارا علاقہ جو اس کے قبضے میں تھا، تاخت و تاراج کر دیا۔ راجا (اجیت سنگھ) ڈر کے مارے بیچ بچ کے راستے سے محفوظ مقامات میں چلا گیا۔

اس مہم میں امیرالامراء نے جو حکم جاری کیا وہ یہ بتایا جاتا ہے کہ چونکہ اجیت سنگھ اور جے سنگھ کے دیہات آپس میں ملے ہوئے ہیں اور بڑے علاقے کی رعایا (راجا اجیت سنگھ) خوف زدہ ہو کر بھاگ گئی ہے، غارت گروں کو حکم دیا گیا کہ جو گاؤں ویران پڑے ہیں کہ لوٹ لیں اور پھر آگ لگا دیں اور جو گاؤں آباد ہیں، ان کو صحیح و محفوظ رہیں۔ اجیت سنگھ کی رعایا نے جب یہ دیکھا تو جے سنگھ کی رعایا کی معرفت عہد و پیمان کر کے واپس آنے لگی۔ اسی وقت سواروں (سپاہی) متعین ہوئے کہ غارت گروں سے کہیں کہ آگ بجھا دی جائے اور جو کچھ لوٹا ہے وہ واپس دیں۔ اس حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوتی تھی۔ سپاہی اُن لدی ہوئی چیزوں کو گاؤں میں جمع کر دیتے تھے۔

بعض قابل اعتبار لوگ، کہ جنہوں نے دیہات کے لوگوں سے بہت تحقیق سے معلوم کیا تھا، کہتے تھے کہ (یہ اہل دیہات کا قول تھا) کہ سوائے آگ لگنے کے کوئی اور ہمارا نقصان نہیں ہوا۔

جب راجا (اجیت سنگھ) نے اپنی خرابی دیکھی تو اس نے انجام سوچ کر معتمر وکیلوں کی معرفت نذرانے، اپنے بڑے لڑکے کنورابھے سنگھ [۳۲۴] اور اپنی لڑکی کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ جس کو اس ملک کی زبان میں ڈولہ کہتے ہیں اور اپنے جرموں کی معافی کا خواستگار ہوا۔ میر جملہ بادشاہ کے حضور میں بادشاہ کے دستخط کرانے کا اختیار رکھتا تھا، جو کوئی اس سے رجوع کرتا تھا، وہ دستخط کرکے اس کو منصب اور جاگیر دے دیتا تھا۔ وہ (میر جملہ) بادشاہ کے مزاج کو

سادات سے روزانہ منحرف کرتا تھا۔

امیرالامراء (راجا اجیت سنگھ سے) مصالحت کے لیے راضی ہوگیا۔ کنور کو ہمراہ لے کر بہت جلد واپس ہؤا اور ایک فوج ڈولہ کے لیے چھوڑ دی کہ وہ ڈولہ کو بعد میں لاوے۔ اس سفر میں اتفاق سے ایک عجیب واقعہ ہوگیا۔

کہتے ہیں کہ جب امیرالامراء میرٹھ سے سولہ کوس رہ گیا تو راجا کے معتبر لوگ ڈیڑھ ہزار سواروں کے ساتھ مصالحت کے لیے آئے، امیرالامراء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ٹھہرنے کی اجازت چاہی۔ چونکہ یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ ان کی اس بات میں صداقت نہیں ہے اور حیلے بہانے سے ایسا موقع چاہتے ہیں کہ راجا ساز و سامان لے کر نکل جائے۔ حسین علی خاں نے پیغام دیا کہ اگر تم واقعی مصالحت چاہتے ہو تو کنور کے پہنچنے تک تمہیں قید و زنجیر میں رہنا چاہئے۔ پہلے تو وہ ننگ و شرم کی وجہ سے راضی نہ ہوئے مگر بعد کو مان لیا۔

امیرالامراء نے (راجا کے) چار معتبر آدمیوں کو زنجیروں سے باندھ کر خاص چابک داروں کے سپرد کر دیا۔ جب چابک دار ان آدمیوں کو لے کر دیوان خانے سے باہر نکلے تو لشکر کے غیر ذمہ دار آدمی ان کو اس حالت میں دیکھ کر ان کے ڈیروں پر دوڑ پڑے، لڑائی شروع ہوگئی، ہر چند لوگ منع کرنے کے لئے مقرر ہوئے لیکن ان لوگوں نے ذرا سی دیر میں سب کو لوٹ مار کرکے برابر کر دیا۔ امیرالامراء نے ان چاروں آدمیوں کو قید سے رہائی دی اور معذرت چاہی اور ان کو پھر اس کا یقین ہوگیا کہ یہ حرکت بے ارادہ سرزد ہوئی [۳۲۵] اور انھوں نے راجا کو لکھا لیکن راجا یہ بات سن کر پہلے ہی فرار ہو چکا تھا۔ مجبوراً امیرالامراء، میرٹھ پہنچا اور وہاں ٹھہر گیا اور پھر مصالحت ہو گئی۔

امیرالامراء کے دہلی پہنچنے کے بعد دکن کی صوبے داری کا معاملہ زیر غور آیا۔ حسین علی خاں خود تو چاہتا تھا کہ دربار شاہی میں رہے اور ذوالفقار خاں کے مشورے پر داؤد خاں کو نائب مقرر کر دے

لیکن بادشاہ اپنے مشیروں کے مشورے کے مطابق اس بات پر راضی نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ گفتگو میں تلخی پیدا ہو گئی اور بات نے طول پکڑا۔ آخر کار یہ طے پایا کہ میر جملہ پہلے پٹنہ کی صوبے داری پر روانہ ہو اور اس کے بعد امیرالامراء، کہ جن کو دکن کے جملہ معاملات عزل و نصب مل چکے تھے، رخصت ہووے۔ چنانچہ چوتھے سال جلوس فرخ سیری (۱۱۲۷ھ ۔ ۱۷۱۵ء) میں امیرالامراء دکن کے لیے روانہ ہوا۔ اور اس نے بادشاہ سے کہا کہ اگر میری غیبت میں میر جملہ دربار شاہی میں آیا یا قطب الملک (عبد اللہ خان) کے معاملے میں کوئی تبدیلی ہوئی تو مجھے بیس دن کے اندر یہاں پہنچا ہوا سمجھنا۔

جب امیرالامراء، مالوہ پہنچا تو مالوہ کا صوبے دار راجا جے سنگھ سوائی سامنے سے ہٹ گیا تا کہ ملاقات نہ ہو۔ امیرالامراء نے بادشاہ کو لکھا کہ راجا کی یہ حرکت اگر آپ ہی کے اشارے سے ہے تو میں پیچھے سے آنے کے لیے تیار ہوں، ورنہ کل داؤد خان بھی یہی طریقہ اختیار کرے گا۔ (فرخ سیر کی) سلطنت کے شروع میں سادات (عبداللہ خان و حسین علی) نے داؤد خان کی جان بخشی کرائی تھی اور اب امیرالامراء کی کوشش سے بادشاہ کی طرف سے برہان پور کی نائب صوبے داری اس کو ملی۔ وہ گجرات سے اس سستی میں برہان پور [۳۲۶] پہنچ کر وہاں متمکن ہو چکا تھا۔

امیرالامراء کے جواب میں بادشاہ کا فرمان پہنچا کہ جے سنگھ کے نامناسب رویے اور کم فہمی کی وجہ سے اس کا عزل و نصب تمہارے اختیار میں دیا جاتا ہے اور داؤد خان سے اس قسم کی حرکت کا کیا احتمال ہے؟ اگر کبھی اس قسم کی کوئی نامناسب بات ہو تو اس کو ہمارے حضور میں بھیج دیا جائے۔ لیکن بادشاہ نے بد دلی اور سفلہ مزاجی سے خان دوران کے ذریعے پوشیدہ طور سے داؤد خان کو امیرالامراء کی مخالفت پر ابھارا۔ جب امیرالامراء نے نربدا پار کیا تو اس کو معلوم ہوا کہ داؤد خان اس کے موافق نہیں ہے اور مقابلے کا ارادہ رکھتا ہے۔ حسین علی خان (داؤد خان کو) سنبھالنے کی فکر میں پڑ گیا۔ بڑی تفصیل سے دونوں میں

پیغام رسانی ہوئی کہ جس کا ذکر داؤد خان کے احوال میں لکھا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ امیرالامراء نے کہا کہ اگر ہمارے موافق ہو تو ملاقات ضروری ہے اور اگر مخالف ہو تو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو اور ہماری طرف سے کوئی مزاحمت نہیں ہوگی۔ داؤد خان نے اپنی جہالت سے دشمنی کا اظہار کر دیا، اور ۱۱ رمضان ۱۱۲۷ھ (۱۰ اگست ۱۷۱۵ء) کو شہر (برہان پور) کے قریب مقابلے کا میدان گرم ہوا اور سخت جنگ ہوئی۔ داؤد خان بندوق سے سخت زخمی ہوا تھا مگر اس نے پھر مردانہ مقابلہ کیا اور امیرالامراء کے قریب پہنچ کر دوبارہ جنگ کی اور مارا گیا۔

امیرالامراء نے اس واقعے کو بڑھانے والی فتح کے بعد، کہ جس سے دکن کے سردار اور سرکش مرعوب ہو گئے، اورنگ آباد میں قیام کیا اور ذوالفقار بیگ بخشی کی ماتحتی میں ایک فوج راجا ساہو کے سپہ سالار کھنڈو دبھاریہ[1] کی تنبیہ و تادیب کے لیے مقرر کی کہ جو خاندیس کے صوبے میں قلعے [۳۲۷] بنا کر تھانے قائم کر رہا تھا۔ اس ضلع میں چوتھ وصول کر کے تشویش پیدا کر رہا تھا اور قافلوں کو لوٹتا تھا۔ اس (ذوالفقار بیگ بخشی) نے پرگنہ بھامیر[2] میں ظالموں (مرہٹوں) سے مقابلہ کیا، جنگ ہوئی، مرہٹے تھوڑے سے مقابلے کے بعد اپنے طریقے اور رسم کے مطابق منتشر ہو کر بھاگ گئے۔ اس کی فوج نے دکن کی لڑائی نہیں دیکھی تھی کہ وہ مرہٹوں کی کارستانیوں سے واقف ہوتی، فوج نے خوشی خوشی ان کا تعاقب کیا کہ اچانک وہ لٹیرے (مرہٹے) سب اکٹھے ہو کر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ ذوالفقار بیگ کہ جو بہادری کی وجہ سے سب سے آگے تھا، ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا، اور باقی فوج کو بھاگنا پڑا۔

ہر چند سیف الدین علی خان اور راجا محکم سنگھ اس ظالم گروہ

۱۔ گرانڈڈف (جلد اول صفحہ ۳۴۸، اڈیشن ۱۹۲۱) میں کھانڈے راؤ دھر باری اور خافی خان (جلد دوم صفحہ ۷۷۸) میں کھانڈو بھاریہ لکھا ہے (ب)

۲۔ یہ مقام بھمبیر ہے جو سرکار ندربار میں ہے (ب)

ـ ون) کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئے و. انھوں نے نندر سورت تک
ـ یا اور عکمہ سگمہ ے ستارہ تک ، کہ جو سامہ" کا ـسکن اور
تھا ۔ لوٹنے اور برباد کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی لیکن
ـ ی کی ساف اور مـ ـے گئے ہوائی سی تسب کا تدارک و اس
ـ ی ملاق سـ ہو سکی ۔ اگر ـ ـب ظاہر پر نظر کی جائے تو
ـ علی خان کی حرب ۔ (امیر ...) اور فصری بہادری کا
ـ ـ او ـ ـ ـ ـ امراء ـ ـ ذرا سی تسمہ ہے نہ ہو سکتے تھے
ـ ـ ـ ـ ـ ـ حساب درست ہو سکا تھا ۔ لیکن بادشاہ
ـ ـ ـ ـ ـ روں کی ـ ـ ـ ور ـ ـ ـ داؤد ـ ـ کی
ـ امیرالامراء کی مخالفت شروع کی اور ـ ـ ـ کے سرداروں
ـ ـ ـ ـ ـ جو سد کے ساتھ ـ ـ روز اور ـ ـ ـ اس کا
ـ ـ ـ (بادشاہ) ـ ـ ـ و. ـ ـ (امرا ـ میں) کوئی کوتاہی
ـ تھا او دہلی میں قطب الملک ـ ـ کے ساتھ روزانہ
ـ ـ ـ اور ـ جھگڑا ہو تھا ۔ ـ ـ آواز کہ "پکڑ ـ ور
ـ ـ ـ (قطب الملک) ـ اور خوف کی وجہ سے
ـ امیرالامراء حسین علی خان) کو آنے کے لیے لکھ تھا ۔ مجبوراً
ـ لامراء نے گھر کے دشمن (بادشاہ) کی بجائے باہر کے دشمن (مرہٹوں)
ـ ـ ر ـ کرلی ۔

امیر الا مراء نے) ۱۱۳۰ھ (۱۷۱۸ء) میں سنک راجی ملہار اور
اور خان برہان پوری کی معرفت صلح کر لی ۔ شرائط یہ تھیں کہ
ـ میں لوٹ مار نہ کی جائے ، سڑک اور راستوں سے تعرض نہ کیا جائے
اور پندرہ ہزار سوار ناظم کے پاس رہیں گے ۔ امیر الا مراء نے دکن کے
چھ صوبوں کی چوتھ اور دیس مکھی کی سند ور کوکن وغیرہ کا علاقہ

---

۱ ۔ سمبھا جی کا لڑکا اور سیوا جی کا پوتا (ب) ۔

تنخواہ میں ، کہ جس کو وہ (ساہو) اپنا قدیم راج کہتا تھا، (ساہو کے) حوالے کر دیا اور اس کے گماشتوں کو (انتظام میں) ہر جگہ شریک و دخیل کر دیا۔ اگرچہ (امیر الامراء) نے وقت کے تقاضے کے اعتبار سے یہ سودا فائدہ مند سمجھا لیکن انجام کار جو زبردست نقصان تھا اس سے اس نے آنکھ بند کر لی اور یہ بدنامی کا داغ اس کے اوپر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ ہر چند دین کی خرابی اور اسلام کا نقصان (اللہ پناہ میں رکھے) اس معاملے میں اس (امیرالامراء) سے مخفی اور پوشیدہ نہ ہوگا۔ کفر کا تسلط دس گنا ہو گیا اور روزانہ اس (کفر) کو قوت حاصل ہونے لگی، جو عاقبت بیں انصاف پسند ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس سے اور وہاں کے کام میں زمانے کا بڑا ہاتھ ہے۔

مرہٹوں کے ساتھ مصالحت، دوستانہ طور سے عہد و پیمان کا ایفاء، اور بادشاہ کا قطب الملک (عبد اللہ خاں) سے ناراض ہونا، امیر الامراء کے ہندوستان آنے کے یہ تمام اسباب تھے۔ جب امیرالامراء کی آمد امد لوگوں میں مشہور ہوئی تو بادشاہ نے بلا سوچے سمجھے محمد امین خاں چین بہادر کو مالوہ کے انتظام کے بہانے سے، جو دکن کے راستے میں ہے، رخصت کیا۔ بادشاہ کا خیال خام یہ تھا کہ اس طرح امیرالامراء کا راستہ روک سکے گا [٣٢٩]۔ اس کے بعد اعتقاد خاں کی چاپلوسی اور کار پردازی سے بادشاہ اور وزیر کے درمیان پھر محبت کی پینگیں بڑھنے لگیں۔ بادشاہ نے اخلاص خاں کو، جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ دونوں بھائیوں کا مخلص ہے، حسین علی خاں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اور دربارشاہی میں آنے سے روکنے کے لیے بھیجا۔ امیر الامراء جس نے دہلی آنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا، بادشاہ اور وزیر کی تازہ دوستی کی خبر سن کر ٹھہر گیا اور خبر ثانی کا انتظار کرنے لگا۔ جب اس نے دوبارہ اختلاف کی خبر سنی تو غرہ محرم ١١٣١ھ (٢٠ نومبر ١٧١٨ع) کو دکن اور مرہٹہ فوج کی ہمراہی میں بہت شان و شوکت کے ساتھ اورنگ آباد سے رخصت ہوا۔ ایک مجہول الحال

شخص معین الدین کو شاہزادہ اکبر[1] کا لڑکا مشہور کر دیا ۔ خیر خواہی و اطاعت کے طور پر بادشاہ کو لکھا کہ اس (معین الدین پسر شاہزادہ اکبر) نے اجا ساہو کے علاقے میں بغاوت شروع کر دی تھی ، میں اس کو گرفتار کرکے حضور میں لا رہا ہوں ۔ ماہ ربیع الاول ۱۱۳۱ھ (فروری ۱۷۱۹ء) میں امیرالامراء دہلی کے قریب پہنچا اور فیروز شاہ کی لاٹ کے پاس مقیم ہوا اور آداب شاہی کے خلاف نوبت بجاتا ہوا خیمے میں داخل ہوا اور بہ تکرار بلند آواز سے کہا کہ میں بادشاہ کی نوکری چھوڑ چکا ہوں اس کے بعد قطب الملک (عبداللہ خان) کی وساطت سے عہد و پیمان اور شرائط طے ہو گئے اور ۵ ربیع الآخر ۱۱۳۱ھ (۱۷۱۹ء) کو امیر الامراء بادشاہ کی خدمت میں آیا ۔ شکوہ و شکایت ہوئی ، بہت سی عنایات اور نوازشوں کے بعد رخصت ہوا ۔ ماہ مذکور (ربیع الآخر) کی ۸ تاریخ کو اس جعلی شہزادہ (معین الدین) کو سپرد کرنے کی شہرت دی [۳۳۰] اور سوار ہو کر سانبھر خاں کی حویلی میں داخل ہوا جو بادشاہ کی طرف سے اس کو عنایت ہوئی تھی ۔ قطب الملک عبداللہ خاں مہاراجہ (اجیت سنگھ) کے ہمراہ قلعے کے انتظام کے لیے گیا اور اس میں کسی کو داخل نہیں ہونے دیا ۔ (واقعہ یہ ہے) کہ بے تدبیری کی وجہ سے اقتدار ختم ہوجاتا ہے اور ایسے وقت میں ذرا سی نظر جو کسی سے جان و آبرو کو برباد کرنا پڑتا ہے اور بڑے خطرناک واقعات وقوع پذیر ہوجاتے ہیں ، جیسا کہ قطب الملک کے ذکر میں بیان ہوا ہے ۔

ابھی دو مہینے نہیں گزرے تھے کہ بادشاہزادہ محمد اکبر کے بیٹے

---

۱ ۔ اکبر ، اورنگ زیب کا باغی لڑکا تھا ، جو مرہٹوں سے مل گیا تھا اور پھر ایران چلا گیا اور وہیں فوت ہوا ۔ معین الدین کے لیے ملاحظہ ہو (خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۹۳ ، ۷۹۵ ، ۸۰۷) (ق)

نیکوسیر[1] نے ، کہ جو اکبرآباد کے قلعے میں قید تھا ، اپنے ملازمین کی مدد سے وہاں بغاوت کر دی ۔ امیرالامراء فوراً وہاں پہنچا ، تین ماہ اور کچھ دن کے محاصرے کے بعد وہاں کے ملازمین کے افسروں کی سازش سے قلعہ فتح کر لیا اور قلعے کے مال پر قبضہ کیا ۔ جب قطب الملک راجا جے سنگھ سوائی سے مقابلے کے لیے کہ جو آنبیر سے مخالفت کے ارادے سے آیا تھا ، فتح پور سیکری پہنچا تو امیرالامراء بھی اس سے آ کر مل گیا ۔ راجہ (جے سنگھ) سے صلح کے بعد دونوں بھائیوں (امیرالامراء اور قطب الملک) میں آگرہ کے مال کی وجہ سے اختلاف ہو گیا اور طرفین سے سخت اور تلخ پیغام شروع ہو گئے ۔ لیکن رتن چند کی دانشمندی سے ان کے اختلاف کی شہرت نہ ہوئی ۔ اس (آگرہ کے مال غنیمت) میں سے قطب الملک (عبداللہ خاں) کو بہت تھوڑا حصہ ملا[2] ۔ جب خدائے بے مثال کی مشیت ہے ، کہ اس کی مصلحت کو کوئی سمجھ سکتا ہے ، یہ طے کرلیا کہ دونوں بھائیوں کو کامیابی کے بعد نامرادی اور مقصد وری کے بعد ناکامی سے دوچار ہونا چاہیے ، ایک بڑی سستی اور کھلی ہوئی غلطی سرزد ہوئی ۔ ایسی مشکلات پیش آنے کے بعد کہ جس سے آسمان بھی چکر میں آجاتا ہے وہ ایک دوسرے کا لحاظ [۳۳۱] کر کے ہندوستان کے تخت پر نہ پہنچے ۔ اگر ان میں سے ایک دوسرے کی اطاعت یا فرماں برداری قبول کر لیتا یا امیرالامراء (حسن علی خاں) جو جلالت قدر ، عزم بلند ، ہمت عالی ، شجاعت وافر اور دانش و فراست کے اعتبار سے شہرت رکھتا تھا ، دور و نزدیک اس کا رعب و دبدبہ بیٹھا ہؤا تھا ، قطب الملک (عبداللہ خاں) کو راستے سے ہٹا کر مسند سلطنت پر بیٹھ جاتا تو ممکن ہے کہ پیش لے جاتا ، اور ایک زمانے تک حکومت

۱ - چار ماہ کے بعد اسے اکیس لاکھ روپیہ ملا (خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۳۷) (ق)

۲ - نیکوسیر کے لیے ملاحظہ ہو (خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۲۵) (ق)

اس کے خاندان میں رہی جیسا کہ پرانے مؤرخ گزرے ہوئے لوگوں کے حوالے سے ہمیں آگاہی بخشتے ہیں ۔

آخر چھبیلہ رام[1] اور گردھر بہادر کے ہنگامے کی وجہ سے امیرالامراء، محمد شاہ بادشاہ اور قطب الملک کے ہمراہ فتح پور سے آگرہ واپس آیا اور معاملات کے طے ہونے تک وہیں مقیم رہا ۔ جب چھبیلہ رام کے مرنے کے بعد گردھر بہادر نے شورش اختیار کی تو (اس کی تنبیہ کے لیے) حیدر قلی خاں، محمد خاں بنگش کے ساتھ مقرر ہوا ۔ لیکن راجا رتن چند کے درمیان میں پڑ جانے سے صلح و آشتی ہوگئی اور وہ اس طرف سے مطمئن ہوگئے ۔ لیکن اسی درمیان میں آسمان نے صفحہ روزگار پر ایک نیا نقشہ کھینچا ۔

نظام الملک بہادر فتح جنگ، کہ جو حسن تدبیر اور جرأت و بہادری میں عالمگیری امراء میں سب سے ممتاز تھا، سادات (امیرالامراء و قطب الملک) سے مخالف ہوکر سیدھا دکن پہنچا اور تھوڑی ہی مدت میں امیرالامراء کے بخشی، دلاور خاں کو جو ایک بہادر منتخب فوج کے ساتھ اس کے تعاقب میں گیا تھا اور حسین علی خاں کے بھتیجے اور لے پالک عالم علی خاں کو جو دکن میں نائب صوبے دار تھا، مرہٹہ فوج اور وہاں کی متعینہ کے ساتھ لڑنے کے لیے پہلے سے پہنچ گیا تھا، [۳۳۲] (ان کو) نظام الملک نے پے درپے مقابلوں کے بعد مغلوب

۱ - صحیح نام چھبیلا رام ہے ملاحظہ ہو ماثرامراء جلد دوم صفحہ ۳۲۸-۳۳۰ سرو آزاد صفحہ ۱۶۸ گردھر بہادر چھبیلا رام کا بھتیجا ہے (خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۴۲) (ق)

کر دیا اور جان و مال سے ان کو ختم کردیا' ۔

حسین علی خاں ایک عجیب مصیبت میں مبتلا ہوگیا ۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اب انجام کیا ہوگا ، ہوش و حواس کھو کر روزانہ بی

۰ ۔ اس جنگ کے مفصل حالات قدیم اردو میں غضنفر حسین سے منظوم (۹۰۰ ، اشعار) لکھے ہیں ۔ اس منظوم دستاویز کو مولوی عبدالحق (ف ۱۹۶۱ ع) نے ''جنگ نامہ عالم علی خاں'' کے نام سے اپنی ترتیب و تصحیح کے ساتھ انجمن ترقی اردو ہند (اورنگ آباد دکن) کی طرف سے (۱۹۳۲ع) میں شائع کر دیا ہے اگرچہ یہ رسالہ ''ولیم ارون'' نے انگریزی ترجمے کے ساتھ انڈین انٹی کیوری (Indian Antiquery) ، بابت ماہ جنوری ۔ مارچ ۱۹۰۰ع میں شائع کر دیا تھا ، مگر اول تو اس کا نسخہ ناقص تھا دوسرے وہ اسے اچھی طرح سے ترتیب بھی نہ دے سکا تھا ۔ مولوی عبدالحق ''جنگ نامہ عالم علی خاں'' کے متن سے حالات اخذ کر کے مقدمہ' کتاب میں لکھتے ہیں : ''عالم علی خاں بارہہ جس کی عمر بیس سال کی تھی، فرخ سیر کے وزیر عبداللہ خان قطب الملک کا بھتیجا اور متبنیٰ تھا وہ اپنے دوسرے چچا حسین علی خاں کے دہلی چلے جانے پر (ستمبر ۱۷۱۸ع) دکن کا نائب صوبیدار مقرر کیا گیا ۔ اسے نظام الملک کے مقابلے کے لیے احکام پہنچے تو وہ برہان پور اور اورنگ آباد کے درمیان خیمہ زن ہؤا ۔ نظام الملک برہان پور سے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے تو عالم علی خاں ۵ ۔شوال ۱۱۳۲ھ (۱۷۲۰ع) کو مع اپنے رفقاء......وغیرہ اور سرداران ، دکن و مرہٹہ مقابلے کے لیے آگے بڑھا.........عالم علی خاں بڑی مردانگی اور شجاعت سے لڑا اور اگرچہ اس کا سارا بدن زخموں سے چور تھا مگر اس کا ہر قدم آگے ہی بڑھتا تھا ۔ آخر اسی طرح لڑتے لڑتے یہ بہادر نوجوان اس دنیا سے کوچ کر گیا'' ملاحظہ ہو جنگ نامہ عالم علی خاں از غضنفر حسین مرتبہ مولوی عبدالحق صفحہ ۳-۴ (انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن ۱۹۳۲ع) (ق)

... پر سوچتا تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ چونکہ اس کے اہل و عیال ... میں ہیں، اس لیے نظام‌الملک کو دکن کی صوبے داری کا فرمان بھیج کر اس کی دل جوئی کرنی چاہیے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ ... و تدارک کرنا چاہیے۔ اسی درمیان میں خبر ملی کہ دولت آباد کے ...روں قلعہ دار سید مبارک عربوی نے، جو اگرچہ حسین علی خان سے ...کمی کی تبدیلی کی وجہ سے آزردہ خاطر تھا، مگر سادات کے ناموس کے خیال سے امیرالامراء کے اہل و عیال کو مع اسباب و سامان نظام‌الملک کے اورنگ آباد پہنچنے سے پہلے قلعے میں جگہ دے دی تھی۔ (اس نے خاندان کو) دشمن کے نقصانات سے مامون و محفوظ رکھا۔ اس کے بعد (امیرالامراء حسین علی خان کے) گئے ہوئے ہوش کچھ ٹھکانے آئے۔ بہت صلاح و مشورہ کے بعد وہ (امیرالامراء) بادشاہ کو ساتھ ہمراہ لے کر ۹ ۔ ذی قعدہ ۱۱۳۲ھ (۱۲ ۔ ستمبر ۱۷۲۰ء) کو آگرہ سے دکن کے لیے روانہ ہوا۔ پچاس ہزار سوار اس کے ہمراہ موجود تھے، اس کے (اس نے) علاوہ اطراف و جوانب میں عام طور سے روپیہ بھیج کر سپاہ کو اکٹھا کرنے کا انتظام کیا۔

اللہ کی قدرت کہ یہ دونوں بھائی خصوصاً امیرالامراء، سخاوت، کرم، حلم، اور روا داری فطری طور سے رکھتے تھے اور انہوں نے ہرگز کسی شخص پر ظلم و ستم نہیں کیا لیکن خدائے مقلب‌القلوب نے لوگوں کے دل اس طرح پھیر دیے کہ خود سادات (عبداللہ خاں و حسین علی) کے متوسلین، کہ جو یہ سمجھتے تھے کہ اس خاندان کی بربادی کے بعد ہمارے گھر کی بربادی بھی ہے، آپس میں کہتے تھے کہ یہ ناؤ (اقتدار سادات) ڈوب جائے، پھر غیروں سے کیا کہہ سکتے ہیں [۳۲۳]

اعتمادالدولہ محمد امین خاں چین بہادر نے جو نظام‌الملک سے قرابت قریبہ رکھنے کی وجہ سے اس سے خوف زدہ تھا، امیرالامراء سے عہد و پیمان کے بعد یقین دلا دیا تھا کہ وہ اس سے مقابلہ نہیں کرے گا مگر اس نے غداری کی اور میر حیدر کاشغری کو، کہ جو ترکوں کے قبیلے

دوغلات سے تھا اور اس کا بڑا دادا حیدر مولف تاریخ رشیدی ہمیشہ بابر اور ہمایوں کی ملازمت میں رہتا تھا اور کچھ دنوں اس نے کشمیر کی حکومت بھی کی تھی اور میر شمشیر ہونے کی وجہ سے اس خاندان کے لوگوں کو "میر" کہتے ہیں ، اس بات پر تیار کرلیا کہ فرصت سے قابو پا کر حیلہ و فریب سے امیرالامراء (حسین علی خاں) کو ختم کردے ۔

کہتے ہیں کہ بادشاہ (محمد شاہ) کی والدہ ، محل کی صدرالنساء اور سعادت خاں نیشا پوری ، کہ جو پنڈوں بیانہ کی فوج داری سے بادشاہ کے حضور میں آیا تھا ، محمد امین خاں کے راز دار تھے ۔ اِن کے علاوہ کوئی اور شخص اس خاص شر سے واقف نہ تھا ۔ اگرچہ یہ بات ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جس رات یہ واقعہ ہؤا اسی رات کو میر جملہ نے خیرخواہی کے طور پر امیرالامراء کو اس بات سے مطلع کیا تھا ۔ امیرالامراء نے جواب دیا کہ کیا میں خربوزہ ہوں کہ کوئی چھری سے کاٹ ڈالے گا اور بالکل توجہ نہیں کی ۔

بہر تقدیر دوسرے سال جلوس محمد شاہی میں ۶ ۔ ذی‌الحجہ ۱۱۳۲ھ (۹ ۔ اکتوبر ۱۷۲۰ء) ٹو تورہ[۱] کی منزل پر شاہی لشکر مقیم ہؤا ، جو فتح پور سے پینتیس عرفی کوس پر واقع تھا۔ اعتمادالدولہ قے اور دل کی پریشانی کی وجہ سے حیدر قلی خاں میر آتش کے مکان کے سامنے آگیا ۔ بادشاہ (محمد شاہ) کے محل سرا میں داخل ہونے کے بعد حسین علی خاں واپس ہؤا اور پالکی میں سوار ہوکر اپنے خیمے کی طرف چلا ۔ جیسے ہی کہ [۳۳۴] گلال بار (احاطے) کے دروازے کے قریب پہنچا ، میر حیدر نے جو اس کا روشناس تھا اور گفتگو کی اجازت رکھتا تھا ، اپنا احوال (عرضی) لکھ کر امیرالامراء کے ہاتھ میں دیا اور آہستہ آہستہ زبانی بھی کہنا شروع کیا ۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ (امیرالامراء) پڑھنے میں مشغول ہے تو اتنی پھرتی اور چالاکی سے دھار دار خنجر اس نامور بہادر (امیرالامراء حسین علی خاں) کے پہلو میں مارا کہ اس کا کام تمام ہوگیا اور

---

۱ ۔ یہ تورہ بھیم (ٹوڈہ بھیم) ہے جو ریاست جےپور میں واقع تھا (ق)

یوسف خاں کے بیٹے نوراللہ خاں مشہور بہ نواب اولیاء نے ، کہ جو پیوستہ پیدل چلتا تھا ، تلوار سے میر حیدر کو قتل کر دیا ۔ مغل سپاہیوں نے ہر طرف سے دوڑ کر نوراللہ خاں کو بھی ختم کر دیا[1] اور امیرالامراء کے سر کو کاٹ کر بادشاہ کے پاس لے گئے ۔ چونکہ حسین علی خاں کے آدمی منزل پر پہنچ کر اپنے اپنے مقام اور جگہ پر آرام کر رہے تھے اور ان کی شعبدہ بازی سے بے خبر تھے ، وہ اس وقت (موقع پر) نہ پہنچ سکے ، مگر سید غیرت خاں[2] اس بات کو سنتے ہی ، بعض آدمیوں کو ساتھ لیے ہوئے ، چند مغلوں کو لے کر پہنچ گیا اور مارا گیا ۔ ایک اور گروہ نے بھی بلاوجہ ہاتھ پیر مارے ۔ اس ہنگامے کے بعد ، امیرالامراء کی لاش کو ، جو بے حرمتی کے ساتھ پڑی تھی ، غیرت خاں اور نوراللہ خاں کی لاش کے ساتھ لائے اور بادشاہ کے حکم سے نماز پڑھی گئی ۔ ان کے جنازوں کو زربفت سے ڈھانپ کر طے کیا گیا کہ اجمیر بھیج دیا جائے لیکن (لشکر کی) روانگی کی وجہ سے کہار میسر نہ آئے اور زربفت بھی نچے اتار کر لے گئے۔ اس کے بعد (ان جنازوں کو) اجمیر منتقل کیا گیا اور اس کے باپ سید عبداللہ خاں مرحوم کے پہلو میں دفن کیا گیا ۔

بعض ثقہ حضرات سے سنا گیا ہے کہ اس واقعے کے پیش آنے سے پہلے کسی مرد صالح نے خواب میں دیکھا کہ بارہ اماموں میں سے تیسرے امام سید الشہداء (حسین بن علی) امیرالامراء سے مخاطب ہوئے اور فرمایا وفیٰ وعدک ١١٣٢ھ (تیرا وعدہ پورا ہؤا) اور غلب عدوک ١١٣٢ھ (تیرا دشمن غالب آیا)۔

---

١ ۔ اس سلسلے کی تفصیل کے لیے دیکھیے ''عہد بنگش کی سیاسی ، علمی اور ثقافتی تاریخ'' از مفتی ولی‌اللہ فرخ آبادی (مرتبہ محمد ایوب قادری) صفحہ ٦٧—٦٨ (ایجوکیشنل کانفرنس کراچی ١٩٦٥ء) آئندہ اس کا حوالہ ''عہد بنگش'' سے دیا جائے گا (ق)

٢ ۔ خافی خاں جلد دوم (صفحہ ٩٠٥) اور ''عہد بنگش'' (صفحہ ٦٧) میں اس کا نام عزت خاں دیا ہے (ق)

جب اس واقعے کے بعد حساب کیا تو ہر فقرے سے تاریخ نکلتی تھی۔ میر عبدالجلیل حسینی واسطی بلگرامی نے صنعت تلمیع میں ایک بہت اچھا قصیدہ حسین علی خاں کے مرثیے کے طور پر کہا ہے، اس میں تاریخ بھی موجود ہے۔

ابیات

آثار کربلا ست عیاں از جبین ہند
زد جوش خون آل نبی از زمین ہند
شد ماتم حسین علی تازہ درجہاں
سادات گشتہ اند مصیبت نشین ہند
از داغ دل زدند چراغاں اشک جوش
این است نو بہار گل آتشین ہند
گیتی چرا سیاہ نگردد ز دود غم
خاموش شد چراغ نشاط آفرین ہند
نیلی ست زین معاملہ پیراہن عرب
وز خون گریہ سرخ شد سب آستین ہند
رستم نشان حسین علی خاں شہید شد
از خنجرے کہ بود نہاں درکمین ہند
آن صفدرے کہ از قلم تیغ بارہا
تحریر کرد نسخہ فتح مبین ہند [۳۳۶]
منقاد او شدند از آن سرکشان دہر
کز داغ ضبط کرد نشان بر سرین ہند
تیغش بروز معرکہ خصم تیرہ بخت
چون برق می شگافت صف آہنین ہند
فرزند مصطفیٰ خلف الصدق مرتضیٰ
کز روئے فخر بود بذاتش یمین ہند

ہند از شہادتش تن بے روح گشتہ است
یعنی کہ بود او نفس واپسین ہند
عالم چو قیر در نظر خلق شد سیاہ
افتاد تاز خاتم دہر آں نگین ہند
از دست ابن ملجم ثانی شہید شد
گوئی زکوفہ است گل ماتمین ہند
ہند ایں چنین مصیبت عظمیٰ ندیدہ است
دیدیم داستان شہور و سنین ہند
کاہیدہ است صبر و تناور شدست غم
اینہا نصیب ماست زغث و سمین ہند[۱]
اے دوستان آل و محبان اہل بیت
غمگین شوید بہر حسین حزیں ہند
تا حق اہل بیت رسالت ادا شود [۳۳۷]
بر رغم ایں جماعۂ منصوبہ بیں ہند

---

۱ - سرو آزاد صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۳ میں یہ مرثیہ موجود ہے - اس میں یہ شعر نہیں ہے - اس کے علاوہ مندرجہ ذیل نو اشعار اور موجود ہیں - سرو آزاد میں ترتیب بھی جداگانہ ہے (ق)

ماہی در آب می طپد مرغ در ہوا — از شیون عظیم امیر مہین ہند
دریا دلے کہ بود زابر عنایتش — شادابی بہار بہشت برین ہند
ار بہر ہر فلک زدہ عالیجناب او — در ترکتاز حادثہ حصن حصین ہند
گردون واختراں ہمہ تن رشک گشتہ است — در اعتناء ماتم رکن رکین ہند
دل چاک چاک گشت و جگر داغ داغ شد — زیں غم کہ گشت زہرازو انگبین ہند
استرجع الملائک و استعبر الفلک — فی ہذہ المصیبتہ سحقاً لدین ہند
تا کربلا و تا نجف و تا مدینہ رفت — سیلاب خون دیدۂ و آہ و انین ہند
از کلک من بمرثیۂ شہد شہید — ایں چند بیت ریخت چو در ثمین ہند
رضوان حق چو سبزہ قرین ضریح او — تا ہست حسن سبزہ بہ گیتی قرین ہند

سال شہادتش قلم واسطی نوشت
قتل حسین کرد یزید لعین ہند ۱۱۳۲ھ

سچ بات یہ ہے کہ قریب عہد میں ان خوبیوں کا کوئی امیر کم گزرا ہے۔ اس میں ایسی اچھی اچھی عادتیں تھیں کہ جن میں وہ منفرد تھا۔ وہ ہمت و مروت میں بے مثال تھا۔ اس کی سرکار میں کھانے کی افراط اور کھلانے کی کثرت مشہور ہے۔ کچے اور پکے غلے کے جمع کرنے کے لیے بلغور خانے (غلہ گھر) اسی نے جاری کیے اور دکن کے بڑے شہروں میں ہر مہینے کی گیارہ اور بارہ تاریخ کی مجالس بھی اسی نے شروع کیں کہ اب (۱۱۶۰ھ، ۱۷۴۷ء) تک جاری ہیں۔ ان مجالس میں نہایت عاجزی اور انکساری سے مشائخ و فقراء کی خدمت خود کرتا تھا۔

دکن میں آنے سے پہلے وہ مہم سازی کے لئے روپیہ پیسہ نہیں لیتا تھا۔ اس کے بعد محکم سنگھ اور دوسرے پیش کاروں نے آمدنی کی کمی اور خرچ کی زیادتی دکھائی اور اس کی طبیعت کو اس بات کے لئے آمادہ کر لیا۔ کہتے ہیں کہ بندر سورت کے ملک التجار ملا عبدالغفور بوہرہ کے کے مال کو، جو ایک کروڑ روپیے سے زیادہ تھا، بندر سورت کے متصدی حیدر قلی خان نے وارث ہونے کے باوجود ضبط کر لیا۔ اسی زمانے میں انقلاب سلطنت ہوگیا اور متوفی (ملا عبدالغفور) کے بیٹے عبدالحئی نے بادشاہ کے حضور میں استغاثہ پیش کیا اور معافیٔ اموال کے واسطے اس نے پندرہ لاکھ روپیہ امیرالامراء (حسین علی خاں) کو نذر کیا، ایک دن صبح کے وقت امیرالامراء نے اس (عبدالحئی) کو طلب کیا اور نذر (پندرہ لاکھ روپیہ) مع اموال (ایک کروڑ) بخش دیا اور خلعت دے کر اس کو وطن رخصت کر دیا اور کہا کہ آج رات مجھے اس آدمی کے مال کی وجہ سے اپنے نفس سے جنگ کرنی پڑی لیکن میں لالچی نفس پر غالب آیا[1] [۳۳۸]۔

۱۔ یہ واقعہ خافی خان جلد دوم (صفحہ ۹۴۳) میں مندرج ہے (ق)

۴۵

اعتقاد خان فرخ شاہی

محمد مراد نام ، کشمیری اصل ہے ۔ محمد معظم بہادر شاہ اول کے عہد میں شہزادہ جہاندار شاہ کا وکیل ، ہزاری منصب اور وکالت خاں کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔ جہاندار شاہ کے زمانے میں (مزید) ترقی پائی اور جب محمد فرخ سیر بادشاہ ہؤا تو اس کا ان لوگوں میں شمار ہؤا جو قتل ہونے والوں میں تھے ۔ لیکن سادات (قطب الملک عبداللہ خاں و امیر الامراء حسین علی) سے سابقہ تعلق اس کی جان بخشی کا سبب ہؤا ۔ ہزار اور پانسو کا منصب اور ''محمد مراد خاں'' کا خطاب ملا ۔ لشکر کے یساولوں (نقیبوں) میں داخل ہؤا ۔ جب محمد امین خاں بخشی دوم مالوہ روانہ ہؤا تاکہ امیرالامراء (حسین علی خاں) کے دکن کے راستے کو روک سکے اور (محمد امین خاں) کوچ کرنے میں دیر کر رہا تھا تو محمد مراد خاں کو سزاول (گماشتہ) مقرر کیا گیا۔ اس (محمد مراد) کے منہ پھٹ اور زبان دراز ہونے کے باوجود کوئی فائدہ نہ ہؤا ۔ محمد مراد خاں نے سر دیوان آ کر بادشاہ سے عرض کیا کہ وہ (امین خاں بخشی) تو حکم نہیں مان رہا ہے لہذا سزاولی کا اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے ۔ بادشاہ فرخ سیر نے کوئی جواب نہیں دیا ۔ اس نے پھر بغیر کسی جھجک کے کہا کہ اگر اس وقت چشم پوشی کی گئی تو پھر کچھ باقی نہ رہے گا ۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا کرنا چاہیئے ؟ مراد خاں نے کہا کہ بندے کو حکم ہونا چاہئے کہ میں اس سے جا کر کہوں کہ ''اسی وقت کوچ کرے نہیں تو بخشی گری سے علیحدہ کر دیا جائے گا'' بادشاہ نے کہا کہ تم یہ حکم پہنچاؤ۔ محمد مراد خاں گیا اور اس نے اس قدر سختی کی کہ اسی دن کوچ ہؤا ۔ اس کی یہ جرأت اور خیر خواہی بادشاہ کو بہت پسند آئی اور اس کو خلوت میں باریاب فرمایا اور بادشاہ کی والدہ کے ہم وطن ہونے کی وجہ سے اس پر بہت عنایات ہوئیں۔

چونکہ بادشاہ سادات (عبداللہ خاں و حسین علی) سے مخالفت ، جھگڑے اور ان کے تسلط اور اختیار کی وجہ سے پریشان اور فکر مند

رہتا تھا ، اس کو روزانہ نئی فکر ہوتی تھی اور ان کے خاتمے کے لیے لیا مشورہ کرتا تھا ۔ اس کی بزدلی اور کم ہمتی کی وجہ سے [۳۲۹] کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا ۔ ایک دن وکالت خاں (اعتقاد خاں) نے موقع دیکھ کر اس معاملے (استیصال سادات) میں بادشاہ کے لیے عجیب عجیب قصے اور افسانے کہے اور اس کو سبز باغ دکھایا اور کہا کہ دشمن کے ساتھ بغیر لڑائی لڑے ، ان کی طاقت ختم ہو جائے گی ۔ بادشاہ فرخ سیر عقل و فہم سے بے بہرہ تھا وہ حقیقت کو بالکل نہ سمجھ سکا اور اس کی باتوں پر فریفتہ ہو گیا ۔ تمام کاموں میں اس کو اپنا ہم راز اور دوست خالص بنا لیا اور تھوڑے ہی دنوں میں سات ہزاری ذات اور دس ہزار سوار کا منصب اور رکن الدولہ اعتقاد خاں بہادر فرخ شاہی کے خطاب سے سرفراز فرمایا ۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا کہ قیمتی جواہر اور نفیس اشیاء اس کو مرحمت نہ ہوتی ہوں ۔ سرکار مراد آباد کو صوبہ قرار دے کر رکن آباد نام رکھا اور اس (مراد آباد) کو اس کی جاگیر میں بطور تمغا عنایت کر دیا ۔ اس کے مشورے پر سادات کی بیخ کنی کے لیے پٹنہ سے سربلند خاں ، مراد آباد سے نظام الملک بہادر فتح جنگ اور جودھ پور سے مہاراجا اجیت سنگھ بادشاہ کے حضور میں طلب ہوئے ۔ روزانہ ہر ایک سے مشورہ ہوتا تھا ، اگر ان میں سے کوئی کہتا تھا کہ ہم میں سے کسی کو وزارت مرحمت ہو جائے تو قطب الملک کی طاقت ختم ہو جائے گی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا حال تباہ ہو جائے گا تو بادشاہ فرماتا تھا کہ وزارت کے لئے اعتقاد خاں سے بہتر کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے ۔ امراء ایسے کم حیثیت آدمی کے بڑھنے سے ، کہ جو بے ہودہ گوئی اور بد اطواری میں مشہور تھا ، دل برداشتہ ہوگئے ۔ وہ اس کی وزارت پر کیسے راضی ہو کر کام انجام دیتے ، مجبوراً پہلوتہی کرتے تھے اور حقیقت میں یہ کیا پاگل پن تھا [۳۳۰] کہ ہلاکت ، مصیبت اور جانفشانی تو یہ لوگ کریں اور وزارت و حکومت دوسرے کو ملے ۔

بیت

من عاشق و معشوق بکام دگران است
چون غرۂ شوال کہ عید رمضان ست

اور عجیب بات یہ ہے کہ ان امراء سے مہمات کو انعام دلانے کی توقع کے باوجود اکثر کی جاگیر اور منصب ضبط کرکے ان کو آزردہ خاطر کر دیا ۔ قطب الملک نے اس کو غنیمت سمجھا ۔ وہ ہر ایک کی دل جوئی اور مدد کرکے اس کو اپنا احسان مند بناتا تھا ۔ اس (بادشاہ) کے بیکار منصوبے اور جھوٹے مشورے (چھپتے نہ تھے)

ع نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفل ہا

قطب الملک کو تفصیل سے معلوم ہو جاتے تھے اس نے اپنی آبرو کو بچانے کے لیے لوگوں کی عام امداد شروع کر دی اور حسین علی خان امیرالامراء کو لکھا کہ اب معاملہ قبضے سے باہر ہو چکا ہے ، جلدی دکن سے آنا چاہیئے ۔ جب بادشاہ امیرالامراء کے پختہ ارادے (آمد دہلی) سے آگاہ ہؤا تو اس نے از سر نو صلح و صفائی کی کوشش کی ۔ اعتقاد خان اور خان دوران خان کو قطب الملک کے گھر بھیجا اور پختہ اور پکی قسموں کے بعد پھر نئے سرے سے عہد و پیمان ہؤا اور طرفین سے گزشتہ تلافی کا عہد ہؤا ۔ ابھی ایک مہینہ نہ گزرا تھا کہ طفل مزاجی اور کم حوصلگی کی وجہ سے بادشاہ نے صلح کے تمام عہد و پیمان بھلا دے اور پہلے سے زیادہ ناخوشی اور ناراضی بڑھ گئی ، دوبارہ وہی (بدمزگی کی) صحبت قائم ہو گئی ۔ بعض تجربہ کار امراء نے کنارہ کشی میں اپنی آبرو کی سلامتی سمجھی اور وہ علنحدہ ہوگئے ۔ جب امیرالامراء دکن سے آیا تو پھر عہد و پیمان اور شرائط کے بعد وہ بادشاہ کی خدمت میں آیا ۔ [۳۳۱] بادشاہ کے طور طریقے اور لوگوں کی نگاہیں بھری ہوئی دیکھیں تو اس نے سمجھ لیا کہ اصلاح کی توقع بیکار ہے اور وہ دوسری فکر میں پڑ گیا ۔

۸ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ (۲۷ ۔ فروری ۱۷۱۹ء) کو (امیرالامراء نے) دوبارہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے بہانے سے قطب الملک کو

ابہت سنگھ کے ساتھ قلعے کے انتظام کے لیے بھیجا ۔ اعتقاد خاں کے سوا بادشاہ کے آدمیوں میں سے کوئی بھی قلعے میں نہ تھا۔ قطب الملک نے بادشاہ سے شکوہ اور اس کی بے رخی کا اعادہ کیا ۔ محمد فرخ سیر نے بھی ناراض ہو کر جواب دیا ۔ آخر سخت گفتگو شروع ہوئی ۔ اعتقاد خاں نے چاہا کہ چکنی چپڑی باتیں کرکے معاملے کو رفع دفع کر دے کہ دونوں حضرات (بادشاہ فرخ سیر و قطب الملک عبداللہ خاں) بے قابو ہو گئے ۔ قطب الملک عبداللہ خاں نے اس (اعتقاد خاں) کو مخاطب کرکے گالی دی اور کہا کہ اس کو قلعے سے نکال دیا جائے ۔ بادشاہ اٹھ کر محل کے اندر چلا گیا اور اعتقاد خاں نے باہر جان سلامت لے جانے کو غنیمت سمجھا اور وہ چلا گیا ۔

قطب الملک نے رات نہایت احتیاط کے ساتھ قلعے میں گزاری اور صبح ۹ ۔ ربیع الآخر ۱۱۳۱ھ (۲۸ فروری ۱۷۱۹ء) کو بادشاہ فرخ سیر کو قید کر دیا ۔ اس وقت تک کسی آدمی کو معلوم نہ تھا کہ قلعے میں کیا ہؤا ۔ عوام نے عبداللہ خاں کے مارے جانے کی شہرت کر دی ۔ اعتقاد خاں اظہار بندگی کے طور پر اپنی جماعت کو لے کر چلا اور سعد اللہ خاں کے بازار میں امیرالامراء کی فوج پر ایک ہلکا سا حملہ کیا اور بلاوجہ ہاتھ پیر مارے، یہاں تک کہ رفیع الدرجات کے تخت نشین ہونے کی نوبت سنائی دی ۔ اعتقاد خاں بہت خفت کے ساتھ قید ہؤا اور اس کا گھر ضبط کر لیا گیا اور ان قیمتی جواہر کے حاصل کرنے کے لیے، کہ جو اس کو بطور انعام ملے تھے اور جن میں سے بہت سے وہ ختم کر چکا تھا ، اس کی بہت ذلت و خواری کی ۔ فرخ سیر کو چھ سال اور چار ماہ کے بعد [۳۴۲] حکومت سے علٰحدہ کر دیا گیا کہ جس میں جہاں دار شاہ کی حکومت کے گیارہ مہینے شامل نہیں ہیں کہ جن کو وہ (فرخ سیر) اپنی بادشاہی میں شامل کرتا تھا اور قلعے میں ترپولیہ کے اوپر ایک تنگ و تاریک جگہ ہے جس میں اس کو اندھا کرکے اور بہت تکالیف دے کر نگرانی میں رکھا گیا ۔ کہتے ہیں کہ اس کی آنکھوں کی روشنی پورے طور سے زائل نہیں ہوئی تھی ۔

ایک ثقہ امیر سے کہ جو سادات (امیرالامراء و قطب الملک) کا منسوب تھا ، یہ بات سنی گئی کہ جب یہ طے ہؤا کہ اس (فرخ سیر) کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی جائے تو قطب الملک نے یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کی اور اپنی استعمال کرنے والی سرمہ دانی دربار میں نجم الدین علی خاں کو دی کہ بادشاہ (رفیع الدرجات) کا حکم ہے کہ جا کر فرخ سیر کی آنکھوں میں سلائی پھیر دو ۔ اس وقت فرخ سیر نے بہت فریاد و شور کیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کو پچھاڑنا پڑا ۔ اس کے بعد (فرخ سیر) نے دیکھا کہ اس کی بینائی میں کچھ نقصان نہیں ہؤا ہے ۔ پھر وہ اس بات کے چھپانے کی کوشش کرتا تھا اور جس وقت ، جو بات چاہتا تھا ، کہ دیتا تھا (مثلاً) ''اس اندھے پر رحم فرمائیں'' ۔ قطب الملک اور امیرالامراء ہنس کر کہا کرتے تھے کہ اس کے خیال میں گویا کہ ہم (اس کی بصارت کی) اطلاع ہی نہیں ہے ۔

بہر تقدیر فرخ سیر اپنی سادہ لوحی سے محافظوں سے عہدۂ مناصب کا وعدہ کرکے اپنی رہائی کے لیے ان کو تیار کرتا تھا کہ وہ اس کو راجا جے سنگھ سوائی کے پاس پہنچا دیں ۔ جب یہ خبر سلطنت کے ارباب حل و عقد کو معلوم ہوئی تو انہوں نے ملکی مصلحت کے تقاضے کی بنا پر دو مرتبہ اس (فرخ سیر) کو زہر دیا ۔ وہ ایسا سخت جان تھا کہ زہر کا اثر نہ ہؤا ، آخر اس کی گردن میں تسمہ ڈال کر مار ڈالا ۔ تسمہ کشی اسی (فرخ سیر) کی ایجاد ہے[1] ۔

جس دن اس کا تابوت ہمایوں بادشاہ کے مقبرے کو لے جا رہے تھے تو اچانک عام بلوہ ہو گیا ، شہر (دہلی) کی دو تین ہزار عورتیں اور مرد ، خاص طور سے بازار کے لچے اور فقیر جمع ہو گئے اور روتے ہوئے تابوت کے ہمراہ چل دیے ۔ سادات (امیرالامراء حسین علی خاں و

---

۱ - فرخ سیر کی تخت نشینی پر ہو قتل ہوئے ان کی تفصیل کے لیے دیکھیے ، لیٹر مغلز از ولیم اروِن (جادو ناتھ سرکار اڈیشن) جلد اول صفحہ ۲۷۵—۲۸۱ (ق)

قطب الملک عبداللہ خاں) کے لوگوں پر پتھر پھینکتے تھے اور لعنت ملامت کرتے تھے۔ تین دن تک [۳۴۴] اس کی قبر پر جمع [illegible] مولود خوانی کی۔

اللہ کی قدرت ہے کہ اس معاملے (مرگ فرخ سیر) میں لوگ حیدری اور نعمت اللہی (فقیروں) کی طرح[1] (مد مقابل ہوگئے ہیں)۔ ایک کہتا ہے :

رباعی

دیدی کہ چہ با شاہ گرامی کردند
صد جور و جفا ز راہ خامی کردند
تاریخ چو ار خود بجستم فرمود
سادات بوے نمک حرامی کردند ۱۱۳۱ھ

دوسرا کہتا ہے

رباعی

باشاہ سقیم آنچہ باید کردند
از دست حکیم ہرچہ آید کردند
بقراط خرد نسخۂ تاریخ نوشت
سادات دواش انچہ باید کردند[2] ۱۱۳۱ھ

لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ قدیم اور جدید بادشاہی حقوق کے مقابلے میں، کہ جو موروثی خانہ زادوں (ملازموں) پر ثابت و لازم ہیں، خصوصاً

---

۱ - ایران میں فقراء کے دو خاص گروہ ہیں جو سال میں ایک مرتبہ محرم کے موقع پر لڑتے ہیں، ملاحظہ ہو۔ ہسٹری آف پرشیا از میلکم جلد دوم صفحہ ۵۹۳ (اڈیشن ۱۸۱۵ع) (ب)۔

۲ - پہلی رباعی مرزا عبدالقادر بیدل کی ہے اور دوسری رباعی میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی کی ہے۔ ملاحظہ ہو سرور آزاد صفحہ ۱۶۸—۱۶۹ (ق)

ان دو بھائیوں (عبداللہ خاں و حسین علی) کے سلسلے میں کہ وہ نوکری سے آقائی کے منصب پر پہنچے ، اس قسم کی حرکات کا وقوع پذیر ہونا بعید ترین ہے ۔

انہوں نے احسان فراموشی کے ساتھ ظلم صریح کیا اور ان میں سے ہر ایک اپنے طور پر فرومائگی اور بدی میں پورا تھا ، یہ بات صحیح نہیں ہے ، ہرگز نہیں بلکہ انہوں نے بہت اچھی طرح خدمات انجام دیں ۔ جان اور مال کے فدا کرنے میں قصور نہیں کیا اور (فرخ سیر کو) ہندوستان کا بادشاہ بنا دیا ۔ اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ (حق انصاف) نہیں ہے بلکہ حق کا ادا کرنا ہے اور نمک حلالی کا تقاضہ بھی ہے [۳۴۴] ۔

لیکن خود غرض نفس کیا کہتا ہے اور دور اندیش عقل کا کیا تقاضہ ہے ؟ کیا فساد کا دفع کر دینا اس کے واقع ہونے سے پہلے ، جہاں تک ممکن ہو ، واجب نہیں ہے ۔ اپنے فائدہ پر نظر رکھنا انسانی فطرت ہے اگر وہ (سادات) اس معاملے میں پہل نہ کرتے تو جان و مال کی بربادی کے بعد مارڈالے جاتے ، اگرچہ وہ دوسرے طریقے سے بھی اس مصیبت سے نجات پا سکتے تھے کہ ان واقعات کے شروع ہی میں بادشاہ کی حضوری سے علیحدہ ہو جاتے اور ملک کے سرحدی صوبے کی کسی عمدہ خدمت پر چلے جاتے لیکن عہدہ اور حکومت کا لالچ جو بدترین برائی ہے کب چھوڑتا ہے اور اس وقت دوسرے حریف اس طرح ان کو کب چھوڑ سکتے ۔

بہر تقدیر اگر ہم اصلی سبب کو دیکھیں تو خود محمد فرخ سیر سلطنت کے لیے فساد کا سبب بنا ۔ اس کی ناتجربہ کاری اور بے عقلی سے غلطیاں سرزد ہوئیں ۔ پہلی بات یہ ہے کہ وزارت جیسے اعلیٰ منصب کو ان (سادات) کے سپرد نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ سادات بارہہ (عبداللہ خاں و حسین علی) ہرگز اس لائق نہ تھے ۔ اکبر کے زمانے سے عالمگیر اورنگ زیب کے زمانے تک کہ جو ہندوستان کی سلطنت کے دستورالعمل کے آغاز و انجام کا مظہر ہے ، (ایسا نہیں ہوا) ۔ سادات بارہہ نے مناصب

عہدوں پر ترقی کی لیکن صوبے کی دیوانی یا بادشاہزادے کی پیشکاری جیسے کم درجے کے عہدے بھی سادات بارہہ کو نہ دیے گئے اور اگر قدردانی اور مروت کے تقاضے کے بموجب ان کے حقوق کا خیال کرکے سلطنت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دے دی تھی تو اس(بادشاہ) کو خود غرض فتنہ پردازوں کے کہنے کے مطابق، کہ جو خیر خواہی کے پردے میں ہزاروں بد خواہوں کا کام انجام دیتے ہیں ، اس قسم کے مخلص نوکروں (قطب الملک عبداللہ خاں و امیر الامراء حسین علی خاں) کے ساتھ اس طرح پیش نہیں آنا چاہیے تھا کیونکہ انہوں نے اپنے جان و مال سے اس (فرخ سیر بادشاہ) کے لیے دریغ نہیں کیا اور آئندہ بھی بلاوجہ ان سے کسی بداندیشی کا خیال نہیں ہو سکتا تھا ۔ جو کچھ اس (بادشاہ) پر گزری وہ اپنے اعمال کے سبب گزری اور جو مصیبتیں اٹھائیں وہ خود اٹھائیں ۔ میرا قلم دوڑ کر کہاں تک پہنچ گیا ، اللہ انہیں معاف کرے [۳۴۵] ۔

اعتقاد خاں عزت و مرتبہ کھو کر ایک زمانے تک خانہ نشین رہا ۔ جب امیرالامراء انتقام میں مارا گیا تو قطب الملک شاہجہاں آباد پہنچا اور اس نے اکثر قدیم و جدید امراء کی دل جوئی کی ، جو میدان عمل سے دست بردار ہو کر ناکامی کے ساتھ گوشہ نشینی میں اپنی زندگی بسر کر رہے تھے ، ان میں سے اعتقاد خاں بھی تھا کہ اس کا منصب بحال کرکے اس کو راضی کیا ، خرچ کے لیے نقد روپیہ اور رسالے کے لیے مدد دی ، لیکن جو وہ چاہتا تھا وہ اس کے حسب منشاء نہ ہؤا ۔ (قطب الملک کے ساتھ) وہ چند کوس سے زیادہ نہ گیا اور دہلی واپس لوٹ آیا ۔ زندگی بھر گوشہ نشین رہا اور طبعی موت سے مر گیا ۔ وہ سادہ لوحی اور رذالت کے لیے مشہور تھا لیکن ہر شخص کو فائدہ پہنچاتا تھا ۔ اپنے تھوڑے سے اقتدار کے زمانے میں ایک عالم کو فیض یاب کیا ۔ اس کے باوجود لوگ اس کے ساتھ بعض بری باتوں کو منسوب کرتے تھے

نکتہ : دولت سے (فطری) عیب دور نہیں ہوتے ہیں

بیت

غنی از دولت دنیا نگردد عیب کس زائل
کہ زر نتواند از روے محک بردن سیاہی را

شکہ اسی کا مظہر ہے

شعر

عیب ناقص در لباس زر کجا پنہاں شود
ماہ نو چوں پیرہن پوشد کلف عریاں شود[1]

(۷۹)

اعتماد الدولہ محمد امین خاں چین بہادر

میر بہاء الدین بن عالم شیخ کا لڑکا ہے کہ جس کا حال قلیج خاں عابد خاں کے حالات میں بیان ہوا ہے ۔ میر بہاء الدین مدتوں [۳۴۶] سے بزرگوں کا جانشین رہا ۔ جب انوشہ خاں والی اورگنج نے اپنے باپ عبدالعزیز خاں[2] حاکم بخارا کے ساتھ جھگڑا کیا تو میر بہاءالدین بیٹے (انوشہ خاں) کے ساتھ ہونے کے اتہام میں مار ڈالا گیا ۔ محمد امین خاں وطن چھوڑ کر ہندوستان آ گیا ۔ اکتیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں وہ غریب الوطن کی حیثیت سے دکن پہنچا اور بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوا ۔ دوہزاری ذات اور ہزار سوار کے منصب اور ''خاں'' کے خطاب

---

۱ - اعتقاد خاں کے لیے ملاحظہ ہو لیٹر مغلز از اروِن (سرکار اڈیشن) جلد اول صفحہ ۳۴۰—۳۴۵ ، ۲۸۱ ، ۳۰۱ ، ۳۰۶ (ب)

۲ - انوشہ کا باپ عبدالغازی مورخ تھا ۔ عبدالعزیز نہیں تھا ۔ اورگنج ، خیوہ میں ہے ، عبدالعزیز ، نذر محمد کا بیٹا تھا ملاحظہ ہو ''بخارا'' از ویمبیرے (صفحہ ۳۲۷) ۔ یہ غلط ہے کہ انوشہ نے اپنے باپ سے جھگڑا کیا بلکہ اس نے اپنے خسر عبدالعزیز سے جھگڑا کیا ۔ ماثر عالم‌گیری (صفحہ ۳۰۳) میں اس کی صراحت ہے (ب)

سے سرفراز ہوا۔ خان فیروز جنگ کے ہمراہ کہ جو قلعوں کی فتح اور دشمن کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا تھا، یہ بھی متعین ہوا۔ جب بیالیسویں سال جلوس عالمگیری میں قاضی عبداللہ صدر فوت ہو گیا تو وہ حسب طلب بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور صدارت کل کے عہدے پر فائز ہوا۔ زمرد میناکار کی تین انگوٹھیاں عنایت ہوئیں۔ جس زمانے میں کہ بادشاہ قلعہ کھیلنا کی تسخیر کی طرف، کہ جو فتح ہونے کے بعد "سخرنا"[1] کے نام سے موسوم ہوا، متوجہ ہوا اور اس کا محاصرہ شروع ہوا، تو محمد امین خاں کے منصب میں دو سو سواروں کا اضافہ ہوا اور اس کا مقرر ہوا کہ وہ درۂ انبہ گھاٹ سے ٹل کوکس تک جائے اور اس طرف سے قلعہ کھیلنا کے محصورین پر آنے جانے کا راستہ بند کر دے۔ محمد امین خاں کمر ہمت باندھ کر اس طرف روانہ ہوا۔ اس نے نمایاں سعی و کوشش کی اور اس ٹیلے کو، جو دشمنوں کے قبضے میں تھا، بہت سعی و کوشش کے بعد حاصل کر لیا۔ اور اس کے بدلے میں "بہادر" کا خطاب ملا۔ اڑتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں تین ہزار پان سو ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا [۳۴۷]۔

انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں قلعہ واکنکیرہ[2] کے محاصرے اور وہاں کے زمیندار کے تعاقب میں، کہ جو بھاگ گیا تھا، محمد امین خاں بہادر نے بہت عمدہ خدمات انجام دیں اور اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کے منصب پر مقرر ہوا۔ اس کے بعد راندۂ درگاہ (دشمنوں) کی تنبیہ پر مقرر ہوا اور کامیاب اور مال غنیمت

۱۔ خافی خان جلد دوم صفحہ ۵۰۱ میں اس کا نام "سخرنا" دیا ہے (ب)

۲۔ یہ تو، واکنکیرہ ہے جو بیدر کا صدر مقام تھا۔ محاصرہ ۱۹ فروری ۱۷۰۵ع کو شروع اور ۸ مئی ۱۷۰۵ع کو قلعہ خالی ہو گیا۔ ملاحظہ ہو کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۲۹۸-۲۹۹ (ب)۔

ر کر آیا ۔ اکانویں سال جلوس عالمگیری میں اس کے منصب میں تین سو سواروں کا اضافہ ہؤا اور چین بہادر کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔

چوں کہ وہ سلطان کام بخش کے ہمراہ (دکن میں) متعین ہؤا تھا ، چند روز بعد اس نے عالم گیر بادشاہ کے مرنے کی خبر سنی ، وہ بغیر کسی کو خبر کیے ہوئے وہاں سے اعظم شاہ کے پاس پہنچ گیا اور وہاں کے نامناسب حالات دیکھ کر راستہ ہی سے کہ جب شاہ زادہ (اعظم شاہ) ہندوستان کی طرف متوجہ ہؤا ، علیحدگی اختیار کر کے اورنگ آباد آ گیا ۔ اس کے بعد جب محمد معظم بہادر شاہ فتح پانے کے بعد اپنے بھائی سلطان کام بخش سے جنگ کرنے کے ارادے سے دکن کی طرف روانہ ہؤا تو محمد امین خان بھی اس کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ جب بادشاہ محمد معظم بہادر شاہ فتح حاصل کرنے کے بعد ہندوستان آیا تو محمد امین خان مراد آباد کی [illegible] داری پر مقرر ہؤا ۔ چوتھے سال جلوس بہادر شاہی میں اس نے ایک جماعت کے ساتھ گرو (سکھوں) کی مہم کے لیے کمر ہمت باندھی اور بادشاہ سے عقیدت کا اظہار کیا ۔

جب فرخ سیر بادشاہ ہؤا تو قطب الملک (عبداللہ خان) اور حسین علی خان کی وساطت سے وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ [illegible] و اضافہ کے بعد چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کے منصب ، [illegible] الدولہ نصرت جنگ کے خطاب اور بخشی گری دوم کے عہدے پر [illegible] از ہؤا ۔ پانچویں سال جلوس فرخ سیری میں وہ صوبہ مالوہ کے [illegible] ست پر [۳۳۸] مقرر ہؤا چوں کہ اسی زمانے میں حسین علی خان ، [illegible] سے بادشاہ کے حضور میں آ رہا تھا ، اس نے محمد امین خان کو ، کہ [illegible] کے پاس فوج جمع کرنے میں مصروف تھا ، لطف آمیز اور [illegible] پیغام بھیجے ۔ وہ بغیر بادشاہ کے حکم کے دہلی کی طرف روانہ [illegible] اسی لیے اس پر عتاب نازل ہؤا اور وہ عہدے اور منصب سے [illegible] ہو گیا ۔

[illegible] اسی درمیان میں حسین علی خان دارالخلافہ پہنچ گیا اور محمد فرخ سیر

کو قید کر لیا پھر محمد امین خاں اپنی جماعت کے ساتھ پہنچا اور سادات کے آدمیوں میں شامل ہو گیا ۔ سلطان رفیع الدرجات کی حکومت کے زمانے میں اس کا قدیم منصب اور بخشی گری دوم کا عہدہ بحال ہو گیا لیکن کچھ دنوں کے بعد اس کے اور حسین علی خاں کے درمیان اختلاف ہو گیا اور نتیجہ دشمنی ہؤا ۔

محمد شاہ بادشاہ کی حکومت کے شروع زمانے میں جب حسین علی خاں ایک منصوبے کے ساتھ ، کہ جس کا ذکر اس کے حالات میں ہو چکا ہے ، مارا گیا اور اس کے بھانجے غیرت مند خاں نے گستاخی کی اور وہ بھی مارا گیا تو اعتمادالدولہ محمد امین خاں چین بہادر اصل و اضافہ کے بعد آٹھ ہزاری ذات ، آٹھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ ایک کروڑ پانچ لاکھ دام بطور انعام ملے ، وزارت کے عہدے اور وزیر الممالک کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔ اسی سال تقرر وزارت کے چار ماہ بعد ۱۱۳۳ھ (۱۷۲۱ع) میں اس کا انتقال ہو گیا[1] ۔ وہ بہادر اور لائق امیر تھا ۔ اپنے ساتھیوں خصوصاً مغلوں کے معاملات کو درست کرنے میں بہت رعایت کرتا تھا کہ وہ خود بھی رعایت حاصل کرتا تھا ۔ اس کی وزارت کے تھوڑے سے زمانے میں [۳۴۹] بادشاہ کے نوکروں میں سے ، جو کوئی اپنے بے جاگیر ہونے کی شکایت اس کے سامنے لے گیا ، اس نے پابانی کے علاقے میں سے اس کو جاگیر مقرر کردی۔ اپنے چوب دار کو محصل مقرر کیا اور اپنے ہاتھ سے جاگیر کی سند تیار کرکے اس شخص کو سپرد کر دیتا تھا ۔ اس کا لڑکا اعتماد الدولہ قمر الدین خاں ہے کہ اس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے۔

(۷۷)

اخلاص خاں اخلاص کیش

وہ ہندو کا لڑکا اور قوم کا کھتری بلی تھا ۔ اس کا اصلی نام

---

۱ - صحیح تاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۱۳۳ھ مطابق ۹ فروری ۱۷۲۱ع ہے (خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۳۹) (ق)

دیس داس تھا ۔ اس کے بزرگ قصبہ کلانور کے قانون گو تھے ، جو دارالسلطنت لاہور سے چالیس کوس کے فاصلے پر ہے ۔ اخلاص خاں اخلاص کیش بچپن سے علوم حاصل کرنے میں بہت دل چسپی لیتا تھا ۔ اس نے دارالسلطنت (لاہور) میں سکونت اختیار کرلی ۔ علماء و فقراء سے صحبت رہتی تھی اس طرح وہ بہت صاحب استعداد ہو گیا ۔ جب ملا عبداللہ سیال کوٹی[1] کا شاگرد ہؤا تو ان کے ذریعے سے عالم گیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور "اخلاص کیش" کے نام سے موسوم ہؤا[2] ۔ چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں ایک معمولی منصب یعنی متاع خانہ کا مشرف مقرر ہؤا اور چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں جانماز خانہ کا مشرف اور انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں باز علی بیگ کی بجائے میر بخشی روح اللہ خاں کا مددگار مقرر ہؤا ۔ چھتیسویں سال جلوس عالم گیری میں شرف الدین کی بجائے خانساماں کی کچہری کا واقعہ نویس اور اس کے بعد صوبہ بیدر کا امین جزیہ اور انتالیسویں جلوس عالم گیری میں محمد کاظم کی بجائے پرگنہ اندور کا امین اور فوج دار مقرر ہؤا۔ اسی سال اس کا منصب چار سو ذات اور تین سوار سوار کا مقرر ہؤا ۔ [۳۵۰] ۔

اکتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں پھر روح اللہ خاں خانساماں کا مددگار مقرر ہؤا اور پچاسویں سال جلوس عالم گیری میں بادشاہ کی مہربانی سے اُس کے نام میں لفظ "خاں" شامل ہؤا اور وہ شاہ عالم بہادر کا وکیل مقرر ہؤا ۔

---

۱ ۔ ملا عبداللہ سیال کوٹی (بن ملا عبدالحکیم) کا انتقال ۱۰۹۴ھ (۱۶۸۳ع) میں ہؤا ۔ ملاحظہ ہو ماثر عالم گیری صفحہ ۲۲۸، ۲۲۰ (ب) ۔

۲ ۔ خافی خاں جلد دوم (صفحہ ۶۲۸) میں اس کو جلید الاسلام لکھا ہے (ق) ۔

چوں کہ اعظم شاہ (شاہ عالم کی) وکالت کی وجہ سے اُس سے ناراض تھا اس لیے عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد اُس نے بسالت خان مرزا سلطان کے ذریعے سے اپنی خطا معاف کرائی اور پروانہ حاصل کرکے اورنگ آباد میں رہ گیا ۔ محمد معظم بہادر شاہ کے بادشاہ ہونے کے بعد اخلاص خاں اخلاص کیش اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب، اخلاص خان کے خطاب اور عرض مکرر کے عہدے پر سرفراز ہوا ۔

کہتے ہیں کہ جب سر دربار اپنے تعلقہ (اورنگ آباد) کے واقعات حضور میں پیش کرتا تھا تو چوں کہ بادشاہ عالم تھا ، اس لیے علمی گفتگو شروع ہو جاتی تھی اور بات طول پکڑتی تھی ۔ دوسرے عہدے دار خاموش رہتے تھے اور اشارہ کرتے تھے کہ اب کشاف[1] اور مشکواۃ[2] تک بات پہنچ گئی ، دنیوی معاملات کو موقوف سمجھنا چاہیے ۔ چوں کہ اس وقت بادشاہ اور وزیر کی ہمت بہت بلند ہوتی تھی اور کسی کی کوئی درخواست رد نہیں ہوتی تھی ۔ اخلاص خاں اخلاص کیش نے ، کہ جو اپنی متصدی گری، میر سختی، اور بے دردی کے لیے مشہور تھا ، خان خاناں سے عرض کیا کہ بادشاہ کی عالم نوازی عام ہے مگر اکثر لوگوں کی جاگیریں ضبط ہو گئی ہیں ۔ خان خاناں نے ان قبیح امور (جاگیر کی ضبطی) کی تحقیقات کو اپنے لیے بدنامی کا سبب سمجھا اور یہ کام اخلاص خاں کے سپرد کر دیا ۔ اخلاص خاں بھی لوگوں کی نکتہ چینی کا متحمل نہ ہو سکا، اس (تحقیقات) سے دست بردار ہو گیا اور مستعد خاں محمد ساقی اس کام پر مقرر ہوا [۳۵۱] ۔

جہاں دار شاہ کے زمانے میں ذوالفقار خاں نے دیوانی تن کا عہدہ حسب سابق بڑھا لیا اور اخلاص خاں اخلاص کیش کو اپنا رفیق بنا لیا ۔ محمد فرخ سیر کے زمانے میں ، کہ جب دار و گیر کا ہنگامہ بپا تھا ، بعض

---

۱ ۔ زمخشری کی مشہور تفسیر ''کشاف'' (ق) ۔

۲ ۔ صحاح ستہ کا مشہور خلاصہ و انتخاب ''مشکواۃالمصابیح'' (ق) ۔

امرا نے اس پر بھی نظر رکھی ۔ قطب الملک اور حسین علی خاں نے قدیم تعلقات کا خیال کرتے ہوئے اس کو اس کے وطن قصبہ جانسٹھ[1] روانہ کر دیا ۔ اس کے بعد بادشاہ سے درخواست کی اور سابق منصب اور جاگیر کی بحالی کی سند بوجوانی اور دربار میں طلب کیا ۔ اگرچہ وہ اپنے وارستہ مزاج ہونے کی وجہ سے نوکری کے لیے راضی نہ تھا لیکن دونوں بھائیوں (امیرالامرا حسین علی خاں و قطب الملک عبداللہ خاں) کے زور دینے کی وجہ سے آ گیا اور خدمت قبول کر لی ۔ میر منشی کا عہدہ ملا اور تاریخ لکھنے کے لیے مقرر ہوا جس میں اس زمانے کے واقعات ہوں ۔ محمد فرخ سیر کے معزول ہونے کے بعد ہفت ہزاری منصب پر پہنچا اور محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں بھی اسی خدمت پر مامور رہا ۔ وہ مزاج سمجھنے والا ، اور دربار کو سمجھے ہوئے تھا ۔ سفید لباس کے سوا دوسرا لباس نہیں پہنتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ باوجود کم منصب ہونے کے امراء اس کی عزت کرتے تھے ۔ اس نے محمد فرخ سیر کے واقعات لکھے ہیں اور اس کا نام بادشاہ نامہ رکھا ہے ۔ وقت موعود پر ملک عدم کی راہ لی ۔

(۷۸)

محمد امین خاں دکنی

خاں زماں شیخ نظام کا بیٹا تھا ۔ محمد اعظم شاہ کی جنگ میں وہ اپنے دوسرے بھائی فرید کے ساتھ اپنے بھائیوں خان عالم اور منور خاں کے مقدمۃ الجیش اور ہراول میں تھا ۔ اور اس نے اپنے خاندان کی شہرت و ناموری کی وجہ سے بہت سعی و کوشش کی ، چوں کہ اس کی زندگی کے کچھ دن باقی تھے اس لیے بچ گیا [۳۵۲] ۔

لوگ کہتے ہیں کہ جس وقت خان عالم اور منور خاں ، عظیم الشان کے مقابلے میں گئے تو ان دونوں بھائیوں نے شہزادے کے بائیں طرف کی

---

۱ ۔ قصبہ جانسٹھ ضلع مظفر نگر کا مشہور قصبہ ہے (امپیریل گزیٹیر جلد ، ۱۴ صفحہ ۶۴) (ق) ۔

فوج کو دبایا ، لوگوں کو سامنے لے آئے اور خود پیچھے چلے گئے ۔ جیسے ہی انہوں نے اپنی بائیں طرف دیکھا تو شہزادے[1] پر نگاہ پڑ گئی ۔ تمر سواروں کے ساتھ واپس ہوئے اور پروانہ وار (شہزادے کی طرف) چلے گئے ۔ محمد معظم بہادر شاہ اول فتح کے بعد محمد امین خاں دکنی کے حال پر متوجہ ہؤا ، اگرچہ وہ مخالف طرف تھا مگر ایک بہادر اور دلیر خاندان کی نشانی تھا ، اس لیے بادشاہ نے اس کے حال پر نوازش فرمائی اور ناندیر کی صوبے داری پر مقرر کیا ۔

اس کے بعد (محمد امین خاں) سرا[2] کی فوج داری پر مامور ہؤا جس سے مراد کرناٹک بیجا پور ہے ۔ وہ بہت وسیع اور زرخیز علاقہ ہے ۔ چونکہ ہمیشہ سے متفرق زمین دار اس ولایت پر قابض ہیں ، ان ہی میں میسوریا ہے کہ جو سرنگ پٹن کا زمین دار ہے ۔ اس علاقے (سرنگ پٹن) کی آمدنی چار کروڑ روپے سے زیادہ ہے اور دکن کا کوئی زمیندار ساز و سامان ، ملک کی وسعت اور خزانے کی کثرت کے اعتبار سے میسوریا کا شریک و نظیر بلکہ اس کا عشر عشیر (دسواں حصہ) بھی نہیں ہے ۔ اس (میسوریا) کی پیش کش مقرر ہے ، سرا کا فوج دار اپنی طاقت کے اعتبار سے کم یا زیادہ پیشکش اس سے وصول کر پاتا ہے اور اگر وہ زیادہ طلب کرتا ہے تو لڑائی کی نوبت پہنچتی ہے ، چنانچہ ایسا ہی اتفاق محمد امین خاں دکنی کے ساتھ ہؤا ۔ ایک بڑی فوج دلوا کی سرداری میں ، کہ جس سے بخشی لشکر مراد ہے ، مقرر ہوئی ۔ دونوں فریقوں کے مقابلےاور طرفین کی مردانہ کوششوں کے بعد [۳۵۲] محمد امین خاں کے سپاہی مخالف کی کثرت کی وجہ سے ہمت ہار کر بھاگ کھڑے ہوئے ، لیکن وہ بہادر (محمد امین خاں) تین سو سواروں کے ساتھ داد شجاعت دیتا رہا اور قریب تھا کہ اس کی

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم صفحہ ۵۸۸۔شہزادے سے مراد بہادر شاہ کا فرزند ”عظیم الشان“ ہے ۔ یہ لڑائی آگرہ کے قریب ۸ جون ۱۷۰۷ع کو ہوئی ۔ فریقین بہادر شاہ اور اعظم شاہ تھے ۔ (ب)

۲ ۔ سرا یا چیرا ، مدارس کے جنوبی علاقے کا پرانا نام ہے ۔

... آئے کہ اچانک اس کا ایک تیر سردار (دشمن) پر جا لگا ... کہ تمام ہو گیا - ہزیمت ، نصرت میں بدل گئی اور شکست نے ... اختیار کر لیا ، حکومت کا نقش بیٹھ گیا اور ... درست ... اطراف و جوانب کے لوگ خوف زدہ ہو گئے - ... والوں نے بھی ... بہادری اور سرداری کو مان لیا - اس کے بعد وہ کرنول کی فوج ... مقرر ہؤا - اور فرخ سیر کے زمانے میں دکن کے مستقل دیوان حیدر قلی خاں کی تجویز سے امین خاں دکنی ، برار کا صوبے دار مقرر ہؤا - اس کے نائب نے دخل حاصل کر لیا اور وہ خود اپنی پرانی جاگیر بالکنڈہ میں رہا کہ اس دوران میں امیرالامراء حسین علی خاں کی آمد کا شہرہ ہؤا - اس نے اپنی کوتاہ اندیشی اور غرور سے اس کے استقبال میں دیر کی - امیرالامراء نے داؤد خاں کی لڑائی کے بعد اپنے ساتھیوں میں سے اسد علی خاں جولاق کو برار کی ضبطی کے لیے بھیجا کہ جس کا دادا ، علی مردان خانی ترکوں میں سے تھا - اس کے بعد وہ امیرالامراء کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور صوبہ مذکور (برار) اس پر بحال رہا -

جب عوض خاں بہادر وہاں (برار) کی حکومت پر مقرر ہؤا تو امین خاں دکنی کو ناندیر کی حکومت ملی - حرص و بے انصافی اور مضاف ناندیر کے پرگنے کے زمین داروں کے ورغلانے سے وہاں کے جاگیر دار ماندھاتا سے بلاوجہ جھگڑا شروع ہوگیا - اس (ماندھاتا) کا باپ کانہوجی سرکیا پنج ہزاری مرہٹہ تھا اور عالمگیر بادشاہ کے زمانے میں اس نے بہت سے کارنامے [۳۵۴] انجام دیے تھے - امین خاں نے (ماندھاتا پر) عہد و پیمان کے ذریعے سے غلبہ حاصل کر لیا اور پھر اس کو ختم کردیا -

اس کے بعد سابقہ جھگڑے کی وجہ سے امین خاں نے جگپت یلمہ کو سزا دینے کی فکر کی ، کیونکہ اس نے نرمل پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا - جب اس زمین دار (جگپت) کو یہ معلوم ہؤا تو اس نے راجا ساہو کے لے پالک فتح سنگھ سے مدد مانگی - راجا ساہو اس ضلع

کا مکلسدار[1] تھا، اتفاق سے ایک ایسا سبب وقوع پذیر ہؤا کہ جس سے اس دشمن کو تقویت پہنچی۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اسی زمانے میں امیرالامراء کی مرہٹوں سے صلح ہو گئی کہ یہ بدنامی کا داغ امیرالامراء کے ماتھے پر قیام قیامت تک رہے گا اور طے یہ ہؤا کہ جن محالات میں حکام اور زمین داروں کے استحکام اور طاقت کی وجہ سے چوتھ وصول نہیں ہوتی ہے، امیرالامراء اس کی وصولیابی میں مدد کرے گا۔ چونکہ خان مذکور (امین خان دکنی) کے تعلقے میں مرہٹوں کے شورش و ہنگامہ کی وجہ سے بعض جگہ سے چوتھ کے طریقے پر ایک دام بھی وصول نہیں ہؤا تھا اور امیرالامراء کے بار بار لکھنے کے باوجود امین خان دکنی نے اس تنگ و عار (وصولیابی چوتھ) کی طرف ذرا بھی توجہ نہ دی اور چوتھ کی ادائی میں کھلم کھلا تاخیر کی۔ اس کی بجائے وہ صوبہ مرزا علی یوسف خانی کو مل گیا جو اپنے زمانے کا بہت بڑا بہادر تھا، اور خان مذکور (امین خان دکنی) اپنی لڑکی کی شادی کے سلسلے میں بال کنڈہ چلا گیا کیونکہ معمولی کی شہرت کی وجہ سے اس کے استقلال میں بہت خلل واقع ہؤا۔

فتح سنگھ نے حکپت کے ساتھ مل کر اچانک (امین خان دکنی) پر حملہ کر دیا۔ اس نے اپنے خاندان اور حیثیت کو دیکھا اور وہ دشمن کی کثرت سے خوف زدہ نہ ہؤا۔ آدمیوں کے کم ہونے کے باوجود مقابلے کے لیے گیا، ظاہر ہے کہ اس دنیا میں اقبال و ادبار توام ہیں اور اقتدار و ذلت ساتھ ہیں۔ امین خان دکنی کی ترکی تمام ہو گئی، نقصان و زیاں سے واسطہ پڑا۔ ان نالائقوں کے ہاتھوں سے امارت کی پونجی غارت ہو گئی اور اتنی پرانی عزت و شہرت ختم ہو گئی [۳۵۵]۔ آخر رہائی پا کر بال کنڈہ چلا گیا۔

۱۔ یہ صیغہ مال کا ایک عہدہ دار ہوتا ہے (گرانڈف جلد اول صفحہ ۸۰، ۲۲۰) (ب)۔

اس کے بعد سید عالم علی خاں بہادر نے، کہ جب وہ دکن میں صاحب اختیار تھا از سر نو اس (امین خاں دکنی) کو ناندیر کی صوبے داری پر بحال کرکے اس کی دل جوئی کی اور اس لڑائی میں، کہ جو فتح جنگ کے ساتھ ہوئی تھی، میمنہ کی سرداری پر اس کو مقرر کیا۔ اس نالائق و بدقسمت (امین خاں دکنی) نے کوئی کام انجام نہ دیا اور بہادروں اور سپاہیوں کے طریقے کے خلاف تماشا دیکھتا رہا اور اپنے بزرگوں کے کارناموں کو ختم کر دیا۔ اگرچہ فتح کے بعد فتح جنگ نے اس کو اس کے علاقے بھیج دیا لیکن دل سے اس کی عزت جاتی رہی اور اس کا کوئی اعتبار نہ رہا۔ اسی زمانے میں عوض خاں بہادر اس کے مرحشے کی وجہ سے، جو اس کے برار آنے کی وجہ سے وقوع پذیر ہؤا تھا، دل برداشتہ ہوگیا۔ اس (عوض خاں بہادر) نے اس کو معزول کرادیا اور اس کی بجائے متہور خاں بہادر خویشگی کو مقرر کیا۔ اس (امین خاں دکنی) نے جب یہ خبر سنی تو وہ فتح جنگ کے پاس گیا، جو اس وقت ادونی کی طرف متوجہ تھا لیکن کوئی فائدہ نہ ہؤا۔ وہاں سے واپس آ کر اپنی جاگیر کے محال قصبہ بربی میں آ کر مقیم ہو گیا کہ جو بھری سے بارہ کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور ناندیر کے متعلقہ محالات میں اس نے (محاصل کی وصولیابی میں) گڑبڑ کی۔ اگرچہ متہور خاں بہادر خویشگی نے ہر چند سمجھایا مگر وہ جہالت اور نادانی سے باز نہ آیا۔ آخر قید ہوگیا اور مدتوں قید خانے میں رہا۔

جب اس کا لڑکا مقرب، کہ اس کے حال میں بھی اس سرگزشت کا بیان ہؤا ہے[1]، نوکری سے سرفراز ہؤا تو اس کی سفارش سے امین خاں دکنی نے رہائی پائی اور بال کنڈہ کے پچاس ہزار روپیہ (کی آمدنی) کے دیہات اس کے خرچ کے لیے مقرر ہوئے [۲۵۶]۔ مدتوں اپنے لڑکے کا دست نگر رہا۔ جب اس (لڑکے) سے پریشان ہوگیا تو چھٹے سال جلوس محمد شاہی میں اورنگ آباد پہنچا اور عوض خاں بہادر سے معاونت و مدد کی درخواست

۱۔ ملاحظہ ہو مآثر الامراء جلد سوم صفحہ ۶۹۷۔

کی ، جاگیر اور منصب کی بحالی کا امیدوار ہؤا ۔
اسی زمانے میں آصف جاہ ہندوستان سے واپس ہؤا ، اور مبارز خاں سے لڑائی چھڑ گئی ۔ وقت کے تقاضے کے لحاظ سے اس کی دل جوئی کی گئی اور اس نے (لڑائی میں آصف جاہ کی) رفاقت کا ارادہ کر لیا ۔ تیاری کے لیے کچھ دنوں شہر (اورنگ آباد) میں رہا اور پھر نکل آیا ۔ مسلسل ذلت و خواری اُٹھانے کی وجہ سے اس کے عقل و ہوش ختم ہو چکے تھے ، حالت بدل چکی تھی ۔ اس نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ۔ راتوں رات چل کر مبارز خاں سے مل گیا کہ پوشیدہ طور سے اس سے عہد و پیمان ہو گیا تھا ۔ جس دن لڑائی ہوئی ، اس سے کوئی کوشش یا بہادری ظہور میں نہیں آئی اور دشمن کے تیر کا نشانہ بن گیا ۔ یہ واقعہ ۱۱۳۷ھ (۱۷۲۴ع) میں ہؤا ۔

(۷۹)

امین الدولہ امین الدین خاں بہادر سنبھلی

سنبھل[۱] کے شیخ زادوں میں سے ہے کہ جو دارالخلافے سے مشرق و شمال میں واقع ہے ۔ اس کا نسب تمیم انصاری پر منتہی ہوتا ہے ۔ امین الدین خاں کی ملازمت کا آغاز جہاں دار شاہ کی نوکری سے ہؤا اور فرخ سیر کے زمانے میں یساول مقرر ہؤا ۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں ترقی کی اور میر توزک کے عہدے پر سرفراز ہؤا ۔ رفتہ رفتہ [۳۵۷] چار ہزاری منصب پر پہنچا ، اور اس کے بعد چھ ہزار ذات ، چھ ہزار سوار کا منصب، امین الدولہ کا خطاب اور پورے تین لاکھ روپے کی آمدنی کا محال سنبھل جاگیر میں ملا۔ یار باشی اور عیش پرستی میں مصروف رہتا تھا ۔ اسی زمانے میں نادرشاہ کے ہندوستان سے جانے کے بعد امین الدولہ فوت ہو گیا ۔ اپنے وطن (سنبھل) میں عمارت ، باغ اور سرائے بہت عمدہ تعمیر کرائی تھی ۔ اس کے بیٹوں میں امین الدین خاں اور ارشاد خاں

---

۱ ۔ سنبھل ، ضلع مراد آباد ۔ یوپی (ق) ۔

صاحب عزت ہیں[1]

(۸۰)

اعتمادالدولہ قمرالدین خان بہادر

میر محمد فاضل نام ، اعتمادالدولہ محمد امین خان بہادر کا لڑکا ہے۔ عالمگیر بادشاہ کے آخر زمانے میں مناسب عہدہ اور قمرالدین خان کا خطاب پایا۔ محمد فرخ سیر کے زمانے میں عمدہ منصب اور احدیوں کی بخشی گری پر مقرر ہؤا۔ چوتھے سال جلوس فرخ سیری میں عبدالصمد خان دلیر جنگ کے ساتھ گرو (سکھوں) کی مہم پر مقرر ہؤا۔ پہلے سال جلوس محمد شاہی میں حسین علی خان کے مرنے کے بعد ، جب کہ اس کے بھانجے غیرت خان نے بارہہ کے لوگوں کو ساتھ لے کر شاہی لشکر پر چڑھائی کی تو (قمر الدین خان نے) شہرت حاصل کی اور بہادری دکھائی۔ اس کے بعد چھ ہزاری ذات ، چھ ہزار سوار کا منصب ، بخشی گری دوم کا عہدہ ، جو اس کے باپ نے چھوڑا تھا ، اور احدیوں کی بخشی گری کے ساتھ غسل خانے کی داروغگی سے سرفراز ہؤا۔ جب اس کا باپ (اعتماد الدولہ محمد امین خان بہادر) مر گیا تو اگرچہ وزارت کے لیے دکن سے نظام الملک

۱۔ امین الدولہ کا انتقال محمد شاہ کے انیسویں سال جلوس ۱۷۳۹ء میں ہؤا (تذکرۃ الامرا ار کیول رام)۔ نیز ملاحظہ ہو عہد بنگش صفحہ ۹۵ و تاریخ امروہہ جلد اول از محمود احمد عباسی صفحہ ۳۸ (طبع دہلی ۱۹۳۰ء)۔ جب محمد شاہ بادشاہ ماہ ربیع الثانی ۱۱۵۸ھ میں سنبھل میں تشریف لائے تو ارشاد علی خان نے مہمانی کے فرائض انجام دیے۔ ۱۲۰۰ھ میں غلام محمد خان و کرم علی خان نبیرہ امین الدولہ ہوئے۔ ان کے خاندان کے آخری نمائندے نواب عاشق حسین خان رئیس سنبھل تھے ، جن کا ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو انتقال ہؤا (تاریخ کٹھیر روہیل کھنڈ از حاجی خدا داد خان صفحہ ۵۱ ، رام پور ۱۹۳۹ء (ق)۔

آصف جاہ کو بادشاہ نے اپنے حضور میں بلایا مگر اس (قمر الدین خان) کے منصب میں اضافہ ہؤا اور اعتماد الدولہ کا خطاب ملا [۵۸-] ۔

وزارت ملنے کے بعد جب آصف جاہ نے اپنے حالات موافق نہ دیکھے تو وہ بادشاہ کی حضوری سے دل برداشتہ ہو گیا اور کسی بہانے سے دکن چلا گیا ۔ وزارت کا منصب ۱۱۳۷ھ (۱۷۲۴ع) میں قمر الدین خان کو ملا ۔ مدتوں عیش و آرام میں گزارے ، ایک مرتبہ ۱۱۴۷ھ (۱۷۳۴-۵ع) میں جب کہ بالا جی راؤ مرہٹہ نے مالوہ کے علاقے میں ہنگامہ برپا کیا تو وہ (اعتماد الدولہ قمر الدین خان بہادر) خان دوران کے ساتھ اس مہم پر مقرر ہؤا ۔ ہر ایک کی فوج علىحدہ علىحدہ تھی ۔ چار لڑائیوں میں وہ غالب رہا اور آخر میں صلح کرنی پڑی ۔

دوسری مرتبہ بادشاہ (محمد شاہ) کے ہمراہ علی محمد خان روہیلہ کی مہم پر ، کہ جس سے سر کشی کے آثار ظاہر ہونے تھے ، دہلی سے روانہ ہؤا لیکن عمدۃ الملک اور صفدر جنگ کی مخالفت کی وجہ سے وہ ، خان مذکور (علی محمد خان) کا سفارشی بن گیا اور اس کو بادشاہ کی خدمت میں لایا ۔

تیسری مرتبہ شاہ زادے کے ہمراہ ، کہ جس نے تخت نشین ہونے کے بعد احمد شاہ کا لقب اختیار کیا ، ایک بڑی فوج کے ساتھ احمد شاہ ابدالی سے مقابلے کے لیے سرہند تک گیا کہ جو لاہور سے اس طرف بڑھ آیا تھا ۔ مقابلے کے دن ایک گولہ توپ خانے سے آ کر اس کے لگا اور ۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸ع) میں وہ فوت ہو گیا ۔

اعتماد الدولہ قمر الدین خان بہادر بہت خوش حال تھا ۔ حسن اخلاق ، انکسار اور فیض رسانی میں اس نے بہت شہرت حاصل کی اور ہر چھوٹے بڑے میں مقبول ہؤا ۔ کسی کی تکلیف کا روادار نہ تھا ۔ اپنے باپ (اعتماد الدولہ محمد امین خان) کی املاک کی ، کہ ان میں سے بعض پر وہ (امین خان) ظلم سے قابض ہؤا تھا ، اس نے قیمت لگائی اور (واجب الادا قیمت) مالکوں کو پہنچائی اور جو شخص اپنی ملکیت کے

پہنچنے پر راضی نہ ہؤا ، وہ واپس کر دی ۔ ادب اس کی فطرت و مزاج میں تھا [۳۵۹]۔ کہتے ہیں کہ جس زمانے میں آصف جاہ دارالخلافہ (دہلی) جاتا تھا تو اس کی بزرگی کی وجہ سے وزیر ہونے کے باوجود اس کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا تھا ۔

اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے میر منو نے بہت ہوشیاری دکھائی اور چند ہزار سواروں کو لے کر دشمن کے سر پر پہنچ گیا اور اس کو میدان سے اس طرح اکھیڑ دیا کہ وہ اپنے وطن لوٹنے کے لیے مجبور ہو گئے ۔ اسی تقریب میں اس کو معین الملک رستم ہند کا خطاب ملا اور وہ لاہور و ملتان کا صوبے دار ہؤا[1] ۔

۱۱۶۲ھ (۱۷۴۹ع) میں جب احمد شاہ درانی کابل سے لاہور کے قریب پہنچا تو ایک ہلکی سی جھڑپ ہوئی اور آخر کو صلح ہو گئی[2] ۔ احمد شاہ ابدالی ، نادر شاہ کی طرح سیال کوٹ ، گجرات ، اورنگ آباد اور پسرور ، چار محالوں کو اپنی پیش کش مقرر کرکے واپس لوٹ گیا ۔

۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ع) میں احمد شاہ ابدالی پھر لاہور آیا یہاں تک کہ چار ماہ تک لڑائی ہوئی اور اپنے نوکر آدینہ بیگ اور کوڑا مل کے نفاق کی وجہ سے (معین الملک) مغلوب ہو گیا اور احمد شاہ ابدالی کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ شاہ ابدالی نے اس (معین الملک) کو اپنی طرف سے لاہور کا نائب صوبے دار مقرر کیا اور واپس چلا گیا ۔ معین الملک ۱۱۶۸ھ (۱۷۵۳ع) میں ایک دن شکار کے لیے گیا ۔ کھانا کھانے کے بعد آنتوں اور معدے کے درد میں مبتلا ہو گیا ۔ گھوڑے سے اترنے کے بعد اس نے چاہا کہ قے کر لے ، مگر قے نہ ہوئی اور اجابت بھی نہ ہوئی ، اچانک فوت

۱۔ جادو ناتھ سرکار نے لکھا ہے کہ وہ لاہور کا صوبے دار مقرر ہؤا تھا اور بعد کو معین الملک نے ملتان ، شاہ نواز خان سے لے لیا (فال آف مغل امپائر جلد اول صفحہ ۲۱۶—۲۱۷) (ب)

۲ - یہ واقعہ فروری ۱۷۵۰ع میں ہؤا (سرکار جلد اول صفحہ ۲۱۹) (ب)

ہوگیا ۔ لاہور کی حکومت کی سند بادشاہ نے اس کے لڑکے کے نام ، جس کی عمر دو سال تھی ، بھیج دی[1] ۔ اس کے کم عمر ہونے کی وجہ سے تمام معاملات پر اس کی ماں غالب آ گئی ، اس لیے اس کے ساتھی متنفر ہوگئے اور اسی دوران میں وہ لڑکا بھی اجل طبعی سے [۳۶۰] مر گیا[2] اور حکومت (لاہور) اس لڑکے کی ماں یعنی خود بیگم (میر منو) کے سپرد ہو گئی ۔ کچھ دنوں کے بعد خواجہ عبداللہ خاں پسر عبدالصمد خاں نے بیگم کو قید کر لیا اور بادشاہ سے نائب صوبے داری کا طلب گار ہوا ۔ فوج کی تنخواہ کے معاملے میں وہ گھبرا گیا اور بیگم کے حالات پھر درست ہوگئے ۔ اس کے بعد مرزا خاں ، جماعہ دار نے بیگم کو قید کر لیا ، آخر میں صلح ہوگئی ۔ اس کے بعد عماد الملک لاہور دوڑا ہوا گیا اور بیگم کو قید کر لیا[3] چنانچہ عماد الملک کے حالات میں مفصل یہ بات لکھی گئی ہے ۔

اس (قمرالدین خاں) کا دوسرا لڑکا اعتماد الدولہ انتظام الدولہ خان خاناں ہے کہ احمد شاہ کے زمانے میں صفدر جنگ کی بجائے وزیر اعظم مقرر ہوا ۔ ۱۱۶۷ھ میں وہ اپنے اقرباء کے ہاتھ سے مارا گیا اس کے لڑکوں میں ایک لڑکا فخرالدولہ ہے کہ اس تحریر سے ایک سال قبل دکن میں آیا ہے اور نظام الدولہ آصف جاہ کی رفاقت میں زندگی بسر کر رہا ہے ۔ ان اوراق کے محرر (صمصام الدولہ شاہنواز خاں) پر مہربانی کرتا ہے ، اس کے دوسرے لڑکے بھی ہیں ۔

---

۱ ۔ اس لڑکے کا نام محمد امین خاں تھا (سرکار جلد اول صفحہ ۲۳۸) (ب)
۲ ۔ شروع مئی ۱۷۵۳ع میں فوت ہوا (سرکار جلد دوم صفحہ ۵۳) (ب)
۳ ۔ ملاحظہ ہو عہد بنگش صفحہ ۲۴۲—۲۴۳ (ق)
۴ ۔ جادو ناتھ سرکار نے (فال آف دی مغل امپائر جلد دوم صفحہ ۲۱۴) اس کا انتقال نومبر ۱۷۵۹ع (۱۱۷۳ھ) میں بتایا ہے اس تاریخ کو انگریزی مترجم بیوریج نے قبول کر لیا ہے اور بغیر صراحت کے متن میں داخل کر دیا ہے (ق)

(۸۱)

امیرالامراء غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ

نظام‌الملک آصف جاہ کا بڑا لڑکا اور ناصر جنگ کا حقیقی بھائی ہے۔ اس کا اصلی نام میر محمد پناہ ہے۔ قمرالدین خاں وزیر کا داماد تھا۔ باپ (آصف جاہ) نے بچپن سے اسے محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں چھوڑ دیا تھا۔ وہیں اس کی نشو و نما ہوئی۔ اول احدیوں کا بخشی مقرر ہؤا اور ۱۱۵۳ھ میں جب اس کا باپ خان دوران کے انتقال[1] کے بعد میر بخشی مقرر ہو کر دکن سے (۱-۱۷۴۰ء) آ گیا [۳۹۱] تو وہ نائب بخشی کے عہدے پر سرفراز ہؤا۔ اس کے باپ کے مرنے کے بعد احمد شاہ کے عہد میں تقریباً تین سال سادات خاں، میر بخشی رہا۔ اس کے بعد میر بخشی کا عہدہ اور امیر الامراء کا خطاب ملا۔

ناصر جنگ کی شہادت کے بعد اس کے دل میں ملک دکن کی حکومت کا خیال پیدا ہؤا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں شاہ درانی کا ایلچی آیا۔ صفدر جنگ، بادشاہ کے اشارے سے ایک بڑی رقم کے وعدے پر ملہار راؤ ہولکر کو ساتھ لے کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور اس (صفدر جنگ) کے آنے سے پہلے جاوید خاں نے شاہ (درانی) کے پیغامات کو قبول کرکے ایلچی کو رخصت کر دیا۔ صفدر جنگ حیران ہؤا کہ اب ہولکر کا کیا علاج کرے۔ امیرالامراء نے ہولکر کو ہموار کرکے اس بات پر راضی کر لیا کہ دکن کی صوبے داری امیرالامراء کے نام مقرر ہووے تو وہ موعودہ رقم سے دست بردار ہو جائے گا۔ للہذا بادشاہ کے حضور سے دکن کی صوبے داری اور نظام‌الملک کا خطاب امیرالامراء کو مرحمت ہؤا۔ اس کے بعد صوبہ خاندیس کی سند مرہٹہ (ہولکر) کے نام اس (امیر الامراء غازی الدین خاں) نے اپنی مہر کرکے اس امید پر دے دی کہ وہ اس کی مدد کرے گا۔ وہ عین موسم برسات میں صوبہ مالوہ کی کیچڑ اور

۱۔ خان دوران ۱۷۳۹ء میں مارا گیا۔ (ب)

مٹی کو طے کرکے شہر برہان پور پہنچا اور اس کے بعد اورنگ آباد آکر سات دن قیام کیا ۔ اچانک موت واقع ہوئی کہ کھانا کھا کر بیت الخلاء کو گیا باہر آکر قے ہوئی ، ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ع) میں انتقال ہؤا ۔[۱]

علمی استعداد اچھی تھی ۔ آخر میں اسے بہت ہمت حاصل ہو گئی تھی ۔ اس کا لڑکا غازی الدین خاں ثالث ہے کہ جس نے عماد الملک کا خطاب پایا اور اس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔ [۳۶۲]

(۸۲)

ابوالخیر خاں بہادر امام جنگ

وہ فاروقی شیخ زادوں میں سے ہے ، اس کا نسب شیخ فریدالدین شکر گنج تک پہنچتا ہے ۔ اس کے بزرگوں کا اصلی وطن میریور ، سرکار خیر آباد ، اودھ ہے ۔ کچھ دنوں شکوہ آباد میں رہا ، اس لیے شکوہ آبادی مشہور ہو گیا ۔ اس کا باپ شیخ بہاؤالدین عالمگیر بادشاہ کے زمانے میں منصب پر سرفراز تھا اور شکوہ آباد کا صدر اور محتسب تھا ۔

ابوالخیرخاں بہادر امام جنگ پہلے تین سو کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ ایک مدت تک رحمت خاں کی رفاقت میں شادی آباد مانڈو (صوبہ مالوہ) میں رہا ۔ جس سال کہ نظام‌الملک آصف جاہ مالوہ سے دکن آیا تو ابوالخیر خاں بہادر امام جنگ اس کے ساتھ ہو گیا ۔ چونکہ تجربہ کار سپاہی تھا ان معاملات (جنگ وغیرہ) میں اس کی رائے درست ہوتی تھی ، اس لیے اس کی تربیت ضروری سمجھی گئی اور (نظام‌الملک نے) اس کو بزم مشورت میں داخل کر لیا ۔ دو ہزار پانسو کا منصب ، خاں کا خطاب اور جاگیر سے سرفراز ہؤا ، نبی نگر کی فوج داری پر مقرر ہؤا ۔

۱۱۳۶ھ (۱۷۲۴ع) میں جب وہ بے نظیر امیر نظام‌الملک آصف جاہ

---

۱ ۔ غلام علی آزاد بلگرامی نے (خزانۂ عامرہ صفحہ ۹۴) میں لکھا ہے کہ امیرالامراء غازی الدین خاں کا انتقال ۷ ذی الحجہ ۱۱۶۵ھ (۵ اکتوبر ۱۷۵۲ع) کو ہؤا ۔ (ق)

دارالخلافہ دہلی سے دکن کے لیے واپس ہؤا تو خواجم قلی خاں قلعہ دار دھارو فوج دار مانڈو (صوبہ مالوہ) کو اپنے ساتھ لیے آیا اور ابوالخیر خان بہادر امام جنگ کو وہیں چھوڑ آیا۔ اس کے بعد قطب الدین علی خاں پنکوری مذکورہ خدمات (قلعہ داری و فوج داری) پر بادشاہ کی طرف سے مقرر ہؤا ۔ ابوالخیر خاں بہادر ، آصف جاہ کے پاس آ گیا ۔ جب خاندیس کا انتظام حفیظ الدین خاں کے سپرد [۳۶۳] ہؤا تو یہ بھی اس سے متعلق ہو گیا ۔ اس نے مرہٹوں کی فوج کی تنبیہ میں بہت سعی و کوشش کی ۔ آہستہ آہستہ اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب اور "بہادر" کے خطاب پر فائز ہؤا اور اس کو علم و نقارہ بھی مرحمت ہؤا ۔ کبھی گلشن آباد کا فوج دار ، کچھ دنوں خاندیس کا نائب اور کچھ مدت سرکار بگلانہ کا فوج دار رہا ۔ ناصر جنگ کی حکومت کے زمانے میں شمشیر بہادر کا خطاب اور اورنگ آباد کا نائب صوبے دار مقرر ہؤا ۔ مظفر جنگ کے زمانے میں پھر خاندیس کا ناظم مقرر ہؤا ۔ صلابت جنگ کے زمانے میں اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات ، اور چار ہزار سوار کا منصب ملا اور جھالر دار پالکی مرحمت ہوئی اور "امام جنگ" کا خطاب ملا ۔

راجا رگھناتھ داس کی دیوانی کے زمانے میں جو لڑائی مرہٹہ سے ہوئی تھی اس میں وہ ہراول کا سردار تھا ۔ کہتے ہیں کہ وہ اس لڑائی میں شہادت کا آرزو مند اور موت کا خواستگار تھا ۔ تقدیر کے تقاضے کے مطابق جنگ کے بعد معمولی سی بیماری میں ۱۱۶۶ھ (۱۷۵۳ء) میں فوت ہو گیا ۔ بہادر آدمی تھا ، گفتگو میں بہت بے باک تھا ، علمی مذاکرات میں بھی دل چسپی رکھتا تھا ۔

ایک سال بابو نائک نام مرہٹہ سردار ایک بھاری جماعت فراہم کر کے کرناٹک حیدر آباد سے چوتھ وصول کرنے کے لیے اس طرف روانہ ہؤا ۔ وہ (ابوالخیر خاں) بہادر بھی سرکار کی طرف سے ایک فوج کے ساتھ متعین ہؤا کہ وہ انورالدین خاں تعلقہ دار کرناٹک ، عبدالنبی خاں فوج دار

کڑپہ اور بہادر خاں فوج دار کرنول کے ہمراہ جا کر اس (بابونالک) کی تنبیہ کرے ۔ چنانچہ اس نے دشمن کی فوج پر ایسی چڑھائی کی اور اس کے مال و اسباب پر اس طرح قبضہ کیا کہ اس کو شکست فاش ہوئی [۳۶۴] اور پھر کبھی اس (بلبونالک) نے سر نہیں اٹھایا ، یہ بات خاص و عام میں مشہور ہے ۔

ابوالخیر خاں بہادر امام جنگ کے دو لڑکے تھے ۔ بڑا لڑکا ابوالبرکات خاں بہادر امام جنگ تھا ۔ وہ جرأت مند آدمی تھا ، جوانی میں اس کا انتقال ہو گیا اور دوسرا لڑکا شمس الدولہ ابوالخیر خاں بہادر شیخ جنگ ہے کہ اس تحریر کے زمانے میں نظام الدولہ آصف جاہ کی اس پر بہت عنایات ہیں ۔ پنج ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب، علم، نقارہ اور محال یلغرب (صوبہ ببدر) کی جاگیر پر سرفراز ہؤا ۔ اخلاق حمیدہ کا مالک اور کلمۂ خیر کہنے کی توفیق رکھتا ہے[1] ۔

(۸۳)

اوالمنصور خاں بہادر صفدر جنگ

مرزا مقیم نام ، برہان الملک کا بھانجا اور داماد ہے اس کے باپ کا خطاب سیادت خاں تھا ۔ ابوالمنصور خاں بہادر صفدر جنگ اپنے خسر کے مرنے کے بعد محمد شاہ بادشاہ کی طرف سے صوبۂ اودھ کا ناظم مقرر ہؤا ۔ اس نے وہاں کے مفسدوں کو سزا دے کر مطیع بنایا ۔ ۱۱۵۵ھ (۱۷۴۲ع) میں صفدر جنگ بادشاہ کے حکم سے علی وردی خاں ناظم صوبۂ بنگالہ کی

---

۱ ۔ انڈیا آفس کے نسخے میں یہ عبارت زائد ہے "۲۵ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ (یکم جنوری ۱۷۹۱ع) کو پیچش سے نیکول (۹) کے قلعہ کے کیمپ میں فوت ہؤا اور اس کی لاش حیدرآباد میں شاہ حسن برہانہ کی درگاہ میں دفن ہوئی (رحمۃ اللہ علیہ)۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اضافہ کاتب یا کسی پڑھنے والے کا ہے کیونکہ عبدالحی تو ۱۷۸۲ع میں فوت ہو گیا تھا (ب) ۔

مدد کے لیے عظیم آباد پٹنہ گیا ، کیونکہ مرہٹہ فوجوں نے وہاں فساد برپا کر رکھا تھا اور اس کے بدلے میں رہتاس اور چنار کا قلعہ اسے مرحمت ہؤا ۔ چونکہ ناظم مذکور (علی وردی خاں) اس کی طرف سے مشکوک تھا اس لیے اس نے بادشاہ سے رجوع کیا کہ اس کی کمک کا حکم منسوخ کیا جائے ۔ وہ (صفدر جنگ) اپنے صوبہ کو واپس ہو گیا ۔

۱۱۵۶ھ ۱۷۴۳ع میں ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ حسب طلب بادشاہ کے حضور میں آیا اور توپ خانہ کا داروغہ مقرر ہؤا ۔ ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ع) میں عمدۃ الملک امیر خاں کے انتقال کے بعد وہ الہ آباد کا بھی صوبے دار مقرر ہؤا [۳۶۵] ۔

۱۱۶۱ھ (۱۷۴۷ع) میں جب شاہ درانی قندھار سے ہندوستان کو روانہ ہؤا اور لاہور سے اس طرف (جانب دہلی) آیا تو صفدر جنگ بادشاہ کے حکم کے مطابق سلطان احمد شاہ کے ہمراہ سرہند تک گیا ۔ اعتماد الدولہ قمرالدین خاں کے مرنے کے بعد اس نے استقلال دکھایا اور مناسب کوششیں اس سے ظہور پذیر ہوئیں ۔ یہاں تک کہ شاہ درانی واپس چلا گیا ۔ اس واقعے کے ایک ماہ کے بعد ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ (۱۶ اپریل ۱۷۴۸ع) کو محمد شاہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور احمد شاہ تخت سلطنت پر بیٹھا اور چند ہی روز میں دکن سے آصف جاہ کے مرنے کی خبر ملی ۔ صفدر جنگ بہت اطمینان کے ساتھ وزیر اعظم مقرر ہؤا ۔

چونکہ وہ (ابوالمنصور خاں صفدر جنگ) علی محمد خاں روہیلہ سے دل میں پرخاش رکھتا تھا اس لیے اس نے (علی محمد خاں کے انتقال کے بعد قائم خاں بنگش) کو روہیلہ مذکور (علی محمد خاں) کے بیٹے سعداللہ خاں کے اوپر بھیج دیا ، چونکہ قائم خاں اپنے بھائیوں کے ساتھ مارا گیا کہ جس کا ذکر اس کے باپ محمد خاں بنگش کے حال میں کیا گیا ہے ۔ صفدر جنگ نے بادشاہ کو ساتھ لیا اور قائم خاں کے بھائی احمد خاں بنگش کے سر پر پہنچ گیا اور قائم خاں کے مال کا تقاضا کیا ۔ بادشاہ شہر کول (علی گڑھ)

میں مقیم رہا اور صفدر جنگ دریا گنج پہنچا کہ فرخ آباد وہاں سے بیس کوس ہے ۔ احمد خاں کی ماں نے آ کر ساٹھ لاکھ روپیہ پر معاملہ طے کر لیا ۔ بادشاہ دارالخلافہ (دہلی) لوٹ گیا اور صفدر جنگ مقررہ روپے کی وصول یابی کی غرض سے کچھ مدت ٹھہرا اور پھر احمد خاں کے متعلقہ محالات کی ضبطی میں مشغول ہو گیا، اور وہ نول رائے قوم کایتھ کو فرخ آباد میں چھوڑ کر خود بادشاہ کے حضور میں آ گیا۔ یہ شخص (نول رائے) پہلے اس کی سرکار میں معمولی نوکر تھا رفتہ رفتہ ترقی کرکے اودھ کا نائب صوبے دار ہو گیا [۳۶۶]۔ نول رائے افغانوں کی لڑائی میں مارا گیا ۔

صفدر جنگ نے فوج جمع کی اور سورج مل جاٹ کو ساتھ لے کر احمد خاں کے اوپر چڑھ دوڑا ۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی مگر شکست فاش اٹھانی پڑی ۔ صفدر جنگ ۱۱۶۳ھ ۵۰-۱۷۴۹ء میں دارالخلافہ (دہلی) پہنچا ۔ اسی زمانے میں احمد خاں بنگش نے صوبہ الہ آباد اور اودھ میں خوب فساد مچایا اور ملک کی غارت گری اور لوٹ کھسوٹ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ دوسرے سال میں صفدر جنگ ملہار راؤ ہولکر اور جی آپا سندھیا سے، کہ جو دونوں معتبر مرہٹہ سردار تھے ، اتفاق کرکے احمد خاں کے مقابلہ پر آ گیا ۔ اس مرتبہ افغانوں کو شکست ہوئی ۔ انہوں نے کوہ مداریہ کے دامن میں کہ جو کوہ کماؤں کی ایک شاخ ہے ، پناہ لی ۔ آخر کو عاجز ہو کر صفدر جنگ کے حسب منشاء صلح ہو گئی ۔

اسی اثنا میں شاہ درانی کی لاہور سے دہلی کی طرف آمد مشہور ہوئی ۔ وہ (صفدر جنگ) بادشاہ (احمد شاہ) کے حکم کے مطابق ہولکر کو زر کثیر کے وعدہ پر اپنے ساتھ لے کر ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۱ء) میں دارالخلافہ دہلی میں آیا ۔ جاوید خاں بہادر خواجہ سرا نے ، کہ جو سلطنت میں صاحب اختیار تھا ، شاہ درانی کے ایلچی سے معاملہ کر کے اس کو واپس کر دیا ۔ صفدر جنگ جب شہر (دہلی) میں داخل ہؤا تو چونکہ وہ خواجہ سرا جاوید خاں سے مطمئن نہ تھا ، اس لیے جب ایک روز وہ اس کے گھر آیا تو اس کو (صفدر جنگ) نے ختم کرا دیا اور سلطنت کے تمام معاملات

پر قابض و مختار ہو گیا ۔

اس کے بعد بادشاہ نے انتظام الدولہ خان خاناں پسر قمرالدین خان کی تحریک پر اسے (صفدر جنگ کو) پیغام دیا [۳۶۷] کہ غسل خانے اور توپ خانے کی داروغگی سے دست بردار ہو جائے۔ وہ کسی پوشیدہ مقصد کے تحت کچھ دنوں کے لیے خانہ نشین ہو گیا اور پھر اپنے علاقے کو جانے کی درخواست دی۔ درخواست منظور نہ ہوئی تو بے رخصت دہلی سے نکل آیا اور شہر سے دو کوس کے فاصلے پر ٹھہر گیا اور روزانہ فساد کرنے لگا ۔ یہاں تک کہ صفدر جنگ نے ایک جعلی شہزادے کو کھڑا کیا ۔ احمد شاہ نے وزارت اس سے لے کر انتظام الدولہ کے سپرد کر دی ۔ عمادالملک ، صفدر جنگ سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا اور چھ ماہ تک لڑائی ہوئی ۔ آخر کو انتظام الدولہ کی وساطت سے اس بات پر صلح ہو گئی کہ صوبہ الہ آباد اودھ اس (صفدر جنگ) پر بحال رہا ۔ صفدر جنگ اپنے علاقے کو واپس چلا گیا اور ۱۷ ذی الحجہ ۱۱۶۷ھ (۵ اکتوبر ۱۷۵۳ع) کو صفدر جنگ[1] فوت ہؤا ۔ اس کا لڑکا شجاع الدولہ ہے کہ جس کا حال علاحدہ لکھا گیا ہے ۔

---

۱ ۔ صفدر جنگ پاپڑ گھاٹ ضلع سلطان پور میں فوت ہؤا اور اُسے گلاب باڑی (فیض آباد) میں دفن کیا گیا ۔ تھوڑے دنوں کے بعد صفدر جنگ کی نعش دہلی پہنچی اور شاہ مردان کے پاس دفن کی گئی ۔ صفدر جنگ کا نہایت شاندار مقبرہ دہلی میں بنا ہؤا ہے ۔ اس مقبرہ کو سیدی بلال محمد خاں نے تین لاکھ روپے سے تعمیر کرایا ۔ آج کل اس عمارت کی نگرانی محکمۂ آثار قدیمہ کی طرف سے ہوتی ہے ۔ یہ مقبرہ دہلی کی قابل دید عمارتوں میں سے ہے ۔ ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ع بروز یکشنبہ خاکسار مترجم محمد ایوب قادری نے اس مقبرے کو دیکھا ۔ مقبرے کے قریب ہی صفدر جنگ کا ہوائی اڈا ہے ۔ یہاں بڑی رونق رہتی ہے ۔ مقبرے کے اندر یہ تاریخ کندہ ہے :

(باقی صفحہ ۳۶۴ پر)

(۸۳)

آصف اولہلد امیرالمالک

نظام‌الملک آصف جاہ کا تیسرا لڑکا ہے - اس کا اصلی نام سید محمد ہے - اپنے باپ کی زندگی میں ''خاں'' کا خطاب پایا - صلابت جنگ کے نام سے مخاطب ہؤا اور حیدر آباد کی صوبے داری پائی - باپ کے مرنے کے بعد جب ناصر جنگ شہید مظفر جنگ کے فتنے کو دفع کرنے کے لیے - بندر پھاچری کے قریب گیا تو وہ بھی ساتھ تھا - ناصر جنگ کی شہادت کے بعد وہ مظفر جنگ کے ساتھ واپس آ گیا اور جب راستے میں مظفر جنگ افغانوں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تو چونکہ وہ سب بھائیوں میں بڑا تھا ، اس لیے مسند حکومت پر بیٹھا [۳٦۸] احمد شاہ بادشاہ کے حضور سے اس کے منصب میں اضافہ ہؤا اور ''آصف الدولہ ظفر جنگ'' کا خطاب ملا - اس کے بعد (خطاب میں) ''لفظ امیرالمالک'' کا اضافہ ہؤا -

راجا رگھناتھ داس نے ، جو آصف الدولہ کے معاملات کا مختار کل تھا ، ٹوپ پہننے والے فرانسیسیوں کی دل جمعی کی اور ان کو مددگار بنا لیا - وہ فرانسیسی مظفر جنگ کے ساتھ تھے - پھر آصف الدولہ امیرالمالک اورنگ آباد آیا اور ۱۱٦۳ھ (۵۰-۱۷۵۱ع) میں مرہٹوں کے ملک پر حملہ آور ہؤا - آخر میں صلح ہو گئی اور وہ حیدر آباد آ گیا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳٦۳)

چوں آں صفدر عرصہ مردی زدار فناگشت رحلت گزیں
چنیں سال تاریخ او شد رقم کہ بادا مقیم بہشت بریں

۱۱٦۷ھ (۱۷۵۳ع)

ملاحظہ ہو :

۱ - تاریخ اودھ جلد اول از نجم‌الغنی خاں رام پوری صفحہ ۲۹۳-۲۹۷ (لکھنو ۱۹۱۸ع)
۲ - اخبارالصنادید جلد اول صفحہ ۸۸ (لکھنو ۱۹۱۸)
۳ - قیصرالتواریخ جلد اول (ق)

رگھناتھ داس راستے میں ملازم سپاہ کے ہاتھ سے مارا گیا[1] ۔ رکن الدین سعد لشکر خان اس کی سرکار کا وکیل مطلق مقرر ہؤا ۔ دوسرے سال اس کا بڑا بھائی غازی الدین فیروز جنگ کہ جو دکن کی صوبے داری پر مقرر ہؤا تھا ، مرہٹوں کو ساتھ لے کر اورنگ آباد پہنچا ۔ اگرچہ وہ (غازی الدین فیروز جنگ) چند روز میں مر گیا ، لیکن مرہٹوں نے اس کی سند کو دستاویز بنا کر ملک خاندیس اور صوبہ اورنگ آباد کے بعض محال بردستی لے لیے ۔ اس کی حکومت کے زمانے میں اس کے خانگی معاملات ملازمین سے وابستہ رہے اور جب دکن کی صوبے داری کی سند اس کے بھائی نظام الدولہ آصف جاہ کو بادشاہ کے یہاں سے ملی کہ جو پہلے سے بحیثیت ولی عہد حکومت کے کاموں میں دخل رکھتا تھا تو پھر اس کو (معزول کر کے) ایک کونے میں بٹھا دیا گیا اور قید خانے ہی میں ۱۱۷۷ھ (۱۷۶۳ع) میں وہ مر گیا[2] اور مشہور یہ کر دیا کہ اس کے نگہبانوں نے مار ڈالا ۔ [۳۶۹]

(۸۵)

اسماعیل خان بہادر پنی

اس کا باپ سلطان خان جاعہ دار کی حیثیت سے ملازم تھا اور اس (سلطان خان) کی لڑکی سرمست خان کو بیاہی تھی جو (سرمست خان)

---

۱ ۔ بالکی کے مقام پر ۷ اکتوبر ۱۷۵۲ع کو مارا گیا (گرانٹ ڈف جلد دوم صفحہ ۵۴) (سیرالمتاخرین جلد سوم صفحہ ۳۲۴) (ب)

۲ ۔ وہ جولائی ۱۷۶۲ع میں قید ہؤا اور ۸ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ (۱۶ ستمبر ۱۷۶۳ع) کو فوت ہؤا (گرانڈڈف جلد دوم صفحہ ۱۶۷) (خزانۂ عامرہ، لکھنؤ ایڈیشن صفحہ ۷۱) وہ قلعہ بیدر میں قید ہؤا تھا ۔ (ب)

عظمت خان' کا لڑکا ہے ۔ (عظمت خان) سید دلاور علی خان کی لڑائی میں عضدالدولہ عوض خان کے ہاتھی کے سامنے سواری سے اتر آیا اور جان نچھاور کر دی ۔ اس کے بعد سرمست خان اور سلطان خان جاگیردار ہوئے ۔ اسماعیل خان ہزار سواروں کے ساتھ موروثی طریقے پر صلابت اور نظام الدولہ آصف جاہ کی سرکار میں نوکر تھا ۔ چونکہ قسمت اس کی تیز تھی، رفتہ رفتہ نائب ناظم اور صوبہ' برار کے محالات کا متصدی مقرر ہو گیا۔ چونکہ جانو جی بھوسلہ سے کہ جو اس وقت مرہٹوں کی طرف سے صوبہ مذکور کا تعلقہ دار تھا' پہلے سے شناسائی تھی' اس لیے دقت و دشواری سے وہاں کی حکومت کو درست کیا اور مدتوں وہاں کے معاملات کو سنبھالا ۔ آخر اس کے دماغ میں تبدیلی ہوئی اور اس سے خود سری کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔ اس بات سے نظام الدولہ آصف جاہ کا مزاج مکدر ہو گیا اور اس نے اس (اسماعیل خان) کی تنبیہ کا ارادہ کر لیا ۔ جس سال وہ (نظام الدولہ آصف جاہ) رگھو جی بھوسلہ کے لڑکوں کی تنبیہ کے واسطے ناگ پور کی طرف چلا ، اسماعیل خان بہادر بنی اس بلند مرتبہ سردار (نظام الدولہ آصف جاہ) کی سرکار کے افسر رکن الدولہ کے مرنے سے سمجھا کہ اب حالات درست ہو جائیں گے اس لیے ایک تھوڑی سی جماعت کے ساتھ نظام الدولہ آصف جاہ کے لشکر کے پاس پہنچا لیکن اس کی طرف مطلق توجہ نہ ہوئی ، بلکہ سخت الفاظ سننے کو ملے ۔ اس نے چاہا کہ اپنی جگہ [۳۷۰] لوٹ آئے (ب) اسی درمیان میں وہ فوج ظاہر ہو گئی جو اس کی تادیب کے لیے مقرر ہوئی تھی ۔ مجبوراً ان تیس چالیس سواروں کے ہمراہ کہ جنھوں نے رفاقت کا حق ادا کیا ، مقابلے کے لیے آ گیا ۔ برق اندازوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا اور سواروں کے درمیان میں آ گیا ۔ جس کسی کی طرف جاتا تھا وہ ایک تلوار رسید کرتا

---

۱ ۔ عظمت خان ، عوض خان کا خاص جماعہ دار تھا وہ لڑائی جس میں دلاور خان مارا گیا تھا ۲۳ مئی ۱۷۲۰ع کو ہوئی (ایلیٹ جلد ہفتم صفحہ ۴۹۶ خافی خان جلد دوم صفحہ ۸۷۹ (ب)

ہوا ۔ جب اس کے بدن پر بہت سے زخم لگ گئے تو وہ فوج کے بیچ میں
جا کر گھوڑے سے گر پڑا اور ۱۱۸۹ھ (۱۷۷۵ع) میں جان، جان آفریں
کے سپرد کی ۔ اس کے لڑکے صلابت اور بہلول سرکاری عنایات سے سرفراز
ہوئے ۔ بالا پور ، بدن پور ، بی بی اور کرنج گاؤں کے محالات (صوبہ برار) ان
کو جاگیر میں ملے اور وہ اطمینان سے نوکری کرتے ہیں ۔

"ب"

(۸۶)

بیرام خان خاناں

اس کا سلسلۂ نسب تین واسطوں سے علی شکر بیگ بہارلو تک پہنچتا ہے[1] جو ترکمانوں کے بڑے قبیلے قراقوملو سے تعلق رکھتا ہے۔ اس خاندان کی ترقی کے زمانے میں جب قرار یوسف اور اس کے لڑکے قرا سکندر و مرزا جہاں شاہ عراق عرب اور آذر بائیجان کی سلطنت کے مالک ہوئے تو علی شکر بیگ، ہمدان، دینو، اور ترکستان کا مالک بن بیٹھا اور آج تک وہ ولایت "علی شکر کا علاقہ" مشہور ہے۔ اس کا لڑکا پیر علی بیگ حسن بادشاہ آقا قولیلو کے زمانے میں حصار شادمان میں

۱۔ اکبر نامہ (انگریزی ترجمہ جلد اول صفحہ ۳۸۱) اور دوسرے مآخذ میں ہے کہ وہ علی لشکر کی چوتھی پشت میں تھا (ب)

آ گیا تھا [۳۷۱] کیونکہ اس نے قراقولیلو کی بربادی پر کمر باندھی تھی - وہ کچھ دنوں وہاں رہ کر فارس چلا گیا - شیراز کے حاکم سے لڑائی لڑا مگر شکست پائی اور اسی زمانے میں سلطان حسین مرزا کے امیروں کے ہاتھ سے مارا گیا -

اس کے بعد اس کا لڑکا یار بیگ ، شاہ اسماعیل صفوی کے زمانے میں عراق سے آ کر بدخشاں میں سکونت پذیر ہو گیا ، اور وہاں سے امیر خسرو شاہ کے پاس قندوز پہنچا - اس (خسرو شاہ) کی حکومت کی بربادی کے بعد وہ اپنے لڑکے سیف علی کے ہمراہ کہ جو بیرام خاں کا باپ تھا ، بابر بادشاہ کا ملازم ہو گیا -

بیرام خاں بدخشاں میں پیدا ہؤا اور باپ کے مرنے کے بعد بلخ میں جا کر اس نے تحصیل علم کی - سولہ سال کی عمر میں ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور اس کے زیر سایہ روز بروز تربیت پانے لگا - یہاں تک کہ قرب ، مصاحبت اور امارت کے درجے پر فائز ہؤا - قنوج کی لڑائی میں اس نے بہت بہادری دکھائی اور پھر سنبھل کی طرف چلا گیا اور راجا مترسین سے ، جو وہاں کے معتبر زمین داروں میں سے تھا ، مدد کا خواہاں ہؤا - جب یہ خبر شیر خاں (سوری) کو ملی تو اس نے بلایا اور مالوہ کے راستے میں اس سے ملاقات ہوئی - شیر خاں نے اٹھکر (بیرام خاں) کی مزاج پرسی کی اور اس کی طبیعت کو مائل کرنے کی غرض سے میٹھی میٹھی باتیں کہیں اور کسی سلسلہ سے شیر شاہ سوری نے یہ بات کہی : ''جو مخلص ہوتا ہے وہ خطا نہیں کرتا ہے'' - بیرام خاں نے جواب میں کہا ''ایسا ہے کہ جو مخلص ہوگا خطا نہیں کرے گا -'' پھر برہان پور کے پاس سے بہت بے چینی کے ساتھ ابوالقاسم حاکم گوالیار کی مدد سے بھاگا اور گجرات کی طرف چلا گیا - راستے میں شیر خاں کا ایلچی ، جو گجرات سے آ رہا تھا [۳۷۲] اس بات سے آگاہ ہو گیا اور اس نے کسی آدمی کو بھیجا اور وہ ابوالقاسم کو ، جو شکل و صورت سے باوجاہت تھا ، اپنے ساتھ لے گیا - بیرام خاں نے اپنی عالی ظرفی اور بہادری کی وجہ سے بتاکید

کہا کہ میں بیرام خاں ہوں۔ ابوالقاسم نے بھی بہادری دکھائی اور کہا کہ یہ میرا ملازم ہے، چاہتا ہے، کہ مجھ پر نثار ہو جائے، اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔ بیرام خاں اس طرح سے نجات پا کر گجرات میں سلطان محمود کے پاس پہنچا۔ انہوں نے ابوالقاسم کو بغیر شناخت کے مار ڈالا۔ بارہا شیر خاں (سوری) کہا کرتا تھا کہ جس وقت بیرام خاں نے کہا "جو مخلص ہوگا وہ خطا نہیں کرے گا" میں سمجھ گیا تھا کہ ہم اسے اپنے ساتھ نہ ملا سکیں گے۔

سلطان محمود گجراتی نے بھی اس کو اپنی طرف توڑنا چاہا۔ بیرام خاں نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔ وہ اس سے سفر حجاز کی رخصت لے کر سورت کے بندرگاہ مبارک پر آ گیا اور وہاں سے علاقہ پردوار پہنچا[1]۔ پھر ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضری کی غرض سے ولایت سندھ کی طرف واپس ہؤا۔ یہاں تک کہ ۷ محرم ۹۵۰ھ (۱۳ اپریل ۱۵۴۳ع) کو اس وقت وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مورد عنایت ہؤا جب کہ بادشاہ ولایت مالدیو سے واپس ہو کر قصبہ جون میں مقیم ہؤا تھا کہ جو دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے اور وہ باغات اور نہروں کی کثرت کی وجہ سے وہاں سے اکثر شہروں سے ممتاز ہے۔

اتفاق سے جس دن کہ بیرام خاں قصبہ جون میں داخل ہؤا تو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اسے لڑائی لڑنی پڑی۔ بادشاہی فوج ارغونوں سے لڑ رہی تھی۔ بیرام خاں لڑائی کے لیے تیار ہو گیا اور بہادری سے لڑا۔ چنانچہ فتح یاب فوج حیران رہ گئی کہ یہ تو غیبی فوج ہے اور جب معلوم ہؤا کہ بیرام خاں ہے تو لوگ (خوشی میں) چیخنے لگے۔ [۳-۳]

ایران کے سفر میں وہ وفادار ملازمین میں سب سے ممتاز تھا۔ شاہ ایران

۱۔ یہ سارا بیان اکبر نامہ (جلد اول صفحہ ۳۸۲ وغیرہ) سے ماخوذ ہے (ب)۔

سلیمہ سلطان بیگم¹ موزوں طبع تھی اس کا تخلص مخفی تھا ۔ یہ اس کا مشہور شعر ہے :

شعر

کاکلت را من ز مستی رشتۂ جاں گفتہ ام
مست بودم زیں سبب حرف پریشاں گفتہ ام

بیرام خاں کے مرنے کے بعد اکبر بادشاہ نے سلیمہ سلطان بیگم سے خود نکاح کر لیا تھا اور ساتویں سال جلوس جہانگیری میں اس کا انتقال ہوا ۔

اللہ کی قدرت ہے کہ (بیرام خاں کے) اس قدر قرب و منزلت ، استقلال و اقتدار ، دانائی و معاملہ فہمی اور اخلاص و عقیدت کے باوجود ، نیرنگی تقدیر سے اس سے چند ایسے امور سرزد ہوئے کہ اکبر بادشاہ اس بزرگ شخصیت (بیرام خاں) سے ناراض ہو گیا ۔ حقیقت یہ ہے کہ حاسد فتنہ پردازوں نے اپنی ناعاقبت اندیشی اور خود غرضی سے ایک ایک کی سو سو لگائیں اور نوجوان بادشاہ (اکبر) کے مزاج کو برہم کر دیا اور گھر بگاڑنے والے خوشامدیوں نے اس بوڑھے امیر کو ورغلایا کہ جس رعایت کے آپ مستحق ہیں ویسی رعایت آپ کے ساتھ نہیں ہوتی ۔

---

۱ ۔ جہانگیر نے تزک میں سلیمہ بیگم کے متعلق لکھا کہ جب وہ ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۱ع) میں فوت ہوئی تو اس کی عمر ۶۰ سال تھی ۔ اس طرح بیرام خاں سے شادی کے وقت اس کی عمر ۶ سال قرار پاتی ہے ۔ کامگار حسین ۔ غیرت خاں کی تاریخ کا ایک خطی نسخہ برٹش میوزیم میں ہے ۔ اس میں مرزا محمد کا ایک حاشیہ ہے ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمہ بیگم کے مرنے کے وقت اس کی عمر ۷۶ سال تھی وہ ۹۴۵ھ (۱۵۳۸ع) میں پیدا ہوئی ۔ اس کی تاریخ پیدائش لفظ "خوش حال" سے نکلتی ہے (ب)

ایک دن بیرام خان کشتی میں دریائے جمنا کی سیر کر رہا تھا۔ بادشاہ کا ایک ہاتھی جوش مستی میں آ کر دریا میں چلا آیا اور کشتی کی طرف دوڑا ، اگرچہ فیل بان نے پوری طرح اسے قابو میں رکھا لیکن خان خاناں (بیرام خان) کے دل میں جو گرہ تھی ، اس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہوا۔ بادشاہ (اکبر) نے اس کی خاطر سے فیل بان اس کے پاس بھیج دیا ، اس نے آداب شاہی کا خیال نہ کیا اور فیل بان کی گردن مار دی۔ اس حرکت سے بادشاہ کا مزاج بہت برہم ہوا اس سے ترک تعلقات اور اور واپسی رعایات کا پورا پورا ارادہ کر لیا۔

۹٦۷ھ (۱۵۶۰ع) میں اکبر بادشاہ آگرہ سے شکار کے بہانے دہلی آ گیا [۶۲۷] اور وہاں پہنچ کر امراء کی طلبی میں فرمان بھیجا اور سہاب الدین احمد خاں ، ماہم انگہ کے مشورے سے ملکی معاملات کی انجام دہی کے لیے مامور ہوا۔ خان خاناں (بیرام خاں) چاہتا تھا کہ بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہو۔ اکبر بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ اس مرتبہ ملاقات نہ ہو گی بہتر یہ ہے کہ ہمارے حضور میں نہ آئے۔

بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ بادشاہ صرف شکار کے ارادے سے آیا تھا۔ جب سکندر آباد آیا تو ماہم انگہ کی تحریک سے مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم والدہ خود) کی خدمت میں دہلی حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ اس وقت تک بادشاہ کے دل میں کسی قسم کا عناد بیرام خاں کی طرف سے نہیں تھا ، لیکن حاسد اور شریر لوگ شروع سے اس فکر میں تھے کہ کسی طرح سے اپنے کاموں کو انجام دے کر مطلب حاصل کریں اور بادشاہ کے حضور میں ایسی باتیں کرتے تھے کہ جو بیرام خاں سے بے اتفاقی کا سبب ہوں۔ خاص طور سے ادھم خاں اور اس کی ماں ماہم انگہ (اس معاملے میں پیش پیش تھے) لیکن بیرام خاں کی طرف سے بادشاہ کا دل صاف تھا ، ان جھوٹی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا لیکن جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

شعر

ہر چند باغیار عنایت نظرے ہست
گوئیم بدیشاں کہ سخن را اثرے ہست

دشمن جو موقعے کی تلاش میں تھے ، انہوں نے اس موقع پر بادشاہ کے ذہن میں کدورت بٹھا دی ۔

غرض اس (بیرام خاں) نے بھی درست اعتقادی سے از خود سلطنت کے لوازم خاص امراء کے ذریعے بادشاہ کے حضور میں بھیج دیے اور حجاز کے سفر کی اجازت چاہی ۔ پھر بعض شر پسندوں کے بہکانے سے کچھ دنوں میوات میں ٹھیر گیا ۔ جب اس بات کی شہرت ہوئی کہ بادشاہی فوج [۳۷۷] اس کا تعاقب کر رہی ہے تو بادشاہ کے تمام سپاہی اس سے علیحدہ ہو گئے اور اس (بیرام خاں) نے بھی تمن طوغ ، علم ، نقارہ اور امارت کے تمام لوازم اپنے بھانجے حسین قلی بیگ کے ذریعے بادشاہ کے حضور میں بھیج دیے اور ان امراء کو جو اس کے تعاقب میں مقرر ہوئے تھے ، لکھا کہ میں اب ہر چیز سے دست بردار ہو گیا ہوں تم کس لیے تکلف کرتے ہو ؟ مجھے مدت سے اماکن مقدسہ کی زیارت کی تمنا تھی ، اب میرا مقصد پورا ہوتا نظر آتا ہے ، مجبوراً امراء بھی واپس آ گئے ۔

چونکہ جودھ پور کا راجا رائے مال دیو گجرات کے راستے میں تھا ، بیرام خاں سے اس کا جھگڑا تھا ، لہذا وہ (بیرام خاں) ناگور سے بیکانیر گیا اور وہاں کے زمیندار رائے کلیان مل نے بڑے خلوص سے مہمان داری کے لوازم پورے کیے ۔ اسی دوران میں یہ بات مشہور ہوئی کہ ملا پیر محمد، گجرات سے آیا ہے اور بیرام خاں کے تعاقب پر مامور ہوا ہے ۔ فتنہ پردازوں نے بیرام خاں کے مزاج کو برہم کر دیا ۔ مخالفت کا اظہار کیا اور پنجاب کی طرف رخ کر دیا اور پھر بد بخت بے ہودہ گویوں کے فریب میں آ کر اپنے مقصد سے پھر گیا اور پنجاب کی طرف چل دیا ۔ فوج کے جمع کرنے کی کوشش کی اور ادھر ادھر کے امراء کو لکھا کہ میرا

سفر حجاز کا ارادہ تھا لیکن جب معلوم ہؤا کہ ماہم انگہ وغیرہ نے بادشاہ کے مزاج کو مجھ سے برہم کر دیا ہے اور میری آوارگی کو اپنی طرف نسبت دیتے ہیں (کہ ہم نے اخراج کرایا) ، لہٰذا میرے دل میں آیا کہ ایک مرتبہ ان بد کرداروں کو سزا دے کر پھر سفر مبارک کی طرف توجہ کروں اور ملا پیر محمد شروانی سے بھی نبٹ لوں کہ وہ اس سلسلے میں علم و نقارہ پا کر میرے اخراج پر مقرر ہؤا ہے [۳۷۸]۔

آخر یہی چیزیں اس کے ناراض ہونے کا سبب ہوئیں۔ وہ مغلوب غضب ہو گیا اور اپنے کو نہ روک سکا۔ فتنہ پردازوں نے بھی موقع دیکھا اور اس کے مزاج کو زیادہ برہم کیا۔ بہر تقدیر جب خان خاناں (بیرام خاں) کی بغاوت کا اعلان ہو گیا تو اکبر بادشاہ نے اتکہ خاں کو ہراول فوج پر مقرر کرکے بھیجا اور پھر پیچھے سے خود بھی دہلی سے روانہ ہوئے۔ اس وقت خان خاناں جالندھر پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب اسے اتکہ خاں کا آنا معلوم ہؤا تو وہ مقابلے کے لیے آ گیا۔ سخت مقابلے کے بعد خان خاناں ہار گیا اور اس نے تلوارہ میں جا کر وہاں کے حاکم راجا گنیس کے پاس پناہ لی ، جو کوہ سوالک میں ایک مستحکم مقام ہے۔ جب نواح کوہستان میں اکبر کے آنے کی خبر ہوئی تو اس کے بہادر سپاہیوں نے قلعے سے نکل کر جنگ کی۔ کہتے ہیں کہ اس مقابلے میں بادشاہی لشکر میں سے سلطان حسن خاں جلائر مارا گیا۔ لوگ اس کا سر کاٹ کر خان خاناں کے پاس لے گئے۔ بے اختیار رو کر کہا کہ میری زندگی اس لائق نہیں ہے کہ میں اس قسم کی جماعت کے خون کا سبب ہوں۔ بڑے افسوس کے ساتھ اپنے غلام جمال خاں کو بادشاہ کے حضور میں بھیجا کہ وہ جرموں کی معافی کی درخواست کرے۔ اکبر بادشاہ نے منعم خاں کو دوسرے امیروں کے ہمراہ پہاڑ کے اندر بھیجا کہ بیرام خاں کو عہد و پیمان کے ساتھ مطمئن کرکے ہمارے حضور میں لاویں۔

پانچویں سال جلوس اکبری یعنی محرم ۹۶۸ھ (۱۵۶۰ع) میں خان خاناں

شاہی لشکر کے حدود میں پہنچا ۔ تمام امراء نے اس کی پیشوائی کی اور بہت اعزاز کے ساتھ لائے ۔ جب وہ بادشاہ کے روبرو آیا تو اس نے گردن میں رومال ڈال کر سر بادشاہ کے پیروں پر رکھ دیا اور ہائے ہائے کرکے رویا ۔ اکبر نے [۳۷۹] بہت شفقت سے اسے بغل میں لیا ۔ رومال اس کی گردن سے نکلا ۔ حال دریافت کیا اور مقررہ دستور کے مطابق بیٹھنے کا حکم فرمایا ، اور خلعت فاخرہ ، جو خود پہنے ہوئے تھا ، مرحمت فرمائی اور مقامات مقدسہ کی زیارت کی اجازت دی ۔

جب بیرام خاں ، گجرات کے شہر پٹن میں پہنچا کہ جو اس سے پہلے نہروالہ کے نام سے مشہور تھا ، تو کچھ دنوں آرام کرنے کی غرض سے وہاں ٹھہر گیا اور اس زمانے میں اس شہر کا حاکم موسیٰ خاں فولادی تھا ۔ پٹھانوں کے بہت سے گروہ اس کے پاس جمع ہو گئے تھے ۔ ان ہی میں مبارک خاں لوحانی بھی تھا کہ جس کا باپ ماچھی‌واڑہ کی لڑائی میں قتل ہؤا تھا ۔ اس نے (بیرام خاں) سے انتقام لینے کا ارادہ کیا ۔ سلیم شاہ کی کشمیری عورت بھی ایک لڑکی کے ساتھ ، کہ جو اس سے تھی ، بیرام خاں کے قافلے کے ہمراہ حجاز جانے کے ارادے سے ساتھ تھی۔ (اس سے) یہ طے ہو چکا تھا کہ وہ (عورت) بیرام خاں کے لڑکے کے ساتھ اس (لڑکی) کی نسبت کر دے ، اس وجہ سے بھی افغانوں نے ہنگامہ کیا ۔

۱۴ جمادی الاول ۹۶۸ھ (۱۵۶۱ع) بروز جمعہ بیرام خاں ایک تالاب کی سیر کے لیے گیا کہ جو اس شہر کی سیر گاہ ہے اور وہ سہس لنگ کی وجہ سے مشہور ہے کہ اس تالاب کے دونوں طرف کئی ہزار بت خانے ہیں ۔ (بیرام خاں کے) کشتی سے اترنے کے وقت وہ جاہل (مبارک خاں لوحانی) اس طرح ظاہر ہؤا جیسے کہ ملاقات کے لیے آیا ہے ۔ ملاقات کے وقت اس نے ایک خنجر رسید کیا کہ اس (بیرام خاں) کا کام تمام ہو گیا ۔ اس وقت خان خاناں کی زبان پر ”الله اکبر“ تھا اور وہ ختم ہو گیا ۔ وہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہؤا کہ جس کی وہ مدت سے دعا کرتا تھا اور اہل الله سے اس بات کے لیے درخواست کیا کرتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ بدھ کے دن کی حجامت اور غسل کئی سال سے ناغہ نہیں کیا تھا تاکہ اسے شہادت نصیب ہو ۔ چنانچہ اس کے استقلال کے زمانے میں یہ بات کسی سادہ لوح سید نے سنی تو اس نے اس کی مجلس میں اٹھ کر کہا کہ [۳۸۰] نواب کی شہادت کے لیے دعا کریں ۔ بیرام نے تبسم کرتے ہوئے کہا کہ اے سید یہ کیا غم خواری ہے ، میں شہادت تو چاہتا ہوں مگر اتنی جلدی نہیں ۔

غرض اس واقعہ کے بعد اس کے ملازمین میں سے ہر شخص وہاں گیا جہاں بیرام خان خاک و خون میں پڑا تھا ۔ فقرا کی ایک جماعت نے اس کے مقتول جسم کو اٹھا کر شیخ حسام کے مقبرے کے پاس سپرد خاک کر دیا کہ جو وہاں کے مشائخ میں سے ہیں ۔ اس کے بعد حسین قلی خان کی کوشش سے خان خاناں (بیرام خان) مشہد مقدس میں دفن ہوا ۔ قاسم ارسلان مشہدی نے تاریخ میں یہ واقعہ قلم بند کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے پیش آنے سے مدتوں پہلے اس نے خواب میں دیکھ کر یہ تاریخ کہی تھی :

بیت

بیرم بطواف کعبہ چوں بست احرام
در راہ شد از شہادتش کار تمام
در واقعہ ہاتفے پے تاریخش
گفت کہ "شہید شد محمد بیرام" ۹۶۸ھ

بیرام خان کی نعش کو دہلی منتقل کیا گیا اور حسب وصیت ۹۸۵ھ (۱۵۷۷ع) میں مشہد لے گئے ۔

بیرام خان شعر و شاعری میں اچھا سلیقہ رکھتا تھا[۱] ۔ استادوں کے اچھے قصائد اور اشعار (کے انتخاب میں) اسے خوب ملکہ تھا اور اس نے ان

---

۱ - بیرام خان کا دیوان ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) سے ۱۹۱۰ع میں طبع ہو چکا ہے (ق) ۔

کو جمع کر کے "دخلیہ" نام رکھا تھا ۔ کہتے ہیں کہ جس زمانے میں بیرام خاں ، قندھار میں تھا تو ہمایوں بادشاہ نے یہ رباعی لکھی[1] [۳۸۱]

رباعی

اے آنکہ انیس خاطر محزونی
چوں طبع لطیف خویشتن موزونی
بے یاد تو من نیم زمانے ہرگز
اما تو بیاد من محزوں چونی

بیرام خاں نے جواب میں لکھا :

رباعی

اے آنکہ بذات سایۂ بے چونی
از ہرچہ ترا وصف کنم افزونی
چوں می دانی کہ بے تو چوں می گزرد
چوں می پرسی کہ در فراقم چونی

کہتے ہیں کہ ایک رات ہمایوں بادشاہ بیرام خاں سے بات چیت کر رہا تھا، اس کو کچھ نیند سی آ گئی ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ (اے بیرام خان) میں تجھ سے مخاطب ہوں ۔ خاں نے متنبہ ہو کر کہا : اے بادشاہ ! میں حاضر خدمت ہوں ، لیکن میں نے سنا ہے کہ بادشاہوں کے حضور میں آنکھ کی حفاظت ، درویشوں کی خدمت میں دل کی حفاظت اور علماء کے سامنے زبان کی حفاظت کرنی چاہیے ، میں اس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ چونکہ حضرت کی ذات میں تینوں چیزیں جمع ہیں تو کسی ایک کی کیسے حفاظت کر سکتا ہوں ۔ بادشاہ کو اس کا یہ فوری لطیفہ پسند آیا اور اس نے تعریف فرمائی ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو دربار اکبری از شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد صفحہ ۱۹۸ (لاہور ۱۹۴۷ء) (ق)

صاحب طبقات اکبری (خواجہ نظام الدین احمد ہروی) نے لکھا ہے کہ بیرام خاں کے ملازمین میں سے پچیس آدمی پنج ہزاری منصب پر پہنچے اور صاحب علم و نقارہ ہوئے۔ سچی بات یہ ہے کہ بیرام خاں فضل وکمال، صلاح و تقویٰ اور ہمت و کرم [۳۸۲] سے متصف تھا۔ مدبر، شجاع، واقف کار اور بہادر تھا۔

اگر ظاہری اسباب پر نظر کی جائے تو اس کا تیموری خاندان کے اوپر بہت بڑا حق ثابت ہوتا ہے۔ اس انتشار کے زمانے میں کہ جب ہمایوں بادشاہ کی حکومت مضبوط نہیں ہوئی تھی، اس کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ زادہ (اکبر) خورد سال اور نا تجربہ کار تھا، پنجاب کے علاوہ تمام ملک قبضے سے نکل چکا تھا۔ افغان بہت کثرت اور انبوہ کے ساتھ اپنی سلطنت کا دعویٰ کرتے تھے اور کہتے تھے ہمارے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے اور ہر طرف موقع کی تلاش میں رہنے والے (دشمن) موجود تھے۔ مغل امراء ہندوستان میں اقامت اختیار کرنے کے لیے تیار نہ تھے اور کابل جانے کا مشورہ دیتے تھے، مرزا سلیمان نے قبضہ کرکے کابل میں اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔ (حقیقت یہ ہے) کہ بیرام خاں کی بہادری و شجاعت، استقلال، حسن تدبیر اور فکر سلیم سے حالات درست ہوئے اور سلطنت کو قوت حاصل ہوئی۔

اکبر بادشاہ نے دلجوئی اور مہربانیوں کے ساتھ سلطنت کے معاملات اس کے سپرد کر دیے اور اس سے قسم لی کہ جو کچھ مناسب اور موافق ہو اس پر عمل کرے۔ کسی کی چاپلوسی اور رعایت نہ کرے اور نہ کسی کے بے جا اعتراضوں سے ڈرے اور یہ مصرع پڑھا:

ع دوست گو دوست شود ہر دو جہاں دشمن باش

جب بیرام خاں خانخاناں کا اقتدار و تسلط روز بروز بڑھنے لگا تو لوگوں کے دلوں میں حسد کے کانٹے چبھے۔ بغض و حسد کرنے والے، از راہ دشمنی اور نکتہ چینی، جھوٹ کو سچ کے ساتھ ملا دیتے تھے اور

ایک ایک کی سو سو لگا کر بادشاہ کے مزاج کو منحرف کرتے تھے۔ خانخاناں بھی اپنے اقتدار و استقلال کی وجہ سے [۳۸۳] کسی دوسرے کو خاطر میں نہیں لاتا تھا اور اُن کے مرتبے کے مطابق ان سے اعتناء نہیں کرتا تھا، لیکن اس کو خوف و ہراس ضرور لاحق تھا کہ وہ جلد ہی جگہ سے ہٹ جائے گا۔ اس کا اقتدار ختم ہونے کے باوجود بیرام خاں کا ارادہ بغاوت کا نہ تھا۔ بادشاہی حکم کے پہنچتے ہی، کہ جس کو میر عبداللطیف قزوینی لے گیا تھا، اس نے امارت کا تمام ساز و سامان بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا اور سفر حجاز کا ارادہ کر لیا۔ فتنہ پردازوں نے دونوں (بادشاہ اور خانخاناں) کو نہ چھوڑا۔ مخالفوں نے راستے کے زمینداروں کو لکھ دیا کہ بیرام خاں کو سلامت نہ جانے دیں، رفیق اور ساتھی لڑائی جھگڑے پر اکسانے لگے، (اور کہنے لگے) کہ بالکل بے حیثیت لوگ کہتے ہیں کہ ان کی حسن تدبیر سے تمہارا اقتدار ختم ہؤا اور اپنی کامیابی پر فخر کرتے ہیں۔ تمہارے ان تمام حقوق کے ہوتے ہوئے تمہیں ذلت و خواری سے نکالتے ہیں۔ انسان کو بے عزتی کی زندگی سے با عزت مرنا بہتر ہے اور بات یہاں تک پہنچا دی کہ جو اس کے خسارے اور عقوبت کا سبب ہوئی۔

نکتہ:

انسان کو تکبر اور حب جاہ برا دن دکھاتا ہے اور ہلاکت و آفت میں ڈالتا ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ دنیا کی محبت تمام خطاؤں کا سر چشمہ ہے:

بیت

آفت سرو برگ ہوس آرائی جاہ است
سر باختن شمع زسامان کلاہ است

(۸۷)

بہادر خاں شیبانی

محمد سعید نام، خان زماں علی قلی خاں کا بھائی اور اکبر کے زمانے کا

پنج ہزاری امیر ہے جب ہمایوں ہندوستان کے فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہؤا تو زمین داور (کا علاقہ) اس کے سپرد ہؤا ۔ کچھ دنوں کے بعد نالائقی کی وجہ سے [۳۸۰] اس نے قندھار پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ مکر و فریب سے کام نکالے ۔ اس کا یہ ارادہ پورا نہ ہؤا ، ناچار اس نے جنگجو بدمعاشوں کو اپنے گرد جمع کیا اور جنگ و جدال کے لیے تیار ہو گیا ۔

شاہ محمد خاں قلاتی نے ، کہ جو بیرام خاں کی طرف سے قلعے کی محافظت پر مقرر تھا ، ہندوستان سے مدد حاصل کرنے کو بہت دشوار سمجھا ۔ اس نے قلعے کو مستحکم کر کے شاہ ایران سے امداد طلب کی ۔ اس کی درخواست کے مطابق مغلوں کی ایک فوج پہنچ گئی اور اچانک بہادر خاں کے اوپر حملہ آور ہوئی ۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی مگر بہادر خاں کامیاب نہ ہؤا اور اسے راہ فرار اختیار کرنی پڑی ۔ جب وہ اس علاقے میں گزر نہ کر سکا تو دوسرے سال جلوس اکبری میں ، کہ جب بادشاہ مان کوٹ کا محاصرہ کیے ہؤا تھا ، تو شرمندہ ہو کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ بیرام خاں کی سفارش سے اس کی خطا معاف ہوئی اور محمد قلی خاں برلاس کی بجائے ملتان اس کی جاگیر میں مقرر ہؤا ۔

تیسرے سال جلوس اکبری میں بہادر خاں بہت سے امیروں کے ہمراہ مالوہ کی فتح پر مقرر ہؤا ۔ اسی زمانے میں بیرام خاں کا اقتدار معرض زوال میں آیا ۔ بیرام خاں نے بہادر خاں شیبانی کو اس مہم سے واپس بلا لیا ، تاکہ وہ خود اس صوبے پر قبضہ کر لے مگر پھر یہ ارادہ چھوڑ دیا ۔ بہادر خاں دہلی میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور ماہم انگہ کے مشورے سے وکالت کا بڑا عہدہ اس کے سپرد ہؤا ۔ چند روز نہ گزرے تھے کہ اٹاوہ اس کی جاگیر میں مقرر ہؤا اور اسے (دربار سے) رخصت مل گئی ۔

دسویں سال جلوس اکبری میں جب کہ اس کے بڑے بھائی خاں زماں نے بغاوت کی تو اسے سکندر خاں اوزبک کے ہمراہ ولایت سرمار

بھیجا ، تاکہ وہ (بہادر خان شیبانی) اس راستے سے ہندوستان میں آ کر گڑ بڑ مچائے ۔ اس بنا پر اکبر بادشاہ نے میر معزالملک مشہدی کی سرداری میں ایک فوج مقرر کی ۔ ہر چند بہادر خان نے [۳۸۵] عاجزی کی اور کہا کہ میری ماں ابراہیم خان اوزبک کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں گئی ہے اور وہ میری اور میرے بھائی کی تقصیرات کی معافی کی طلب گار ہوئی ہے ۔ میر معزالملک نے اس بات پر دھیان نہ دیا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گیا ۔ اگرچہ سکندر خان بھاگ گیا جو اس کا ساتھی تھا مگر بہادر خان شیبانی، میر معزالملک کی فوج پر ٹوٹ پڑا ۔ شاہ نداغ جو ایک سپاہی پیشہ امیر تھا ، گرفتار ہوا اور میر نے راہ فرار اختیار کی ۔ چونکہ خان زماں اور اس کی خطائیں معاف ہو چکی تھیں لہذا اس حرکت کی کوئی تحقیق نہ ہوئی ۔

چونکہ ان کی خطا اس شرط پر معاف ہوئی تھی کہ جب تک بادشاہ اس علاقے میں ہے' خان زماں گنگا کو عبور نہ کرے اور جیسے ہی کہ اکبر بادشاہ نے چنار کے قلعے کی طرف توجہ فرمائی ، علی قلی خان نے اس شرط کو نظر انداز کر کے دریائے گنگا کو عبور کر لیا ۔ بادشاہ کو سخت غصہ آیا اور بادشاہ نے اس پر چڑھائی کر دی ۔ اشرف خان کو ، جو جون پور میں تھا ، یہ حکم بھیجا کہ اس (بہادر خان) کی ماں کو قید کرے ۔ بہادر خان جب اس کیفیت سے آگاہ ہوا تو وہ بہت جلد جون پور پہنچا ، قلعے پر قبضہ کر لیا اور اشرف خان کو قید کر کے اپنی والدہ کو قید سے آزاد کیا ، جون پور اور بنارس کو لوٹا اور بادشاہ کی واپسی سے پہلے وہاں سے چلتا بنا ۔ پھر خان زماں کی خطا کے معاف ہو جانے اور منعم خان کے عجز و انکسار کی وجہ سے بہادر خان کی بے اعتدالیوں کے تدارک کی طرف توجہ نہ ہوئی ۔

آخر بارھویں سال جلوس اکبری (۹۷۴ھ/۱۵۶۶ع) میں بہادرخان اپنے بھائی کے ہمراہ نہایت گستاخی اور نا حق شناسی سے اکبر بادشاہ سے مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ جب بابا قاقشال ، خان زماں کی

موج پر [۳۸۹] حملہ آور ہؤا تو بہادر خاں نے مقابلہ کیا اور اس (بابا قاقشال) کو پیچھے ہٹا دیا ۔ اتفاق سے اس کے گھوڑے کے تیر لگا اور وہ بدک گیا اور (بہادر خاں کو) زمین پر گرا دیا ۔ جب اس کے سپاہیوں نے یہ حال دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے ۔ فاتح سپاہیوں نے اسے گھیر لیا ۔ وزیر جمیل بیگ نے جو اس وقت سات سو کا منصب دار تھا ، اپنی بدمعاشی اور لالچ کی بنا پر کچھ لے کر اسے چھوڑ دیا ۔ اتفاق سے کوئی اور شخص اس کے پاس پہنچ گیا ، اس نے (بہادر خاں شیبانی) کو اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھا لیا اور بادشاہ کے پاس لے آیا ۔ اکبر بادشاہ نے فرمایا کہ بہادر خاں ہم نے تمہارے ساتھ کیا برائی کی تھی کہ تم نے یہ سب فتنہ و فساد مچایا ۔ بہادر خاں نے کہا : الحمدللہ علیٰ کل حال ۔ شاید اس کو ابھی اپنی بے حقیقتی کا یقین نہیں ہؤا تھا ، ورنہ وہ اظہار ندامت کرتا ۔

خیر خواہوں کے سخت اصرار پر اسی وقت شہباز کو حکم ہؤا کہ اس کی گردن مار دی جائے ۔ بہادر خاں طبع موزوں رکھتا تھا ، شعر کہتا تھا ، یہ اسی کا مطلع ہے[1] :

بیت

آں شوخ جفا پیشہ دگر سنگ گرفتہ
گویا بمن خستہ رہ جنگ گرفتہ

(۸۸)
باز بہادر

با یزید نام اور شجاعت خاں سور کا لڑکا ہے کہ ہندوستان کے عوام کی زبان میں سجاول مشہور ہے ۔ جب شیر شاہ نے مالوہ کو ملو خاں

---

۱ ۔ بدایونی نے یہ دونوں شعر خان زماں کے بتائے ہیں ۔ پہلے مصرع میں قدرے فرق ہے (منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۲۴۰) (ب)

خطاب به قادر شاہ سے لیا تو مشار الیہ (شجاعت خاں) کو ، جو اس کا امیر اور خاصہ خیل تھا ، اس علاقے کا سپہ سالار بنایا ۔ سلیم شاہ کے زمانے میں وہ اس کے حضور میں آیا ۔ کچھ دنوں کے بعد [۳۸۷] ناراض ہو کر مالوہ چلا آیا ۔ سلیم شاہ نے اس پر چڑھائی کر دی ۔ اس نے ڈونگر پور کے راجا کے پاس جا کر پناہ لی ۔ آخر سلیم شاہ نے اس کو عہد و پیمان کر کے بلایا ، اپنے پاس رکھا اور مالوہ کو امیروں میں تقسیم کر دیا ۔ عادل شاہ عدلی کے زمانے میں اس کو پھر مالوہ کی حکومت مل گئی ۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کرے کہ ۹۶۲ھ (۱۵۵۵ع) میں مر گیا ۔

باز بہادر اپنے باپ کا جانشین ہوا ۔ اس نے اپنے اکثر دشمنوں کو ختم کر دیا اور ۹۶۳ھ (۱۵۵۶ع) میں اپنے سر پر تاج رکھ کر اپنے نام کا خطبہ پڑھا اور تمام مالوہ پر قبضہ کر کے گڑھ پر ، جو ایک وسیع ملک ہے ، حملہ آور ہوا اور رانی درگا وتی سے شکست کھائی کہ جو اس ولایت کی حکمران تھی ۔ اس شکست کی باز بہادر نے تلافی نہ کی ، عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا اور اپنی حکومت کو برباد کر دیا ۔ شراب نوشی اور نغمہ آرائی میں اس قدر مشغول ہوا کہ رات اور دن میں کوئی تمیز نہ رہا ، ان دو کاموں کے سوا کسی اور بات سے اسے غرض نہ تھی ۔

حکماء نے شراب معین مقدار اور خاص زمانے میں ، جسمانی ترکیب ، طبیعت اور مزاج کے ملاحظہ کے بعد تجویز فرمائی ہے ۔ اسی طرح دوربین عقل مندوں نے نغمے کی طرف اس لیے توجہ کی ہے کہ دنیوی کاموں میں مشغولیت کی زیادتی کی وجہ سے طبیعت میں جو گرانی اور دل پر جو بوجھ ہو جاتا ہے (وہ نغمہ سے دور ہو جاتا ہے) اور طبیعت کو انشراح اور انبساط حاصل ہوتا ہے ' نہ کہ ان ہی دنوں چیزوں کو مقصد عظیم سمجھ لیا جائے اور تمام قیمتی وقت ، کہ جس کا بدل نہیں ہے ، ان (شراب و نغمہ) میں گزار دیں ۔ [۳۸۸]

باز بہادر نے جو خود بھی راگ اور نغمے کے فن میں اُستاد وقت تھا پاتروں (رقاصاؤں) کے جمع کرنے میں بہت کوشش کی تھی - ان کے نغمے کا حسن بے مثل تھا اور ان کے حسن کی شہرت تمام دنیا میں تھی - اس طائفہ کی سرگروہ روپ متی تھی، کہتے ہیں کہ وہ پدمنی عورت تھی - ہندوستان کے پنڈتوں نے عورتوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے ' پدمنی پہلی قسم کی عورت ہے - عورتوں کی جو بہترین صفات ہیں، وہ حسنِ ترکیب کے ساتھ اس میں موجود ہوتی ہیں اور باز بہادر کو اس سے ایک عجیب تعلق تھا - ہمیشہ اس کے عشق میں ہندی اشعار کہتا تھا - دلی جذبات ظاہر کرتا تھا - ان کے حسن و عشق کی داستانیں آج تک مشہور ہیں -

چھٹے سال جلوس اکبری ۹۶۸ھ (۱-۱۵۶۰ع) میں ادھم خاں کوکہ دوسرے امیروں کے ساتھ مالوہ کی تسخیر پر مقرر ہؤا - باز بہادر سارنگ پور سے ایک کوس پر قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا جو اس کا مستقر تھا - جنگ شروع ہو گئی - اس کے تمام آدمی آزردہ خاطر تھے، انہوں نے ہمت نہ دکھائی، سخت لڑائی ہوئی - باز بہادر نے شکست کھائی - اس نے چند معتمد آدمیوں کو عورتوں اور پاتروں کے پاس چھوڑ دیا تھا اور (ان کو ہدایت تھی) کہ اگر میری شکست کی خبر ملے تو سب کو قتل کر دیا جائے، جیسا کہ ہندوستان کی رسم ہے - جب اس کو شکست ہوئی تو چند عورتیں تلوار سے قتل کر دی گئیں، کچھ زخمی ہوئیں، اگرچہ کچھ زندگی کی رمق باقی تھی اور بعض کے قتل کی ابھی تک نوبت نہیں آئی تھی -

شاہی فوج شہر میں داخل ہو گئی - فرصت نہ تھی کہ کوئی دوسرا آدمی اس کام میں مصروف ہوتا [۳۸۹] ادھم خاں نے سب عورتوں کو قبضہ میں کیا اور روپ متی کی جستجو شروع کی جو سخت زخمی ہوئی تھی- جب یہ بات اس (روپ متی) کے کانوں تک پہنچی، وفا نے جوش مارا- روپ متی باز بہادر کے حسب مراد زہر قاتل کا پیالہ پی کر مردانہ

موت مری ۔

جب مالوہ کی حکومت ادھم خاں کی بجائے پیر محمد خاں شروانی کو ملی تو باز بہادر نے جو خاندیس اور مالوہ کے جنگلوں میں مارا مارا پھر رہا تھا ، ایک فوج جمع کی اور (پیر محمد خاں شروانی سے) مقابلہ کیا ۔ پیر محمد خاں شروانی نے از سر نو اس کو شکست دی ۔ وہ (باز بہادر) میراں مبارک شاہ والی خاندیس کے یہاں پناہ گزیں ہوا۔ اس نے اپنا لشکر بز بہادر کے ہمراہ کر دیا ۔ اسی دوران میں ، جب پیر محمد خاں بیجا گڑھ کی فتح کے بعد ، برہان پور کو غارت کرنے کے بعد ، بہت مال غنیمت کے ساتھ واپس آ رہا تھا تو اس کا باز بہادر سے مقابلہ ہوا ۔ اتفاق کی بات کہ پیر محمد خاں کو سکست ہوئی ۔ وہ بھاگنے کی حالت میں سخت پریشان تھا ، دریائے نربدا کو عبور کر رہا تھا کہ گھوڑے سے گر کر ڈوب گیا ۔ امرائے جاگیر دار مالوہ کو چھوڑ کر آگرہ چلے گئے اور باز بہادر اطمینان سے دوبارہ مالوہ پر قابض ہو گیا ۔

اس واقعہ کے ظاہر ہونے کے ساتھ ہی ساتویں سال جلوس اکبری میں عبداللہ خاں اوزبک ، کہ جو اکبری امراء میں سے تھا ، اس ولایت (مالوہ) پر قبضہ کرنے کے لیے مامور ہوا ۔ باز بہادر بادشاہی فوجوں کے پہنچنے سے پہلے ہی ہمت ہار بیٹھا اور فرار ہوگیا۔ فتح یاب فوجوں (شاہی فوجوں) کے تعاقب کے ڈر سے کوہستان کی گھاٹیوں میں چلا گیا ۔ ایک زمانے تک آوارہ پھرتا رہا ۔ کبھی بگلانہ کے زمیندار بھر جی کے پاس گیا ، اور وہاں سے چنگیز خاں اور شیر خاں [۳۹۰] گجراتی کے پاس گجرات پہنچا ۔ اس کے بعد نظام الملک دکنی کی طرف رخ کیا اور سب جگہ سے خوار ہو کر رانا اودے سنگھ کے پاس پناہ گزین ہوا ۔

گیارھویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ نے حسن خاں خزانچی کو بھیجا کہ اس کو شاہی عنایات کا امیدوار بنا کر بادشاہ کے حضور میں لائے ۔ پہلے باز بہادر ہزاری منصب پر فائز ہوا ، آخر میں اس کا منصب دو ہزاری ذات و سوار تک پہنچا ۔ باز بہادر اور روپ متی دونوں اجین کے

تالاب کے بیچ میں ایک ٹیلے پر مدفون ہیں ۔

(۸۹)

بابا خاں قاقشال

اکبر بادشاہ کے زمانے میں مجنوں خاں کے بعد قاقشالی امراء کا سردار وہی (بابا خاں) ہؤا ۔ خان زمان کی جنگ میں اس نے بہت نمایاں کارگزاری اور ہمت دکھائی ۔ سترھویں سال جلوس اکبری ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ع) میں گجرات پر پہلے حملے کے دوران ، حسب شہباز خاں میر توزک موج کی ترتیب میں کوشش کر رہا تھا ، تو یہ معاملہ ناشناس ترک (بابا خاں قاقشال) از راہ تکبر و غرور اس سے الجھ پڑا اور سختی سے پیش آیا ۔ بادشاہ نے اس کی تنبیہ اور تمام سر پھروں کی اصلاح کی غرض سے اس کو سخت سزا دی ۔ اسی زمانے میں اپنی حسن خدمات کی وجہ سے شاہی عنایات سے سرفراز ہؤا ۔

بنگالہ کی فتح کے بعد ، سرکار گھوڑا گھاٹ قاقشالوں کی جاگیر میں مقرر ہوئی تھی ، اگرچہ مجنوں خاں قاقشال کے مرنے کے بعد (قاقشالوں) کی سرداری برائے نام اس کے لڑکے جباری بیگ کے نام تھی لیکن اصل سرداری بابا خاں کی تھی جو اس گروہ کا بوڑھا سردار تھا ۔

جب داغ کے قانون کی ترویج و اشاعت میں بادشاہ کی طرف سے کچھ پابندیاں عائد ہوئیں تو سخت پیش کاروں نے لالچ اور حرص کا مظاہرہ کیا اور افسروں کی بے پروائی اور اغماض کی وجہ سے [۳۹۱] (متصدی) ذرا سی چیز کو بھی بغیر وصول یابی کے نہیں چھوڑتے تھے ۔ چنانچہ بابا خاں قاقشال نے بنگالہ کے صوبے دار مظفر خاں سے کہا کہ میں ستر ہزار روپیہ بطور نذر کار پردازوں کو دے چکا ہوں اور ابھی تک سو سواروں کے داغ نہیں ہؤا ہے ، اس نے اس کا کوئی تدارک نہیں کیا ۔

جب چوبیسویں سال جلوس اکبری میں اسی وجہ سے معصوم خاں کابلی نے بہار کے چند جاگیر داروں کے ساتھ سرکشی کی تو بابا خاں نے

بھی ، جو پہلے سے موقع کا متلاشی تھا ، بنگالہ کے کچھ جاگیر داروں کے ہمراہ آگے بڑھ کر بغاوت کا اظہار کیا - ۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء[1] میں (بابا خاں) خالدی خاں کے ساتھ سر منڈا کر اور ٹوپی چھن کر شہر گوڑ میں آ گیا ، کہ جو پہلے لکھنوتی کے نام سے مشہور تھا۔ شاہی فوج سے کئی مرتبہ مقابلہ ہوا ہر مرتبہ ناکامی ہوئی - یہاں تک عاجز ہو کر امان کا خواست گار ہوا۔ مظفر خاں باوجودیکہ صوبہ بہار کی شورش سن چکا تھا لیکن غرور میں آ کر اس نے عذر قبول نہیں کیا -

جب شاہی فوج کی آمد کی شہرت ہوئی تو فوراً معصوم خاں دوسرے فتنہ پردازوں کے ساتھ بہار سے نکل کر بنگالہ کے فسادیوں کے پاس پہنچ گیا اور ان دونوں فریقوں (بہاریوں اور بنگالیوں) نے مل کر تباہ کاری مچا دی - آخر چھبیسویں سال جلوس اکبری میں مظفر خاں کو ، کہ جو ٹانڈہ میں محصور تھا ، پکڑ کر قتل کر دیا - کچھ زمانہ کامیابی کے ساتھ گزرا اور اس زمانے میں دلی مراد پوری ہوئی۔ ولایت کی تقسیم ، عہدے اور خطاب کی تجویز عمل میں آئی - بابا خاں نے خان خاناں اپنا خطاب مقرر کرکے [۳۹۲] صوبہ بنگالہ کی حکومت خود سنبھال لی -

اسی سال عین اقتدار کے زمانے میں سرطان کی بیماری میں گرفتار ہو گیا - روزانہ دو سیر گوشت اس زخم میں رکھا جاتا تھا کہ جو کیڑوں کی خوراک ہو جاتا تھا - (بابا خاں) کہا کرتا تھا کہ بغاوت کی وجہ سے میرا حال تباہ ہؤا ہے - اسی حالت میں مر گیا -

(۹۰)

بہادر

سعید بدخشی کا لڑکا ہے کہ کچھ مدت سرکار تربت کا حاکم بھی

---

۱ - یہاں ۹۸۷ھ ہونا چاہیے کیونکہ بغاوت کا ظہور چوبیسویں سال جلوس ہؤا اور ۹۸۸ھ کا بھی آغاز ہو گیا تھا (ایلیٹ جلد پنجم صفحہ ۴۰۰ و اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۹۱) (ب)

رہا - چھبیسویں سال جلوس اکبری میں کہ بہار (صوبہ) کے امراء بغاوت پر آمادہ تھے تو سعید اپنے لڑکے بہادر کو متعلقہ علاقہ (ترہت) میں چھوڑ کر باغیوں کے پاس پہنچا - بہادر نے بد بختی سے خاص شاہی خزانے کو سپاہ پر خرچ کر ڈالا - بغاوت اختیار کی اور اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا - کہتے ہیں کہ یہ شعر اس کے سکہ پر تھا :

بیت

بہادر ابن سلطان بن سعید ابن شہ سلطان
پسر سلطان پدر سلطان زہے سلطان بن سلطان

جب سعید ، معصوم خاں کابلی کے کہنے کے مطابق گیا کہ وہ اس باغی (بہادر) کو لا کر ان کا ساتھی بنا دے تو بہادر نے اپنے باپ (سعید) کو بے شرمی سے قید کر دیا - کچھ دنوں باپ نے اس کی اطاعت کی - جب شاہم خاں جلائر پٹنہ پہنچ کر فتح یاب ہوا تو سعید مذکور اس لڑائی میں مارا گیا -

بہادر خاں باغیوں کی ہنگامہ آرائی کے زمانے میں ترہت سے نکل کر بہت سے آباد علاقے پر قابض ہو گیا - سرکار حاجی پور اس کے قبضہ میں تھا [۳۹۲] ہر طرف ہاتھ پیر مارتا تھا - یہاں تک کہ صادق خاں نے اس کی تنبیہ کے لیے ایک فوج بھیجی - خوب مقابلہ ہوا اور اسی لڑائی میں ، چھبیسویں سال جلوس اکبری مطابق ۹۸۸ھ (۱۵۸۰ع) میں اس کی شمع حیات گل ہوئی[1] -

(۹۱)
باقی محمد خاں

اکبر بادشاہ کا دودھ شریک اور ادھم خاں کا بڑا بھائی ہے - اس کی

---

۱ - بابا خاں قاقشال چھبیسویں سال جلوس ۹۸۹ھ (۱۵۸۱ع) سے قبل فوت نہیں ہؤا - نیز وہ جنگ میں نہیں مارا گیا بلکہ اکبر نے سزائے موت دی (اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۳۷۴) (ب)

ماں ماہم انگہ نے بادشاہ کی خدمت میں خاص تقرب حاصل کر لیا تھا ۔ جس زمانے میں کہ سلطنت کے معاملات زیادہ تر اس (ماہم انگہ) کے اختیار میں تھے تو اس نے باقی محمد خاں کی شادی کی ۔ بادشاہ محض اس خاطر سے اس شادی میں تشریف لے گئے ۔ باقی محمد خاں نے تین ہزاری منصب پایا ۔ شیخ عبدالقادر بدایونی کی تاریخ (منتخب التواریخ) سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسویں سال جلوس اکبری میں باقی محمد خاں ولایت گڑھ کٹنگہ میں فوت ہؤا جو اس کی جاگیر میں تھا[1] ۔

(۹۲)

پاینده خاں مغل

حاجی محمد خاں کوکی کا بھتیجا ہے ، جو کوکی کے بھائی بابا قسمہ کا لڑکا ہے ۔ (کوکی) بابر کے امراء میں سے تھا ۔ حاجی محمد ، ہمایوں بادشاہ کی لڑائیوں میں اکثر اس کے ساتھ رہا ہے ، بنگالہ کی مہم میں بھی حاجی محمد خاں ، ہمایوں کی ہمراہی کا شرف رکھتا تھا ۔ اس صوبے کے فتح کرنے کے بعد جب بادشاہ جنت آباد (گوڑ) میں مقیم ہو گیا تو شیر خاں سور نے بنارس پر قبضہ کر لیا اور جون پور کی طرف رخ کیا [۳۹۳]

حاجی محمد خاں ، بادشاہ ہمایوں کے پاس سے بھاگ کر مرزا نور الدین کے پاس پہنچا کہ جو قنوج میں تھا اور مرزا ہندال کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے نام کا خطبہ پڑھے ، (بادشاہت کا اعلان کر دے) ۔ جب ہمایوں کا شیر خاں سور سے بھی مقابلہ ہؤا تو دوبارہ شاہی فوج کو زک اٹھانی پڑی ۔ ہمایوں بادشاہ ٹھٹھ اور بھکر کی طرف گیا مگر کوئی کام نہ بنا ۔ پھر وہ قندھار کی طرف چلا گیا اور وہاں مرزا عسکری کے نفاق کی وجہ سے نہ ٹھہر سکا ، لہٰذا ایران کا پختہ ارادہ کرکے اس طرف چلا گیا ۔

حاجی محمد جب سیستان پہنچا تو مرزا عسکری سے علیحدہ ہو کر ہمایوں بادشاہ کے پاس چلا گیا اور اس نے ایران کے سفر ، قندھار کی یورش

---

۱ ، ملاحظہ ہو بدایونی (انگریزی ترجمہ صفحہ ۳۵۱) (ب) ۔

اور کابل کی مہم میں بادشاہ کے ہمراہ بہت کارنامے انجام دیے۔ آخر زمانے میں جب اس سے سرکشی ظاہر ہوئی تو اس کو اس کے بھائی شاہ محمد کے کے ہمراہ ، کہ جو شرارت و فساد میں استاد تھا ، پکڑ کر دونوں کو ختم کر دیا[1]۔

کہتے ہیں کہ حاجی محمد جرأت میں بے مثل تھا ۔ (ہمایوں) بادشاہ بار بار کہا کرتا تھا کہ بادشاہوں کو اس قسم کا خدمت گار چاہیے ۔ ایک روز تیر اندازی کے موقع پر اس نے مبق (نشانہ) مارا اور بادشاہ سے انعام حاصل کیا ۔

پاینده محمد پانچویں سال جلوس اکبری میں منعم خان کے ہمراہ کابل سے آ کر بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ اسی سال کے آخر میں ادھم خان خانخاناں کے ہمراہ مالوہ کی فتح پر مامور ہوا اور انیسویں سال جلوس اکبری میں منعم خان خانخاناں کے ساتھ بنگالہ کو فتح کرنے کی غرض سے گیا اور بائیسویں سال جلوس اکبری میں راجا بھگونت داس کے ہمراہ رانا پرتاب کی تنبیہ پر مقرر ہوا [۳۹۵] عبدالرحیم خان خاناں کی جو لڑائی مظفر خان گجراتی سے ہوئی تھی ، اس میں پاینده خان فوج ہراول کا سردار تھا ۔ بائیسویں سال جلوس میں گھوڑا گھاٹ جاگیر میں ملا اور وہ اس طرف روانہ ہو گیا ۔

(۹۳)

پیش رو خان

مہتر سعادت نام ، ہمایوں کے ان غلاموں میں سے ہے کہ جو دارائے ایران ، شاہ طہماسپ نے دئے تھے ۔ اس نے تبریز میں تربیت پائی تھی ۔ ہمیشہ ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں رہتا تھا ۔ ہمایوں ، بادشاہ کے انتقال کے بعد اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہنے لگا ۔ انیسویں سال جلوس اکبری[2]

---

۱ - ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۳۱۰—۳۱۱ (ب) ۔

۲ - اکبر نامہ (جلد سوم صفحہ ۶۹،) میں اکیسواں سال جلوس لکھا ہے (ب)

میں اکبر بادشاہ نے بعض صاحب مرتبہ امراء کی درخواست پر اسے بنگالہ بھیجا ۔ چونکہ یہ جلدی کا کام تھا لہٰذا وہ کشتی پر سوار ہو کر دریائے گنگا کے راستے سے روانہ ہوگیا ۔ گج پتی ، جو صوبہ بہار کے نامور زمینداروں میں سے تھا ، کے علاقہ کے حدود میں پہنچا تو اس کے آدمیوں نے پیش رو خاں کو گرفتار کر لیا ۔ جب جگدیس پور ، جو گج پتی کا سب سے مضبوط مامن تھا ، فتح ہو گیا تو وہ گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا ۔ تقدیر کی نیرنگی سے پیش رو خاں نے اس مصیبت سے نجات پائی[1] ۔

کہتے ہیں کہ بہت سے آدمیوں کو اس باغی (گج پتی) نے گرفتار کر لیا تھا ، ان میں سے بہت سوں کو مروا ڈالا ۔ خان مذکور (پیش رو خاں) کو بھی اسی ارادے سے کسی کے سپرد کیا ۔ اس کے دل نے گواہی نہ دی اور اس نے دوسرے کے سپرد کر دیا ۔ اس نے ہر چند طاقت لگائی مگر نیام سے تلوار نہ نکلی ۔ مجبوراً گنج پتی کے اشارے سے ، کہ جو اس وقت پریشان تھا ، اپنے ساتھ ہاتھی پر بٹھا کر چل دیا [۳۹۶] ۔ اتفاق سے ہاتھی نامانوس اور بد رفتار تھا ۔ اس نے اپنے آدمی کو نیچے گرا دیا ۔ ہاتھی نے اس پر پیر رکھا اور ایک ہولناک آواز کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا ۔ اس خوفناک آواز کو سن کر ہر ایک اپنا ہاتھی لے کر ایک طرف کو چل دیا ۔ پیش رو خاں کی ہاتھی کی سواری ایک جنگل میں پہنچی ۔ پیش رو خاں نے چاہا کہ اسی سے بندھے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو فیلبان کی گردن میں ڈال کر اس کو روکے ۔ فیل بان نے خود کو نیچے گرایا اور بھاگنے میں اپنی نجات سمجھی ۔ صبح کے وقت ہاتھی ٹھہر گیا ۔ خان نیچے اترا ، ذرا سنبھلنے کے بعد اپنے راستے پر چل پڑا ۔ اسی دوران میں اس کے ان متعلقہ سواروں میں سے ایک سے ملاقات ہو گئی جو اس کی تلاش میں پھر رہے تھے اور وہ اس کو اپنے گھوڑے پر بٹھا کر چل دیا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو (اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۶۱) (ب)

اکیسویں سال جلوس اکبری میں پیش رو خاں بادشاہ کے حضور میں پہنچ کر حاضر خدمت ہؤا اور نظام الملک دکنی کو نصیحت کرنے کے لیے مقرر ہؤا[1]، جو لوگوں سے علیحدہ ہو کر تنہائی میں زندگی گزار رہا تھا، اور چوبیسویں سال جلوس اکبری میں اس (نظام الملک) کے ملازم آصف خاں کو تحائف کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں لایا۔ اس کے بعد راجی علی خاں حاکم آسیر کے لڑکے بہادر خاں کو سمجھانے بجھانے کے لیے گیا[2] مگر کوئی فائدہ نہ ہؤا۔ بادشاہ نے جب آسیر کے قلعے کا محاصرہ فرمایا تو مالی گڑھ کے فتح ہونے کے دن اس نے بہت بہادری دکھائی[3]۔ پیش رو خاں چالیسویں سال جلوس اکبری تک تین سو پچاس کے منصب تک پہنچا۔

اکبر بادشاہ کے مرنے کے بعد اس پر جہانگیر کی عنایات ہوئیں۔ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار کے منصب پر سرفراز ہؤا اور فراش خانے کی خدمت اس کے سپرد ہوئی۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری مطابق ۱۰۱۶ھ (۸-۱۶۰۷ع) میں انتقال ہؤا۔ [۳۹۷] بادشاہ نے اس کے حقوق کا خیال کرتے ہوئے پیش خانہ (صدر مجلس) کی خدمت اس کے بیٹے کے سپرد کر دی۔

(۹۴)

بہادر الملک

کہتے ہیں کہ اس کا اصلی وطن پنجاب ہے۔ ایک مدت تک سلاطین دکن کی نوکری کی، اس کے بعد اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور ملازمین شاہی میں منسلک ہو گیا۔ تینتالیسویں سال جلوس اکبری

۱۔ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۸۰ (ب)

۲۔ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۷۶۷ (ب)

۳۔ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۷۷۷ (ب)

میں پونار کا قلعہ¹ (مضاف صوبہ برار) اس نے فتح کیا ، وہ قلعہ ایک ٹیلے پر واقع ہے اور اس کے تین طرف ندی ہے ، اس کا پانی عبور کرنے کے لائق کبھی خشک نہیں ہوتا ہے ۔ اس کے بعد بارہا لڑائیوں میں اس نے بہادری دکھائی اور شہرت حاصل کی ۔

چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ حمید خاں کے ساتھ ملک تلنگانہ کی حفاظت پر مقرر ہوا ۔ ملک عنبر ، ملک برید سے ایک فوج لے آیا اور اس نے فساد شروع کر دیا ۔ انہوں (بہادر الملک و حمید خان) نے کم جماعت کے باوجود غرور میں آ کر مقابلے کا ارادہ کر لیا ۔ دریائے مانجرا کے کنارے لڑائی ہوئی اور آسمانی فیصلے کے مطابق ان کو شکست ہوئی ۔ حمید خان گرفتار ہو گیا ۔ بہادر الملک بہت کوشش کے بعد دریائے (گوداوری) عبور کر کے کسی پناہ کی جگہ میں آ گیا ۔

آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں اس کو علم عطا ہوا ۔ نویں سال جلوس جہانگیری میں اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور اس کو ہاتھی مرحمت ہوا² ۔ (بہادر الملک نے) وقت موعود پر ملک عدم کا راستہ لیا کہتے ہیں کہ اس کی مہر پر یہ مصرعہ بطور سجع کندہ تھا :

ع مقبول دوست ہر کہ شود او بہادر است [۳۹۸]

(۹۵)

بیرم بیگ ترکمان

شاہجہاں کے ایام شہزادگی میں میر بخشی تھا اور اس وقت وہ شہزادے کے اچھے افسروں میں سے تھا ۔ پھر عالی منصب اور خان دوران

۱ ۔ پونار ضلع واردھا میں دریائے دھام کے کنارے ہے ۔ اکبر نامہ (جلد سوم صفحہ ۷۴۳) میں پونا لکھا ہے (ب)

۲ ۔ دسویں سال جلوس جہانگیری میں اس کا منصب تین ہزاری ذات تین سو سوار کا ہوا (تزک جہانگیری صفحہ ۱۳۹) (ب)

کا خطاب ملا ۔ جب شاہجہاں رستم خاں شغالی کی غداری کی وجہ سے سلطان پرویز کے مقابلے سے ہٹ گیا تو دریائے نربدا عبور کیا اور کشتیوں کو اپنی طرف لے آیا ، گھاٹوں پر توپ اور بندوقیں لگا دیں ۔ بیرم بیگ کو مکمل سرداری دے کر دریا کے کنارے چھوڑ دیا اور خود برہان پور چلا گیا ۔

جب مہابت خاں ، سلطان پرویز کے ساتھ نربدا کے کنارے پہنچا تو بیرم بیگ سے مقابلہ ہوا ۔ طرفین سے توپ اور بندوق کی لڑائی برابر ہوتی تھی ۔ جب مہابت خاں کو دریا کا عبور کرنا مشکل نظر آیا ، تو چالاکی کا خیال کیا اور راؤ رتن کے ذریعے سے خان خاناں مرزا عبدالرحیم کو از راہ چاپلوسی لکھا اور صلح کی بات چیت کی ۔ خان خاناں نے بھی شہزادہ (شاہجہاں) کو سالعے سے لکھا کہ اس صلح کی خدمت میرے سپرد ہو ۔ اگر آپ کے خاطر خواہ انجام پذیر نہ ہو تو میرے لڑکوں کو سزا دی جائے اور اس سلسلے میں اس نے بڑی بڑی قسمیں کھائیں ۔ جب صلح کی شہرت ہوئی تو گھاٹوں کی حفاظت میں بھی کمی ہو گئی اور مہابت خاں، خان‌خاناں کے آنے سے پہلے رات کے وقت دریا عبور کر گیا ۔ خان خاناں بھی تمام عہد و پیمان کو بھول گیا اور بادشاہی لشکر میں شامل ہو گیا ۔ مجبوراً بیرم بیگ ، برہان پور روانہ ہؤا ۔

اس کے بعد جب بنگالہ کی مہم میں شاہجہاں ، بردوان کے قرب و جوار میں مقیم ہؤا تو وہاں کا فوج دار آصف خاں جعفر کا بھتیجا [۳۹۹] صالح بیگ کچا قلعہ ہونے کے باوجود قلعہ بند ہو گیا ۔ عبداللہ خاں نے اس کا سختی سے محاصرہ کیا اور اس کو پریشان کر دیا ۔ مجبوراً صالح بیگ (قلعے سے) باہر نکلا ، اور شاہجہاں کے حکم کے مطابق قید کر دیا گیا ۔ بردوان کی جاگیر بیرم بیگ کو مرحمت ہوئی اور اس علاقے کے انتظام کے لیے وہ روانہ ہؤا ۔

جب شہزادہ (شاہجہاں) ولایت بنگالہ کا انتظام کر کے بہار کی طرف چلا اور اس مملکت (بہار) پر قابض ہو گیا تو بیرم بیگ کو بردوان

سے بلا لیا اور صوبۂ بہار کی حفاظت اس کے سپرد کی ۔ اس کے بعد جب شہزادہ (شاہجہاں) کو بنارس کے قرب و جوار میں بادشاہی لشکر سے مقابلے کا اتفاق ہؤا تو وزیر خاں کو بہار کا انتظام سپرد ہؤا اور بیرم بیگ حسب طلب شاہجہاں کے حضور میں پہنچا ۔

ایک دن سلطان پرویز نے اپنے بخشی محمد زمان کو دریا پار کرایا ۔ بیرم بیگ خان دوراں مامور ہؤا کہ موقع پا کر اس سے مقابلہ کرے ۔ بیرم بیگ تکبر اور غرور میں محمد زمان کو نظر میں نہیں لایا اور تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ اس جگہ محمد زماں پر چڑھ دوڑا ، جہاں گنگا اور جمنا ملتی ہیں ۔ بیرم بیگ بری طرح زخمی ہؤا اور صف میں جان کھو دی[1] ۔ اس کا لڑکا حسن بیگ میدان جنگ سے زخمی آیا اور کچھ دنوں کے بعد وہ بھی مر گیا ۔

(۹۶)

بہادر خاں اوزبک

ابو النبی نام ، توران کے بزرگ زادوں میں سے تھا ۔ عبدالمومن خاں کے زمانے میں امارت کے منصب پر پہنچا اور مشہد مقدس کی حکومت اس کے سپرد ہوئی ۔ عبدالمومن خاں کے قتل ہونے کے بعد باقی خاں نے ہر چند تسلی دی مگر بہادر خاں اوزبک نے زیارت کعبہ کا بہانہ کر کے نجات حاصل کی اور ہندوستان آ گیا [۱۰۰۰ھ] ۔ اڑتالیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا[2]، مناسب منصب ملا اور ایک مرصع کمر خنجر عنایت ہؤا ۔

جہانگیر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اسے چالیس ہزار روپیہ مدد خرچ کے لیے ملا ۔ وہ ستاون منصب داروں کے ساتھ شیخ فرید

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو پادشاہنامہ از عبدالحمید لاہوری جلد اول صفحہ ۱۲۴ (ب)
۲ ۔ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۸۲۰ ، ۸۳۹ (ب)

سرخوا خاں کی مدد کے لیے مقرر ہؤا کہ جو خسرو کے تعاقب میں گیا تھا[1]۔ پانچویں سال جلوس جہانگیری میں تاج خاں کی بجائے بہادر خاں اوزبک صوبہ ملتان کا فوج دار مقرر ہؤا ۔ ساتویں سال جلوس جہانگیری میں اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور تین ہزار کے منصب اور بہادر خاں کے خطاب سے سرفراز ہؤا اور مرزا غازی کے انتقال کے بعد قندھار کی حکومت پر مقرر ہؤا[1] ۔ اس کے بعد اس کے منصب میں برابر اضافہ ہوتا رہا اور وہ پنج ہزاری ذات اور تین ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔

پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں اپنی نگاہ کی کم زوری کا عذر پیش کیا اور قندھار کی تعلقہ داری سے استعفا دے دیا ۔ کہتے ہیں کہ جب داراے ایران کی فوج کی آمد مشہور ہوئی تو اس نے بے پروائی سے تھائی ، مقابلہ نہ کیا اور اپنے معاملات کی درستی کے لیے بادشاہی پیش کاروں کو دو لاکھ روپے دیے اور اس خدمت کو چھوڑ دیا ۔

اس کے بعد صوبہ اکبر آباد میں بہادر خاں اوزبک کو جاگیر ملی ۔ جس زمانے میں کہ شاہ جہاں کی فوجیں اجمیر سے آگرہ آ رہی تھیں تو بہادر خاں اوزبک شاہ جہاں کی فوج میں شامل ہو گیا ، اس کا باقی حال معلوم نہ ہو سکا ۔

(۹۷)

بیگلر خاں

سعد اللہ نام ، اکبری زمانہ کے سعید خاں چغتائی کا لڑکا ہے ۔ بیگلر خاں امیر زادوں کی طرح ہر چیز کا مالک تھا ۔ حسن صورت ، متانت [۳۰۱] اور شیرینیٔ گفتار میں مشہور تھا ۔ چوگان بازی اور

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ترک جہانگیری صفحہ ۲۸ (ب)

۱ ۔ تزک جہانگیری صفحہ ۱۰۹ (ب)

فنون سپہ گری میں اپنے ساتھیوں اور ہم عصروں میں ممتاز تھا ۔ اپنے باپ
کی زندگی ہی میں کار گزاری اور اعتبار میں مشہور ہو گیا تھا ۔ اکبر بادشاہ
نے چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں مرزا عزیز کوکہ کی لڑکی کے ساتھ
نکاح کر دیا تھا ، بڑا عالی دماغ تھا ۔ وہ شہزادوں کی طرح بیٹھتا ،
کوچ کرتا، سواری سے اترتا اور سوار ہوتا تھا ، اور ہمیشہ شہرت کا
طلب گار رہتا تھا ۔

جب اس کے باپ کا انتقال ہو گیا تو کم منصب ہونے کے باوجود
اس نے اپنے باپ کے عمدہ نوکروں کی پرورش کی ۔ جہانگیر بادشاہ کے
شروع زمانے میں نوازش خان کا خطاب ملا[1] ۔ آٹھویں سال جلوس جہانگیری
۱۰۲۲ھ (۱۶۱۳ء) میں ، جب جہانگیر بادشاہ اجمیر میں مقیم ہوا تو رانا
کی یرانی نا تمام مہم پر ، جو مدت سے انجام پذیر نہ ہوئی تھی ، شہزادہ
شاہ جہان کا تقرر مناسب سمجھا گیا اور شہزادے کو لشکر جرار کے ساتھ
اس مہم پر رخصت کیا گیا ۔ بیگلر خان اس کی مدد پر تھا[2] ۔

جب شاہی فوجیں اودے پور میں مقیم ہوئیں ، جو رانا کا مستقر
ہے ، تو نوازش خان کچھ امرا کے ساتھ کونبھل میر پہنچا کہ جو
کوہستان میں واقع ہے ۔ وہاں غلہ اس قدر نایاب ہوا کہ ایک روپیہ کا
ایک سیر نہیں ملتا تھا ۔ غذا کے بغیر لوگ مرنے لگے ۔ اس زمانے میں ،
نوازش خان اپنی ہمت اور مروت سے روزانہ سو آدمیوں کے ہمراہ کھانا
کھاتا تھا ۔ جب روپیہ نہ رہا [۳۰۲] تو سونے اور چاندی کے برتن
فروخت کرکے باورچی خانے کا خرچ چلایا ۔

جب جہانگیر اور شاہجہان (شاہ زادہ ولی عہد) کے درمیان اختلاف
اور رنجش ہوئی ، محبت عناد و کینہ سے بدل گئی اور دونوں طرف شورش

---

[1] ۔ چھٹے سال جلوس جہانگیری میں نوازش خان کا خطاب ملا
(تزک جہانگیری صفحہ ۹۶) (ق) ۔

[2] ۔ تزک جہانگیری صفحہ ۱۱۶ (ب)۔

شروع ہو گئی تو بادشاہ (جہانگیر) کچھ لوگوں کے ساتھ لاہور سے روانہ ہوا تاکہ وہیں پہنچ کر جماعت فراہم کی جائے۔ نوازش خاں نے اپنی جاگیر سے، کہ جو صوبۂ گجرات میں تھی، آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا۔ چونکہ یہی وقت عقیدت و اخلاص کی آزمائش کا ہوتا ہے وہ مستحق آفریں ٹھہرا اور اس پر شاہی عنایات ہوئیں اور عبداللہ خاں کی ہمراہی میں رہنے کا حکم ہؤا جو ہراول فوج پر مامور تھا۔ جیسے ہی بادشاہی فوج اور شاہ جہاں کے آدمیوں کی مڈ بھیڑ ہوئی تو عبداللہ خاں اپنی پوشیدہ منصوبے کے تحت ہراول سے شہزادے کے لشکر میں چلا گیا۔ نوازش خاں کچھ منصب داروں اور ساتھیوں کے ہمراہ بڑی بہادری سے لڑا۔ بڑی کوشش اور جرأت کا مظاہرہ کیا اور اپنی شجاعت اور بہادری کا ثبوت دیا۔ بادشاہ کے حضور سے پہلے سے زیادہ عنایات ہوئیں۔ بیکر خاں کا خطاب ملا۔ سورٹ اور جونا گڑھ کی فوج داری اور جاگیر ملی، دو ہزار ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا۔ ایک مدت تک اسی علاقہ میں اس نے عزت اور اقتدار کے ساتھ زندگی بسر کی۔

شاہ جہاں کے تخت نشینی ہونے کے بعد اس کے منصب میں ایک ہزار ذات کا اضافہ [۴۰۲] ہؤا، لیکن اسی سال معزول ہو گیا اور تیسرے سال جلوس شاہ جہانی ۱۰۳۹ھ میں بیکر خاں کا انتقال ہؤا۔ سرہند کے باغ میں اپنے والد کی قبر کے پاس مدفون ہؤا۔ اس کے بعد اس خاندان میں کسی نے ترقی نہ کی۔

(۹۸)

بالجو قلیچ شمشیر خاں

قلیچ خاں جانی قربانی کا بھتیجا اور داماد ہے۔ آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں اصل و اضافہ کے بعد ہزاری ذات اور سات سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا۔ نویں سال جلوس جہانگیری میں دو ہزاری ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کے منصب پر فائز ہو کر صوبۂ بنگالہ کے لیے بھیجا

گیا ۔ اس کے بعد مدتوں کابل میں متعین رہا ۔

شاہ جہاں کے پہلے سال جلوس (۱۰۳۷ھ) میں دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ، جہانگیر کے انتقال کے بعد نذر محمد خاں والیٔ بلخ ، فوج کے ساتھ کابل کے نواح میں پہنچا اور فتنہ و فساد شروع کرکے بادشاہ کے آدمیوں کو جو شہر میں تھے ، تہدید آمیز پیغام بھیجا ۔ انہوں نے وفا داری سے تقاضے کے بموجب اس طرف دھیان بھی نہ دیا ، بالجو قلیچ شمشیر خاں بھی ان ہی آدمیوں میں تھا ۔ اس کی وفاداری کا نقش پہلے سے زیادہ بادشاہ کے خاطر نشین ہو گیا ۔

دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ لشکر خاں کے اشارے پر ایک جماعت کے ہمراہ ضحاک و بامیان کی تادیب کے لیے گیا ۔ اوزبکوں نے رعب شاہی سے قلعہ خالی کر دیا اور بھاگ گئے ۔ تیسرے سال جلوس شاہ جہانی میں بالجو قلیچ نے کمال الدین روہیلہ پسر رکن الدین کی تادیب میں [۴۰۳] نمایاں کامیابی حاصل کی ۔ وہ (کمال الدین) جہانگیر کے زمانے میں چار ہزاری منصب پر سرفراز تھا ، اس کے بعد اس نے اس علاقے میں بغاوت شروع کر دی ۔ بالجو قلیچ دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار اور آٹھ سو سوار اور لشکر خاں کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔ چوتھے سال جلوس شاہ جہانی میں اسے ہر دو بنگش (بنگشات بالا و پائیں) کی تھانیداری ملی اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہؤا ۔ پانچویں سال جلوس شاہ جہانی (۱۰۴۱ھ) میں اس نے عالم فانی کی راہ لی ۔

اس کا لڑکا حسن خاں آٹھ سو ذات اور تین سو سوار کے منصب پر مقرر ہؤا اور اس کا بھائی علی قلی نو سو ذات اور چار سو پچاس سوار کے منصب پر پہنچا ۔ سترھویں سال جلوس شاہ جہانی میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

(۹۹)

بے بدل خاں سعیدائے گیلانی

شعر خوب کہتا تھا ۔ جہانگیر کے زمانے میں ہندوستان میں آکر بادشاہی ملازمین میں منسلک ہو گیا اور شعرا کے زمرہ میں شامل ہوا ۔ شاہ جہان بادشاہ کے زمانے میں معاملہ فہمی اور کارکردگی کی وجہ سے بے بدل خاں کا خطاب پایا اور مدتوں سرکاری زرگر خانے کا داروغہ رہا ۔ مرصع تخت کہ جو تخت طاؤسی کے نام سے موسوم ہے اس کے اہتمام سے سات سال میں ایک کروڑ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا ، جو عراق کے سکہ ۳۳۳۰۰۰ تومان اور ماوراء النہر کے سکہ چار کروڑ خانی کے برابر ہوتے ہیں ۔ اس کے بدلے میں بے بدل خاں کو سونے میں تولا گیا ۔ حق یہ ہے کہ ایسا قیمتی اور خوب صورت تخت کسی زمانے اور وقت میں [۴۰۵] دیکھنے میں نہیں آیا اور آج کسی ملک میں اس کی نظیر یا مثال نہیں پائی جاتی ہے ۔

بیت

تانیش بہ چشم نیامد ہر چند نظارہ کرد احول

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قیمتی جواہر بادشاہی جواہر خانے میں جمع ہوئے ، تخت نشین ہونے کے بعد شاہ جہاں کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اس قسم کے قیمتی نوادر کے جمع کرنے سے دولت آرائی کے سوا کیا مقصد ہو سکتا ہے ، لہذا ان کو ایسی جگہ لگانا چاہیے کہ سمندر اور کان کی اس پیداوار کے حسن سے تماشائی بھی لطف اندوز ہو سکیں اور سلطنت کے کام کو بھی فروغ ہو ۔ محل کے اندر جو جواہر خاصہ تھے ، ان کی قیمت دو کروڑ روپیہ تھی اور کارخانے میں جو جواہر تھے، ان کی قیمت تین کروڑ روپے تھی ۔ ان تمام جواہر میں سے چھیاسی لاکھ روپے کے جواہر انتخاب کیے گئے اور بے بدل خاں کے حوالے ہوئے اور ایک لاکھ تولہ اصلی سونا کہ جو دو لاکھ پچاس ہزار (۲۵۰۰۰۰) مثقال کے برابر ہوتا ہے اور

جس کی قیمت چودہ لاکھ روپے ہوتی ہے۔ (بے بدل خاں کو) حکم ہؤا کہ وہ ایک تخت سوا تین گز لمبا ، ڈھائی گز چوڑا اور پانچ گز اونچا اپنی نگرانی میں بنوائے۔ اس کی چھت اندر سے مینا کار اور کسی قدر مرصع ہو اور باہر سے اس میں لعل و یاقوت جڑے ہوں۔ وہ چھت بارہ زمردیں ستونوں پر قائم ہو اور اس کے اوپر چمک دار جواہر کے دو تاج والے مور ہوں اور دونوں موروں کے درمیان میں ایک درخت ہو ، جو لعل ، الماس ، زمرد اور مروارید سے مرصع اور آراستہ ہو اور چڑھنے کے لیے تین سیڑھیوں کا زینہ ہو کہ جس میں چمک دار جواہر جڑے ہوں اور گیارہ مرصع تختے کہ [۴۰۶] جو تخت کو احاطہ کیے ہوئے ہوں۔ ان کے ساتھ تکیہ لگایا جائے اور درمیان کے تختے پر بادشاہ ہاتھ رکھے گا اور تکیہ لگا کر بیٹھے گا۔ ان (جواہرات) کی قیمت دس لاکھ روپے ہے اور ان کے درمیان میں ایک لعل ہے کہ جس کی قیمت ایک لاکھ روپے ہے[1]۔ یہ لعل شاہ عباس صفوی نے بطور تحفہ جہانگیر بادشاہ کو بھیجا تھا اور اس نے دکن کی فتح کے صلے میں شاہ جہان بادشاہ کو دیا۔ پہلے اس پر امیر تیمور ، میرزا شاہ رخ اور میرزا الغ بیگ کے نام نقش تھے۔ انقلاب زمانہ کے بعد جب وہ لعل شاہ عباس صفوی کے ہاتھ آیا تو بادشاہ نے اپنا نام بھی نقش کرایا۔ جہانگیر بادشاہ نے اکبر کے نام کے ساتھ اپنا نام نقش کرایا اور اس کے بعد شاہ جہان بادشاہ نے اپنا نام نقش کرایا۔

شاہ جہان بادشاہ نے آٹھویں سال جلوس میں ۳ شوال ۱۰۴۴ھ (۱۲ مارچ ۱۶۳۵ع) کو اس بے نظیر تخت پر جلوس فرمایا۔ حاجی محمد خاں قدسی نے ''اورنگ شہنشاہ عادل'' سے تاریخ نکالی اور اس کی تعریف میں ایک مثنوی کہی اس کا ایک شعر یہ ہے :

بیت

رساند گر فلک خود را بپایش

دہد خورشید و مہ را رو نمایش

---

۱ - خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۹۳ (ق)

بے بدل خاں نے بھی ایک سو چونتیس شعر کہے کہ بارہ اشعار کے ہر مصرع سے بادشاہ (شاہ جہاں) کی تاریخ ولادت نکلتی ہے اور اس کے بعد کے شمس اشعار کے ہر مصرع سے بادشاہ کی تاریخ جلوس نکلتی ہے اور باقی سو سے اشعار کے ہر مصرع سے آگرہ سے کشمیر جانے کی تاریخ جو ۱۰۴۳ھ (۱۶۳۳-۱۶۳۴ء) ہے۔ پھر آگرہ کی واپسی اور تخت طاؤسی پر جلوس کرنے کی تاریخ نکلتی ہے [۴۰۰ء] اور بے بدل کے نتیجۂ فکر میں سے یہ رباعی بھی مشہور ہے :

رباعی

آں کہ سریرت آسماں پایہ بود
بر ملک جہاں عدل تو پیرایہ بود
تاہست خدا تو نیز خواہی بودن
زیرا کہ ہمیشہ ذات با سایہ بود

اورنگ زیب بادشاہ کے شروع زمانے میں بادشاہ کے حکم کے بموجب اسینا کے اہتمام سے تخت طاؤسی میں مزید ترصیع و ترتیب ہوئی اور اس پر ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ صرف ہوا۔ ۱۱۵۲ھ (۱۷۳۹ء) میں جب نادر شاہ نے دہلی کو اپنے جبروت کا نشانہ بنایا تو وہ بادشاہ وقت (محمد شاہ) سے ہندوستان کے مال غنیمت میں یہ تخت طاؤسی بھی لے گیا۔

(۱۰۰)

باقر خاں نجم ثانی

اس کا سلسلہ مرزا یار احمد اصفہانی تک پہنچتا ہے۔ اس نے پہلے میر نجم گیلانی کی مصاحبت میں، کہ جو شاہ اسماعیل صفوی کا وکیل السلطنت تھا، دیانت اور کار گزاری میں نام پیدا کیا۔ جب میر نجم فوت ہو گیا تو شاہ (اسماعیل صفوی) نے امور وکالت کی ذمہ داریاں اس کے سپرد کر دیں اور نجم ثانی کا خطاب دیا، اس کا مرتبہ تمام عظیم الشان امرا سے بڑھا دیا۔

ع نجم ثانی کہ نباشد بدو کونش ثانی

کہتے ہیں کہ اس کی جاہ و حشمت کا یہ حال تھا کہ تقریباً دو سو بھیڑیں روزانہ اس کے دسترخوان پر خرچ ہوتی تھیں اور ہزار قابوں میں بہترین کھانا ہوتا تھا [۳۰۸] اور سفر میں چالیس اونٹوں کی اس کے باورچی خانے کے لیے ضرورت ہوتی تھی ماوراء النہر کی مہم میں اگرچہ اکیلا گیا تھا مگر تیرہ دیگیں اسی کے مطبخ میں تیار ہوتی تھیں۔

جب میر نجم ثانی کی شوکت و عظمت بہت بڑھ گئی اور اس کو گھمنڈ اور غرور ہو گیا تو اس کو فتح توران پر متعین کیا گیا، شاہ اسماعیل صفوی نے بطور مدد اس کو بابر بادشاہ کے ساتھ بھیج دیا کہ جو اوزبک کے غلبے کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑ چکا تھا اور بابر نے شاہ اسماعیل صفوی سے مدد کی درخواست کی تھی۔ نجم ثانی نے دریا جیحون عبور کر کے بہت قتل و غارت کیا۔ اوزبک شہزادے غجدوان میں کوچہ بند ہو گئے اور میدان جنگ میں کود پڑے۔ امرائے قزل باس نے نفاق اور خیانت کا مظاہرہ کیا اور لڑائی میں سستی برتی۔ میر نجم ثانی نے استقامت دکھائی اور بہت کوشش کی، آخر کو گرفتار ہو گیا۔ ۹۱۸ھ (۱۵۱۲ء) میں عبداللہ خاں اوزبک نے اس (نجم ثانی) کو قتل کرا دیا۔

کہتے ہیں کہ باقر خاں کا باپ مدتوں خراسان کا دیوان رہا۔ نیرنگیٔ فلک سے اس کے حالات خراب ہو گئے۔ باقر خاں برے حالوں ہندوستان میں آیا۔ چونکہ با حیثیت جوان تھا، اکبر بادشاہ کے ملازمین میں شامل ہو گیا اور تین سو کا منصب پایا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جہانگیر کے زمانے میں وہ ولایت سے آیا اور خدمت میں حاضر ہونے کے دن دو سو پچاس سوار کا منصب تجویز ہؤا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں خان جہاں لودی نیا نیا آیا تھا۔ اس نے بادشاہ سے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے؟ جہانگیر نے نجم ثانی کا سب حال بیان کیا۔ خان جہاں نے [۳۰۹] عرض کیا کہ افسوس کہ اس واقفیت کے باوجود یہ منصب! پھر نو سو ذات اور تیس سوار کا منصب ملا۔ چونکہ اس کا نصیبہ مبارک اور

ہور تھا کہ نور جہاں کی بھانجی خدیجہ بیگم کی لڑکی سے اس کی شادی ہو گئی ، فوراً اس پر دولت و امارت کے دروازے کھل گئے ، دو ہزاری منصب ملا ۔ ملتان کی حکومت اور دریائے علم خاں کی موج داری ملی[1] ۔

اس نے محنت اور کارگزاری سے ایک جماعت فراہم کر لی ، دوحوں ، دو دائیوں اور ناہر قبائل سے ، جو ملتان اور قندھار کے علاقے میں بہت آباد ہیں ، پیشکش وصول کرکے حوالے اور بہت سار و سامان کا مالک ہو گیا ۔ باقر آباد ملتان اس کے نام سے مشہور ہے ۔ جہانگیر بادشاہ ، اس پر بہت عنایت کرتا تھا اور ''فرزند'' کے خطاب سے مخاطب کرتا تھا ۔

شہزادہ شاہ جہاں کے ہنگامے میں وہ اودھ کا صوبے دار تھا ۔ ایک آراستہ فوج لے کر بادشاہ جہانگیر کے حضور میں پہنچا ۔ بادشاہ نے اس کو تحسین و آفرین فرمائی ۔ جہانگیر کے آخر زمانے میں وہ اڑیسہ کا صوبے دار مقرر ہؤا اور اس علاقے میں اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ۔

چوتھے سال جلوس شاہ جہانی[2] میں وہ کھیڑہ پاڑہ میں تھا جو چھتر دوار سے دو کوس پر ہے ۔ (کھیڑہ پاڑہ) اڑیسہ اور ولایت تلنگ کے درمیان یک تنگنائے ہے ، وہ اس قدر تنگ ہے کہ اگر بندوقچیوں اور کمان داروں کی ایک چھوٹی سی جماعت اس کے کنارے پر ہو تو عبور کرنے کا راستہ بند ہو جائے ۔ کھیڑہ پاڑہ کے اس طرف چار کوس کے فاصلے پر منصور گڑھ کا قلعہ ہے [۴۱۰] چسے[1] قطب الملک کے غلام منصور نے بنایا تھا اور اپنے نام سے (منصور گڑھ) مشہور کیا تھا ۔ باقر خاں ایک فوج لے کر منصور گڑھ پہنچا اور اس نے اس علاقے میں بہت قتل و غارت گری مچائی ۔ جب قلعے کے قریب پہنچا ، مردانہ وار مقابلہ کیا اور غنیم کو بھاگنے پر مجبور کر دیا ۔ قلعے والے اس کی جرأت اور بہادری دیکھ کر خوف زدہ ہوئے ۔ شرمندہ ہو کر معافی کے خواست گار ہوئے اور قلعہ اس

---

۱ - دریائے کابل کا جنوبی معاون دریا ہے (ب)

۲ - بادشاہ نامہ (جلد اول صفحہ ۳۳۲) میں تیسرا سال جلوس دیا ہے (ب)

کے سپرد کر دیا ۔ اس نے ایک زمانہ اڑیسہ کی صوبے داری میں گزارا اور اس کا باپ ، جو اس کے ساتھ رہتا تھا اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کا حال ٹھیک نہ تھا ، وہیں مر گیا ۔

پانچویں سال جلوس شاہ جہانی میں اڑیسہ کی رعایا کے ساتھ ظلم اور بدسلوکی کرنے کی وجہ سے وہ معزول ہوا ۔ جب بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو چھٹے سال جلوس شاہ جہانی میں گجرات کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ اس کے بعد صوبہ الہ آباد کا ناظم مقرر ہوا ۔ دسویں سال جلوس شاہ جہانی کے شروع یعنی ۱۰۴۷ھ میں وہیں طبعی موت سے مر گیا ۔

وہ شجاعت اور بہادری میں بے مثال اور فنون سپاہ گری میں سرآمد روزگار تھا ۔ تیر اندازی میں بہت مہارت رکھتا تھا ۔ جہانگیر بادشاہ اپنے روزنامچہ (تزک جہانگیری) میں لکھتا ہے کہ ایک رات کو باقر خاں نے میرے سامنے ایک سفید نازک شیشہ مشعل کی روشنی میں لیا اور مکھی کے پر کی برابر کوئی چیز موم سے بنا کر اس شیشے پر چپکا دی ، اس پر ایک چاول اور اس پر ایک کالی مرچ رکھی ۔ پہلے تیر سے مرچ کو ہٹایا اور دوسرے تیر سے چاول کو اور تیسرے تیر سے موم کو شیشے سے ہٹا دیا اور شیشے کو مطلق نقصان نہ پہنچا ۔

کہتے ہیں کہ باقر خاں کرنا باجے کی آواز سن کر اس لیے بہت لطف اندوز ہوتا تھا کہ اس کو رستم بھی سنتا تھا ۔ وہ نوبت خانے کو بہت تکلف سے آراستہ رکھتا تھا ۔ ایک دن حکیم رکنائی کاشی [۴۱۱] اس سے ملنے گیا ۔ اس کے سامنے بھی کرنا بجایا ۔ حکیم نے کہا نواب سلامت! رستم کبھی کبھی کرنا سنتا تھا ۔ باقر خاں نظم و نثر اور خوش خطی میں خوب مہارت رکھتا تھا ۔ اس نے ایک دیوان مرتب کیا تھا[۱] یہ اشعار

---

۱ ۔ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں یہ دیوان موجود ہے (ایتھے ۸۵۸ ، ریو ۶۰۳ الف ۶۸۸) (ب)

سی کے ہے :

اشعار

سوئے چمن خرام و بریز آبروئے گل
تابعد ازیں نگاہ نکند کس بسوئے گل
آں شعلہ نیست کز حسد روی چوں سہپ
گردیدہ است شعلہ گرہ بر گلوئے گل
باقر اگر رود نگستاں بغیر دوست
خارس بدیدہ گر اظر افتد بروئے گل

اس کا لائق بیٹا مرزا صابر آغاز جوانی میں مر گیا ۔ اس کے دوسرے بیٹے مرزا ماہر خاں کا حال علیحدہ تحریر ہؤا ہے ۔

(۱۰۱)

بہر جی زمین دار بگلانہ

اس علاقے کی زمین داری چودہ سو سال سے اس کے بزرگوں کے قبضے میں تھی ۔ یہ اپنے کو راجا جے چند راٹھور کی اولاد میں سے کہتا تھا کہ جو قنوج کا راجا تھا ۔ اس علاقے کا جو حاکم ہوتا تھا اس کو ''بہر جی'' کہتے تھے ۔ پہلے زمانے میں ان کا سکہ چلتا تھا ۔ چوں کہ یہ علاقہ گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہے ، اس لیے یہاں کے زمیندار جدھر طاقت زیادہ دیکھتے تھے ، اسی کی اطاعت کرتے تھے ۔ مدت سے گجرات کو پیش کش دیتے تھے ، خاندیس کے حکمران قریب ہونے کی وجہ سے اپنا غلبہ دکھاتے تھے ۔

۹۸۰ھ (۱۵۷۲ع) میں گجرات کا ملک اکبر بادشاہ کے قبضے میں آیا ، بادشاہ بندر سورت میں مقیم [۳۱۲] ہؤا تو بہر جی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور بادشاہ کے بہنوئی میرزا شرف الدین حسین کو حضور پیش کیا کہ جس نے بغاوت اختیار کرکے دکن کا ارادہ کیا تھا ۔ جب وہ (مرزا اشرف الدین حسین) اس (بہر جی) کے علاقے سے گزرا تو اس نے

گرفتار کر لیا تھا ۔ بادشاہ نے بھرجی پر بہت عنایت فرمائی ۔

چونکہ یہ علاقہ (بگلانہ) ایک طرف خاندیس سے اور دوسری طرف گجرات سے ملا ہؤا تھا ، اس لیے شاہی حکومت کے درمیان میں تھا ۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب نے اپنی پہلی صوبے داری کے زمانے میں محمد طاہر کو، جسے بعد میں ''وزیر خاں'' کا خطاب ملا ، مالوجی دکنی ، زاہد خاں کوکہ اور سید عبدالوہاب خاندیسی کے ہمراہ بگلانہ کی فتح کے لیے مقرر کیا ۔ محاصرہ کے بعد فتح پانے والے بہادروں کی کوشش سے قلعہ سونہر فتح ہؤا کہ جو وہاں کے حاکم کا صدر مقام تھا ۔ بھرجی نے اسی سال کو مصالحت کے لیے بھیجا اور عہد و پیمان کے بعد بارہویں سال جلوس شاہجہانی میں قلعہ سپرد کر دیا ، بھرجی شہزادے کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ شاہجہاں بادشاہ نے اسے تین ہزاری ذات ، دو ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت فرمایا ۔ اس کی درخواست کے مطابق پرگنہ سلطان پور ، کہ جو دکن کے مشہور قحط[1] کی وجہ سے ویران پڑا تھا ، بطور وطن اس کو مرحمت کر دیا ۔ ملک بگلانہ خاندیس کے صوبے میں شامل ہو گیا اور رام گیر ، جو بگلانہ کے مضافات میں واقع ہے ، بھرجی کے داماد سوم دیو کے قبضے سے نکل لیا ۔ چونکہ اس کا خرچ آمدنی سے زیادہ تھا ، اس لیے بھرجی کے سپرد کر دیا [۴۱۳] اور سالانہ دس ہزار روپیہ پیش کش مقرر ہو گئی ۔

بھرجی کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے بیرم شاہ کو شاہجہاں بادشاہ نے مسلمان کر لیا ، ''دولت مند خاں'' کا خطاب دیا ۔ ایک ہزار پانسو کا منصب ملا اور سلطان پور کی بجائے پرگنہ پونار ، خاندیس بطور انعام مرحمت ہؤا ۔ (دولت مند خاں) عالم گیر بادشاہ کے زمانے تک زندہ تھا ۔ اس قصبے (پونار) میں اس نے عالیشان عمارتیں بہت تکلف سے بنوائیں کہ اس کی یادگاریں اب تک باقی ہیں ۔

---

۱ - یہ قحط ۱۶۳۰ء میں پڑا تھا (پادشاہنامہ جلد اول صفحہ ۳۶۲ (ب)

بیت

ز نقش و نگار در و دیوار شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

یہ علاقہ زیادہ تر پہاڑی ملک ہے۔ اس کی لمبائی سو کوس اور چوڑائی ستر کوس ہے۔ مشرق میں کالنہ و ندر بار، مغرب میں سورت، شمال میں تپلی و بدھیا حل اور جنوب میں سنھا چل (پہاڑ) واقع ہے کہ جس کی چوٹی کے اوپر ناسک وغیرہ واقع ہیں۔ پہلے یہ علاقہ تین ہزار سوار اور سو ہزار پیادوں کے زمرے میں شمار ہوتا تھا۔ اس میں دو بڑے شہر سلیر اور چنتا پور تھے، اب وہ ایک گاؤں سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس میں سات مشہور قلعے ہیں اور وہ سب پہاڑ ہیں، ان میں دو قلعے سب مشہور تر ہیں : سالہیر، اورنگ گڑھ کے نام سے موسوم ہے، (قلعے سے) ایک کوس کے فاصلے پر آباد قصبہ ہے۔ موسن دریا بہتا ہے جو اورنگ آباد سے ساٹھ کوس کے فاصلہ [۱۰۴] پر ہے اور سالہیر سلطان گڑھ کے نام سے موسوم ہے، وہاں بہت بلند قلعے اور بھری چوٹیاں ہیں۔

بیت

چہ سالہیر فرزند عرش مجید
برفعت بود از پدر ہم رشید

دوسرے قلعے، بن گڑھ، جولہیر، بیسول، نانیہ اور سالوتہ ہیں۔ یہ علاقہ شادابی، سیرابی، پھل دار درختوں کی کثرت، مختلف قسم کی نباتات، آموں کی فراوانی اور پسندیدہ چاولوں کے لحاظ سے دکن کی بہترین جگہ ہے۔ پہلے حکام کے زمانے میں دس لاکھ روپیہ حاصل ہوتا تھا۔ ساڑھے چھ کروڑ دام، اس کی جمع بندی ہوتی تھی۔ جب قحط میں ویران ہو گیا اور مسلسل شاہی لشکروں سے روندا گیا تو فتح کرنے کے بعد چار لاکھ روپیہ سالانہ مقرر ہوا۔ آج کل اس میں سے گیارہ ہزار روپے دفتر میں کم کر کے تنخواہ دکھاتے ہیں۔ پہلے بتیس پرگنے اس میں شمار

ہوتے تھے آج کل ان میں ستائیس ہوگئے ، تین چار محال میں شامل ہیں ۔ (باقی) ختم ہو گئے ۔ اس علاقے کے جو دیہات کوہستان میں جولا کی طرف واقع ہیں ، ان سے بہت کم آمدنی ہوتی ہے اور وہ بھیلوں کے قبضے میں ہیں[1] ۔

۱۰۲
بہادر خاں روہیلہ

دریا خاں داؤد زی کا لڑکا ہے ۔ باپ کی زندگی میں حسن خدمات کی بدولت [۵۰۴] شہزادہ شاہجہاں سے تعارف کا شرف حاصل ہو گیا ۔ جب اس کا باپ (دریا خاں) بیوفائی دکھا کر شاہزادے سے علیحدہ ہو گیا تو بہادر خاں نے مزید تعلق پیدا کر لیا اور اس سے علیحدگی اختیار نہیں کی ۔ شاہجہاں کے تخت نشین ہونے کے بعد چار ہزاری[2] ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ سرکار کالپی کی[3] جاگیر اور اس علاقے کے سرکشوں کی تنبیہ و تادیب اس کے سپرد ہوئی ۔

جب پہلے سال جلوس شاہجہانی میں بد بخت ججھار نے بغاوت کی اور اوندچھہ[4] (اوچھہ) میں قلعہ بند ہو گیا تو شاہی فوجیں ہر طرف سے اس کے علاقے کی طرف چل پڑیں ۔ عبداللہ خاں فیروز جنگ ، بہادر خاں کے ہمراہ کالپی کی طرف سے آیا جو اس (ججھار) کے علاقے کے مشرق میں ہے اور قلعہ ایرج پر ، کہ جس کا ہر برج بلندی میں آسمان کا مقابلہ کرتا تھا ، فوراً حملہ آور ہوئے ۔ دشمن نے ان بہادروں پر ہجوم کیا اور ہنگامہ کار زار شروع ہوگیا ۔ بہادر خاں اپنے ماتحتوں کے ساتھ پیدل ہو گیا اور ایک صف شکن ہاتھی کو آگے کر کے ہوا کی طرح دروازے پر

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۱۰۱—۱۰۲

۲ ۔ پادشاہنامہ جلد اول صفحہ ۱۱۷ (ب)

۳ ۔ پادشاہنامہ جلد اول صفحہ ۱۹۱ (ب)

۴ ۔ بیوریج نے اسے ارچھ لکھا ہے اور جھانسی کے ضلع میں بتایا ہے ۔

پہنچ گیا ۔ اس اہرمن (فاعل شر) نہاد (ہاتھی) کی مدد سے دروازہ توڑ کر بہت بھرتی سے قلعے میں داخل ہو گیا ۔ بہت سے سیاہ فام ہندو قتل ہوئے اور اس (بہادر خاں) کو فتح نصیب ہوئی ۔ اس نمایاں بہادری اور مناسب فتح کے بدلے میں (بہادر خاں) کو نقارہ مرحمت ہؤا ۔

اس کے بعد اعظم خاں ، ناظم دکن کی ہمراہی میں (بہادر خاں) خان جہاں لودی کے استیصال پر مقرر ہؤا ۔ جب اعظم خاں فوج کشی کر کے راجوری بیر میں خان جہاں کے سر پر پہنچا وہ کل تین سو پچاس سواروں کے ساتھ نکلا اور بہت متانت و استقلال کے ساتھ چل دیا ۔ [۴۱۶] جب شاہی فوج کی کوئی جماعت اس کے قریب پہنچتی تھی تو وہ لوٹ لیتا تھا اور اپنی تیر اندازی سے ان کو روک دیتا تھا ۔ جب خان جہاں لودی راجوری پہاڑ کے پاس آیا ، بہادر خاں بہت تیزی سے اس کے پاس پہنچا اور اس (خان جہاں لودی) کے بھتیجے بہادر خاں سے ٹکر ہو گئی جو ایک ہزاری منصب دار تھا اور اپنی بہادری اور جرأت کے لیے مشہور تھا ۔ بہادر خاں روہیلہ نے اس مقابلے میں بہت ہمت اور دلیری دکھائی کہ رستم و اسفندیار کی داستان بھی ماند پڑ گئی ، لیکن ساتھیوں کی کمی کی وجہ سے کام بہت مشکل ہو گیا ، وہ پیادہ ہو گیا اور وہ مخالف کی تلوار کے اوپر پروانہ کی طرح گرتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ وہ تیر کے دو زخم کھا کر زمین پر گر گیا ، ایک زخم چہرے پر اور ایک پہلو میں تھا ۔ دشمنوں نے چاہا کہ اس کا سر کاٹ لیں ۔ بہادر خاں نے شور مچایا کہ میں دریا خاں کی یادگار اور اس کا بیٹا ہوں اور تمہارا خانہ زاد ہوں ۔ خان جہاں نے لوگوں کو منع کر دیا ۔

اس کے بعد چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں جب اعظم خاں نے قندھار کی فتح کے بعد بھالکی اور چتکونہ پر حملہ کرنے کی غرض سے دریائے ماہرا کے کنارے فوجی کیمپ قائم کیا تو یہ طے کیا کہ وہاں پہنچنے سے اس وقت تک جبکہ فوج اپنی اپنی جگہ پر خیمے نہ لگا لے

فوج کی ہر جماعت چند سرداروں کے ساتھ باری باری لشکر سے ایک کوس کے فاصلے پر کھڑی رہے اور نگہبانی کرے تاکہ لشکر کے آدمی گھاس اور لکڑی اطمینان کے ساتھ لا سکیں۔ جب بہادر خاں روہیلہ کی باری آئی تو وہاں غنیم کا کوئی نشان نہ تھا، لہٰذا وہ جماعت، احتیاط کو نظر انداز کر کے تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ لشکر گاہ سے آگے جا کر بیٹھ گئی۔ اتفاقاً وہاں سے ایک گاؤں [ے ۱۴] قریب تھا وہاں کے آدمی اہل لشکر کے ہاتھ سے اپنے مال اور مویشیوں کی حفاظت کرنے کی غرض سے جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ بہادر خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ دوسرے امیروں کے ساتھ مدد کے لیے پہنچا مگر یہ ایک ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ رندولہ خاں عادل خانی تمام دشمنوں کے ساتھ آ گیا، امرا نے بہت بہادری دکھائی اور بہت سعی و کوشش کی۔ جب انہوں نے کامیابی نہ دیکھی تو گھوڑوں سے اتر پڑے اور سخت بہادری کا مظاہرہ کیا۔ شہباز خاں، جو تین ہزاری امیروں میں سے تھا، مارا گیا۔ بہادر خاں اور یوسف محمد خاں تاشکندی زخموں سے بے ہوش ہو گئے، دشمن ان کو اٹھا کر لے گیا اور بے جاپور میں قید کر دیا۔

جب پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں یمین الدولہ مملکت عادل شاہی پر حملہ کرنے کے لیے مقرر ہوا اور وہ بیجا پور کے قریب پہنچا تو عادل شاہ نے ان دونوں (بہادر خاں اور یوسف محمد خاں تاشکندی) کو رہا کر دیا۔ بہادر خاں بادشاہ (شاہجہاں) کے حضور میں حاضر ہوا، اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور اس پر مزید شاہی عنایات ہوئیں۔ اور اس کو از سر نو کالپی، قنوج اور اس محال کے قرب و جوار کی جاگیرداری ملی اور دریا خاں روہیلہ ملکوسہ کے سرکشوں کی گو شمالی کے لیے مقرر ہوا۔ اس علاقے کے تمام سرکشوں میں یہ لوگ کثرت اور قوت میں مشہور تھے۔ وہاں رعیت سے لے کر سپاہی تک کوئی بغیر ہتھیار کے نہیں رہتا ہے حتیٰ کہ کسان بھی ہل چلانے کے وقت بندوق بھر کر ہل سے باندھ لیتے ہیں اور فتیلہ روشن کر کے اپنے کام (ہل چلانے)

میں مشغول ہو جاتے ہیں ۔ اس اعتبار سے ان پر رعیت کا مطلق اطلاق نہیں ہوتا ہے (بلکہ وہ تو سپاہی ہیں) ۔

اس زمانے میں بیر گاؤں کے مقام پر ، جو ان کی سب سے مضبوط جگہ [۲۱۸] ہے ، جمع ہوئے اور پہلے سے بھی زیادہ شورش و فساد پر آمادہ ہو گئے ، ایک دم رعایا ہونے کا خیال ترک کر کے فساد شروع کر دیا ۔ تائید ایزدی نے بہادر خاں روہیلہ کی ہمت بندھائی ، وہ اچانک ان بد عاقبتوں کے سر پر پہنچ گیا ، ان کے درمیان سخت مقابلہ ہوا ۔ بہادر خاں اللہ کی حمایت کو ڈھال بنا کر ایک دیوار تک پہنچا ۔ دشمنوں نے بھی کوئی کمی نہیں کی اور بہت بہادری اور ہمت کا مظاہرہ کیا ۔ آخر میں دست و گریباں ہو کر خوب مقابلہ ہوا ۔ بہادروں کی کوشش سے بہت سے دشمنوں کے سر قلم ہو گئے اور جو تلوار سے بچے ، وہ بھاگ گئے ۔ بہادر خاں نے اس مقام کو برباد کر دیا اور اپنے مقام پر واپس آ گیا ۔ یہ ایسی فتح تھی کہ اس فساد انگیز زمین میں کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھی اور (بہادر خاں کی) بہادری کا لوگوں کے دلوں پر نقش بیٹھ گیا ۔

اس کے بعد بہادر خاں روہیلہ نے راجا ججھار سنگھ بندیلہ کے تعاقب میں ، عبداللہ خاں فیروز جنگ اور خان دوراں بہادر کے ہراول کی حیثیت سے بہت کوششیں کیں ۔ وہ بد بخت گڑھ اور لانجی سے گزر کر چاندا کے علاقے میں آیا ۔ بہادر خاں اس کا تعاقب کر رہا تھا ۔ چونکہ اسے کچھ تکلیف تھی ، اس لیے اس نے اپنے چچا نیک نام کو کچھ لوگوں کے ساتھ آگے بھیج دیا تاکہ وہ اس کو اپنی طرف متوجہ رکھے ۔ ججھار نے جب اس کی جسارت کو دیکھا تو اس نے واپس لوٹ کر اس کو گھیرے میں لے لیا ۔ نیک نام زخمی ہو کر سات آدمیوں کے ساتھ بیچ میں گھر گیا ۔ اسی درمیان میں اتفاق سے بہادر خاں ، خاندوراں کے ساتھ پیچھے سے پہنچ گیا اور اس کے اوپر حملہ آور ہوا اور بد قسمت

گروہ کو بنات‌النعش کے ستاروں کی طرح متفرق کر دیا[1] -

جب عبداللہ خاں [۹۱۴] فیروز جنگ نے چنپت بندیلہ کے برباد کرنے میں سستی اور دیر کی تو تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں بہادر خاں ، اسلام آباد کی جاگیر پر مقرر ہؤا اور اس ظالم کے دفع کرنے کے لیے روانہ ہؤا - لیکن خود غرضوں نے موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ بندیل کھنڈ کو " روہیل کھنڈ " (ملک‌روہیلہ) بنانا مناسب نہیں ہے ، بہادر خاں جلد ہی معزول ہو گیا - اس کے بعد مہم جگتا اور مئو کی فتح میں اس نے بہت شجاعت اور بہادری دکھائی اور اپنی کوشش دنیا پر آشکارا کر دیں - بہادر خاں کے ساتھی اپنے سردار کی کار فرمائی دیکھ کر مقتولوں کی لاش کی سیڑھی بنا کر دشمن کی مور چال پر چڑھ گئے - اس دن بہادر خاں کے ماتحتوں میں سے سات سو افغان کام آئے - بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ملتان کی حفاظت پر مقرر ہؤا - چونکہ فصل ربیع میں وہ بغیر جاگیر کے تھا ، اس لیے دیوانی کے پیشکاروں کو حکم ہؤا کہ اس کی تنخواہ کو مطالبہ میں مجریٰ کر دیں -

بہادر خاں بلخ کی مہم میں شہزادہ مراد بخش کا ہراول مقرر ہؤا ، اس نے بہت ہمت و مردانگی دکھائی - جب شہزادہ درۂ طول کے پاس ، کہ جو شاہی قلم رو اور ملک بدخشاں کی سرحد پر ہے ، پہنچا تو اصالت خاں ، سرکاری بیل داروں اور کئی ہزار مزدوروں کے ساتھ ، کہ جن کو امیر الامرا علی مردان خاں علاقہ کابل سے جمع کر کے لایا تھا ، مقرر ہؤا کہ سراپالا تک ، لمبائی میں ایک کوس اور اونچائی میں دو گز بادشاہی ، اور سرا زہریں ، کہ جو بدخشاں کی طرف ہے ، نصف کوس تک اور بعض جگہ کم و بیش دو ڈھائی کوس تک راستے سے برف

---

۱ - ملاحظہ ہو پادشاہنامہ جلد اول (حصہ دوم) صفحہ ۱۰۶ وغیرہ و خافی خاں جلد اول صفحہ ۵۰۹ وغیرہ (ب)

اٹھا کر ادھر ادھر ڈال دیں اور ایسا راستہ بنا دیں [۴۲۰] کہ اونٹ بوجھ کے ساتھ گزر جائے اور باقی جگہ کو اس طرح درست کر دیں کہ گھوڑا اور اونٹ گزر جائے۔

جب یہ کام ان سے پورا نہ ہؤا اور بغیر اس کے درہ عبور کرنا ممکن نہ تھا تو بہادر خاں، اصالت خاں کے ساتھ اپنے تمام پیادہ اور سواروں کو لے کر برف اٹھانے اور راستہ بنانے میں لگ گیا۔ لشکریوں کا جہاں تک ہاتھ پہنچتا تھا، برف کو کھود کر ہاتھ اور دامن میں لے کر راستے سے ہٹاتے تھے۔ بہادر خاں کی بہت کاوش سے ایک کوس تک دو گز چوڑا راستہ بن گیا، اگرچہ وہاں بہت برف تھی۔ جب شہزادہ مراد بخش وہاں پہنچ گیا تو نذر محمد خاں والی توران نے یہ مشہور کر دیا کہ وہ باغ مراد ایک ضیافت کے سلسلے میں جا رہا ہے اور اس بہانے سے وہ شرغان کی طرف چلا گیا۔ بہادر خاں، شہزادے کے اشارہ پر اصالت خاں کے ہمراہ اس کے تعاقب میں روانہ ہؤا۔ قریب دس ہزار اوزبک اور امان سوار نذر محمد خاں کے پاس جمع تھے۔ جب انہوں نے بادشاہی فوج کی آمد سنی تو غارت گری اور قید ہونے کے ڈر سے اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو لے کر اندخود کی طرف چلے گئے۔ نذر محمد خاں قلیل جماعت کے باوجود لڑائی کے لیے تیار ہو گیا اور شرغان سے چار کوس کے فاصلے پر لڑائی شروع ہوئی۔ لڑائی کے شروع ہوتے ہی، کہ ایسی خوف ناک آوازیں ان کے کان میں کبھی نہ پڑی تھیں، وہ ہمت ہار بیٹھے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجبوراً نذر محمد خاں بغیر مقابلے کے باگ موڑ کر اندخود چلا گیا اور وہاں سے خراسان کا راستہ لیا۔

بہادر خاں کے منصب میں اگرچہ اضافہ ہؤا مگر ایسی حالت میں کہ یہ تعاقب کا وقت تھا اور تھوڑی سی دوڑ دھوپ سے یقین تھا کہ نذر محمد خاں گرفتار ہو جاتا مگر بہادر خاں روہیلہ نے عمداً پہلو تہی کی یا بظر [۴۲۱] ہمراہیوں کی سستی کی وجہ سے یا کوئی دوسری مصلحت

ہوگی مگر اس نے کام انجام کو نہ پہنچایا ، یہ بات بادشاہ کے ذہن میں بیٹھ گئی ۔

چونکہ شاہزادہ مراد بخش اس ولایت میں قیام پذیر نہ ہؤا اور شاہجہان بادشاہ کی بغیر اجازت کابل چلا گیا ، اس لیے بلخ کی صوبے داری اور اس ولایت کا انتظام باتفاق اصالت خان ، بہادر خان کے سپرد ہؤا ۔ اس کے بعد جب شاہزادہ محمد اورنگ زیب اس ولایت میں پہنچا تو بہادر خان اوزبکوں کی لڑائی میں ہراول پر مقرر ہؤا کہ جو ٹڈی دل سے بھی زیادہ تھے ۔ اس نے بہت بہادری اور مردانگی کے کارنامے انجام دیے ۔

جب اس علاقے سے واپسی ہوئی تو لشکر کے پیچھے آنے والی حفاظتی فوج اس کے ماتحت ہوئی اور لشکر کو گزارنے میں بہت مصیبتیں اٹھانی پڑیں ۔ جب تنگ شر کے درے پر پہنچے کہ جو ہندوکوہ سے دو منزل ہے ، اس میں ایسا نشیب ہے کہ جس کا راستہ بہت مشکل ہے اس وقت برف گرنی شروع ہو گئی ۔ تمام رات اور دوسرے دن دوپہر تک (برف) پڑی ۔ سینکڑوں مصیبتوں کے بعد فوج اور لشکر کو اس درے سے گزارا ۔ اس دوران میں برف کی شدید بارش کی وجہ سے ایک رات اور ایک دن اور ٹھہرنا پڑا ۔ ہزارہ (قبائل) کے بخیل لوگوں نے مال لوٹنے کی امید میں لشکر کے آدمیوں پر ہلہ بول دیا ۔ بہادر خان نے اپنی خوش قسمتی سے اس مفسد گروہ کو سزا دے کر ناکام بھگا دیا ۔ جب ہندو کوہ کے درے میں پہنچے تو وہاں ایک دن ٹھہر کر پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو آگے بڑھایا اور اس کے بعد خود گزرا ۔ راستے کی دشواری ، ہوا کی زیادتی اور برف کی افراط سے شروع سے [۴۲۲] آخر تک دس ہزار جان دار ہلاک ہوئے جن میں نصف انسان اور نصف مویشی تھے اور بہت سا سامان برف کے نیچے دبا ہؤا رہ گیا ۔

جب بہادر خان درے سے باہر آیا تو ذوالقدر خان کہ جس کے ذمے بادشاہی خزانے کی حفاظت تھی ، بار برداروں کے کم ہو جانے کی وجہ پیچھے رہ گیا ۔ بہادر خان نے اپنے اونٹوں پر ، جو باقی رہ گئے تھے ،

اسباب اٹھایا اور خزانہ لادا اور بقیہ اس نے گھوڑ سواروں او شتر سواروں میں تقسیم کر دیا ۔ ہزارہ (قبائل) سے ہر جگہ مقابلہ ہوا اور شہزادے کے چودہ روز کے بعد وہ کابل پہنچا ۔

اگرچہ بہادر خاں نے اس مہم میں نمایاں طور سے بہت مناسب کوششیں کیں لیکن بعض لوگوں نے شاہجہاں بادشاہ کے یہ ذہن نشین کر دیا کہ ندر محمد خاں کے تعاقب اور اوزبکوں کے غلبے کے وقت سعید خاں کی مدد میں بہادر خاں نے چشم پوشی کی ۔ اتنی مصیبتوں اور منصبوں کے باوجود سرکار کالپی اور قنوج کی جاگیر ، کہ جس سے وہ بارہ ماہ کی آمدنی حاصل کرتا تھا ، سرکار خالصہ کے تیس لاکھ روپے کے مطالبے میں ضبط ہو گئی ، اس سے وہ بہت آزردہ دل ہو گیا ۔

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار کی پہلی مہم پر مقرر ہوا ، اس مضبوط قلعے کے محاصرے میں ماشوری دروازہ کے سامنے بہادر خاں نے مور چال قائم کیا ۔ ۱۹ رجب ۵۹ ۱ھ (۱۹ جولائی ۱۶۴۹ع) کو ضیق‌النفس کے مرض میں اس کا انتقال ہو گیا[۱] ۔ شاہزادہ (اورنگ زیب) اور جملۃالملکی سعداللہ خاں نے اس کے ہر ایک ماتحت کو ، جو دو ہزار سوار تھے ، اور سب مناسب خدمت کرنے والے تھے ، منصب [۴۲۳] اور مصارف مقرر کر دیے اور ایک جماعت کی نگاہ داشت کی اور باقی سپاہیوں کو دوسرے امیروں نے سنبھالا ۔

شاہجہاں بادشاہ نے اس کے بڑے لڑکے دلاور کو جس کی پندرہ سال کی عمر تھی ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب مرحمت فرمایا اور باقی چھ لڑکوں میں سے ہر ایک کو ، کہ جو خورد سال تھے ، مناسب عہدے مقرر کیے ۔ ہاتھیوں کے علاوہ بہادر خاں کا تمام ، مال اس کے لڑکوں کو ملا ۔

---

۱ ۔ نواب غلام حسین خاں نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے

(باقی صفحہ ۴۱۹ پر)

کہتے ہیں کہ اس (بہادر خاں روہیلہ) نے بادشاہ کے کاموں میں ایسی جاں فشانی اور خیر خواہی دکھائی کہ اس کے باپ (دریا خاں) کی غیر وفاداری سے بادشاہ شاہ جہاں کے دل میں ، جو کدورت پیدا ہو گئی تھی ، وہ بالکل ختم ہو گئی - کہتے ہیں کہ بہادر خاں ہمیشہ افسوس کیا کرتا تھا کہ وہ بیجا پوریوں سے اپنا انتقام نہ لے سکا اور اس بات کی شرمندگی اسے ہمیشہ رہی گویا کہ اس کے چہرے سے ظاہر ہوتی تھی -

اس کے لڑکوں میں[1] سے ایک عزیز خاں بہادر ہے کہ جس نے انچاسویں سال جلوس عالمگیری میں واکنکیرہ کے محاصرے میں بہت بہادری دکھائی - بادشاہ نے اس پر مزید عنایت فرمائی اور اس کے خطاب میں لفظ ''چغتائی'' کا اضافہ ہو گیا[2] -

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۸)

فخر ہندوستان بہادر خاں کہ جہاں قائل شجاعت اوست
مرد و داغ فراق ، راہگزاشت داغ جان درمین رحلت اوست
ملاحظہ ہو تاریخ شاہجہاں پور از صبیح الدین صفحہ ۹۶ لکھنؤ ۱۹۳۲ع (ق)

۱ - بہادر خاں کے دس لڑکے دلاور خاں ، غیرت خاں ، مظفر خاں ، اختیار خاں ، بختیار خاں ، فتح خاں ، حسین خاں ، دلیر ہمت خاں ، رن مست خاں اور عزیز خاں تھے، (تاریخ شاہ جہاں پور صفحہ ۱۰۳) بہادر خاں نے شاہ جہاں بادشاہ کے نام پر مشہور شہر شاہ جہاں پور (یوپی) آباد کیا - اس کی آبادی کا آغاز ۱۰۴۷ھ میں ہؤا۔ قلعہ ۱۰۵۷ھ میں بن کر مکمل ہؤا (تاریخ شاہ جہاں پور صفحہ ۱۲) (ق)

۲ - نواب عزیز خاں کا انتقال ۱۱۳۵ھ میں ہؤا ان کے مزید حالات کے لیے دیکھیے تاریخ شاہ جہاں پور صفحہ ۱۰۹—۱۱۲ (ق)

(۱۰۳)
پردل خاں

پیرا نام[1] دلاور خاں برہج کا لڑکا ہے[2] وہ (دلاور خاں) شاہ جہان بادشاہ کے قدیم نوکروں میں سے ہے۔ اپنے افلاس اور مصیبت کے زمانے میں اس نے اخلاص ، وفا ، خدمت اور بندگی کی وجہ سے نیک طینت شاہ زادے کے دل میں جگہ پیدا کر لی اور اس مختصر جماعت میں وہ شامل ہو گیا کہ جو شاہ جہاں کے تمام ملازمین میں سب سے زیادہ اس سے قرب اور اعتبار رکھتی تھی۔ شاہ جہان بادشاہ کے تخت نشیں ہونے کے بعد وہ چار ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر [۴۲۴] سرفراز ہؤا اور اس کو میوات کی فوج داری ملی ۔ اس کے بعد جون پور اس کی جاگیر میں مقرر ہؤا ۔ چوتھے سال جلوس شاہ جہانی میں وہ اپنے لڑکے پیرا کے ہمراہ جون پور سے آیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا ۔ چونکہ اسی دوران میں فتح مند فوجیں نظام شاہیوں کے استیصال اور اس مملکت کو فتح کرنے کے لیے متعین ہوئی تھیں ۔ یہ بھی اس لشکر منصور کے ساتھ بھیج دیا گیا ۔ اس کے سواروں کے منصب میں بحیثیت ذات کے اضافہ ہؤا ، اس کے لڑکے کا منصب اصل و اضافہ کے بعد ہزاری ہوگیا اور لڑکے کو "پردل خاں" کا خطاب ملا ۔ یہ دیر میں مہربان ہونے والا اور جلدی تکایف پہنچانے والا آسمان نہیں چاہتا ہے کہ کوئی ثروت اور دولت سے بہرہ ور ہو اور کامیابی سے زندگی گزارے ۔ اسی سال اس کا انتقال ہو گیا ۔

اس خاندان (تیموریہ) کے سلاطین اپنے قدیم خانہ زادوں کے حال کا

---

۱ ۔ اختلاف نسخ میں "پیرا" ہے اور بادشاہ نامہ میں بھی "پیرا" لکھا گیا ہے (ق)

۲ ۔ بھڑیچ ، افغانوں کا ایک قبیلہ ہے ممکن ہے یہ بھڑیچ ہو ۔ دلاور خاں کا منصب چار ہزار ذات اور چار ہزار سوار کا تھا اور شاہ جہان بادشاہ کے چوتھے سال جلوس میں اس کا انتقال ہؤا (ق)۔

خیال رکھتے ہیں ، اس لیے بادشاہ کی مہربانی اور قدر شناسی سے پردل خاں کے منصب میں برابر اضافہ ہؤا، دسویں سال جلوس شاہ جہانی میں دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہؤا اور راجا جگت سنگھ کی بجائے بنگش پائیں کی تھانے داری پر مقرر ہؤا۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں عزیز اللہ خاں کے انتقال کی وجہ سے قلعہ بست کی حفاظت پر روانہ ہؤا اور بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کی جمعیت میں ہزار سوار کا اضافہ ہؤا ۔

چونکہ شاہ عباس ثانی دارائے ایران نے قندھار فتح کرنے کا ارادہ کر لیا تھا ، اس مقصد کے لیے فراہ سے چل دیا اور اس نے محراب خاں کو قلعہ مذکور کی فتح کے لیے نامزد کیا ۔ حسن زمانے میں کہ یہ ولایت ، علی مردان خاں کو تفویض ہوئی [۴۲۵] تو (محراب خاں) بست کا قلعے دار تھا اور وہ شاہی امرا سے مقابل ہؤا ۔ قلیج خاں نے اس قلعے (بست) کو اس سے غلبہ واستیلا کے ذریعے حاصل کرکے اس کو اماں دے دی اور ایران بھیج دیا ۔ (محراب خاں جب قندھار کی فتح پر مقرر ہؤا) تو اس نے نئے قلعے کو ، جو شاہ جہاں، کے حکم سے پرانے قلعے کے قریب بنا تھا اور بہت مضبوط تھا ، فتح کرنا ناممکن سمجھا اور پرانے قلعے کو فتح کرنا آسان سمجھا ۔ اس نے مور چال تقسیم کر دی ، پردل خاں نے اس کے مقابل جا بجا اپنے آدمی نگہبانی کے لیے مقرر کر دیے اور خود تمام جگہوں کی معلومات کرتا تھا ۔ توپ اور بندوق سے مخالف کو نقصان پہنچاتا تھا ۔ ابتدائے محاصرہ سے چون دن تک قتل کی آگ گرم رہی ، دونوں طرف سے کچھ مقتول اور کچھ مجروح ہوئے۔ پردل خاں کے ماتحتوں میں سے ، کہ کل چھ سو سوار تھے ، ان میں سے تین سو اور مغلوں کے اس سے کئی گنا ، موت کے گھاٹ اتر گئے ۔ آخر ۱۳ محرم ۱۰۵۹ھ (۱۸ جنوری ۱۶۴۹ع) کو اطاعت کا ارادہ کیا اور زندگی مستعار کے لیے عہد و پیمان کرکے محراب خاں کے پاس پہنچا ۔ اس نا انصاف نے نقض عہد کو پسند کیا ۔ تین سو آدمیوں سے ، جو اس کے ساتھ تھے ، کچھ لوگوں کو اس نے اس لیے قتل کرا دیا کہ انہوں نے ہتھیار سپرد

کرنے میں مزاحمت کی اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے تھے ۔ محراب خاں اس (پردل خاں) کو بقیہ آدمیوں اور اس کے خاندان کے ساتھ قید کرکے بادشاہ کے پاس قندھار لے آیا ۔ بادشاہ اس کو اپنے ہمراہ ایران لے گیا[1] ۔ اگرچہ ایران جانے کے بعد پردل خاں کا حال معلوم نہیں ہؤا اور نہ یہ معلوم کہ اس کا کیا انجام ہؤا [۴۰۶] لیکن وہ ساتھیوں اور ہم عصروں کی شرم ساری و خجالت اور اپنے اور غیروں کے طعن و تشنیع کی وجہ سے ختم ہو گیا ۔ اگر ہندوستان آتا تو دولت خاں قلعہ دار قندھار اور دوسروں کے مطاعن کے تیر کا نشانہ بنتا ، درجۂ اعتبار سے گر جانا اور ذلیل ہونا ۔

(۱۰۴)

باقی خاں چیلہ قلماق

بادشاہ (شاہ جہاں) کا قابل اعتماد غلام تھا ۔ اپنی خوش قسمتی ، بندگی اور خدمت گاری کی وجہ سے اس نے بادشاہ کے دل میں جگہ پیدا کر لی اور چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں سات سو ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں ہزاری ذات اور ہزار سوار کے منصب پر فائز ہؤا ۔ چونکہ بادشاہ کی توجہ اس کے حال پر بہت زیادہ رہتی تھی اس لیے اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہؤا اور اس کا منصب دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا ہوگیا ۔ علم ، گھوڑا ، ہاتھی اور چھترہ[2] کی فوج داری اس کو مرحمت ہوئی ، چھترہ ، بندیل کھنڈ میں اندوچھ (اورچھا) کے مضافات میں ایک پرگنہ ہے ۔ یہ علاقہ ججھار سنگھ سے حاصل کرنے کے بعد شاہی قبضے میں آیا تھا ۔ اس پرگنہ میں نو سو گاؤں تھے اور اس کی آمدنی آٹھ لاکھ روپے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہسٹری آف شاہجہاں از بینی پرشاد صفحہ ۲۲۴—۲۲۵ (ب)

۲ ۔ ملاحظہ ہو پادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم صفحہ ۲۷۷ ، چھترہ پہلے سرکار ایرچ میں تھا ۔ (ب)

تھی - اس کی فضا بہت پاکیزہ اور وہاں نہریں کثرت سے تھیں - اس لیے یہ پرگنہ خالصہ سے متعلق ہؤا اور اس کا نام اسلام آباد رکھا گیا[1] - باقی خاں وہاں کا فوج دار مقرر ہؤا - باقی خاں نے وہاں کے [۴۲۷] مفسدین کی بربادی میں بہت نمایاں کوششیں کیں[2] -

ججھار سنگھ کے مرنے کے بعد اس کے نوکر چنپت بندیلہ نے اس کے لڑکے پرتھی راج کے ذریعے سے فساد مچایا ، موضع اندچھہ اور جھانسی کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا اور شورش و سرکشی اختیار کی - عبداللہ خاں فیروز جنگ اسلام آباد کی جاگیر داری اور اس ظالم کی بربادی پر مقرر ہؤا - جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے چاہا کہ باقی خاں ، جو پہلے ان مفسدوں کی بربادی میں بہت کوشش کر چکا تھا ، ان کی گوش مالی کرے - باقی خاں نے بہادری کے ساتھ عہد کیا کہ اگر (عبداللہ خاں فیروز جنگ) اپنی فوج ہمراہ کر دیں تو میں اس مہم کو سر انجام کر سکتا ہوں - فیروز جنگ تن آسانی کی وجہ سے خود نہیں گیا اور اسی پر چھوڑ دیا - باقی خاں تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں یلغار کر کے ان مفسدوں کے سر پر پہنچ گیا - خوب زبردست مقابلہ ہؤا ، چنپت نے کچھ ہاتھ پیر مارے مگر بھاگ گیا اور پرتھی راج گرفتار ہؤا -

سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ غسل خانے کا داروغہ مقرر ہؤا اور اس کے بعد مستقر الخلافہ اکبر آباد کی حفاظت پر مقرر ہؤا - ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آخر میں وہ اپنی جاگیر باری (صوبۂ آگرہ) میں فوت ہو گیا - اس کی جاگیر کے محالات خالصہ میں ضبط ہوگئے - اس کے لڑکے سردار خاں و باقی خاں عہد عالم گیری میں بہت مشہور ہوئے ہر ایک کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے -

---

۱ - خافی خاں جلد اول صفحہ ۴۵۳ (ب)

۲ - پادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۱۳۶ ، ۱۹۳ (ب)

کہتے ہیں کہ باقی بیگ شروع میں دارالسلطنت لاہور کا کوتوال مقرر ہؤا [۴۲۸] اس زمانے میں لاہور یمین الدولہ آصف خاں کی جاگیر میں تھا اور آصف خاں کی طرف سے بابا عنایت اللہ یزدی وہاں کا حاکم تھا ، کہ جو اس عالی شان سردار (آصف خاں) کا معتبر نوکر تھا ۔ بابا عنایت اللہ یزدی ، باقی خاں کی کوئی وقعت نہیں سمجھتا تھا اور نہ اس کا کوئی اعتبار تھا ۔ اس نے اپنی مہر میں کھدوا رکھا تھا ۔

''کار بعنایت است باقی بہانہ''

(۱۰۵)

پرتھی راج راٹھور

وہ شاہجہاں کے والا شاہیوں (خانگی فوجی ملازموں) میں سے تھا ۔ شاہجہاں اور جہانگیر کے اختلاف کے زمانے میں شاہجہاں کی خدمت میں آیا اور اس نے شاہجہاں کا خاص اعتماد حاصل کر لیا ۔ پہلے سال جلوس شاہجہانی میں ایک ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر فائز ہؤا۔ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں خواجہ ابو الحسن تربتی کے ہمراہ خان جہاں لودی کے تعاقب پر مقرر ہؤا ، کہ جو اکبر آباد سے بھاگ گیا تھا ۔ اس نے اپنی بہادری کی وجہ سے دوسروں کا انتظار نہیں کیا ۔ وہ چند سواروں کے پاس ، جو اس مہم میں آگے تھے ، دھول پور کے قریب پہنچ کر ان سے مل گیا ۔ مقابلے کے وقت راجپوتوں کی طرح وہ پیدل ہو گیا اور حان جہاں سے ، جو سوار تھا ، مردانہ مقابلہ کیا ۔ اس کو برچھے سے زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہؤا ۔

بادشاہ نے از راہ نوازش اس کو حضور میں طلب کیا ۔ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر فائز کیا اور اس کو گھوڑا اور ہاتھی مرحمت فرمایا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہؤا اور خواجہ ابوالحسن تربتی کے

ہمراہ قلعہ [۴۲۹] ناسک کی فتح پر مقرر ہؤا ۔ جب مہابت خاں دکن کا صوبے دار مقرر ہؤا تو وہ بھی اس کے مدد گاروں میں شامل ہؤا اور اصل و اضافے کے بعد دو ہزاری ذات ، ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا۔ قلعہ دولت آباد کے محاصرے کے زمانے میں اس نے نمایاں بہادری دکھائی ۔ ایک دن دکنیوں کی فوج کے ایک سوار نے ، جو نہایت مغرور تھا ، اس کو مقابلے کی دعوت دی ۔ وہ یہ بات سنتے ہی فوج سے نکل آیا اور اس کے مقابلے میں آ گیا اور تلوار کی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا ۔ ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں سو سواروں کا اضافہ ہؤا ۔

نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ دکن پہنچا تو وہ بالا گھاٹ (نواح دولت آباد) کے صوبے دار خان زماں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور خان زماں کی ہمراہی میں ساہو بھونسلہ کی تنبیہ اور عادل شاہ کے ملک کی تخریب پر مقرر ہؤا اور اس مہم میں بھی اس نے بہت بہادری دکھائی ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں سو سواروں کا اضافہ ہؤا ۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب ملک دکن کا انتظام شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے وکیلوں کی بجائے خان دوراں کے سپرد ہؤا تو وہ (پرتھی راج راٹھور) دولت آباد کے قلعے کی حفاظت پر مقرر ہؤا ۔ اٹھارویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات ، دو ہزار سوار کا منصب مقرر ہؤا ۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں حکم ہؤا کہ اکبر آباد آ کر باقی خاں کے ساتھ وہاں کے قلعے کی حفاظت کرے ، بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جس زمانے میں ، کہ شاہجہاں ، لاہور میں تھا ، تو حسب الحکم ایک کروڑ روپیہ اکبر آباد کے خزانے سے لے کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ اسی زمانے میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر [۴۳۰] بلخ و بدخشاں کی طرف روانہ ہؤا ۔ بادشاہ نے اس (پرتھی راج راٹھور) کو خلعت اور اسپ مع زین نقرہ مرحمت فرمایا ۔ اور پچاس لاکھ

روپیہ جو شہزادے کو دینے کے لیے مقرر ہؤا تھا ، اسے بحفاظت تمام لے کر پہلے سے چل دیا ۔

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پرتھی راج راٹھور راجا بیتھل داس کے ہمراہ علی مردان خان امیر الامراء کی مدد کے لیے کابل روانہ ہؤا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی طرف گیا اور وہاں سے رستم خان کے ساتھ مغلوں کی فوج سے مقابلہ کرنے کے لیے گیا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دوبارہ بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ساتھ قندھار کی مہم پر گیا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ قندھار کی مہم میں کارہائے نمایاں انجام دیے ۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد رستم خان کے ہمراہ قلعہ سبت کو فتح کرنے کے لیے گیا ، تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے پاس دکن پہنچا اور اسی سال مطابق ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۶ع) میں فوت ہؤا ۔ اس کا بھائی رام سنگھ اور اس کا لڑکا کیسری سنگھ معمولی عہدوں پر پہنچے[1] ۔

(۱۰۶)
بہرام سلطان

نذر محمد خان والی بلخ کا تیسرا لڑکا ہے ، چونکہ اس (نذر محمد خان) کا کچھ حال خسرو سلطان کے سلسلے میں اور اس کا انجام عبدالرحمن سلطان کے ضمن میں تحریر ہؤا ہے ، اس لیے اس کے بزرگوں کا کچھ حال یہاں [۴۳۱] لکھا جاتا ہے ۔

وہ اور اس کا بڑا بھائی امام قلی خان ، دین محمد خان مشہور بہ یتیم سلطان (بن جانی سلطان بن یار محمد خان) کے لڑکے ہیں کہ جو حاجم خان ، والی اورگنج (دارالملک خوارزم) کا چچا زاد بھائی تھا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۱۱۶—۱۱۷ (ق)

جب شیر[1] خاں کے ملک پر طائفہ اردس نے قبضہ کر لیا ، جو اس (یار محمد خاں) کے آبا و اجداد کے اقتدار میں تھا تو وہ بے سر و سامان ہو کر وہاں سے نکل آیا یا وہ حاجم خاں کی بد سلوکی کی وجہ سے آ گیا ، جو اس نے یار محمد خاں کے ساتھ کی ۔

بہر تقدیر جب وہ (یار محمد خاں) ماوراءالنہر میں آیا تو عبداللہ خاں مشہور کے باپ سکندر خاں نے اس کو نجیب اور قابل جوان سمجھا اور اپنی لڑکی کے ساتھ جو عبداللہ خاں کی حقیقی بہن تھی ، اس کا نکاح کر دیا اور اس رشتے کا ثمرہ ''جانی خاں'' کی صورت میں ظاہر ہؤا ۔ اس کے پانچ لڑکے ہوئے ، دین محمد خاں ان سب میں بڑا تھا ، دوسرے باقی محمد خاں ، ولی محمد خاں ، پاینده محمد سلطان اور الیم سلطان تھے[2] یہ پانچوں بھائی عبداللہ خاں کی طرف سے تون ، قائن[3] اور تمام ولایت قہستان میں (بطور سردار) زندگی گزارتے تھے ، الیم سلطان وہیں فوت ہو گیا ۔

جس زمانے میں عبداللہ خاں اور اس کے لڑکے عبدالمومن خاں کے درمیان اختلاف اور جھگڑا ہؤا تو ان بھائیوں نے عبداللہ خاں کی تربیت کرنے کے حقوق کا خیال کیا اور عبدالمومن خاں کی مدد نہیں کی ۔ جب وہ (عبدالمومن خاں) توران کا والی ہؤا تو اس نے اپنے اعزاء و اقرباء میں سے ان کو ، جو با حیثیت اور با مرتبہ تھے ، برباد کیا اور اپنے خاندان سے اس طرح کا عنصر نکال دیا [۴۳۲] اس نے یار محمد خاں سے بھی بد سلوکی کی ، اس کو بلخ سے خارج کر دیا اور جانی کو پکڑ کر قید میں ڈال دیا ۔

---

۱ ۔ یہ پشتر خاں یا حجتر خاں ہونا چاہیے ملاحظہ ہو پادشاہنامہ جلد اول صفحہ ۲۱۷ (ب)

۲ ۔ ویمبرے نے صرف تین دین محمد ، ولی محمد اور باقی محمد بتائے ہیں ملاحظہ ہو ہسٹری آف بخارا صفحہ ۳۰۶ (ب)

۳ ۔ پادشاہنامہ میں ''قین'' لکھا ہے جو یزد اور ہرات کے درمیان ہے (ب)

ان بھائیوں نے خراسان میں مخالفت کی اور سرکشی اختیار کی۔ ۱۰۰۶ھ (۱۵۹۸ع) میں عبدالمومن خان، ایک لشکر عظیم کے ساتھ، خراسان پر یورش کرنے کے ارادہ سے بخارا سے بلخ روانہ ہؤا۔ ایک ازبک نے، جو دل شکستہ لوگوں کی تعزیت کے لیے گھات میں بیٹھا تھا، اتفاق سے رات میں ایک تیر سے عبدالمومن کا کام تمام کر دیا۔

دین محمد خان نے موقع کو غنیمت سمجھا اور بہت خوش ہؤا، وہ جہاں تھا وہاں سے ہرات پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ ولی محمد خان کو مرو کی ریاست پر مقرر کیا۔ جب توران میں زیادہ شورش و فساد ہؤا تو ہر شخص نے حکومت اور سرداری کا دعویٰ کیا۔ مجبوراً خراسان کے ازبکوں نے (دین محمد خان) کی ریاست پر اتفاق کر لیا۔ اس نے ہرات میں اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی اور اپنے دادا یار محمد خان کے نام کا سکہ اور خطبہ پڑھا کہ جو بلخ سے نکلنے کے بعد ہندوستان آ چکا تھا[1] اور اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شاہی نوازش سے سر فراز ہؤا۔ کچھ دنوں کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کے لیے رخصت لی اور یار محمد خان قندھار پہنچا کہ آسمان نے اس کی خوش بختی کی تمہید کو ختم کر دیا۔

ابھی دین محمد خان کی خواہش پوری نہ ہوئی تھی کہ شاہ عباس صفوی کہ جو اپنے موروثی ملک کے حاصل کرنے کی فکر میں تھا، ایک لشکر ترتیب دے کر جنگ کے ارادے سے ہرات آ گیا۔ اس (شاہ عباس صفوی) کے دور اندیش خیر خواہوں نے اس سے کہا کہ خراسان کے لیے کوشش کرنا عقل سے بعید ہے اس لیے کہ تین سو سال سے وہ قزلباشوں کا علاقہ

۱۔ یار محمد کا یہ حال پادشاہنامہ سے نقل ہؤا ہے مگر ویمرے کا بیان ہے کہ یار محمد خان ترکستان آنے کے بعد فوت ہو گیا اور وہ ہندوستان نہیں آیا بلکہ یہ دوسرا یار محمد خان معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر پادشاہنامہ (جلد اول صفحہ ۲۱۷) میں ہے (ب)

ہے [۴۳۳] اور اس کا کچھ حصہ ہمارے قبضے میں بھی ہے ، بہتر یہ ہے کہ قزلباش کے بادشاہ سے اظہار دوستی کر کے پہلے ترکستان کی مہمات کا انتظام کیا جائے ، کیونکہ ہم اس کے قدیم وارث ہیں اور وہ کسی لائق حاکم سے خالی بھی ہے ؛ اس ولایت پر قبضہ کرنے کے بعد اگر ہم اقتدار و غلبہ کے اظہار کے لیے خراسان کی تسخیر میں مشغول ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے -

دین محمد خاں پر جوش جوانوں کی تحریک پر لڑائی کو سہل اور آسان سمجھا کیونکہ وہ اس علاقے کی حکومت کا مزہ چکھے ہوئے تھے اور اسی لیے عبداللہ خاں کی زندگی میں خراسان کے ہنگامے میں ، جب بعض قزلباش امرا سے جنگ ہوئی تھی ، تو وہ غالب ہوئے تھے - پل سار کے قریب رباط بریان میں ، کہ جو ہرات سے چار فرسخ کے فاصلے پر ہے ، دونوں فریقین میں مقابلہ ہوا - بڑی سخت لڑائی ہوئی - اوزبکوں کو شکست ہوئی[1] - اس کے لشکر کے تقریباً پانچ چھ ہزار بہادر مارے گئے ، آخر کو بھاگنا پڑا - جب (دین محمد خاں) ماروچاق میں پہنچا تو زخموں کی وجہ سے اس پر کمزوری غالب ہوئی - اس کے ساتھی آرام کی غرض سے کسی گوشے میں لے گئے - وہیں اس کا کام تمام ہو گیا - بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سپاہ کے خدمت گاروں میں سے کوئی خیمے میں بطور پناہ لے گیا - اس جماعت نے اس کو پہچانا نہیں ، اس لیے مناسب سلوک نہیں کیا اور جب پہچان لیا تو انتقام کے ڈر سے مار ڈالا -

پاینده محمد سلطان ، قندھار کی طرف چلا گیا ، وہاں کے صوبے دار شاہ بیگ نے اس کو قید کر کے اکبر بادشاہ کے پاس بھیجا ۔ اس کو حسن بیگ شیخ عمری کے سپرد کیا کہ جو کابل کی طرف متوجہ تھا[2] -

---

۱ - ملاحظہ ہو ہسٹری آف بخارا از ویمبرے صفحہ ۳۰۹ (ب)

۲ - حسن بیگ بعد کو خسرو سے مل گیا تھا ، جہانگیر نے اس کو مروا ڈالا (ب)

اس نے پنجاب کے صوبے دار قلیچ خاں کے پاس پہنچا دیا [۴۳۴] - ایک
اس کے بعد لاہور میں موت ہو گیا -

ولی محمد خاں ، بڑے بھائی دین محمد خاں کا حال بغیر معلوم کیے ہوئے لڑائی کے میدان سے تیس چالیس آدمیوں کو لے کر نکل گیا اور خارا کی طرف چلا گیا - پیر محمد خاں کے پاس پہنچا کہ جو عبداللہ خاں کا قریبی رشتہ دار تھا اور عبدالمومن خاں نے اس کو کوکناری (چنڈو استعمال کرنے والا) فقیر سمجھتے ہوئے ، کہ جو چنڈو خانوں میں غربت اور افلاس کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا ، قتل نہیں کیا ، اس کے بعد تو ان کا تخت خالی پا کر وہ اس پر بیٹھ گیا -

اس زمانے میں توکل خاں قزاق نے ماوراء النہر کو با اقتدار بادشاہ سے خالی دیکھا تو لشکر کشی کر دی - اس لڑائی میں باقی خاں نے بہت بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کیا تو پیر محمد خاں نے اس کے حسن خدمات کے بدلے میں سمرقند کی حکومت اس کے قبضے میں دے دی -

باقی محمد خاں نے کچھ مدت پیر محمد خاں کی اطاعت اور فرمانبرداری میں گزاری اور جب اپنے کو پیر محمد خاں کے مقابلہ میں حکومت کے لیے زیادہ مناسب سمجھا تو خود سلطان بننے کا ارادہ کیا اور خان کا لقب اختیار کیا ، ولایت میانکال کی تسخیر کے لیے قندھار سے نکلا - جب پیر محمد خاں کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ بہت وحشت زدہ ہؤا اور چالیس سوار لے کر سمر قند پہنچ گیا - باقی محمد خاں نے حیلے بہانے سے عاجزی اختیار کی ، اس نے ہر چند چاہا کہ اس طرح شر و فساد کو ختم کر دے مگر کچھ فائدہ نہ ہؤا ، مجبوراً قلعہ بند ہو کر قتال و جدال کا دروازہ کھول دیا - [۴۳۵]

کچھ دنوں کے بعد باقی محمد خاں قلعہ سے باہر آیا اور پیر محمد خاں کی فوج پر حملہ کر کے اس کو شکست دے دی - پیر محمد خاں بھاگنے کے

دووان میں زخمی ہو کر گرفتار ہؤا اور اسی وقت باقی محمد خان کے حکم سے قتل کر دیا گیا ۔ باقی محمد خان فتح و ظفر حاصل کرنے کے بعد بخارا آ کر تخت سلطنت پر بیٹھا اور حسن تدبیر اور بہادری سے بلخ و بدخشاں کو اپنے حیطۂ اقتدار میں لے آیا ۔

اس کے دادا یار محمد خان نے کہ جو ابھی قندھار میں تھا ، حجاز کا ارادہ فسخ کر دیا اور توران کا راستہ لیا ۔ باقی محمد خان نے اس کے آنے پر بہت اعزاز و اکرام کیا اور اس کو مسند نشین ریاست کیا اور اس کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا ۔

جب دو سال کے بعد معلوم ہؤا کہ اس کا دادا اپنے بیٹوں ، عباس سلطان ، ترسون سلطان اور پیر محمد سلطان کی تربیت میں سرگرم ہے کہ جو جانی خان کی ماں سے پیدا نہیں ہوئے ہیں تو (باقی محمد خان) نے اس کے اقتدار حکومت کو کم کیا اور اپنے باپ جانی خان کو اس کی جگہ مسند ریاست پر بٹھایا ۔ اس کے بعد جب یار محمد خان اور جانی فوت ہو گئے تو باقی محمد خان نے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا ، اس کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی ، اس کی دولت کا جھنڈا بہت بلند ہو گیا ۔ ۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵–۶ع) میں باقی خان فوت ہو گیا اور حکومت ولی محمد خان کو مل گئی ۔

اس نے ولایت بلخ و اندخود اور اس کے ملحقات کو ، جو دریائے جیحون کے اس طرف ہیں ، اور اس کے بھائیوں کے زمانے میں اس سے متعلق تھے، اپنے بھتیجوں امام قلی سلطان اور نذر محمد سلطان پسران دین محمد خان [۴۳۶] کے سپرد کر دیے ۔ وہ مدتوں عالی رتبہ چچا کی اطاعت کرتے رہے ، آخر کار جوانی کے تقاضے اور جاہل ہم نشینوں کے ورغلانے سے انہوں نے اطاعت سے منہ موڑا اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے ۔ چونکہ ایران کا ایلچی آتا جاتا تھا اس لیے چچا کو رفض کا اتہام لگایا اور بہت سے اوزبک امرا کو علیحدہ کر دیا اور نفرت دلائی ۔ خواجہ ہاشم خواجہ دہ بیدی و محمد باقی قلماق ، کہ جو ولی محمد خان کی طرف سے سمرقند

کے حاکم تھے اور یلنگتوش بے اتالوق کہ جو اس کی مدد کے لیے وہاں رہتا تھا اور ولی محمد خاں کے ناپسندیدہ رویہ کی وجہ سے اس سے رنجیدہ تھا ، ان سب نے امام قلی خاں کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر کے اس کو بلخ سے بلایا ۔

اس نے اپنے بھائی نذر محمد خاں کے ہمراہ دریائے جیحون عبور کر کے چاہا کہ کوہ تن کے راستے سے سمرقند پہنچے ، ولی محمد خاں کو یہ بات معلوم ہو گئی ، اس نے بخارا سے ایک لشکر جمع کر کے ان کو راستے میں پکڑ لیا ۔ قریب ہونے کے بعد امام قلی خاں کو مقابلے کی ہمت نہ ہوئی ۔ وسائل تلاش کر کے سکایت آمیز باتیں شروع کردیں ۔ ولی محمد خاں بھی چاہتا تھا کہ جنگ و جدال تک نوبت نہ پہنچے ۔

اتفاق کی بات کہ رات کو دو تین سور جھاڑیوں سے نکل کر ولی محمد خاں کے لشکر میں آ گئے ، آدمی شور مچاتے ہوئے خیموں سے نکل آئے اور ان سے لڑنے میں مشغول ہو گئے ۔ بہت سور بلند ہؤا کہ امام قلی خاں نے شب خون مارا ، لوگ ولی محمد خاں کے خیمے کے احاطے میں جمع ہو گئے مگر اس کا کہیں نشان نہ ملا وہ اس وقت اپنے آدمیوں سے بد گماں ہو کر [۴۳۷] اور اپنے چند معتمدوں کو لے کر بطور احتیاط ایک طرف کو چلا گیا تھا ۔ لوگ گروہ کے گروہ ان دونوں بھائیوں (امام قلی خاں و نذر محمد خاں) کے پاس پہنچنے لگے ۔

بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ ہنگامہ مچانے والے لوگ کم حیثیت اور بے وقعت نہ تھے بلکہ اس کے عمدہ ملازم تھے لیکن انہوں نے نمک حرامی اور زر پرستی کی وجہ سے اپنے مالک کے حقوق سے آنکھیں بند کر لیں اور اس کی ناکامی کے دن کو کامیابی کا وقت سمجھتے تھے ۔ سب خون کا سور مچا کر فوراً دشمن (امام قلی خاں اور نذر محمد خاں) کے پاس چلے گئے ۔ غرض کچھ دنوں ولی محمد خاں مصیبت کا شکار رہ کر نہایت یاس و حرماں کے عالم میں بخارا چلا گیا ، وہاں بھی اس نے

حالات اچھے نہ دیکھے تو ناکام ہو کر ایران پہنچا[1] ۔

امام قلی خان کو بے اندازہ دولت ملی وہ بخارا پہنچ کر مسند ریاست پر متمکن ہؤا اور بلخ و بدخشاں نذر محمد خان کو دیا ۔ عبداللہ خان کے چھوٹے بھائی عباد اللہ سلطان کی لڑکی آئی خانم ، کہ جو پہلے عبدالمومن خان کے نکاح میں تھی ، اس کے بعد ایشم خان قزاق کے پاس پہنچی ، پھر پیر محمد خان کے نکاح میں آئی ، اس کے بعد باقی محمد خان کی بیوی بنی اور اس کے بعد ولی محمد خان کی منکوحہ ہوئی ۔ وہ اوزبکوں میں بہت خوبصورت اور مبارک مشہور تھی ۔ ولی محمد خان ایران جاتے وقت کم فرصتی کی وجہ سے اس کو قلعہ چارجو میں چھوڑ گیا کہ جو دریائے جیحوں کے کنارے ہے ۔

امام قلی خان نے آئی خانم کو طلب کر کے اس سے ہم صحبتی کا ارادہ کیا ۔ جب وہ راضی نہ ہوئی تو قاضی اور مفتی زادوں سے حیلہ اور بہانہ تلاش کیا ۔ کسی نے تائید نہیں کی مگر ایک دنیا پرست قاضی نے دین کو برباد کر کے [۴۳۸] فتویٰ دے دیا کہ چونکہ ولی محمد خان رافضی ہو گیا ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا اس لیے اس کی بیویاں معلق ہیں ۔ وہ بے باک اور گناہگار (امام قلی خان) اپنے زندہ چچا کی غیر مطلقہ بیوی کو اپنے نکاح میں لے آیا کہ جو کسی مذہب میں درست نہیں ہے ۔

جب ولی محمد خان اصفہان میں پہنچا تو شاہ عباس ماضی نے استقبال کیا ۔ چونکہ اس نے بیوقوفی سے گھوڑے کے اوپر ملاقات کی بادشاہ نے نہایت تواضع اور گرمجوشی سے مہمانی کے مراسم ادا کیے ۔

ع گفت آمدہ بادشاہ توران ۱۰۲۰ھ (۱۶۱۱ع)

اس واقعہ کی تاریخ ہے ۔

---

۱ ۔ ہسٹری آف بخارا صفحہ ۳۱۱ (ب)

ہر چند بادشاہ نے بہت خوشامد کی اور جوش دکھایا مگر ولی محمد خان کچھ کبیدہ خاطر سا رہا اور کھلا نہیں ۔ کچھ دنوں کے بعد مروت و محبت کی مجلس ختم ہوئی اور حکومت کی باتیں شروع ہوئیں ۔ شاہ عباس نے کہا کہ اس سال تو رومی تبریز پر آگئے ہیں ان کا دفع کرنا ضروری ہے ، آئندہ سال میں خود ساتھ جاؤں گا جناب خانی (ولی محمد خان) کو موروثی مسند پر مستقل کروں گا ۔ ولی محمد خان نے کہا کہ دیر و درنگ کی گنجائش نہیں ہے ابھی امام قلی خان کے معاملات مستحکم نہیں ہوئے ہیں اور قزلباشوں کی مدد اوزبکوں کو خوف زدہ کر دے گی ۔

اتفاقاً اسی درمیان اوزبک سرداروں کے خطوط پہنچے کہ جو آپس کے نفاق کی وجہ سے آوارہ پھر رہے تھے ۔ گذشتہ واقعات پر پشیمانی کا اظہار کیا تھا اور آیندہ خدمت گاری اور جانفشانی کی امید دلائی تھی ۔ ولی محمد خان کو شاہ عباس سے بہت کوشش کے بعد رخصت ملی اور وہ بخارا کے لیے چل دیا ۔ چھ ماہ کے بعد توران پہنچا ، (یہ زمانہ عراق (ایران) سے آنے جانے میں گزرا اور بعض امراء کی مدد سے [۱۰۲۹ھ] کہ جو اپنے سابقہ کردار سے شرمندہ تھے اور تلافی کرنا چاہتے تھے ، بغیر لڑائی کے بخارا پر قبضہ ہو گیا ۔

امام قلی خان بخارا سے بھاگ کر قرشی پہنچا اور آئی خانم کو وہاں چھوڑ کر سمر قند چلا گیا ۔ ولی محمد خان اس کامیابی سے مغرور ہو گیا ، اس نے کینہ اور انتقام میں بہت عجلت کی ۔ ایک اچھے لشکر کو جمع کیے ہوئے بغیر مخالفوں اور منافقوں کے کہنے پر بھتیجوں کا تعاقب شروع کردیا ۔ سمرقند سے دو فرسخ کے فاصلے پر دونوں فریقوں میں مقابلہ ہوا ۔ اس قوم کے اکثر سرداروں نے مقابلے سے پہلوتہی کی اور پیچھے ہٹ گئے ۔ اس موقع پر ولی محمد خان نے طے کیا کہ وہ بھاگے گا نہیں ۔ کل دو تین سو جوان اس کے ساتھ تھے ۔ ان کے ساتھ امام قلی خان کے لشکر پر حملہ آور ہوا ۔ آخر زخمی ہو کر میدان میں گر گیا ۔ اس کو اٹھا کر امام قلی خان کے پاس لے گئے ۔ اس نے اس (ولی محمد خان) کے قتل میں بہت جلدی کی

کی اور وہیں اس دنیا سے دوسری دنیا میں پہنچا دیا ۔ اور وہ سلطنت توران کا بلا شرکت غیرے مالک بن گیا ۔ اور حکومت بلخ و بدخشاں ، نذر محمد خاں کے سپرد ہوئی ۔

اس کے بعد امام قلی خاں نے پینتیس سال حکومت کی اور ۱۰۵۱ھ (۱۶۴۱ع) میں وہ اندھا ہو گیا تو اس ملک کے معاملات میں انتشار پیدا ہؤا ۔ نذر محمد خاں نے بھائی کے حقوق کو نظر انداز کرکے سمرقند و بخارا کے لینے کا ارادہ کیا ۔ اگرچہ اوزبک (امام قلی خاں) کے حسن سلوک سے راضی تھے اور وہ با اتفاق کہتے تھے کہ بصارت (بینائی) ختم ہو گئی ہے مگر بصیرت (دل کی روشنی) تو موجود ہے ، باوجود اندھے ہونے کے ہم تمھاری حکومت پر راضی ہیں لیکن چونکہ امام قلی خاں [۴۴۰] نذر محمد خاں کی جانشینی سے نہ دل سے راضی تھا لہٰذا مجبوراً اس (نذر محمد خاں) کو سمرقند میں لائے اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ۔

نذر محمد خاں نے اس (امام قلی خاں) کو ، جو چاہتا تھا کہ ہندوستان کے راستے حرمین شریفین کی زیارت کے لیے جائے ، عراق کے راستے سے روانہ کیا ۔ اس کے حرم میں سے کسی کو بھی ، یہاں تک کہ آئی خانم کو بھی ، کہ جو اس کی محبوبہ تھی ، اس کے ساتھ جانے کی اجازت نہ دی ۔ اس کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا ۔

امام قلی خاں بہت رنج کے ساتھ ، خواجہ نصیب ، نذر بیگ تغائی ، رحیم بیگ اور میرک دیوان غرض اوزبک اور غلاموں میں سے تقریباً پندرہ آدمی لے کر چل دیا ۔ شاہ عباس ثانی سے ملاقات کی اور اس کی مہمانی کے بعد کعبۂ معظمہ کے طواف سے مشرف ہؤا ۔ پھر مدینۂ منورہ گیا ۔ وہیں اس کا انتقال ہو گیا اور جنت البقیع میں دفن ہؤا ۔

نذر محمد خاں کا غلبہ ، اوزبکوں کی شورش اور اس ولایت میں ہندوستان کے لشکر کا پہنچنا ، یہ تمام حال (نذر محمد خاں کے) پسر دوم خسرو سلطان کے بیان میں تفصیل سے لکھا گیا ہے لہٰذا یہاں ہم اپنے

مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جب شاہزادہ مراد بخش ماہ جمادی الاول ۱۰۵۶ھ (۱۶۴۶ع) میں بلخ کے قریب پہنچا تو بہرام سلطان اور سبحان قلی سلطان بلخ کے چند اکابر اور شرفا کے ساتھ (شہزادے کے) لشکر میں آئے۔ شاہزادے نے اصالت خاں میر بخشی کو انہیں لینے کے لیے بھیجا۔ امیر الامرا علی مردان خاں نے دیوان خانہ تک ان کا استقبال کیا۔ شہزادہ (مراد بخش) نے بہت اعزاز و اکرام کیا [۱۴۷] اور مسند کی دہنی طرف سوزنی پر بٹھایا، بہت مہربانی اور عنایت کے بعد انہیں رخصت کیا اور کہا کہ جا کر اس خان عالی شان (نذر محمد خاں) کی دل دہی کریں کہ جس قدر امداد و اعانت مفسدوں اور فتنہ پردازوں کی تنبیہ و تادیب کے لیے مطلوب ہے، وہ ضرور دی جائے گی۔ جب تک اس (نذر محمد خاں) کا انتظام نہ ہو جائے گا شاہی لشکر آرام نہ کرے گا اور کسی کار گزاری میں کوتاہی عمل میں نہیں آئے گی۔

چوں کہ نذر محمد خاں کا اقبال ختم ہو چکا تھا، وہ بلاوجہ شک میں پڑا، اس نے شہزادہ (مراد بخش) کی ضیافت کی شہرت دی اور باغ مراد کو بھاگ گیا۔ تھوڑے سے جواہر اور اشرفی ساتھ لے کر دونوں لڑکوں، سبحان قلی اور قتلق سلطان کے ہمراہ بھاگ گیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس نے بہادر خاں روہیلہ اور اصالت خاں کو اس کے تعاقب پر مقرر کیا اور خود اس ولایت کے بندوبست اور اس فرار شدہ خاں (نذر محمد خاں) کے مال کی ضبطی میں مشغول ہوا۔ دو لاکھ روپیہ (آلات مرصع کے ساتھ) اور دو ہزار پانسو گھوڑیاں[1] شاہی سرکار میں آئیں۔ اس کے مال و اسباب کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا۔ اگرچہ مال خود صندوقوں میں رکھ کر اس کی تفصیل ایک کاغذ پر اپنے ہاتھ سے لکھ کر چھوڑ دیتا تھا۔ اور اس کی کنجیاں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا لیکن اس مہم کے پیش کاروں سے مختصر طور سے معلوم ہوا کہ نقد و جنس سب کا اندازہ ستر لاکھ روپے کا ہے۔ اس کے بزرگوں میں سے کسی کو اس قدر دولت

---

۱ - بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۵۴۰ (ب)

میسر نہ ہوئی تھی ۔ اوزبک اور الامان کے ہنگامے میں بھاگتے وقت تھوڑا سا خرچ ہؤا [۴۴۲] اور بہت لٹ گیا ۔

ولایت بلخ و بدخشاں اور سارا ماوراء النہر و ترکستان ، کہ جو ان دونوں بھائیوں کے قبضے میں تھا ، اس کی آمدنی ان کے دفتر کی نقل کے بموجب تقریباً ایک کروڑ ، بیس لاکھ رائج الوقت خانی تھی ۔ اس میں لگان اور مال گزاری ، سفرق آمدنی ، نقدی ، غلہ ، تمام خراج محاصل اور زکواۃ شامل ہے ۔ یہ سب تیس لاکھ روپیہ ہوتا ہے ، اس ہیں سولہ لاکھ روپیہ امام قلی خاں کی آمدنی اور چودہ لاکھ روپیہ نذر محمد خاں کی آمدنی تھی ۔

غرض بیسویں سال جلوس شاہجہانی کے ماہ جمادی الآخر میں شہر بلخ میں شاہجہاں کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ۔ بہرام و عبدالرحمان پسران نذر محمد خان اور رستم ولد خسرو سلطان ، کہ یہ تینوں اطلاع نہ ملنے کی وجہ سے خاں (نذر محمد خاں) کے ساتھ نہ جا سکے اور بلخ کے قلعے میں اس کے اہل و عیال کے پاس تھے اور یہ تینوں ، نذر محمد خاں کی بیویوں اور لڑکیوں کے ساتھ نظر بند ہو کر بادشاہ (شاہجہاں) کے حضور میں بھیج دیے گئے ۔ جب کابل کے قریب پہنچے تو سید جلال الدین صدر الصدور نے خیابان سے استقبال کیا اور بادشاہ کے حضور میں پہنچایا

بہرام سلطان کو پانچ ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب او پچیس ہزار روپے نقد ملا ، اور بادشاہ نے دوسری عنایات بھی فرمائیں ۔ ا ہمیشہ شاہجہاں بادشاہ کی قدر شناسی کی بدولت بہت اطمینان و آرام ۔ زندگی گزارتا تھا ۔

جب نذر محمد خاں دوبارہ اپنے موروثی ملک پر قابض ہو گیا تو ا کے حسب طلب اس کے متعلقین [۴۴۳] تئیسویں سال جلوس شاہجہا میں بلخ روانہ ہو گئے ۔ بہرام سلطان ہندوستان کی نعمتوں اور لذتوں چھوڑنے پر راضی نہ ہؤا اور توران نہیں گیا ۔ عالم گیری زمانے تک نہا

کامیابی کے ساتھ زندگی گزاری اور عدم ملک کی راہ لی۔

(۱۰۷)

بہادر خاں باقی بیگ

شاہزادہ دارا شکوہ کا نوکر تھا۔ اپنی کار گزاری اور حسن خدمات کی وجہ سے شہزادے کے مزاج میں ایک مقام حاصل کر لیا۔ اس کا بہت اعتماد و اعتبار قائم ہو گیا۔ اپنے ساتھیوں اور ہم سروں کے مقابلے میں اس کی قرب و منزلت بڑھ گئی۔ ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا اور شہزادے کی طرف سے صوبہ الہ آباد کے انطام پر مقرر ہؤا۔ چونکہ اس صوبے کا انتظام بہت اچھی طرح کیا اس لیے بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ حسب طلب بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور شاہزادہ بلند اقبال (دارا شکوہ) کے نائب کی حیثیت سے اسے صوبہ گجرات کا انتظام سپرد ہؤا۔ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب اور غیرت خاں کا خطاب ملا، (اور وہ گجرات کے لیے) رخصت ہؤا۔

تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ شاہزادہ (دارا شکوہ) کی ملازمت سے نکل کر بادشاہ کے ملازمین میں شامل ہو گیا۔ اس کو تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور علم عنایت ہؤا۔ جب کہ شاہزادہ (دارا شکوہ) نے قندھار کی مہم اپنے ذمہ لی اور اپنے بڑے لڑکے سلیمان شکوہ کو دارالملک کابل کا صوبے دار بنایا [۴۴۴] تو اس علاقے کا بندوبست پھر غیرت خاں کے سپرد ہؤا۔

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں متواتر اضافوں کے بعد، اس کا منصب چار ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار ہؤا اور بہادر خاں خطاب ملا۔ کابل کی صوبے داری کے زمانے میں وہ ایک لشکر کے ساتھ صوبہ دور، بنو اور نغز پر متعین ہؤا کہ وہ وہاں کے افغانوں کی تنبیہ کرے کیونکہ وہ سرکشی کی وجہ سے سرکاری واجبات ادا نہیں کرتے ہیں۔

(بہادر خاں) نے سب کو سزا دی اور ایک لاکھ روپے بطور پیشکش ان پر مقرر کیا لیکن جیسا کہ چاہیے کابل کا ویسا انتظام نہ ہو سکا اور یہ کام شایستہ طریقے پر انجام کو نہ پہنچ سکا ۔

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں کابل کی حکومت رستم خاں فیروز جنگ کے سپرد ہوئی اور دارالسلطنت لاہور کی حفاظت بر کہ جو شاہزادہ (دارا شکوہ) کی جاگیر میں تھا، بہادر خاں مقرر ہؤا ۔ ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۸ ع) میں ، شاہجہاں بادشاہ کی حکومت کے اختتام کے قریب ، اس کے منصب میں پانسو سواروں کا اضافہ ہؤا اور وہ صوبۂ بہار میں شاہزادہ (دارا شکوہ) کا نائب مقرر ہؤا ۔ سلیمان شکوہ کے ہمراہ ، کہ جو شاہ شجاع کے مقابلے پر مقرر ہؤا ، بہادر خاں بھی گیا ۔ اگرچہ (سلیمان شکوہ) کی اتالیقی و کار گزاری مرزا راجا جے سنگھ کے سپرد تھی لیکن در حقیقت دارا شکوہ نے اس (بہادر خاں) کو اتالیق مقرر کرکے لشکر کا صاحب اختیار بنایا تھا اور اس مہم کی تمام تدابیر اس کی رائے پر چھوڑی تھیں ۔

شاہ شجاع کی شکست کے بعد سلیمان شکوہ ، امیر خاں کے تعاقب میں پٹنہ تک گیا لیکن جب اسے عالم گیر کی فوج کشی کی خبر ملی تو وہ بہ عجلت تمام راستے سے واپس ہؤا اور الہ آباد سے گزر کر موضع کڑہ کے قریب پہنچا (اسی وقت) اس کو اپنے باپ (دارا شکوہ) کی شکست کی [۴۴۵] جان خراش خبر ملی اور اس سے اس کا اطمینان ختم ہوگیا ۔ مرزا راجا (جے سنگھ) اور دلیر خاں نے تجربہ کار ہونے کے سبب اس (سلیمان شکوہ) کی رفاقت سے پہلوتہی کی ۔ مجبوراً (سلیمان شکوہ) نے چاہا کہ جس طرح بھی ہو وہ دہلی جائے اور اپنے باپ (دارا شکوہ) کے پاس پہنچ جائے ۔ بہادر خاں نے اس تجویز کو نہیں مانا اور اس کو الہ آباد واپس ہونے کے لیے آمادہ کیا ۔ وہاں بھی وہ پریشانی اور خوف کی وجہ سے نہ ٹھیر سکا ۔ زیادہ سامان و اسباب اور کچھ مستورات کو (سلیمان شکوہ) الہ آباد میں چھوڑ کر گھاٹ عبور کر گیا اور دریائے (گنگا) کے اس طرف پریشان حالی میں منزلیں طے کرتا رہا اور ناکام رہا اور ہو

سرن میں ایک جماعت اس سے جدا ہو کر چلی جاتی تھی اور روزانہ اس کا طمینان ختم ہوتا تھا ۔ وہ لکھنور[1] سے گذر کر نگینہ[2] پہنچا ۔ وہ جس کسی گھاٹ سے گنگا کے گزرنے کا ارادہ کرتا تھا ، اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے کشتیاں دریا کے اس طرف سے اس طرف چلی جاتی تھیں اور اسے عبور کرنے کا کہیں موقع نہیں ملتا تھا ۔

نگینہ سے (سلیمان شکوہ) نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا اس خیال سے کہ شاید ہردوار کے مقابل وہاں کے زمیندار کی اعانت اور سری نگر کے راجا کی معاونت سے گنگا عبور ہو سکے ۔ مراد آباد کے پاس سے گزر کر وہ چاندی میں پہنچا کہ جو ہردوار کے مقابل اور ولایت سری نگر کی سرحد کے قریب ہے ۔ ایک آدمی کو (سری نگر) کے راجا کے پاس استعانت و استمداد کے لیے بھیجا اور جواب کے وصول ہونے کے انتظار میں ٹھہرا رہا ۔ اسی درمیان میں عالم گیر کی موج اس کے پاس پہنچ گئی ، وہ سب نا امید ہو کر بھاگ کھڑا ہؤا اور اس نے سری نگر کو اپنی امن گہ اور قرار گہ سمجھا [۳۳۶] ۔

جب وہ کوہستان میں داخل ہؤا اور سری نگر چار منزل رہ گیا تو وہاں کے راجا نے آ کر ملاقات کی اور کہا کہ ہمارا علاقہ بہت مختصر ہے ۔ ان تمام آدمیوں (سپاہ) کی گنجائش نہیں ہے ۔ ہاتھی اور گھوڑوں کو عبور کرنے کا بھی راستہ نہیں ہے اور اگر یہاں رہنے کا ارادہ ہے تو سپاہ کو رخصت کر دیجیے اور اپنے اہل و عیال اور تھوڑے سے نوکروں کے ساتھ سری نگر میں تشریف لائیے ۔

ان ہی دنوں میں بہادر خاں مجبوراً سلیمان شکوہ سے رخصت لے کر چلا گیا کیونکہ الہ آباد سے آنے کے بعد وہ بیمار ہو گیا تھا اور اب بیماری کا سخت حملہ تھا ، بیماری میں ایک آنکھ بھی ضائع ہو گئی ۔ در حقیقت

---

۱ ۔ لکھنور ، سنبھل کے قریب ایک گاؤں ہے (ب)

۲ ۔ نگینہ ضلع بجنور ، یوپی ، انڈیا (ب)

وہ موت کی منزل میں تھا لیکن اپنی حقیقت پسندی اور وفا داری سے نہیں چاہتا تھا کہ پیچھے رہ جائے ۔ جب (بہادر خاں) کوہستان سے باہر آیا تو اس کا انتقال ہو گیا ۔

(۱۰۸)

بادشاہ قلی خاں

تہور خاں کے نام سے مشہور ، سپاہی منش اور باہمت آدمی تھا ۔ عنایت خاں خوافی دیوان خالصہ کا داماد تھا ۔ وہ بھی خواف کا رہنے والا تھا ۔ جب بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں عالم گیر بادشاہ مہاراجہ جسونت سنگھ کے ملک کو ضبط کرنے کے ارادے سے ، کیونکہ وہ اسی زمانے میں مر چکا تھا ، اجمیر تشریف فرما ہؤا تو دارالخلافہ (دہلی) واپس ہونے کے وقت تہور خاں کو اجمیر کا فوج دار بنا دیا ۔ اس کے بعد راجا کے معتمد نوکروں نے بادشاہی سواری کے ساتھ شورش و فساد مچایا۔ پھر بھاگ گئے اور جودھ پور میں بغاوت کی [۴۴۷] راجا کے نوکروں میں سے راج سنگھ نے ایک بہت بڑی جماعت جمع کرکے تہور خاں سے مقابلہ کیا ۔ تین روز تک سخت لڑائی ہوئی اور تیر و تفنگ سے گزر کر بات ہتھیاروں تک پہنچی ۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے آخر تہور خاں کو فتح و نصرت حاصل ہوئی اور راج سنگھ اس انبوہ عظیم کے ساتھ فرار ہو گیا[1] ۔ اس کا ان کے دلوں پر ایسا رعب غالب ہؤا کہ راجپوت اس کی بہادری دیکھ کر پھر مقابلے کے لیے تیار نہیں ہوئے ۔

جب تیئیسویں سال جلوس عالم گیری کے شروع میں بادشاہ (عالم گیر) پھر اس مبارک شہر (اجمیر) میں تشریف فرما ہؤا تو اپنی

---

۱ ۔ اس لڑائی کی تفصیل کے لیے دیکھیے ہسٹری آف اورنگ زیب از جادو ناتھ سرکار جلد سوم صفحہ ۳۳۵ ، اجمیر ازہر بلاس ساردا صفحہ ۱۶۹ (مطبوعہ ۱۹۴۱ء) (ب)

مہربانی سے دو ہاتھی اس کو مرحمت فرمائے اور رانا کے پرگنات مانڈل[1] وغیرہ کو ضبط کرنے کے لیے اسے متعین کیا ۔ بادشاہ خود بھی اس بدقسمت دشمن کی گوشمالی کے ارادے سے اسی طرف روانہ ہؤا ۔ جب بادشاہ مانڈل میں مقیم ہؤا تو اس کو بادشاہ قلی خاں کا خطاب ملا ۔ اس کے بعد شہزادہ محمد اکبر کے ہمراہ سوجت اور جیتارن[2] کی طرف راٹھور راجپوتوں کی تنبیہہ کے لیے متعین ہؤا ۔ جب ظالم راجپوتوں پر زندگی کا میدان تنگ ہؤا اور ان کا ملک بادشاہی لشکر سے بالکل پامال ہو گیا تو انھیں یقین ہو گیا کہ وہ کفر مٹانے والا بادشاہ (عالم گیر) ان کی استیصال اور غارت گری سے بآسانی دست بردار نہیں ہوگا ۔ تو انھوں نے دھوکے اور فریب کی پالیسی شروع کی ۔ پہلے شاہ عالم بہادر سے جو ، انا ساگر میں مقیم تھا ، اپنے جرائم کی معافی کو تقریب بنا کر اس سے توسل پکڑا اور پھر اس کو بغاوت کی ترغیب دی اور چالیس ہزار سواروں کے ساتھ [۳۰۰] رفاقت کا وعدہ کیا ۔

کہتے ہیں کہ شہزادہ شاہ عالم نے اپنی والدہ نواب بائی کے اشارے پر ان لغوگویوں اور فتنہ پردازوں کو اپنے پاس نہیں پھٹکنے دیا ۔ انھوں نے مجبوراً شاہزادہ محمد اکبر سے رجوع کیا اور اس کو راہ پر لگا لیا (بغاوت کے لیے تیار کر لیا) ۔ شہزادہ ، دانش و شعور کے باوجود ، نا تجربہ کاری ، جوش جوانی ، اور خانہ خراب دوستوں کے مشورے سے دھوکا کھا کر شورش و سرکشی کے لیے تیار ہو گیا ۔

جب شاہ عالم اس راز سربستہ سے آگاہ ہؤا تو اس نے بادشاہ کو لکھا کہ کفار اور شہزادہ محمد اکبر کی شورش سے غافل نہیں رہنا چاہیے ۔ عالم گیر بادشاہ نے اس بات کو یہ سمجھا کہ اس نے بھائی ہونے کی وجہ سے حسد اور ہم مرتبہ ہونے کی وجہ سے رشک کیا ہے ، چونکہ شاہ عالم

---

۱ ۔ مانڈل ، علاقہ چتوڑ میں واقع ہے (ب)

۲ ۔ ریاست جودھ پور میں واقع ہیں (ب)

حسن ابدال میں تہمت لگانے کی وجہ سے بدنام ہو چکا تھا۔ شہزادہ محمد اکبر کی طرف سے بادشاہ کے مزاج میں کوئی خلش نہ تھی ، (بادشاہ کی طرف سے شاہ عالم کو) جواب لکھا گیا کہ یہ بہتان عظیم ہے ، خدا جل شانہ ، تمہیں ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم رکھے - چند روز نہیں گزرے تھے کہ آثار ظاہر ہوئے -

درگا داس کی سرداری میں راجپوتوں کا (شہزادہ اکبر سے) ملنا ، شاہزادے کا تخت حکومت پر جلوس کرنا ، شاہی ملازمین کو ، جو اس کے موافق تھے ، خطاب عطا کرنا اور ان کے منصب میں اضافہ کرنا مثلاً پادشاہ قلی خاں کو ، جو دشمنی اور بد خوابی میں رہتا تھا ، امیرالامرائی کا خطاب اور سات ہزاری منصب دینا ، اور جن کو اس نے منافق سمجھا مثلاً محتشم خاں اور معمور خاں ، ان کو مقید کر دیا - یہ سب باتیں دربار خلافت میں پہنچیں اور یہ بھی کہ شہزادہ ستر ہزار سواروں کے ساتھ مقابلے کی غرض سے چل پڑا ہے -

اس وقت بادشاہی فوجیں مفسدوں اور سرکشوں کی تنبیہ میں متعین اور منتشر تھیں - اور شہرت یہ ہے کہ بادشاہ کی ارکاب میں خواجہ سرا اور اہل دفتر وغیرہ [۴۴۹] سب ملا کر آٹھ سو سواروں سے زیادہ نہ تھے- لیکن مآثر عالم گیری میں لکھا ہے کہ بادشاہ کے حضور میں تمام جماعت کہ جس میں اہل خدمت وغیرہ بھی شامل تھے ، دس ہزار سوار سے زیادہ نہ تھی[1] - اس ناگہانی مصیبت میں سے اہل لشکر کو ایک عجیب تشویش و پریشانی پیش آ گئی - اسی زمانے میں میر آتش کو مور چال کے لیے لشکر آراستہ کرنے کا حکم ہؤا - شہزادہ شاہ عالم کو حکم بھیجا گیا کہ لشکر کے ساتھ فوراً پہنچے اور بادشاہ بار بار کہتا تھا، بہادر نے وقت خوب پایا ہے - دیر کیوں کی ہے ؟ بادشاہ اجمیر سے آ کر موضع دیورائی میں مقیم ہؤا جب شاہ عالم دس ہزار سواروں کے ساتھ آ گیا تو احتیاط اور تقاضائے وقت کے مطابق توپ خانے کا رخ اس طرف کر دیا گیا کہ وہ صرف اپنے

---

۱ - مآثر عالم گیری صفحہ ۱۹۸ (ب)

۔و ترکوں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا ۔

چونکہ سولہ ہزار سوار آ چکے تھے لہذا فوج کو درست اور مرتب کرنے کا حکم ہؤا ۔ اسی دوران میں بہت سے مثلاً کمال الدین خاں پسر دلیر خاں و مجاہد خاں برادر فیروز جنگ مخالف لشکر سے نکل کر بادشاہ کے لشکر میں آ گئے ۔

۵ محرم ۱۰۹۲ : (۱۵ جنوری ۱۶۸۱ء) کو ایک پہر رات گزری ہو گی کہ بادشاہ کے حضور میں عرض کیا گیا کہ بادشاہ علی خاں اکبر کے لشکر سے برے حالوں آیا ہے اور در دولت پر پہنچا ہے۔ لطف اللہ خاں داروغۂ غسل خانہ کو حکم ہؤا کہ بغیر اسلحہ کے لایا جائے ۔ وہ بد بخت ظاہر ہوتا تھا کہ اس کے دل میں ارادۂ فاسد ہے ، جب غسل خانہ کے باہر پر پہنچا تو اس نے ہتھیاروں کے علیحدہ کرنے میں بہت حیلہ و حجت اور خوشامد کی ۔ لطف اللہ خاں نے جا کر عرض کیا کہ وہ کہتا ہے کہ میں خانہ زاد ہوں اور کبھی بغیر اسلحہ [۴۰۳] نہیں آیا ہوں ۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسلحہ کے ساتھ آوے ۔ لطف اللہ خاں جب تک واپس ہووے کہ وہ خوف زدہ ہو گیا اور یہ چاہا کہ باہر نکل جائے ۔ نمک حرامی ، اس کے پیروں کی زنجیر بن گئی ۔ جیسے ہی کہ اس نے غسل خانہ کی قنات سے باہر قدم رکھا کہ خدمت کار سپاہی اور حیلے اس پر دوڑ پڑے ۔ چونکہ صدری اور زرہ اس کے جسم پر تھی ، زخم کم لگے ، کسی نے ایک زخم اس کے حلقوم میں لگایا کہ اس کا کام تمام ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ جب اس نے اسلحہ کے کھولنے میں حیلہ و حجت کی تو بادشاہ کے حضور میں عرض کیا گیا کہ ظاہر ایسا ہوتا ہے کہ اکبر کی سازش سے فاسد ارادہ کے ساتھ آیا ہے ۔ بادشاہ کو غصہ آ گیا تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ منع مت کرو ، اسلحہ کے ساتھ آنے دو ۔ اسی دوران میں خدمت گار سپاہیوں میں سے ایک نے اس اجل رسیدہ کے

سینے پر ایک ہاتھ مار کر منع کیا ۔ اس نے اس (سپاہی) کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور واپس ہؤا ۔ اتفاق سے اس کا پیر بندھی ہوئی رسی میں الجھا اور وہ گر پڑا ۔ ہر طرف سے مارو اور مار ڈالو کی آواز بلند ہوئی ۔ لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور سر کاٹ ڈالا ۔ کہتے ہیں کہ شاہ عالم نے ہوی اس کے مار ڈالنے کا اشارہ کیا تھا ۔ اگرچہ زرہ پہنے کی وجہ سے لوگوں کی بد گمانی کو تقویت ہوتی ہے کہ وہ خیال باطل کے ساتھ آیا تھا لکن خوافی خاں (خافی خاں) اپنی تاریخ (منتخب اللباب) میں خواجہ مکارم جاں نثار خاں کی زبانی ، جو بوڑھا اور مجربہ کار ہے اور اس وقت شاہ عالم کا ایک معتبر ملازم تھا اور اکبر کے پیشرو لشکر سے مقابلہ کر کے زخمی ہؤا تھا ، بیان کرتا ہے کہ وہ صرف اپنے خسر عنایت خاں کے خط و کتابت کرنے سے عالم گیر بادشاہ کے حضور میں آیا تھا ۔ اس کے علاوہ پادشاہ قلی خاں کے آنے کی اور کوئی وجہ نہ تھی اور عقیدت کے خصوصی اظہار میں اس کی غیرت دامن گیر ہوئی کہ اس نے ہتھیا کھولنے میں جہالت دکھائی ۔ [۳۵۱]'

شہزادہ اکبر کی جماعت میں ، جب وہ بادشاہ کے قیام گاہ سے ڈیڑھ کوس رہ گئی ہو گی ، تفرقہ پڑ گیا اور آدھی رات کو وہ اپنے اہل و عیال اور کارخانوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا ۔ عوام میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ بادشاہ نے ایک تدبیر سوچی اور محمد اکبر کو ایک فرمان لکھا کہ تم نے ہمارے ارشاد کے موافق ان وحشی مزاج راجپوتوں کو خوب ہموار کیا ہے اور قراول (پیش رو لشکر) مقرر کیا ہے لیکن ان کو ہراول (اگلا دستہ) پر رکھو تاکہ دونوں طرف سے یہ نشانے کی زد میں رہیں ۔ اور جب یہ فرمان راجپوتوں کے ہاتھ میں پڑ گیا ، عاجز ہوئے اور ان پر رعب و ہراس طاری ہو گیا ، اور شاہزادے سے علیحدہ ہو گئے[۲] ۔

---

۱ ۔ خافی خاں جلد دوم صفحہ ۲۶۸—۲۶۹ (ب)

۲ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے جادو ناتھ سرکار جلد سوم صفحہ ۳۵۳—۳۶۸ (ب)

آخر شاہ عالم تعاقب پر مقرر ہؤا۔ وہ جماعت جو جبر و اکراہ کے ساتھ اس بے راہ روی اور گم راہی میں ساتھ ہو گئی تھی، اس کو ایک خاص جگہ پر رکھا گیا اور قاضی خوب اللہ، محمد عاقل، اور میر ملا محمد امرہہ کوکہ جنہوں نے خلیفہ وقت (عالم گیر اورنگ زیب) کے خلاف خروج کرنے کے جواز میں محضر پر دستخط کیے تھے محاسب اعلیٰ نے شکنجے میں کس کر اور سزا دے کر ان کو قلعہ گڑھ پتھلی (بیتلی) میں بھیج دیا۔

اگرچہ بادشادہ قلی خاں پر چند باغی قرار پایا لیکن اس کا بھائی اور اس کی اولاد خانہ زاد ہونے کی وجہ سے بادشاہ کی عنایات کی مستحق ٹھہری۔ چنانچہ انسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے بھائی افضل بیگ کو ''تہور خاں'' کا خطاب ملا اور وہ ہمت خان کے ساتھ بیجا پور کے محاصرے پر مقرر ہؤا۔ اس کا لڑکا اسد الدین احمد، کہ جس نے محمد معظم بہادر شاہ اول کے زمانے میں ''خان'' کا خطاب پایا اور تیسرے سال [۳۵۲] جلوس فرخ سیری میں احمد نگر کا قلعہ دار مقرر ہؤا، بہت مغرور تھا اور دوسرے وجوہ سے بھی بدنام تھا۔

(۱۰۹)

بزرگ امید خاں

شایستہ خاں کا لڑکا ہے۔ عالم گیری عہد کے شروع میں اسے ایک مناسب منصب ملا اور وہ اپنے باپ (شایستہ خاں) کے ہمراہ اس وقت سلیمان شکوہ کا راستہ روکنے کے لیے مقرر ہؤا، جب وہ چاہتا تھا کہ دریائے گنگا کو عبور کر کے دارا شکوہ کے پاس پہنچ جائے، اس کے بعد اس کو ''خان'' کا خطاب ملا۔

پہلے سال جلوس عالم گیری میں، کہ جب شجاع کے شکست خوردہ ہونے کے بعد بادشاہ نے دارا شکوہ کے مقابلے کے لیے اجمیر جانے کا ارادہ کیا تو وہ مستقرالخلافہ (آگرہ) سے اپنے باپ کے ہمراہ آیا اور

بادشاہ (عالم گیر) کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ ساتویں سال جلوس عالم گیری میں ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا۔

آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں جب اس کی کوشش سے بندر چاٹگام فتح ہؤا تو اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات اور نو سو سوار کے منصب پر مقرر ہؤا۔ بندر چاٹگام اراکان کے زمیندار کے محالات کی سرحد پر واقع ہے اور زمیندار مگھ قوم سے ہے۔ وہاں کے زمیندار کے آدمیوں کو جب موقع ملتا تھا تو شاہی علاقے میں آ جاتے تھے، لوٹتے تھے اور لوگوں کو قید کر کے لے جاتے تھے۔ (بندر چاٹگام) فتح کرنے کے بعد صوبۂ بنگالہ میں شامل کر دیا گیا۔

چھتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ خان جہاں بہادر، کوکلتاش کے لڑکے ہمت خاں کی بجائے الہ آباد کا صوبے دار مقرر ہؤا اور اس کے بعد صوبۂ بہار کا ناظم مقرر ہؤا۔ ۱۱۰۵ھ (۱۶۹۴ع) میں فوت ہؤا۔ کہتے ہیں کہ بہت عالی دماغ تھا [۴۵۳] اس کی صوبے داری کے زمانے میں بہار کی دیوانی پر موسوی خاں میرزا معز فطرت (تخلص) مقرر ہؤا کہ جو شاہ نواز خاں صفوی کا داماد، مرد فاضل اور خوش طبیعت شاعر تھا۔ جب وہ پہلی ملاقات کے لیے گیا تو اس نے دیکھا کہ ناظم صوبہ (بزرگ امید خاں) کی حویلی میں ایک چھوٹا حوض ہے اور اس میں پانی جاری ہے۔ مرزا موسوی خاں فطرت نے بے اختیار ہاتھ میں پانی لے کر ایک دو بار غرغرہ کیا۔ بزرگ امید خاں کا مزاج اس کی اس حرکت سے کبیدہ ہو گیا اور اس نے بادشاہ کے حضور میں اس کی شکایت لکھی تو اس کے پاس خاطر سے مرزا موسوی خاں وہاں (بہار) کی دیوانی سے معزول ہؤا[1]۔

۱۔ مرزا موسوی خاں کا حال مآثرالامراء جلد سوم (صفحہ ۶۲۳—۶۲۶) میں مفصل درج ہے۔ (ق)

(۱۱۰)

بہرہ مند خاں

وہ میر بخشی تھا اور اس کا نام عزیز الدین تھا ۔ اس کا باپ مرزا بہرام، صادق خاں مشہور کا چوتھا لڑکا تھا جو یمین الدولہ آصف خاں کا بہنوئی تھا ۔ جس وقت کہ (صادق خاں) فوت ہوا تو مرزا بہرام کم سن تھا اور اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا ۔ اسے پانسو ذات اور سو سوار کا منصب ملا ۔ اس کے بعد اس نے کچھ زیادہ ترقی نہیں کی ؛ کبھی شاہی توشک خانے کا مہتمم اور کبھی باورچی خانے کا مہتمم رہا ۔ ایک ہزار پانسو ذات اور تین سو سوار کے منصب تک پہنچا ۔ جب اس کا بڑا بھائی عمدہ الملک جعفر خاں صوبۂ بہار کا صوبے دار ہوا تو وہ بھی اس کے ساتھ اسی صوبے میں مقرر ہوا ۔

نوسویں سال جلوس شاہجہانی میں دارا شکوہ کے بڑے لڑکے سلیمان شکوہ کی شادی اس کی لڑکی کے ساتھ طے پائی ۔ وہ پٹنہ سے بادساہ کے حضور میں طلب ہوا ۔ بادساہ شاہجہان نے اس کو بطور جہیز جواہر ، مرصع آلات اور دوسری اشیاء ، ایک لاکھ پچاس ہزار روپے کی مرحمت فرمائیں [۴۵۴] ۔ اس کے بعد وہ (بہرام) اندھا ہو گیا اور مدتوں دارالخلافہ (دہلی) میں گوشہ نشین رہا ۔ اس کے دو لڑکے عزیزالدین اور شرف الدین تھے ۔

دسویں سال جلوس عالم گیری میں عزیز الدین کو ''بہرہ مند خاں'' کا خطاب ملا ۔ چونکہ جوہر قابل تھا ، کار گزاری اور نیک بختی اس کی پیشانی سے ظاہر تھی ۔ اس نے شاہی خدمات کو بہت شائستگی سے انجام کو پہنچایا ۔ شاید ہی کوئی خدمت ہو گی کہ جو اسے سپرد نہ ہوئی ہو ۔ پہلے فیل خانے کا داروغہ ہوا پھر احدیوں کا بخشی اور اس کے بعد آختہ بیگی کے عہدے پر مقرر ہوا ۔

تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں صلابت خان کی بجائے میر آتش مقرر ہؤا ۔ اسی سال بادشاہ (عالم گیر) اجمیر پہنچا اور بہرہ مند خان انا ساگر تالاب کے اس طرف باغ میں ٹھہرا ، اتفاق سے ایک درخت کے سائے میں بیٹھا تھا کہ بجلی گری ، خان کود کر حوض میں جا گرا ، کچھ دیر بے ہوش رہا پھر ہوش میں آیا ۔

چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں میر تزک مقرر ہؤا ، اس کے بعد لطف اللہ خان کی بجائے غسل خانے کا داروغہ مقرر ہؤا ۔ اس کے بعد جب بادشاہ دکن میں پہنچا اور احمد نگر کے قرب و جوار میں مقیم ہؤا تو بہرہ مند خان ، باوجودیکہ ایک کار گزار افسر اور سردار تھا ، دوبارہ دشمنوں کی بربادی پر مقرر ہؤا ۔

جب اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کا باپ (مرزا بہرام) دہلی میں طبعی موت سے فوت ہو گیا تو بخشی الملک اشرف خان بادشاہ کے حکم سے گیا اور بہرہ مند خان کر حضور میں لایا ۔ اس کو بادشاہ کی طرف سے ماتم پرسی کا خلعت ملا اور جملۃ الملک اسد خان کو [۴۵۵] جو آں مرحوم (مرزا بہرام) کا بھانجا تھا ، نیمہ آستین مرحمت ہوا کہ جو اس وقت بادشاہ پہنے ہوئے تھا ۔

تیسویں سال جلوس عالم گیری میں بیجا پور کی فتح کے بعد روح اللہ خان کی بجائے کہ جو ترقی کر کے بخشی اول کے عہدے پر پہنچا تھا ، بہرہ مند بخشی دوم مقرر ہؤا ۔ جب جملۃ الملک اسد خان قلعہ جنجی کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہؤا تو بہرہ مند خان کو وزارت کا عہدہ ملا ۔ جب چھتیسویں سال جلوس عالم گیری میں روح اللہ خان کا انتقال ہو گیا تو بہرہ مند خان میر بخشی مقرر ہؤا ۔ چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہؤا ۔ اس کے بعد پانچ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب سے مفتخر ہؤا ۔ اس زمانے میں کئی بار وہ دشمن کی تنبیہ کے لیے گیا ۔

جب پینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں سروان گڑھ، جو کھتانون سے دو کوس کے فاصلے پر ہے، فتح اللہ خاں کی کوشش سے فتح ہو گیا تو وہاں بادشاہی چھاؤنی نے قیام کیا اور ایک بہت بڑا لشکر خاں عشی الملک (بہرہ مند خاں) کی سرداری میں قلعہ ناندہ گڑھ ۔ کہ جو نام گڑھ کے نام سے موسوم تھا اور چندن اور مندن کہ جو ''مفتاح'' اور ''مفتوح'' کے نام سے مسہور تھے، کی فتح کے لیے مقرر ہوا بہر مند خاں نے فتح اللہ خاں کی ہمراہی میں تینوں قلعے چند دن میں فتح کر لیے اور وہ واپس آ گیا ۔

قلعہ کھیلنا کے فتح کرنے کے بعد چھیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں ۵ جمادی الآخر ۱۱۱۴ھ (٦ اکتوبر ۱۷۰۲ع)[1] کو بہرہ مند خاں کا انتقال ہوا ۔ چونکہ جملۃ الملک اسد خاں کی لڑکی اس کو بیاہی تھی اس لیے بادشاہی حکم کے مطابق شاہزادہ [۳۵٦] محمد کام بخش اس (بیوہ بہرہ مند خاں) کو ماتم خانے سے بادشاہ کے حضور میں لے گیا ۔ بادشاہ نے عنایات فرمائیں کہ اس کے دل خستہ کو تسلی حاصل ہوئی ۔

بہرہ مند خاں کے کوئی لڑکا نہ تھا، ایک لڑکی خاں بنی مختار کو بیاہی تھی کہ اس کا لڑکا بہرہ مند خاں موجود ہے ۔ اس کا حال داراب خاں مرحوم کے بیان میں ذکر ہوا ہے اور دوسری لڑکی امیر خاں مرحوم کے بڑے لڑکے میر خاں کے گھر میں تھی، یہ شادی بہرہ مند خاں کے مرنے کے بعد ہوئی تھی ۔ وہ (میر خاں) عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر تھا ۔ محمد معظم بہادر شاہ اول کے زمانے میں آصف الدولہ کی نیابت میں لاہور کا (نائب) صوبے دار رہا ۔ اس کے بعد کالنجر کا قلعہ دار مقرر ہوا کہ جو الہ آباد کے کے صوبے میں ایک مشہور قلعہ ہے ۔

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۴٦۱ میں تاریخ انتقال ۲۵ جمادی الآخر لکھی ہے (ب)

غرض بہرہ مند خاں مرحوم ، باوقار و با حیا ، صاحب تمکین و متانت ، غالب کو نیکی سے یاد کرنے والا ، پاک طینت ، مہذب اخلاق ، کریم الصفات اور خوش ظاہر امیر تھا ۔ آخر زمانے میں لکنت کی وجہ سے اسے بولنے میں تکلف ہوتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ جب دکن کی مہم میں وہ میر بخشی مقرر ہؤا اور اس کا عہدہ و مرتبہ بہت بڑھ گیا تو وہ آرزو کیا کرتا تھا کہ اگر بادشاہ مجھے ایک سال کے لیے دہلی جانے کی اجازت دے دے تو میں ایک لاکھ روپیہ نظر کروں ۔ اس کے ہم نشینوں نے کہا کہ بادشاہ کی مصاحبت اور رجوع خلق ، دہلی کی سیر کے مقابلے میں کیا کوئی قیمت نہیں رکھتی ہے ؟ اس نے کہا کہ یہ بہت بڑی دولت ہے لیکن اس کا مزہ اسی وقت ہے کہ میں اپنے شہر میں جاؤں اور وہاں کا شہر یار بنوں ۔ میرے نفس ہوا پرست کو اس سے زیادہ اور کوئی خوشی نہیں ہوگی کہ جس جگہ لوگوں نے مجھے پہلی حالت میں دیکھا ہے مجھے موجودہ حال میں بھی دیکھیں [۴۵۰] ۔

(۱۱۱)

باقی خاں حیات بیگ

سردار خاں کوتوال کا چھوٹا بھائی ہے ۔ تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں ”حیات خاں“ کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں میر عبدالکریم کی بجائے ہفت چوکی (محل کی حفاظت) کی خدمت پر مقرر ہؤا ۔ اس کے بعد شاہزادہ محمد معظم مخاطب بہ شاہ عالم کے غسل خانے کا داروغہ مقرر ہؤا ۔ چوں کہ بیجا پور کی تسخیر میں بادشاہ کو یہ بد گمانی ہوئی کہ شہزادے نے اس فتح میں کوشش نہیں کی بادشاہ اس بات پر (شہزادے سے) ناراض ہو گیا ۔ شہزادے کے مشیروں مثلاً مومن خاں نجم ثانی داروغہ توپ خانہ ، ملتفت خاں بخشی دوم اور بندرابن دیوان کو علیحدہ کر دیا گیا مگر شاہزادہ اس بات پر بھی متنبہ

میں ہؤا اور اس نے حیدر آباد کے محاصرے میں ابوالحسن سے ،کہ جس سے پہلے سے تعلقات تھے ، پیغام و سلام جاری رکھا ۔ اس (شہزادے) کی یہ تمام کوشش کہ یہ مسئلہ میرے ہاتھ سے حل ہو اور باپ (بادشاہ) کی طرف سے میں اس قلعے کو فتح کرنے کے لیے مامور ہوں ، حاسد بد خواہوں نے اس کی برائی پر محمول کی ۔ اور بادشاہ کے مزاج کو اس سے منحرف کرا دیا ۔ ایک روز خلوت میں حیات خاں سے اس بات کے متعلق پوچھا گیا ، اگرچہ اس نے شہزادے کی بے قصوری کو ہر طرح ظاہر کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہؤا ۔

بادشاہ نے فرمایا کہ شہزادے کو حکم بھیجا جائے کہ شیخ نظام حیدر آبادی آج لشکر پر شب خون مارنے کا ارادہ رکھتا ہے اس لیے وہ اپنے ملازمین کو لشکر سے آگے بھیج دے کہ وہ بہادری کے ساتھ اس کو روکنے کے لیے مستعد رہیں ۔ جب یہ لوگ ادھر جائیں گے تو اہتمام خاں دہ تو ال تمہارے خیمے کی حفاظت کرے گا ۔ دوسرے دن [۴۵۸] ۱۸ جمادی الآخر انتیسویں سال جلوس عالم گیری کو شاہزادہ محمد معظم شاہ عالم ، محمد معزالدین اور محمد عظیم (پسران) کے ہمراہ بادشاہ کے حکم کے مطابق دربار میں آیا ۔ اس وقت بادشاہ دیوان (عدالت) میں بیٹھا ہؤا تھا ۔ ان کے آنے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ بعض معاملات میں اسد خاں اور بہرہ مند خاں سے گفتگو کرنی ہے کہ تم تسبیح خانے میں بیٹھ کر بات چیت کرو ۔ مجبوراً اٹھ گئے ۔ اسد خاں نے ہتھیار طلب کیے اور کہا کہ کچھ دن اطمینان سے گزاریے اور اس خیمے میں لایا جو پاس ہی کھڑا ہؤا تھا ۔

کہتے ہیں کہ اسلحہ لینے کے وقت معز الدین نے دوسرا ارادہ کیا ، باپ (محمد معظم شاہ عالم) نے آنکھیں دکھائیں ، ٹھیک ہو گیا اور سرکاری پیش کاروں نے ذرا سی دیر میں امارت و شہزادگی کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا ۔ بادشاہ (عالم گیر) دیوان (عدالت) سے اٹھ کر ، محل سرا

آ گیا ۔ ہائے ہائے کرتا ہؤا ہاتھ اپنے دونو زانو پر مارتا تھا اور کہتا تھا کہ میری چالیس سال کی محنت خاک میں مل گئی ۔

چوں کہ حیات خاں کا بڑا بھائی سردار خاں بادشاہ کی نوازش سے سرفراز تھا اس لیے اس واقعہ کے بعد حیات بیگ عتاب سے محفوظ اور اپنی عہدے پر برقرار رہا ۔ اس کے بعد اس کو موروثی خطاب ''باقی خاں'' ملا ۔ انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہؤا ، اس کا دو ہزاری منصب ہو گیا اور کام گار خاں کی بجائے وہ اکبر آباد کا قلعے دار مقرر ہؤا کہ جو استواری اور مضبوطی میں تمام قلعوں سے ممتاز تھا ۔ اسی لیے مدتوں سے بادشاہی خزانے اور جواہر اس میں مصئون و محفوظ تھے ۔ اور ہندوستان کے تمام مقامات میں وہ ممتاز تھا ۔

جب عالم گیر بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو باقی خاں حیات بیگ نے یہ طے کیا کہ ملک کے وارثوں [۴۵۹] میں سے جو پہلے آگرے پہنچے گا قلعے اور خزانے کی کنجی اسے دوں گا ۔ خزانے میں غیر مسکوک سونا اور چاندی کے علاوہ اشرفی ، روپیہ ، عرفی اور غریب نوازا (سکے) ایک قول کے مطابق نو کروڑ اور ایک روایت کے مطابق تیرہ کروڑ روپے کے تھے ۔ اگرچہ اس کے خیال میں یہ تھا کہ اعظم شاہ سب سے پہلے پہنچے گا لیکن کارکنان قضا و قدر نے بادشاہت بہادر شاہ کے نام مقرر کر رکھی تھی ، چنانچہ یہی ہؤا کہ یہ (بہادر شاہ) پہلے آیا اور وہ (اعظم شاہ) بعد میں پہنچا ۔ محمد عظیم نے کہ جو بنگالہ کی حکومت سے معزول ہؤا تھا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادے سے آ رہا تھا ، (عالم گیر کی موت کی) خبر سنی تو وہ بہت تیزی سے آگرہ پہنچا ۔ باقی خاں نے قلعہ

---

۱ - یہ بیان خافی خاں جلد دوم (صفحہ ۵۶۸) سے ماخوذ ہے اس جگہ روپیہ غریب لواز لکھا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عرفی اور غریب نواز دو طرح کے سکے تھے ۔ اس سلسلے میں بیوریج نے ایک طویل حاشیہ لکھا ہے مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچا ہے (ق)

سپرد کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے فیصلے پر قائم رہا ۔ شاہزادہ (محمد عظیم بن معظم شاہ) نے مورچال مقرر کر دی ۔ توپ کے چند گولے بیگم کی مسجد پر لگے ۔ آخر شہزادے نے کوئی فائدہ نہ دیکھا اور لڑائی سے باز آیا ۔ اس کی دل جوئی کے خیال سے باقی خاں کی عرضداشت ، اسی فیصلے کے ساتھ ، لے کر باپ کے پاس بھیج دی ۔ اسی زمانے میں بہادر شاہ بہت فاصلہ طے کرکے دارالخلافہ (دہلی) پہنچ چکا تھا اور اس خوش خبری سے اس کو اور بھی تقویت ہوئی اور وہ بہت جلد مستقر الخلافہ آگرہ پہنچا ۔ باقی خاں نے قلعے اور خزانے کی کنجیاں بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیں اور تخت نشینی کی مبارک باد دی ۔ بادشاہ نے اس پر عنایات اور مہربانیاں فرمائیں ۔ بہادر شاہ نے جلدی سے چار کروڑ روپیہ خزانے سے [۔۳۶] نکالا اور ہر شہزادے اور امیر کو اس کے مرتبے کے موافق انعام دیا ، پرانے نوکروں کی تنخواہ اور نئے نوکروں کو دو ماہ کی تنخواہ دی ۔ کچھ روپیہ محل کے اندر بھجوایا اور کچھ روپیہ درویشوں اور محتاجوں کو دیا ۔ اس طرح دو کروڑ روپیہ خرچ ہو گیا اور بادشاہ (بہادر شاہ اول) نے بدستور سابق قلعہ آگرہ میں باقی خاں کو (قلعے دار) رکھا اور محمد معظم بہادر شاہ اول کے ابتدائے عہد حکومت میں باقی خاں حیات بیگ فوت ہوا ۔ اس کے لڑکے اور داماد بہت تھے ۔

(۱۱۲)

بسالت خاں مرزا سلطان نظر

اس کی قوم چغتائی ارلات ہے ۔ اس کا باپ میرزا محمد یار ، بلخ کا رہنے والا تھا ۔ وہ (مرزا محمد یار) شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان آیا اور بادشاہ کے منصب داروں میں شامل ہو گیا ۔ میرزا سلطان نظر ، ہندوستان میں پیدا ہؤا ۔ جب وہ سن رشد و تمیز کو پہنچا تو عہدے دار مقرر ہؤا اور محمد اعظم شاہ کے ملازمین میں شامل ہو گیا ۔ آخر کو وہ شہزادے کی طرف سے بادشاہ کے حضور میں وکیل مقرر ہؤا ۔

جب عالم گیر بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو محمد اعظم شاہ نے اس کو تین ہزاری منصب اور ''صلابت خاں'' کا خطاب دیا اور دیوان خاص کا داروغہ مقرر کیا ۔ بہادر شاہ کی لڑائی میں وہ زخمی ہؤا اور میدان میں گر پڑا ۔ اس کے بعد محمد معظم بہادر شاہ اول کی خدمت میں پہنچا ۔ ''بسالت خاں'' کا خطاب ملا اور اس رسالے کا بخشی مقرر ہؤا جو ''سلطان عالی تبار'' کے نام پر مقرر تھا ۔ دکن سے واپسی کے وقت جب اس نے یہ دیکھا کہ رسالے کے لوگوں کی حالت سقیم ہے تو وہ مستعفی ہوگیا ۔ جہاں دار بادشاہ کے زمانے میں ذوالفقار خاں کی کوشش سے اس کا سابقہ منصب اور جاگیر [۴۶۱] بحال ہوئی ۔ محمد فرخ سیر کے زمانے میں حسین علی خاں نے قدیم تعلقات کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو اپنی اس فوج کا بخشی مقرر کیا اور ساتھ لیا کہ جو راجپوتوں کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئی تھی ۔ اس کے بعد وہ دکن کے سفر میں حسین علی خاں کے ہمراہ رہا اور ۱۱۲۷ھ (۱۷۱۵ع) میں ، جو لڑائی داؤد خاں پنی کے ساتھ شہر برہان پور کے نزدیک ہوئی ، اس میں وہ مارا گیا اور شہر مذکور (برہان پور) کے محلہ سنوارہ میں اپنی جائداد میں دفن ہؤا ۔ اپنی دوست پرستی کے لیے مشہور تھا اور کلمۂ خیر کہنے کی بہت توفیق رکھتا تھا ۔

اس کے بڑے لڑکے کا نام مرزا حیدر تھا ، وہ حسین علی خاں کی مدد سے اپنے باپ کے بعد بخشی مقرر ہؤا ۔ سادات کے زوال کے بعد عہدہ چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گیا ، اس کا دوسرا لڑکا ، کہ جسے باپ کا خطاب (بسالت خاں) ملا تھا ، آصف جاہ کے ہمراہ تھا ۔ محرر اوراق (شاہ نواز خاں) نے اس کو دیکھا ہے ۔ اس کے دو لڑکے تھے جو قلیل منصب اور جاگیر پر زندگی گزارتے ہیں ۔

(۱۱۳)
بیان خاں

فاروقی شیخ ہے ۔ خاندیش کے فاروقیوں کی طرح ''خان'' کے ساتھ مشہور تھا ، دو ہزار پانسو کے منصب تک پہنچا ۔ ملک دکن میں اس کی

جاگیر تھی اور وہیں نوکری کرتا تھا۔ درویشوں کی طرح رہتا تھا۔ اس نے مرشد اس کی کرامت کے قائل ہیں۔ سید عبداللہ قطب الملک سے بڑی دوستی تھی جب ۱۱۲۹ھ (۱۷۱۷ع) میں [۳۶۲] امیرالامراء حسین علی خاں، محمد فرخ سیر کو گرفتار کرنے کے ارادے سے دکن سے شاہجہان آباد روانہ ہوا تو وہ (بیان خاں) بیمار تھا، ۱۱۳۰ھ (۱۷۱۸ع) میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اپنی حویلی میں مدفون ہوا جو اورنگ آباد کے محلہ وصل پورہ میں واقع ہے۔

اس کے بڑے لڑکے نے باپ کا خطاب (بیان خاں) پا کر زندگی گزاری۔ دوسرا لڑکا محمد مرتضیٰ خاں ہے کہ جسے آخر میں ''یمن الدولہ بہادر سرفراز جنگ'' کا خطاب ملا اور اس کی عمدہ عہدے پر ترقی ہوئی اور وہ بیدر کا قلعہ دار مقرر ہوا۔ بہت زندہ دل اور اپنی قسمت پر قانع انسان ہے۔ لوگوں کو دوست بناتا تھا ۱۱۸۹ھ (۱۷۷۵ع) میں انتقال ہوا۔ وہ شہر حیدر آباد (دکن) کے باہر فتح دروازہ کی طرف مدفون ہے۔

(۱۱۴)

برہان الملک سعادت خان

میر محمد امین نام اور موسوی نیشا پوری سید ہے۔ شروع میں ایک ہزار کا منصب ملا اور محمد فرخ سیر کے والا شاہیوں (خانگی سواروں) میں شامل ہوا۔ اس بادشاہ (محمد فرخ سیر) کے جلوس سلطنت کے بعد محمد جعفر خاں کی وساطت سے اس (جعفر خاں) کا نائب کروڑی مقرر ہوا جو اس زمانے میں تقرب خاں کا خطاب اور خانسامانی کا عہدہ رکھتا تھا اور تخت نشین ہوتے ہی قحط پڑ گیا تھا۔ تو گنج (بازار) کی کروڑگری بھی اس کو مل گئی تھی۔ اس کے بعد وہ صوبۂ اکبر آباد کے مضاف میں ہنڈون بیانہ کا فوج دار مقرر ہوا [۳۶۳] جو ایک سر کش مقام ہے اس نے مفسد اور فسادیوں کو سخت سزا دے کر بہادری میں نام پیدا کر لیا، اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا۔ جب محمد شاہ بادشاہ

کا لشکر اکبر آباد کے قریب آکر ٹھہرا تو وہ ایک اچھی جمعیت کے ساتھ آکر بادشاہ کے لشکر سے مل گیا اور محمد امین خاں بہادر کے ساتھ حسین علی خاں کے مار ڈالنے کے مشورے میں برہان الملک سعادت خاں شریک غالب تھا۔ سید غیرت خاں بارہہ اور حسین علی خاں کے دوسرے ساتھیوں کی شورش میں برہان الملک سعادت خاں نے حملے کیے اور خوب بہادری دکھائی۔ اس کے بدلے میں اسے پانچ ہزاری ذات و پانچ ہزار سوار کا منصب اور "بہادر" کا خطاب ملا نیز علم و نقارہ عطا ہوا۔ اس کے بعد محمد شاہ بادشاہ اور سلطان رفیع الشان کے بڑے لڑکے سلطان ابراہیم سے، کہ جسے حسین علی خاں کے مارے جانے کے بعد قطب الملک نے بادشاہ بنایا تھا، لڑائی ہوئی تو برہان الملک سعادت خاں میسرہ کا سردار مقرر ہوا۔ اس نے اس لڑائی میں بہت بہادری اور ہمت کا مظاہرہ کیا اور جب فتح حاصل ہو گئی تو اصل و اضافہ کے بعد سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور "برہان الملک بہادر، بہادر جنگ" کا خطاب ملا اور وہ مستقر الخلافہ (آگرہ) کی صوبہ داری پر مقرر ہوا۔

جب چورامن جاٹ کہ جسے سادات بارہہ نے آگے بڑھایا تھا، شاہی فوج کے بہادروں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا اور اس کے لڑکے اپنے علاقے کی گڑھیوں کو مستحکم کر کے سرکشی پر تیار ہو گئے تو برہان الملک سعادت خاں، ان کی تادیب پر مقرر ہوا۔ ہر چند اس نے ختم کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی لیکن چونکہ ان کے پاس درختوں کے جنگلوں اور مضبوط کی پناہ گاہیں تھیں اس لیے جیسی چاہیے [۴۶۴] ویسی ان کی گوش مالی نہ ہو سکی۔

اس کے بعد برہان الملک سعادت خاں اس صوبہ (آگرہ) کی صوبہ داری سے علیحدہ ہو گیا اور شاہی توپ خانے کا داروغہ مقرر ہوا اور اس کے ساتھ صوبۂ اودھ کا انتظام بھی اس کے سپرد ہوا کہ جو اس کی تنخواہ کے طور پر تھا۔ اس صوبہ (اودھ) میں اس نے فوج اور توپ خانہ

لیا اور ... : مرشدوں کو اٹھا اور مارا اور ان وجوہ سے ... مرض استغنی سب ... طاہر ... گئی۔

... ان ... محمد شاہی ۱۱۵۱ھ (۱۷۳۹ء) ... جب ... آور ہوا ... بادشاہ محمد شاہ ... تک اس ... لیے گیا تو برہان الملک ... رہ گیا ... اور ... جب ... یا ... برہان الملک ... یہ ... تو بادشاہ اور ... کی اور ایک ... کے ساتھ ... ان ...) ... حلا گیا۔ انہوں نے برہان الملک کو ... وہ ... کے ... سے ایک میدان میں ... رہا تھا۔ اس کے بعد ... دوسری فوج کے ساتھ لوٹ ... اور ... شروع ... وہ ... برہان الملک) زخمی ... اور ... کی ... برہان الملک کے ... شاہ ... باتھی مست تھا، وہ برہان الملک کے ہاتھی ... دوڑ پڑا اور اس نے ... بڑھا کر برہان الملک کو ایرانیوں کے لشکر میں پہنچا دیا۔ واپس لوٹنا نصیب نہ ہوا۔ اس طرح برہان الملک قید ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے زمانہ سازی (غداری) اختیار کی اور محمد شاہ بادشاہ کی کمزوری نادر شاہ کے ذہن نشین کی اور وعدہ کیا کہ دارالخلافہ دہلی سے میں ایک بڑی رقم دلاؤں گا۔

اس کے بعد محمد شاہ بادشاہ [۵۶۳] اور نادر شاہ کے درمیان صلح ہو گئی۔ بادشاہ (محمد شاہ) نے برہان الملک سے فرمایا کہ ... خان جلائر کے ساتھ شاہجہان آباد جائے لہذا برہان الملک دہلی پہنچا اور شاہ (نادر شاہ) کے لیے قلعے میں ایک جگہ مقرر کی اور ۹ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ (۹ مارچ ۱۷۳۹ء) کو دونوں بادشاہ دہلی پہنچے، ۱۰ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ (۱۰ مارچ ۱۷۳۹ء) کی رات کو برہان الملک

ان ہی زخموں سے فوت ہو گیا ۔

غرض وہ بہادر امیر اور رعایا پروری میں بہت باحوصلہ تھا ۔ اس کے کوئی لڑکا نہ تھا ۔ اس کی لڑکی ابوالمنصور خاں کو بیاہی تھی جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے[1] ۔

---

۱ ۔ برہان الملک سعادت خاں ، حکومت اودھ کا بانی اول ہے اودھ کی تمام تاریخوں میں اس کے حالات تفصیل سے درج ہیں۔ ملاحظہ ہو (ق)
(۱) تاریخ اودھ جلد اول از نجم الغنی خاں صفحہ ۱۲ــــ۸۳ (لکھنؤ ۱۹۱۹ع)
(۲) قیصر التواریخ حصہ اول ازکمال الدین حیدر صفحہ ۳۲ــــ۴۴
(۳) عہد بنگش صفحہ ۹۳ــــ۹۵

ت

(۱۱۵)

تردی بیگ خاں ترکستانی

ہمایوں بادشاہ کا قدیم نوکر اور خدمت گزار تھا ۔ گجرات کی فتح کے بعد جانپا نیر[1] کی حکومت پر مقرر ہوا ۔ جب مرزا عسکری جو گجرات کی حکومت پر مقرر تھا ، سلطان بہادر سے شکست کھا کر فساد کے ارادے سے آگرہ کی طرف چلا اور سلطان بہادر دریائے مہندری عبور کر کے جانپا نیر آیا تو اس (تردی بیگ) نے قلعہ (جانپانیر) کے مضبوط اور استوار ہونے اور قلعہ داری کے سامان و اسباب کے بکثرت و بہ افراط ہونے کے باوجود ہمت نہ دکھائی اور وہ مانڈو میں ہمایوں کے پاس آ گیا ، لیکن وہ تمام اعتبار اور دیرینہ رفاقت کے باوجود اخلاص و عقیدت کے

---

۱ ۔ جانپانیر ، احمد آباد سے ۶۰ میل کے فاصلے پر ہے ۔ (ب)

جوہر سے خالی تھا کہ ملازم کے لیے اس سے بہتر کوئی اور سرمایہ نہیں ہے ۔ مصائب و آلام کے زمانے میں [۶۶۶] جس چیز کو حقیقت پسند لوگ باعث شرم سمجھتے ہیں بلکہ تمام لوگ نمک حلالی کے خیال سے اس کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتے ہیں ، اس نے نہایت بے مروتی اور بے باکی سے اس کو گوارا کر لیا ۔ چنانچہ ایک دن راؤ مالدیو کی ولایت کو طے کرتے وقت بادشاہ ہمایوں کی سواری کے لیے اسپ خاصہ نہ تھا ۔ جب لوگوں نے اس سے مانگا تو انکار کر دیا ۔ ندیم کوکہ نے وہ گھوڑا کہ جس پر اس کی ماں سوار تھی ، پیش کر دیا اور اس بوڑھی عورت کو اونٹ پر بٹھا دیا ۔

جب ہمایوں بادشاہ امر کوٹ میں پہنچا تو نہایت عسرت اور افلاس سے دو چار ہونا پڑا ۔ تردی بیگ خاں سے وہ مال و اسباب کہ جو بادشاہ کے اقبال سے حاصل کیا تھا ، مانگا گیا تو اس نے دینے سے منع کیا ۔ بادشاہ (ہمایوں) نے وہاں کے حاکم رائے پرساد کے اتفاق سے اس اور دوسرے لوگوں پر جو مالدار تھے سختی کی اور انصاف دوستی سے اکثر اموال ان کو واپس کر دیا اور تھوڑا سا مال مجبوراً لے کر حالات کے موافق ملازمین میں تقسیم کر دیا ۔

جب ہمایوں ، ایران کا ارادہ کر رہا تھا تو تردی بیگ خاں اپنے تمام ملازموں کے ہمراہ حوالی قندھار سے جدا ہو کر مرزا عسکری کے پاس پہنچ گیا ۔ مرزا عسکری نے ہر ایک کو اپنے نوکروں کے حوالے کر دیا اور ان کو مالداری کے خیال سے قندھار لے گیا ۔ بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا اور تردی بیگ خاں سے بہت رقم لی ۔

جب ہمایوں بادشاہ ایران سے واپس ہؤا تو تردی بیگ خاں نہایت شرمندگی اور ندامت کے ساتھ ، ہمایوں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور اسی امارت کے منصب پر فائز ہوگیا ۔ جب مرزا الغ بیگ ولد میرزا سلطان کا انتقال ہو گیا تو ۹۵۵ھ (۱۵۴۸ع) میں اس کو زمین داور کی جاگیر داری سپرد کر کے اس علاقے کے انتظام کے لیے رخصت فرمایا ۔

جب اس نے ہندوستان کی مہم میں بہت بہادری اور کوشش [۳٦٧] دکھائی تو اسے میوات کی جاگیر ملی اور اس کا اعتبار و اقتدار بڑھ گیا۔

۷ ربیع الاول ۹٦۳ھ (۲۰ جنوری ۱۵۵٦ع) کو جب ہمایوں بادشاہ کتب خانہ ایک دہلی میں مسجد کے اوپر سے نیچے اتر رہا تھا تو اس کا پیر پھسلا اور وہ زمین پر آ رہا اور اس دنیا سے چلتا بنا (انتقال ہو گیا)۔

ع ہمایوں پادشاہ از بام افتاد ۹٦۲ھ

سے اس کی تاریخ نکلتی ہے[1]۔

تردی بیگ نے، جو امیر الامرائی کا خطاب اپنے دل میں رکھتا تھا، اکبر کے نام کا خطبہ پڑھا اور اس نے سامنے کے لوازم و اسباب کو مرزا ابو القاسم پسر مرزا کامران کے ساتھ اکبر کی خدمت میں بھیجا کہ ولایت پنجاب کے انتظام میں مشغول تھا۔ بادشاہ نے اس کی حسن خدمت کو پسند کیا اور اسے پنج ہزاری منصب ملا۔ مرزائے دہلی کے ساتھ اس ولایت (دہلی) کے انتظام کے لیے مقیم رہا۔ نہایت عمدہ طریقہ سے حاجی خاں کے پاس گیا جو شیر شاہ کا خاص غلام تھا اور ریول کے قرب و جوار میں فساد مچا رہا تھا، اس نے اطراف و جوانب میں لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ اس علاقے کو اس سے حاصل کیا اور میوات تک اس کا پیچھا کیا اور بہت سے سرکشوں کو سخت سزا دی، واپس ہونے کے بعد دہلی میں بھی امن بر قرار رکھا۔

اسی درمیان میں ہیمو بقال (کا واقعہ پیش آیا) کہ جس کا کوئی حسب و نسب نہ تھا۔ وہ اپنے ابتدائی زمانے میں قصبہ ریواڑی میں ذلت کے ساتھ گلی کوچوں میں نمک بیچتا پھرتا تھا۔ کسی حیلہ سے [۳٦٨] سلیم شاہ کے بقالوں میں داخل ہو گیا، وہ اپنی تحریر اور دوسروں کو

۱۔ یہ تاریخ ملا قاسم کاہی نے کہی ہے اس میں ایک عدد کم ہے ۹٦۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔ ہمایوں کی وفات ۹٦۳ھ (۱۵۵٦ع) میں واقع ہوئی۔ (ق)

برا کہنے سے بادشاہ سے متعارف ہو گیا ۔ جب حکومت مبارز خاں عدلی کو ملی تو وہ وکیل اور سپہ سالار ہو گیا ۔ اس نے جواب اور روپیہ بکھیر کر بڑے کام انجام دیے ۔ پہلے اپنا نام بسنت رائے رکھا ۔ پھر "راجا بکرما جیت" خطاب مقرر کیا ۔ چونکہ گھوڑے کی سواری نہیں جانتا تھا اس لیے ہمیشہ ہاتھی پر بیٹھتا تھا ۔

جب اس (ہیمو بقال) نے ہمایوں بادشاہ کی موت کی خبر سنی تو پچاس ہزار سوار ، ایک ہزار ہاتھی ، اکیاون توپیں اور پانسو بندوقیں لے کر دہلی پہنچا اور تغلق آباد کے قریب مقیم ہوا ۔ بہت سے ان امراء کی رائے کہ جو مصیبت کی وجہ سے ادھر اور ادھر سے آ کر تردی بیگ خاں کے پاس جمع ہو گئے تھے ، یہ ہوئی کہ بادشاہ کے آنے کا انتظار کیا جائے اور قلعے کو مضبوط کرنے کے انتظام میں مشغول رہنا چاہیے ۔ تردی بیگ خاں نے سب کی دل دہی اور ہمت افزائی کی اور ان کو لڑائی کے لیے آمادہ کر لیا ۔ ۲ ذی الحجہ ۹۶۳ھ (۷ اکتوبر ۱۵۵۶ع) کو میدان جنگ آراستہ ہوا اور مردانہ کوششوں سے مخالف فوج کے پیر اکھاڑ دیے ۔ بہت سے آدمی بھاگنے والوں کے پیچھے دوڑے ، کچھ لوٹ مار میں مشغول ہو گئے ۔ تردی بیگ خاں تھوڑی سی جماعت کے ساتھ کھڑا ہوا یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ اچانک ہیمو ایک گوشے سے نکلا اور اس (تردی بیگ خاں) کے پاس پہنچ گیا ۔ افضل خاں خواجہ سلطان علی ، اشرف خاں میر منشی اپنی بے ہمتی سے اور ملا پیر محمد سروانی ، کہ جو بیرام خانی تھا اور اس کی سپہ سالاری کی شکست چاہتا تھا ، بھاگ کھڑے ہوئے ۔ تردی بیگ خاں نے عزت کی موت سے ذلت کی زندگی کو پسند کیا اور میدان چھوڑ کر بھاگ گیا ۔ [۴۶۹] کیسا بنا ہوا کام بگڑ گیا ۔ قصبہ سرہند میں بادشاہی لشکر میں شامل ہو گیا جو ہیمو کے استیصال کے لیے مقیم تھا ۔

چونکہ بیرام خاں اس (تردی بیگ خاں) کو اپنا مقابل سمجھتا تھا اور ہمیشہ اس سے اندیشہ ناک رہتا تھا اور وہ بھی اپنے کو بادشاہی

... سالار سمجھتا تھا اور ہمیشہ اس خیال میں رہتا تھا کہ بیرام خان
.. کھاڑ پھینکے اور اس میں مذہبی تعصب کو بھی دخل تھا ۔ اس
... جب تردی بیگ خان شکست کھا کر خجالت اور ادبار کے ساتھ آیا
۔ بیرام خان نے دوستی کا اظہار کیا اور اس کو اپنے گھر بلایا ۔ اس
.. خیمہ میں چھوڑ کر خود طہارت کے بہانے سے باہر چلا گیا ۔ اس کے
. ..روں نے س (بیرام خان) کے عاشانہ میں تردی بیگ خان کا کام تمام
د .یا ۔

بیت

کسے را کہ دیدی تو در جنگ پست
بکش گر عدو در مصاف نکشت

اس دن اکبر بادشاہ سرہند کے جنگل میں ناسہ کے شکار میں مشغول تھا ۔ جب بادشاہ واپس ہوا تو بیرام خان نے کہلا کر بھیجا کہ اس (یعنی تردی بیگ میر) دلیری کا سبب بادشاہی حرم خواہی کے سوا اور ..۔ .. نہیں ہے ۔ تردی بیگ خان اس لڑائی میں بے جان توجہ کر تھا گا ۔ اس کی بے اخلاصی اور نفاق سب کو معلوم ہے ، اگر اسی طرح کی تقصیرات لوگ کرتے رہے تو معاملات پورے طور سے انجام کو نہ پہنچیں گے اور اس بات کی مجھے شرمندگی ہے کہ میں اجازت نہ لے سکا ۔ میں جانتا ہوں کہ ذاتی مہربانی کی وجہ سے حضرت (بادشاہ) اس تجویز کو پسند نہیں کرتے ۔

بادشاہ نے نقاضائے وقت کی وجہ سے خان خاناں کے اس عذر کو تسلیم کر لیا مگر چونکہ پرانا عمدہ سردار تھا ، اس لیے بادشاہ کو یہ بات ناگوار گزری ۔ چغتائی امیر بھی جو بیرام خان سے کینہ [۴۷۰] رکھتے لگے مزید خوف و ہراس میں پڑ گئے ۔

(۱۱۶)

تاتار خان خراسانی

اکبری امیر ہے ، ہزاری منصب تک پہنچا ۔ اس کا نام خواجہ محمد طاہر ہے ، ایک زمانے تک وزیر رہا ۔ آٹھویں سال جلوس اکبری

میں شاہ براغ کے ہمراہ شاہ ابو المعالی کے تعاقب پر مقرر ہوا جو حصار فیروزہ سے کابل جا رہا تھا ۔ اس کے بعد دہلی کی حفاظت پر مقرر ہوا ۔ ۹۸۶ھ (۱۵۷۸ع) میں اس کا انتقال ہوا ۔

(۱۱۷)

ترسون محمد خاں

شاہ محمد سیف الملوک کا بھانجا ہے کہ جس نے خراسان کے مضاف ولایت غرجستان پر قبضہ کر لیا تھا ۔ شاہ طہماسپ صفوی نے ۹۴۰ھ (۱۵۳۴ع) میں شہر ہرات میں موسم سرما میں قیام کیا اور ایک فوج مقرر کی کہ اس (سیف الملوک) کو ختم کرکے علاقے (غرجستان) کو دوبارہ فتح کیا جائے ۔

ترسون محمد خاں شروع میں اچھی عادتوں والے امیر محمد بیرام خان کا ملازم ہوا ، اور اعزاز و اعتبار میں اپنے تمام ساتھیوں اور برابر والوں سے بڑھ گیا ۔ جب اکبر بادشاہ بیرام خاں سے ناراض ہوا اور وہ شکار کے ارادے سے دہلی کی طرف روانہ ہوا تو بیرام خاں باوجود تمام عقل و دانش کے نہایت اطمینان سے تھا ، (اسے نہیں معلوم تھا) کہ حالات بگڑ چکے ہیں اور معاملہ دگرگوں ہوگیا ہے۔ یہاں تک کہ بادشاہ کے فرامین امراء کی طلبی میں آ گئے [۱۷۴] بیرام خاں نے خیال کیا کہ بادشاہ اس مرتبہ ، کسی اور طرح شکار کھیل رہا ہے ۔ (بیرام خاں نے) ترسون محمد خاں کو اپنے دوسرے معتبر لوگوں کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں بھیجا کہ بری عاجزی اور انکسار کا بادشاہ کے حضور میں اظہار کریں ۔ ترسون محمد خاں جب بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو اس نے جواب میں بادشاہ کی مؤثر تقریر سنی ، پھر وہ کچھ نہ بولا اور اس کو واپسی کی اجازت نہ ملی ۔

بیرام خاں نے جو راستہ اختیار کیا تھا وہ بھی بند ہوگیا تو یہ طے کیا کہ خود بادشاہ کے حضور میں پہنچ جائے۔ جب اس کے مخالفین کو یہ ارادہ معلوم ہوا تو اکبر بادشاہ کے دل میں یہ بات بٹھائی کہ اس (بیرام خاں)

کا ارادہ جاہے جس طرح ہو ، اس میں فریب اور عداوت پوشیدہ ہے ۔ لہذا اکبر نے ترسون محمد خان کو میر حبیب اللہ خان کے ساتھ بھیجا کہ بیرم خان کو آنے سے منع کر دیا جائے اور اس کو اس کی اجازت نہ دی جائے کہ وہ دوست بھی بن کر بادشاہ کے حضور میں پہنچے ۔ سب سے واقعات کے بعد ، کہ جن میں سے کچھ امور (بیرام خان) کے حال میں بیان ہو چکے ہیں ، اس کو سفر حجاز کی رخصت مل گئی ۔

ترسون محمد خان کو حاجی محمد خان سیستانی کے ساتھ بھیجا کہ بیرام خان کو بدرقے کے طریقے سے ملک کے حدود تک پہنچا دیں ۔ وہ (ترسون محمد خان و حاجی محمد خان سیستانی) ناگور کے حدود سے واپس آ گئے ۔

اس کے بعد ترسون محمد خان ہمیشہ بادشاہ کے حضور میں رہا ، رفتہ رفتہ امارت کے درجے پر پہنچا اور پنج ہزاری منصب حاصل کیا ۔ ایک زمانے میں وہ بھکر کی حکومت پر مقرر ہوا اور کسی وقت وہ پٹن گجرات کا بھی حاکم رہا ۔ چوبیسویں سال جلوس اکبری میں وہاں سے علیحدہ ہوا اور دوسرے سال جون پور کی فوج داری پر مقرر ہوا اور ملا محمد یزدی کو ، جو اس زمانے کا مشہور فاضل تھا ، وہاں کی صدارت کے لیے ساتھ بھیجا گیا ۔

چوں کہ صوبہ بنگال و بہادر کے بعض جاگیر داروں نے [۴۷۲] سرکشی کی اور فتنہ و فساد برپا کیا ، ترسون محمد خان ، وفادار امرا کے ساتھ بہار پہنچا اور بہادر خان بدخشی اور عرب خان کی تادیب میں بہت کوشش کی ۔ یہ لوگ اس گمراہ جماعت میں سے تھے ۔ جب معصوم خان فرنخودی نے ناحق شناسی اور سرکشی اختیار کی تو ترسون محمد خان ، شہباز خان کے ہمراہ مقابلے کے لیے بھیج گیا ۔ جب ستائیسویں سال جلوس اکبری میں میرزا عزیز کوکہ ، نمک حرام امرا کے ہاتھ سے بنگالہ کو بچانے کے لیے مقرر ہوا تو ترسون محمد خان بھی اس کے ہمراہ گیا ۔ اس علاقے کے واگزاشت کرانے میں اس نے بہت کوشش اور بہادری دکھائی ۔

اس کے بعد جب قاقشال امرا معصوم خاں کابلی سے ، کہ مفسدوں کا سرگروہ تھا ، علیحدہ ہو کر بادشاہ کے لشکر میں آ گئے (مرزا عزیز) کوکل تاش نے ترسون محمد خاں کو قاقشالوں کے فو پڑاؤ کی طرف روانہ کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مغلوب کر کے دش لوٹ لے ۔ ترسون محمد خاں اس علاقے کے بندوبست میں مشغول اور تاج پور میں مقیم ہو گیا ۔ یہاں تک کہ معصوم خاں عاصی بہت سرکشوں کو جمع کر کے علاقہ بھاٹی سے آ گیا اور بادشاہی علاقے ٹانڈہ سے سات کوس تک خوب لوٹا ، ایک جماعت کو تاج پور علاقے کو لوٹنے کے لیے مقرر کیا ۔ ترسون محمد خاں قلعہ بند ہو کر گیا ۔ شہباز خاں کنبو ہمت کر کے پٹنہ سے ان سرکشوں کو سزا د کے لیے روانہ ہوا ۔ بنگال کے امرا اور ترسون محمد خاں [۳ (شہباز خاں کنبو) سے آ ملے اور دشمن (معصوم خاں) کے ساتھ ا سخت مقابلہ ہوا ۔ تھوڑی ہی مدت میں فتح حاصل ہو گئی ۔ معصوم پھر ولایت بھاٹی میں پناہ گزیں ہو گیا ۔

شہباز خاں اس ارادے سے اس طرف گیا کہ وہاں کا حاکم عیس ہمیشہ ہم سے دوستی کی باتیں کرتا ہے اگر اس وقت معصوم کو ہمارے سپرد کر دے تو اس کی دوستی پختہ ہو جائے گی ورنہ اس بے اخلاصی کی سزا اس کو ملے گی ۔ جب وہ (شہباز خاں) دریائے کے کنارے خضر پور کے قریب ٹھہرا کہ وہاں جانے کا یہی راستہ تو جنگ شروع ہو گئی ۔ سنار گاؤں پر ان کا قبضہ ہو گیا ، اور بکترا کو برباد کر دیا جو اس علاقے کا فوجی پڑاؤ تھا ۔

تھوڑے سے مقابلے کے بعد معصوم خاں ہمت ہار بیٹھا اور نزد تھا کہ گرفتار ہو جائے کہ اسی دوران میں عیسیٰ مذکور جو علاقے کوچ کو چلا گیا تھا ، بہت لشکر اور ساز و سامان کے آ گیا ۔ بادشاہی امرا دریائے برہم پتر کے کنارے ، کہ جو بڑا دریا

اور ختا (چین) سے آتا ہے ، ہمت کر کے مقیم ہو گئے اور ایک مضبوط قلعے کی طرح جم گئے ۔ دونوں طرف سے دریا اور جنگل کی لڑائی شروع ہو گئی ۔ ترسون محمد خان کو بھیجا تاکہ وہ لشکر کے سامان کی محافظت کرتا ہوا ایک سمت سے آوے اور غنیم کو دونوں طرف سے گھیر لے ۔ ساں سے وہ اس راستے سے آیا جو دشمن کے قریب تھا ۔

معصوم خان کو جب یہ معلوم ہؤا تو وہ ایک بڑی جماعت کے ساتھ دوری سے پہنچا ۔ شہباز خان نے محمد علی خان کو کچھ بہادروں کے ساتھ ترسون محمد خان کی مدد کے لیے مقرر کیا ، اور جلدی سے دوڑایا کہ جب تک ہم پہنچیں وہ کسی محفوظ مقام پر پناہ لے لے ۔ اس کو یقین [۴۷۴] نہیں آیا ، اور کہا کہ فریب کار اسی بہانے سے جماعت کو بڑے سردار سے جدا کرتے ہیں ۔ آخر ہمراہیوں کی کوشش سے ، کہ جنہوں نے احتیاط اور بے پروائی سے یہ بات عرض کی تھی ، سب سے پہلے اس نے لیے ایک محفوظ مقام حاصل کیا ، لیکن چونکہ اس بات پر اسے اعتماد نہیں نہ تھا اس لیے وہ فوراً لشکر کی طرف روانہ ہو گیا ۔

اسی دوران میں ایک فوج آ گئی ۔ اس نے مطلق دوربینی سے کام نہ لیا اور سمجھا کہ مدد آ گئی ، اور اس کے استقبال کی تیاری کی ۔ ابھی تھوڑی دور نہیں گیا تھا کہ دشمن کے برے ارادے ظاہر ہو گئے ۔ ہر چند خیر خواہوں نے کہا کہ جب تک لشکر اور مدد پہنچے ، بہت تیزی سے ہمیں وہیں (پناہ گاہ) پہنچنا چاہیے لیکن وہ (ترسون محمد خان) راضی نہ ہؤا ۔ اس نے بہت ہمت اور بہادری کے ساتھ لڑائی شروع کر دی ۔ کچھ لوگ سامان جنگ مانگتے ہوئے علیحدہ ہو گئے ۔ ان کے ساتھ دس پندرہ آدمیوں سے زیادہ نہیں گئے ۔ اس (ترسون محمد خان) نے میدان جنگ کو بہت اچھی طرح سنوارا اور تقدیر کے فیصلہ کے مطابق زخمی اور قید ہؤا ۔ معصوم خان دوست کی حیثیت سے آیا اور چاہا کہ اس کو اپنے ساتھ لے لے ۔ اس نے وفاداری کو ہاتھ سے نہیں دیا اور معصوم خان

کے ساتھ ترش روئی اور برے طریقے سے پیش آیا اور جواب میں اس (معصوم خاں) کو راہ راست پر لانے والی نصیحتیں کیں ۔ وہ بے وقوف (معصوم خاں) ناراض ہو گیا اور اس نے اس بوڑھے تجربہ کار (ترسون محمد خاں) کو ختم کر دیا ۔ انتیسویں سال جلوس مطابق ۹۹۲ھ (۱۵۸۴ع) میں یہ واقعہ ہوا ۔

(۱۱۸)

تولک خاں قوچین

بابر کے امیروں میں سے تھا ، اس کے بعد ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں آیا [۴۷۵] ۔ جب ہمایوں ایران سے واپس آیا اور اس نے کابل پر قبضہ کیا تو اس دوران میں مرزا کامران ہمایوں سے ملاقات کرنے کی غرض سے کابل کے نزدیک پہنچا لیکن اس کے دل میں دغا تھی ۔ (ہمایوں کے) منافق امرا کی ایک جماعت اس (مرزا کامران) کے پاس چلی گئی ۔ ہمایوں مجبوراً ضحاک و بامیان کو واپس ہوا کہ جہاں اس کے اکثر مخلصین موجود تھے ۔ (ہمایوں نے) اس (تولک خاں قوچین) کو کچھ آدمیوں کے ساتھ خبر گیری کے لیے کابل بھیجا ، اس کے سوا کوئی بھی نہ لوٹا ۔ اس کی حسن خدمت بادشاہ کو پسند آئی اور قوربیگی کے منصب پر اس کو سرفراز کیا ۔ ہندوستان کی مہم میں وہ بادشاہ کے ہمراہ رہا اور اس نے اچھی خدمات انجام دیں ۔

ہمایوں کے انتقال کے بعد جب شاہ ابوالمعالی کی سر کشی ظاہر ہوئی تو اکبر بادشاہ کے خیر خواہ امرا کو اس کی گرفتاری کی فکر ہوئی ۔ ایک دن اس (ابوالمعالی) کو ضیافت کے بہانے سے بلایا ، جب اس نے دھونے کے لیے ہاتھ آگے بڑھائے تو تولک خاں نے ، جو بہت چست تھا ، پیچھے سے آ کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے ۔ دوسروں نے بھی اس کی مدد کی اور یہ کام انجام کو پہنچا ۔ اس کے بعد وہ مدتوں کابل پر تعینات رہا ۔

آٹھویں سال جلوس اکبری میں غنی خاں پسر منعم بیگ خان‌خاناں ، کہ جو کابل کی مہمات کا ذمہ دار تھا اور اس کی فطرت میں بے عزتی اور ... کشی ودیعت تھی ، جوانی اور حکومت کی مستی اس کے علاوہ تھی ... نے ایک روز بلا وجہ تولک خاں کو ، جو اس کے صاحب اعتبار واسب کاروں میں سے تھا ، گرفتار کر کے اس کے چند لوگوں کے ساتھ مقید کر دیا ۔ اس نے اپنے چند خیر خواہوں کے مشورے سے رہائی پائی لیکن اس واقعے کے بعد [۹۷۶ھ] موضع بابا حاتوں میں ، کہ جو اس کی جاگیر میں تھا ، رہنے لگا اور انتقام کے موقع کی تلاش میں رہا ۔

ایک دن غنی خاں ، بلخ کے قافلے کو لوٹنے کی غرض سے کابل سے نکلا اور خواجہ سیاراں کے مقام پر ، کہ جو ایک دل کشا مقام ہے ، بزم بادہ نوشی آراستہ کر دی ۔ تولک خاں اپنے رشتہ داروں اور نوکروں کی ایک جماعت لے کر ٹھیک وقت پر اس کے سر پر پہنچ گیا اور اس کو عین اس حالت میں ، جبکہ وہ بے ہوش تھا ، قراچہ کے لڑکے کو سگوں کے ساتھ گرفتار کر لیا اور ذرا بھلا کہہ کر اپنے دل کا بخار نکال لیا اور وہ وہاں کے لوگوں کو ہمراہ لے کر کابل کے لینے کے ارادے سے موضع خواجہ اواس میں آیا کہ جو کابل سے دو کوس کے فاصلے پر ہے ۔

جب منعم خاں کا بھائی فضیل بیگ اور اس کا لڑکا ابو الفتح جنگ کے لیے مستعد ہوئے تو اس (تولک خاں) نے بعض محالات لے کر مصالحت کر لی اور غنی خاں کو چھوڑ دیا ۔ جیسے ہی وہ رہا ہؤا ایک جماعت لے کر تولک خاں کے اوپر چڑھ آیا ۔ تولک خاں نے وہاں اپنا ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور ہندوستان آنے کا ارادہ کیا ۔ دریائے غوربند کے قریب کابل کا لشکر اس کے پاس آ پہنچا اور لڑائی شروع ہو گئی ۔ بابا قوچیں اور اس کے دوسرے چند نوکر قتل ہوئے ۔ وہ (تولک خاں) اپنے لڑکے اسفند یار اور کچھ رشتہ داروں اور نوکروں کے ہمراہ بہادری سے نکل آیا اور اس سال اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ جب

صوبہ مالوہ میں اس کی جاگیر مقرر ہو گئی تو اس کو اطمینان ہو گیا ۔

جب اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں مالوہ کی فوج مرزا خانخاناں کی مدد کے لیے مقرر ہوئی تو وہ بھی خانخاناں کے حکم سے سید دولت کے اوپر حملہ آور ہوا کہ جس نے دھندایت میں فساد مچا رکھا تھا اور وہ (دولت خاں) اس کو سزا دے کر [۴۷۷] فتح مند واپس ہوا ۔ اس کے بعد وہ لشکر سلطانی میں شامل ہوا ۔ سلطان مظفر گجراتی کی لڑائی میں وہ فوج میسرہ پر مقرر ہوا اور بہادروں کی کوششوں میں شریک رہا ۔ اس کے بعد وہ قلیج خاں کے ہمراہ بھروچ کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا ۔

تیسویں سال جلوس اکبری میں جب مالوہ کا لشکر خان اعظم کی مدد کے ساتھ دکن فتح کرنے کے لیے متعین ہوا تو وہ بھی اس طرف روانہ ہوا ۔ خان اعظم اور شہاب الدین احمد خاں کے اختلاف میں بدگوبوں کے باعث بنانے سے وہ بھی متہم ہوا اور قید کر دیا گیا ۔ رہائی کے بعد صوبہ بنگال و بہار کے کومکیوں (فوجی مددگاروں) میں شامل ہوا اور سینتیسویں سال جلوس اکبری میں قتلو کے لڑکوں کی جنگ میں راجا مان سنگھ کے ہمراہ میسرہ پر اس نے بہت ہمت دکھائی ۔ اکتالیسویں سال جلوس اکبری کے شروع میں ۱۰۰۴ھ میں اس کا انتقال ہوا ۔

(۱۱۹)

تردی خاں

قبا خاں کنک کا لڑکا ہے ۔ باپ کے مرنے کے بعد اکبر بادشاہ کا منظور نظر ہوا اور اس کو مناسب عہدہ ملا ۔ اس کے بعد شاہزادہ سلطان دانیال کے ہمراہ دکن کی مہم پر مقرر ہوا ۔ اس نے وہاں بہت اچھی خدمات انجام دیں ۔ اس کے بعد بعض بے اعتدالیوں کی وجہ سے وہ (بادشاہ کی) نظر سے گر گیا ۔ انچاسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کی عنایات اس پر پھر ہوئیں اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور پانسو

ہزار کے منصب پر سرفراز ہوا اور پانچ لاکھ دام انعام ملے ۔

(۱۲۰)

ترخان مولانا نورالدین

جام میں پیدا ہوئے اور مشہد مقدس میں نشو و نما ہوئی۔ رضوی (سید) ہیں ۔ ان کے باپ [۱، ۳۷] سلطان علی ، جو ''سلطانی'' کے نام سے مشہور تھے ، ہرات میں امور شرعیہ کے ذمہ دار تھے ۔ مولانا (نورالدین) فضل و کمال اور شجاعت و سخاوت کے مالک تھے اور ان کو ہیئت ، ہندسہ اور اصطرلاب کا بھی شوق تھا ۔ قاضی برہان خوافی کے ہمراہ بابر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے ۔ ان کو ہمایوں بادشاہ کی صحبت موافق آئی اور وہ بزم ہمایونی کے ندیموں اور مجلس نشینوں میں شامل ہو گئے ۔

ایران کے سفر میں (مولانا نورالدین) ہمایوں کے ساتھ تھے اور بیس سال اس عالی جاہ بادشاہ (ہمایوں) کی خدمت میں گزارے ۔ کبھی بادشاہ (ہمایوں) ان سے استفادۂ علمی بھی کرتا تھا اور کبھی وہ علم ریاضی خاص طور سے اصطرلاب میں ہمایوں بادشاہ سے ، جو اس فن میں مہارت کاملہ رکھتا تھا ، استفادہ کرتے تھے ۔ موزوں طبع تھے ، ان کا دیوان بھی ہے ۔ یہ ان ہی کا شعر ہے :

بیت

چوں دست ما بدامن وصلت نمی رسد
پائے طلب شکستہ بداماں نشستہ ایم

اپنے نام کی مناسبت سے نوری تخلص کرتے تھے ۔ لوگ ان کو نوری سفیدونی کہتے تھے ۔ سفیدون[۱] دہلی کے قرب و جوار میں ایک قصبہ ہے، چونکہ وہ قصبہ مدتوں ان کی جاگیر میں رہا ، لہٰذا اسی سے مشہور ہو گئے ۔

---

۱ ۔ آئین اکبری (انگریزی ترجمہ جلد دوم صفحہ ۲۷۸) میں تحریر ہے
(باقی صفحہ ۴۰۴ پر)

اکبر بادشاہ نے اپنے زمانۂ حکومت میں ان کی سابقہ خدمات کی وجہ سے ان پر نوازش فرمائی اور "خاں" کا خطاب دیا ۔ اس کے بعد "ترخان" کے خطاب سے نوازا اور طبل و علم مرحمت فرمایا[1] ۔ سرکار سامانہ میں، جو ان کی جاگیر میں تھا، ان کی طرف سے میر سید محمد، انتظامی امور کے لیے وہاں مقرر تھا ۔

دسویں سال جلوس اکبری میں شیر محمد دیوانہ، جو خواجہ معظم کے خدمت گاروں میں [۹۷۳] سے تھا، اس کے بعد بیرام خاں کے پاس پہنچا اور اپنے حسن صورت کی وجہ سے اس کا مقرب ہو گیا اور اعتبار قائم کر لیا ۔ جب اسی دوران میں اس (شیر محمد دیوانہ) نے بے اخلاصی کا راستہ اختیار کیا تو بادشاہ کی نظر سے گر گیا ۔ وہ کچھ دنوں سے اس قصبہ (سامانہ) میں رہتا تھا ۔ ایک روز اس نے مولانا کے نائب (میر سید محمد) کو اپنے گھر مہمان بنایا، اسی جلسے میں نیزے کے پھل کو تیز کرتا جاتا تھا ۔ اچانک تیر کمان میں رکھ کر اس بے گناہ کے سینے پر مار دیا کہ اس کا کام تمام ہو گیا ۔ جو کچھ اس کا مال و اسباب تھا سب لوٹ لیا ۔ کچھ بدمعاشوں کو اس نے جمع کر لیا اور اس علاقے میں لوٹ مار شروع کر دی ۔ مولانا (نورالدین) نے اس کے دفعیہ کی کوشش کی، جیسے ہی کہ مقابلے کا اتفاق ہوا، وہ مغرور (شیر محمد دیوانہ) مولانا

(بقیہ صفحہ ۴۷۳)

کہ سفیدوں میں اینٹوں کا ایک قلعہ بنا ہے، تاریخ بدایونی (صفحہ ۴۷۲) میں اسے سرکار سرہند میں بتایا گیا ہے ۔ سروولزلی ہیگ نے ریاست جیند میں بتایا ہے (ب) ۔

۱ ۔ بدایونی نے لکھا ہے کہ ترخاں کا خطاب ہمایوں نے دیا تھا (منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی (اُردو ترجمہ از احتشام الدین) صفحہ ۴۸۱ (لکھنؤ ۱۸۷۴)، ترخان کے خطاب کے لیے دیکھیے آئین اکبری جلد اول (انگریزی ترجمہ) صفحہ ۳۹۳–۳۹۴ (ق)

کی موج پر ٹوٹ پڑا - اسی دوڑ میں اس کا گھوڑا ایک درخت کے تنے سے ٹکرا کر گر پڑا - پیادوں کی ایک جماعت نے اسے گرفتار کر لیا - مولانا نے فوراً اس کو قتل کر دیا -

جب مولانا نورالدین محمد خاں کو "ترخاں" کا خطاب ملا اور وہ ترخانی کا مطلب نہ سمجھے تو یہ قطعہ لکھا[1]

نظم

ز روئے مکرمت و از راہ احسان
ترا خان داد خانی شاہ عادل
ازیں منصب سر افراز جہاں شد
میان خلق و در ملک و اماثل
ازیں خانی ہمیں نامے ست بر وے
ازیں نام کلاں او راچہ حاصل
ز ترخانی ہم او را شکوہ ہست [۴۸۰]
بنزد خسرو دانائے کامل
کہ غیر از خان خسکی می نماند
زترخانی تری گردد چو زائل

آخری عمر میں انہیں ہمایوں کے مقبرے کی تولیت سپرد ہوئی تھی اور وہیں ان کا انتقال ہوا -

(۱۲۱)

تختہ بیگ سردار خاں

مرزا حکیم (برادر اکبر بادشاہ) کے یکہ تازوں (سواروں) میں سے تھا - جس جنگ میں مرزا کا اکبر بادشاہ کی فوجوں سے مقابلہ ہوا تھا اس

---

۱ - بدایونی (صفحہ ۴۸۲) میں بھی یہ اشعار دیے ہیں مگر قدرے اختلاف ہے (ق) -

میں اس نے بہت بہادری کا مظاہرہ کیا اور شہرت حاصل کی ۔ مرزا حکیم کے انتقال کے بعد وہ (تختہ بیگ) اپنے لڑکوں کے ہمراہ تیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ ملازمت سے سرفراز ہوا اور مختلف انعامات سے نوازا گیا ۔ اس کے بعد صوبہ کابل پر تعینات ہوا اور کنور مان سنگھ اور زین خاں کوکہ کے ہمراہ اس نے یوسف زئیوں اور روشنائی فرقہ کے لوگوں کی تنبیہ و تادیب میں کئی مرتبہ نمایاں بہادری کا مظاہرہ کیا ۔ انتالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ شہزادہ سلطان سلیم کے ہمراہ مقرر ہوا اور لاہور کے نواح میں اس کو جاگیر ملی ۔ اس کے بعد وہ پشاور کی تھانہ داری پر مقرر ہوا اور اس نے بارہا روشنائی فرقے کے لوگوں کو سخت سزا دی ۔

جب اس سے پسندیدہ خدمات کا ظہور ہوا تو اڑتالیسویں سال جلوس اکبری میں اس کو ''خان'' کا خطاب ملا ۔

جہانگیر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد حسین شاملو حاکم ہرات کا ایک بڑی فوج کے ساتھ آنے اور قلعہ قندھار کے محاصرہ کرنے کی کیفیت بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اس کو دو ہزاری منصب [۴۸۱] اور ''سردار خاں'' کا خطاب مرحمت فرمایا[1] ۔ مرزا غازی بیگ کے ہمراہ شاہ بیگ حاکم قندھار کی مدد کے لیے بھیجا ۔ جب یہ لوگ پہنچے تو قزل باش فوج قلعے کے گرد سے اٹھ کر اپنے وطن کو واپس جا چکی تھی ۔

تختہ بیگ سردار خاں ، شاہ بیگ خاں کی بجائے قندھار کی حکومت پر مقرر ہوا ۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری مطابق ۱۰۱۶ھ (۱۶۰۷ع) میں بہت کم مدت میں وہیں (قندھار میں) اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کے لڑکے

---

۱ ۔ یہ بات غلط ہے کیونکہ اسے ۲۵۰۰ سے بڑھا کر ۳۰۰۰ کے منصب پر فائز کیا گیا ۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ) صفحہ ۱۳ ۔ اسی سال اس کو ''سردار خاں'' کا خطاب ملا اور وہ مرزا غازی کے ہمراہ قندھار بھیجا گیا ۔ (ب)

کشمیر کا صوبے دار مقرر ہوا ۔

جب پندرھویں سال جلوس ۔اہجہانی میں اس علاقے میں بے موسم کی بارش کی وجہ سے دریائے بہت (جہلم) میں طوفان آیا تو فصل خریف کا غلہ گیا ، بہت سے گاؤں برباد ہوگئے ۔ وہاں کے باشندے برباد اور پراگندہ ہو گئے ۔ تربیت خاں عاجز اور مسکینوں کی جس گیری ، جو ایسے اوقات میں بہت ضروری ہے ، اس طرح نہ کر سکا جیسے نہ چاہیے تھی ۔ وہاں کے باشندوں نے اس کے سلوک کی شکایت کی اور اظہار ناراضی کیا ۔ اسی وجہ سے معزول ہو کر بادشاہ کے حضور میں بھیجا ۔

صاحب ذخیرہ الخوانین (شیخ فرید بھکری) بیان کرتے ہیں کہ جب شاہجہاں نے بلخ و بدخشاں کے فتح کرنے کا ارادہ کیا تو تربیت خاں سے پوچھا ۔ اس راست گو اور حقیقت پسند آدمی نے ، جو اس علاقے کی کیفیت سے بارہ واقفیت رکھتا تھا ، بغیر کسی خوف کے عرض کر دیا کہ اس ملک کا ہرگز ارادہ نہ فرمائیں کہ وہاں گھوڑے اور آدمی ، ٹڈی اور چیونٹی سے بھی زیادہ ہیں اور ہندوستان کے لوگ وہاں کی برف اور سردی برداشت نہیں کر سکتے ہیں ، مہم کامیاب نہ ہوگی ۔

اتفاقاً ایک دن شاہجہاں نے ملا فاضل کابلی سے ، کہ جو اپنے وقت کا بڑا فاضل تھا ، یہ بات شرعی مسئلے کے طور پر پوچھی کہ سلاطین چنگیزیہ کے قبضے سے اپنا موروثی ملک نکالنا کیسا ہے جس پر وہ غاصبانہ طور سے قابض ہیں ۔ اس نے جواب دیا کہ وہاں لوگوں سے ، کہ جو سب دین دار مسلمان ہیں ، بغیر حجت شرعی کے جنگ کرنا وبال اور عذاب کا سبب ہے ۔ بادشاہ نے وہاں سے آ کر فرمایا کہ جب مقتدائے زمانہ [۴۸۸] ایسا فتویٰ دیتا ہے اور سرکار کا بخشی فوج کو برف اور سردی سے ڈراتا ہے تو مہم کس طرح انجام کو پہنچ سکتی ہے ۔ ملا فاضل کابلی کو کعبے کے لیے رخصت کر دیا اور تربیت خاں کو بخشی گری سے معزول کیا ۔ تربیت خاں اسی زمانے میں فوت ہو گیا ۔

اگرچہ یہ حکایت اس (تربیت خاں) کے احوال کے مطابق نہیں ہے، وہ بخشی گری کے بعد کشمیر کا صوبے دار ہؤا اور بلخ کی مہم انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں واقع ہوئی۔ اس وقت شاید وہ زندہ بھی تھا۔ اگرچہ اس کے مرنے کی تاریخ نظر سے نہیں گزری، مگر کہا جا سکتا ہے کہ وہ دوبارہ بھی بخشی ہؤا ہوگا یا بادشاہ نے بلخ کی تسخیر کا ارادہ پہلے کیا ہوگا اور عمل میں نہیں آیا ہوگا۔ بہر تقدیر تربیت خاں نے جیسا خیال ظاہر کیا تھا ویسا ہی ہؤا کہ ہندوستان کی فوج اس سردی میں نہ ٹھہر سکی، قبضے میں آیا ہؤا ملک چھوڑنا پڑا۔

شاہجہاں بادشاہ یہ حال دیکھنے کے بعد تربیت خاں کی رائے کی تعریف کیا کرتا تھا اور اس کے لڑکوں پر شاہانہ عنایت فرمائی اور آں مرحوم (تربیت خاں) کی طرف سے جو خیال تھا وہ جاتا رہا۔ بادشاہ نے اس کے بڑے لڑکے مرزا محمد افضل کی طرف التفات فرمایا کہ جو سواری اور تیر اندازی میں بے مثال تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک ایسے گھوڑے پر جو اڑیل اور سرکش تھا باپ اس کو سوار کراتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ تربیت خاں آج کل میں اس لڑکے کے ہاتھ پیر توڑ دے گا۔ وہ کہتا تھا کہ یا تو مر جائے گا یا تیز سوار ہو جائے گا۔

مرزا محمد افضل انشاء اور علم مجلس سے بڑی بہرہ ور تھا، بہت صفائی اور پاکیزگی سے زندگی گزارتا تھا۔ خان دوراں ناظم دکن، باپ سے تعلقات کی وجہ سے اُسے اپنے ہمراہ دکن لے گیا اور اس کے مرنے کے بعد اسلام خاں نے بھی اس کو قابل رفاقت سمجھا اور وہ بھی اسے دکن لے گیا اور قندھاری کا فوج دار مقرر کیا [۴۸۹]۔ اس کے بعد جب شاہ نواز خاں دکن میں آیا تو اس نے نواح دھونداپور کا فوج دار مقرر کر دیا پانسو ذات اور پانسو سوار کا منصب رکھتا تھا۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مر گیا۔ دوسرا لڑکا فقیر اللہ سیف خاں ہے جس کا اس کے عنوان کے تحت ذکر ہؤا ہے۔

کہ وہ مشہور میر عماد[1] کا بھانجا اور خط نستعلیق کا استاد ہے ، وہ اس جلسے میں موجود تھا ۔ دونوں میں بحث ہو رہی تھی ۔ تہور خان مرزا محمود ایک دم اکیلا کمرے میں گیا اور ذرا سی دیر کے بعد تلوار لے کر آقا رشیدا کے سر پر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو میری شاگردی سے انکار کرتا ہے ۔ آقا رشید پر اس کا رعب چھا گیا ۔ اس نے گڑگڑا کر کہا کہ جان ! آخر یہ کیا کہتے ہو ؟ اس نے کہا کہ عزیزوں کے سامنے ان کی گواہی کے ساتھ شاگردی کے اعتراف میں ایک تحریر لکھو ، آقا رشیدا نے اس کے کہنے کے مطابق چار و ناچار اس اعتراف میں ایک تحریر لکھی اور اس کی ستم ظریفی سے امان پائی ۔

(۱۲۵)

تربیت خان فخر الدین احمد بخشی

جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں ولایت توران سے ہندوستان میں آیا اور شاہی عہدے پر سرفراز ہوا ۔ کم منصب ہونے کے باوجود بادشاہ سے روشناسی کا شرف رکھتا تھا ، اس لیے اپنے ساتھیوں اور ہم سروں سے زیادہ مشہور ہو گیا ۔ شہر یار کے ہنگامے میں آصف خان یمین الدولہ کے ہمراہ اس نے بہت اچھی خدمات انجام دیں ، بادشاہ کی عنایت کا مستحق ٹھیرا اور شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد ”تربیت خاں“ کا خطاب ملا ۔

(بقیہ صفحہ ۳۸۰)

نویسان از احترام الدین شاغل صفحہ ۱۲۷—۱۲۹ ۔ (علی گڑھ ۱۹۶۳ع) ، العلم ، کراچی جولائی تا ستمبر ۱۹۵۹ع(ق) ۔

۱ ۔ میر عماد ، فن خطاطی میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا ، اصفہان میں صفوی دربار میں رہا ۔ شاہ عباس نے قتل کرا دیا (۱۰۲۴ھ ۱۶۱۵ع) اس میں اختلاف مذہب کو بھی دخل تھا ۔ ملاحظہ ہو صحیفۂ خوش نویساں صفحہ ۱۳۸—۱۴۱ (ق) ۔

چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں وہ توران کی سفارت کے لیے منتخب ہؤا اور ندر محمد خان والیٔ توران کے سفیر اوقاص حاجی کے ہمراہ [۴۸۹] (سفارت پر) روانہ ہؤا اور خان توران (نذر محمد خاں) کے خط کا جواب ایک لاکھ روپیہ قیمت کے ہندوستان کے تحائف کے ساتھ تربیت خاں کے ذریعے بھیجا گیا۔ ساتویں سال شاہجہانی میں وہ پیغام گزاری کے فرائض انجام دینے کے بعد واپس آیا۔ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا۔ پینتالیس گھوڑے اور اسی قدر نر و مادہ اونٹ اور دوسری اشیاء نذر گزاریں۔ ان ہی میں ایک قرآن مجید تھا، جس کو شاد ملک حاتم نسب سلطان محمد مرزا (بن جہانگیر مرزا بن امیر صاحب قران) نے کتابت کیا تھا اور یہ قرآن کریم خط ریحاں میں بہت حسن و لطافت کے ساتھ لکھا گیا تھا۔ اس کے خاتمے میں (شاد ملک حاتم) نے خط رقاع میں اپنا نام اور نسب لکھا تھا۔ تربیت خاں نے اسے بلخ میں حاصل کیا تھا۔ شاہجہاں بادشاہ نے اپنے بزرگوں کی یادگار کی وجہ سے بہت مسرت کا اظہار فرمایا۔

کہتے ہیں کہ جب تربیت خاں توران گیا تو اس نے ہندوستان کا لباس ترک کر دیا اور ہندوستان واپس آنے تک وہاں کا مروجہ لباس پہنتا رہا چنانچہ وہاں کی اوزبکی دستار باندھے ہوئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ شاہجہاں بادشاہ کو وہ پگڑی بہت اچھی لگی۔ اسی زمانے میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب اور آختہ بیگی کے عہدے پر سرفراز ہؤا۔

جب نویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ شاہجہاں دکن سے واپس آیا اور مانڈو میں مقیم ہؤا تو تربیت خاں ایک جماعت کے ہمراہ جیت پور کے زمیندار پر مقرر ہؤا کہ جس نے بغاوت اور سرکشی اختیار کر رکھی تھی۔ تربیت خاں نے اس کو سخت تنبیہ کی اور اپنے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں لایا۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات کا اضافہ ہؤا اور معتمد خاں کی بجائے وہ بخشی دوم مقرر ہؤا۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہ قلی خاں کے انتقال کے بعد [۴۸۷]

تھا، بادشاہ محل نے اپنی فرزندی میں لے لیا تھا۔ جس سال کہ مہابت خاں نے دریائے بہت (جہلم) کے کنارے بادشاہ (جہانگیر) کی شان میں گستاخی کی تو اس (میاں جوہ) کو مروا ڈالا۔

(۱۲۴)

تہور خاں میرزا محمود

مشہد مقدس کے ممتاز سادات میں سے ہے۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان میں آیا۔ اپنی نیک بختی کی بدولت بادشاہ سے روشناسی کی دولت حاصل ہوئی، اور پانچ سو کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اس کے بعد جب جہانگیر تخت سلطنت پر بیٹھا تو اتفاق سے ایک روز لوگ بندوق سے ایک شیر مار کر بادشاہ کے حضور میں لائے۔ کسی عنوان سے بادشاہ کی مجلس میں یہ ذکر ہوا کہ شیر کے سر کے پیچھے کے بال بہت گندھے ہوئے ہوتے ہیں اور ایک ضرب سے نہیں کٹتے ہیں۔ بادشاہ کے حکم سے طاقت ور اور قوی بازو جوانوں نے پوری طاقت سے تلواریں چلائیں۔ سوائے ایک ٹکڑے کے (اس کی گردن پر) اور کچھ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ مرزا محمود بھی کھڑا تھا۔ بادشاہ کے درباریوں سے اس نے خواہش کی کہ اگر بادشاہ حکم فرمائیں تو میں اپنی تلوار کو بھی آزماؤں۔ چونکہ کمزور جسم کا آدمی تھا [۴۸۴] بادشاہ نے فرمایا کہ 'بسم اللہ' ہم بھی دیکھیں۔ مرزا نے ایسی پوری سے شیر کے سر کو علیحدہ کیا کہ ہر طرف سے آفرین و تحسین کی صدائیں آنے لگیں۔ میرزا محمود "شیر بدونیم" خاص و عام میں مشہور ہوگیا۔ وہ اپنی شہ زوری و تیر اندازی میں بے مثال اور مشہور زمانہ تھا اور طاقت میں کوئی اس کے مقابل نہ تھا۔ اس کے بارے میں کسی شخص کو اس سے مقابلہ اور برابری کا دعویٰ نہ تھا۔ زمانے کے طاقتور اس کی شہ زوری کے سامنے زیردست اور صاحب قوت نامور اس کی کوشش کے مقابلے میں پست تھے۔

کہتے ہیں کہ میرزا عزیز کوکہ کا لڑکا مرزا شمسی جہانگیر قلی خاں گجرات سے ایک کمان لایا تھا کہ طاقت ور آدمی ہر چند چاہتے تھے کہ

اسے کشش میں لائیں ۔ سر کے اوپر سے چلہ بھی نہیں اٹھتا تھا ۔ مرزا نے جیسے ہی چلہ پر ہاتھ رکھا تو کان تک ایسا کھینچا کہ قریب تھا کہ کمان ٹوٹ جاتی ۔ اس دن سے بادشاہ نے اسے ''شیخ کمان'' سے مخاطب کیا ۔ اس کی تیر اندازی کے متعلق عجیب حکایتیں مشہور ہیں ۔ جہانگیر بادشاہ نے جہانگیر نامہ (تزک جہانگیری) میں جیسے اس نے خود لکھا ہے ، تحریر کیا ہے کہ لکھتے وقت وہ حکایتیں ذہن میں نہ رہیں ۔

چوں کہ بادشاہ روز افزوں مہربانی فرماتا تھا اس لیے اس کا مرتبہ بہت بلند ہو گیا ۔ بادشاہ نے پنجاب کی سرحد کی ایک فوج داری پر اسے مقرر کیا تھا ۔ وہاں اس نے ایک لڑائی میں ایسے بہادرانہ کام دکھائے کہ اس کی بہادری کی دھاک بیٹھ گئی اور اس سلسلے میں اس کو ''تہور خاں'' کا خطاب ملا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں اس کے دماغ میں خلل آ گیا تھا اور وہ دیوانہ ہوگیا تھا ۔ اس کے لڑکے اس کی خبر گیری کرتے تھے ، اسی حالت میں لاہور میں فوت ہوگیا [۳۸۵] ۔

نستعلیق جلی خط خوب اچھی طرح لکھتا تھا ، اور قطعہ نویسی میں مہارت کامل رکھتا تھا ۔ لطائف اور نکات خوب بیان کرتا تھا ۔ اس کی رنگیں نظمیں اور شیریں حکایتیں لوگ بیان کرتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اس نے مجلس آراستہ کی اور لوگوں کو ضیافت کے لیے بلایا ۔ آقا رسیدا[1]

---

۱ ۔ عبدالرشید فن خطاطی کا امام تھا ۔ عہد شاہجہانی میں وہ برصغیر پاک و ہند میں آیا اور دارا شکوہ کی استادی پر مقرر ہوا ۔ اکبر آباد میں سکونت اختیار کی ۔ بقول تذکرہ خوش نویسان ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۰—۷۱ع) اور بروایت مصنف تاریخ مجدی ۱۰۸۸ھ (۱۶۷۷—۷۸ع) میں انتقال ہوا ۔ لیکن نیشنل میوزیم آف پاکستان میں عبداللہ دیلمی کے ایک کتبے کی نقل ہے ۔ یہ کتبہ دیلمی نے ۱۰۸۷ھ (۱۰۷۶—۷۷ع) میں لکھا تھا ، ملاحظہ ہو تذکرہ خوش نویسان غلام محمد صفحہ ۲ ؛ (کلکتہ ۱۳۲۸ھ) صحیفہ خوش (باقی صفحہ ۳۸۱)

حیات خاں و ہدیت خاں معمولی عہدوں پر مقرر تھے ۔

(۱۲۲)

تاش بیگ تاج خاں

مرزا محمد حکیم کے یکہ تازوں (سواروں) میں سے تھا ۔ مرزا حکیم کے فوت ہونے کے بعد تیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ اس کی عنایات سے سرفراز ہؤا ، اس کی تنخواہ کے لیے صوبہ پنجاب میں جاگیر مقرر ہو گئی ۔ اکتیسویں سال جلوس اکبری میں راجا بیربر کے ہمراہ زین خاں کوکہ کی مدد کے لیے گیا اور انتیسویں سال جلوس اکبری میں عبدالمطلب خاں کے ساتھ روشنائیوں کی مہم پر روانہ ہؤا ۔ چالیسویں سال جلوس اکبری میں خود بادشاہ نے اس کو عیسیٰ خیل کی تادیب کے لیے مقرر کیا ۔ اگرچہ اس نے بہت کوشش کی مگر چونکہ بے زر تھا ، اس لیے جیسا کام کہ ہونا چاہیے تھا ، ویسا نہ ہو سکا ۔

بیالیسویں سال جلوس اکبری میں قلعہ مئو کے فتح کرنے کے لیے ، جو صوبہ پنجاب کے شمالی پہاڑی علاقے کے زمینداروں کا ایک بڑا قلعہ ہے ، آصف خاں کے ہمراہ مقرر ہؤا اور اس نے بہت کوشش کی ۔ بادشاہ نے اپنی مہربانی سے "تاج خاں" کا خطاب مرحمت فرمایا ۔

سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں ، جب صوبہ پنجاب کے شمالی کوہستان کے زمیندار باسو نے سرکشی اختیار کی [۳۸۲] اور خواجہ سلیمان اس صوبہ کا بخشی مقرر ہو کر روانہ ہؤا (تو حکم ہؤا) کہ قلیچ خاں صوبے دار اور اس علاقے کے دوسرے جاگیر دار مثلاً حسن بیگ شیخ عمری ، تاج خاں ، احمد بیگ خاں کابلی سب مل کر ایک فوج لے جائیں اور اس مقہور کی سزا میں کوشش کریں ۔

اس (تاج خاں) نے دوسروں کا انتظار نہیں کیا اور متواتر کوچ کرکے پرگنہ پٹھان پہنچ گیا اور وہاں کے نواحے میں چلا گیا ۔ جس وقت کہ

اس کے آدمی خیمے لگا رہے تھے کہ اچانک اس ظالم کی فوج آ گئی ۔ اس کا لڑکا جمیل بیگ فوراً اس فوج پر دوڑ پڑا ۔ بہت سخت لڑائی ہوئی اور جمیل بیگ باپ کے پچاس آدمیوں کے ساتھ قتل ہو گیا ۔

جہانگیر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری منصب پر سرفراز ہؤا ۔ جب دوسرے سال جلوس جہانگیری میں بادشاہ کابل سے ہندوستان واپس ہؤا تو اس صوبہ (کابل) کی حکومت شاہ بیگ خاں خان دوراں کے نام مقرر ہوئی جو قندھار سے معزول ہو کر آ رہا تھا اور راستے میں تھا ۔ تاش بیگ تاج خاں کو حکم ہؤا کہ شاہ بیگ خاں خان دوراں کے آنے تک وہ کابل کی حفاظت کرے ۔ اس کے بعد اس کے منصب میں اضافہ ہؤا اور وہ ٹھٹھہ کا صوبے دار مقرر ہؤا ۔ نویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۳ھ (۱۶۱۴ع) میں وہیں اس کا انتقال ہؤا ۔

(۱۲۳)

تربیت خاں عبدالرحیم

قائم خاں (پسر مقیم خاں بن شجاعت خاں اکبر) کا لڑکا ہے۔ مقیم خاں باپ کے مرنے کے بعد مناسب عہدے پر سرفراز ہؤا ۔ اکبر بادشاہ کے آخری [۴۸۳] عہد حکومت میں سات صدی کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ اس کے بعد تیسرے سال جلوس جہانگیری میں جہانگیر بادشاہ نے قائم خاں کی لڑکی صالحہ بانو کے ساتھ نکاح کرکے اس کو ''پادشاہ محل'' کا خطاب دیا ۔ اس کے بعد اس کے کام میں ترقی ہوئی ۔ اسی سال عبدالرحیم کو مناسب عہدہ اور ''تربیت خاں'' کا خطاب ملا ۔ اس کے بعد سات سو ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہؤا ۔

پانچویں سال جلوس جہانگیری میں پرگنہ الور کا فوج دار مقرر ہؤا ۔ نویں سال جلوس جہاں گیری میں اس کے منصب میں پانچ سو ذات اور پانچ سو سوار کا اضافہ ہؤا[1] ۔ اس کے لڑکے کو، جس کا نام میاں جوہ

---

۱ ۔ تزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ) جلد اول صفحہ ۲۴۹ میں اس کے مناسب کی تفصیل مختلف ہے (ب)

(۱۲۹)

تقرب خاں

حکیم داؤد نام، حکیم عنایت اللہ کا بیٹا ہے کہ جو حکیم مسیح الزماں کے والد مرزا محمد کا شاگرد رشید ہے۔ جب اس کے باپ (حکیم عنایت اللہ) کا انتقال ہو گیا تو وہ نہایت حاذق اور تجربہ کار طبیب ہونے کی وجہ سے شاہ عباس ثانی کا ہم راز اور مصاحب ہو گیا اور شاہی طبیبوں میں سب سے ممتاز تھا۔ اس بادشاہ (شاہ عباس سابق) کے انتقال کے بعد ایک جماعت کی چغل خوری کی وجہ سے اس (حکیم داؤد) سے کہ دہ خاطر تھی۔ شاہ صفی نے اس سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس کے بعد شاہ عباس ثانی تخت نشین ہوا لہ جو ابھی کم سن تھا، اس نے بھی کوئی رعایت نہیں کی۔ ایران میں وہ پریشان زندگی گزار رہا تھا۔ ظاہری طور پر اس نے حج کا ارادہ کیا، حقیقت میں وہ شاہجہاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا چنانچہ وہ عراق سے بصرہ کے راستے سے روانہ ہوا اور لاہری بندر کے ذریعے آیا۔ سترہویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۳ھ (۱۶۴۳ء) میں بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہوا۔ بادشاہ نے ہزاری منصب اور بیس ہزار روپیہ انعام دیا[1]۔

اتفاق سے اس (حکیم داؤد کی آمد) سے بیس دن پہلے ایک دن بیگم صاحب (جہاں آرا بیگم)، کہ جن سے بادشاہ اپنی تمام اولاد سے زیادہ محبت کرتا تھا [۴۹۰] بادشاہ کے پاس سے اپنی خواب گاہ میں جا رہی تھی۔ اتفاق سے اس کے دامن کا کنارا اس شمع سے، کہ جو ایوان میں

۱۔ یہ بیان پادشاہنامہ (جلد دوم صفحہ ۳۵۶) سے ماخوذ ہے۔ وہاں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہندوستان حج ادا کرنے کے بعد آیا اور ایک ہزار پانچ سو ذات اور دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اس کے آنے کا سال ۱۰۵۴ھ کے بجائے ۱۰۵۳ھ دیا ہے جو غلط ہے (ب)

سر راہ روشن تھی ، لگ گیا ۔ چونکہ شاہی حرم کی خواتین کا لباس بہت نازک ہوتا ہے اور اس پر معطر روغن ملے ہوئے ہوتے ہیں لہذا آگ بھڑک اٹھی اور تمام لباس میں آگ لگ گئی ۔ اگرچہ چار خدمت گاروں نے ، جو موجود تھے ، اُس آگ بجھانے میں بہت پھرتی کی ۔ چونکہ ان پر بھی آگ کا اثر ہؤا ، اس لیے وہ بھی مجبور ہو گئے ۔ جب تک دوسروں کو اطلاع ہو گئی اور پانی آیا ، اس وقت تک دونوں طرف سے اس کی پیٹھ اور دونوں ہاتھ جل چکے تھے ۔

بادشاہ بہت دل بستگی کے ساتھ خود امور تیمار داری کا متکفل ہؤا اور روحانی علاج شروع کیا ۔ تین دن تک روزانہ پانچ ہزار مہریں اور پانچ ہزار روپے محتاجوں کو صدقے میں دے جاتے تھے اور صحت حاصل ہونے تک بہت نقد روپیہ خیرات ہؤا اور بادشاہ نے سرکار کا سات لاکھ روپیہ ، جو قیدیوں کے ذمہ واجب الادا تھا ، ان کو بخش دیا اور مقرر کر دیا کہ اس کے بعد ہمیشہ روزانہ ایک ہزار روپیہ کہ سال میں تین لاکھ ساٹھ ہزار روپے ہوتے ہیں ، جہاں آرا بیگم پر صدقہ کر کے مستحقین کو تقسیم کر دے جائیں ۔ اس کے بعد جسمانی علاج کی طرف توجہ ہوئی ۔ جہاں کہیں کوئی طبیب یا جراح تھا ، حاضر ہؤا اور اس نے علاج و معالجہ کی سعادت حاصل کی[1] ۔

حکیم داؤد نے کہ ایسے وقت میں اس کا آنا بہت غنیمت ہؤا ۔ بعض امراض مثلاً بخار ، طبیعت کی سستی ، اور آنکھوں کا سوجنا کہ جو جراحت کی تکلیف کی وجہ سے ہو جاتا ہے [۴۹۱] کے علاج بہت اچھی طرح کیے اور بادشاہ کی تحسین و آفریں کا مستحق ٹھہرا ۔ جشن صحت کے موقع پر ہزاری ذات اور دو سو سوار کا اس کے منصب میں اضافہ ہؤا ۔

---

۱ ۔ شہزادی کے جلنے کا مفصل حال پادشاہنامہ (جلد دوم صفحہ ۳۶۳— ۳۶۹) میں دیا ہے اور اس میں بتایا ہے کہ یہ واقعہ ۲۷ محرم ۱۰۵۴ھ مطابق ۵ اپریل ۱۶۴۴ء کو ہؤا ، خافی خاں (جلد اول صفحہ ۵۹۸—۶۰۰) میں اس واقعے کا سال ۱۰۵۴ھ دیا ہے (ب)

بادشاہ نے بہت سے عطیات دے کر اس کی عزت افزائی کی ۔ ایک سال ایک جمعہ کے دن حکم داؤد کو پیشکش ملتی رہی ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں تقرب خاں کا خطاب ملا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں تین ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب ملا اور چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اکبر آبادی محل[1] کے معالجے کے لیے اس کی بہ اصرار طلبی ہوئی ۔ اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور تیس ہزار روپے انعام ملا اور ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب ملا ۔

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۷ء) میں حبس البول کے نا مناسب مرض کی وجہ سے شاہجہان بادشاہ کا مزاج ہمایوں ناساز ہوا وہ مسلسل پیشاب لانے والی دواؤں کے استعمال سے پیشاب کی زیادتی کا مرض اور قبض لاحق ہو گیا ۔ کسی حاذق طبیب کے علاج سے فائدہ نہ ہوا تو تقرب خاں کی تجویز سے قبض کے دفعیہ میں شیر خشت (دو نے مسہل) نے بہت فائدہ دیا ۔ محرم ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۷ء) میں شاہجہان بادشاہ تبدیل مقام کی غرض سے دارالخلافہ (دہلی) سے آگرہ گیا ۔ ماءاللحم اور مقوی شربتوں کے استعمال سے طبیعت صحت مند ہو گئی اور تقرب خاں کو پانچ ہزاری منصب ملا ۔ اس کے بعد عالم گیر اورنگ زیب بادشاہ سریر آرائے حکومت ہوا اور شاہجہان آگرہ کے قلعے میں گوشہ نشین ہو گیا [۴۹۲] ۔

چونکہ تقرب خاں شاہجہان کے علاج میں مساعی جمیلہ اور تدابیر لائقہ عمل میں لایا تھا اور بادشاہ کے مزاج سے آشنا تھا ، اس کو بیس ہزار اشرفی بادشاہ سے پھر انعام میں ملیں اور وہ بھی بیماری کے علاج اور صحت کاملہ کے اعادہ کی تدابیر کے لیے شاہجہان بادشاہ کی خدمت میں

---

۱ - شاہجہان کی بیگم تھی ۔ اس کا نام عزالنساء بیگم تھا وہ ۴ ذی الحجہ ۱۰۸۸ھ مطابق (۲۸ جنوری ۱۶۷۸ء) کو فوت ہوئی ، دیکھیے مآثر عالم گیری صفحہ ۱۰۸ (ب)

مقرر ہؤا ۔ اس کے بعد کسی بات پر عالم گیر بادشاہ کا اس پر عتاب نازل ہؤا اور وہ شہنشاہ کے الطاف خسروانہ سے محروم ہو گیا ۔ کچھ دنوں گوشہ نشینی میں زندگی بسر کی ۔

پانچویں سال جلوس عالم گیری میں عالم گیر اورنگ زیب بادشاہ سخت بخار میں مبتلا ہؤا اور اس کو بہت کمزوری ہو گئی اسی تقریب سے تقرب خاں دوبارہ شاہی عنایات سے سر فراز ہؤا ، اگرچہ اس سے علاج نہیں کرایا گیا مگر کورنش کی اجازت مل گئی ۔ اور اسی سال ۱۰۷۳ھ (۱۶۶۲ع) میں اس کا انتقال ہؤا ۔ اس کے بڑے لڑکے محمد علی خاں پر بادشاہ نے کرم فرمایا ، اس کو خلعت سے نوازا اور ناراضی ختم فرمائی ۔ چونکہ باپ کی تقصیرات کی وجہ سے وہ بھی اپنے عہدے سے معزول ہؤا تھا ، اب ایک ہزار پانسو ذات اور دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ بادشاہ کے قرب اور خدمت کی وجہ سے امراء اس سے حسد کرتے تھے ۔ اس نے بہت شہرت حاصل کی ، اس لیے اس کا حال علیٰحدہ لکھا گیا ہے ۔

(۱۳۷)

تربیت خاں برلاس

شفیع اللہ نام ، ولایت کا رہنے والا تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں شاہی خدام میں منسلک ہؤا اور بادشاہ سے روشناسی کی دولت اسے حاصل ہوئی ۔ پھر وہ میر توزک [۴۹۳] کے عہدے پر مقرر ہؤا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دارالسلطنت لاہور کے قلعے کی حفاظت اور ہزاری منصب پر سرفراز ہؤا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ دوبارہ میر توزک مقرر ہؤا اور حکم ہؤا کہ غور بند تک جائے کیونکہ شاہزادہ محمد اورنگ زیب وہاں کی مملکت کے انتظام کے لیے مقرر ہؤا ہے اور بلخ کے تعیناتیاں (فوجی مددگاروں) میں سے جو کوئی بھی پہنچا ہو اسے حکم دکھا کر پہنچائے اور بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ کابل

آیا اور بادشاہ کے حضور میں باریاب ہؤا ۔ اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہؤا اور وہ بدستور سابق اپنے عہدے پر مامور رہا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سعداللہ خاں کے ہمراہ وہ قندھار سے واپس آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور اس کو تربیت خاں کا خطاب ملا ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مرشد قلی خاں کی بجائے وہ آختہ بیگی مقرر ہؤا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں میر توزک کے عہدے کے ساتھ توپ خانے کا داروغہ بھی مقرر ہؤا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو علم مرحمت ہؤا اور وہ دو ہزاری ذات ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہؤا ۔ شاہزادہ محمد شجاع کی نیابت میں صوبہ اڑیسہ کا انتظام اس کے سپرد ہؤا ۔ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں سواروں کا اضافہ ہؤا ، نقارہ مرحمت ہؤا اور وہ اودھ کا صوبہ دار مقرر ہؤا ۔

جس زمانے میں کہ بادشاہ شاہجہاں کی سلطنت میں خلل واقع ہؤا تو وہ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہؤا ۔ پھر دارا شکوہ کی شکست کے بعد وہ باغ نور منزل میں عالم گیر اورنگ زیب کے حضور میں باریاب ہؤا ۔ عالم گیر کے مستقرالخلافہ (آگرہ) سے دارا شکوہ کے تعاقب میں جانے سے پہلے تربیت خاں کے منصب میں ایک ہزار اور پانسو ذات اور دو ہزار سوار کا اضافہ ہؤا اور اس طرح اس کا منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار [۴۹۴] مقرر ہؤا اور وہ اجمیر شریف کی مہم کے انتظام پر مقرر ہؤا ۔

اس کے بعد دارا شکوہ آوارہ پھرتا ہؤا گجرات پہنچا ، وہاں سے ساز و سامان درست کیا اور تازہ فوج جمع کر کے اجمیر کی طرف روانہ ہؤا ۔ تربیت خاں اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے قلعے سے نکلا اور منزل تورہ[1] پر وہ اجمیر کی فوج سے مل گیا جو جنگ کے ارادے سے اجمیر

۱ ۔ تورہ ، فتح پور سے ۳۵ کوس کے فاصلے پر ہے (خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۰۳) (ب)

آ رہی تھی - فتح حاصل ہونے کے بعد عالم گیر اورنگ زیب نے اس کو بدستور سابق اجمیر کی حکومت پر برقرار رکھا - تیسرے سال جلوس عالم گیری میں لشکر خاں کی جائے وہ دارالامان (ملتان) کا صوبے دار مقرر ہؤا -

شاہ عباس ثانی فرماں روائے ایران نے آقا بیگ پسر قلندر سلطان چولہ تفنگچی آقاسی کو ، کہ جو اس کی حکومت کے امراء میں سے تھا ، سفارت پر بھیجا اور عالم گیر کے تخت نشیں ہونے پر بادشاہ کے حضور میں تہنیت نامہ ارسال کیا - ایران کا سفیر (آقا بیگ) خلافت کی آستان بوسی سے مشرف ہؤا اور اسی سال اس کو جانے کی اجازت ملی -

چونکہ خط کا جواب بھیجنا بھی صاحب اقتدار سلاطین کے درمیان ایک مقرر اور ضروری رسم ہے اور خط کتابت سے بہت فوائد ہیں اس لیے تربیت خاں کے منصب میں ، جو ایک عمدہ امرا اور صاحب ثروت و سامان تھا ، ایک ہزار سوار کا اضافہ ہؤا اور مناسب تحائف کے ساتھ ، کہ جن کی قیمت سات لاکھ روپیہ سے زیادہ ہو گی اور ان تحائف میں ہندوستان کی نادر اور مرغوب اشیا تھیں ، تربیت خاں کو دے کر چھٹے سال جلوس عالم گیری میں ایران کی سفارت پر روانہ کیا گیا[1] -

تربیت خاں صفاہان میں ، کہ جو ایران کا دارالسلطنت ہے ، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا [۳۹۵] - اس کی نا مناسب روش کی وجہ سے یہ ملاقات نا کام رہی - تربیت خاں سنجیدہ اور معاملہ فہم نہ تھا ، اس لیے اس نے بد مزاجی دکھائی - بادشاہ بھی ہمیشہ شراب پیا تھا اور جوانی میں مست اور حکمرانی میں مغرور رہتا تھا - اس کے دماغی قواء ، کہ جو عقل کے کاشانے کو روشن کرتے ہیں ، پراگندہ ہو چکے تھے - جنون و خبط اس پر مستولی تھا - اس نے بھی خود نمائی اور غرور کا مظاہرہ کیا

---

۱ - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۴۴—۸۴۵ و ماثر عالم گیری صفحہ ۴۷ (ب)

کہ جو بزرگ اور بزرگ مزاج حضرات کے لیے زیب نہیں دیتا ہے ۔ جیسے کچھ معاملات رونما ہوئے ، وہ لوگوں میں مشہور ہیں اور تحریر کرنے کے قابل نہیں ہیں ۔

غرض تربیت خاں کو بہت خفت اور ذلت اٹھانی پڑی اور اجازت حاصل کرنے کے بعد ایک سال گزار کر وہ فرخ آباد[1] سے ہندوستان روانہ ہوا ، جہانگیر اور شاہجہاں کے زمانے کے سفیروں مثلاً خان عالم دولدی اور صفدر خاں آقاسی ، کہ جو اس عظیم الشان کام (سفارت) کو باحسن وجوہ انجام دیتے تھے ، کے برخلاف تربیت خاں سفارت کو باطل کرنے والا ٹھہرا کہ جس کے ذریعے سے بلند مرتبہ سلاطین کے درمیان موافقت اور دوستی کی بنیادیں مستحکم ہوتی ہیں اور اس سے دنیا اور دنیا والوں کو آسائش و آرام ملتا ہے بلکہ (تربیت خاں کی سفارت کا) نتیجہ الٹا ہؤا اور بزرگوں کی الفت و اخلاص نے کدورت سے بدل دیا اور اس سفارت کا انجام دونوں طرف سے فوج کشی کی صورت میں ظاہر ہؤا ۔

تربیت خاں کے وہاں سے روانہ ہونے کے بعد بادشاہ عباس ثانی نے خراسان پر بہت فوج مقرر کر دی اور خود بھی اسباب جنگ کی روانگی میں مشغول ہو گیا ۔ جب تربیت خاں کی تحریر سے کہ جو شاہی حدود میں داخل ہو چکا تھا ، یہ حال عالم گیر کو معلوم ہؤا تو اس نے نویں سال جلوس عالم گیری میں بیس ہزار سواروں کے ساتھ [۴۹۶] شاہزادہ محمد معظم کو کابل روانہ کیا ۔ اتفاق سے اسی سال ربیع الاول ۱۰۷۷ھ (ستمبر ۱۶۶۶ع) کی شروع تاریخوں میں شاہ عباس ثانی خناق کے مرض میں فوت ہو گیا اور وہ مصیبت ختم ہو گئی جس کو تربیت خاں نے پیدا کیا تھا ۔ تربیت خاں جب ایران سے حوالی مستقرالخلافہ (آگرہ) پہنچا تو اس پر بادشاہ کا عتاب نازل ہؤا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضری سے منع کر دیا گیا ۔

---

۱ ۔ فرخ آباد کی بجائے فرح آباد صحیح ہے جو صوبہ مازندران میں واقع ہے ۔ ملاحظہ ہو عالم گیر نامہ صفحہ ۹۷۴ (ف)

دسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہؤا اور خان دوراں کے انتقال کے بعد اس کو اڑیسہ کی صوبے داری ملی ۔ تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں صفائی خاں کی بجائے وہ اودھ کی حکومت پر مقرر ہؤا ۔ اس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور منصبداران حلو کا داروغہ مقرر ہؤا ۔ انیسویں سال جلوس عالم گیری میں امیر خاں کی بجائے صوبۂ بہار کا ناظم مقرر ہؤا ۔ جب وہ صوبہ (بہار) بیسویں سال جلوس عالم گیری میں شہزادہ محمد اعظم کی جاگیر میں مقرر ہؤا تو تربیت خاں کو ترہت اور دربھنگہ کی فوج داری سپرد ہوئی ۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ جون پور کا فوج دار مقرر ہؤا اور اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۹۶ھ میں وہیں اس کا انتقال ہؤا ۔ اس کا لڑکا ہدایت اللہ خاں بادشاہ کے حضور میں پہنچا ، اس کو ماتمی خلعت مرحمت ہؤا ۔

لوگ ایک حکایت تربیت خاں سے منسوب کرتے ہیں ، ظاہر ہے یہی تربیت خاں ہوگا ۔ کہتے ہیں کہ ایک دن شاہجہاں بادشاہ صبح کے وقت دریائے جمنا کے کنارے مرغابی کا شکار کھیل رہا تھا ۔ دھوئیں کی طرح معلوم ہونے والے کہر نے ہوا کو بند کر دیا تھا ۔ (یہ دھواں) نہروں اور تالابوں سے اٹھتا ہے اور ہندی میں اس کو کہر کہتے ہیں ۔ بادشاہ نے خوش ہو کر فرمایا کہ کوئی شخص مناسب حال کوئی شعر پڑھے ۔ تربیت خاں نے عرض کیا [۳۹۷]

بیت

قدم نا مبارک و نا مسعود
گر بدریا رود بر آرد دود

(۱۲۸)

تربیت خاں میر آتش

میر محمد خلیل نام ، داراب خاں بنی مختار کا چھوٹا لڑکا ہے ۔ عالم گیر بادشاہ کے آخری زمانے میں اس نے بہت بہادری اور دلاوری دکھائی اور

اپنے ہم عصروں میں شہرت حاصل کی ۔ چالیسویں سال جلوس عالم گیری میں دو ہزاری ذات اور بارہ سو سوار کا منصب پایا۔ جب بادشاہ برہم پوری میں ٹھہرا ہؤا تھا تو وہاں سے اس (تربیت خاں میر آتش) کو کوہ سہا دیو کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا اور تربیت خاں میر آتش کی تجویز سے دوندے راؤ کو ایک ہزار اور پانسو کا منصب دے کر اس کو کوہ کی تھانے داری پر مقرر کیا ۔ (دوندے راؤ) تربیت خاں میر آتش ہی کا لایا ہؤا تھا ۔ اس کے بعد میر آتش کے عہدے پر سرفراز ہؤا اکتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں غنیم کی چھاؤنی کو ہٹانے کی غرض سے اسے رخصت کیا ۔ اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہؤا ۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ دکن کے سرکشوں کی تنبیہ اور گوش مالی میں مشغول رہا اور ہمیشہ صحیح و سلامت اور مال غنیمت لے کر واپس ہؤا ۔ مرہٹوں کے قلعوں کے فتح کرنے میں مورچال اور دمدمے سازی کے کاموں میں مشغول رہتا تھا ۔

جب تینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں ۵ جمادی الاول ۱۱۱۱ھ (۱۹ اکتوبر ۱۶۹۹ء) کو فاتح بادشاہ (عالم گیر اورنگ زیب) چار سال اسلام پوری[1] میں قیام کرنے کے بعد سیوا بھونسلے کے قلعوں کو فتح کرنے کے ارادے اور غزاء و جہاد کی نیت سے روانہ ہؤا تو مرتضیٰ آباد مرج[2] سے جلد گزر کر تھانہ میسوری میں مقیم ہؤا ۔ میر آتش بادشاہ کے حکم کے مطابق بسنت گڑھ کے مورچال [۴۹۸] کے کام پر متعین ہؤا جو میسوری[3] سے تین کوس کے فاصلہ پر پہاڑوں کی گھاٹی میں ایک قلعہ

---

۱ ۔ اورنگ زیب عالم گیر نے اس کا نام اسلام پوری رکھا ۔

۲ ۔ متن کتاب میں "مرچ" لکھا ہے لیکن صحیح مرج ہے ۔ یہ احاطہ بمبئی میں ایک ریاست ہے ملاحظہ ہو امپریل گزیٹیر جلد ۱۷ صفحہ ۳۶۱ (ب)

۳ ۔ صحیح نام منسور ہے جو ستارا سے ۲۱ میل کے فاصلے پر ہے (ب)

ہے ، اس نے دو سال کا کام دو دن میں کر لیا اور توپ خانے کے آدمیوں کو قلعے کی دیوار کے قریب پہنچا دیا ۔ جب قلعے کے لوگ توپ اندازی سے باز نہیں آئے تو بادشاہ کے خیمے دریائے کسنا کے کنارے لگائے گئے کہ جو قلعے سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے ۔ اس دن محصورین نے اپنی جانیں لے جا کر بھاگنا غنیمت سمجھا اور قلعے کے باہر چلے گئے ۔ قلعہ "کلید فتح" کے نام سے موسوم ہؤا ۔ میر عبدالجلیل بلگرامی[1] نے "کوہ کفر شکست" (۱۱۱۱ھ) سے تاریخ نکالی ہے ۔

وہاں سے بادشاہ قلعہ ستارہ کو فتح کرنے کی طرف متوجہ ہؤا[2] جو آسمان جیسی بلندی رکھنے والا ایک پہاڑ ہے اور سیوا کے تمام قلعوں میں سب سے مضبوط اور استوار ہے ۔ چنانچہ آجکل (۱۱۶۰ – ۶۱ھ) اس کے پوتے راجا ساہو کی راجدھانی اور صدر مقام ہے ۔ ۲۵ جمادی الآخر ۱۱۱۱ھ (۱۶۹۹ع) کو قلعے سے آدھے کوس کے فاصلے پر بادشاہ کے خیمے لگے ۔ خان میر آتش نے جو قلعے کو لینے اور دشمن کو پھونکنے کی مہارت رکھتا تھا ، مورچال تیار کیا ۔ ایک عجیب واقعہ ہؤا ۔ تربیت خاں میر آتش نے قلعے کی دیوار سے تیرہ گز کے فاصلے پر چوبیس گز بلند ایک دمدمہ (قلعے کے) ایک برج کے مقابل بنایا ، اس پر بہت رقم صرف ہوئی اور جب دیکھا کہ وہ قلعہ فتح کرنے کے لیے مفید نہیں ہے ، تو اس کے پاس ہی سے زینہ اٹھانا شروع کیا۔ اس میں عجیب قسم کے مصالحے لگائے ، یہاں تک کہ نقب قلعے کے نیچے پہنچ گیا ۔ اس کے اوپر لکڑی کے زینے لگا دیے ۔ وہ دیوار تمام تر تیس گز اونچا ایک پہاڑ ہے اور

---

۱ ۔ عبدالجلیل بلگرامی پیدائش ۱۰۷۱ھ (۱۶۸۱ع) وفات ۱۱۳۸ھ (۱۷۲۵ع) ۔ ملاحظہ ہو تذکرۂ علمائے ہند صفحہ ۲۷۴–۲۷۶ (ق)

۲ ۔ ستارہ کی فتح کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے مآثر عالم گیری صفحہ ۴۱۲ — ۴۴۲ ، ہسٹری آف اورنگ زیب جلد پنجم (سرکار) صفحہ ۱۶۱ — ۱۶۶ (ب)

اس کے اوپر اس میں چھ گز کی سنگ چین واقع ہے ۔ اس طرح سے بھی حملے کی صورت پیدا نہ ہوئی ۔ بادشاہ نے فتح اللہ خاں کو ، روح اللہ کی ماتحتی میں [۴۹۹] مقرر کیا کہ دوسری مورچال تیار کرے ۔ تربیت خاں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی آدمی اس کے مقابلے میں نمایاں کام کرے ۔ اپنی سستی کے تدارک کے سلسلے میں ، جو اس نے زینہ بنانے میں کی تھی ، اسے ایک مناسب تدبیر سوجھی ۔ اس نے قلعے کی سنگچین میں طاق کھودا اور دیوار (قلعہ) کو لمبائی میں چودہ گز ایک طرف سے اور دس گز دوسری طرف سے خالی کیا ۔ محصورین قلعہ اور فاتحین کے درمیان ، کہ جو اس طاق میں پہرہ دے رہے ہوئے ، ایک پردے سے زیادہ کچھ نہ تھا ، لیکن طرفین سے کوئی شخص اس ایک گز زمین کو جرأت کرکے طے نہیں کر سکتا تھا ۔ طے یہ پایا کہ اس خلا کو باروت سے بھر کر دیوار کو اڑا دیا جائے تا کہ حملہ کرنے کی راہ پیدا ہو جائے ۔

۵ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ (۱۳ اپریل ۱۷۰۰ء) کو کہ چار ماہ اور چند روز محاصرہ کو گزر چکے تھے ، ایک فتیلے کو آگ لگائی گئی ۔ دیوار قلعے کے اندر گر گئی ، قلعہ میں محصور ہونے والوں کی ایک جماعت جل کر ختم ہوگئی ۔ جب دوسرے فتیلے کو آگ لگائی تو یہ خیال تھا کہ یہ دیوار بھی اندر کی طرف گرے گی ، لوگ یورش کے لیے تیار کھڑے تھے ۔ مورچال کے عملہ اور معلہ کے علاوہ مخلص خاں اور حمید الدین خاں، چند ہزار سواروں کے ساتھ مستعد کھڑے تھے ۔ اتفاق سے دیوار اس طرف گری اور بکسریہ ، کرناٹکی اور ماولیہ خدمت گزاروں کے علاوہ دو ہزار جنگ آزمودہ سپاہی مارے گئے ۔ عجیب بات یہ ہے کہ اسی ہنگامے میں چند پیادہ سپاہی دیوار کے اوپر چڑھ گئے اور انہوں نے شور مچایا کہ آئیے یہاں کوئی نہیں ہے ۔ لشکری سپاہی اتنے خوف زدہ تھے کہ ان کو ہمت نہ ہوئی کہ کوئی بہادری کے ساتھ ادھر توجہ کرتا ۔ یہاں تک کہ ان کے چلانے سے قلعے کے لوگ [۵۰۰] خبردار ہوگئے اور فوراً ان کو گھیر لیا اور مار ڈالا ۔

عجیب بات یہ ہے کہ جب دمدمہ بھی ٹوٹ گیا تھا اور زینہ بھی گر پڑا تو کارکن کام سے علیحدہ ہو گئے - بھلیہ[1] پیادے اپنے بھائیوں، بیٹوں اور دوستوں کے مارے جانے کی وجہ سے بہت ناامید ہو گئے تھے اور میر آتش سے بھی بہت ناخوش تھے - جب انہوں نے دیکھا کہ پتھر اور مٹی کے نیچے سے مردوں کا نکالنا ناممکن ہے اور ان کے مذہب میں مردے کا جلانا واجب ہے، اس لیے انہوں نے اسی رات زینوں کو آگ لگا دی جو تمام تر لکڑی سے بنے ہوئے تھے اور یہ آگ سات دن برابر جلتی رہی -

الغرض میر آتش نے قلعے کو فتح کرنے میں بہت کوشش کی کہ اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا ہے - بندہ تدبیر کرتا ہے لیکن ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے - لیکن بادشاہ کی بلند اقبالی تھی، کہ اس واقعہ کے نو روز کے بعد ۱۳ ذی العقدہ ۱۱۱۱ھ (۲۱ اپریل ۱۷۰۰ع) مطابق چوالیسویں سال جلوس عالمگیری میں، چارماہ اٹھارہ روز کے محاصرے کے بعد قلعہ فتح ہوگیا چنانچہ اس کی تفصیل دوسری جگہ بیان ہوئی ہے -

پرنالہ اور پون گڑھ کی صورحال میں کہ دونوں متصل ہیں، تربیت خاں میر آتش نے عجیب کارنامہ انجام دیا کہ دیکھنے والے حیرت میں پڑ گئے - اس نے چند جریب زمین کو اندر سے خالی کرکے ایسا راستہ بنایا کہ جس میں تین جوان متصل جا سکیں اور چند قدم کے فاصلے پر اس میں ایک ایسا مقام بنایا کہ وہاں بیس آدمی بیٹھ سکیں، اور ہر طرف دریچے بنا لیے تا کہ ہوا آ سکے اور دھوپ پہنچ سکے، اس نے ان جگہوں میں توپ خانے کے آدمیوں کو بٹھا دیا کہ اگر محصورین سر نکالیں تو ان کو بندوق مار دی جائے اور اس گلی کو [۵۰۱] اس برج کے نیچے تک پہنچایا کہ جہاں توپ قائم تھی - اس کی بنیاد اس قدر خالی کر دی کہ بہادروں کی ایک جماعت اس میں چوکی دیتی تھی - اور دشمن کے دستی بموں سے

۱ - جادو ناتھ سرکار (جلد ۵ صفحہ ۱۶۵) کا خیال ہے کہ یہ لفظ ماولیہ ہے (ب)

تو دوئی آسیب نہیں پہنچتا تھا - آخر کار اس نے ای میں (زیر زمین راستہ) فصیل کی دیوار کے نیچے نیچے لے جا کر قلعے کے اندر پہنچا دیا - چہ محمد مراد خان اتفاقیہ طور سے قلعہ ایک دن میں فتح کر لیتا مگر رے سرداروں نے مدد آتش کی وجہ سے ، کہ جو اس سلسلے میں اپنی کہ مارتا تھا ، مدد نہیں کی - چنانچہ محمد مراد خان کے حال میں یہ بات ی گئی ہے لیکن ابھی مدد آتش کی تدبیریں انجام کو نہ پہنچی تھیں کہ ورین نے عاجز ہو کر قلعہ سپرد کر دیا -

چھیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں قلعہ کھیلنا کے فتح ہونے بعد اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا - سینتالیسویں سال جلوس ، گیری میں اس کی بہادری اور شجاعت سے قلعہ کنداند ، کہ جو شدہ بخش'' کے نام سے موسوم ہے ، فتح ہوا - اڑتالیسویں سال جلوس ، گیری میں وہ قلعہ راج گڑھ کا جائزہ لینے کے لیے مقرر ہوا - اس کے ب میں پانسو ذات اور دوسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ تین ہزار پانسو ، اور ایک ہزار آٹھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا -

انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں منصور خان کی بجائے دکن توپ خانے کا داروغہ مقرر ہوا - ساتھ ساتھ میر آتسی حضور کا عہدہ سپرد رہا - چونکہ تربیت خان میر آتش، شاہ گڑھ (ستارا) اور محی آباد ا) سے دریا بھیمرا تک ضلع داری پر مقرر تھا اس لیے توپ خانے کا ہ اس کا لڑکا محمد اسحاق مقرر ہوا ، اس کے بعد ''بہادر'' کا خطاب ملا - کھیرہ کی فتح کے بعد اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا اور کو نقارہ مرحمت ہوا - پچاسویں سال جلوس عالم گیری میں سرکشوں گوش مالی کے لیے رحمان بخش کی طرف روانہ ہوا -

عالم گیر اورنگ زیب کے انتقال کے بعد محمد اعظم شاہ نے بھی ، خانے کا انتظام اسی کے سپرد رکھا [۵۰۲] - کہتے ہیں کہ جب لڑائی دن اس نے بہادر شاہ کی فتح ہوتی ہوئی دیکھی تو چونکہ وہ تیر اندازی

میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا ، اس لیے وہاں سے ہاتھی کو آگے لا کر پہلے دو تیر پھر بندوق محمد عظم الشان کی طرف خالی کی ، دونوں چیزیں خطا ہوئیں ، بندوق کو ہاتھ سے پھینک دیا ۔ اسی دوران میں اس کے سینے میں ایک تیر لگا اور ختم ہوگیا ۔

اس کے لڑکے محمد اسحاق نے اپنے باپ کی زندگی ہی میں کارگزاری دکھائی اور اس نے تربیت خاں کا خطاب پایا ۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں پہلا میر توزک وہی تھا ۔ نادر شاہ کے ہنگامے میں اس کا مال و اسباب بادشاہی حوب داروں نے بلاوجہ لوٹ لیا ۔ اس کتاب کی تالیف کے زمانے (۱۱۶۰ھ) میں زندہ ہے ۔

(۱۲۹)

ترک تاز خاں

اس کے بزرگ توران کے رہنے والے تھے ۔ اس کا باپ عالم گیر اورنگ زیب کے زمانے میں ہندوستان میں آیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ مناسب عہدہ اور "یکہ تاز خاں" کا خطاب ملا اور مرہٹہ کی کی تنبیہ پر مامور ہؤا ۔ اس کا چچا خواجہ خاں ، جو سیادت خاں سید اوغلاں کا داماد تھا اکیاونویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔

ترک تاز خاں دکن میں پیدا ہؤا تھا ۔ وہ بالکل مرہٹوں کی طرح رہتا تھا کہ لباس اور خوراک میں بھی ان کی وضع کے خلاف نہیں کرتا تھا اور جنگ میں بھی وہ مرہٹوں کی طرح قزاقی (لوٹ مار) کرتا تھا کہ جسے اہل دکن کی اصطلاح میں "برگی گری" کہتے ہیں ۔ جو منصب دار دکن میں (فوجی مددگار کی حیثیت سے) متعینات تھے ، ان میں وہ بھی تھا ۔ اگرچہ عالم علی خاں کی لڑائی میں وہ اس کے ہمراہ تھا[1] مگر ہم وطنی کی وجہ سے

---

۱ ۔ یہ لڑائی بالا پور (ضلع اکولہ) کے قریب ۶ شوال ۱۱۳۲ھ (۱۱ اگست ۱۷۲۰ع) کو ہوئی ۔ (پ)

اصف خاں کے ساتھ مل گیا ، بالکل اپنی جگہ سے حرکت نہ کی ۔ آصف جاہ [۳ د] نے بھی فتح کے بعد اس کا بہت احترام کیا اور سابقہ تعلقات از سر نو تازہ و استوار ہوگئے ۔ جب تک زندہ رہا عزت و آبرو سے رہا ، ۱۱۴۹ھ میں فوت ہؤا ۔

تین لڑکے تھے ۔ سب سے بڑا خواجہ محمد تھا ۔ اسے آصف جاہ کے زمانے میں " خاں" کا خطاب ملا اور ناصر جنگ کے زمانے میں باپ کا خطاب (ترک تاز خاں) اور صلابت جنگ کے زمانے میں قوی جنگ کا خطاب ملا ۔ پنج ہزاری منصب تک ترقی کی ۔ مدتوں احمد نگر کا قلعے دار رہا ۔ کسی وجہ سے اس نے احمد نگر کا قلعہ مرہٹوں کے سپرد کر دیا اور بیمار ہوکر ۱۱۸۷ھ میں فوت ہؤا ۔ یار باش ، خوش خلق اور بہت دوست آدمی تھا ۔ خوش خطی میں بہت مہارت رکھتا تھا ۔ مؤلف کتاب کا خاص دوست تھا ۔

(ترک تاز خاں کے) دوسرے دو لڑکے خواجہ حمید خاں اور خواجہ سعید خاں تھے ۔ دونوں منصب اور جاگیر پر گزر کرتے تھے اور دونوں بڑے بھائی (خواجہ محمد) سے پہلے مر گئے ۔

(۱۳۰)

تیغ بیگ خاں مرزا گل

وہ اور اس کے دو بڑے بھائی مرزا فقیر اللہ اور مرزا گدا ، یہ تینوں بیگر خاں مرزا احمد کے بھانجے ہیں کہ جو سلطان بیدار بخت کا دیوان تھا ۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں بندر سورت کا قلعہ دار رہا ۔ ان کا باپ نم درجے کا عہدہ دار تھا ۔ اس کے مرنے کے بعد میر نعمان خاں پسر دوم خواجہ عبدالرحیم خاں بیوتات نے ان کی پرورش کی [۵۰۴] جب نعمان خاں مر گیا تو یہ اپنے ماموں کے ساتھ رہنے لگے ۔ میرزا فقیر اللہ جوان مر گیا ۔

مرزا گدا کو پہلے "گدا بیگ خاں" کا خطاب ملا ۔ چونکہ بیگر خاں مذکور مر چکا تھا اور مرزا گدا اس کا داماد تھا ، اس لیے اس

کو "بیگلر خاں" کا خطاب اور بندر سورت کی قلعے داری ملی ۔

اس کے بعد میرزا گل نے اپنی خوش قسمتی اور نیک بختی سے محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں تیغ بیگ خاں کا خطاب حاصل کیا اور وہ بندر سورت کا متصدی مقرر ہؤا[1]۔ وہ اس عہدے پر ایک مدت تک رہا ۔ تیغ بیگ خاں بہت شیر دل اور بلند ہمت تھا ، ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ع) میں اس کا انتقال ہؤا ۔

بندر سورت کا متصدی ، خواجہ عبدالرحیم کے داماد شاہ مکھن کا لڑکا معین الدین خاں بہادر عرف میاں اچھن مقرر ہؤا جو بیگلر خاں کلاں کا داماد تھا ، اگرچہ اس کتاب کی تالیف کے زمانے (۱۱۶۰ھ) میں یہ بندر سورت انگریزوں کے قبضے میں آ چکا ہے لیکن معین الدین خاں کا لڑکا ، کہ جس کا خطاب "قائم الدولہ" ہے ، برائے نام دخیل ہے ۔ تیغ بیگ خاں کے انتقال کی تاریخ "گل ملک افتاد" ہے ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ع)

---

۱ - تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے گزیٹیر بمبئی پریذیڈنسی (جلد دوم) صفحہ ۱۱۶—۱۲۲ (۱۸۸۵ع) (ب)

ث

(۱۳۱)

ثانی خاں ہروی

اکبر کے پانصدی امراء میں سے تھا۔ وہ ہرات کا رہنے والا تھا، اس کا نسب قبیلہ [۵۰۵] ارلات سے ملتا ہے۔ اس خاندان (تیموریہ) کا قدیم خدمت گزار تھا۔ وہ کفایت، درایت اور لطافت طبع کے لیے مشہور تھا۔ اگر اس کے سامنے لوگ کسی کو متعارف کراتے تھے تو فوراً کہتا تھا کہ ہماری دوستی اور محبت کی یہ شرط ہے کہ ہمارے حق میں اگر کوئی بری بات کہے تو مت سنو کیونکہ یہی لوگ نفاق کا سبب اور اخلاص کے ختم کرنے والے ہوتے ہیں۔

جب وہ بادشاہی فوج کے ہمراہ علی قلی خاں زماں کے استیصال کے لیے مقرر ہوا تو اس نے اپنی عرضداشت میں یہ شعر بادشاہ کو لکھا:

بیت

اے شہ سوار معرکہ آرای روز رزم
از دست رفت معرکہ پادر رکاب کن

اس نے علم صرف میں منظوم رسالہ لکھا ہے[1] ، یہ رباعی اسی کی ہے کہ اس کے ہر مصرع میں چھ کلمے جمع کیے ہیں کہ جن میں دو کلمے باہم متضاد ہیں ۔

رباعی

شب توبہ نمود و روز پیمان بشکست
ہنسار درون رفت و برون آمد مست
ز آمد شد سعد و نحس پیدا و نہان
بر خاست ملال من و شوق دو نشست

(۱۳۲)

ثناء اللہ خاں و امان اللہ خاں

ضیاء اللہ خاں بن عنایت اللہ عالم گیری کے لڑکے ہیں ۔ ضیاءاللہ خاں عالم گیر اورنگ زیب کے عہد میں بادشاہ سے روشناسی کا شرف رکھتا تھا ۔ سینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اکبر آباد کا دیوان مقرر ہؤا ۔

ثناء اللہ خاں ، عمادالملک مبارز خاں کا داماد تھا [۵۰٦] ۔ جب عمادالملک حیدر آباد کا صوبے دار مقرر ہؤا تو وہ دونوں اس کے ہمراہ حیدر آباد پہنچے آرام سے حسب منشاء زندگی گزارتے رہے ۔ ثناء اللہ خاں سیکاکول کا فوج دار مقرر ہؤا ۔ اس کے بعد جب چھٹے سال جلوس

---

۱ ۔ شیخ فرید لکھتا ہے کہ "اولاً قلندرے بود ، آخر بمرتبہ امارت رسیدہ ، طبع نظم داشت و قافیہ را نظم کردہ" ذخیرہ الخوانین جلد اول صفحہ ۲۳۰ (ف)

محمد سابق میں عمادالملک مارا گیا تو وہ (اثناء الله) نظام الملک آصف جاہ کی طرف متوجہ ہؤا اور پہلے بیجا پور کا صوبے دار مقرر ہؤا ۔ وہاں اودا چوہان نے اس کو شکست فاش دی ، اس کے بعد وہ دریندہ کا قلعہ دار مقرر ہؤا ۔ بہت شوخ طبع اور رند مشرب تھا ، وقت موعود پر اس کا انتقال ہؤا ۔

امان الله خاں ایک مدت تک حیدر آباد میں رہا اور وہیں زندگی بسر کی ۔ آخر وہ بھی مر گیا ، بہت نازک مزاج تھا ۔

ج

(۱۲۳)

جعفر خاں تکلو

قزاق خاں کا لڑکا ہے ، جس کا باپ محمد خاں شرف الدین اعلیٰ تکلو ، ہرات کا حاکم اور شاہ طہماسپ صفوی کے بڑے لڑکے سلطان محمد مرزا کا اس وقت محافظ تھا جب ہمایوں بادشاہ ایران گیا تھا ، اور شاہ ایران کی طرف سے ایک فرمان ، کہ جس کو ارباب مروت و شجاعت کا دستورالعمل کہہ سکتے ہیں ، ہمایوں بادشاہ کی مہمان داری اور ضیافت کے سلسلے میں اس کو لکھا گیا ۔ محمد خاں شرف الدین نے ، جیسا کہ چاہیے تھا [۵۰۲] وہ خدمات ، جو ایسے عزیز مہمان (ہمایوں بادشاہ) کے لائق تھیں ، با حسن وجوہ انجام دیں اور وہ تحسین کا مستحق ٹھہرا ۔

اس کے مرنے کے بعد قزاق خاں ، باپ کی طرح سلطان محمد مرزا کا محافظ اور خراسان کا حاکم رہا ۔ اس نے بادشاہ کی جناب میں تکبر اور گستاخی کا مظاہرہ کیا اور جیسی کہ اطاعت چاہیے تھی وہ نہیں کی ۔ بادشاہ نے ۹۷۲ھ میں معصوم خاں صفوی کی سرداری میں ، کہ جو وکیل السلطنت تھا ، ایک فوج بھیجی ۔ اتفاق سے اسی زمانے میں قزاق خاں کو استسقاء کی بیماری ہو گئی اور اس کی جماعت متفرق ہو گئی ۔ مجبوراً وہ سلطان محمد کے ہمراہ اختیارالدین کے قلعے میں قلعہ بند ہو گیا ۔ بادشاہ کی فوجیں ہرات آئیں ۔ قزاق خاں نے عہد و پیمان کے ساتھ اطاعت قبول کر لی اور اسی حالت میں وہ مر گیا اور اس کے مال و اسباب پر معصوم بیگ نے قبضہ کر لیا ۔

اس واقعہ کے بعد جعفر بیگ ، کہ جس کو اس کا باپ بھی نیک اور شجاع سمجھتا تھا ، خراسان سے اکبر بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ بادشاہ نے اس کے ساتھ بہت عنایت اور رعایت کی ۔ ۹۷۳ھ میں خان زماں شیبانی کے تعاقب میں وہ بادشاہ کے ہمراہ گیا ۔ اس کے بعد علی قلی خاں کے جرائم کی معافی اس شرط پر قرار پائی کہ جب تک اکبر بادشاہ اس علاقے میں ہے ، وہ (علی قلی خاں) دریائے گنگا کو عبور نہ کرے ۔ جب اکبر بادشاہ چنار کے قلعے کی سیر کے لیے گیا تو خان زماں نے عجلت اور کم ظرفی دکھاتے ہوئے دریائے گنگا کو عبور کر لیا ۔ اکبر بادشاہ نے جب یہ خبر سنی تو اس نے خود اس کے اوپر لشکر کشی کی ۔ جعفر بیگ جلدی سے غازی پور پہنچا [۵۰۸] اور اس نے اس (علی قلی خان زماں) کی بعض کشتیوں کو ، جو مال سے بھری ہوئی تھیں ، اپنے قبضہ میں کر لیا ۔ بادشاہ نے اس بات کو پسند فرمایا ۔ اس کو ہزاری منصب اور ''خان'' کا خطاب ملا[1] ۔

---

۱ ۔ جعفر خاں نے حسن خاں ٹکریہ کی ماتحتی میں نگر کوٹ کی لڑائی میں حصہ لیا (آئین اکبری جلد اول انگریزی‌ترجمہ ، طبع ثانی صفحہ ۴۷۱) (ب)

(۱۳۴)

جلال خاں قورچی

اکبر بادشاہ کا بے مثال ندیم اور مقرب تھا - پانسو کا منصب رکھتا تھا - پانچویں سال جلوس اکبری میں اس کو تان سین موسیقار کو لانے کے لیے، کہ جو کبت اور دھرپد کے گانے میں موسیقاروں کا استاد تھا اور بھٹہ کے راجا رام چند بگھیلہ کے پاس رہتا تھا ، ایک عنایت نامہ کے ساتھ راجا مذکور (رام چند) کے پاس بھیجا گیا - جلال خان قورچی اس (تان سین) کو راجا کے تحائف کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں لایا -

گیارھویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ وہ (جلال خاں قورچی) ایک خوبصورت جوان کی محبت میں مبتلا ہو گیا ہے - یہ بات بادشاہ کو نا گوار ہوئی ، اس نوجوان کو اس سے علیحدہ کر دیا گیا - جلال خان قورچی ایک خفیف الحرکتی کا مرتکب ہؤا اور ایک رات کو وہ اس جوان کو ہمراہ لے کر بھاگ گیا - جب یہ بات بادشاہ کو معلوم ہوئی تو مرزا یوسف خاں رضوی کو ایک جماعت کے ساتھ اس کے تعاقب میں بھیجا گیا اور وہ اس کو پکڑ کر لایا - مدتوں جلو خانہ میں پڑا رہا اور چھوٹوں بڑوں کی لاتیں کھاتا رہا -

اس کے بعد بادشاہ اس پر مہربان ہؤا اور وہ ہمیشہ یورشوں میں بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا- پھر اس لشکر کی مدد کے لیے گیا جو صوبہ اجمیر کے مضافات میں سوانہ کے قلعے کی فتح کے لیے گیا تھا - بیسویں سال جلوس اکبری میں وہ وہاں پہنچا - اس نے بہت کوشش اور جرأت کا مظاہرہ کیا - مارواڑ کا راجا چندرسین بادشاہی سپاہیوں [۵۰۹] کی وجہ سے کہیں چھپ گیا - اسی درمیان میں ایک شخص نے اپنے آپ کو دیوی داس ظاہر کیا اور وہ جلال خاں قورچی کے پاس آیا - حالانکہ دیوی داس اس لڑائی میں قتل ہو چکا تھا جو مرزا شرف الدین حسین سے صوبہ اجمیر

میں میرٹھ کے قریب ہوئی تھی۔ (وہ) جلال خاں کے پاس اس لیے آیا کہ اس کے توسل سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔

چونکہ اس زمانے میں ہر ایک کی توجہ چندر سین کی جستجو میں لگی ہوئی تھی اس لیے اس جعل ساز نے بتایا کہ وہ (چندر سین) ، رام رائے کے لڑکے اور اپنے بھتیجے ''کلا'' کی جاگیر میں چھپا ہؤا ہے۔ بادشاہی فوج کلا کی جاگیر میں گئی - اس نے انکار کیا اور شہال خاں قورچی کو اپنے ساتھ ملا کر اس جعل ساز کے استیصال کے لیے روانہ کیا۔ شہال خاں اس کو ایک دن اپنے گھر میں لایا اور اس کو گرفتار کرنے کی تدبیر کی ، مگر وہ بہادری سے اس گرفتاری سے نکل بھاگا۔ اس کے دل میں دشمنی بیٹھ گئی۔ اس نے جلال خاں کے گھر کو شہال خاں کا گھر سمجھتے ہوئے اس پر چڑھائی کر دی۔ وہ (جلال خاں قورچی) بغیر جنگی سامان کے مردانہ مقابلے کے لیے آ گیا اور ۹۸۳ھ (۱۵۷۵ء) میں مارا گیا۔

(۱۳۵)

جگ مال

راجا بہارا مل کا چھوٹا بھائی ہے۔ جب راجا اپنی قسمت کی یاوری سے بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو اس کے ہر رشتہ دار نے ترقی کی۔ جگ مال بھی بادشاہ کی عنایات سے سرفراز ہؤا۔ آٹھویں سال جلوس اکبری میں قلعہ میرٹھ کی حفاظت کے لیے مقرر ہؤا۔ اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر بادشاہ نے گجرات کی طرف یلغار فرمائی تو اس (جگ مال) کو بڑے لشکر کی حفاظت کے لیے مقرر کیا [۵۱۰] اور وہ ہزاری منصب پر سرفراز ہؤا۔ اس کا لڑکا کھنگار تھا ، جو اپنے چچا راجا بہارا مل کے ساتھ اکبر آباد میں رہتا تھا۔ ابراہیم حسین مرزا کے ہنگامے میں راجا (بہارا مل) نے اسے ایک جماعت کے ساتھ دہلی بھیجا۔

اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کے گجرات روانہ ہونے

سے پہلے اس نے رخصت لی اور پٹن میں بادشاہ کے لشکر میں پہنچ گیا۔ اکتیسویں سال جلوس عالم گیری میں کنور مان سنگھ کے ہمراہ رانا پرتاب کی گوشمالی کے لیے مقرر ہوا۔ اس کے بعد صوبہ بنگالہ پر تعینات ہوا اور شہباز خاں کے ہمراہ شاہی خدمت اچھی طرح انجام دیں۔

جس زمانے میں کہ شہباز خاں، بھاٹی سے ناکام واپس لوٹا اور دارالسلطنت ٹانڈہ کی طرف گیا تو راستے میں جنگ مال بیگ خلد دوسرے لوگوں کے سرکشوں کی جماعت سے، جو غارت گری کر کے واپس آ رہی تھی مقابلہ ہوا۔ آپس میں جنگ ہوئی۔ ان سرکشوں میں سے نوروز بیگ قاقشال مارا گیا اور دوسرے باغی بھاگ گئے۔

(۱۳۶)

جانش بہادر

مرزا محمد حکیم کے یکہ تازوں میں سے تھا۔ مرزا کے مرنے کے بعد وہ اپنے لڑکوں کے ہمراہ تیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ کے دربار میں آیا اور بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ اس کے مرتبے کے مطابق، انعام میں خلعت، گھوڑا اور نقد رقم مرحمت ہوئی۔ اسی زمانے میں زین خاں کوکلتاش کے ہمراہ فسلہ یوسف زئی کی مہم پر روانہ ہوا، جب افغانوں کی لڑائی میں شاہی فوج کو شکست ہوئی اور (زین خاں) کوکلتاش نے چاہا کہ خود کو ہلاک کرے [۵۱۰] جانش بہادر نے اس کی لگام پکڑ لی اور اس کو چار و ناچار واپس کیا۔ اس کے بعد روشنائیوں کی مہم پر پہلے کنور مان سنگھ کے ساتھ دوبارہ صادق خاں کے ساتھ اور سہ بارہ زین خاں کی مدد پر روانہ ہوا اور مختلف قسم کی خدمات انجام دیں۔

تینتیسویں سال جلوس اکبری میں خان خاناں قندھار کے قلعے کی تسخیر کے لیے مقرر ہوا۔ اس (جانش بہادر) کو اس کے ہمراہیوں میں مقرر کیا گیا۔ چونکہ اس مہم کے سر کرنے میں دیر لگی اور خان خاناں

ٹھٹہ کی فتح پر مقرر ہؤا تو جانفشانی سے وہاں پہنچا اور اس نے بہت اچھی خدمات انجام دیں ۔ اڑتیسویں سال جلوس اکبری میں وہ خان خاناں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں آیا اور ملازمت سے مشرف ہؤا ۔

اس کے بعد دکن کی مہم پر مقرر ہؤا اور آخر تک راہ دوری میں رہا ۔ چھیالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۹ھ (۰۱-۱۶۰۰ع) میں پیٹ کے درد کے مرض میں فوت ہؤا ۔ وہ مستحب سپاہیوں میں سے تھا ۔ پانسو کا منصب دار تھا ۔ اس کے بعد اس کے بھائیوں کو جاگیر ملی ۔ اس صوبے میں وہ کارگزار رہے ۔ اس کا لڑکا شجاعت خاں شادی بیگ ہے کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔

(۱۳۷)

جہانگیر قلی خاں

لالہ بیگ کابلی نام اور میرزا حکیم کے غلام زادوں میں سے تھا ۔ اس کا باپ نظام قلماق ، مرزا حکیم کی مجلس کا چراغ جلانے والا تھا ۔ لالہ بیگ بہادری کی وجہ سے مرزا کی عنایات کا مستحق ٹھہرا اور اس نے اچھی خدمات انجام دیں ۔ مرزا حکیم کے مرنے کے بعد اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ اکبر بادشاہ نے اسے بڑے شاہزادے سلطان سلیم کو مرحمت کر دیا ۔ چونکہ (لالہ بیگ) بہت طاقت ور تھا اور اس نے بہت بہادری کے کام انجام دے اس لیے شہزادے نے اس پر گوناگوں نوازشیں فرمائیں [۵۱۲] اور باز بہادر کا خطاب دیا ۔ تھوڑے ہی دنوں میں صاحب طبل و علم بنا دیا ۔ جب شاہزادہ سلیم ، ہندوستان کے تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس کو پنج ہزاری منصب ، جہانگیر قلی خاں کے خطاب اور صوبہ پٹنہ و بہار کی صوبے داری پر سرفراز فرمایا ۔ چونکہ بادشاہی حکم جاری ہو چکا تھا کہ اس صوبے کے جاگیر داروں میں سے کسی نے جہانگیر قلی خاں کی رائے کے خلاف کام کیا تو اس کا عمل اس (جہانگیر قلی) کے اختیار میں ہوگا ۔ لوگوں کے دلوں میں جہانگیر قلی خاں کا

خوب رعب و دبدبہ بیٹھا ۔

پھر کھڑگپور کا راجا سنگرام تھا جو وہاں کے اچھے زمینداروں میں سے تھا ۔ اکبر کے زمانے سے ہمیشہ صوبۂ بہار کے حکام کا فرماں بردار اور اطاعت گزار رہا ۔ اس نے شاہی خدمات کی انجام دہی سے کبھی پہلوتہی نہ کی اسی لیے راجہ ٹوڈر مل اس کو "پسر" کہتا تھا ۔ وہ جہانگیر قلی خان کے حکم کی تاب نہ لا سکا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گیا ۔ جہانگیر قلی خان نے ایک مناسب فوج کے ساتھ اس پر حملہ کیا ۔ دونوں میں جنگ ہوئی ، سخت مقابلے کے بعد سنگرام بندوق کا نشانہ بنا اور اس نے ملک عدم کی راہ لی اور جہانگیر قلی خان فتح یاب ہوا ۔

دوسرے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۶ھ (۱۶۰۸ء) میں قطب الدین خان کوکہ کے انتقال کے بعد ، جو شیر افگن خان استجلو کے ہاتھ سے مارا گیا تھا ، جہانگیر قلی خان ، بنگال کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ وہاں پہنچنے کے بعد وہاں کے انتظام میں مشغول ہوا ، ابھی وہ وہاں کی مہمات کو اچھی طرح سرانجام نہ کر سکا تھا کہ شاہ اجل نے خود اس کی زندگی پر حملہ کیا ۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری (۱۰۱۷ھ) میں وہ فوت ہوا [۵۱۳] ۔

جہانگیر قلی خان دین داری اور حق پرستی میں بہت مشہور تھا ۔ وقت کے کام انجام دینے میں وہ بہت کوشش کرتا تھا ۔ اس نے ایک سو حافظ قرآن نوکر رکھے تھے کہ جو سفر و حضر میں چند قرآن شریف ختم کرکے اس کو ان کا ثواب بخشتے تھے ۔ خود بھی نماز خوب وظائف و اوراد کے ساتھ پڑھتا تھا ۔ اس تمام نیکی اور پرہیزگاری کے باوجود بہت سخت دل تھا ۔ نرم دلی اور رحم بالکل نہیں کرتا تھا ۔ عین نماز اور تسبیح کی حالت میں مجرموں کو کوڑے مارنے ، پھانسی دینے اور مار ڈالنے کا اشارہ کرنے سے باز نہیں رہتا تھا ۔ یہ بات اس کی عادت میں داخل تھی ۔ ایک سو نگل بجانےوالے اس کے ملازم تھے ۔ جب لڑائی کی تیاری ہوتی تھی تو وہ سب ایک ساتھ بجاتے تھے کہ جس سے گنواروں اور کسانوں کا پتہ پھٹ جاتا تھا ۔

ایک سو کشمیری علیٰ بار اس کے نوکر تھے کہ کوئی بندہ اس کے سر کے اوپر سے نہیں اڑ سکتا تھا ، سب کو وہ تیغ سے مار ڈالتے تھے ۔

(۱۳۸)

جگ ناتھ

راجا بھارا مل کا لڑکا ہے کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔ راجا نے اس کو اپنے دو بھتیجوں کے ساتھ یرغمال کے طور پر مرزا شرف الدین حسین کے پاس چھوڑ دیا تھا کیونکہ مرزا نے اجمیر کی تعلقہ داری کے زمانے میں راجا پر کچھ روپیہ واجب الادا نکالا تھا ۔ اس کے بعد جب راجا (بھارا مل) نے اکبر بادشاہ کی ملازمت میں باریاب ہونے کا ارادہ کیا تو وہ شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔ بادشاہ کے صادر احکام کے بعد جگ ناتھ نے میرزا شرف الدین حسین کے ہاتھ سے رہائی پائی ۔

اس کے بعد اس پر بہت شاہی نوازشیں ہوئیں ، کبھی وہ بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا [۵۱۳] اور کبھی اپنے بھتیجے کنور مان سنگھ کی تعیناتی میں ہوتا تھا اور خدمات انجام دیتا تھا ۔ اکیسویں سال جلوس اکبری میں جب میواڑ کے زمیندار رانا پرتاب نے بادشاہی لشکر سے مقابلہ کیا اور بعض سرداروں کو اس نے پسپا کر دیا تو جگ ناتھ قدم جمائے رہا اور اس نے بہادری دکھائی ۔ رام داس بن جے مل ، جو مخالفین میں مشہور تھا ، اس کے ہاتھ سے مارا گیا ۔

تئیسویں سال جلوس اکبری میں اسے پنجاب میں جاگیر ملی اور وہاں وہ روانہ ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس اکبری میں جب کابل سے پنجاب کی طرف مرزا حکیم کے آنے کے آثار ظاہر ہوئے اور بادشاہ نے بھی اس طرف روانگی کا قصد فرمایا ، ایک جماعت بادشاہ کے حکم کے مطابق پہلے سے اس طرف روانہ ہوگئی تو جگ ناتھ بھی اس خدمت پر ادھر جانے کے لیے مقرر ہوا ۔

[illegible] سال جلوس اکبری میں رانا امر سنگھ کی مہم کے لیے کہ [illegible] مقرر ہوا تھا، [illegible] ایک بڑی فوج کے ساتھ مقرر ہوا اور اس [illegible] کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد مرزا یوسف خان کے ہمراہ [illegible] جانے کی اجازت حاصل کی۔ جب وہاں کے [illegible] پہنچ گئے [illegible] بادشاہ کے حضور میں حاضر [illegible] ارادہ کیا اور بادشاہ کی خدمت [illegible] ہوا۔ [illegible] سال جلوس اکبری میں شاہزادہ مراد [illegible] میں مقرر ہوا اور [illegible] کی طرف روانہ ہوا۔ [illegible] سال جلوس [illegible] میں جب شہزادے [illegible] کی حالت [illegible] ہوئی تو وہ بھی [illegible] کے ہمراہ گیا۔ اس کے بعد وہ شہزادے کے ہمراہ دکن کی مہم [illegible] ہوا۔

سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں اس نے شہزادے سے رخصت لی [illegible] وہ اپنے گھر آیا۔ پھر وہاں سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا، مگر [illegible] حکم آیا جو اس لیے شرف [illegible] حاصل [illegible] ہوا۔ جس وقت [illegible] [د ا د] دکن سے واپس لوٹا اور [illegible] رنتھنبور کے قریب قیام پذیر [illegible] وہ [illegible] پور سے حسب طلب آئے ہوئے [illegible] تھا، اس نے کہ [illegible] رنتھنبور اس سے متعلق تھا۔ ایک دن بادشاہ جب سیر کے لیے تیار ہوا واس نے خادموں کی طرح بہت نیازمندی اور عقیدت کا اظہار کیا، اس کے بعد پھر اس کو دکن کی روانگی کا حکم ہوا۔

پہلے سال جلوس جہانگیری میں وہ شہزادہ سلطان پرویز کے ہمراہ رانا کی مہم پر مقرر ہوا۔ جب شاہزادہ خسرو کی بغاوت کی وجہ سے [illegible] لڑکے [illegible] کو ہمراہ لے کر آگرہ روانہ ہوا تو اس نے جگناتھ کو تمام لشکر کے ساتھ وہاں چھوڑا اور اسی سال وہ [illegible] جہانگیری کے دفع کرنے کے لیے مقرر ہوا کہ جس نے [illegible] کے ضلع میں ہنگامہ بپا رکھا تھا۔

چوتھے سال جلوس جہانگیری میں وہ پانچ ہزاری ذات اور [illegible] ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اس کا لڑکا رام چند دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر مقرر ہو کر دکن کے لیے روانہ ہوا۔

اس کی اولاد میں ایک راجا من روپ ہے کہ جو جہانگیر اور شاہجہاں کے اختلاف کے زمانے میں شاہجہاں کی ملازمت میں آیا اور جب شاہجہاں تخت نشین ہو گیا تو اس کو دس ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، علم ، چاندی کی زین کے ساتھ گھوڑا ، ہاتھی ، اور بیس ہزار روپیہ نقد انعام ملا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ (من روپ) راجا گج سنگھ کے ہمراہ نظام الملک دکنی کا علاقہ برباد کرنے کے لیے مقرر ہؤا اور اسی سال اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کا لڑکا گوپال سنگھ مناسب منصب پر سرفراز ہؤا[۱] ۔

(۱۳۹)

جاں سپار خاں ترکمان

جہانگیر بیگ نام ، جہانگیر کے امراء میں سے ہے ۔ مدت مدید تک [۵۱۶] صوبۂ دکن میں تعینات رہا ۔ اس نے اپنی بہادری اور مردانگی سے شاہی خدمات باحسن وجوہ انجام دیں ۔ چونکہ دکن کی مہات شہزادہ پرویز سے انجام کو نہ پہنچیں اگرچہ وہ (شاہزادہ) برہان پور میں بہت دنوں تک مقیم رہا ۔ امرائے نامور کے ساتھ بڑی بڑی فوجیں متعین رہیں اور بہت خزانہ بھی صرفے میں آیا بلکہ دکن کے سرکشوں نے نافرمانی کا مظاہرہ کیا مثلاً ملک عنبر بالا گھاٹ کے محالات پر پورے طور سے قابض ہو گیا ۔

گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں اس مملک (دکن) کی مہم کو سر انجام دینے کے لیے شاہزادہ سلطان خرم روانہ ہؤا کہ جس کو اس فتح کے بعد ''شاہجہاں'' کا خطاب ملا ۔ اس کے اقبال اور صولت شاہی کی وجہ سے سرکشوں کے ہوش جاتے رہے اور انھوں نے عاجزی و اطاعت اختیار کی ، وہ شاہی علاقوں پر تصرف کرنے سے باز رہے اور انھوں نے خراج اور مال گزاری ادا کرنے کا اقرار کیا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۱۳۹—۱۴۱ ۔

بارھویں سال جلوس جہانگیری میں شاہزادہ سلطان خرم نے اپنے معتمدوں میں سے اور جو دکن میں مقرر ہوئے ان میں سے جس کسی کو جہاں اور جس جگہ چاہا ، تھانہ دار اور فوج دار مقرر کر دیا ۔ جہانگیر بیگ پر شہزادے نے عنایات فرمائیں اور تھانہ جالنا پور اور اس کے مضافات کے انتظام کے لیے جہانگیر بیگ کو رخصت کیا ۔ (جالنا پور) دولت آباد سے بیس کوس کے فاصلے پر ہے ۔ وہ اس وقت دکن کے عمدہ تھانوں میں سے تھا اور بہت سے بادشاہی منصب دار اپنے ماتحتوں اور فوج کے ساتھ اس جگہ متعین رہ سکتے تھے ۔

کچھ دنوں کے بعد دکن کے بدعہدوں نے پھر سرکشی شروع کی اور بادشاہی محالات پر قابض ہونے لگے ۔ انھوں نے صرف بالا گھاٹ ہی پر قناعت نہیں کیا بلکہ برہان پور تک عمل کرنے لگے ۔ مجبوراً شاہزادہ سلطان خرم دوبارہ [۱۰۲۹ھ] دکن کے لیے روانہ ہوا ۔ سولھویں سال جلوس جہانگیری کے شروع میں وہ برہان پور پہنچ گیا اور نظام شاہ اور ملک عنبر کی گوش مالی کے لیے زبردست فوج مقرر کر دی ۔ سخت معرکے اور مقابلے کے بعد کہ جس میں ہر مرتبہ بادشاہی فوج کو فتح و نصرت حاصل ہوئی اور ملک عنبر نے پھر شاہزادے کے اقبال کو ملاحظہ کیا اور سرکشی سے باز آیا ۔ ندامت کا اظہار کر کے امان کا خواستگار ہوا ۔ سرداروں اور منصب داروں میں سے ہر ایک موسم برسات کے خاتمے تک بالا گھاٹ کے کسی ایک محال میں مقیم رہا ۔ جان سپار خان تیس ہزار سواروں کے ساتھ بیر میں مقیم ہوا ۔ جب تھانوں کی تقسیم از سر نو ہوئی تو جان سپار خان کے منصب میں اضافہ ہوا اور وہ بیر کی تھانے داری پر مقرر ہوا ۔

جب انیسویں سال جلوس جہانگیری میں احمد نگر کے مضافات موضع بھاتوری کے قریب ملک عنبر اور ملا محمد لاری سپہ سالار و وکیل السلطنت بیجا پور کے درمیان کہ جس کو وہاں کا والی عادل شاہ گفتگو اور خطاب میں ''ملا بابا'' کہا کرتا تھا ، جنگ ہوئی ۔ تقدیر کے

نوشتے کے مطابق ملا محمد لاری مارا گیا ، فوج کا انتظام بگڑ گیا ۔ بادشاہی امراء جو ملا کی مدد پر مقرر تھے ، وہ گرفتار ہوئے مگر خنجر خاں ، احمد نگر چلا گیا ، جان سپار خاں نے بمشکل تمام اپنی جاگیر میں پہنچا اور اس نے بیر کے قلعے کو مضبوط کیا ۔

جہانگیر بادشاہ کے انتقال کے زمانے میں خان جہاں لودی نے ولایت بالا گھاٹ کو نظام شاہ کے سپرد کر دیا اور بادشاہی امراء کو ، کہ جو تھانے داری پر مقرر تھے ، [۵۱۸] تحریر بھیج دی کہ اس محال کو نظام شاہ کے وکیلوں کے سپرد کر کے برہان پور آ جائیں ۔ جان سپار خاں بھی خان جہاں کی تحریر کے مطابق اس کے پاس پہنچ گیا ۔

چند دن نہیں گزرے تھے کہ شاہجہاں کے تخت نشین ہونے کی خبر نے ہندوستان میں چاروں طرف خوشی کی لہر از سر نو دوڑا دی ۔ جان سپار بعجلت تمام بادشاہ کے حضور میں پہنچا ، اور تخت نشین ہونے کے زمانے ہی میں شرف باریابی حاصل کیا ۔ اس کے منصب میں ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا ۔ (اس طرح) اس کو چار ہزار ذات اور دس ہزار سوار کا منصب ، علم اور نقارہ مرحمت ہوا اور جہانگیر قلی خاں کی بجائے الہ آباد کا صوبے دار مقرر ہوا ۔

ہر چیز کے ساتھ فساد پیوستہ ہے ، عسرت کے ساتھ حسرت ہے ، کامیابی کی سراب کے ساتھ ناکامی کا خار موجود ، اور عیش کے صاف اور شیریں پانی میں کدورت شامل ہے ۔ ابھی پیالہ بھرا نہ تھا کہ خالی کر دیا اور صفحہ ختم نہ ہوا تھا کہ ورق الٹ دیا گیا ۔ اسی سال اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا (وہ فوت ہو گیا) ۔

اس کا لڑکا امام قلی ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب رکھتا تھا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں دکن کے ناظم اعظم خاں کے ہمراہ جب ایک دن عادل شاہ اور نظام شاہ کے لشکر کی حفاظتی فوجوں پر ایک دم حملہ کر دیا گیا تو فوج کا سردار ملتفت خاں تو پہلو ہی

نر گیا مگر وہ (امام قلی) چند مشہور امیروں کے ہمراہ بہادری کے ساتھ مقابلے پر آ گیا ۔ اس نے ہمیشہ کی نیک نامی حاصل کی اور جان نچھاور کر دی ۔

خان نثار خان کا ایک بھائی بھی تھا ، اس کا نام مرتضیٰ قلی تھا ۔ ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار کا منصب ، رکھتا تھا ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ دکن میں فوت ہو گیا [۵۱۹] ۔

(۱۴۰)

جادو راؤ کانٹیه

اپنے کو جادو قوم سے بتاتا تھا ۔ کرشن اس قوم (جادو) کی مشہور شخصیت ہے ۔ نظام شاہی سلطنت کے اعیان و ارکان میں سے تھا ۔ جب دوسری مرتبہ سولھویں سال جہانگیری میں بادشاہزادہ ولی عہد شاہجہان نے دکن کے مفسدوں کی تنبیہ و تادیب کا ارادہ کیا کہ جو اطاعت و فرماں برداری چھوڑ چکے تھے اور شاہی علاقے پر دست درازی کرتے تھے تو شہزادے نے اپنی صائب رائے اور چمکدار تلوار کی نوک سے اس مہم کو اچھی طرح انجام کو پہنچایا ۔ جادو راؤ دکن کی فوج کا مقدمۃالجیش تھا ، اس نے اپنے اقبال کی رہنمائی سے فاتح شہزادہ شاہجہاں کی اطاعت قبول کر لی اور پنج ہزاری ذات و سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ لڑکوں ، پوتوں اور دوسرے رشتہ داروں کو چوبیس ہزار ذات اور پندرہ ہزار سوار کے مناصب ملے ۔ دکن کی بڑی جاگیریں تنخواہ میں ملیں ۔ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ وہ دکن کے فوجی مددگاروں میں مقرر ہؤا اور ہمیشہ شاہی خدمات کو بجا لاتا تھا ۔

تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ برہان پور آ کر مقیم ہؤا تو جادو راؤ اپنی بد قسمتی ، ناسپاسی اور حق نا شناسی سے شاہی اطاعت سے منحرف ہو گیا ۔ اپنے بیٹوں اور عزیزوں کے ساتھ نظام شاہ کے پاس چلا گیا ۔ چونکہ نظام شاہ جانتا تھا کہ اس بد ذات کے

وجود میں بیوفائی موجود ہے [۵۲۰] اور اس بد خصلت کا مزاج ہٹ دھرمی سے بنا ہؤا ہے۔ اس نے طے کیا کہ اس کو حیلے ہموار کرے اور پھر کچھ دنوں قید میں رکھا جائے، اس طرح اس کو اپنے پاس بلایا۔ چونکہ اس نا شکرگزار کی سزا کا وقت آ چکا تھا وہ بے خبر مع اہل و عیال پہنچا۔ ایک فوج کمیں گاہ سے نکلی اور اس کو گرفتار کرنا چاہا۔ وہ قید و بند کے لیے تیار نہ ہؤا اور نیام سے تلواریں کھینچ گئیں۔ دونوں گروہ ایک دوسرے سے بھڑ گئے۔ جادو راؤ، اپنے دونوں لڑکوں اچلا و راگھو اور جانشین پوتے ایسونت رائے کے ساتھ قتل ہؤا، اور باقی بچے ہوئے لوگ اس کی بیوی گرجائی کے ساتھ کہ، جو اس بد قسمت (جادو راؤ) کے کاموں کی مختار تھی، دولت آباد سے بھاگ کر اپنے وطن سندکھیر پہنچے۔ سندکھیر، مہکر برار کے مضافات میں جالنہ پور کے نزدیک ایک پرگنہ ہے کہ جادو راؤ نے وہاں ایک قلعہ بنایا تھا۔ (اسی قلعے میں یہ لوگ) قلعہ بند ہو گئے۔

نظام شاہ نے ہر چند ان کی دل جوئی اور تالیف قلوب کی کوشش کی مگر وہ مطمئن نہ ہوئے، بہت ندامت اور خجالت کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں رجوع ہوئے۔ چونکہ بلند مرتبہ سلاطین کا یہ طریقہ ہے کہ وہ جرم کو چھپانے والے اور عذر کو قبول کرنے والے ہوتے ہیں لہذا اس گروہ کے جرائم عظیمہ سے چشم پوشی کی گئی اور بادشاہ کے مراحم خسروانہ سے ان کو مطمئن کیا گیا، ان کی دل جوئی کی گئی اور وہ بادشاہ کے اطاعت گزاروں کی فہرست میں شامل ہو گئے۔ بادشاہ کی طرف سے مہربانی کا ایک فرمان اعظم خاں ناظم دکن کے نام بھیجا گیا کہ جو، بالا گھاٹ پر خان جہاں لودی کے استیصال میں مشغول تھا۔ اعظم خاں نے ونت جی کے توسط سے، کہ جس کے سپرد جادو راؤ کے معاملات سر انجام دینے تھے، ان کو اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے [۵۲۱] پاس بلایا اور ہر ایک کے لیے عمدہ منصب تجویز کیا۔

بادشاہ کے حضور سے ان کے لیے مناصب منظور ہوئے۔ ایک لاکھ

س ہزار روپے بطور مدد خرچ دیے تجویز ہوئے ، تنخواہ میں ایک اچھی جاگیر دکن ، برار اور خاندیس میں مقرر ہوئی اور بادشاہ کی عنایت سے جادو راؤ کا علاقہ بدستور سابق بحال ہوا ۔

دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ لوگ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے ۔ جادو راؤ کے لڑکے بہادر کو پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ، علم اور نقارہ مرحمت ہؤا ۔ جادو راؤ کے بھائی جگ دیو راؤ کو کہ چار ہزار ذات و سوار کا منصب ، علم اور نقارہ ملا و سنگ' راؤ کو تین ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار اور اپنے دادا کے نام پر ''جادو رائے'' کا خطاب ملا کہ اس کا بھائی ایسونت راؤ پہلے قتل ہؤا تھا ۔ بیٹھوجی دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا جو اس کے باپ اجلا ستول کا منصب تھا ۔

ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں جگ دیو راؤ مر گیا ۔ جب آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں بہادر جی فوت ہؤا تو اس کے لڑکے دتا جی کو تین ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ملا ۔ جب وہ عالمگیر بادشاہ کے عہد میں داؤد خاں کے ہمراہ جنگ مرہٹہ میں مارا گیا تو اس کے لڑکے کو جگدیو رائے کا خطاب اور عمدہ منصب ملا ۔ اس کے بعد اس کے لڑکوں میں سے اوساں سنگھ ، منصور خاں زور جہانی کی صوبے داری کے زمانے میں ایک مختصر سی فوج کے ساتھ اورنگ آباد کی حفاظت کرتا تھا [۵۲۲] ، اس نے تالاب کے کنارے ایک مکان بنایا تھا ، اس کا دوسرا بھائی راگھو ، جگ دیو رائے کے پاس گیا ۔

مشہور سیوا کا باپ ساہوجی بھونسلہ ، جادو رائے کا داماد تھا ، اسی لیے نظام شاہی حکومت میں اس کو مرتبہ حاصل ہؤا اور اسی وقت

---

۱ ۔ یہ حصہ بادشاہ نامہ (جلد اول صفحہ ۳۱۰) سے مقتبس ہے مگر اس میں مناصب مختلف دیے ہیں اور پتنگ راؤ کی بجائے تلنگ راؤ اور بیتو کی بجائے بیٹھو دیا ہے (ب)

سے یہ سلسلہ قائم ہؤا ، موجودہ راجا ساہو کی بہن جگدیو راؤ مذکور کو منسوب ہے ۔ چھٹے سال جلوس محمد ساہی ۱۱۳۶ھ (۱۷۲۴ع) میں ایک لڑائی نظام الملک آصف جاہ اور مبارز خاں ناظم حیدر آباد کے درمیان اس (جگدیو راؤ) کی جاگیر شکر کھیرہ کے قریب ہوئی[1] وہ اس طرف سے جدا ہو کر مبارز خاں سے مل گیا ۔ اس لڑائی میں وہ (جگدیو راؤ) قتل ہؤا ۔ اس دن سے اس خاندان میں پھر کسی کو منصب اور جاگیر نہیں ملی ۔

اس کا لڑکا مان سنگھ ، راجا ساہو کا بھانجا ہے ، جو اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ سرکار دولت آباد کی اس زمینداری کی آمدنی پر زندگی گزار رہا ہے ، جو زمانۂ قدیم سے اس کے بزرگوں سے متعلق ہے اور اپنا وطن ہونے کی وجہ سے اس کو نہیں چھوڑتا تھا ۔ اسی زمانے میں تنگیٔ معیشت کی وجہ سے چھوڑنا پڑا ۔

پرگنہ سند کھیر ، صوبہ برار میں سرکار مہکر کے قریب ، اورنگ‌آباد سے تیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور یہ جادو راؤ مقتول کا اصلی وطن اور قدیم مسکن ہے ۔ قصبے سے چھ سات کوس کے فاصلے پر پرگنہ کا ایک گاؤں ''دیول گانوں راجا'' ہے کہ وہاں راجا نے ایک مضبوط قلعہ بنوایا اور اس مقام کی آبادی میں کوشش کی ۔ اس وقت بھی وہاں کافی آبادی ہے مگر اس کے پاس قصبہ ویران پڑا ہے [۵۲۳] ۔

(۱۳۱)

جہانگیر قلی خاں

شمس الدین نام ، مرزا شمسی سے مشہور ہے، خان اعظم میرزا عزیز کوکل تاش کا سب سے چھوٹا لڑکا ہے ۔ گجرات کی حکومت کے زمانے میں ، جب مرزا کوکہ کسی وہم کی وجہ سے بندر بلاول سے ، جو سومنات کے

---

۱ ۔ یہ لڑائی ۲۳ محرم ۱۱۳۷ھ (م ۱۱ اکتوبر ۱۷۲۴ع) کو ہوئی ملاحظہ ہو مآثر الامراء جلد سوم صفحہ ۸۴۳ (ق)

قریب ہے ، جہاز الٰہی میں سوار ہو کر حجاز چلا گیا ، شمسی اور شادمان کے علاوہ دوسرے لڑکے اور اہل و عیال مرزا کوکہ کے ہمراہ گئے ۔ اکبر بادشاہ نے بکمال نوازش شمس الدین کو ایک ہزار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ وہ اپنے تمام بھائیوں میں عقل مند اور صاحب خرد تھا ۔ نیک مزاج اور پسندیدہ وضع رکھتا تھا ۔ اس نے اکبر بادشاہ کے زمانے سے شاہجہاں کے عہد تک ہمیشہ شاہی عنایات سے سرفراز ہؤا اور اپنی زندگی نیک نامی کے ساتھ گزاری ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں دو ہزاری کے منصب پر پہنچ گیا ۔

تیسرے سال جلوس جہانگیری میں گجرات کا صوبہ مرتضیٰ خان بخاری کی بجائے خان اعظم کی جاگیر میں مقرر ہؤ ۔ چونکہ بادشاہ کا مزاج خان اعظم (عزیز کوکہ) کی طرف سے صاف نہیں تھا اور خسرو کی جانب داری کی وجہ سے اس سے بادشاہ مطمئن نہیں تھا ، اس لیے یہ طے پایا کہ خان اعظم بادشاہ کے حضور میں رہے اور جہانگیر قلی خان ، باپ کے نائب کی حیثیت سے اس صوبے (گجرات) کا انتظام کرے ، کیونکہ وہ فرماں بردار خانہ زاد اور سمجھ دار ہے اور اس سے طبیعت ہر طرح مطمئن ہے ۔

مشہور ہے کہ مرزا کوکہ (عزیز کوکل تاش) زبان پر قابو نہیں رکھتا تھا ، نامناسب باتیں بکتا تھا ۔ خاص طور سے جب غصے کی حالت میں ہوتا تھا تب تو بالکل خیال نہیں رکھتا تھا ۔ یہاں تک کہ بادشاہ کی حضوری کا بھی خیال نہیں کرتا تھا ۔ ایک روز کا واقعہ [۵۲۳] ہے کہ جہانگیر بادشاہ نے جہانگیر قلی خان سے فرمایا کہ کیا تو باپ کا ضامن ہوتا ہے ، عرض کیا کہ میں اس کے جان و مال کا ضامن ہوتا ہوں لیکن میں اس کی زبان کا ضامن نہیں ہو سکتا ہوں ۔ اس کے بعد تین ہزار ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہؤا اور اس کو جون پور کی حکومت ملی ۔

اسی زمانے میں شاہزادہ شاہجہاں نے بنگالہ پر قبضہ کر لیا اور وہ پٹنہ کی طرف متوجہ ہؤا۔ عبداللہ خان فیروز جنگ کو راجا بھیم کے ہمراہ ہالے سے الہ آباد روانہ کر دیا ۔ جب وہ دریائے جوسا کے گھاٹ پر پہنچا تو جہانگیر قلی خان نے اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ پائی اور وہ بعجلت تمام جون پور سے نکلا اور الہ آباد میں وہاں کے صوبے دار میرزا رستم صفوی کے پاس پہنچا ۔ اس کے بعد وہ الہ آباد کی حکومت پر مقرر ہؤا[1] ۔

شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد اگرچہ وہ الہ آباد کی صوبے داری سے معزول ہو گیا ، لیکن اپنے سابقہ منصب پر بحال رہا اور بگلر خان ولد سعید خان کی بجائے سورٹ اور جونا گڑھ کے انتظام کے لیے روانہ ہؤا ۔ پانچویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۱ھ (۲-۱۶۳۱ء) میں وہیں اس کا انتقال ہؤا ۔

شاہجہاں بادشاہ نے خانہ زاد نوازی کے تقاضے کے بموجب اس کے فرزند رشید بہرام کو دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا اور باپ کے عہدے پر برقرار رکھا ۔ وہ قابل اور بہادر جوان تھا ۔ گجرات کی حکومت کے زمانے میں اپنے نام پر بہرام پورہ آباد کیا [۵۲۵] ۔

(۱۴۲)

جگ راج عرف بکرماجیت

راجا جھجھار سنگھ بندیلہ کا لڑکا ہے ۔ پہلے سال جلوس شاہجہانی میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ جب اس واقعے کے ایک سال کے بعد خان جہان لودی اکبر آباد سے بھاگا اور

---

۱ - کیول رام لکھتا ہے کہ بارھویں سال جلوس جہانگیری میں ابراہیم خان کی بجائے وہ بہار کا گورنر بنایا گیا لیکن دو سال بعد ہٹا دیا گیا کیونکہ اس کے عمال رعیت پر ظلم کرتے تھے ، پھر اس کا تقرر دکن میں ہو گیا (ب)

غیر معروف راستے سے بندیلہ کے ملک میں پہنچ کر دیوگڑھ کے قلعے میں آیا اور ادہر نظام الملک کی سرحد میں داخل ہؤا اور بادشاہی فوج، جو اس کے تعاقب پر مقرر ہوی، وہ اس تک نہ پہنچ سکی۔ بادشاہ کو پورے طور سے یہ خیال ہؤا کہ اس (خان جہان لودی) کا بغیر پریشانی کے گزر جانا اور سرداری فوج کا اس تک نہ پہنچنا (جگ راج) کی رہبری اور غلط نمائی کی وجہ سے ہؤا۔

چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں جب خان جہان لودی دریا خاں کے ہمراہ صوبۂ دکن سے مالوہ کی طرف آیا اور وہاں سے پریشان حالی میں بندیلہ کے ملک میں کالپی جانے کے ارادے سے آیا تو جگ راج، بدنامی کو دفع کرنے اور اپنے باپ کی شرمندگی مٹانے کی وجہ سے ہمت کرکے اس (خان جہان لودی) کی طرف دوڑا اور اس کے لشکر کی حفاظتی فوج پر پہنچا کہ جس کا سردار دریا خاں تھا، ہنگامۂ کارزار شروع ہؤا۔ اسی دوران میں دریا خاں کے ایک بندوق لگی اور اس کا کام تمام ہو گیا۔ لوگوں نے اس کو خان جہان سمجھا اور سب اس کے گرد جمع ہو گئے۔ بکرما جیت نے دریا خاں کا سر کاٹ کر بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا اور پچھلے واقعات کا بہت اچھی طرح تدارک کیا۔ اس کے صلے میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہؤا۔ ''جگ راج'' کا خطاب، خلعت، جڑاؤ تلوار، علم اور نقارہ مرحمت ہؤا۔

اس کے بعد وہ اپنے باپ کی بجائے دکن گیا۔ خان خاناں اور خان زماں کے ہمراہ بہت خدمات انجام دیں۔ کبھی [۵۲۶] لڑائیوں میں کبھی میمنہ اور چنداول پر مقرر ہؤا۔ دولت آباد اور پریندہ کے قلعوں کے محاصرے میں اس نے مور جال کی حفاظت کی اور مخالف گروہ کے ساتھ بہت بہادری سے لڑا۔

آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اپنے باپ کے لکھنے کے مطابق وطن چلا گیا کیونکہ چورا گڑھ کے زمیندار بھیم نرائن کے مار ڈالنے کے بعد وہ بادشاہ کی طرف سے بہت خوف زدہ ہو گیا تھا۔ برہان پور کا

صوبے دار خان دوراں اس کے فرار کی خبر سن کر ایک جماعت کے ساتھ تعاقب کے لیے روانہ ہؤا ۔ اُس (خان دوراں) نے چند آدمیوں کو ہلاک کیا ۔ وہ (جگ راج) زخمی ہؤا اور غیر معروف راستے سے سفر طے کرکے باپ کے پاس پہنچ گیا ۔

بادشاہی فوج کے پہنچنے کے بعد وہ اپنے باپ کے ہمراہ فرار ہوگیا کہ جس کی تفصیل ججھار سنگھ کے حال میں بیان ہوئی ہے ۔ ۱۰۴۴ھ (۵-۱۶۳۴ع) میں جگ راج قتل ہؤا اور بادشاہی فوج نے تعاقب کے اس کے لڑکے درجن سال کو قید کر لیا[1] ۔

(۱۴۳)

جان نثار خاں

وہ جنیر کا قدیمی باشندہ تھا ۔ اس کا نام کمال الدین حسین تھا ۔ شاہزادہ شاہجہاں کے ایام شہزادگی سے وہ اس کے اچھے خدمت گاروں میں تھا ، مزاج داں اور جاں نثار خدام کا سربراہ تھا ۔ جب جہانگیری فیل خانے کا مشرف ، بنارسی ، کہ جو تیز رفتاری میں آسماں سے بھی بڑھا ہؤا تھا ، یمین الدولہ کے حکم سے جہانگیر بادشاہ کے مرنے کی خبر بعجلت تمام لے گیا اور کشمیر کے کوہستانی علاقے سے بیس دن کے عرصے میں ۱۹ ربیع الاول ۱۰۳۷ھ (۲۸ نومبر ۱۶۲۷ع) کو جنیر علاقۂ دکن میں پہنچا اور جہانگیر [۵۲۷] بادشاہ کے انتقال کی خبر پہنچائی تو شاہجہاں نے سلطنت اور حکومت کے معاملات میں دیر اور سستی کو مناسب نہیں سمجھا ۔ تین دن کی تعزیت کی رسم ادا کی اور پھر وہاں سے ۲۳ ربیع الاول ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۷ع) کو گجرات کے راستے سے دارالخلافہ آگرہ کے لیے روانہ ہؤا اور جان نثار خاں کو لطف و عنایت پر مشتمل ایک فرمان لے کر خان جہاں کے پاس برہان پور بھیجا اور اس (خان جہاں) کے منصب ، جاگیر اور دکن کی صوبے داری کو بدستور سابق بحال رکھا ، تاکہ

---

۱ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۱۰۲ (ق)

شاہی الطاف سے اس کی دل جوئی ہو سکے اور اس کے دلی ارادے معلوم ہو سکیں ۔ اگرچہ اس کی کدورت اور بے اخلاصی کا گمان بلکہ یقین تھا مگر جب اس کے پاس اقبال اور دولت پہنچی تو اس نے فرمان وصول کرنے کے بعد ایسا جواب دیا کہ اس کا راز ظاہر ہو گیا ۔ اس نے جان نثار خاں کو بغیر عرضداشت کے رخصت کر دیا ۔

جان نثار خاں بادشاہ کی خدمت میں احمد آباد میں حاضر ہؤا اور تخت نشینی کے جلوس کے دن اس کو دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، علم ، نقارہ ، ہاتھی اور سترہ ہزار نقد روپیہ مرحمت ہؤا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ دیانت خاں دست بیاسی کے انتقال کے بعد احمد نگر کا قلعہ دار مقرر ہؤا اور چالیس ہزار روپیہ مدد خرچ کے لیے اسے مرحمت ہؤا ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہؤا ۔ اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہؤا اور لکھی جنگل کی فوج داری پر اسے مقرر کیا گیا ۔ اس کے بعد وہ سیوستان کا فوج دار مقرر ہؤا [۵۲۸]

گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب سلطنت کے اراکین قندھار کے قلعے کے فتح کے لیے متعین ہوئے تو قرب و جوار کے صوبے دار اور فوج دار مدد کے لیے خود وہاں پہنچے جان نثار خاں بھی اپنے تعلقے سے روانہ ہو کر شاہی خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہؤا ۔ قندھار کے صوبے دار قلیج خاں کے ہمراہ قلعے کے فتح کرنے میں اس نے بھی کوشش کی ۔

بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہؤا اور وہ سیوستان بھکر گیا اور یوسف خاں کی بجائے وہاں کے بندوبست میں مشغول ہؤا ۔ اسی سال اس کا انتقال ہو گیا ۔

صاحب ذخیرہ الخوانین (شیخ فرید بھکری) نے لکھا ہے کہ سیوستان کی حکومت کے زمانے میں اس نے وہاں کے زمینداروں کی لڑکیوں کو اپنے

حرم میں داخل کیا جو سمیجہ اور سودہ قوم کے تھے ۔ اس طریقے سے اس نے اپنی حکومت کو قائم کیا اور اس علاقے سے بغاوت و سرکشی ختم ہوگئی ۔ اس کے انتقال کے بعد دو زمیندار اپنی لڑکی کو زبردستی اس کے گھر سے لے گیا ۔

ممکن ہے یہ واقعہ بھکر میں ہؤا ہو ، وہاں کی سرحد سیوستان کی سرحد سے ملی ہوئی ہے ۔ ورنہ اس کا انتقال سیوستان کی حکومت کے زمانے میں نہیں ہؤا ، جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے ۔

اس کا لڑکا مرزا حفیظ اللہ تھا ۔ خانہ زادی کی وجہ سے شاہجہاں بادشاہ نے اس کے بچپن میں اس پر دو مرتبہ شاہی عنایات فرمائیں ۔ عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں اسے ''سالت خاں'' کا خطاب ملا ۔ بیجا پور کے محاصرے کے زمانے میں وہ بادشاہزادہ محمد اعظم شاہ کی فوج کا بخشی تھا ۔ کچھ دنوں اس کام پر مقرر رہا ۔ کہتے ہیں کہ وہ سراب پیتا تھا ، اس کا انتقال ہوگیا ہے [۵۲۹]

(۱۴۴)

جاں سپار خان خواجه بابا

نقیب خاں قزوینی کا بھتیجا ہے ۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں ''جاں باز خاں'' کا خطاب ملا اور وہ ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں بادشاہ کی ملازمت میں باریاب ہؤا ، اس کا سابقہ منصب بحال ہؤا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر فائز ہؤا۔ ایک زمانے تک مندسور کا فوج دار رہا۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۵ھ (۱۶۴۵ع) میں اس کا انتقال ہؤا ۔

شاہجہاں نامہ کی دوسری دس سالہ فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے جاں سپار خاں کا خطاب اور دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا

منصب ملا تھا۔ اگرچہ اس واقعہ کا سال نظر سے نہیں گزرا۔

(۱۴۵)

جلال کاکر

دلاور خاں کا دوسرا لڑکا ہے۔ وہ صوبۂ کابل کے تعیناتیوں (فوجی خدمت گاروں) میں سے تھا۔ جہانگیر کے آخر زمانے تک ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب تک پہنچا۔ جب امور مملکت، شاہجہاں بادشاہ کے قبضے میں آئے تو پہلے سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور سو سوار کا اضافہ ہوا۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب کمال الدین، رکن الدین روہیلہ کے ساتھ سعید خاں کا ہنگامہ ہوا تو جلال کاکر نے بہت کوشش کی[۲]۔

بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں، جب بادشاہ دارالسلطنت لاہور میں پہنچا تو جلال کاکر کو خلعت مرحمت ہوا اور شاہ قلی خاں کی بجائے وہ جموں کا فوجدار مقرر ہوا۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب سلطان مراد بخش کو فوج کے ساتھ [۵۳۰] تھٹھہ میں ٹھہرنے کا حکم ہوا تو وہ بھی شہزادے کے تعیناتیوں میں سے تھا۔

چودھویں سال جلوس میں اس کے منصب میں دو سو سواروں کا اضافہ ہوا اور ایک گھوڑا مرحمت ہوا۔ وہ دکن کے کومکیوں (فوجی مددگاروں) میں شامل ہو گیا۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ ایک مدت دکن میں گزاری۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مرزا خاں منوچہر کے ساتھ دیو گڑھ کے زمیندار کوکیا سے بقایا

۱۔ ملاحظہ ہو بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۶۲۷ (ب)

۲۔ افغانوں نے پیشاور حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، ملاحظہ ہو بادشاہنامہ جلد اول صفحہ ۳۱۱ (ب)

پیشکش وصول کرنے کے لیے گیا ۔ اس کے بعد سلطان اورنگ زیب بہادر کی سفارش پر وہ صوبۂ خاندیس کے نواح نصیر آباد وغیرہ کا فوج دار اور جاگیر دار مقرر ہوا ۔

اس کے بعد جب سلطنت اورنگ زیب عالم گیر کو ملی تو دوسرے سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب اور صوبۂ مالوہ میں ہوشنگ آباد کا فوج دار مقرر ہوا ۔

(۱۴۶)

جعفر خاں عمدۃالملک[1]

صادق خاں میر بخشی کا لڑکا اور یمین الدولہ آصف خاں کا بھانجا اور داماد ہے ۔ فرزانہ بیگم مشہور بہ بی بی جیو[2] ، اس کی بیوی ہے ۔ شروع زمانے سے بادشاہ اس کے حال پر بہت مہربانی فرماتا تھا ، ہمیشہ حسن عقیدت اور خدمت کی وجہ سے بادشاہ کا منظور نظر رہا ۔ جب اس کے باپ کا انتقال ہوا تو بادشاہ نے غایت کرم سے محمد اورنگ زیب بہادر کو تعزیت کے لیے بھیجا کہ وہ بادشاہ کے الطاف کے ساتھ تسلی دے اور اس کو بھائیوں کے ہمراہ [۵۳۱] بادشاہ کے حضور میں لائے ۔ جب بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا تو ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے اضافہ کے بعد وہ چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اصلی عنایت کو کسی تقریب یا سبب کی ضرورت نہیں ہوتی ہے بلکہ دلی عنایت بہانہ تلاش کرتی ہے ۔ ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ اس کے گھر تشریف فرما ہوا ، اور اس کو ہم عصروں اور ساتھیوں میں ممتاز کیا ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں جعفر خاں نے جواہر اور ریشمی کپڑے بادشاہ کے حضور میں پیش کیے ۔ بادشاہ نے بطریق بندہ نوازی ایک لاکھ روپیہ کا قیمتی سامان قبول فرمایا ۔ اس کو

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری (صفحہ ۱۰۲) میں عمدۃالملک تحریر ہے (ب)

۲ ۔ فرزانہ بیگم ، ممتاز محل ، ملکہ شاہجہاں کی بہن تھی ۔

پانچ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔ اس کے بعد کچھ دنوں کے لیے وہ معزول ہوا ۔ پھر از سر نو بادشاہ کی عنایات اس کے شامل حال ہوئیں ۔

انیسویں سال جلوس میں وہ پنجاب کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ بیسویں سال جلوس کے آخر میں خلیل اللہ خاں کی بجائے وہ میر بخشی کے عہدے پر مقرر ہوا ۔ تئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مکرمت خان کے انتقال کے بعد وہ دارالخلافہ شاہجہان آباد کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سعید خاں کی بجائے وہ (جعفر خاں) ٹھٹھ کا ناظم مقرر ہوا ۔

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ چونکہ معظم خاں کسی وجہ سے وزارت کے اعلیٰ منصب سے معزول ہوا تو اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جعفر خاں کو وزارت کل کا عہدہ اور قلم دان مرصع مرحمت ہوا ۔

داراشکوہ کی لڑائی کے بعد عالم گیر اورنگ زیب نے باغ نور میں قیام کیا ۔ جعفر خاں ، جو شاہجہاں کی خدمت میں [۵۳۲] رہا تھا ، تمام شاہی سلاطین کے ساتھ عالم گیر کے حضور میں حاضر ہوا ۔ جلوس اول کے بعد جو شاہجہان آباد کے قریب اعز آباد کے باغ میں ہوا تھا[۱] ، عالم گیر اورنگ زیب ، حالات کے مطابق دارا شکوہ کے تعاقب میں پنجاب کی طرف روانہ ہوا ۔ کیونکہ ایسے وقت میں دیر کرنا تدبیر کے منافی ہوتا ہے دوسرے جلوس کے موقعے پر تخت نشینی کے جو مراتب و مراسم ہیں وہ عمل میں آئے ۔ عمدۃالسلطنت جعفر خاں کو مالوہ کی صوبے داری ملی ، اس کے منصب میں ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اضافہ ہوا اور

---

۱ ۔ عالم گیر اورنگ زیب کا پہلا جلوس تخت نشینی شالا مار باغ (دہلی) میں یکم اگست ۱۶۵۸ع کو ہوا ۔ ملاحظہ ہو جادو ناتھ سرکار جلد دوم صفحہ ۴۴۶ (ف)

اصل و اضافہ کے بعد وہ چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار ، دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

جب چھٹے سال جلوس عالم گیری میں فاضل خان کشمیر میں فوت ہوگیا تو جعفر خان کی طلبی کا فرمان جاری ہوا ۔ بادشاہ کشمیر سے دارالخلافہ (دہلی) کی طرف چلا ۔ جب جعفر خان پانی پت کی منزل پر ۱۰۷۳ھ (۱۶۶۳ع) میں بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ تو کمال قدر شناسی سے وزارت عظمیٰ کا عہدہ اس کے سپرد ہوا ، کیونکہ وہ مخلص امیر پوری طرح اس منصب کی لیاقت اور شائستگی رکھتا تھا ۔

اس عالی مرتبہ رئیس نے ، جو حویلی دریائے جمنا کے کنارے بنانی شروع کی تھی وہ مکمل ہو گئی تو عمدۃالملک کی سرفرازی اور امتیاز کی وجہ سے بادشاہ نے دو مرتبہ آٹھویں سال جلوس عالم گیری اور نویں سال جلوس عالم گیری میں اس حویلی میں قدم رنجہ فرمایا ۔ جعفر خان خدمت گزاری اور نیازمندی کے آداب بجا لایا ۔ تحائف اور نوادر [۵۳۳] بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے ۔

وہ کئی دنوں شاہجہاں آباد میں بیمار رہا اور تیرھویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۰ع)میں فوت ہوا¹ ۔ عالم گیر بادشاہ اس زمانے میں دو مرتبہ اس مخلص امیر (جعفر خان) کے گھر تشریف فرما ہوا ۔ پہلی مرتبہ عیادت کے لیے اور دوسری مرتبہ تعزیت کے موقع پر ۔ بادشاہ نے شاہزادہ محمد اعظم اور محمد اکبر کو حکم دیا کہ وہ اس کے بیٹوں نام دار خان اور کام گار خان کے گھر جا کر رسم تعزیت بجا لائیں اور ان دونوں نام دار خان اور کام گار خان کی والدہ فرزانہ بیگم کی تسلی اور دلدہی کریں ، ان دونوں (لڑکوں) کے لیے خلعت خاصہ اور ان کی والدہ کے لیے تورہ (ماتمی خلعت) ، جو ایسے موقع کے لیے مناسب ہوتا ہے

---

۱ ۔ جعفر خان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو جادو ناتھ سرکار جلد سوم صفحہ ۶۵—۶۷ ، جعفر خان ۶ مئی ۱۶۷۰ع کو فوت ہوا (ق)

بھیجا ۔ اس کے بعد شاہزادہ محمد اکبر ماتم منسوخ کرا کے ان دونوں کو بادشاہ کے حضور میں لایا ۔ ہر ایک کو مرصع خنجر مع مروارید مرحمت ہوا ۔ ان پر مختلف قسم کی نوازش اور عنایت ہوئی ۔ سوگواری کو ختم کیا گیا وہ اپنے ساتھیوں میں مفتخر ہوئے اور اس کے دوسرے رشتے داروں کو بھی ماتمی خلعت مرحمت ہوئے ۔

جعفر خان آخر دور کے امراء میں نیک نفسی اور خیر اندیشی کے لیے بہت مشہور تھا ، اچھی عادتوں اور نیک خصلتوں کا مالک تھا ۔ اس کی خوش وضعی اور عالی دماغی کی ہر خاص و عام تعریف کرتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ سفید قیمتی کپڑا اس کو بہت پسند تھا ۔ قاضی دھار (صوبۂ مالوہ) نے جب یہ سنا تو اس (جعفر خان) کی حکومت کے زمانے میں اس (قاضی) نے بہت کوشش سے فرمائشی بہت باریک سوت کا دھاگا فراہم کیا اور چند تھان جامہ وار کے لایا کہ خاص روپے کے قیمتی تھان اس کے مقابلے کو نہیں پہنچتے تھے ۔ (قاضی نے) بطور تحفہ اس (جعفر خان) کو نذر کیا ، اس نے صاف نظر کر کے دیکھا ، پیشانی پر بل پڑ گئے [۵۳۴] اور کہا کہ بہت موٹا ہے ، واپس کر سکتے ہیں ۔ قاضی نے از راہ ادب عرض کیا کہ چاندنی کے فرش کے واسطے لایا ہوں ، بہت خوش ہوا اور چاندنی بنانے کا حکم دے دیا ۔

اس کی قوت شامہ (سونگھنے) اور ذائقہ (چکھنے) کی تیزی کے متعلق بھی حکایتیں بیان کی جاتی ہیں ۔ کہتے ہیں کہ ایک روز اس کے پاس ایک خربوزہ لائے جو بہت میٹھا اور خوشبو دار تھا ۔ بہت خوش ہوا اور کہا کہ اس سے اچھا نہیں کھایا ہے لیکن مچھلی کی بو آتی ہے ۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ کوکن کا خربوزہ تھا کہ اس علاقے میں مچھلی کا برادہ خاک میں ملا کر فالیز میں ڈالتے ہیں ۔

(۱۳۷)

جان سپار خان

مختار خان سبزواری کا تیسرا لڑکا ہے ، میر بہادر دل نام تھا ۔ جب

شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر سلطنت حاصل کرنے کے ارادے سے دکن سے روانہ ہؤا اور مستقر الخلافہ آگرہ جانے کا قصد کیا تو جان سپار خاں اپنے بڑے بھائی میر شمس الدین مختار خاں کے ساتھ اورنگ زیب بہادر کے ہم رکاب تھا ۔ ان سخت معرکوں میں ، جو اورنگ زیب کو بھاری فوج والے دشمنوں سے پیش آئے ، جان سپار خاں نے اپنی کارگزاری اور اخلاص کا خوب مظاہرہ کیا ۔ دارا شکوہ کی لڑائی کے بعد اصل و اضافہ کے بعد اس کو ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب اور جان سپار خاں کا خطاب ملا ۔

اس کے بعد وہ باہر کے کاموں پر مقرر ہؤا ، تمام کام استقلال اور بہتری کے ساتھ انجام دئے اور اپنی خیر خواہی کا نقش قائم کر دیا ۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں بیدر کا قلعہ دار [۵۳۵] مقرر ہؤا اور حیدر آباد کی فتح کے بعد ظفر آباد کا فوج دار مقرر ہؤا ۔

جب عالم گیر بادشاہ اس نو مسخر ولایت (حیدر آباد) کی فتح کے بعد واپس ہؤا اور ظفر آباد (بیدر) کے قریب مقیم ہؤا تو تلنگ کے والی ابوالحسن نے گوشہ نشین ہونے کی درخواست کی ، (وہ عیش و عسرت میں مدہوش رہتا تھا) عیش و عسرت کے انہماک کی وجہ سے وہ اپنے پندرہ سالہ دور حکومت میں کبھی حیدر آباد سے محمد نگر نہیں گیا جو ایک کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور روزانہ کی سواری بھی اس کو مشکل تھی ۔ حقیقت یہ ہے کہ عالم گیر اورنگ زیب بادشاہ بھی اس کے اوضاع و اطوار سے برداشتہ خاطر تھا کیونکہ وہ ان عادات کو پسند نہیں کرتا تھا ۔ چنانچہ بیجا پور کی فتح کے بعد جو سلوک وہاں کے والی ، سکندر کے ساتھ کیا گیا وہ ابوالحسن کے ساتھ نہیں ہؤا ۔ یہاں تک کہ (ابوالحسن کو) اپنے پاس بھی نہیں بلایا اور شروع ہی سے اس کو نظر بند رکھا گیا ۔ جان سپار خاں کو ، جو بیدر کا فوج دار تھا ، حکم ہؤا کہ وہ ابوالحسن کو ، دولت آباد پہنچا دے تاکہ وہ بقیہ عمر اپنے لواحقین کے ساتھ

اطمینان سے گزارے'۔

اس کے بعد جان سپار خاں ، حیدر آباد کا صوبے دار مقرر ہوا کہ جو ایک زرخیز اور آباد مملکت ہے ، خاص طور سے قطب شاہی خاندان نے اس کی آبادی میں بہت کوشش کی تھی ۔ جان سپار خاں نے حسن عمل اور نیک معاملے کے ساتھ ایک مدت وہاں گزار دی ۔ شائستہ خاں امیرالامراء اور عاقل خاں خوافی کے بعد شاید ہی کسی صوبے دار نے مسلسل ایسی حکومت کی ہو ۔ پینتالیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۱۱۳ھ (۱۷۰۱ء) میں [۵۳۶] اس کا انتقال ہوا ۔ اس کا خلف رشید رستم خاں ہے کہ اس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔

(۱۴۸)

(جان نثار خاں)

خواجہ ابوالمکارم نام ، پہلے وہ شاہزادہ سلطان محمد معظم کے معتبر ملازمین میں سے تھا ۔ جس زمانے میں کہ سلطان محمد اکبر نے بغاوت و سرکشی اختیار کی اور جاہل راجپوتوں سے اتفاق کر کے ایک بڑی فوج کے ساتھ باپ کے خلاف میدان میں آ گیا ، اس وقت سلطان محمد اکبر کی فوج کی خبر بادشاہ (عالم گیر) کو بہت کم ملتی تھی ۔ خواجہ ابوالمکارم شہزادہ (محمد معظم) کی طرف سے لشکر کی پیش رو فوج (قراول) پر مقرر تھا اور اس کا مقابلہ بادشاہ کی پیش رو فوج سے ہو گیا ، لڑائی کے بعد وہ زخمی ہوا اور بادشاہ کی طرف آ گیا ، اس طرح بادشاہ سے روشناسی حاصل ہوئی ۔

اس کے بعد نہصدی منصب اور ''جان نثار خاں'' کا خطاب ملا ۔ رام درہ کی مہم میں وہ شاہزادہ (محمد معظم) کے ہمراہ مقرر ہوا ۔ سانگانوں'

---

۱ ۔ ابوالحسن کی گرفتاری اور اس کے دولت آباد جانے کے متعلق ملاحظہ ہو جادو ناتھ سرکار جلد چہارم صفحہ ۴۰۳ــ۴۰۴ (طبع ثانی) (ی)

۲ ۔ خافی خاں جلد دوم صفحہ ۲۹۱ میں اس کا نام ''سمپ گانوں'' تحریر ہے یہ ایک بڑا قلعہ تھا ۔ اس کے فتح کرنے کے موقع پر جان نثار خاں زخمی ہوا ملاحظہ ہو ایلیٹ جلد ہفتم صفحہ ۳۱۴ (ب)

کے محاصرے میں اس نے بہت بہادری دکھائی اور زخم کھا کر بہادری کی سند حاصل کی - جب شاہزادہ (محمد معظم) بادشاہ کے حکم کے مطابق وہاں سے واپس ہؤا اور ابوالحسن قطب شاہ پر چڑھائی کا اس کو حکم ہؤا تو شہزادے کے ہمراہ جان نثار خاں بھی مقرر ہؤا - شہزادے کے منشاء کے مطابق وہ گڑھی سرم کی تسخیر میں مشغول ہؤا اور اس نے وہاں تھانہ قائم کیا - وہاں سے واپس آ کر ابوالحسن کی فوج کو شکست دی اور گول کنڈہ کے محاصرے اور مہم میں زخم کھا کر بہادری کا مظاہرہ کیا [۵۳۷]

پینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کو خنجر اور ساز مع دستہ ریشم (سبز قیمتی مہر) مرحمت ہؤا[۱] اور غنیم کی تنبیہ کے لیے اسے حکم ہؤا - دوسرے سال اسے خلعت اور فیل عطا ہؤا اور اس سے وہ اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہؤا - چونکہ اس سے بار بار بہادری کے کام ظاہر ہوئے ، اس لیے بادشاہ اس پر نوازش کیا کرتا تھا - اس کے بعد کرناٹک کے کسی گاؤں میں جب جان نثار خاں کا مقابلہ سنتا کھور پرہ سے ہؤا تو بد قسمتی سے بادشاہی فوج کو سکست ہوئی - جان نثار خاں زخمی ہو کر بھاگا ، اس کے بعد وہ گوالیار کی فوج داری اور قلعہ داری پر مقرر ہؤا اور اس نے قناعت اختیار کر لی -

جب عالم گیر اورنگ زیب بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو اگرچہ وہ بہادر شاہ (اول) کا قدیم ملازم اور ترقی کا امیدوار تھا مگر اس نے اعظم شاہ کو ، کامیاب ہوتے دیکھا ، تو اس نے مصلحت سے اعظم شاہ اور سلطان محمد عظیم (فرزند محمد معظم بہادر شاہ اول) کو عرضداشتیں لکھیں کہ میں خدمتگار کی حیثیت سے جناب کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں ، لیکن طرف ثانی نے مجھے لے جانے کے لیے ایک فوج مقرر کر دی ہے ، جس قدر جلدی مدد اور بار بردار میرے پاس پہنچیں

---

۱ - ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری صفحہ ۳۳۱

گے میں آ جاؤں گا ۔ اسی درمیان میں معلوم ہؤا کہ بہادر شاہ آگرہ آ پہنچا ہے تو وہ اکیلا بہادر شاہ کے پاس پہنچ گیا ۔ بادشاہ (بہادر شاہ) کو یہ خیال تھا کہ جان نثار خاں چار ، پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ محمد عظیم کے پاس پہنچ چکا ہو گا ، یہ بات (اس کا تنہا آنا) اس کی مرضی کے خلاف ہوئی ۔

محمد اعظم شاہ کے قتل ہونے کے بعد وہ نادم اور شرمندہ ہؤا اور کچھ توقف کے بعد سابق ملازمین میں شامل ہو گیا ۔ اصل و اضافہ کے بعد اس کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور نقارہ مرحمت ہؤا [۵۳۸]

جب محمد معظم شاہ بہادر شاہ اول کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد جو لڑائی جہاں دار شاہ اور فرخ سیر کے درمیان ہوئی تھی ، اس میں جان نثار خاں جہاں دار شاہ کے میمنے میں تھا ۔ اس کے بعد وہ فرخ سیر کا ملازم ہو گیا ۔

جب حسین علی خاں ناظم دکن اپنے علاقے (دکن) میں گیا تو اس نے دشمن (مرہٹہ) سے چوتھ اور دیس مکھی پر صلح کر لی ۔ یہ بات بادشاہ کو ناگوار ہوئی ۔ جان نثار خاں ، مزاج شناس اور تجربہ کار تھا ، وہ عبداللہ خاں سید (والد حسین علی خاں)[1] کو بھائی کہا کرتا تھا ۔ چھٹے سال جلوس فرخ سیری میں وہ (جان نثار خاں) برہان پور کا صوبے دار مقرر ہو کر روانہ ہؤا تاکہ حسین علی خاں کو سمجھا کر راہ راست پر لائے ۔ جب اس نے اکبر پور کے گھاٹ سے (دریائے نربدا) کو عبور کر لیا تو حسین علی خاں کو معلوم ہؤا کہ اس کے ساتھ فوج نہیں ہے ، اس نے فوج

---

۱ ۔ عبداللہ خاں سید ، کلاں ، حسین علی خاں امیر الامراء اور عبداللہ خاں قطب الملک کا باپ تھا ، شاہجہاں اور عالم گیر کے زمانے میں نہایت اعزاز رکھتا تھا ۔ ملاحظہ ہو مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۳۸۹-۳۹۱ (ق)

بھیج کر جان نثار خاں کو اورنگ آباد بلا لیا ۔

روزانہ کا کھانا بھیجنے میں حسین علی خاں بہت جوش دکھاتا تھا ، تعظیم و احترام بھی خوب کرتا تھا اور گفتگو میں ''عمو صاحب'' (چچا صاحب) کہتا تھا لیکن برہان پور پر دخل دینے میں دیر لگائی ۔ ربیع کی فصل گزر جانے کے بعد اس شرط پر دخل دیا کہ اس کا بڑا لڑکا برہان پور جائے اور خود (جان نثار خاں) اس (حسین علی خاں) کے ہمراہ رہے ۔

جب حسین علی خاں نے آگرہ جانے کا ارادہ کیا تو وہ جان نثار خاں سے مطمئن نہ تھا ، برہان پور کے لوگ داراب خاں کی شکایت کرتے تھے اس لیے (داراب خاں کی بجائے) سیف الدین خاں کو برہان پور میں مقرر کیا اور جان نثار خاں کو اپنے ہمراہ لیا ۔ اس کے بعد اس کا حال معلوم نہ ہؤا ۔

جان نثار خاں کے دو لڑکے تھے ، ایک کا نام داراب خاں اور دوسرے کا نام کامیاب تھا ۔ دونوں عالم علی خاں کی لڑائی میں [۵۳۹] نظام الملک آصف جاہ کے ہمراہ تھے ۔ دوسرا (کامیاب خاں) لڑائی میں زخمی ہؤا ۔ پہلا (داراب خاں) خان جہاں بہادر کوکل تاس کا داماد تھا ۔ جان نثار خاں کی لڑکی ، جو اس (داراب خاں) کی بہن تھی ، اعتماد الدولہ قمرالدین کو بیاہی تھی ۔ اس (داراب خاں) کو باپ کا خطاب (جان نثار خاں) ملا ۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں الہ آباد میں سرکار کڑا جہان آباد کا فوج دار مقرر ہؤا ۔ سات سال وہاں رہا ۔ چودھویں سال جلوس محمد شاہی میں وہ وہیں بھگونت سنگھ زمیندار کے ہاتھ سے قتل ہؤا ۔

(۱۳۹)

چورا من جاٹ

جاٹ ایک فتنہ سرشت ، سخت جان ، فساد پیشہ اور سنگ دل قوم

ہے ۔ اگرچہ وہ کاشت کاروں کی طرف علاقہ[1] بنا میں رہتے ہیں مگر انہوں نے اچھی آبادیاں بسا لی ہیں اور مضبوط گڑھیاں بنا لی ہیں۔ ہمیشہ اکبر آباد کے علاقے سے دہلی کے حدود تک لوٹ مار اور رہزنی کرتے ہیں۔ کئی مرتبہ شاہی فوج ان سرکشوں کی گوش مالی کے لیے روانہ ہوئی اور جانی نقصان اٹھایا۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں مرشد قلی خاں ترکمان نے، جو متھرا، مہاان اور کاماں پہاڑی کا فوج دار تھا، ان کے ایک مضبوط مقام پر حملہ کیا اور وہ بندوق سے مارا گیا[2]۔

بارہا ان ظالموں کی بادشاہی فوج نے گوش مالی بھی کی ہے اور ان کی جان و آبرو کو برباد بھی کیا ہے لیکن کچھ دنوں کے بعد اس قوم سے کوئی اٹھتا ہے اور پھر فساد شروع کر دیتا ہے۔ عام راستوں کو لوٹتا ہے اور اس گمراہ جماعت کی [۵۴۰] سرداری اور سربراہی کا دعویٰ کرتا ہے۔

عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں کوکلا جاٹ نے فتنہ و فساد شروع کیا اور اس علاقے میں اپنا رعب جما دیا۔ اس نے قصبہ سعید آباد کو، جو متھرا کے قریب ہے، لوٹا اور غارت کر دیا۔ وہاں کے مشہور فوج دار عبدالنبی خاں نے بارھویں سال جلوس عالم گیری میں موضع سورہ پر چڑھائی کی۔ جو ان ظالموں (جاٹوں) کا مسکن تھا۔ جنگ کے دوران میں اس کے بندوق لگی اور وہ ختم ہوگیا[3]۔ عالم گیر بادشاہ نے آگرے سے

۱۔ بنا کا مقام تشریح طلب ہے۔ مآثرالامراء اور مآثر عالم گیری کے مختلف خطی نسخوں سے بھی یہ مسئلہ حل نہیں ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ جاٹ، متھرا کے علاقے میں ہیں لہذا یہ متھرا کی بگڑی شکل ہو سکتی ہے (ب)۔

۲۔ یہ واقعہ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۶۳۷ع کا ہے، خافی خاں جلد اول صفحہ ۵۵۲ (ب)

۳۔ ۱۰۷۱ھ (۱۰۶۰—۶۱ع) میں عبدالنبی نے متھرا میں جامع مسجد تعمیر کرائی، ملاحظہ ہو ہینڈ بک ٹو بنگال از مرے صفحہ ۲۶۹۔ کہتے ہیں کہ عبدالنبی نو مسلم تھا (ب)

شاہی فوج بھیجنے کا خیال کیا اور حسن علی خاں بہادر کو متھرا کا فوج دار مقرر کرکے ایک بڑی فوج اور توپ خانے کے ساتھ اس طرف روانہ کیا ۔ اس بہادر حسن علی خاں نے بہت کوشش اور دلاوری سے اس مردود (کوکلا) کو سکی مفسد کے ساتھ گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔ بادشاہ کے حکم سے ان دونوں کے عضو عضو علیحدہ کرکے ان کو قتل کر دیا گیا ۔ اس بد نصیب کا لڑکا اور لڑکی تربیت کی غرض سے جواہر خان ناظر کے سپرد ہوئے ۔ لڑکی شاہ قلی چیلے کے نکاح میں آئی ، جو ایک بڑا عہدے دار تھا اور اس کا لڑکا فاضل نام ، حافظ ہؤا اور عالم گیر بادشاہ کی رائے میں کسی دوسرے شخص کو ایسا قابل اعتماد قرآن حفظ نہ تھا ۔

جب بادشاہی فوجیں دکن کے قلعوں کو فتح کرنے کی غرض سے اس طرف روانہ ہوئیں ، اس فتنہ پرداز گروہ (جاٹ) نے حکام کی سستی کی وجہ سے [۵۴۱] سرکشی شروع کر دی ۔ حکام یا تو کسی قدر آرام میں مبتلا ہو گئے یا ان کو کم آزاری کا خیال ہو گیا ۔ بہر حال جاٹوں نے اقتدار حاصل کرنے کے لیے جد و جہد شروع کر دی اور ایک باغی ، راجا رام کی سرکردگی میں بہت سے پرگنوں پر قبضہ کر لیا ۔ قافلوں اور مسافروں کو لوٹا ، امیروں کے ناموس کو قید اور بے حرمت کیا ۔ بہادروں کی عزت کو ذلیل و خوار کیا ۔ اس سرکش (راجا رام) کے ہاتھ سے صوبے دار ذلیل ہو گئے ۔

ناچار شہزادہ بیدار بخت اور خان جہاں بہادر ظفر جنگ ، دکن سے مقرر ہو کر آئے اور انھوں نے بہت کوشش و سعی کی ۔ اس میں بہت روپیہ خرج ہؤا ۔ پندرہ ماہ رمضان ، بتیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۹۹ھ (۴ جولائی ۱۶۸۸ء) میں وہ ظالم (راجا رام) بندوق سے ہلاک ہؤا اور وہ علاقہ اس ظالم کے فساد سے پاک ہو گیا ۔ اس کا سر بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا گیا ۔

اس کے بعد تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں ۱۶ جمادی الاول ۱۱۰۰ھ (۲۶ جنوری ۱۶۸۹ع) کو شہزادہ جوان بخت کے اہتمام سے گڑھی سن سینی ، کہ جو اس منحوس (راجا رام) کا مسکن تھی ، بد بخت کافروں کے ہاتھ سے ، کہ جو اس گمراہ (راجا رام) کے متبع تھے ، فتح ہوگئی ۔ اس کے باوجود اس گروہ (جاٹوں) کا قلع و قمع پوری طرح نہ ہوسکا اور اچھی طرح ان کی بیخ کنی نہ ہوسکی ۔ اس بد بخت گروہ کے مظالم کی خبر ہمیشہ بادشاہ اسلام (عالم گیر) کو پہنچتی تھی ۔ انتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں فرزند اکبر ، بہادر شاہ (اول) تنبیہ اور مقابلے کے لیے مقرر ہوا ۔

اس کے بعد چورا من نے قیامت کی غارت گری شروع کر دی اور نمک حرام فطرت نے اس کی خوب مدد کی ۔ جب [۵۴۲] شاہ عالم اور محمد اعظم شاہ کے درمیان جنگ و پیکار شروع ہوئی تو اس بد بخت (چورامن) نے ڈاکو اور چوروں کا ایک بہت بڑا گروہ جمع کر لیا اور دونوں فریقین کے گرد اس طرح لگا دیا کہ جو جماعت مغلوب ہو کر بھاگے اس کو لوٹا جائے ۔ جیسے ہی اسے معلوم ہوا کہ ایک فریق کو شکست ہوگئی ہے ، ویسے ہی اس نے لسکریوں کے مال و اسباب اور مویشیوں کو لوٹنا شروع کر دیا ۔ اس نے جواہر اور خزانہ بھی لوٹا ، اس کے بڑے بوڑھے جتنا تمام عمر میں جمع نہ کر سکے تھے اس نے ذرا سی دیر میں حاصل کر لیا ۔

جس زمانے میں کہ محمد معظم شاہ بہادر شاہ اول دکن سے واپس ہوا ، اجمیر کے قریب آیا اور چاہا کہ بد سرشت گرو (سکھہ) کو تنبیہ کرے اور جب بادشاہ کا ان (جاٹوں) کی بستیوں سے گزرنے کا اتفاق ہوا تو عاقبت اندیش (چورا من جاٹ) بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے حال اور انجام کو بادشاہ کی حفاظت میں دے دیا اور وہ محمد امین خان چین بہادر کے ہمراہ مامور ہوا کہ جو بطور ہراول سکھوں کے اوپر متعین ہوا تھا ۔

اس کے بعد وہ عمدہ الملک خانخاناں کی خدمت میں رہا اور اس نے اس وقت بہت جد و جہد کی ۔ اس (خانخاناں) نے دشوار گزار پہاڑوں کے درمیان ، برفی پہاڑ[1] کے متصل لوہ گڑھ میں گرو کا محاصرہ کیا تھا ۔

جب دہلی کی سلطنت میں انقلاب اور بادشاہ کے حالات میں اضمحلال پیدا ہؤا تو وہ (چورامن) اپنے علاقے کو چلا گیا ۔ سابقہ طریقہ اختیار کر لیا اور پہلے سے کہیں زیادہ لوٹ مار اور سرکشی شروع کر دی ۔ تاخت و تاراج شروع کرکے بد امنی کے اثرات دارالخلافہ (دہلی) کے حدود تک پہنچا دیے ۔

فرخ سیر کے زمانے میں [۵۴۳] راجا دھیراج جے سنگھ نے اس پر چڑھائی کی اور قطب الملک (سید عبداللہ خاں) کا ماموں سید خان جہاں بادشاہ کے حضور سے ایک شایستہ فوج لے کر مدد کے لیے روانہ ہؤا ۔ وہ مردود (چورامن) قلعہ تھون میں قلعہ بند ہوگیا ۔ ایک سال کے محاصرے اور سخت مقابلوں کے بعد جب کامیابی اس کو نظر نہ آئی تو اس نے قطب الملک کے توسل سے عفو جرائم اور منصب کے حصول کی درخواست کی اور پھر وفاداری اور پابندی عہد کی پیش کش کی ۔ بادشاہ اس بات پر راضی نہیں تھا ۔ (قطب الملک نے) راجا کی رائے کے خلاف اصرار کیا اور اس نے (چورامن) کو بلا لیا ، اور اپنے پاس ٹھیرایا ۔ مجبوراً بادشاہ نے بادل ناخواستہ ایک بار پھر اس کو ملازمت کا حکم دے دیا ۔ دوبارہ و بادشاہ کے حضور میں باریابی کا مجاز نہ ہؤا لیکن عبداللہ خاں کی کوشش سے اس کو عمدہ منصب ملا اور وہ رہزنی کی پستی سے امارت کے بلند درجے پر پہنچ گیا ۔

اس (چورامن) نے سادات بارہہ سے اتحاد و یک جہتی کے سلسلے اپنے ساتھ خوب مستحکم کیا اور اپنے کو ان کا جاں نثار عقیدت کیش

۱ - برفی پہاڑ ، سرمور کے راجا کو کہا جاتا ہے ، ایلیٹ حصہ ہفتم صفحہ ۵۰۰ ب ،

کرتا تھا ۔ جس دوران میں کہ امیرالامراء حسین علی خاں نے بادشاہ (فرخ سیر) کو معزول کیا اور وہ دکن کے ارادے سے روانہ ہؤا اور قطب الملک (عبداللہ خاں) دہلی کی طرف گیا تو وہ امیرالامراء کے ساتھیوں میں تھا ۔

اس بہادر سردار امیرالامراء حسن علی خاں کے مارے جانے کے بعد یہ منافقانہ طریقے سے چند روز بادشاہی لشکر میں ٹھہرا رہا اور چاہتا تھا کہ بادشاہی باروت خانے میں آگ لگا دے یا توپ خانے کے بیلوں کو ہنکا لے جائے مگر عملہ کی ہشیاری اور میر آتش کے انتظام کی وجہ سے وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا [۵۴۴] ۔

جب قطب الملک (عبداللہ خاں) کا ارادہ لڑنے کا ہؤا تو وہ تباہ کار (چورامن) چند اونٹ اور دس ہاتھی شاہی لشکر سے چرا کر عبداللہ خاں کے پاس چلا گیا ۔ اس نے لڑائی کے دن بادشاہ کے فوجی پڑاؤ کو لوٹ لیا ۔ چونکہ دریا کے کنارے پر اس کے آدمیوں نے قبضہ کر لیا تھا، اس لیے وہ آشنا اور بیگانہ کسی کو دریا سے پانی نہیں پینے دیتے تھے ۔ جو کوئی پانی پینے جاتا تھا اس کو فنا کے گھاٹ اتار دیتے تھے ۔ جو لوگ کہ دریائے جمنا کے کنارے ریت کے ایک ٹیلے پر جمع تھے، ان سب کو لوٹ لیا، یہاں تک کہ (بادشاہ کا) دفتر صدارت بھی لٹ گیا ۔ لڑنے والوں کی خود سری یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ نے خود کمان ہاتھ میں لے کر دو تین تیر اس کی طرف پھینکے تو خاص بادشاہ کے بندوقچیوں نے مسلسل بندوقیں چلائیں ۔ جب شکست کے آثار ظاہر ہوئے تو دہلی کے راستے سے لشکر کے گرد و جوار میں پھیل گئے اور بھاگنے والوں کا راستہ بند کر دیا، اور جو کوئی اس کے ہاتھ پڑ جاتا تھا تو جو کچھ بچا تھا وہ چھین لیتا تھا ۔

جب وہ (چورا من) ختم ہوگیا تو محکم سنگھ وغیرہ اس کے لڑکوں نے مضبوط قلعوں کے ذریعے ہنگامہ آرائی شروع کر دی اور ظلم و ستم کی

آگ سے ہر خشک و تر کو جلانا شروع کر دیا ۔ سعادت خاں برہان الملک ناظم اکبر آباد نے اپنی تمام بہادری ، جسارت اور دلیری کے ساتھ ان کی گوش مالی کو اپنا نصب العین قرار دیا ، بہت کوشش کی لیکن اس کی تلوار کا کاٹ نہ ہو سکا اور اس کا فتنہ و فساد ختم نہ ہو سکا ۔ بادشاہ نے راجا دھیراج (جے سنگھ سوائی) کو امرائے حضور اور مضبوط توپ خانے کے ساتھ روانہ کیا [۵۴۵] ۔

راجا (جے سنگھ سوائی) نے پہلے جنگل صاف کرایا ، اس کے بعد مغل اور افغان بہادروں کے ساتھ دو تین قلعوں پر قبضہ کیا ۔ دو مدد سے کم عرصے میں محصورین کو پریشان کر دیا ۔ اس درمیان میں طرفین سے کئی مقابلے ہوئے اور شب خون مارے گئے لیکن (بادشاہی آدمیوں) نے ثابت و بہادری میں خوب شہرت حاصل کی ۔ اسی دوران میں (محکم سنگھ کے) چچاؤں کی اولاد میں سے ایک شخص بدن سنگھ جائداد کے جھگڑے اور لڑائی کی وجہ سے اس (محکم سنگھ) سے جدا ہو کر راجا (جے سنگھ سوائی) سے مل گیا ۔ اس نے گڑھی کے فتح کرنے میں رہنمائی کی ، خوف و ہراس کی وجہ سے ان کا استقلال ختم ہو گیا ۔ اپنے باروت خانے کو خود آگ لگا کر بھاگ کھڑے ہوئے ، گڑھی پر قبضہ ہو گیا لیکن اس خزانے کا اثر بھی نہ ملا کہ جس کی زمانے بھر میں شہرت تھی ۔

راجا (جے سنگھ سوائی) کے مشورے سے وہاں کی زمینداری بدن سنگھ کو ملی ۔ محکم سنگھ نے بھی اطاعت دکھائی اور خاں دوراں کے بھائی مظفر خاں کے وسیلے سے بادشاہ کے حضور میں آیا اور بہت کوشش کی مگر امید پوری نہ ہوئی ۔ اس وقت سے بدنا اور اس کا مقام (قلعہ) دیگ مشہور ہؤا ۔ اس نے اب تک اطاعت اور فرماں برداری سے منہ نہیں موڑا ہے ، نوکری کا اظہار کرتا ہے ۔

جب ۱۱۵۰ھ (۸-۱۷۳۷ء) میں آصف جاہ بہادر بادشاہ کی طرف سے باجی راؤ کی گوش مالی پر روانہ ہؤا تو اس (بدن سنگھ) نے اپنے ایک

عزیز کو ایک فوج دے کر اس (آصف جاہ بہادر) کے ساتھ بھیجا ۔ اس کے آدمیوں نے بھوپال مالوہ کی لڑائی میں بہادرانہ کام کیے ۔

اگرچہ منصب کی پاس داری اور بادشاہ کی نوکری کی وجہ سے انہوں نے چوری اور شاہ زنی کا پرانا طریقہ چھوڑ دیا ہے لیکن ان کا اس قدر اقتدار ہے کہ وہ دہلی سے پانچ کوس سے لے کر صوبہ آگرہ کے چوتھائی حصے پر زمینداری ، جاگیرداری اور اجارہ داری کے عنوان سے [۵۴۶] قابض ہیں ۔ جاگیر داروں کو ہاتھ اٹھا کر (محاصل) دے دیتے ہیں اور بغیر کسی خوف کے مسافروں سے حسب دستور راہ داری وصول کرتے ہیں ۔ کوئی ان کی فریاد کو نہیں سنتا ۔ اللہ کی قدرت ہے کہ صوبے دار اور عملے کے اس ننگ کو کسی طرح گوارا نہیں کرتے تھے (مگر مجبور تھے) ۔ ہندوستان کی سلطنت کا کام کس زوال کو پہنچ چکا ہے ۔

محمد شاہ بادشاہ کے آخری زمانہ بادشاہت میں بدن سنگھ فوت ہو گیا ۔ اس کا لڑکا سورج مل اپنے بزرگوں سے بھی آگے بڑھ گیا ۔ جب اس کو ہر طرح اطمینان ہو گیا تو اس نے سرکشی سے قرب و جوار کے محالات کو ضبط کرنا شروع کیا ، یہاں تک کہ بادشاہی محالات اور لوگوں کی جاگیر سب پر قابض ہو گیا ۔ دہلی سے بھداور[1] تک اور کچھواہہ (راج پوتوں) کے علاقے سے گنگا کے کنارے تک (دوسری طرف روہیلوں کا علاقہ تھا) کسی کو نہ چھوڑا ، دو آب کے بہت سے پرگنوں پر بھی (قبضہ کر لیا) اور ۱۱۷۴ھ (۱۷۶۰ع) میں آگرہ کے قلعے پر بھی قابض ہو گیا ۔

جس زمانے میں کہ شاہ عالم بادشاہ باقتضائے وقت صوبہ بہار و الہ آباد کے نواح میں تھا تو سرحدی محالات کی وجہ سے (سورج مل نے) نجیب خاں سے مخالفت کی ، لڑائی مول لے لی اور اس پر چڑھائی کر دی ۔ شاہجہاں آباد کے قریب دونوں فریقوں میں مقابلہ ہوا ۔ اگرچہ نجیب خاں

---

۱ ۔ بھداور ، گوالیار میں ایک ریاست ہے (امپریل گزیٹر جلد ہشتم صفحہ ۲۱ (ب) ۔

پاس فوج کم تھی مگر اس (سورج مل) کے غرور اور گھمنڈ نے خود اس کا کام تمام کر دیا اور وہ مارا گیا[1] ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سورج مل چند آدمیوں کے ساتھ ان لوگوں کو دیکھنے کے لیے آیا کہ جو نجیب خاں کو گرفتار کرنے کے لیے متعین کیے گئے تھے اور وہ بھیس بدل کر پھر رہا تھا [۵۴۷] ۔ اسی دوران میں نجیب خاں کے ساتھیوں میں سے ایک جماعہ دار نے ، کہ جو اس (سورج مل) کو پہچانتا تھا ، اپنی برادری کے سو جوانوں کے ساتھ حملہ کر دیا اور اس کا کام تمام کر دیا ۔

اس کے بعد اس کا لڑکا جواہر سنگھ باپ کی جگہ جانشین ہؤا ۔ وہ تلافی کی غرض سے ایک فوج دہلی لے گیا ۔ کچھ دنوں ہنگامہ بھی رہا ۔ آخر ملہار راؤ مرہٹہ کے ذریعے سے صلح ہوگئی ۔ ۱۱۸۲ھ[2] میں راجا آنبیر کے ساتھ اس نے بد سلوکی شروع کی ، مقابلہ ہؤا اور (جواہر سنگھ نے) شکست کھائی ۔ اس کے بعد اس کے بھائی اپنے بزرگوں کے جانشین ہوئے ۔ مرزا نجف خاں بہادر نے بہادری دکھائی اور ان سب کو ختم کر دیا[3] ۔ ان کی اولاد میں سے ایک شخص تھوڑی سی زمینداری پر قابض ہے ۔

---

۱ ۔ دسمبر ۱۷۶۳ع کا واقعہ ہے (ب)

۲ ۔ تمام نسخوں میں سنہ نہیں دیا ہے مگر ۱۱۸۲ھ مطابق ۱۷۶۸ع ہونا چاہیے (ایلیٹ جلد ہشتم صفحہ ۳۶۴—۳۶۵) (ق)

۳ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ایلیٹ جلد ہشتم صفحہ ۳۶۶

ح

(۱۵۰)
حاجی محمد خان سیستانی

بیرام خاں کا عمدہ نوکر تھا ، بیرام خاں ہمیشہ اس کو مصاحبت میں رکھتا تھا اور اس سے مشورہ کرتا تھا - ۹۶۱ھ (۱۵۵۱ع) میں فتنہ پردازوں کی ایک جماعت نے بیرام خاں کے متعلق بادشاہ (ہمایوں) سے نا مناسب باتیں کہیں ، اس وقت بیرام خاں کے سپرد قندھار کی حکومت تھی - بادشاہ کابل سے ادھر (قندھار) آیا اور وہاں پہنچنے کے بعد اسے یقین ہو گیا کہ جو کچھ اس کے متعلق کہا گیا ہے وہ سچ نہیں ہے - موسم سرما گزرنے کے بعد [۵۳۸] قندھار مکمل و مستقل طور سے اسے سپرد کر دیا گیا ، اور بادشاہ (ہمایوں) واپس آیا - لیکن حاجی محمد کو احتیاط کے طور پر اپنے ہمراہ لے آیا کیونکہ لوگ اس کی طرف سے ہمیشہ

فتنہ انگیزی کا گمان کرتے تھے - ہندوستان کی فتح کے بعد بیرام خان کے ذریعے (حاجی محمد) کو "خان" کا خطاب ملا اور اس کے مراتب میں ترقی ہوئی -

پہلے سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ جالندھر سے ہیمو کے استیصال کے لیے دہلی سے روانہ ہؤا تو (اکبر نے) خواجہ خضر خان کو حاجی محمد خان سیستانی اور دوسرے امراء کے ہمراہ سکندر شاہ سور کی مدافعت اور پنجاب کے انتظام کی غرض سے لاہور بھیج دیا - جب (ہیمو کے مقابلے میں) تردی بیگ کو دہلی کے قریب شکست ہوئی تو ملا عبداللہ مخدوم الملک نے سکندر سور کو تمام حالات لکھ بھیجے اور اس کو کوہ سوالک سے آنے کا مشورہ دیا - لوگ کہتے ہیں کہ (ملا عبداللہ مخدوم الملک) بظاہر اپنے کو بادشاہ کے مددگاروں میں ظاہر کرتا تھا مگر باطن میں افغانوں سے ملا ہؤا تھا -

خواجہ خضر خاں نے شہر (لاہور) کی حفاظت حاجی محمد خان سیستانی کے سپرد کر دی اور خود اس (ملا عبداللہ مخدوم الملک) کے دفعیے کے لیے آیا - جب (خضر خاں کو) ملا عبداللہ کی حاجی کے ساتھ بے اخلاصی کا یقین ہو گیا تو اس نے اس کے لیے سزا و عذاب ضروری سمجھا - اس کو نصف زمین میں گاڑ دیا اور اس کا کچھ خزانہ زمین سے برآمد کیا گیا جسے اس نے قبر میں دفن کر دیا تھا -

تیسرے سال جلوس اکبری ۹۶۶ھ (۱۵۵۹ع) میں جب خان خاناں بیرام خاں کا مزاج ملا پیر محمد شروانی سے منحرف ہو گیا جو اس (بیرام خان) کی طرف سے نائب وکیل السلطنت تھا تو اس (بیرام خان) نے اس سے سامان امارت لے کر اسے قلعہ بیانہ بھیج دیا اور وکالت کا منصب حاجی محمد خان کے سپرد کر دیا -

جس زمانے میں کہ اکبر بادشاہ کا مزاج بیرام خان سے منحرف ہؤا تو وہ شکار کے بہانے سے آگرہ [۵۴۹] سے دہلی چلا آیا - بیرام خان جب

اپنے متعلق سنتا تھا کہ بادشاہ کا مزاج منحرف ہو گیا ہے تو پہلے وہ کچھ وقعت نہیں دیتا تھا ، آخر کو جب اسے یقین ہو گیا کہ واقعی اکبر بادشاہ نے اسے نظر انداز کر دیا ہے تو پھر اس نے تدبیر شروع کی اور حاجی محمد خاں کو دوسرے امراء کے ہمراہ اکبر بادشاہ کے حضور میں بھیجا ۔ اپنی عاجزی اور انکسار کا اظہار کیا ، معذرت اور قصور کی معافی چاہی ۔ جب حاجی اکبر بادشاہ کے حضور میں آیا تو اس نے بادشاہ کے مزاج کو بہت برہم پایا ۔ مصلحتاً اس نے اپنے کو جواب سے علیحدہ ہی رکھا ، اس کو رخصت بھی نہیں ملی ۔

اس کے بعد بیرام خاں امن کا خواستگار ہوا ۔ کوہ سوالک سے آیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ سفر حجاز کی رخصت لی ۔ اکبر بادشاہ نے حاجی محمد خاں سیستانی کو درسون محمد خاں کے ساتھ (بیرام خاں کے) ہمراہ بھیجا کہ ملک کے حدود تک خوفناک راستوں سے سلامت گزار دیں ۔

کہتے ہیں کہ ایک دن بیرام خاں نے اثنائے راہ میں حاجی (محمد خاں سیستانی) سے کہا کہ مجھے کسی کی مخالفت سے اتنی کوفت نہیں ہوئی جتنی تیری بیوفائی سے ، تو نے تمام قدیم حقوق کو فراموش کر دیا ۔ حاجی محمد خاں نے جواب میں کہا کہ تم نے ہمایوں کے ساتھ دعویٰ اخلاص اور اس کی تربیت کے باوجود اکبر کے مراحم و اشفاق کے ہوتے ہوئے بغاوت کی تلوار کھینچ لی اور جو واقعہ ہوا وہ سامنے ہے ۔ اگر تم سے میں نے ترک محبت کر لیا تو کیا بعید ہے ۔ بیرام خاں شرمندہ ہو گیا اور کچھ نہ کہا ۔ حاجی محمد خاں ناگور کے حدود تک پہنچا کر بادشاہ کے حضور میں واپس آ گیا ، اس کے بعد ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہا ۔ اکثر معرکوں میں اس نے بہادری کے کام انجام دیے [۵۵۰] اور تین ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔

بارھویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر بادشاہ چتوڑ کو فتح کرنے کی غرض سے گیا تو اس نے (حاجی محمد خاں سیستانی کو) قلعہ

گاگروں سے ، کہ جو ولایت مالوہ کی سرحد ہے ، شہاب الدین احمد خاں کے ہمراہ سلطان محمد مرزا کے لڑکوں کی مدافعت کے لیے مقرر کیا[1] - کیونکہ وہ سرکار سنبھل سے بھاگ آئے تھے اور اس صوبے میں فتنہ و فساد مچا رہے تھے - (حاجی محمد خاں سیستانی نے) سرکار مانڈو میں جاگیر پائی -

بیسویں سال جلوس اکبری میں بنگالہ کے فوجی مددگاروں میں شامل ہوا اور داؤد خاں کررانی کی لڑائی میں ، کہ جس سے اکثر لوگ ہمت ہار گئے تھے ، خان خاناں منعم خاں کے ساتھ لڑا اور زخم کھائے -

جب خان خاناں منعم خاں نے گوڑ میں ، کہ زمانہ سابق میں وہ بنگالہ کا دارالحکومت تھا ، آبادی بڑھائی اور وہاں کی سکونت اختیار کی تو وہاں کی ہوا کی خرابی کی وجہ سے عوام و خواص کی ایک بہت بڑی تعداد مر گئی - حاجی محمد خاں سیستانی بھی وہیں ۹۸۳ھ میں فوت ہوا -

(۱۵۱)

حسین خاں ٹکریہ

مہدی قاسم خاں کا بھانجا اور داماد ہے - وہ ابتدا سے محمد بیرام خاں خان خاناں کا رفیق اور نوکر تھا - جب دوسرے سال جلوس اکبری میں قلعہ مان کوٹ کی فتح کے بعد دارالسلطنت لاہور میں بادشاہ چار ماہ چودہ روز اس صوبے کے انتظام کی غرض سے ٹھہرا اور ماہ صفر ۹۶۵ھ (۱۵۵۷ع) میں [۵۵۱] دہلی آیا تو لاہور کی حکومت و حفاظت حسین خاں کے سپرد کی -

ایک دن اس نے اپنی حکومت کے زمانے میں ایک لمبی داڑھی والے ہندو کو مسلمان سمجھ کر اس کی تعظیم کی - اس کے بعد سے اس نے پابندی لگا دی کہ ہندو اپنے لباس پر کندھے کے پاس کپڑے کا ایک نشان (بیج) سئیں اور وہ پہلے حرف پر زیر کے ساتھ (عیار) ایک زرد

---

۱ - ٹکروئی یا ہری بور کی لڑائی جو ۳ مارچ ۱۵۷۵ع کو ہوئی ، اکبرنامہ جلد سوم صفحہ ۱۲۲ —۱۲۳ (ب)

کھڑا ہوتا ہے جیسے یہودی امتیاز کے واسطے اپنے کندھے پر سیتے ہیں ۔ اس کو ہندی میں ٹکری کہتے ہیں لہٰذا وہ ٹکریہ مشہور ہو گیا[1] ۔

جس زمانے میں کہ اکبر بادشاہ کا مزاج بیرام خاں سے برہم ہوا تو فوج کے آدمی اس سے علیحدہ ہو کر قصبہ جھجھر میں بادشاہ کے پاس آ گئے اور اس کے معتبر ساتھیوں میں سے حسین خاں ٹکریہ اور شاہ قلی خاں محرم کے علاوہ کوئی اور اس کے ساتھ نہ رہا ۔ جب اس پسندیدہ خصلت امیر (بیرام خاں) کا کارخانہ درہم برہم ہو گیا تو وہ بادشاہ کے ملازمین میں شامل ہو گیا ۔

گیارھویں سال جلوس اکبری میں جب مہدی قاسم خاں ، گڑھ کی حکومت سے دل برداشتہ ہو کر دکن کے راستے سے حجاز گیا تو حسین خاں کچھ دیر تک اس کی مشایعت میں گیا اور پھر واپس آ گیا ۔ جب وہ مالوہ کے قصبہ ستواس[2] میں آیا تو باغی مرزاؤں نے ہنگامہ مچایا ، مجبوراً قصبہ مذکور میں مقرب خاں کے ساتھ ، کہ جو وہاں کا جاگیردار تھا ، قلعہ بند ہو گیا ۔ اس کے بعد جب مقرب خاں ہمت ہار گیا تو حسین خاں (قلعہ سے) باہر نکلا اور ابراہیم حسین مرزا سے ملاقات کی ۔ اس نے ہر چند (حسین خاں ٹکریہ) کو اپنا رفیق بنانا چاہا مگر اس نے قبول نہ کیا ۔

بارھویں سال جلوس اکبری میں [۹۷۵] جب اکبر بادشاہ خان زمان شیبانی کے استیصال کی طرف متوجہ تھا تو (حسین خاں) ٹکریہ بادشاہ کی خدمت میں آیا ، اس وقت بادشاہ قدر دانی فرما رہا تھا ، اس

---

۱ ۔ متن میں ''عیار'' اور اختلاف نسخ میں ''غبار'' دیا ہے مگر صحیح لفظ عیار ہے پہلے حرف پر زیر ہے (ب)

۲ ۔ قصبہ سنتواس ، ضلع اندور میں واقع ہے امپریل گیزیٹیر جلد بست و دوم صفحہ ۱۳۴ (ق)

(حسین خاں ٹکریہ) کی بہادری ، جلادت ، خدمت گزاری اور د
بادشاہ کے دل نشین ہوئی - اس پر بہت سی عنایات ہوئیں - وہ بہت
کاموں کا انجام دینا اچھا نہیں سمجھتا تھا ، وہ امارت کے مرتبے پر
اور تین ہزاری منصب پر فائز ہؤا -

دنیا کا نشہ انسان کو گرا دیتا ہے اور ہر تنگ حوصلہ اس
برداشت نہیں کر سکتا ہے - وہ (حسین خاں ٹکریہ) بھی خود کو ء
نہ رکھ سکا - اپنی جاگیر کے علاقے میں اس نے ظلم و ستم ش
کر دیے -

جب انیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ پورب کے ملک
گیا تو اس کی بد قسمتی نے اس مہم میں اسے خدمت گزاری سے باز رک
ایک دن اکبر بادشاہ نے اس کے متعلق دریافت کیا کہ اس مہم میں
(حسین خاں ٹکریہ) کیوں حاضر نہیں ہؤا ، عرض کیا گیا کہ اس کی خن
طبیعت میں ایسا سودا سمایا ہے کہ وہ کمزوروں کو لوٹتا ہے اور رعایا
برباد کرتا ہے ، اس طرح دن گزار رہا ہے - چونکہ اس وقت مہم
کرنی تھی اس لیے کسی کو اس کی تنبیہ کے لیے مقرر نہیں کیا ، جا
ضبط کرکے تنبیہ کی گئی -

جب پٹنہ اور حاجی پور کی فتح کے بعد اکبر بادشاہ آگرہ واپس
تو وہ درماندہ طبیعت اور آشفتہ مزاج راستے میں شاہی لشکر میں پہنچا
اس کو باریابی کی اجازت نہ ملی - اس نے اپنی دیوانگی کے سبب دنیا
خیر باد کہہ دیا اور قلندری اختیار کر لی - بادشاہ کی عنایات از سر
اس پر مبذول ہوئیں - بادشاہ نے اپنے ترکش خاص سے ایک تیر عنای
کیا کہ اس کی مدد سے اپنی جاگیر کو قبضے میں لائے کیونکہ اس
جاگیر خالصہ شریفہ میں شامل ہو چکی تھی اور سپاہ کو فراہم کرے -

جب وہ اس طرح بادشاہ کے حضور سے رخصت ہؤا تو اپنی بد مز
اور آشفتہ مزاجی سے [۵۵۳] پھر وہی نامناسب طریقہ اختیار کیا اور ا

علاقے کو غارت اور ویران کرنا شروع کر دیا ۔ ایک دن وہ غارت گر (حسین خاں ٹکریہ) بسنت پور کی طرف گیا کہ جو سرکار کہیوں میں واقع ہے ، وہاں کی دولت اور آبادی کی شہرت ہے (حسین خاں ٹکریہ) اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا ۔ بد کاروں کی پیشانی سے ان کی نحوست اور بد بختی ظاہر ہے ، اس نے بغیر تدبیر اور ساز و سامان کے اس سرزمین میں جنگ شروع کی اور شکست کھائی ۔ بندوق سے زخمی ہوا ۔

اس سے پہلے ہی بادشاہ کی طرف سے اس کی تادیب کے لیے صادق خاں مقرر ہو چکا تھا ۔ اگرچہ وہ کاری زخم کی بنا پر اسی بد مستی سے کسی قدر ہوش میں آ چکا تھا اور شاہی فوج کی آمد کی شہرت نے اسے اور بھی ہوشیار کر دیا اور اس کے پاس جو بدمعاش جمع تھے وہ بھاگ گئے ۔

اس نے اپنے خیر خواہوں کے مشورے سے یہ مناسب سمجھا کہ گڑھ مکتیشر[1] کی طرف سے گزر کر منعم خاں خانخاناں کے پاس پہنچے ، شاید اس سپہ سالار (منعم خاں خانخاناں) کے وسیلے سے اس کے جرائم معاف ہو جائیں ۔ بہت جلد خبر حاصل کرنے والے قصبہ مارہرہ[2] کے قریب پہنچے اور اس کو گرفتار کر لیا ۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق اس کو آگرہ میں اس کے مکان میں نظر بند رکھا ۔ اسی سال ۹۸۳ھ (۱۵۷۵—۶ع) میں وہ اسی جان لیوا زخم سے ختم ہو گیا ۔ اس کا لڑکا یوسف خاں ، جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں امراء میں شامل تھا[3] ۔

---

۱ - ہندوؤں کا مشہور تیرتھ گاہ ہے میرٹھ کے ضلع میں دریائے گنگا کے کنارے واقع ہے (ق)

۲ - متن میں بارہہ دیا ہے مگر اکبر نامہ (جلد سوم صفحہ ۱۴۴) میں مارہرہ دیا ہے جو صحیح ہے مارہرہ ضلع ایٹہ (یوپی) کی مشہور بستی ہے (ی)

۳ - اٹھارھویں سال جلوس جہانگیری ۱۶۲۱ع میں یوسف خاں فوت ہؤا (انگریزی ترجمہ تزک جہانگیری جلد دوم صفحہ ۲۰۲) (ب)

(۱۵۲)

حیدر محمد خاں آختہ بیگی

ہمایوں بادشاہ کا قدیم نوکر تھا ۔ عراق (ایران) کے سفر میں جو تقدیر کے تقاضے کے [۵۵۳] بموجب اس والا قدر بادشاہ کو پیش آیا تھا، بادشاہ کی مہربانی سے وہ (حیدر محمد خاں) اس کے ہمراہ تھا ۔ جب بلخ کی لڑائی میں ہمایوں بادشاہ کی سواری کا گھوڑا زخم کھا کر گر پڑا تو اس نے اپنا گھوڑا بادشاہ کو پیش کر دیا اور سرمایۂ افتخار حاصل کیا ۔

جس زمانے میں کہ ہمایوں بادشاہ مرزا کامران کے فتنے کو ختم کرنے کی غرض سے، کہ وہ (مرزا کامران) کابل سے بھاگ کر افغانستان میں ناکامی کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا، روانہ ہؤا اور سرخ آب پہنچا تو وہ (حیدر محمد خاں) اکثر یکہ تازوں کے ہمراہ ہراول فوج پر مقرر ہؤا اور بادشاہی لشکر کے پہنچنے سے پہلے وہ سیاہ آب کے کنارے پہنچ گیا جو سرخ آب اور گندمک کے درمیان واقع ہے ۔

جب کامران نے صف بندی کی اور جنگ کی اپنے اندر طاقت نہ دیکھی تو اس (کامران) نے سب خون مارا[1] ۔ اس نے ہمت نہ ہاری اور بہادری سے مقابلہ کیا ۔ اس کے کاری زخم لگے لیکن اس (حیدر محمد خاں) نے اپنی جگہ کو نہ چھوڑا ۔ قندھار کے سفر اور ہندوستان کی مہم میں وہ ہمایوں بادشاہ کے ساتھ رہا ۔ اس کے بعد جب ہمایوں کو فتح (ہندوستان) نصیب ہوئی تو حیدر محمد خاں بیانہ کی حکومت پر مقرر ہؤا اور وہ کامیاب ہؤا ۔

جب وہ اس حدود (بیانہ) میں پہنچا تو وہاں ابراہیم خاں کا باپ غازی خاں قلعہ بند تھا اور وہ اچھے خیالات نہیں رکھتا تھا ۔ حیدر محمد

---

۱ - یہ ۹۵۸ھ (۱۵۵۱ع) کا واقعہ ہے ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول صفحہ ۵۸۱ (انگریزی ترجمہ) (ب)

خاں نے اس سے عہد و پیمان کر لیا ۔ جب غازی خاں قلعے سے باہر آیا تو اس نے مال و دولت کے لالچ میں عہد توڑ دیا اور اس کو قتل کر دیا ۔ اس قسم کی بد عہدی ہمایوں بادشاہ کو ناگوار ہوئی اور اس (ہمایوں بادشاہ) نے اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا [۵۵۵] کہ وہ پھر کبھی کمر باندھنے ، (ہتھیار لگانے) میں کامیاب نہ ہوگا ۔ کہتے ہیں کہ وہ (حیدر محمد خاں) مرتے مر گیا مگر جو بادشاہ نے فرمایا تھا وہی ہؤا ۔

اکبر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد وہ ہیمو بقال کے ہنگامے میں تردی بیگ کے ساتھ تھا اور میسرہ کی سرداری اس کے سپرد تھی ۔ اس کی شکست کے بعد حیدر محمد خاں ، اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچا ، پھر علی قلی خاں شیبانی کے ہمراہ ہیمو کو سزا دینے کے لیے مقرر ہؤا ۔ اس کے بعد جب بادشاہی فوجوں کو فتح نصیب ہوئی تو کسی تقریب سے کابل گیا ۔

جب بیرام خاں بے دخل ہوگیا تو منعم خاں حسب طلب بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور اس نے اپنے لڑکے غنی خاں کی مدد کے لیے اس کو (کابل میں) چھوڑا کہ جسے اس نے کابل کی مہمات کو پورا کرنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑا تھا ۔ کوتاہ حوصلہ ہونے کی وجہ سے دونوں میں موافقت نہ ہوئی ۔ منعم خاں کی درخواست کے مطابق بادشاہ کی طرف سے اس کو طلبی کا فرمان بھیج دیا گیا ۔

آٹھویں سال جلوس اکبری میں جب منعم خاں خانخاناں کابل کے انتظام کے لیے رخصت ہؤا تو حیدر محمد خاں بھی اس کی ہمراہی میں مقرر ہؤا ۔ جب منعم خاں شکست کھا کر بادشاہ کے حضور میں آیا تو وہ بھی آ گیا اور منعم خاں کی تعیناتی میں مقرر ہو گیا ۔

سترھویں سال جلوس اکبری میں خاں کلاں عرف میر محمد خاں کی ہمراہی میں ، کہ جو گجرات کی طرف ہراول کے طور پر مقرر ہؤا تھا ،

حیدر محمد خاں رخصت ہؤا ۔ حیدر محمد خاں آختہ بیگی دو ہزار پانسو کے منصب تک پہنچا ۔

مرزا قلی ، حیدر محمد خاں کا بھائی تھا ۔ جب ہمایوں بدخشاں کو فتح کرنے کی طرف متوجہ ہؤا اور میرزا سلیمان سے مقابلہ ہؤا تو اس (مرزا قلیؒ) نے بہت بہادری دکھائی اور جس لڑائی میں کہ مرزا کامران نے (ہمایوں سے) ملاقات کا ارادہ ظاہر کیا [۵۵۶] اور پھر دھوکا دیا ۔ اس میں مرزا قلی زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا ۔ اس کے لڑکے دوست محمد نے بہادری سے مقابلہ کیا اور وہ کام آیا ۔

انیسویں سال جلوس اکبری میں دونوں بھائی (حیدر محمد خاں و مرزا قلی) منعم خاں خانخاناں کی ہم راہی میں بنگالہ کی فتح کے لیے مقرر ہوئے اور جنت آباد عرف گوڑ کی چھاؤنی میں ، کہ جو پہلے وہاں کا دارالحکومت تھا اور پھر ویران ہو گیا ، وہاں کی آب و ہوا کی خرابی سے ایک دنیا برباد ہوئی ، وہیں یہ دونوں بھائی (حیدر محمد خاں و مرزا قلی) بھی ۹۸۳ھ (۶–۱۵۷۵ع) میں راہیٔ ملک عدم ہوئے ۔

(۱۵۳)

حاجی یوسف خاں

پہلے وہ میرزا کامران کی رفاقت میں تھا ۔ بارھویں سال جلوس اکبری میں قیا خاں کے ہمراہ میرزا یوسف خاں کی مدد کے لیے مقرر ہؤا کہ جو قنوج میں قلعہ بند تھا اور علی قلی خاں اس علاقے میں فتنہ و فساد مچا رہا تھا ۔ سترھویں سال جلوس اکبری میں گجرات کی فتح کے بعد خان عالم کے ساتھ ابراہیم حسین مرزا کی گوش مالی کے لیے روانہ ہؤا ۔ جب بادشاہ کی طرف فوج کی واپسی کا حکم ہؤا تو حاجی یوسف خاں ، جنگ سرنال میں بادشاہ کے پاس پہنچا ۔

انیسویں سال جلوس اکبری میں خان خاناں منعم خاں کی مدد کے لیے بنگالہ رخصت ہؤا ۔ جنگ گوجر میں اس نے بہت بہادری دکھائی ۔

بیسویں سال جلوس اکبری میں جس زمانے میں کہ خانخاناں منعم خان نے بنگالہ کے شہر گوڑ میں چھاؤنی قائم کی ، کہ جو بری آب و ہوا کے لیے مشہور ہے ، تو وہاں ایک وبا پھیل گئی اور اکثر امراء [۵۵۷] مر گئے - ۹۸۳ھ (۶-۱۵۷۵ع) میں حاجی یوسف خان کا بھی انتقال ہو گیا پانصدی منصب کا امیر تھا -

(۱۵۳)

حکیم مسیح الدین ابوالفتح

مولانا عبدالرزاق گیلانی کے لڑکے ہیں جو حکمت میں درک رکھتے تھے اور علم الٰہیات میں خاص بصیرت کے مالک تھے ، مدتوں اس ملک کی صدارت ان کے سپرد رہی - جب گیلاں ۹۷۴ھ (۷-۱۵۶۶ع) میں ایران کے فرماں روا شاہ طہماسپ صفوی کے قبضے میں آیا ، تو وہاں کا حاکم خان احمد معاملہ شناس نہ ہونے کی وجہ سے قید میں پڑا - مولانا (عبدالرزاق) کا حقیقت شناس اور راست باز ہونے کی وجہ سے قید و بند ہی میں انتقال ہوا -

حکیم (مسیح الدین ابوالفتح) اپنے دو بھائی حکیم ہمام اور حکیم نور الدین کے ہمراہ وطن چھوڑ کر مسافرانہ طور سے ہندوستان میں آیا - یہ دونوں بھائی (حکیم ہمام اور حکیم نور الدین بھی) جودت طبع ، تیزی فہم ، علوم مروجہ اور کمالات ظاہری میں زمانے میں ممتاز تھے - بیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور تینوں بھائی مناسب مناصب پر سرفراز ہوئے -

حکیم ابوالفتح شایستہ مزاج تھا - دنیا کے حالات سے واقف اور زمانہ شناس تھا - اس نے بادشاہ کے حضور میں ترقی کی اور چوبیسویں سال جلوس اکبری میں بنگالہ کا صدر اور امین مقرر ہوا - بنگالہ و بہار کے فتنہ پرداز امراء نے اتفاق کر لیا اور وہاں کے حاکم مظفر خان کو ختم کر دیا - حکیم مسیح الدین ابوالفتح اور دوسرے شاہی خیر خواہ قید

ہو گئے ۔ ایک دن موقع دیکھ کر حکیم نے خود کو قلعے سے نیچے گرا دیا ۔ بہت دشواری اور سفر طے کرنے کے بعد ایک امن کی جگہ پہنچا اور پھر بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ جب شرف باریابی [۵۵۸] حاصل ہؤا تو اس کے قرب و اعتبار میں اضافہ ہؤا اور اپنے ساتھیوں اور ہم سروں میں ممتاز ہؤا ۔ اگرچہ وہ ہزاری منصب سے زیادہ نہ بڑھا لیکن وہ وزارت اور وکالت کے عہدوں پر بھی رہا ۔

تیسویں سال جلوس اکبری میں جب راجا بیربر ، زین خاں کوکہ کی مدد کے لیے مقرر ہؤا کہ جو یوسف زئی گروہ کی تنبیہ کے لیے مامور تھا تو حکیم (مسیح الدین ابوالفتح) بھی علیحدہ سے ایک فوج کا سردار ہو کر مدد کے لیے پہنچا لیکن انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کی برداشت نہ کی اور اتفاق سے نہ رہے ۔ اختلاف اور خودرائی کا نتیجہ یہ ہؤا کہ اس جنگ میں راجا مارا گیا ۔ حکیم (مسیح الدین ابوالفتح) اور (زین خاں) ، کوکلتاش بہت نقصان کے ساتھ اس پریشانی سے نکل کر بادشاہ کے حضور میں پہنچے ، کچھ دنوں معتوب رہے ۔

چونتیسویں سال جلوس ۹۹۷ھ (۱۵۸۹ع) میں جب اکبر بادشاہ کشمیر سے کابل کے لیے جا رہا تھا تو دمتور[1] کے قریب اجل طبعی سے (حکیم مسیح الدین ابوالفتح) کا انتقال ہو گیا ، خواجہ شمس الدین خوافی کے حسب الحکم (حکیم کی نعش) کو حسن ابدال لے گئے ، وہاں ایک گنبد میں سپرد خاک کیا جو خواجہ نے بنوایا تھا[2] ۔

---

۱ ۔ دمتور ، ایبٹ آباد (مغربی پاکستان) سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے ۔ مترجم محمد ایوب قادری نے اس قصبے کو ۲۲ جون ۱۹٦۳ع کو دیکھا ہے ۔ (ق)

۲ ۔ رقعات ابوالفتح گیلانی (قلمی) مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مترجم محمد ایوب قادری کی نظر سے گزرے ہیں ۔ ابوالفتح کی تصنیفات میں (باقی صفحہ ۵۵۷ پر)

اس واقعے سے چند روز پہلے علامہ امیر عضدالدولہ شیرازی بھی
، ہؤا تھا - صرف' ساؤجی نے یہ تاریخ نکالی ہے :

بیت

سال دو علامہ زعالم رفتند رفتند مؤخر و مقدم رفتند
ابر دو موافق نکردند باہم تاریخ نشدکہ ہردو باہم رفتند

۹۹۷ھ

۹

اکبر بادشاہ اس کے حال پر بہت مہربانی فرماتا تھا ،
۔کے سلسلے میں بادشاہ اس کے گھر گیا ، مرنے کے بعد بھی بہت رنج و
وس کیا [۹۵۵] بادشاہ جب حسن ابدال آیا تو اس کی روح کے لیے
، خوانی کی - حکیم مسیح الدین ابوالفتح بہت نکتہ شناس ،
یار دماغ ، بیدار دل اور عالی فطرت تھا - فیضی اس کے مرثیے میں
تا ہے :

تقریرش از حقائق تقدیر ترجمہ
تدبیرش از مآثر اقبال ترجمان

حکیم ابوالفتح مخلوق کے کام بنانے میں خود کو باز نہیں رکھتا تھا -
جو کچھ کام کرتا تھا عقل کے مطابق ہوتا تھا ، وہ کریم الصفات ،
ن زمان اور کمالات میں یگانہ روزگار تھا - اس کے زمانے کے شعراء نے
کی تعریف کی ہے خصوصاً ملا عرفی شیرازی نے اس کی تعریف میں
ے قصیدے لکھے ہیں - یہ قطعہ اس کے ایک قصیدے میں سے ہے :

---

۸ حاشیہ صفحہ ۵۵٦)

فتاحی (شرح قانونچہ) قیاسیہ (شرح اخلاق ناصری) اور چار باغ
مشہور ہیں - مزید حالات کے لیے دیکھیے دربار اکبری صفحہ
۲۸۷—۲۹۷ ، منتخب التواریخ (اردو ترجمہ (صفحہ ۳۷۳ (ق)

- متن میں حرف لکھا ہے مگر صحیح لفظ صرفی ہے ، ملاحظہ ہو
منتخب التواریخ جلد سوم (ملا بدایونی) صفحہ ۲٦۰ (ب)

قطعه

آسماں گفت ندانم کہ حلول ازچہ نکرد
صورتش پیشتر از صورت عالم بمحل
زانکہ چوں روز ارادت زاوی سربرزد
صبحدم دولت او زاد و شبانگہ ازل
زیں سخن جوہر فعال بر آشفت و بگفت
کالے ننگ بہرہ زفہم رصد علم و عمل
ہم آں بود ز خاصیت یکتائی او
کہ ہیولا نہ پزیرد صور مستقبل

اس کا بھائی حکیم نور الدین ، قراری تخلص ، فاضل اور سخن طراز تھا [۵٦۰] سعر خوب کہتا تھا ، یہ اسی کا شعر ہے :

چہ ہمت براجل بندم ز چشمت خوردہ ام تیرے
کہ آہم می کشد گر بعد صد سال دگر میرم

ایک عجیب شورش میں وہ مبتلا ہو گیا ، بادشاہ کے حسب الحکم بنگالہ گیا تھا ، اس نے ترقی نہیں کی اور وہیں مر گیا ۔ اس کا مقولہ ہے کہ ہمت کا اظہار دوسرے کے نزدیک طمع کا اظہار ہے ، عام ملازم کی نگاہداشت کرنا اپنے کو بد خو کرنا ہے ، جس پر ہم اعتماد کرتے ہو وہی معتمد ہے ۔ وہ حکیم ابوالفتح کو ''ہمہ دنیا'' کہتا تھا اور حکیم ہمام کو ''مرد آخرت'' سمجھتا تھا ۔ اور اپنے کو دونوں سے الگ رکھتا تھا ، حکیم ہمام کا حال علاحدہ تحریر ہؤا ہے ۔

ایک بھائی حکیم لطف اللہ بھی تھا جو ایران سے آیا تھا اور حکیم ابوالفتح کی وساطت سے شاہی ملازمین میں شامل ہؤا ، دو صدی منصب پایا ۔ جلد ہی مر گیا ۔ اس کا لڑکا حکیم فتح اللہ صاحب حیثیت اور قابل تھا ۔ جب جہانگیر اس سے ناراض تھا تو ایک دن دیانت خاں لنگ نے اس کو غیر وفا دار ٹھہراتے ہوئے بادشاہ سے عرض کیا کہ سلطان خسرو

کی بغاوت کے دوران میں حکیم فتح اللہ نے مجھ سے کہا کہ مناسب وقت یہ ہے کہ پنجاب کی ولایت کو اسے (سلطان خسرو) دے کر اس معاملے کو ختم کر دیا جائے ۔ فتح اللہ نے انکار کیا ۔ فریقین نے قسمیں کھائیں ابھی پندرہ دن نہیں گزرے تھے کہ جھوٹی قسم کار گر ہوئی ۔

حکیم فتح اللہ نے آصف خان جعفر کے چچا کے لڑکے نور الدین سے اتفاق اور سازش کی کہ جس نے سلطان خسرو سے طے کر لیا تھا کہ موقع ملتے ہی [۵٦١] قید سے نکال کر تخت پر بٹھا دیا جائے گا ۔ اتفاق سے دوسرے سال جلوس جہانگیری میں جب بادشاہ کابل سے لاہور آیا تو یہ راز سر بستہ بادشاہ کو معلوم ہو گیا ۔ تحقیق کے بعد نور الدین دوسرے رفقاء کے ساتھ قتل ہوا ۔ حکیم فتح اللہ کی تشہیر ہوئی ۔ گدھے پر الٹا سوار کر کے منزل بہ منزل پھرایا گیا ، اس کے بعد اندھا کر دیا گیا[1] ۔

(۱۵۵)

حکیم عین الملک شیرازی

علم میں بڑا رتبہ رکھتا تھا اور اچھے اخلاق کا مالک تھا ، ماں کی طرف سے اس کا نسب محقق دوانی تک پہنچتا ہے ۔ ابتداء زمانہ سے اکبر بادشاہ کے ساتھ اس کی مصاحبت خوب موافق رہی ۔ رزم و بزم میں وہ ساتھ رہتا تھا ۔

اویں سال جلوس اکبری میں وہ ایک فرمان کے ساتھ کہ جس کی اطاعت ضروری تھی ، چنگیز خاں کے پاس گیا کہ جو احمد آباد کا ایک با اثر شخص تھا ۔ وہ چنگیز خاں کی پیشکش کے ساتھ واپس آیا اور آگرہ میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ سترھویں سال جلوس اکبری میں

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اقبال نامہ جہانگیری صفحہ ۲۹ ، خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۳۳ (ب)

وہ اعتماد خاں گجراتی کے نام ایک تسلی نامہ لے کر گیا اور وہ اس کو میر ابو تراب کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں لایا ۔ اکیسویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر بادشاہ پورب کے علاقے کی طرف متوجہ ہؤا تو وہ بادشاہ کے ساتھ رہا ۔ اس کے بعد عادل خاں بیجا پوری کی رہنمائی کے لیے دکن میں مقرر ہؤا ۔ بائیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا ۔ اس کے بعد سنبھل کے علاقے کا فوج دار مقرر ہؤا ۔

چھبیسویں سال جلوس اکبری میں جب عرب بہادر ، نیابت خاں ، اور شاہدانہ نے غیر وفا داروں کی ایک جماعت کے ساتھ [۵۶۲] اس علاقے میں شورش برپا کی تو حکیم عین الملک شیرازی نے بریلی کا قلعہ مستحکم کیا اور اس طرف کے تمام جاگیر داروں کے ساتھ بہت زور آزمائی کی ، اور انہوں نے امید وبیم کے ذریعے چاہا کہ حکیم کو اپنے ساتھ ملا لیں مگر حکیم نے قبول نہیں کیا ۔ حکیم عین الملک شیرازی نے حسن تدبیر سے ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ۔ یہاں تک کہ نیابت خاں بادشاہی فوج میں شامل ہو گیا ۔ حکیم شیرازی نے قرب و جوار کے دوسرے جاگیر داروں کے ساتھ مل کر جنگ کی اور دشمن کو شکست دے دی ۔ اس سال وہ صوبۂ بنگال کی صدارت پر فائز ہؤا ۔

اکتیسویں سال جلوس میں وہ صوبہ آگرہ کا بخشی مقرر ہؤا اور پھر خان اعظم کے ہمراہ دکن کی مہم پر گیا ۔ چونکہ خان اعظم نے اس کی ہنڈیہ کی جاگیر ضبط کر لی اس لیے بغیر طلبی کے پینتیسویں سال جلوس اکبری میں وہ بادشاہ کے حضور میں آیا مگر شرف باریابی حاصل نہ ہو سکا ۔ تحقیقات کے بعد اس کو دربار کی حاضری کی اجازت ملی ۔ اس کی ہنڈیہ کی جاگیر بحال ہوئی ، کچھ دنوں کے بعد اس کو رخصت ملی ۔ چالیسویں سال جلوس اکبری مطابق ۱۰۰۳ھ (۱۵۹۵ع) میں حکیم عین الملک شیرازی فوت ہؤا ۔ شعر بھی کہتا تھا ۔ دوائی تخلص اختیار کیا تھا ۔ یہ شعر اسی کا ہے :

بیت

در شب زلف سیاہش خواب مرگم در ربود
دوالعجب خواب پریشانے کہ تعبیرے نداشت

ہائے صدی منصب تک ترقی کی[1] ۔

(۱۵۶)

حکیم ہمام*

حکیم ابوالفتح گیلانی کا بھائی ہے ، ہمایوں نام تھا ۔ جب اکبر بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہؤا وہ پاس ادب کی وجہ سے پہلے ہمایوں قلی سے [۵۶۳] مخاطب ہؤا اور پھر حکیم ہمام کے نام سے مشہور ہؤا ۔ وہ خط شناسی اور شعر فہمی میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا ۔ وہ طبعی علوم اور طب میں بھی کسی قدر واقفیت رکھتا تھا ۔ وہ پارسا مزاج ، ہنس مکھ ، پوا زبان اور دوستی کے لائق شخص تھا ۔ وہ چھ صدی کے منصب اور بکاول بیگی (باورچی خانے کی داروغگی) کے عہدے پر سرفراز تھا لیکن اس کو بادشاہ کی مصاحبت اور قرب بہت حاصل تھا ۔ چونکہ اس کی کار گزاری اور اخلاص مندی بادشاہ کے ذہن نشین ہوگئی تھی ، اس لیے اکتیسویں سال جلوس اکبری میں وہ پیغام بری اور سفارت پر عبداللہ خاں والی توران کے پاس گیا ۔ اور میراں صدر جہاں مفتی کو عبداللہ خاں کے والد سکندر خاں کے انتقال کی تعزیت کے لیے اس کے ساتھ بھیجا گیا کہ جو تین سال پہلے فوت ہو چکا تھا ۔ اور بادشاہ کی عنایت سے حکیم ہمام کے متعلق یہ کلمات خط میں لکھے گئے ۔

"افادیت و حکمت پناہ زبدۂ مقرباں ہوا خواہ عمدۂ محرماں کار آگاہ

۱ ۔ عین الملک شیرازی کی تعمیر کردہ مسجد بریلی (محلہ گوہر جعفر خاں) ابھی تک موجود ہے ۔ یہ مسجد ۱۵۷۹ء میں تعمیر ہوئی اور اس مسجد میں مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے ۔ ساعی کار خیر عین الملک ساخت مسجد بامر اکبر شاہ مومناں راست سال تاریخش ماسجدوا خالصالوجہ اللہ (ق)

حکیم ہمام کو ہم سفارت پر بھیجتے ہیں کہ جو مخاص، راست گفتار اور درست کردار آدمی ہے۔ وہ اپنی ملازمت کے آغاز سے ہمارے قریب رہا ہے، ہم اس کی دوری کو کسی طرح پسند نہیں کرتے ہیں اور ہماری خدمت کے زمانے میں اس کے متعلق یہ بات تحقیق ہو چکی ہے کہ وہ معاملات کو بغیر کسی واسطے کے ہم تک پہنچاتا ہے، اگر آپ کے یہاں بھی اس کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کیا جائے گا تو گویا یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان بلاواسطہ گفتگو ہوئی ہے"۔

حکیم ہمام کی غیر موجودگی میں اکبر بادشاہ نے کئی مرتبہ فرمایا کہ جب سے حکیم ہمام گیا ہے، کھانے کی لذت جاتی رہی۔ بادشاہ نے حکیم ابوالفتح سے کہا کہ شاید تمہیں معلوم نہیں، کہ اگرچہ وہ تمہارا بھائی ہے لیکن اس کی جدائی ہمارے دل پر بہت گراں گزری ہے؛ حکیم ہمام کی طرح کہاں پیدا ہوتا ہے [۵۶۴]۔

چونتیسویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر، کابل سے واپس آ رہا تھا تو ہارنک آب پر حکیم ہمام سے ملاقات ہوئی جو توران سے واپس آ رہا تھا۔ حکیم ابوالفتح کی موت کو ایک سال گزرا تھا۔ ملاقات کے بعد اکبر بادشاہ نے اس طرح غم گساری اور تسلی فرمائی کہ تمہارا ایک بھائی تھا جو نہ رہا اور ہمارے دس کھو چکے:

بیت

از حساب دو چشم یک تن کم
وز شمار خرد ہزاران پیش

چالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۴ھ (۱۵۹۵ع) میں دو ماہ تپ دق میں مبتلا رہ کر حکیم ہمام فوت ہو گیا۔ اس کے دو لڑکے تھے پہلا حکیم حاذق جس کا حال آگے بیان کیا جائے گا، اور دوسرا حکیم خوش حال۔ حکیم خوش حال، شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ہزاری

منصب پر فائز ہؤا اور دکن کا بخشی ہؤا ۔ مہابت خاں اپنی صوبے داری کے زمانے میں اس پر بہت مہربانی کرتا تھا ۔

(۱۵۷)

حسن بیگ خاں بدخشی شیخ عمری

اس سلطنت (تیموریہ) کا قدیم ملازم، سپاہی منش اور بہادر آدمی تھا۔ جونتیسویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر بادشاہ کسمیر کی سیر سے فارغ ہو کر زابلستان کی طرف جا رہا تھا کہ جو ولایت پکھلی میں واقع ہے اور پکھلی پینتیس کوس لمبی اور پچیس کوس چوڑی ایک ولایت سغربی کسمیر سے ملحق ہے، تو پکھلی کا حاکم سلطان حسین خاں، جو جو قارلوغ قبیلے سے ہے، بادساہ اکبر کے حضور میں حاضر ہؤا ۔ جب تیمور ایران کو واپس ہو رہا تھا تو اس نے اس قوم (قارلوغ) کے ۔ کچھ لوگوں کو اس ملک کی حفاظت کے لیے مقرر کر دیا تھا [۵۶۵] کچھ دنوں کے بعد وہ (سلطان حسین خاں) اکبر بادساہ کے حضور سے بھاگ گیا ۔ بادشاہ نے اس ولایت (پکھلی) کو حسین بیگ کی جاگیر میں دے دیا اور اس سردار (سلطان حسین خاں) کی گوشمالی کے لیے اسے مقرر کیا ۔ حسین بیگ نے بہادری اور دلاوری کے کارنامے انجام دے کر اس ولایت کو قبضے میں کیا ۔

جب پینتیسویں سال جلوس اکبری میں (حسین بیگ خاں) بادشاہ کے حضور میں آیا تو سلطان حسین خاں پکھلی والے نے دوبارہ شورش و ہنگامہ شروع کر دیا ۔ اپنی ناتجربہ کاری سے سلطان نصیرالدین نام رکھا اور پکھلی کو حسن بیگ کے آدمیوں سے چھین لیا ۔ حسن بیگ دوبارہ بادشاہ کے حضور سے ایک فوج لے کر روانہ ہؤا اور اس کو سخت سزا دی ۔ چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں ولایت بنگش میں اس نے اچھی خدمات انجام دیں اور وہ دو ہزار پانسو کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ آخر عہد اکبری میں اسے رہتاس جاگیر میں ملا اور وہ کابل کی حفاظت پر مقرر ہؤا ۔

پہلے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵ع) میں جہانگیر کے حضور میں طلب ہؤا ۔ جب وہ متھرا پہنچا تو سلطان خسرو سے ملاقات ہوئی جو ۲۰ ذی الحجہ ۱۰۱۴ھ[1] اتوار کی رات کو آگرہ کے قلعے سے بھاگ گیا تھا ۔ حسن بیگ ، سلطان خسرو کے جادو اور چاپلوسی سے بہک گیا اور اس کے ساتھ ہو گیا ۔ (حسن بیگ) جہانگیر بادشاہ سے مطمئن بھی نہ تھا اور اس نے اس طلبی کو بادشاہ کی ناراضی سمجھا ۔ اصل بات یہ ہے کہ شورش و فتنہ بدخشیوں کی جبلت ہے ۔ حسن بیگ تین سو بدخشی جوانوں کے ساتھ ، سلطان خسرو کی گمراہی کا رفیق بن گیا ۔ خسرو اس کو گفتگو میں ''خان بابا'' کہتا تھا اور اپنے تمام معاملات اور اختیارات اسی کو سونپ دے تھے ۔

دریائے بیاس کے کنارے خسرو نے اپنی فوج کے ساتھ کہ جو اس نے جمع کی تھی ، [۵۶۶] بادشاہی فوج سے مقابلہ کیا اور تھوڑے سے معرکہ کے بعد شکست پائی ۔ وہ (خسرو) حسن بیگ اور عبدالرحیم دیوان لاہور کے ہمراہ ، کہ جو اس سے مل گیا تھا اور ملک انور کا خطاب پایا تھا[2] ناکام ہو کر بھاگا ۔ بہت سے افغانوں نے ، کہ جو اس (سلطان خسرو) کے ہمراہ تھے ، مشورہ دیا کہ پورب کے علاقے میں نکل چلیں ۔ حسن بیگ نے کہا کہ یہ مشورہ غلط ہے تمہیں کابل چلنا چاہیے اور اس ملک میں گھوڑے اور آدمیوں کی کمی نہیں ہے ۔ جس کسی کے پاس کابل ہوگا تو جس قدر نوکر اور سامان چاہے گا وہ مل جائے گا ۔ بابر اور ہمایوں نے کابل کی مدد سے ہندوستان فتح کیا ہے ، اگرچہ ان کے پاس

---

۱ ۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۰۱۴ھ کے مطابق ۶ اپریل ۱۶۰۵ع ہوتے ہیں مگر بینی پرشاد نے ۶ اپریل ۱۶۰۶ع صحیح تاریخ بتائی ہے (بینی پرشاد صفحہ ۱۴۰) (ب)

۲ ۔ اقبال نامہ جہانگیری (صفحہ ۱۰) اور منتخب اللباب جلد اول صفحہ ۲۵۱ میں ملک الوزراء اور بینی پرشاد (صفحہ ۱۴۱) میں ''انور خاں'' خطاب بنایا (ب) ۔

خزانہ نہ تھا ۔ میرے اس رہتاس کے قلعے میں چار لاکھ روپے ہے وہ میں پیش کر دوں گا اور وہاں پہنچتے ہی بارہ ہزار کارآمد سوار فراہم کر لوں گا۔ اگر بادشاہ جہانگیر تعاقب کرے تو ہم جنگ کے لیے آمادہ ہیں ۔ اگر وہ اس ملک کو چھوڑ دے تو کچھ دن گزر کر فرصت کے منتظر رہیں ۔ چونکہ نا عاقبت اندیش اور بد بخت سلطان خسرو اپنے معاملات اس کو سپرد کر چکا تھا اس لیے اس کے مشورے پر چل دیا ۔ اتفاق سے دریائے چناب کے کنارے گرفتار ہو گئے ۔ اس وقت جہانگیر بادشاہ باغ مرزا کامران میں مقیم تھا جو لاہور کے قریب واقع ہے ۔ ۳ صفر ۱۰۱۵ھ (۱۶۰۶ع) کو خسرو کو ہاتھ باندھے ہوئے اور پاؤں میں زنجیر ڈالے ہوئے چنگیزی دستورالعمل کے مطابق بادشاہ کے حضور میں لائے ۔ حسن بیگ اور عبدالرحیم کو دائیں اور بائیں طرف کھڑا کیا تھا ، درمیان میں خسرو کانپ رہا تھا اور رو رہا تھا ۔ حسن بیگ نے موہوم نفع کی امید پر بے جا گفتگو اور نا مناسب باتیں شروع کر دیں ۔ جب اس کی غرض [۵۶۷] معلوم ہو گئی تو اسے گفتگو کرنے سے منع کر دیا گیا اور حکم ہوا کہ خسرو کو زنجیریں پہنا دی جائیں اور قید میں رکھا جائے ۔ حسن بیگ کو بیل کی کھال میں اور عبدالرحیم کو گدھے کی کھال میں سی کر گدھے کے اوپر دم کی طرف منہ کر کے بٹھایا گیا اور تشہیر کی گئی ۔ چونکہ گائے کی کھال گدھے کی کھال سے جلدی خشک ہوتی ہے وہ چار پہر سے زیادہ زندہ نہ رہا ۔ دوسرا (عبدالرحیم) ایک شب و روز (چوبیس گھنٹے تک) زندہ رہا ۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں باریاب حضرات کی سفارش کے ذریعے غضب سلطانی سے کہ جو قہر الٰہی کا نمونہ ہے ، رہائی پائی ۔

کامران باغ کے دروازے سے قلعہ (لاہور) کے دروازے تک دونوں طرف عبرت اور سزا دینے کی غرض سے پھانسیاں کھڑی کی گئیں اور ان لوگوں کو جو خسرو کے رفیق کار تھے ، پھانسیوں پر لٹکا دیا گیا ۔ دوسرے دن جب بادشاہ لاہور میں داخل ہوا تو اس نے حکم دیا کہ خسرو کو ہاتھی پر بٹھا کر ان پھانسیوں کے درمیان سے گزارا جائے اور

دونوں طرف سے آواز لگائی جائے کہ تمہارے مقربین اور تمہارے خدمت گزار مجرا کرتے ہیں ، ہم ایسے برے خاتمے اور عاقبت سے پناہ مانگتے ہیں ۔

حسن بیگ کا لڑکا اسفند یار خاں شاہجہاں کے زمانے میں ایک ہزار پانسو کے منصب تک پہنچا ، سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ مر گیا ۔

(۱۵۸)

حکیم علی گیلانی

فنون و علوم خاص طور سے طب اور ریاضی میں بہت مہارت رکھتا تھا اور اپنے زمانے کا طبیب حاذق تھا ، کہتے ہیں کہ حکیم علی گیلانی بہت پریشانی اور افلاس کی حالت میں ولایت سے ہندوستان آیا تھا اور اپنی خوش قسمتی سے بادشاہ کے ملازمین میں شامل ہو گیا ۔ ایک روز بادشاہ عالی جاہ (اکبر) کے حکم سے [۵۶۸] مریض ، صحت مند ، گائے اور گدھے کا پیشاب امتحان کی غرض سے اس کے پاس لایا گیا اور حکیم گیلانی کو دکھایا گیا ۔ اس نے سب کو قیاس سے واقعے کے مطابق بیان کر دیا ۔ اس وقت سے اس کا اعتبار اور مرتبہ بڑھ گیا اور بادشاہ کی قربت اور مصاحبت حاصل ہوئی ۔ حکیم گیلانی صاحب ثروت و حیثیت ہو گیا اور امراء کی ہمسری اور برابری کرنے لگا ۔

اس کے بعد بادشاہ کے دربار سے بیجا پور کی سفارت پر مقرر ہوا ، وہاں کے والی علی عادل شاہ نے استقبال کیا ۔ وہ اس کو بہت اعزاز کے ساتھ شہر میں لایا ، وہاں کے نفائس و تحائف دکھائے ۔ علی عادل شاہ چاہتا تھا کہ حکیم کو رخصت کرے کہ ۹۸۸ھ (۱۵۸۰ع) میں وہ فوت ہو گیا ، لیکن صاحب فرشتہ (مؤلف گلشن ابراہیمی) بیان کرتا ہے کہ حکیم علی گیلانی مناسب تحائف نذرانوں کے ساتھ پہلے آ کر چلا گیا تھا ۔ اس وقت حکیم عین‌الملک شیرازی سفارت پر آیا تھا کہ حاکم کی موت کی

وجہ سے بغیر تحائف و ہدایا کے واپس لوٹ گیا لیکن اس کتاب (مآثر الامراء) کے مؤلف (صمصام الدولہ شاہ نواز خاں) کے حال میں ان واقعات کا، جو بیان علامی شیخ ابوالفضل نے دیا ہے، وہ زیادہ واقعے کے مطابق ہے۔

علی عادل شاہ کے قتل کا واقعہ بھی عجب ہے اور اس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ وہاں کے اچھے اور سخی حکمرانوں میں سے تھا۔ عدل و احسان کے باوجود وہ زبوں کردار تھا۔ خوبصورت لڑکوں کی طرف اس کا میلان طبع بہت زیادہ تھا۔ اس نے بہت کوشش سے دو خواجہ سراؤں کو، جو بہت خوبصورت تھے، بیدر کے حاکم ملک برید سے حاصل کیا۔ جب وہ اس کے قبضے میں آ گئے تو اس نے بے شرمی اور کمینگی کو اختیار کیا [۵۶۹]۔ اس نے ان دونوں میں سے لڑے کو اپنے گناہ آلود خلوت کدے میں بلایا اور برے ارادے سے اس پر دست درازی کی۔ اس پاک دامن اور با حیا لڑکے نے اپنا جسم اس کے سپرد نہیں کیا۔ وہ دور اندیشی سے اپنے ساتھ ایک چھری چھپا کر لایا تھا، جس سے اس کا کام تمام کر دیا۔ بہت تعجب کی بات ہے کہ مولانا محمد رضائی مشہدی (تخلص رضائی) نے اس واقعے کی تاریخ "شاہجہاں شد شہید" سے نکالی ہے۔ ۹۸۸ھ (۱۵۸۰ع)

انیسویں سال جلوس اکبری میں حکیم علی نے ایک عجیب حوض بنایا کہ اس کے اندر سے ایک راستہ ایک کمرے میں جاتا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ اس حوض میں سے پانی داخل نہیں ہوتا تھا۔ جب لوگ دیکھنے کی غرض سے اندر جاتے تھے تو بہت تکلیف ہوتی تھی اور پریشان ہو کر آدھے راستے سے واپس آ جاتے تھے۔

اکبر بادشاہ نے بھی اس کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور وہ خود گیا۔ حوض کے ایک کنارے سے پانی کے اندر داخل ہو گیا اور دو تین سیڑھیاں اتر کر اس مکان کے اندر پہنچ گیا۔ (وہ کمرہ) بہت تکلف سے آراستہ تھا۔ کافی روشنی اور دس بارہ آدمیوں کی جگہ تھی،

سونے کے لیے فرش اور اوڑھنے کے لیے سامان موجود اور کھانا حاضر ، طاقوں میں کچھ کتابیں رکھی ہوتی تھیں - ہوا موقع نہیں دیتی تھی کہ ایک قطرہ پانی بھی اندر داخل ہو سکے - جب اکبر بادشاہ نے تھوڑی دیر وہاں توقف فرمایا تو باہر کے لوگوں پر عجب حالت طاری ہو گئی -

چالیسویں سال جلوس اکبری تک حکیم علی گیلانی ہفت صدی کے منصب تک پہنچ گیا - وہ ایسے ایسے علاج کرتا تھا کہ لوگ حیرت میں پڑ جاتے تھے - آخر کار اکبر بادشاہ کو دست شروع ہو گئے - اس نے ہر چند کوشش کی مگر فائدہ نہ ہؤا - بادشاہ نے ناراض ہو کر اس سے کہا کہ تو ولایت کا صرف ایک پنساری تھا - تیری مسافرت (مفلوک الحالی) یہاں آ کر ختم ہوئی - میں نے تجھے (عزت و دولت) کے اس مرتبے پر پہنچایا - تو کس دن کام آئے گا [۵۷۰] اور بادشاہ نہایت غصے کی حالت میں اس کی طرف دو قدم بڑھا - حکیم نے کوئی چیز اپنی تھیلی میں سے نکالی اور پانی کے آبخورے میں ڈال دی - پانی فوراً جم گیا - اس نے عرض کیا کہ اس قسم کی دوائیں موجود ہیں لیکن کیا فائدہ کہ اس بیماری میں اثر نہیں کرتی ہیں - بادشاہ نے بے چینی اور پریشانی کی وجہ سے بیماری کا بہت اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کچھ ہونا ہے ہوگا - یہی (دوا) مجھے دے دو - چنانچہ اس دوا سے قبض ہو گیا اور دست بند ہو گئے لیکن پیٹ میں ایسا درد شروع ہؤا کہ سخت بے چینی ہو گئی لٰہذا دست آور دوائیں دی گئیں - کافی دست ہو گئے اور اکبر (بادشاہ) ختم ہو گیا[1] -

اکبر بادشاہ کی بیماری کا سبب بھی ایک عجیب واقعہ ہے - کہتے ہیں کہ جہانگیر کے پاس ایک ہاتھی گرانبار نام تھا اور بادشاہی فیل خانے میں کوئی ایسا ہاتھی نہ تھا کہ اس کا مقابلہ کر سکتا ، لیکن سلطان خسرو کا ہاتھی اپ روپ بھی لڑنے میں سر برآوردہ تھا ، لٰہذا اکبر بادشاہ نے فرمایا کہ ان دونوں گراں ڈیل ہاتھیوں کو لڑا دیا جائے -

---

۱ - یہ عبارت ذخیرۃالخوانین جلد اول صفحہ ۲۴۵ سے ماخوذ ہے (ق)

شعر

دو کوہ آہنیں از جائے جنبید
زمین گیتی ز سر تا پائی جنبید

بادشاہ کے خاص ہاتھیوں میں سے رن ہتن نام ہاتھی مدد کے لیے مقرر ہؤا ۔ جب ان دونوں ہاتھیوں میں سے ایک غلبہ حاصل کرے اور فیل بان اس کو قابو میں نہ کر سکے تو رن ہتن ہاتھی پیچھے سے آ کر مغلوب ہاتھی کی مدد کرے اس کو "طبانچہ" کہتے ہیں اور یہ اکبر بادشاہ کی ایجاد ہے ۔ اکبر بادشاہ جھروکے میں بیٹھ کر تماشا دیکھ رہا تھا ۔ شاہزادہ سلیم [۵۷۱] اور سلطان خسرو گھوڑوں پر سوار کھڑے ہوے اتفاقاً گرانبار ہاتھی نے مقابلے کے بعد اپنے حریف کو ہرا دیا ۔ (بادشاہ نے) چاہا کہ اب مدد کے لیے "طبانچہ" کو لایا جائے ۔ شاہزادہ (سلیم) کے کچھ آدمیوں نے اس کو پسند نہیں کیا اور اس (رن ہتن) کی طرف کچھ پتھر پھینکے ۔ فیل بان نے کوشش کر کے ہاتھی کو آگے بڑھایا کہ اس کی کنپٹی پر ایک پتھر پڑا اور خون کے چند قطرے اس کے سینے پر گرے ۔ اکبر کے درباریوں نے اس بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا اور بادشاہ کو ناراض کر دیا ۔

اکبر بادشاہ نے سلطان خرم سے کہ جو اپنے دادا کے پاس موجود تھا ، کہا کہ اپنے شاہ بھائی (جہانگیر) کے پاس جا کر کہو کہ شاہ بابا (اکبر) فرماتے ہیں کہ حقیقت میں سب ہاتھی تمہارے ہی ہیں ، یہ بے اعتدالی کیوں کرتے ہو ۔ شاہزادہ (سلیم) نے جواب میں کہا کہ مجھے مطلق خبر نہیں ہے اور نہ مجھے فیل بان کو پتھر مارنے سے اتفاق ہے ۔ سلطان خرم نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں جا کر ہاتھیوں کو آتش بازی کے ذریعے سے علیحدہ کیے دیتا ہوں ، چنانچہ اس نے ہر چند کوشش کی مگر کامیاب نہ ہؤا ۔ یہاں تک کہ رن ہتن بھی عاجز ہو گیا ۔ اور اپ روپ کے ساتھ دریائے جمنا میں گر گیا ۔

سلطان خرم نے واپس آکر نہایت عاجزی سے تمام کیفیت (اکبر بادشاہ) سے عرض کر دی اور بادشاہ کے مزاج کو ٹھنڈا کر دیا ۔ اسی دوران میں سلطان خسرو پہنچ گیا اور اس نے نامناسب اور غیر ضروری باتیں کیں اور اپنے باپ (جہانگیر) کے متعلق بھی ناشایستہ الفاظ کہے ۔ یہاں تک کہ اکبر بادشاہ کو پھر غصہ آ گیا ۔ وہ تمام رات بخار سے بے چین رہا اور طبیعت بہت بے چین ہوگئی ۔ صبح کو جالینوس وقت حکیم علی (گیلانی) کو بلا کر فرمایا کہ خسرو کی بکواس [۵۷۲] نے ہمارے مزاج کو برہم کر دیا اور یہ حالت ہوگئی ۔ آخر اسی بخار میں دست شروع ہوگئے اور یہی اس کی موت کا سبب ہؤا ۔

کہتے ہیں کہ (اکبر بادشاہ کی) بیماری کے آخر زمانے میں حکیم علی نے تربوز تجویز کیا تھا ۔ جہانگیر نے تخت نشین ہونے کے بعد حکیم علی پر عتاب فرمایا کہ تو نے اسی تجویز (تربوز) سے میرے باپ کو مار ڈالا ۔

تیسرے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۸ھ (۱۶۰۹ع)[1] میں جہانگیر بادشاہ بھی (حکیم گیلانی کے) حوض کی سیر کے لیے گیا اور حکیم علی گیلانی کے گھر جا کر حوض کے اندر گیا اور تفریح کے بعد واپس آ گیا ۔ بادشاہ نے حکیم کو اپنی عنایت سے سرفراز کیا ۔ حکیم گیلانی کو دو ہزاری منصب پر سرفراز فرمایا ۔ کچھ دنوں کے بعد حکیم علی گیلانی کا انتقال ہوگیا ۔ کہتے ہیں کہ حکیم علی گیلانی نے قریب ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ غریبوں کی دوا اور شربت کے لیے مقرر کر دیا تھا ۔

پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں اس کے لڑکے حکیم عبدالوہاب نے لاہور کے سادات کی ایک جماعت پر اسی ہزار روپے کا دعویٰ کیا کہ میرے باپ نے یہ روپیہ ان لوگوں کو دیا تھا اور قاضی کی مہر کے ساتھ خط پیش کیا ۔ دارالعدالت میں دو گواہ پیش ہوئے اور شرعی ثبوت مہیا کر دیا ۔ سادات نے انکار کیا اور ان کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ اتنی رقم

---

۱ - یہاں ۱۰۱۷ھ ہونا چاہیے کیونکہ علی گیلانی ۱۰۱۸ھ کے آغاز میں فوت ہؤا ۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری صفحہ ۷۴ (ب)

ادا کر سکیں ۔ آصف خاں اس معاملے کی تحقیق کے لیے مقرر ہوا ۔ چونکہ حاکم ڈرپوک بھی ہوتا ہے لہذا اس نے سادات سے صلح صفائی کرنی چاہی ۔ آصف خاں نے مختلف طور سے تحقیق کی ۔ آخر میں (حکیم عبدالوہاب نے) اپنے جھوٹے دعویٰ کا اقرار کر لیا ۔ اس کا منصب اور جاگیر ضبط ہو گئے ۔

(۱۵۹)

حاکم بیگ

اعتماد الدولہ جہانگیری کا داماد ہے ۔ چونکہ جہانگیر کے زمانے میں [۷۷۳] اعتماد الدولہ کے عزیز اور رشتے دار ہر ایک خان اور ترخان کے منصب پر سرفراز تھا حاکم بیگ بھی طبل و حشم کا مالک تھا اور امارت کے منصب پر پہنچا ۔ اس کی بیوی خدیجہ بیگم ، نورجہاں بیگم کی بہن ہونے کی وجہ سے نہایت عزت اور احترام سے زندگی گذارتی تھی ۔ شاہجہان بادشاہ کے آخر زمانۂ حکومت تک وہ زندہ رہا ۔ چونکہ یمین الدولہ آصف خاں اس کا بڑا بھائی تھا لہذا اس کی توقیر و تعظیم میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ۔ ہمیشہ شاہی انعامات سے سرفراز ہوتا تھا ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہجہان بادشاہ نے اس کو تیس ہزار روپے مرحمت فرمائے تھے ۔

چونکہ حاکم بیگ معمولی آدمی تھا اور صاحب فضل و کمال بھی تھا لہذا چاہتا تھا کہ زندگی فراغت اور آرام سے گذرے اور اس میں شان بھی ہو ۔ جہانگیر نے رشتے کی وجہ سے اس کو دربار کی حاضری سے معاف کردیا تھا اور زیادہ تر باہر کے کاموں پر مقرر فرمایا ۔ کچھ دنوں وہ متھرا کا حاکم رہا ، آخر معزول ہوا ۔

معزول ہونے کا سبب یہ ہے کہ ایک سنیاسی اچھد روپ اسرم نام تھا جو ریاضت کرنے والا اور خدا کو ایک ماننے والا تھا ۔ شہر اجین کے پاس آبادی سے دور جنگل میں ایک طرف ایک چٹان تھی ، اس میں ایک سوراخ کرکے وہ رہتا تھا ۔ سوراخ کا منہ اتنا تھا کہ وہ آ جا سکتا تھا ۔

وہ سوراخ ساڑھے پانچ گرہ لمبا اور ساڑھے تین گرہ چوڑا تھا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو لمبا کرکے اندر داخل کرتا تھا اور پھر اپنے سر کو، اور اس کے بعد سانپ کی طرح اپنے جسم کو اندر داخل کر دیتا تھا۔ اسی طرح باہر نکلتے وقت، دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیتا تھا۔ نہ اس کے اندر بوریا تھا اور نہ گھاس، کہ ٹھنڈی ہوا میں بچھا لے۔ [۵۷۴] نہ جاڑوں میں آگ اور نہ گرمیوں میں ہوا اندر جاتی تھی۔ آدھ گز سوتی کپڑا تھا جس سے کہ وہ اپنا آگا اور پیچھا ڈھانپتا تھا۔ روزانہ دو مرتبہ دریا پر جا کر غسل کرتا تھا اور پانی پینے کی غرض سے پیتل کا ایک برتن اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

اس نے تمام شہر اجین میں برہمن کے سات گھروں کو مخصوص کر رکھا تھا کہ جو صاحب اہل و عیال تھے۔ اس کی درویشی اور قناعت پر اعتقاد رکھتے تھے۔ وہ روزانہ ان سات میں سے تین کے یہاں جاتا تھا اور فقیروں کی طرح کھڑا ہو جاتا تھا۔ وہ پانچ لقمے جو اپنے لیے تیار کرتے تھے، اس (سنیاسی) کی ہتھیلی پر رکھ دیتے تھے اور وہ ان کو بغیر کسی لذت اور ذائقے کے نگل جاتا تھا۔ شرط یہ تھی کہ اس گھر میں نہ تو کوئی حائضہ عورت ہو نہ ضیافت، ماتم یا پیدائش کا واقعہ ہوا ہو۔ اہل ہند ایسے صاحب مقام کو "سرب" کہتے ہیں کہ جو سب کچھ ترک کر چکا ہو۔

جب گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں جہانگیر بادشاہ اجین پہنچا تو وہ اس سنیاسی کو دیکھنے کے لیے گیا۔ اگرچہ وہ (سنیاسی) آدمیوں کی صحبت کو پسند نہیں کرتا تھا مگر (جہانگیر کے) مسرور سے ملاقات کی علم بیدانت، جس سے مراد علم تصوف ہے، وہ اس نے خوب حاصل کیا تھا۔ اس نے اپنی ذہانت اور علم سے مسلمانوں کے تصوف کی اصطلاحات کو تصوف کے طریقے پر تطبیق دے کر بیان کیا جہانگیر بادشاہ کو اس سے اعتقاد پیدا ہو گیا[1]۔

کچھ دنوں کے بعد وہ سنیاسی اجین سے متھرا چلا گیا کہ جہا

۱۔ سنیاسی کا قصہ تزک جہانگیری صفحہ (۱۷۶—۱۷۷) سے ماخوذ ہے۔

ہندوؤں کے بڑے بڑے مندر ہیں اور دریائے جمنا کے کنارے اپنے طریقے پر خدا پرستی میں مشغول ہو گیا۔

جب چودھویں سال جلوس جہانگیری میں جہانگیر (بحیثیت بادشاہ) پہلی مرتبہ کشمیر گیا [۵۷۵] تو جہانگیر اس سنیاسی کی خدمت میں دوبارہ گیا اور خلوت میں بہت دیر تک بیٹھا۔ بادشاہ کے دل پر اس کی باتوں کا بہت اثر ہوتا تھا۔ جس کسی کے لیے بادشاہ سے کوئی بات کہتا تھا، کامیاب ہوتا تھا۔ چنانچہ خان اعظم کوکہ، سلطان خسرو کی طویل مدد سے بہت پریشان تھا، مذہبی تعصب کے باوجود وہ اکیلا اس کے پاس گیا اور خسرو کی رہائی کے سلسلے میں درخواست کی۔ اس (سنیاسی) نے بادشاہ سے محققانہ گفتگو کی اور بادشاہ کو مہربان بنا دیا۔ شاہزادہ (خسرو) کے جرم معاف کر دیے گئے اور حکم ہوا کہ وہ کورنش کے لیے آ سکتا ہے۔ ایسا مشکل کام اس کے غرض (سنیاسی) کے توسط سے بہت آسان ہو گیا۔ چونکہ بادشاہ وقت (جہانگیر) اس سے اعتقاد رکھتا تھا اس لیے رجوع خلائق اس کے پاس بہت ہونے لگی[1]۔

اس (سنیاسی) کو کسی سے کوئی مطلب نہ تھا، خوشی اور غم سے بے فکر ہو کر زندگی گزارتا تھا۔ حاکم بیگ کے اسلام کی رگ حمیت جوش میں آ گئی، لوگوں کے ہجوم کو اس نے حکومت کے لیے رکاوٹ سمجھا اور ایک دن اس بیچارے (سنیاسی) کے بہت کوڑے مارے۔ بادشاہ کو اس خبر سے بہت تکلیف ہوئی۔ بیگم (نور جہاں) کے خیال کے باوجود وہ کوئی اور صورت اختیار نہ کر سکا۔ حاکم بیگ اس کی نظروں سے گر گیا، عہدے سے معزول ہوا اور اس کا منصب اور جاگیر ضبط ہو گئے۔

حاکم بیگ اکبر آباد میں گوشہ نشین ہو گیا اور وہیں نخاس کے پاس ایک بہت خوب صورت اور فرحت افزا باغ بنوایا کہ جس سے کشمیر کے باغ کو رشک آتا تھا اور وہیں علمی مشغلے میں زندگی گزارنے لگا، یہاں

۱۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری صفحہ ۲۸۲ (ف)

تک کہ طبعی موت آئی اور وہ مر گیا ۔

اس کے بیٹے مرزا نورالدین نے بھی بادشاہی منصب کا خیال نہیں کیا ، وہ اپنی ماں اور ماموؤں کی دولت سے زندگی بسر کرتا تھا اور بہت اچھی زندگی گزارتا تھا ۔ [۵۷٦]

(۱٦۰)

حکیم صدرا

لقب مسیح‌الزماں اور حکیم فخرالدین شیرازی کا لڑکا ہے جو شاہ طہماسپ صفوی ، فرماں روائے ایران کے عہد میں مرزا محمد کے نام سے مشہور ہوا ۔ اس کے رشتے دار اور برادری کے لوگ اکثر طبیب پیشہ ہوئے ہیں ۔ اس کا نسب حارث ابن کلدہ پر منتہی ہوتا ہے کہ جن کو حضرت خاتم‌النبیین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ، کہ جن کا فیض ہمیشہ رہے گا ، طبابت و حکمت ان کے خاندان میں قیامت تک رہے گی ۔

حکیم (فخرالدین) فاضل ، دانش مند اور نیک اخلاق تھے ۔ مریضوں کے معالجے میں بڑی دست گاہ رکھتے تھے ۔ اس زمانے کے علماء ان کے قول کو معتبر سمجھتے تھے اور علاج میں ان کے تجربات پر اعتماد اور وثوق کرتے تھے ۔ اس عہد کے اطبا ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے اور ان کی خدمت میں طب کی کتابیں پڑھتے تھے ۔ چونکہ بہت وسیع‌المشرب مشہور تھے ، اس لیے بادشاہ ان کے حال پر بہت کم توجہ فرماتا تھا ۔

حکیم صدرا نے بھی طب سے متعلق تمام علوم و فنون تحصیل کر لیے اور حکمت و حذاقت میں باپ کی طرح مشہور ہوا اور آغاز جوانی میں چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں (حکیم صدرا) ہندوستان میں آیا ۔ جہانگیر کے زمانے میں سب حکما میں ممتاز ہوا ۔ مسیح‌الزمان کا خطاب ، تین ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب ملا ۔

شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد بہت زیادہ شاہی عنایات ہوئیں اور "عرض مکرر" کے عہدے پر مامور ہؤا جو سوائے قابل اعتماد مزاج داں کے کسی اور کو نہیں ملتا ہے۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں حکیم صدرا کو حجاز جانے کی اجازت ملی۔ ہدایت و توفیق [۵۷۷] اس کے شامل حال ہوئی کہ وہ زیارت حرمین سریفین سے مشرف ہؤا اور بصرے کے راستے سے واپس ہو کر لاہری بندر آیا۔

آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہؤا اور چالیس عربی گھوڑے بادشاہ کو پیش کیے جو وہ بصرے اور اس کے قرب و جوار سے لایا تھا۔ بادشاہ نے ان کو قبول فرمایا۔ ان میں سے دو گھوڑے ایک بوز[1] اور دوسرا طرف[2]، خوبصورتی، رنگ اچھا ہونے اور مناسب الاعضا کے ساتھ بہت تیز اور ہوا کی طرح چلنے والے تھے، وہ بادشاہ کے طویلوں میں سب سے ممتاز ٹھہرے، پہلا گھوڑا "بادشاہ پسند" اور دوسرا "تمام عیار" کے نام سے موسوم ہؤا۔ حکیم (صدرا) کو اس کا پہلا منصب، پانچ اور بیس ہزار روپے نقد ملے۔ اور بندر سورت اور اس کے قرب و جوار کی حکومت سپرد ہوئی۔

حکیم صدرا مذہب امامیہ کا پیشوا تھا اور بہت متقی اور پرہیزگار تھا۔ آخر کار اس نے ملازمت سے استعفا دے دیا۔ دارالسلطنت لاہور میں بہت آرام و اطمینان سے گوشہ نشینی کی زندگی گزارتا تھا اور داد عیش دیتا تھا۔ اکثر لاہور میں رہتا تھا اور سردیاں کشمیر میں گزارتا تھا۔ کبھی حسب طلب بادشاہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا تھا۔ جب جہاں آرا بیگم (بنت شاہجہاں) کے علاج میں کوشش کی، کیونکہ شہزادی آگ سے جل گئی تھی تو اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں دس ہزار روپیہ کا اضافہ ہؤا اور سالانہ پچاس ہزار روپیہ مقرر ہؤا اور اس کو واپس جانے کی اجازت مل گئی۔

چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۱ھ (۱۶۵۱ع) میں کشمیر

---

۱ - ۲ - گھوڑوں کے اقسام۔

میں حکیم (صدرا) کا انتقال ہؤا۔ [۵۷۸] حکیم موزوں طبع تھا۔ مسیح اللہی تخلص کرتا تھا ، یہ سعر اسی کا ہے :

بیت

کم لذتم و قیمتم افزوں ز سمار است
گوئی ثمر پیشتر از باغ وجودم

کہتے ہیں کہ حکیم کے پس تین سو کنیزیں تھیں اور ہر ایک کے ذمے ایک کام سپرد تھا ، صبح سے سام اور شام سے دوپہر رات تک ان کو کام میں مسغول رکھتا تھا اور ذرا فرصت نہیں دیتا تھا ۔ جب لوگوں نے اس نگرانی اور سختی کی وجہ پوچھی تو کہا کہ عورتوں کے پاس اگر کوئی کام نہیں ہوتا ہے تو ان کے دل میں برے خیال آتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ زندگی تنگی سے بسر کرتا تھا ۔

(۱۶۱)
حبش خاں

سیدی مفتاح حبشی نام ، نظام ساہی حکمرانوں کا پرانا غلام اور قدیم خدمت گزار تھا اور اس خاندان میں عزت و اعتبار رکھتا تھا ۔ کچھ دنوں کے بعد قلعہ اودگیر کا قلعے دار مقرر ہؤا جو پتھر اور چونے کا بنا ہؤا بہت مضبوط اور استوار قلعہ ہے ۔ چونکہ شاہجہاں بادشاہ نے تخت نشین ہونے کے بعد نظام ساہ کی مملکت کو شاہی فوجوں سے روند ڈالا تھا ، اس لیے آہستہ آہستہ تمام قلعے اور علاقے بادشاہ شاہجہاں کے قبضے میں آ گئے اور وہ خاندان ایک دم ختم ہو گیا ۔ محمد عادل ساہ بیجاپوری نے اپنے بھتیجے اسماعیل کو گرفتار کرنے کی ہر چند کوشش کی کہ جو اس قلعے میں قید تھا اور سیدی مفتاح کو ٹالے بہانے کر کے [۵۷۹] اس کی دلدہی کرتا رہا مگر کوئی فائدہ نہ ہؤا ۔

یہ اسماعیل درویش محمد کا لڑکا ہے کہ جو ابراہیم عادل شاہ کا پہلا لڑکا اور محمد قلی قطب الملک کا بھانجا ہے ۔ جب ابراہیم عادل شاہ نے

دولت نام غلام اور گوے کو کہ جو اس کی خدمت میں بہت اعتبار رکھتا تھا اور بیجاپور کا قلعے دار تھا ، اپنے مرض‌الموت میں یہ وصیت کی کہ مرے بعد دوسرا لڑکا محمد ، مسند نشین ہو ۔ محمد نے تخت نشین ہونے کے بعد درویش محمد کو اندھا کر دیا ۔ عورتوں نے اسماعیل کو ، جو اس وقت چھ ماہ کا تھا ، چھپا کر نظام شاہ کے پاس بھیج دیا کہ شاید دشمنوں کے چنگل سے بچ جائے ۔ (نظام شاہ نے) اس خوف سے کہ اسماعیل کے آنے کی شہرت ہو اور عادل شاہ اس سے ناراض ہو جائے اس لیے اس نے تغیر دیکھتے ہوئے اس کو سیدی مفتاح کے پاس بھیج دیا ۔ اس (سیدی مفتاح) نے دس سال قید خانے میں اس کی حفاظت کی ۔ سیدی مفتاح نے عادل شاہ کی اطاعت قبول نہیں کی ، قلعے کو مضبوط کر کے اپنی سرداری اور بزرگی کو قائم رکھا ۔

نویں سال جلوس شاہجہانی محرم ۱۰۴۶ھ (۱۶۳۶ع) میں خان دوران بہادر نے قلعہ (بیجاپور) کا محاصرہ کیا ۔ دونوں طرف سے خوب معرکۂ کارزار پیش آیا ۔ جب نقب زن قلعے کے نزدیک پہنچے تو قلعے میں بند ہو کر بیٹھنے والوں کی ہمت جواب دے گئی ۔ سیدی مفتاح نے پریشان ہو کر خان دوراں کو پیغام بھیجا کہ اگر مجھ کو شاہی ملازمین میں شامل کر لیا جائے تو میں قلعہ سپرد کر دوں گا ۔ خان دوراں نے جب اس کی درخواست کو قبول کر لیا تو پھر اس نے دوسری خواہشیں پیش کیں [۵۸] جو نامناسب تھیں اور لڑائی کا آغاز ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ محاصرے کے زمانے میں قلعے والوں کی ضرورت کا تمام سامان ختم ہو گیا لہٰذا سدی مفتاح نے تدبیر سوچی اور خان دوراں سے اطاعت اور نوکری کا اظہار کیا اور اس کی خدمت میں حاضری کا ایک دن مقرر کیا ۔ اسی دوران میں قلعے کے دروازے کھول دیے کہ لوگ بادشاہی لشکر میں آ جا سکیں اور جس چیز کی ضرورت ہو وہ لے کر واپس آ جائیں ۔ ملاقات کے لیے جو دن مقرر ہوا تھا ، اس دن دروازے بند کر دیے گئے اور لڑائی شروع کر دی ۔

آخرکار خان دوراں خاں نے اس نقب میں آگ لگائی جو برج شیر حاجی کے نیچے لگایا گیا تھا ، اگرچہ اس مضبوط قلعے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا لیکن سیدی مفتاح نے جب مستقبل کے بارے میں سوچا تو اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا ۔ وہ خان دوراں کے پاس آیا ۔ تین ماہ اور کچھ دن کے محاصرے کے بعد قلعہ سپرد کر دیا ۔ ابراہیم عادل شاہ کے پوتے اسماعیل کو ، کہ جو قید تھا ، حوالے کیا ۔

سیدی مفتاح کو بادشاہ کی بارگاہ سے تین ہزاری ذات ، ایک ہزار اور پانسو سوار دو اسپہ کا منصب اور ''حبش خاں'' کا خطاب ملا اور ایک بڑی جاگیر بطور تنخواہ مقرر ہوئی ۔ وہ ہمیشہ دکن کے فوجی مددگاروں میں شامل رہا ۔ دکن کے صوبے دار کبھی اس کے عزت و احترام میں کمی نہیں کرتے تھے ۔ وہ صورت اور عادت کے اعتبار سے عجیب و غریب تھا اور بہت توانا اور قوی تھا مگر اہلیت سے خالی نہ تھا ۔ علما اور صلحا کو بہت دوست رکھتا تھا اور ان کی خدمت کرتا تھا ۔ ارباب کمال اور اہل استحقاق کی روپے پیسے سے مدد کرتا تھا ۔ بادشاہ کی خدمت میں [۵۸۱] بہت چست و چالاک تھا ۔

انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر ناظم دکن نے اس کو دکن کے دوسرے امرا کے ساتھ مرزا خاں حاکم برار کی ہمراہی میں دیو گڑھ کے زمیندار کی تادیب کے لیے مقرر کیا اور جب شاہزادہ (اورنگ زیب) تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں گول کنڈہ کی طرف متوجہ ہؤا تو اس مہم میں بھی حبش خاں نے اپنے کو پیش کیا اور خدمات انجام دیں ۔ حبش خاں ، بابا فیروز سے ، جو قصبہ پتھری میں رہتے تھے ، بہت اعتقاد اور اخلاص رکھتا تھا اور شیخ کی خانقاہ کے اخراجات ہر سال اور ہر ماہ ادا کرتا تھا ۔ جب بابا (فیروز) کا انتقال ہوگیا تو حبش خاں نے اس قصبہ (پتھری) میں بابا کا مقبرہ بنوایا کہ جو آج تک لوگوں کی زیارت گاہ ہے ۔ سرکار ناندیر (دکن) کا پرگنہ ویگلور اس کی جاگیر میں تھا ، اس کو اس نے وطن قرار دیا تھا ۔ عربستان کے

اکثر اشراف کو بلا کر آزاد کیا اور ان کی مختلف طور سے خدمت کرتا تھا ۔ ملک عرب سے بہت قیمتی کتابیں منگاتا تھا ، سخاوت اور ایثار بہت کرتا تھا ۔

اس کے لڑکے احمد خاں نے بھی اچھا منصب پایا ۔ چونکہ بہت وجیہ تھا ، اس لیے شاہ عالم بہادر دکن کی صوبے داری کے زمانے میں اس کے حال پر بہت توجہ فرماتے تھے ۔ اس نے پرگنہ مذکور (ویگاور) کی زمینداری خرید کر اپنی جاگیر میں شامل کرلی ۔ عہد عالم گیری میں اس کا انتقال ہؤا ۔

اس کے لڑکوں کو معمولی عہدے ملے ۔ پرگنہ (ویگاور) کے دیہات دوسرے لوگوں کی تنخواہ میں مقرر ہو گئے ۔ مدتوں سرکش رہے اور خود سری میں زندگی بسر کی ۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں عوض خاں بہادر قسورہ جنگ نے ان کے مسکن کا محاصرہ کیا اور سیدی حسن کو ، جو ان میں سب سے بڑا تھا قید کر لیا ۔ اس کے بعد نظام الملک آصف جاہ [۵۸۲] کے حکم سے اس نے رہائی پائی اور وہ اپنے علاقے کو چلا گیا ۔ اس کے بعد مذکورہ زمینداری اس کی اولاد کے پاس رہی ۔

(۱۶۲)

حیات خاں

شاہجہاں بادشاہ کے آب دار خانے کا داروغہ او ممتاز خدمت گاروں میں سے تھا ۔ وہ بہت معتمد اور راز دار تھا اور مدتوں سے بادشاہ کے حضور میں تھا ۔ ایک زمانے تک دولت خانہ (محل خاص) کا داروغہ رہا ۔ یہ عہدہ معتمد لوگوں کے سوا کسی اور کو سپرد نہیں ہوتا ہے اور چیلوں اور خواصوں کا بھی داروغہ رہا ۔ غالباً یہ وہی حیات خاں ہے جو جہانگیر کے زمانے میں بھی آب دار خانے کا داروغہ تھا ۔ ایک دن سیر کے شکار میں جب انی رائے سنگ دلن نے بہت جرأت کا مظاہرہ کیا اور بادشاہزادہ شاہجہاں اس کی مدد کے لیے پہنچا اور اس نے شیر کے ایک

تلوار ماری تو اس موقع پر وہ (حیات خاں) بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا[1] ۔

چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں اس کو آٹھ سو ذات اور دو سو سوار کا منصب ملا ۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں ایک ہزار ذات اور دو سو سوار کا منصب ملا ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہؤا ۔ انسویں سال جلوس شاہجہانی میں پانسو دات اور دو سو سوار کا مزید اضافہ ہؤا اور اس طرح دو ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا۔ اس کے بعد وہ گرز برداروں اور احدی منصب داروں کا داروغہ مقرر ہؤا ۔

بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں (اس کے منصب میں) دو سو سوار کا اضافہ ہؤا اور وہ مردم جلو کا داروغہ مقرر ہؤا ۔ اس کے بعد اس کے منصب میں مزید دو سو سوار کا اضافہ ہؤا اور دو ہزاری دات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہؤا ۔ اس کے بعد اس کے منصب میں پانسو ذات کا اضافہ ہؤا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پانسو ذات کا مزید اضافہ ہؤا اور تین ہزاری ذات ، [۵۸۳] اورایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ تئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دو سو سوار کا اضافہ ہؤا اور چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں علم عطا ہؤا اور پھر تین سو سوارکا اضافہ ہؤا اور وہ تین ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں نقارہ عنایت ہؤا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کی عمر ستر سال ہوگئی اور فالج کے مرض کی وجہ سے دربار کی حاضری سے محروم ہوگیا ۔ بادشاہ شاہجہاں نے بندہ پروری کے طور پر بیس لاکھ درم کی آمدنی کے دیہات مستقر الخلافہ آگرہ کے قریب سیور غال کے طور پر اس کو عطا فرمائے اور بیٹے اور پوتے کو

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو بادشاہ نامہ جلد اول صفحہ ۴۹۳ و تزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ) جلد اول صفحہ ۱۸۵—۱۸۸ و بینی پرشاد صفحہ ۱۲—۱۳ (ب)

منصب دیا اور بادشاہ کے حضور کی خدمت ، جو اس کے سپرد تھی ، دوسروں کو ملی ۔ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ۲۷ شعبان ۱۰۶۷ھ (۱۶۵۷ع) کو بلدہ مذکور (مستقر الخلافہ آگرہ) میں انتقال ہؤا[1] ۔

(۱۶۳)

حسام الدین خان

میرزا حسام الدین حسن ، میرزا غیاث الدین علی آصف خان کا پوتا ہے ۔ اس کے باپ کا نام نظام الدین علی تھا ۔ حسام الدین عیاش اور بے پرواہ آدمی تھا ۔ جوانی کے زمانے میں بہت بے پروایی سے زندگی گزارتا تھا ۔ چونکہ اس خاندان کی رشتہ داری یمین الدولہ آصف جاہ کے ساتھ ہے ، اس لیے شاہجہاں کے تخت نشین ہونے کے بعد شاہی خدمات انجام دینے لگا ۔ دکن میں مدتوں مختلف خدمات انجام دیتا رہا ۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں ایک ہزاری ذات ۔ [۵۸۴] اور پانسو سوار کے منصب پر مقرر ہؤا اور دکن کی بخشی گری کا عہدہ ملا ۔

اگرچہ وہ دیانت دار اور بے غرض تھا مگر لوگوں سے علیحدہ آزادانہ زندگی گزارتا تھا لیکن عقل و فراست کے تقاضے کے مطابق لوگوں سے ایسا حسن سلوک کرتا تھا کہ لوگ تعریف و تحسین کرتے تھے ۔ دکن کے صوبے دار اس کے ساتھ نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ پیش آتے تھے ۔ خان دوراں نصرت جنگ اس کی ترقی کا سبب ہوئے ۔ اس کی محنت اور دیانت کو خدمت گزاری کے ساتھ شاہجہاں بادشاہ کے دل نشیں کر دیا ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار کا منصب اور ''خان'' کا خطاب ملا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب پایا ۔ دکن کی بخشی گری سے علیحدہ ہؤا اور قلعہ اودگیر کی حفاظت اس کے سپرد ہوئی ۔

---

۱ ۔ انگریزی مترجم بیوریج نے بغیر حوالے کے حیات خاں کا سن انتقال ۱۰۶۷ھ کی بجائے ۱۰۶۸ھ لکھ دیا ہے (ف)

جب اس نے چاہا کہ جیسے وہ اپنی دانش مندی اور کار شناسی میں مسہور ہے اسی طرح ہمت اور بہادری میں شہرت حاصل کرے تو اس نے اس علاقے میں جرأت و جسارت کا مظاہرہ کیا ، گول کنڈہ کی سرحد تک سرکش اور باغیوں کے خاتمے کی غرض سے قیام کیا اور متصدی گری کے حدود سے نکل کر بارگاہ سلطانی میں خود کو سرداری کا اہل ثابت کیا ۔ اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہؤا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اودگیر کے ہادی داد خاں انصاری کی انتقال کی وجہ سے وہ اودگیر کے قلعہ داری کی بجائے تلنگانہ کا فوج دار مقرر ہؤا [۵۸۵] ۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ حسام الدین خاں کو برار کی صوبے داری کب ملی ۔ مراۃ العالم میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ پہلے سال جلوس عالم گیری کے بعد جب، عالم گیر بادشاہ نے دارا شکوہ کے تعاقب میں دریائے بیاس کو عبور کیا تو برار کی صوبے داری حسام الدین خاں کی بجائے سبد صلابت خاں مخاطب بہ اختصاص خاں کو ملی اور سرکار بیجا گڑھ کا فوج دار حسام الدین خاں مقرر ہؤا ۔ اس کا سال انتقال کہیں نظر سے نہیں گزرا ۔

حسام الدین خاں ، دنیوی ذمے داریوں کے ساتھ تمام اوقات عیش و عشرت میں گزارتا تھا ۔ اور کبھی فکر و افسوس کا خیال بھی نہیں کرتا تھا ۔ فن موسیقی میں بہت ماہر ، خوش محاورہ ، بدیہہ گو اور سخن داں تھا ۔ اگرچہ اس نے تحصیل علوم نہیں کی تھی مگر علما کی صحبت میں بہ کثرت رہنے کی وجہ سے ہر علم سے واقفیت ہوگئی تھی کہ گفتگو کے وقت عاری نہیں ہوتا تھا ۔ خوش نویسی میں استادی کا درجہ حاصل تھا اور قطعہ نویس بے نظیر تھا ۔ صید و شکار کا شیدائی اور کثیر الاولاد تھا ، لڑکے نیک تھے ۔

بڑے لڑکے کا نام میرزا نعمت اللہ تھا جو اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ مشہور و معروف ہؤا ۔ جب اورنگ زیب عالم گیر نے بادشاہت حاصل کرنے (اور شاہجہان کو) معزول کرنے کا ارادہ کیا تو میرز

نعمت اللہ نے رفاقت کی ۔ پہلے سال جلوس عالم گیری کے بعد ''سہراب خاں'' کا خطاب ملا اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور چار سو سوار کا منصب پایا اور بالا پور کا فوج دار مقرر ہو کر دکن کے لیے روانہ ہؤا ۔ ہمیشہ بادشاہ کے حضور میں رہتا اور باہر کی خدمات انجام دیتا اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوتا ۔

اس کا لڑکا مرزا عاقبت محمود سراور خاں ہے [۵۸۶] کہ جو الند اور تلنگہ کی فوج داری کے بجائے قلعہ بیدر کی حفاظت پر مقرر ہؤا ، شاہ عالم اول کے عہد میں ضعف بصارت کی وجہ سے معزول ہؤا اور برہان پور میں اس کا انتقال ہؤا ۔ اس کا لڑکا میر نظام الدین علی حسام اللہ خاں مدتوں اودگیر کا قلعہ دار رہا ۔ صوبے داروں کی بد انتظامی کے زمانے میں اس نے اس علاقے کے سرکشوں سے ، کہ جو بیدر نام کی ایک قوم ہے ، خوب مقابلہ اور لڑائی کی ۔ اس کے جوان بیٹے ان مقابلوں میں مارے گئے ۔

اس کے بعد اس کے چھوٹے لڑکے کو باپ کا خطاب ملا اور وہ اس تصنیف کے زمانے (۱۱۵۹---۶۰ھ) تک وہاں کی قلعہ داری پر مقرر ہے ۔ چونکہ وہ موروثی شجاعت و جرأت رکھتا ہے اس لیے مرہٹوں کا گمراہ فرقہ اگرچہ ہر طرف اپنا تسلط بڑھا رہا ہے لیکن اس علاقے کے سرکش اس سے دبتے ہیں ۔ غرض اس زمانے میں وہ اپنے بزرگوں کے نام کو زندہ کیے ہوئے ہے ۔ یہ بھی حسام الدین خاں مرحوم کی حسن نیت کی وجہ سے ہے ۔ کہ سو سال سے زیادہ ہو گئے کہ اس کا سلسلہ ابھی برقرار ہے ۔

(۱۶۴)

حکیم حاذق

حکیم ہمام گیلانی کا لڑکا ہے ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں فتح پور سیکری میں پیدا ہؤا ۔ ابھی وہ بچہ ہی تھا کہ اس کا باپ مر گیا ۔ چونکہ اس کے تمام بزرگ فاضل اور دانش مند تھے لہٰذا وہ بھی اپنا وقت کسی مشہور کمال کے حاصل کرنے میں صرف کرتا تھا ۔ اس نے شاعری اور

انشا پردازی میں بہت شہرت حاصل کی ۔ اگرچہ طب میں وہ اس قدر ماہر نہ تھا مگر حذاقت کو شہرت دی ، (حاذق نام رکھا) ۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں وہ اپنی کار گزاری اور اعتبار کی وجہ سے (شاہی عنایات سے) سرفراز ہؤا ۔ [۵۸۷]

جب شاہجہاں بادشاہ تخت نشین ہؤا تو وہ ایک ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا اور اسی سال وہ توران کی سفارت پر گیا[1] ۔ وہاں کے والی امام قلی خاں نے محبت اور دوستی کا اظہار کیا اور عبدالرحیم خواجہ جریباری کو جہانگیر بادشاہ کے پاس بطور سفیر بھیجا اور لکھا کہ شاہ عباس صفوی نے سابقہ تعلقات کو ختم کر دیا ہے اور اس نے قندھار کو شاہی قبضے سے نکال لیا ہے ، مناسب یہ ہے کہ شاہزادہ ولی عہد (شاہجہاں) کو ایک بڑے لشکر اور سامان کے ساتھ اس کی فتح کے لیے مقرر کیا جائے ۔ ہم بھی ماوراءالنہر ، بلخ اور بدخشاں کے لشکر کے ساتھ اس سمت جائیں گے اور جو مناسب ہوگا وہ کریں گے ۔ فتح حاصل کرنے کے بعد خراسان پر قبضہ کریں گے ، جو کچھ چاہیں اس علاقے میں سے اپنی سلطنت میں شامل کر لیں اور باقی ہم کو مرحمت کر دیا جائے ۔ اس گفت و شنید کے دوران میں جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہو گیا ۔ خواجہ عبدالرحیم ، شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے شروع زمانے میں دارالسلطنت لاہور سے دارالخلافہ اکبر آباد پہنچا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور اسی زمانے میں اس پرانے مرض میں وہ مر گیا ، جو اسے لاحق تھا ۔

دوستی کا پیغام اور سفارت بھیجنا اس طرف سے بھی ضروری ہؤا ۔ حکیم (حاذق) کو ڈیڑھ لاکھ روپے کے تحائف اور ہندوستان کی نفیس اشیا کے ساتھ رخصت کیا ، اکبر بادشاہ کے زمانے میں اس کا باپ (حکیم ہمام) عبداللہ خاں اوزبک کے پاس گیا تھا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو تاریخ بخارا (ویمبرے) صفحہ ۳۱۵، ۳۱۶ بادشاہنامہ جلد اول حصہ اول صفحہ ۲۳۳ (ب)

وہاں سے واپس آنے کے بعد چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں وہ حکیم مسیح الزماں کی بجائے عرض مکرر کی خدمت پر مقرر ہؤا کہ جس کے لیے حسن تقریر اور مزاج دانی [۵۸۸] بہت ضروری ہے ۔ اس کے بعد اس کے منصب میں برابر اضافہ ہؤا اور وہ سہ ہزاری منصب پر سرفراز ہؤا ۔ اس کے بعد وہ کسی وجہ سے معزول ہؤا اور آگرہ آباد میں گوشہ نشین ہو گیا اور بیس ہزار روپیہ سالانہ اس کا وظیفہ مقرر ہو گیا ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے سالانہ (وظیفہ) میں اضافہ ہؤا اور اصل و اضافہ کے بعد چالیس ہزار روپیہ سالانہ مقرر ہوا ۔ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۸ء) میں اس کا انتقال ہؤا ۔ صاحب مرأۃالعالم نے اس کا انتقال ۱۰۸۰ھ (۱۶۶۹---۷۰ء) میں لکھا ہے ۔

حکیم حاذق بہت تند مزاج اور مغرور تھا ۔ خود پسندی اور برخود غلط ہونے کی وجہ سے وہ بہت متکبر تھا ۔ میراللہی ہمدانی کی رباعی مشہور ہے کہ جو خوش فکر شاعر ہے ۔ حکیم حاذق کے سفارت سے لوٹتے وقت وہ کابل میں اسے (حکیم حاذق کو) دیکھنے گیا لیکن ملاقات راس نہ آئی ۔

رباعی

دائم زادب سنگ و سبو نتواں شد
در دیدۂ اختلاط مو نتواں شد
صحبت بحکیم حاذق از حکمت نیست
با لشکر خبط رو برو نتواں شد

اگرچہ اس نے طبابت اچھی طرح حاصل نہیں کی تھی ، لیکن اس کے اعتبار اور شہرت کی وجہ سے امراء علاج کے لیے اس سے رجوع کرتے تھے ۔ کچھ دنوں اس نے شاہجہاں بادشاہ کے زمانے کے حالات لکھنے شروع کیے تھے [۵۸۹] ۔ جب دوسرے زباں دان منشی اس کام پر مقرر ہوئے تو پھر اس نے چھوڑ دیا ۔

اس کا شعر صاف اور درست ہوتا ہے ۔ پرانے شعراء کے طرز شاعری کو جدید طرز کے ساتھ ملایا تھا ۔ اس کا شعر حلاوت سے خالی نہیں ہوتا تھا لیکن وہ اپنے کو انوری سے بہتر سمجھتا تھا ۔ اس نے ایک دیوان بہت اچھی طرح مرتب کیا تھا ، اس کو ایک جڑاؤ طباق میں رکھا جاتا تھا ۔ جب وہ (دیوان) مجلس میں لایا جاتا تھا تو اگر کوئی شخص اس کی تعظیم کو نہیں اٹھتا تھا ، چاہے وہ امیر ہوتا ، تو وہ ناراض ہو جاتا تھا۔ اس کو سونے کی رحل پر رکھ کر پڑھتے تھے ۔ اس کا یہ شعر مشہور ہے[1] :

شعر

دلم بہیچ تسلی نمی سود حاذق
بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

(۱۶۵)

حقیقت خاں

اسحاق بیگ یزدی نام ، وہ پہلے ممتازالزمانی (ارجمند بانو بیگم) کی سرکار میں خانساماں تھا ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں جب ممتاز محل کا انتقال ہو گیا تو بادشاہ نے اس کو بیگم صاحب (جہاں آرا بیگم) کا دیوان مقرر کر دیا تھا ۔ وہ بہت لائق شخص تھا ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں حقیقت خاں ، اور باقی خاں جملے کے ساتھ جھجار سنگھ باغی کے دفائن کی تفتیش کے لیے مقرر ہؤا کہ جو قتل ہو چکا تھا ۔ ان کے اچھی طرح تحقیق کرنے کی وجہ سے قرب و جوار کے کنوؤں سے اٹھائیس لاکھ روپیہ برآمد ہؤا جو بادشاہی خزانے میں داخل ہؤا ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں ایک ہزاری منصب اور سو سوار [۵۹۰] کے منصب پر مقرر ہؤا ۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں حقیقت خاں کا

---

۱ ۔ حاذق کا دیوان خدا بخش لائبریری ، بانکے پور ، پٹنہ اور وکٹوریہ میموریل لائبریری کلکتہ میں موجود ہیں (ب)

خطاب ملا اور عاقل خاں عنایت اللہ کی بجائے عرض مکرر کے عہدے پر مقرر ہؤا ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں ڈیڑھ سو سوار کا اضافہ اور سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں پانسو ذات کا اضافہ اور اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں پچاس سوار کا اضافہ ہؤا اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور تین سو سوار کے منصب پر پہنچا ۔ اس کے منصب میں پانسو ذات کا اضافہ ہؤا اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور تین سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا کہ بادشاہنامہ کی آخری فہرست سے اس کے منصب کی تفصیل اچھی طرح معلوم ہوتی ہے ۔

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب وہ بہت بوڑھا ہو گیا تو بادشاہ نے اس کو کام سے علیحدہ کر دیا اور گوشہ نشینی کی اجازت دی کہ آرام کر سکے ۔ ساتویں سال جلوس عالمگیری (۱۰۷۴ھ) میں گوشہ نشینی کی حالت میں وہ فوت ہؤا ۔

(۱۶۶)

حسین بیگ زیک

علی مردان خاں مشہور کا بھانجا اور داماد ہے ۔ جب سعید خاں ناظم کابل علی مردان خاں کے اشارے پر قندھار پہنچا تو وہاں کی رعایا اور باشندے موافقت کرنے میں ذرا متردد معلوم ہوئے ۔ اس نے سمجھ لیا کہ جب تک بست کے قرب و جوار میں قزل باش فوج موجود ہے ، اس وقت تک وہاں کا بندوبست اچھی طرح نہیں ہو سکتا ہے ۔ (سعید خاں نے) علی مردان خاں کو ایک جماعت کے ساتھ قندھار کے قلعے میں چھوڑا اور اس نے حسین بیگ کی سرداری میں بیس ہزار سوار لے کر قزل باشوں سے مقابلہ کیا ۔ ایران کی فوج علی مردان خاں کے آدمیوں پر غالب آ گئی ، اس کے آدمی گھبرا گئے ، لیکن سعید خاں وقت پر پہنچ گیا اور اس نے دشمنوں کو شکست دی [۵۹۱] ۔ مشار الیہ (حسین بیگ زیک) علی مردان خاں کے ہمراہ شاہجہان بادشاہ کی خدمت میں میں حاضر ہؤا

اور شاہی نوازش سے سرفراز ہؤا - چونکہ اس کے حالات سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک کار گزار شخص ہے ، لہٰذا علی مردان خاں سے اسے علیحدہ کر کے بادشاہ نے اپنے حضور میں لے لیا اور آختہ بیگی کی خدمت اس کے سپرد کر دی ۔ جو معتمد مخصوصین کے علاوہ کسی اور کے سپرد نہ ہوتی تھی - اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں خدمت توزک بھی اس کے سپرد ہو گئی ، عصائے مرصع عنایت ہؤا اور اس کے منصب میں اضافہ ہؤا -

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور کی خدمات سے سبک، دوش ہوگیا - کشمیر کا صوبے دار مقرر ہؤا ، "خاں" کا خطاب ملا - اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہؤا - اس کا منصب ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا ہوگیا - اس کو علم اور ہاتھی عطا ہؤا اور وہ (کشمیر کی صوبے داری پر) روانہ ہو گیا - اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں غضنفر خاں کی بجائے وہ دواب کے علاقے میں فوج دار مقرر ہؤا اور مخلص پور کی عمارت کا اہتمام اس کے سپرد ہؤا جو ۱۷ محرم ۱۰۶۵ھ (۱۶۵۴ع) کو شروع ہوئی تھی -

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ دوبارہ میر توزک کی خدمت پر مقرر ہؤا - سموگڑھ کی لڑائی میں حسن بیگ خاں بادشاہی توپ خانے کا افسر اعلیٰ تھا ، دارا شکوہ نے اپنے توپ خانے کو برقنداز خاں میر آتش کی سرداری میں دائیں طرف اور بادشاہی توپ خانے کو بائیں طرف لشکر کی صفوں کے آگے رکھا - دونوں نے جنگ کی آگ کے بھڑکانے اور ہنگامے کو گرم کرنے میں ایک دوسرے سے (بازی لے جانے کی کوشش کی) اور کوئی کمی نہ کی - لیکن سردار کی بدنصیبی کو کیا کیا جائے دارا شکوہ کے بھاگنے کے بعد [۵۹۲] سلطنت کے معاملات عالم گیر کے آدمیوں کے ہاتھ میں پہنچ گئے - حسین بیگ خاں بھی عالم گیر کی خدمت میں حاضر ہو کر سرفراز ہؤا -

عالم گیر کے جلوس سلطنت کے موقعے پر وہ تنگش کا فوج دار مقرر ہؤا اور دوسرے سال جلوس میں وہ اس عہدے سے معزول ہؤا۔ اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری میں جون پور کا فوج دار مقرر ہؤا اور انیسویں سال جلوس عالم گیری کے آخر یعنی ۱۰۸۶ھ (۱۶۷۶ء) میں وہ فوت ہؤا۔

اس کے لڑکے میرزا عطا اللہ اور میرزا امان مدتوں شاہی ملازمت میں رہے۔ پہلا (میرزا عطا اللہ) سات سو کے منصب تک پہنچا اور مر گیا۔ دوسرا کابل میں تعینات ہؤا۔ وہاں اس نے ترقی کی اور ''ناصر خاں'' کے خطاب سے مشہور ہؤا، اس کا حال علاحدہ تحریر ہؤا ہے۔

(۱۶۷)

حسن علی خاں بہادر

عالم گیر شاہی امیر اور اللہوردی خاں، مشہور[1] کا دوسرا لڑکا ہے چونکہ جنگ جوئی اور بہادری میں اس کا چہرہ شیر ببر کی مانند تھا، اس لیے بچپن میں اس کو ''میرزا باگھ'' کہتے تھے۔ دست و بازو کی زور و قوت اور قد و قامت میں وہ نمایاں جوان تھا اور تمام بھائیوں سے خاص طور سے ممتاز تھا۔ ہمیشہ باپ کی مرضی کے مطابق اور اس کے ساتھ رہتا تھا۔

شاہجہاں بادشاہ کے آخر زمانے میں جب شہزادہ شجاع نے سرکشی اختیار کی، اللہوردی خاں نے اپنے لڑکوں کے ساتھ بادل ناخواستہ اس کی رفاقت قبول کی۔ بہادر پور بنارس[2] کی لڑائی میں، کہ جو شہزادہ شجاع اور دارا شکوہ کے بڑے لڑکے سلیمان شکوہ کے درمیان ہوئی تھی اور (سلیمان شکوہ کے ہمراہ) بہت سے بادشاہی آدمی اس (شجاع) کے مقابلے کے لیے گئے تھے [۵۹۳] شجاع نے شکست پائی اور بنگالہ کی طرف چلا گیا۔

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء جلد اول صفحہ ۲۰۷—۲۱۵ (ب)
۲۔ لڑائی ۲۴ فروری ۱۶۵۸ء کو واقع ہوئی، کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۲۲۲ (ب)

حسن علی ، باپ (الہوردی خاں) سے علیحدہ ہو کر بادشاہی لشکر سے مل گیا ۔ دارا شکوہ کے شکست پانے کے بعد سلیمان شکوہ کی جمعیت متفرق ہو گئی ۔ بادشاہی منصب دار اور اس کے ملازموں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اپنا راستہ پکڑا ۔ حسن علی خاں بھی راجا جے سنگھ کے ذریعے سے عالم گیر کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اس کے منصب اور سواروں میں پانسو کا اضافہ ہوا اور ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور ''خان'' کا خطاب ملا ۔ اسی سال جب عالم گیر بادشاہ کھجوہ کی جنگ[1] کی طرف متوجہ ہوا تو اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور وہ میر شکار کے عہدے پر مقرر ہوا ۔ دارا شکوہ کی دوسری لڑائی کے بعد جب بادشاہ عالم گیر دارالخلافہ (دہلی) پہنچا تو میر شکار کے عہدے کے ساتھ وہ کیرت سنگھ کی بجائے نواح شاہجہاں آباد کا فوج دار بھی مقرر ہوا ۔

میر شکار ہونے کی وجہ سے ہمیشہ بادشاہ کی خدمت میں رہنا ضروری ہے، اس لیے حسن علی خاں بہادر ہمیشہ بادشاہ کی خدمت میں رہتا تھا اور بادشاہی عنایات سے سرفراز ہوتا تھا ۔ نویں سال جلوس عالم گیری میں ملازمان جلو کا داروغہ مقرر ہوا ۔ جب بارھویں سال جلوس عالم گیری کے آخر میں بادشاہ مستقرالخلافہ (آگرہ) پہنچا تو حسن علی خاں ، صف شکن خاں کی بجائے متھرا کا فوج دار مقرر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور فوج حضور کے ساتھ اس علاقے کے سرکشوں کی تنبیہ پر روانہ ہوا ۔ [۵۹۴] حسن علی خاں نے ان سرکشوں کے قتل اور قید کرنے اور ان کے گاؤں کو تباہ و برباد کرنے میں پوری کوشش اور جد و جہد کی ۔ ان کے نسل اور خاندان کو ختم کرنے میں اور ان کے مضبوط قلعوں کو ڈھانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی ۔ اپنے ساتھیوں میں سے دوسروں کو اس علاقے

---

۱ ۔ کھجوہ کی لڑائی ۱۴ جنوری ۱۶۵۸ء کو ہوئی ۔ جادو ناتھ سرکار جلد دوم صفحہ ۴۸۱—۴۹۵

کی زمینداری پر مقرر کیا اور ظالم کوکلا جاٹ کو سرکش سنگی کے ہمراہ گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا کہ جس نے عبدالنبی خان کو مار ڈالا تھا اور پرگنہ شاد آباد کو تباہ و برباد کر دیا تھا ۔ ان (کوکلا جاٹ اور سنگی) پر شاہی عتاب نازل ہؤا اور ان کے برے اعمال کی پاداش میں ان دونوں واجب القتل (سرکشوں) کے بند بند علیحدہ کر دیے گئے ۔ کوکلا کے لڑکے اور لڑکی تربیت کے لیے جواہر خان ناظر کے سپرد ہوئے ۔ آخر اس کی لڑکی شاہ قلی خان چیلے کے نکاح میں آئی جو ایک مشہور عہدے دار تھا ۔ اس کا لڑکا فاضل اتنا حافظ قرآن ہؤا کہ عالم گیر بادشاہ کے نزدیک کوئی دوسرا اس قدر قابل اعتماد نہ تھا (حسنا کہ وہ تھا) ۔ بادشاہ کے قرآن کریم کو سننے کی اس کو سعادت حاصل ہوتی تھی ، بادشاہ نے تخت نشین ہونے کے بعد قرآن حفظ کیا تھا[1] ۔

حسن علی خان کو ان کارناموں کی انجام دہی کے صلے میں نقارہ عطا ہؤا اور اس کے بعد وہ صوبہ الہ آباد کا ناظم مقرر ہؤا ۔ بیسویں سال جلوس عالم گیری میں اکبر آباد کی صوبے داری پر مقرر ہؤا اور اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہاں سے معزول ہو کر بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ پہلی مرتبہ بادشاہی فوج اجمیر کی طرف روانہ ہوئی تو حسن علی خان بہادر خان ، خان جہان بہادر کے ہمراہ راجا جسونت سنگھ متوفی کے ملک جودھ پور وغیرہ کی ضبطی کے لیے مقرر ہؤا ۔ جب تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں [۵۹۵] بادشاہی فوجیں تادیب کی غرض سے اجمیر سے اودے پور کے لیے روانہ ہوئیں تو ایک بڑی فوج حسن علی خان کی سرداری میں رانا (اودے پور) کی تنبیہ اور تعاقب کے لیے بہت ساز و سامان کے ساتھ مقرر ہوئی ۔ اس مہم میں حسن علی خان بہادر نے عمدہ کارنامے انجام دے اور بہتر خدمات بجا لایا ۔ یہاں تک کہ ایک روز وہ درہ سے گزر کر رانا کے سر پر پہنچ گیا ،

---

۱ ۔ یہ واقعہ چورامن جاٹ کے ضمن میں بھی بیان ہو چکا ہے (ف)

وہ اپنے کو درست نہ کر سکا ۔ خیمہ اور اسباب چھوڑ کر بھاگ گیا ۔ بہادر حسن علی خاں نے رانا کی حویلی کے سامنے کے بت خانے کو ڈھایا اور اودے پور کے قرب و جوار کے دوسرے ایک سو بہتر بت خانے ڈھائے اور بادشاہ کے حضور میں آ گیا ''بہادر عالم گیر شاہی'' کا خطاب ملا ۔ اس کے بعد جب بادشاہی فوجیں دکن پہنچیں تو حسن علی خاں شاہزادہ محمد اعظم کے ہمراہ بیجاپور کے محاصرے پر مقرر ہوا ۔ روزانہ صورتحال میں مقابلہ اور سخت لڑائی ہوتی اور قرب و جوار کی فوج سے برابر مقابلے رہے لہٰذا لشکر میں سخت قحط پڑ گیا ۔ اسی لیے انیسویں سال جلوس عالم گیری میں شہزادے کے نام حکم پہنچا کہ اگر حالات کی یہی رفتار ہے تو محاصرہ اٹھا لینا چاہیے اور فوج کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں پہنچے۔ اس وقت بادشاہ شولا پور میں مقیم تھا ۔ بادشاہزادہ (محمد اعظم شاہ) نے آزمودہ کار سرداروں کے ساتھ مجلس مشاورت منعقد کی ۔ پہلے حسن علی خاں بہادر عالم گیر شاہی سے مشورہ طلب کیا کہ مہم کی انجام دہی بادشاہی سرداروں کے اتفاق رائے پر منحصر ہوتی ہے[1] ۔ اس مضمون کا سخت حکم (کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے) بادشاہ کی طرف سے آیا ہے [۵۹٦] صلح و جنگ کے معاملات اور جلدی اور دیر کے متعلق تمہاری رائے خاص اور اہم ہے کہ اس طرح کی بہت سی تکلیفیں اور مصیبتیں دیکھے ہوئے ، سنے ہوئے اور اٹھائے ہوئے ہو ، تم نے اس معاملے میں کیا سوچا ہے ۔ حسن علی خاں نے جواب دیا کہ لشکر کی بھلائی اور مخلوق کا فائدہ محاصرہ اٹھا لینے میں ہے ۔ جب بلخ کی مہم میں بادشاہزادے مراد بخش تاب و طاقت نہ رہنے کی وجہ سے ثابت قدم نہ رہا اور چار و ناچار شاہجہاں بادشاہ کے بغیر حکم کے محاصرہ اٹھا کر حضور میں آ گیا تو جو مخلوق پر گزری وہ ظاہر ہے ۔ اس وقت تو خود بادشاہ کا حکم پہنچا ہے ۔

اس کے بعد شہزادے نے دوسرے امیروں سے خطاب کیا ۔ سب

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری صفحہ ۲٦۳ جادو ناتھ سرکار جلد چہارم صفحہ ۳۱۵—۳۱۷ (ب)

نے حسن علی خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور وہی جواب دیا۔ شاہزادہ محمد اعظم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے کہا ، اب میری سمجھ کہ محمد اعظم ، اپنے دونوں لڑکوں اور بیگم[1] کے ساتھ اس مہلکہ سے نہیں جائے گا جب تک جان میں جان ہے۔ پھر بادشاہ تشریف لائیں گے اور ہماری لاشوں کو دفن کریں گے۔ میرے ساتھیوں کو یہاں رہنے یا جانے کا اختیار ہے۔ صاحب اختیار لوگوں کا ارادہ ملک و ملت کا ناموس ہوتا ہے ، جو ایمان کی طرف سے صادر ہوتا ہے اور وہ (عزم) تبدیل نہیں ہوتا ہے۔ شاہزادے کی استقامت کے دوران میں خان فیروز جنگ ایک بھاری لشکر اور بہت غلے کی رسد لے کر پہنچ گیا اور مصیبت آسانی سے بدل گئی۔

اسی سال حسن علی خاں بہادر ایرج خان کے انتقال کی وجہ سے برار ہونے دار مقرر ہوا۔ چونکہ وہ بیجاپور کے محاصرے میں مصروف تھا اور عمدہ خدمات انجام دے رہا تھا۔ رضی الدین خان شیخ رضی الدین اس کا نائب مقرر ہوا کہ جو بھاگل پور بہار کے سرفا میں سے تھا اور حسن علی خان بہادر کے گھر کے اور بادشاہی فوج کے معاملات [۵۹۷] انجام دیتا تھا کہ جو اس کے سپرد ہوئے تھے۔

شیخ (رضی الدین) بہت فاضل شخص اور فتاوائے عالم گیری کے مؤلفین میں شریک تھا۔ دس روپے روزانہ اس کو ملتے تھے۔ اکثر فنون میں مہارت رکھتا تھا۔ سپاہ گری ، عمل داری ، ندیمی اور ہر معاملے سے خبردار تھا۔ قاضی محمد حسین جون پوری محتسب حضور کے ذریعے سے اس کے کمالات عالم گیر بادشاہ کو معلوم ہوئے اور اس کو ایک صدی کا منصب ملا۔ رفتہ رفتہ وہ اپنی قسمت کی یاوری ، حسن سلیقہ ، اور حسن علی خاں بہادر کی اعانت و امداد سے امارت اور خانی کے رتبے پر پہنچا اور حسن علی خاں بہادر کی سرکار کے تمام معاملات کا نسق کار مقرر ہوا۔

---

۱ ۔ شہزادہ محمد اعظم کی بیگم کا نام جانی بیگم تھا ۔ خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۱۷ (ب)

متھرا کے جاٹوں اور رانا کے ختم کرنے میں اس نے بہت کوشش کیں ۔ تیسویں سال جلوس عالم گیری کے شروع میں فوج کے ساتھ گفتگو کرتے وقت مارا گیا اور حسن علی خان بہادر کے نائب کی حیثیت سے ایرج خان کا داماد محمد مومن صوبۂ برار کا (نائب) ناظم مقرر ہوا ۔

جب بیجا پور کے محاصرے نے طول پکڑا تو بادشاہ کی ہمت نے جوش مارا اور اس نے کہا کہ ہم سلاطین کو دنیوی مراتب سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ صرف شہرت ہے ، ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے فرزندوں میں بھی کوئی حاصل کرے لیکن کسی کو میسر نہ ہوئی ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دیوار (محاصرہ بیجا پور) کس طرح سامنے سے نہیں ہٹتی ہے ۔ شولا پور سے بادشاہ نے بیجا پور کی تسخیر کا ارادہ کیا ۔ بادشاہ کا اقبال بلند تھا ۔ ۲۱ سعبان ۱۰۹۷ھ (۱۳ جولائی ۱۶۸۶ع) کو شاہی کارخانہ رسول پور پہنچا ، جو بیجا پور سے تین کوس کے فاصلے پر ہے [۵۸۹] اور ۴ ذی قعدہ ۱۰۹۷ھ (۲۲ ستمبر ۱۶۸۶ع) کو بیجا پور فتح ہو گیا ۔

حسن علی خان بہادر شدید بیماری میں مبتلا تھا ، (فتح کے) ایک دن کے بعد اس کا انتقال ہو گیا ۔ وہ بہادری اور سپہ داری میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا ۔ مخلوق کی خیر خواہی اور نیک گفتار و کردار میں ضرب المثل تھا ۔ اس کے لڑکوں محمد مقیم اور خیر اللہ نے ترقی نہ کی ۔

(۱۶۸)

حکیم الملک

اس کا نام میر محمد مہدی اور وطن اردستان ہے ۔ جس سال کہ محمد اورنگ زیب بہادر دکن سے مستقر الخلافہ (آگرہ) کے لیے روانہ ہوا تو وہ (حکیم الملک) بھی ہمراہ آیا اور ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ رفتہ رفتہ حکیم الملک کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر

سرفراز ہؤا -

سونیسویں سال جلوس عالم گیری میں محمد اعظم استسقا کے مرض میں مبتلا ہؤا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ چودہ گرہ چوڑی آستین تنگ ہو جاتی تھی اور پاجامہ کا پائنچہ ایک گز چھ گرہ تک پہنچ گیا تھا - حکیم الملک شاہزادہ مذکور کے علاج کے واسطے مقرر ہؤا - جب شاہزادہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو محبت پدری کی وجہ سے شہزادے کا خیمہ گلال بار میں نصب ہوا اور بادشاہ (عالم گیر) روزانہ ایک مرتبہ بیٹے کو دیکھنے جاتا تھا - شہزادے کی حقیقی بہن زیب النسا بیگم شہزادے کے ساتھ پرہیزی کھانا کھاتی تھی اور اس پر مطمئن تھی ۱

حکیم الملک شہزادے کے علاج کے واسطے مقرر ہؤا تھا - راستے میں اور بادشاہ کے حضور میں پہنچنے کے بعد (حکیم نے علاج میں) بہت کوشش کی - [۵۹۹] شاہزادے کو جب شفا ہوگئی تو اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات کا اضافہ ہؤا اور بڑھ کر اس کا منصب چار ہزاری ہوگیا -

مآثر عالم گیری کا مؤلف شہزادے کی زبانی لکھتا ہے کہ جو اس نے اپنے باپ (عالم گیر) سے کہا تھا کہ ایک دن مرض کی شدت بہت ہوئی اور لوگ مایوس ہوگئے تھے ، خیال تھا کہ بدن پھٹ جائے گا کہ اچانک سونے اور جاگنے کی حالت میں کوئی نورانی شخص ظاہر ہؤا اور اس نے کہا کہ توبۂ نصوح کرو ، شفا ہو جائے گی - چنانچہ توبہ کی گئی - غفلت ختم ہونے کے بعد پیشاب کی ضرورت ہوئی اور دو بڑے طشت (پیشاب سے) بھر گئے اور سارے حصے ورم ختم ہو گیا - دوسرے دن آزاد ولی شیخ عبدالرحمان درویش نے لکھا کہ جناب مرتضیٰ (علی رض) نے فرمایا ہے کہ آج رات توبہ (کی توفیق) دی ہے ، شفاء جلدی ہوگی -

---

۱ - مآثر عالم گیری (صفحہ ۲۶۱) میں بہن کا نام زینت النسا لکھا ہے - (ب)

(۱۶۹)

حسین خاں خویشگی

سلطان احمد اعظم شاہی کا بڑا لڑکا ہے۔ جب اس کا باپ بادشاہ کے حسب طلب قصبہ قصور سے، کہ جو خویشگیوں کا وطن ہے، بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے دو بھائی بایزید خاں اور نصر خاں بادشاہی لشکر میں بھیجے اور منصب حاصل کیا۔ وہ چھوٹے بھائی کے ساتھ اپنے مسکن قصور کو واپس گیا اور نوکری کی مطلق فکر نہ کی۔ اگرچہ اس کو منصب ملا تھا مگر وہ پھر وطن سے نہ لوٹا۔ جو کچھ دوسروں کو محنت اور کوشش سے ملتا تھا اس کو اس سے بڑھ کر گھر بیٹھے مل جاتا تھا، ہمیشہ اس علاقے کی ریاست پر برقرار رہا۔ کافی سپاہ اور جمعیت کی وجہ سے اپنے سوا کسی کو خاطر میں [۶۰۰] نہیں لاتا تھا۔ لاہور کے صوبے داروں کو حساب نہیں دیتا تھا اور تھوڑا سا ہاتھ اٹھا کر ان کی جاگیر میں سے دے دیتا تھا جو اس کے قریب میں تھی۔ اگرچہ وہ اپنے کو دیوانہ وضع اور سودائی مزاج ظاہر کرتا تھا لیکن اپنے کاموں میں ہوشیار تھا۔ سادات کے خاندان کا، جس قدر ممکن ہو سکتا تھا، ادب کرتا تھا اور ایک مشہور مجذوب بتک[۲] کا بہت گرویدہ تھا۔ جو کچھ وہ کہتا تھا کرتا تھا۔ اس بات سے انکار نہیں کرتا تھا اور جب تک وہ بیٹھا رہتا تھا گھڑی گھڑی لوگ خبر دیتے تھے کہ میاں صاحب خیریت سے ہیں۔ وہ الحمد للہ کہتا تھا (اللہ کا شکر ادا کرتا تھا)۔ اس مجذوب کا نام محمد خاں تھا اور وہ ببک زئی قبیلے سے تھا۔ اتفاق سے اس کا دماغ جنون سے متاثر ہوا اور اس کی طبیعت میں شورش پیدا ہوئی۔ مدتوں زنجیر میں باندھے رکھا۔ آخر میں اس نے حسین خاں کی صحبت اختیار کی۔

ع دیوانہ چو دیوانہ بہ بیند خوشش آید

۱۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۳۶۳

۲۔ خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۶۳ میں بھیک نام دیا ہے مگر یہ مشہور چشتی بزرگ میراں بھیک (ف ۱۱۳۱ھ) کے علاوہ بزرگ ہیں (ق)

اس شوریدگی اور بعض حال میں ، جوکچھ وہ کہتا تھا ، اس میں سے کچھ سچ ہو جاتا تھا اور اس سے حسن خاں کا اعتقاد اور بھی بڑھ گیا ۔

بتک زئی ، شیخ بتک کی اولاد سے ہیں کہ جمہور کے قول کے مطابق حویسگی کا لڑکا ہے ۔ کچھ لوگ اس کو شیخ الاسلام شیخ مودود چشتی کا پوتا خیال کرتے ہیں لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ وتو شوریانی ، بتک و دوزئی کا مرید ہے اور پوری قوم میں "بڑا پیر" مشہور ہے ۔ اس کے بعد بڑکے بھی ونو ، حسن ، خلف ، پہلے (ونو) کو خدا کی محبت کا جذبہ [۶۰۱] دامن گیر ہوا ۔ وہ مرشد کی طلب میں نکلا ۔ جب اس نے اس کوشش میں بہت سی تکالیف برداشت کیں اور قصبہ چشت میں پہنچا تو خواجہ مودود چشتی کا مرید ہو گیا ، جن کا سلسلہ دو واسطوں سے خواجہ معین الدین سجزی تک پہنچتا ہے ، اس کا مقصود حاصل ہو گیا ۔ ایک زمانہ اس بزرگ کی خدمت میں گزارا ۔ تکمیل سلوک کے بعد اس کو اپنے وطن مالوف کو واپس ہونے کی اجازت مل گئی لیکن وہ اپنے شیخ (مودود) کے انتقال کے بعد اپنے وطن کو واپس آیا ۔ پہاڑی علاقے کے بہت سے آدمی ، حویسگی اور چمند قبیلے کے تمام لوگ اس کے مرید ہو گئے ۔ اس کے مریدوں میں سب سے کامل شخص بتک ہے کہ جو اس کا چچا ہے اور وہ اپنے وقت کا ابدال تھا ۔ اس کے حق میں دعا کی تھی کہ قیامت تک تیری اولاد اہل معرفت و ولایت سے خالی نہ رہے گی لہذا اس قوم سے اکثر لوگ صاحب کمال ہوئے اور یہ شاخ بھی پیر زادگی کے لیے مشہور ہے ۔

نقل کرتے ہیں کہ پیر وتو کا لباس سیاہ تھا ، جب شیخ بتک نے درجۂ کمال حاصل کر لیا تو اس نے وہ لباس اس کو دے دیا اور خود سفید لباس اختیار کر لیا ۔ یہی وجہ ہے کہ بتک زئی ہر سیاہ چیز کو اپنے لیے مبارک سمجھتے ہیں ۔ اس کے برخلاف ونو زئی اس کو منحوس سمجھتے ہیں ۔ خویسگیوں کا جھنڈا سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اس طرح اس میں دونوں بزرگوں کی نشانی شامل ہوتی ہے ۔

غرض حسین خاں قصبہ قصور اور اس کے اطراف و جوانب میں اپنی سرداری کا ڈنکا بجا رہا تھا ۔ اس کے علاقے کے عمدہ [۶۰۲] اور معمولی جاگیر داروں سے سوائی سرتابی اور سرکشی کے اور طرح پیش نہیں آتا تھا ، یہاں تک کہ بہادر شاہ (اول) لاہور میں آ کر مقیم ہؤا ۔ اس کے بعد شہزادوں سے مخالف اور لڑائی رہی ۔ کوشش اور جھگڑے میں مبتلا رہا جو ایسے موقع پر ضروری ہوتا ہے اور اسے برے طریقے کو جاری رکھا ۔

جب فرخ سیر کے شروع دور حکومت میں پنجاب کا انتظام عبدالصمد خاں دلیر جنگ کے سپرد ہؤا تو وہ عبدالصمد خاں کے ساتھ اخلاص و اتحاد کے ساتھ پیش آیا اور اس سے ملاقات کے لیے لاہور پہنچا ۔ عبدالصمد خاں ناظم لاہور نے اکھی جنگل کی فوج داری بھی اس (حسین خاں) کے سپرد کر دی ۔ وہ ظالم اور بھی مغرور ہو گیا اور پہلے سے بڑی زیادہ فساد و سرکشی اختیار کی ۔ جب ناظم لاہور نے دیکھا کہ لکھی جنگل کے محاصل بھی قصور کے محاصل کی طرح وصول نہیں ہوتا ہے اور حساب بالکل نہیں ملتا ہے، ندامت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے تو (ناظم لاہور نے) قطب الدین روہیلہ کو اس کے تعلقہ پر مقرر کر دیا ۔ حسین خاں نے قطب الدین روہیلہ کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا بلکہ کام خراب کرتا تھا ، وہ اسی پر مطمئن نہ رہا بلکہ اس (قطب الدین روہیلہ) پر فوج کشی کر دی اس کے جان و مال کو غارت کر دیا ، عبدالصمد خاں نے کچھ مدت تک اس طرف سے چشم پوشی کی ۔

جب اس کی بے اعتدالیاں حد سے گزر گئیں تو ناظم نے اس ضلع کا بندوبست کرنا طے کیا ۔ (ناظم) سات ہزار سوار لے کر لاہور سے نکلا اور اس نے حسین خاں کو لکھا کہ قصور اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ تم کو دیا جاتا ہے ، دوسرے علاقوں کو تم چھوڑ دو ۔ اس نے نہیں مانا اور تین ہزار سوار لے کر باہر نکلا ۔ [۶۰۳] بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سادات بارہہ (عبداللہ خاں و حسین علی خاں) نے اس کو لاہور کی صوبے داری کا لالچ دلا کر دلیر جنگ سے مقابلے کے لیے آمادہ

کیا ۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قطب الملک (عبداللہ خاں) نے سید حسن خاں بارہہ صوبے دار لاہور کی تحریر کے مطابق، کہ جو اس (حسین خاں) کی شیخی اور خود سری سے واقف ہوگیا تھا، عبدالصمد خاں کو لکھا کہ اس (حسین خاں) کو چھوڑا نہ جائے وہ فوج کی نگاہداشت کے لیے لاہور کے خزانے سے تنخواہ مقرر کر دی ۔ بہر حال قصبہ چونی کے نزدیک، کہ جو لاہور سے تیس کوس اور قصور سے اٹھارہ کوس ہے، دوسرے سال جلوس محمد شاہی ۱۱۳۲ھ ۶ جمادی الآخر (۵ اپریل ۱۷۲۰ع) کو دونوں میں مقابلہ ہوا ۔ سخت معرکہ اور مقاتلہ ہوا افغان مستانہ وار توپ خانے پر پہنچ گئے اور ان جھپٹنے والی آگ سے ختم ہوگئے اور نمایاں مسافلے کے بعد دونوں طرف کے ہراول بہادری کے ساتھ مارے گئے ۔ اس طرف سے بایزید خاں کے داماد علی خان کا لڑکا اور اس (حسین خاں) کا بھتیجا مصطفی خاں تھا اور اُس طرف سے دلیر جنگ کا بخشی فوج کریم قلی خاں تھا ۔ معلوں میں مخترم آغر خاں کا حسین خاں سے مقابلہ ہوا کہ جو عارف خاں حیلے کے ساتھ میسرہ میں تھا ۔ اسکے تیر انداز سواروں نے ہمت دکھائی اور تیر اندازی شروع کر دی ۔ حسین خاں اسے (آغر خاں) کو چھوڑ کر دلیر جنگ پر حملہ آور ہوا ۔ سادات جیر مقابلہ ہوا ۔ آخر ناظم (عبدالصمد خاں) کے آدمی ہمت ہار گئے، قریب تھا کہ دلیر جنگ کو نقصان پہنچتا ۔ اس کے سردار جانی خاں اور حفظ اللہ خاں، نے بہت کارگزاری دکھائی ۔ آغر خاں دوبارہ [م ۶۰] پہنچ گیا اور اس نے خوب مقابلہ کیا ۔ اسی درمیان میں حسین خاں کا فیل بان مارا گیا اور مذکورہ درویش نتک، کہ جو ہاتھی کی سواری میں اس کا شریک تھا، تیر کے زخم سے راہی ملک عدم ہوا ۔ (اس کے مرنے سے) حسین خاں مایوس ہوگیا ۔ چونکہ حسین خاں زخمی تھا، معلوں نے اس کے ہاتھی کو تیر اور گولے کا نشانہ بنایا اور اس کو گرا دیا، یہ واقعہ ۱۱۳۰ھ میں ہوا[1] ۔

---

۱ - ۱۱۳۰ھ (۱۷۱۸ع) غلط ہے کیونکہ اوپر ۱۱۳۲ھ (۱۷۲۰ع) کا واقعہ درج کیا ہے یہاں ۱۱۳۳ھ (۱۷۲۱ع) ہونا چاہیے (ف)

(۱۷۰)

حمید الدین خان بہادر

عالمگیر کے عہد کا امیر اور سردار خان کوتوال کا لڑکا اور باقی خان چیلہ قلماق شاہجہانی کا پوتا ہے ۔ زمانے کی مدد اور قسمت کی یاوری سے عالم گیر بادشاہ کے آخر زمانے میں ہندوستان کی سلطنت کا اہم رکن ہؤا ۔ بادشاہی محل کا انتظام وانصرام اور عمدہ کارخانہ جات کا اہتمام اس سے متعلق تھا ۔ ان سب باتوں کے باوجود وہ بادشاہ کا ایک اہم امیر تھا ، وہ قلعے کے مورچوں پر ، لشکر میں اور دور کے دشمنوں کی تنبیہ و تادیب کے لیے مقرر ہوتا تھا ۔ جس جگہ جاتا تھا خوب ہاتھ بھر کا زور دکھاتا اور دشمن کو ختم کرکے صحیح و سالم مال غنیمت لے کر واپس آتا تھا ۔ تعریف و تحسین کے ساتھ اعزاز حاصل کرتا ، یہی وجہ ہے کہ وہ عوام میں ''نتیجہ عالم گیری'' مشہور تھا ۔ چونکہ اس کا باپ شاہی عنایات سے سرفراز تھا ۔ اسی لیے وہ اپنی زندگی کے آغاز ہی میں بادشاہ کے حضور میں معارف ہوگیا ۔ ہمیشہ بادشاہ کی خدمت اور اس کے حضور میں رہتا ، خانہ زادی کے تقاضے کے مطابق اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ باپ کی بجائے نقش و نگار کے کارخانے کا داروغہ ہؤا ۔ اسی زمانے میں اس کا باپ خانی کے مرتبے سے [۶۰۵] سرداری کے مرتبے پر پہنچا ۔ اس کا منصب دو صدی کی بجائے چار صدی اور پچاس سوار کا ہو گیا ۔ بیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ باپ کی بجائے فیل خانہ کا داروغہ مقرر ہؤا ۔ چونکہ بادشاہ کے حضور میں اس کا آنا جانا زیادہ ہوگیا تھا ، اس لیے اس کے منصب میں برابر اضافہ ہوتا رہا ۔ جب ایکلوج[1] کے مقام پر اسے حکم ملا کہ وہ بد بخت سنبھا کو لائے کہ جو خان زمان حیدر آبادی کی کوشش

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۳۱۹ میں ایکلوچ لکھا ہے ۔ سنبھا کی گرفتاری کے لیے ملاحظہ ہو جادو ناتھ سرکار جلد چہارم صفحہ ۳۹۹—۴۰۷ (ب)

سے مع اہل و عیال کے گرفتار ہؤا تھا ۔ حمید الدین خان بہادر اس نامراد قیدی (سبھا) کو بادشاہی حکم کے مطابق بہادر گڑھ سے دو کوس کے فاصلے سے ، کہ جہاں کیمپ تھا ، تمام لشکر میں تشہیر کرتے ہوئے اس طرح لایا کہ اس کے سر پر لکڑی کی ٹوپی تھی ، اس کے ساتھی مضحکہ خیز لباس پہنے ہوئے اونٹوں پر سوار تھے ، ڈھول اور نفیریں ان کے ساتھ بج رہی تھیں ۔ بتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کو "خان" کا خطاب ملا ۔

جب اس کے باپ کا انتقال ہو گیا تو وہ کوتوالی اور دوسری خدمات کی انجام دہی پر مقرر ہؤا ۔ اسی دوران میں اس کو جیغہ مرصع (پگڑی پر باندھنے کا ایک زیور) اور ہاتھی انعام میں ملا اور دوبارہ غنیم کی تنبیہ کے لیے روانہ ہؤا ۔ سینتسویں سال جلوس عالم گیری میں اتفاقاً شہزادہ معز الدین کے چند ملازمین نے اس کی سرکار کے دیوان فضل علی خان کے ساتھ نامناسب حرکات کیں اور اپنی بد تمیزی سے کام خراب کر دیا ۔ (شاہی) حکم ہؤا کہ حمید الدین خان جا کر ان لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دے ۔ جب حمید الدین خان ان تک پہنچا تو ہجوم و غوغہ کرکے ان لوگوں نے حمید الدین خان کے ہاتھی کو بھگا دیا اور میدان جنگ سے نکال دیا ، یہاں تک کہ وہ شاہی غلہ گودام کی طرف ایک کوس پہنچ گیا ۔ اتفاقاً اسے غلے سے بھرے ہوئے بورے نظر آئے ، جو غلہ گودام میں اکٹھے کیے جاتے ہیں ۔ جیسے ہی ہاتھی ان (بوروں) کے پاس سے گزرا ، [۶۰۶] وہ نہایت اطمینان سے ہاتھی کے حوضہ سے کود کر ان (بوروں) پر بیٹھ گیا اور پھر دوسری سواری پر سوار ہو کر معرکہ کار زار میں پہنچا اور ان لوگوں کو سزا دی ۔

انتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسلام پوری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری منصب پر پہنچا۔ اسی سال نامراد سنتا نے قاسم خان، خانہ زاد خان اور بادشاہ کے حضور کے دوسرے امیروں کو لوٹا اور پھر دھندیری میں محصور ہو گیا۔ حمید الدین خان ایک بڑی فوج کے ساتھ مدد کے

لیے مقرر ہؤا، ادونی کے قریب اس نے ان امیروں کی ضروری مدد کی کہ جو لٹ پٹ چکے تھے ۔ اسی درمیان میں اس ظالم (سنتا) نے ہمت خاں بہادر کو شکست دی اور اپنی بد اعمالیاں جاری رکھیں ۔ حمید الدین خاں نے اس کا تعاقب کیا اور بادشاہی مملکت سے نکال دیا ۔ جب (حمید الدین خاں) بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو وہ تحسین و آفرین کا مستحق ٹھیرا اور اس کو ''بہادر'' کا خطاب ملا ۔

بیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کو اور تقرب حاصل ہؤا ، وہ غسل خانے کا داروغہ مقرر ہؤا ، اس کے بعد جواہرخانہ کا داروغہ مقرر ہؤا تینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اخلاص خاں کے انتقال کی وجہ سے وہ آختہ بیگی کے عہدے پر مقرر ہؤا کیونکہ وہ دشمن کے مقابلے میں شہید ہؤا تھا اور (حمید الدین خاں بہادر) کو پٹکا اور مرصع تکیہ بادشاہ کی مہربانی سے عنایت ہؤا ۔ اسی دوران میں وہ رسد کی فراہمی اور دشمن سے مقابلے کے لیے روانہ ہؤا بادشاہ کے مزاج عالی کے مطابق اس نے کام پورے کیے اور تحسین کا سزا وار ٹھیرا ۔

وہ اگرچہ تمام قلعوں کو فتح کرنے کے موقع پر اپنی خدمت گزاری اور جاں فشانی دکھا چکا تھا اور بہادری اور جرأت کا نقش بٹھا چکا تھا لیکن راج گڑھ کی فتح میں بہت کوشش اور نمایاں کارگزاری انجام دی ۔ [۶۰۷] سیوا نے عادل شاہیوں سے یہ قلعہ لینے کے بعد اپنے تصرف کے دوران میں تین طرف سے تین قلعے (پہاڑی پر) بنا لیے تھے ۔ حمید الدین خاں بہادر نے تربیت خاں میر آتش کے ساتھ ان تینوں قلعوں کے مقابل ایک پہاڑی پر آ کر جنگ کی تیاری کی ، جو لوگ اس کام کے جاننے والے ہیں وہ ان قلعوں کو سونڈہ کہتے تھے ۔ اس نے پہاڑی کی ایک چوٹی پر دمدمہ تیار کیا اور بہت بلندی تک پہنچا دیا اگرچہ قلعے کے لوگ بندوق ، بان اور پتھروں کے مارنے میں کوئی کمی نہیں کرتے تھے لیکن بہادر اس برج سے ، جو سونڈہ کی بالکل چوٹی پر تھا ، دیوار کے اندر داخل ہوگئے ۔ (جب قلعے کے لوگوں نے) یہ دیکھا تو ہمت اور جرأت ہار بیٹھے اور امان

کے خواستگار ہوئے ۔ اڑتالیسویں سال جلوس کے شروع میں ۲۱ شوال ۱۱۱۵ھ (۲۷ فروری ۱۷۰۴ع) کو یہ سر بفلک چاروں قلعے فتح ہوگئے اور بنی شاہ گڑھ نام ہوا ۔ خان بہادر (حمید الدین) جو تین ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز تھا ، اس کو نقارہ عطا ہوا ۔ اس قلعے تورنا[1] کے فتح کرنے میں بھی بہت سعی و کوشش کی ، جانفشانی اٹھائی ، اپنی کمر میں رسی باندھ کر قلعے میں داخل ہوگیا اور بادشاہ کی غیر معمولی نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔

آخر کار عالم گیر بادشاہ کے آخر زمانے میں دربار میں کسی کو اپنا مقابل نہیں سمجھتا تھا اور قرب و اعتبار میں کسی دوسرے کو خاطر میں نہیں لاتا تھا ۔ اگرچہ امیر خاں بھی قرب و منزلت میں کچھ کم نہ تھا لیکن اس کے بعد تھا ۔ عنایت اللہ خاں اگرچہ بادشاہ کے حضور میں رہنے کے اعتبار سے اس کے برابر نہ تھا لیکن ملکی و مالی معاملات کے انجام دینے کے اعتبار سے وہ اس کے برابر ہی تھا ۔

۲۸ ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ (۱۷۰۷ع) بروز جمعہ پہلے پہر میں ، پچاس سال دو ماہ اٹھائیس دن حکمرانی کے بعد اور اکیانوے سال تیرہ روز کی عمر میں عالم گیر بادشاہ کا انتقال ہوا ۔ کفن و نماز کے بعد بادشاہ کا جنازہ خواب گاہ میں رکھ دیا گیا ۔ دوسرے دن محمد اعظم شاہ ، جو مالوہ کی طرف گیا تھا ، اس واقعے کے سننے کے بعد اپنے لشکر سے پچیس کوس سے آیا اور مراسم تعزیت پورے کیے ۔ دوسرے دن نعش کو کندھے پر لائے (شہزادے نے) عدالت کے باہر تک جنازے کی مشایعت کی ، پھر مزارات متبرکہ ، یعنی روضے کے لیے (نعش) روانہ کر دی ، جو اورنگ آباد سے آٹھ کوس اور دولت آباد سے تین کوس پر ایک بستی ہے ۔ حمید الدین خان بہادر نے رونے دھونے میں کوئی کمی نہیں کی ۔ بال بکھیرے اور

---

۱ ۔ اصل میں پورنا لکھا ہے صحیح نام تورنا ہے جو ۱۱۱۵ھ (۱۷۰۴ع) میں فتح ہوا ملاحظہ ہو جادو ناتھ سرکار جلد پنجم صفحہ ۱۵۹—۱۹۲

ننگے سر نعش کے ساتھ روانہ ہؤا ۔ عالم گیر بادشاہ اپنی وصیت کے مطابق شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے میں دفن ہؤا ۔ آیۂ کریم ''روح و ریحان و جنتہ نعیم'' سے تاریخ انتقال نکلتی ہے ۔ (عالم گیر) کا لقب 'خلد مکان' مقرر ہؤا اور وہ گاؤں 'خلد آباد' کے نام سے مشہور ہؤا ۔ حمید الدین خاں بہادر نے درویشی کا لباس پہن لیا [۶۰۹] اپنے محسن اور پیر و مرشد (عالم گیر بادشاہ) کی قبر کی جاروب کشی اختیار کی اور اسی جگہ اپنے رہنے کے لیے ایک حویلی بنوائی کہ وہ اج تک اس کے نام سے مشہور ہے ۔

جب محمد اعظم شاہ احمد نگر سے اورنگ آباد آیا تو وہ اپنے بلند مرتبت باپ (عالم گیر) کی قبر پر گیا ، فاتحہ پڑھی اور حمید الدین کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہمراہ لایا ۔ ہندوستان کے سفر میں اسے ہمراہ لیا کیونکہ اس وقت بہادر شاہ سے جنگ کرنی ناگزیز تھی ۔ کہتے ہیں کہ جب راستے میں یہ خبر ملی کہ محمد عظیم ، پورب سے آگرہ آ رہا ہے تو محمد اعظم کے منہ سے نکلا کہ بلائے عظیم آگرہ پر نازل ہوئی ۔ (حمید الدین) خاں بہادر نے عرض کیا کہ (یہ بلا) اسم اعظم کی برکت سے دفع ہو جائے گی ۔

لڑائی کے دن ، سخت مقابلے کے بعد شکست کے آثار ظاہر ہوئے ، اس کے بعد ذوالفقار خاں معرکے سے علیحدہ ہوگیا ، وہ بھی لڑائی سے کنارہ کش ہوگیا ۔ اس وقت اس کے پیر کا زخم لگا ۔ اس کے بعد وہ گوالیار سے آیا ، بہادر شاہ کی عنایات سے سرفراز ہؤا ۔ عصائے مرصع مرحمت ہؤا ۔ میر توزک اول اور گرز برداروں کا داروغہ مقرر ہؤا اور بہادر عالم گیری کا خطاب ملا ۔ بہادر شاہ اول کے دور حکومت میں وہ نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ رہا ۔

جب نیرنگیٔ فلک سے جہاں دار شاہ تخت و تاج کا مالک ہؤا [۶۱۰] اور ذوالفقار خاں وزیر ہؤا تو پرانی دشمنی کی وجہ سے ، جو ظاہر نہ تھی ، اس (ذوالفقار خاں) نے حمیدالدین خان بہادر کو ذلت و خفت میں گھسیٹا اور اس کو قید و زنجیر میں ڈالا ۔ یہاں تک کہ جلد ہی ذوالفقار خاں بھی

اپنے کرتوت کو پہنچا ۔ اگرچہ اس ظالم کے ختم ہونے سے وہ (حمید الدین خاں) قید و بند کی مصیبت سے چھوٹ گیا لیکن فرخ سیر کے دربار میں اسے بار نہ ملا ۔

سابقہ منصب کے خیال یا قدیم تعلقات کی وجہ سے سیف الدولہ عبدالصمد خاں ، کہ جو صوبۂ پنجاب کا ناظم مقرر ہؤا تھا ، حمید الدین خان بہادر کو اپنے ہمراہ لے گیا ۔ سکھوں کے مشہور گرو (بندا) کے استیصال کے بعد جب ناظم (عبدالصمد خاں) نہایت شان و شوکت کے ساتھ لاہور میں داخل ہؤا تو راقم سطور (صمصام الدولہ شاہنواز خاں) نے وہ تماشہ دیکھا تھا[1] کہ حمید الدین خاں کی سواری میں ایک پالکی تھی اور چند آدمی اس کے ساتھ تھے اور پژمردگی اور پریشانی اس کے حال سے ظاہر تھی ۔

اس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور بادشاہ (محمد شاہ) کی مہربانی سے اس کے حالات درست ہوگئے ۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں عالم گیر بادشاہ کے قرب کی وجہ سے پھر عزت ہوئی ، عمدہ منصب ملا ۔ گرز برداروں کا داروغہ مقرر ہؤا ، مدتوں رہا ۔ پھر وقت عمدہ پر راہی ملک عدم ہؤا ۔ اس کے ایک لڑکا تھا جو صاحب منصب وحشت تھا ، اس کا حال معلوم نہیں ہؤا[2] ۔

---

۱ ۔ سکھوں کی مہم کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو لیٹر مغلس جلد اول صفحہ ۳۰۷—۳۱۵ (ق)

۲ ۔ اس پر "و" کی علامت درج ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کا اضافہ شاہنواز خاں کے فرزند عبدالحی نے کیا ہے مگر عہد محمد شاہی میں صمصام الدولہ نے حمید الدین خاں کو دیکھنے کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالات صمصام الدولہ نے لکھے ہیں ۔ حمید الدین نیمچہ نے عہد عالم گیری پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا ایک قلمی نسخہ سر جادو ناتھ سرکار کے پاس تھا اور انہوں نے اس کا اکثر حوالہ دیا ہے ۔ (ق)

(۱۷۱)

حیدر علی خاں بہادر

کہتے ہیں کہ اس کے بزرگوں (کا نسب) عبداللہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے جو قریشی نسب بزرگ اور صاحب سنیحت تھے - ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ع) کے سروع میں [۶۱۱] اس کو استقلال حاصل ہؤا اور وہ ملک میسور کی ریاست کا پیش کار مقرر ہؤا - اس کے قرب و جوار کے اکثر شہر اور قلعے فتح کیے اور دولت و حکومت کا جھنڈا لہرایا - اس کی حکومت کی آمدنی چھ کروڑ روپے سالانہ تھی - اس کی حکومت کڑپہ سے کوڑیال اور کلی کوٹ سے دھاروار تک بہت دور تک تھی - اپنے زور بازو سے اس نے قبضہ کیا تھا اور اپنے زیر حکومت لایا تھا -

جب ٹوپ پہننے والے انگریز اس کے ملک میں آئے تو اس نے سواروں کو کرناٹک کے پایاں گھاٹ سے بھیجا - انہوں نے مقابلہ اور غارت گری یہاں کی - پھر خاطر خواہ صلح سے جھگڑا ختم ہوگیا - اس کے بعد مرہٹوں کے نفاق پیدا ہؤا - اول اس (حیدر علی) نے اپنے تھانوں کا انتظام کیا ، پھر رفتہ رفتہ ان (مرہٹوں) کا تمام علاقہ دریائے کرشنا تک لے لیا - اس کے بعد چیتل درگ کے محاصرے میں مشغول ہؤا جو ایک زمیندار کا مقام ہے اور اس کو فتح کر لیا ، اس تحریر یعنی ۱۱۹۳ھ (۱۷۷۹ع) میں کڑپہ پر چڑھائی کی اور سدھوٹ ، کنجی کوٹ وغیرہ محالات پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے حاکم عبدالحکیم خاں میانہ کو قید کرکے اپنے ہمراہ سری رنگ پٹن لے گیا -

اس کے پاس خزانہ کافی اور آمدنی خوب ہے - بہت جواہر جمع کیے ہیں، بہت سے نوکروں کو اکٹھا کیا ہے، اب بھی روپیہ بھیج کر لوگوں کو بلاتا ہے ، کارآمد توپ خانہ جمع کیا ہے اور ضابطہ مقرر کر دیا ہے - جب

لشکر جمع ہو جاتا ہے تو اس کے چاروں طرف بندوقچیوں کا پہرہ [۶۱۲
بٹھا دیتا ہے کہ کوئی اجنبی بغیر اجازت کے داخل نہیں ہو سکتا ہے[1] -

---

۱ - حیدر علی کا انتقال ۷ دسمبر ۱۷۸۲ع کو ہؤا اس کا نامور فرزند ٹیپو سلطان (ش ۵ مئی ۱۷۹۹ع) تھا - حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو ''ہسٹری آف فریڈم مووسنٹ جلد اول (باب سیز دہم تا پانز دہم) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، ۱۹۵۷ع (ف)

خ

(۱۷۲)

خضر خواجہ خاں

مغلستان کے فرماں رواؤں کی نسل سے ہے ۔ صاحب طبقات اکبری (خواجہ نظام الدین) کہتے ہیں کہ وہ کاشغر کے سلاطین میں سے تھا[1] ۔ جب ہمایوں بادشاہ کے پاس آیا تو اس کا اکرام ہؤا ۔ جس زمانے میں کہ آسمان کی بے مروتی سے (ہمایوں) کو ناکامی ہوئی تو اس نے بادشاہ کی رفاقت چھوڑ دی اور جب ہمایوں بادشاہ ایران سے واپس لوٹا تو وہ مرزا عسکری کے ساتھ قندھار کے قلعے میں محصور ہو گیا ۔ جب زیادہ دن گزرے تو خضر خواجہ خاں سور چال کے قریب قلعے سے نیچے آیا ، جہاں کہ بادشاہ کے خیمے لگے تھے ۔ عاجزی و انکساری کا اظہار کیا اور

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۴۲۸ (کلکتہ ایڈیشن)

ہمایوں بادشاہ کے پیروں پر گر گیا ۔ پھر دوبارہ بادشاہ کے الطاف سے سرفراز ہؤا ۔ چونکہ نسب و حسب کی عظمت و بزرگی سے آراستہ تھا ، اس لیے اس عالی خاندان (تیموریہ) سے رشتے داری کا شرف بھی حاصل ہؤا ۔ اس بادشاہ (ہمایوں) کی بہن گل بدن بیگم کی اس کے ساتھ شادی ہوئی[1] اور اسی بزرگ رشتے کی وجہ سے وہ امیرالامرائی کے منصب پر پہنچا ۔

اکبر بادشاہ کے تخت نشین ہوتے ہی ہیمو کے غلبے کی آگ بھڑک اٹھی اور اکبر بادشاہ نے پنجاب سے دہلی کا رخ کیا ۔ خضر خواجہ خان [٦١٣] کو ایک مناسب فوج کے ساتھ صوبہ پنجاب کے انتظام کی غرض سے چھوڑا اور سلطان سکندر سور کی مدافعت اس بزرگ نژاد شجاع بہادر خان (خواجہ خضر خان) کے سپرد ہوئی ، وہ (سلطان سکندر سور) ہندوستان کی سلطنت کا دعوے دار تھا اور سرہند کی لڑائی میں وہ ہمایوں کے بہادر سپاہیوں کے پنجے سے بچ نکلا تھا اور کوہستان سوالک میں اس نے پناہ لی تھی ۔

سلطان سکندر ، جو فرصت کا متلاشی تھا ، اس نے ہیمو کے ہنگامے کو غنیمت سمجھا اور وہ ایک جماعت فراہم کر کے کوہستان سے نکلا ۔ پنجاب کی مملکت میں داخل ہؤا اور تحصیل مال گزاری شروع کر دی ۔ خضر خواجہ خان نے ، حاجی محمد خان سیستانی کو شہر لاہور کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور خود اس کی مدافعت کے لیے چلا ۔ جب حاجی محمد خان قصبہ چمیاری کے قریب آیا اور دونوں فریقوں میں دو کوس کا فاصلہ رہ گیا تو خضر خواجہ خان نے اپنے دو ہزار منتخب آدمیوں کو لشکر سے علاحدہ کر کے بطور پیش قدمی کے پہلے بھیج دیا ۔ سکندر سلطان نے ان کو فرصت نہیں دی اور مقابلے کے لیے آ گیا ، خوب لڑائی ہوئی اور ان آدمیوں کو اپنے آگے سے بھگا دیا ۔ خضر خواجہ خان نے مقابلہ نہ

---

۱ ۔ گلبدن بیگم نے ایک کتاب ہمایوں نامہ لکھی ہے ۔ جس کا انگریزی اور اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے ۔ گلبدن کے حالات کے لیے دیکھیے ہمایوں نامہ مترجمہ عثمان حیدر مرزا (مقدمہ) علی گڑھ ۱۹۳۵ء (ق)

کو نے ہی میں بھلائی دیکھی ، اور بغیر لڑے بھڑے لاہور واپس لوٹ گیا اور اپنے قلعہ و فوج کے درست کرنے میں مشغول ہؤا ۔

سکندر نے تھوڑا سا تعاقب کیا ، زمانے کو اپنے موافق دیکھا ، بغیر کسی سے لڑے بھڑے بہت روپیہ وصول کیا اور فوج جمع کرنی شروع کی ۔ اکبر بادشاہ نے ہیمو کے استیصال کے بعد سکندر کے فساد کو ختم کرنا سب سے بڑی مہم سمجھا اور اسی لیے پنجاب کی طرف واپس ہؤا ۔ کہتے ہیں کہ جب اس نے اس مہم کا ارادہ کیا تو اکبر بادشاہ نے دیوان حافظ شیرازی سے فال نکالی اور یہ شعر برآمد ہؤا [م ۶۰۲]

شعر

سکندر را نمی بخشند آبے
بزور و زر میسر نیست ایں کار ●

جب سلطان سکندر سور نے شاہی افواج کی آمد کی خبر سنی تو اس میں مقابلے کی طاقت نہ رہی ۔ وہ کوہ سوالک کی طرف چلا گیا کہ جو اس کی مقررہ قیام گاہ تھی اور مان کوٹ کے قلعے میں قلعہ بند ہو گیا[1] ۔ جب محاصرے کو چھ ماہ کی مدت ہو گئی ، مورچال قلعے کے نزدیک پہنچیں ، انتظامات مکمل ہو گئے تو سکندر پریشان ہؤا اور (شاہی) امیروں میں سے ایک امیر سے آنے کی درخواست کی کہ اس کی تسلی کر سکے ۔ شمس الدین خان اتکہ اور پیر محمد خان سروانی کے وسیلے سے کہ جن کو اس نے بہت روپیہ دے کر راضی کیا تھا ، اس کی درخواست (معافی) قبول ہوئی اور اتکہ خان اس کی تسلی کے لیے مقرر ہؤا ۔ سکندر نے اپنے کنثر جرموں کی معافی اور بادشاہ کی خدمت میں حاضری کی درخواست کی اور اپنے لڑکے عبدالرحمٰن کو غازی خان کے ہمراہ چند ہاتھی بطور پیشکش لے کر بھیجا ۔ اس کی خواہش کے مطابق بہار اور اس طرف کا

---

۱ ۔ مان کوٹ کے محاصرے اور اس کی فتح کے سلسلے میں ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۵۰–۵۱ ، ۵۸–۵۹ (ب)

علاقہ اس کی جاگیر میں مقرر ہؤا - ۲۷ رمضان ۹۶۳ھ (۴ جولائی ۱۵۵۷ع) کو دوسرے سال جلوس اکبری میں اس نے قلعہ سپرد کر دیا ، بہار کی طرف چلا گیا اور دو سال کے بعد وہیں وہ فوت ہؤا ۔

(۱۷۳)

خواجہ جلال الدین محمود خراسانی بجوق

پہلے مرزا عسکری کا نوکر تھا - مرزا (عسکری) کے حکم کے مطابق قندھار سے ولایت گرم سیر[1] کی مال گزاری کی تحصیل کے لیے فوراً پہنچا - اسی زمانے میں ہمایوں بادشاہ ایران کے ارادے سے اس راستے سے گزر رہا تھا - خواجہ (جلال الدین) کے آنے کی جب اس (ہمایوں) کو اطلاع ہوئی تو اس نے بابا دوست بخشی [۶۱۵] کو اس (خواجہ جلال) کے پاس بھیجا ، تاکہ وہ رہنمائی کی سعادت حاصل کرے اور اس کی ملازمت اختیار کرے - خواجہ نے اس بات کو غنیمت سمجھا ، ملازمت میں داخل ہو گیا اور جو کچھ نقد و جنس اس کے پاس تھا ، وہ سب بادشاہ ہمایوں کی نظر کر دیا - ہمایوں نے اسے اپنی سرکار کا میر سامان مقرر کر دیا - چونکہ خواجہ جلال الدین ، مرزا عسکری کے لوگوں سے طمع کرتا تھا اس لیے ایران کے واپس اور قندھار کی فتح کے بعد وہ محمد علی کے سپرد کر دیا گیا -

۹۵۹ھ (۱۵۵۲ع) میں ہمایوں نے شاہزادہ محمد اکبر کو غزنین کی طرف روانہ کیا کیونکہ غزنین شاہزادے کی جاگیر میں مقرر ہؤا تھا تو خواجہ جلال الدین اس کے ہمراہ بھیجا گیا تاکہ وہ ریاست اور حکمرانی کے آداب کی اس کو مشق کرا سکے اور تمام معاملات اس کی رائے پر موقوف رہے - اس کے بعد وہ ہمیشہ (شاہی) عنایت و نوازش سے سرفراز رہا اور اچھی خدمات انجام دیتا رہا -

---

۱ - خراسان کا ایک علاقہ ہے ملاحظہ ہو طبقات ناصری (راورٹی) جلد اول صفحہ ۱۶ نوٹ ۳ (ب)

چونکہ خواجہ جلال الدین ، بادشاہ قلی تھا[1] ، بلا وجہ لوگوں کی خوشامد نہیں کرتا تھا ، دنیا کے ذی مرتبہ لوگ دنیا کے رواج کے مطابق یہ چاہتے ہیں کہ سب لوگ ان کی بارگاہ میں چاپلوسی کریں ، اس لیے ہمایوں کے اکثر سردار اس سے خوش نہیں رہتے تھے ۔ اس کے باوجود وہ ظرافت اور پھکڑ پن کی عادت رکھتا تھا ، جو امرا کے لیے بہت بڑا عیب ہے ۔ اس وقت کے امیروں سے ہنسی مذاق کرتا تھا ، عمر متعلق باتیں ظرافت اور ہنسی کے انداز میں کہتا تھا کہ جس کو نادان خوش طبعی کہتے ہیں اور کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جو اس کی ظرافت کے کانٹے کی چبھن نہ رکھتا ہو ۔

اکبر بادشاہ کے تخت نشیں ہونے کے بعد خواجہ جلال الدین ڈھائی ہزاری منصب پر سرفراز ہؤا اور غزنین کی حکومت پر بھیجا گیا ۔ ارباب غرض نے [۶۱۶] موقع کو غنیمت جانا اور منعم خاں خان خاناں کے مزاج کو برہم کر دیا کہ جو دارالملک کابل کا مالک و مختار تھا ۔ لوگوں نے اس کے پرانے انتقام کے خیال کو تازہ کر دیا ۔ ہندوستان میں بھی وہ بیرام خاں کے مزاج کی برہمی کا سبب ہؤا تھا اور (منعم خاں کو) خواجہ جلال الدین کے مار ڈالنے کے لیے مجبور کر دیا ۔

جب خواجہ نے یہ سنا کہ منعم خاں مجھ سے کینہ رکھتا ہے تو وہ اس اندیشے سے بہت متفکر ہؤا ۔ نہ وہ ہندوستان آ سکتا تھا ، کیونکہ بادشاہ (اکبر) کم عمری کی وجہ سے کوئی اختیار نہیں رکھتا تھا اور بیرام خاں بہت با اختیار تھا ۔ ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں کوئی نا مناسب بات (خواجہ جلال) نے (بیرام خاں) سے کہ دی تھی اور اس نے (خواجہ جلال) کو حمام میں تنہا پا کر بہت تکلیف دی تھی ، اب معلوم ہے کہ وہ کس (بری طرح) پیش آئے گا اور ظالم حریف خوب خوش ہوں گے ۔ نہ وہ غزنین میں ٹھہر سکتا تھا کیونکہ منعم خاں کی

---

۱ - یہ خواجہ جلال الدین محمود کا خطاب ہے مطلب یہ ہے کہ وہ بادشاہ کے علاوہ کسی اور کا غلام نہیں ہے (ب)

زیادتیاں آنکھوں کے سامنے تھیں ۔ بیوفائی اس کے نزدیک سب سے بڑا عار تھی لہذا اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس سلطنت کی ملازمت سے علیحدہ ہو کر کہاں جائے ۔ یہاں تک کہ منعم خاں نے ایک جماعت کو اس کے پاس بھیجا اور عہد و پیان کر کے اپنے پاس بلایا اور قید کر دیا ۔ اس کے بعد اس کی آنکھوں میں کئی نشتر لگائے مگر چونکہ اس کی تقدیر اس کے شامل حال تھی لہذا بینائی ختم نہ ہوئی ، پھر اس کو اندھا سمجھ لیا گیا اور اس کا خیال چھوڑ دیا ۔

خواجہ جلال نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ کچھ بھی ہو ہندوستان کا ارادہ کر لیا اور (علاقہٗ) بنگش کے راستے ہندوستان کو چل پڑا ۔ منعم خاں کو معلوم ہوگیا ، اس نے چند تیز سوار تفتیش کے لیے بھیجے ، انہوں نے خواجہ کو اس کے چھوٹے بھائی جلال الدین مسعود کے ہمراہ پکڑ لیا [۶۱۷] اور قید خانے میں ڈال دیا - تیسرے سال جلوس اکبری میں جمعہ کی ایک رات مقرر ہوئی کہ اس رات کو ان دونوں بے گناہوں کو ختم کر دیا جائے ۔ بیرام خاں نے بھی ایک حکم مرتب کر کے بھیج دیا کہ ان کو مار ڈالا جائے ۔ اکبر بادشاہ اس نا مناسب معاملے کو سن کر دل میں کڑھا چونکہ اس نے ابھی اختیارات سلطنت نہیں سنبھالے تھے اس لیے اس کی مکافات منتقم حقیقی کے سپرد کر دی[1] ۔

(۱۷۴)

خواجہ معظم[2]

حمیدہ بانو بیگم کا حقیقی بھائی تھا ۔ اپنے شروع زمانے سے شورش دماغ اور گرمیٔ مزاج سے خالی نہ تھا ۔ اکثر نا مناسب حرکات کرتا رہتا تھا ۔ ہمایوں بادشاہ ، حمیدہ بانو بیگم کے خیال سے در گزر کرتا تھا ۔ چونکہ ایران کے سفر میں وہ بادشاہ ہمایوں کے ہمراہ رہا لہذا اس

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۷۰—۷۱ (و)

۲ ۔ یہ حالات اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۲۱۶—۲۱۹ اور طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۱۷۵—۱۷۶ سے ماخوذ ہیں (ب)

قرب و اعتبار میں اضافہ ہو گیا اور کابل کی فتح کے بعد اپنی بیوقوفی سے اس نے چاہا کہ مرزا کامران کے پاس چلا جائے۔ بادشاہ کو جب معلوم ہؤا تو اس نے نظروں سے گرا دیا۔

بدخشاں کی مہم میں (خواجہ معظم نے) خواجہ سلطان محمد رشیدی سے، جو وزارت کے منصب پر فائز تھا، تعصب آمیز باتیں کیں، رمضان کے روزے کے افطار کے وقت ایک بے خوف جماعت لے کر اس کے گھر پہنچ گیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر بادشاہ کے قہر سے ڈر کر کابل بھاگ گیا اور وہاں بادشاہ کے حکم کے مطابق قید کر دیا گیا، پھر مقربین بادشاہ کی سفارش سے رہا ہؤا اور علاقہ داور کی جاگیر ملی۔ چونکہ اعلیٰ صفات کا حامل نہ تھا اس لیے وہ اس ظاہری صورت کی درستی سے (جاگیر پا کر) ہوش میں آنے کی بجائے بد مست اور بے اعتدال ہو گیا، بارہا [۶۱۸] نا مناسب حرکات کا مرتکب ہؤا یہاں تک کہ ۹۶۲ھ (۵—۱۵۵۴ع) میں سکندر شاہ سور کی لڑائی میں اس نے بہت کارنامے انجام دیے[1] لیکن فتح ہونے کے بعد اس نے سکندر کو وہ باتیں لکھیں، جو لکھنی نہیں چاہیے تھیں اور اس سے وفاداری کا اظہار کیا۔ جب خواجہ سے تحقیقات کی گئی تو اس نے کہا کہ میں تو بادشاہ کی خیر خواہی کے خیال میں تھا اس لیے ایسا کیا تا کہ یہ تحریر بادشاہ کی نظر سے گزرے اور بادشاہ مجھ پر زیادہ التفات کرے اور مجھے کسی عمدہ منصب پر مقرر کر دے۔ ہمایوں بادشاہ نے اسے قید کر دیا اور پھر ملک بدر کر دیا۔

خواجہ معظم، حجاز کو گیا اور اس نے مزید شرارتیں کیں، پھر ہندوستان آ گیا اور انہیں بری حرکات کا مرتکب ہؤا۔ ایک دن اکبر بادشاہ کے دربار میں، کہ امرائے مملکت جمع تھے، مرزا عبداللہ مغل سے، کہ جو بڑے امراء میں سے تھا، بلا وجہ لڑ پڑا۔ کسی بہانے سے اس کے

۱۔ یہ لڑائی سرہند میں ۲ سعبان ۹۶۲ھ (۲۲ جون ۱۵۵۵ع) کو ہوئی (اکبر نامہ) انگریزی ترجمہ جلد اول صفحہ ۶۳۱ (ب)

پاس پہنچا اور اس کو لات گھونسوں سے مارا ۔ دوسری مرتبہ بیرام خاں سے جھگڑا اور ہاتھا پائی شروع کی ۔ اس کو دوبارہ ملک بدر کیا گیا ۔ گجرات میں جا کر کچھ دنوں تباہ حالی سے زندگی بسر کی ۔ بہت پریشانی کے بعد پھر بادشاہ کی ملازمت میں آ کر سر بلندی حاصل کی اور عنایت و رعایت شاہی سے سرفراز ہؤا ۔

چونکہ اس کی طبیعت میں بے اعتدالی فطرتاً تھی ، لٰہذا حالات کی درستی سے اس کی بد اعمالی میں ترقی ہوئی ۔ بیرام خاں اس کو ملک بدر کرنے کی فکر میں تھا کہ اسی دوران میں بیرام خاں کی بساط الٹ گئی اور اس کے حالات کے بگڑتے ہی خواجہ معظم اپنے رشتے کی بزرگی کی وجہ سے بہت رعایات کا مستحق ٹھہرا مگر اپنی (بری) عادات میں گرفتار تھا لٰہذا بہت بے اعتدالی سے زندگی گزارتا تھا ۔

نویں سال جلوس اکبری ۹۷۱ھ (م—۱۵۶۳ع) میں [۹۱۶] ایک دن بی بی فاطمہ ، جو ہمایوں بادشاہ کی اردو بیگی[۱] تھی اور اکبر بادشاہ کے محل میں بھی اعتبار رکھتی تھی ، بہت پریشانی کی حالت میں بادشاہ کے حضور میں درخواست گزار ہوئی ، اس کی لڑکی زہرہ آغا خواجہ معظم کے گھر میں تھی ، اس کی نا جنسی اور بد خوئی کی وجہ سے ایسی مصیبتیں اٹھاتی تھی گویا جیسے قید خانے میں تھی ۔ خواجہ چاہتا تھا کہ وہ اپنی جاگیر میں جائے اور اپنی بیوی (زہرہ آغا) کو بھی ہمراہ لے جائے (بی بی فاطمہ نے عرض کیا کہ) اس کی بد خوئی اور بد گمانی کی وجہ سے ، جو اس کی فطرت میں ہے ، یہ یقینی ہے کہ وہ اس بے گناہ خاتون کو مار ڈالے اور یہ بات دو مرتبہ دہرائی ، یہاں وہ بادشاہی خوف کی وجہ سے ایسا نہیں کرتا ہے ۔ اب جب وہ جاگیر میں لے جائے گا تو کیا حال ہو گا ۔ اکبر بادشاہ نے اس قدیم الخدمت کی گریہ و زاری پر رحم فرمایا اور کہا کہ ہم شکار کے ارادے سے سوار ہو رہے ہیں ، تیری وجہ سے خواجہ کے گھر بھی جائیں گے اور جب وہ راستے میں ملے گا ، تو نصیحت

---

۱ ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ کوئی محلاتی عہدہ تھا ۔

کریں گے اور تیری لڑکی کو لے جانے سے منع کریں گے ۔

جب اکبر بادشاہ کشتی پر سوار ہو کر دریائے جمنا سے گزرا ، خواجہ معظم کے گھر کی طرف کچھ مخصوص لوگوں کے ساتھ ، جو بیس آدمیوں سے زیادہ نہ تھے ، روانہ ہؤا ۔ چونکہ اسے خواجہ کی بے راہ روی معلوم تھی ، اس لیے میر فراغت اور بیس رو خاں کو پہلے سے بھیج دیا کہ وہ لوگ بادشاہ کی آمد سے مطلع کر دیں ۔ جب اسے (خواجہ معظم) کو معلوم ہؤا کہ بادشاہ دریائے (جمنا) عبور کر چکا ہے اور ان لوگوں کو بھیجا ہے تو سخت غصہ ہؤا اور کہا کہ میں بادشاہ کے سامنے نہیں آؤں گا - غضبناک حالت میں خنجر ہاتھ میں لے کر زنانخانے کی طرف گیا - اس خنجر سے زہرہ آغا [۶۲۰] کا کام تمام کر دیا ، جب کہ وہ حمام سے نکل کر آئی تھی اور جامہ خانہ میں نیا لباس پہن رہی تھی اور اس نے سر روشن دان سے نکال کر خون آلودہ خنجر باہر پھینک دیا اور بلند آواز سے کہا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے ، جا کر کہ دیجیے ۔

جب بادشاہ کو یہ ظلم معلوم ہؤا تو بہت غضب ناک ہو کر اس کے گھر آیا ۔ وہ پاگل (خواجہ معظم) تلوار کو سامنے کر کے اور ہاتھ تلوار کے قبضے پر رکھ کر بادشاہ کے سامنے آیا ۔ اکبر بادشاہ نے غصے سے فرمایا کہ یہ کیا طریقہ ہے ؟ کہ تو نے ہاتھ تلوار کے قبضے پر رکھ کر چھوڑا ہے ، اگر تو ایسے حرکت دے گا تو یاد رکھ کہ تیرے سر پر ایسی پڑے گی کہ تیری روح نکل جائے گی ۔ اس دیوانے کے ہاتھ پیر پھول گئے ، حاضرین اس کے پکڑنے میں مشغول ہو گئے ۔ جب اس سے پوچھا کہ اس نے جاری کو تو نے کس خطا میں قتل کر دیا تو اس ظالم نے بد زبانی شروع کر دی ۔ یہاں تک کہ چند لوگوں نے لات گھونسا مار کر اسے خاموش کر دیا ۔ بال گھسیٹتے ہوئے اور لاتیں مارتے ہوئے دریا کی طرف لے چلے ۔ ہر چند دریا میں غوطے دئے مگر ایسا سخت جان تھا کہ بکواس کرنے سے باز نہ آیا ۔ اگرچہ یقین تھا کہ وہ مہر کے اس

بھنور میں موج فنا کے طمانچوں سے ہلاک ہو جائے گا لیکن اپنی سنگ دلی اور سخت جانی سے زندہ رہا۔

بادشاہ نے اسے قلعہ گوالیار میں بھیج کر قید کر دیا اور اپنی والدہ حمیدہ بانو بیگم کو بتایا کہ وہ اتنی بے گناہ عورت کے قتل کے بدلے میں مارا گیا۔ اس پاک باز خاتون (حمیدہ بانو بیگم) نے بھی تحسین فرمائی۔ اس کے بعد اس پر مالیخولیا کا اثر ہو گیا اور دماغ خراب ہونے کے بعد وہ مر گیا۔ قلعہ (گوالیار) کے پیچھے ایک ٹیلہ ہے اس پر (خواجہ معظم) دفن ہؤا۔ اس کے بعد دہلی لایا گیا۔ [۶۲۱]

ایسے معاملات کی باز پرس میں سلطنت کے منصب والا کا یہی اقتضا ہونا چاہیے کہ دوست دشمن، اور اپنے پرائے کا خیال نہیں ہونا چاہیے اور مظلوم کا انصاف ہونا چاہیے اور مظالم کا بدلہ ظالم کے سر ڈالیں تاکہ سلطنت کے مخصوصین اور منسوبین اپنی خصوصیت کی وجہ سے ظلم و ستم نہ کریں۔ مشہور ہے کہ اکبر بادشاہ نے ماموں کے رشتے کا خیال نہ کیا اور اسی روز قصاص میں قتل کرا دیا۔ چنانچہ کسی[1] نے اس کی تاریخ کہی ہے:

نظم

خواجہ اعظمے معظم نام کہ از و بود دہر را زیور
زن خود را بکشت و کشت اورا از غضب شہ جلال دین اکبر
سال فوتش از و چو پرسیدم در زماں گفت آں خجستہ سیر
بے رخ آں بت جہاں افروز گشت آخر شہادتم اکبر[2]

۹۷۳ھ

۱۔ ملا عبدالقادر بدایونی کا یہ خیال ہے کہ غالباً یہ تاریخ میر علاؤالدولہ مؤلف تذکرۃ الشعراء نے کہی ہے (ب)

۲۔ متن کتاب میں ''شہادتم اکبر'' کے عدد ۹۷۱ھ لکھے ہیں۔ انگریزی (باقی صفحہ ۶۱۹ پر)

(۱۷۵)

خان زمان علی قلی

اس کا باپ حیدر سلطان ، اوزبک شیبانی ہے ۔ جام کی لڑائی میں وہ قزل باشوں کے ساتھ رہا اور امارت کے درجے پر پہنچا ۔ جب ہمایوں بادشاہ ایران سے واپس ہؤا تو وہ اپنے دو لڑکوں علی قلی اور بہادر کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور قندھار کی فتح کے موقع پر اس نے نمایاں کام انجام دیے ۔ جب ہمایوں بادشاہ نے کابل کا ارادہ کیا [۶۲۲] تو راستے میں لشکر میں وبائی ہوا پھیل گئی ، بہت سے آدمی مر گئے ، ان ہی میں حیدر سلطان بھی تھا ۔

علی قلی خاں ہمیشہ لڑائیوں میں بہت عمدہ کاروائی کرتا تھا ۔ خاص طور سے ہندوستان کی فتح میں بہت کوشش کی ، درجۂ امارت کو پہنچا اور شہرت حاصل کی ۔ جب قنبر نام دیوانے نے دوآبہ اور سنبھل میں ایک جماعت اکٹھی کر کے لوٹ اور غارت گری شروع کی تو علی قلی خاں کو وہاں کی حکومت ملی اور وہ اس کے دفعیے پر مقرر ہؤا ۔ اس نے تھوڑے ہی دنوں میں اس پر قابو پا لیا اور اس کا سر بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔

جب اکبر بادشاہ نے تخت نشیں ہو کر تخت سلطنت کو زینت بخشی تو علی قلی خاں ، شادی خاں سے[1] جھگڑ رہا تھا ، جو افغانوں کا ایک عمدہ سردار تھا ۔ جب معلوم ہؤا کہ ہیمو کا دہلی آنے کا ارادہ ہے

(بقیہ صفحہ ۶۱۸)

مترجم بیوریج نے بھی ۹۷۱ھ لکھ دیے ہیں اور لکھا ہے کہ خواجہ معظم کا خاتمہ ۹۷۳ھ میں ہؤا ہے لہٰذا یہ تاریخ صحیح نہیں ہے حالانکہ تاریخ صحیح ہے اور اس سے ۹۷۳ھ برآمد ہوتے ہیں (ق)

۱ - متن میں شاہی خاں لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے (ب)

تو اس نے اس بات کو اہم سمجھا اور دہلی کی طرف روانہ ہو گیا ، ابھی وہ وہاں پہنچا نہ تھا کہ تردی بیگ خاں نے شکست کھائی ۔ میرٹھ میں اس نے یہ بات سنی اور وہ بادشاہ کی طرف چل دیا ۔

اکبر بادشاہ بھی ہیمو کی نخوت آرائی کی خبر سن کر پنجاب سے واپس ہؤا ۔ علی قلی خاں اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور وہ دس ہزار سوار لے کر سرہند سے پیش قدمی کے طور پر روانہ ہؤا ۔ اتفاقاً پانی پت کے میدان میں ، جہاں بابر اور سلطان ابراہیم لودی کی لڑائی ہوئی تھی ، وہیں دونوں فریقوں میں مقابلہ ہؤا ۔ سخت لڑائی ہوئی ، اتفاق سے ایک تیر ہیمو کی آنکھ میں لگا ۔ اس کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگ کھڑی ہوئی [۶۲۳] ۔ اکبر بادشاہ بیرام خاں کے ساتھ میدان جنگ میں تھا کہ فتح کی خوش خبری ملی ۔ ممتاز امراء مناسب خطابات سے سرفراز ہوئے ۔ علی قلی خاں کو ''خان زماں'' کا خطاب ملا ۔ منصب اور جاگیر میں اضافہ ہؤا ۔ اس کے بعد (علی قلی خاں نے) سنبھل کے علاقے میں بہت فتوحات حاصل کیں اور اس علاقے کے سرکشوں کو لکھنؤ[1] تک رگیدا ، اور ثروت ، مال ، اسباب اور اقبال کا مالک ہؤا ۔

تیسرے سال جلوس اکبری میں شاہم بیگ ، جو ساربان کا لڑکا تھا ، بھاگ کر خان زماں علی قلی خاں کے پاس پہنچا ۔ وہ خوب صورت اور متناسب الاعضاء تھا ، اسی لیے ہمایوں بادشاہ نے اسے دربار شاہی کے مہتممین میں شامل کر لیا تھا ۔ علی قلی خان زماں اس سے مدتوں سے عشق کرتا رہا ، یہ عشق ، علی قلی خاں کی طبیعت کے فساد کے سبب سے تھا ۔ علی قلی خاں نے شاہی دبدبے کا خیال نہیں کیا بلکہ وہ اسے ''پادشاہم'' کہتا تھا اور اس کی تعظیم بجا لاتا تھا ۔ جب اس قسم کی حرکتوں کی شہرت ہوئی تو اسی بنا پر بادشاہ کے حضور میں اس (علی قلی خان زماں) کی طلبی ہوئی ، بادشاہ کے دربار سے اس باب میں کئی مرتبہ پند و نصیحت ہوئی اور اس ساربان بچے کی علیحدگی کے احکام

---

۱ ۔ اس سے مراد لکھنور ہے جو سنبھل کے علاقے میں ہے (ب)

ظاہر ہوئے مگر اس نے مطلق توجہ نہیں کی ۔ یہ ابتدا ہے کہ بادشاہ کے مزاج میں علی قلی خاں کی طرف سے گرہ پڑ گئی ۔

پہلے اس کی جاگیر کو لوگوں کی تنخواہ میں مقرر کر دیا گیا مگر وہ خود سری اور سر کشی سے باز نہ آیا ۔ بیرام خاں نے بزرگ ہونے کی وجہ سے اس کی طرف سے چشم پوشی کی اور اس کی بربادی کے درپے نہ ہؤا ۔ لیکن ملا پیر محمد خاں شروانی ، کہ جو خان خاناں کا وکیل اور سلطنت میں صاحب اعتبار تھا ، خان زماں سے ناراض تھا ۔ چوتھے سال جلوس اکبری میں اس نے [۶۲۳] بقیہ محالات کو بھی لے کر امرائے بلاثر کی تنخواہ میں دے دیا اور اس (علی قلی خان زماں) کو جون پور میں مقرر کر دیا کہ اس علاقے میں افغان مخالفت اور فساد برپا کرتے تھے ۔

خان زماں نے اپنے معتبر نوکر برج علی کو معذرت اور اصلاح کی غرض سے دربار میں بھیجا ۔ پہلے روز ہی پیر محمد خاں ، کہ جو فیروز آباد کے قلعے میں تھا ، برج علی کے ساتھ بے رخی سے پیش آیا اور کہا کہ قلعے کے برج سے اس کو نیچے پھینک دیں تاکہ اس کا سر چکنا چور ہو جائے ۔ خان زماں نے سمجھ لیا کہ دشمن شاہم بیگ کے بہانے سے مجھے برباد کرنا چاہتے ہیں ۔ مجبوراً اس کو اپنے سے علیحدہ کر کے جون پور چلا گیا اور اس وسیع ملک میں بڑی بڑی لڑائیوں کے بعد انتظام قائم کیا ۔

جب بیرام خاں علیحدہ ہو گیا تو افغانوں نے موقع غنیمت سمجھا اور عدلی کے لڑکے کو ''شیر شاہ'' کا خطاب دے کر اس کو سردار بنا لیا ۔ ایک بڑی فوج اور پانسو ہاتھیوں کے ساتھ جون پور پر حملہ کیا ۔ خان زماں نے قرب و جوار کے امراء کو جمع کر کے مقابلہ کیا ۔ دشمن غالب آیا یہاں تک کہ شہر کے دروازوں تک پہنچ گیا ۔ خان زماں پیچھے سے شہر میں داخل ہؤا ، بگڑتے ہوئے کام کو بنا لیا اور ان کے

ہنگامے کو ختم کر کے بہت مال غنیمت اور مشہور ہاتھی قبضے میں آئے۔

اس فتوح آسانی سے حاصل شدہ (مال غنیمت) بادشاہ کے حضور میں نہیں بھیجا بلکہ غرور اور گھمنڈ اختیار کیا۔ یہ فتح، غیبی مدد تھی۔ اکبر بادشاہ چھٹے سال جلوس اکبری کے ماہ ذی القعدہ میں پورب (جون پور) کی طرف گیا، خان زماں قصبہ کوڑہ میں، جو گنگا کے کنارے واقع ہے، اپنے چھوٹے بھائی بہادر خاں کے ہمراہ [٦٢٥] بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا، مشہور ہاتھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے اور رخصت حاصل کی۔

اسی سال فتح خاں پٹنی وغیرہ نے سلیم شاہ کے لڑکے کو فساد کا سبب ٹھہرایا۔ صوبۂ بہار میں ایک بڑا لشکر جمع کیا اور خان زماں کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ خان زماں تمام امراء کے ہمراہ گا۔ جب اس نے جنگ کو مناسب نہ سمجھا تو وہ دریائے سون کے کنارے قلعہ مضبوط و مستحکم کر کے بیٹھ گیا۔ افغان اس کے پاس پہنچے اور بھڑ گئے، مجبوراً فوج ترتیب دے کر قلعے سے باہر آیا۔ جیسے ہی مقابلہ ہؤا، افغانوں نے شاہی فوج کو بھگا دیا۔ خان زماں دیوار کے نیچے پناہ لیے ہوئے تھا، اس نے مرنا طے کر لیا۔ قلعے کے ایک برج سے نیچے اترا اور توپ چھوڑی، تقدیر کی بات کہ وہ توپ حسن خاں پٹنی کے ہاتھی کے پاس پہنچی اور فوج میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ لوگوں میں بھاگڑ مچ گئی اور خان زماں کو ایسی فتح نصیب ہوئی کہ خیال میں بھی نہیں آ سکتی، دنیا شراب کا حکم رکھتی ہے:

ع آنچناں را آنچناں تر می کند

خان زماں نے جاہ و دولت کی وجہ سے غرور کیا۔ نعمت اور ولی نعمت کی قدر کو نہیں پہچانا۔ دسویں سال جلوس اکبری میں اوزبک امراء کے ساتھ مل کر اس نے بغاوت اختیار کی اور اس علاقے کے

جاگیرداروں سے جھگڑنے لگا ۔ جب بادشاہ کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو خان زماں گنگا کو عبور کر کے غازی پور میں مقیم ہو گیا ۔ اکبر بادشاہ جون پور پہنچا اور اس نے منعم خان خان خاناں کو اس کی تادیب کے لیے چھوڑ دیا [۶۲۶] ۔

اس صاف دل ترک (منعم خاں) نے سادہ لوحی کی وجہ سے اس کی مکارانہ عاجزی کو قبول کر لیا اور اس کے جرائم کی معافی کی درخواست کی ۔ (منعم خاں) خواجہ جہاں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر اس سے ملا ۔ (خواجہ جہاں) منعم خان کی درخواست پر بادشاہ کے حضور سے اس کی طمانیت اور دلدہی کے لیے آیا تھا ۔ خان زماں اپنے مکر اور حیلے سے بادشاہ کے حضور میں نہیں گیا ۔ ابراہیم خاں کو جو اوزبکوں کا بوڑھا سردار تھا ، اپنی ماں کے ساتھ مشہور ہاتھیوں کو لے کر بھیجا[1] اور طے یہ ہؤا کہ جب تک بادشاہ اس علاقے میں آئے اس وقت تک خان زماں گنگا عبور نہ کرے لیکن اس خود رائے اور سرکش نے واپسی کا انتظار نہیں کیا اور گنگا کو عبور کر لیا اور اپنے محالات پر قبضہ کرنا شروع کر دیا ۔

اکبر بادشاہ نے منعم خاں پر عتاب کیا اور خود فوج کشی کی ۔ خان زماں کو جب یہ معلوم ہؤا تو خیمے اور اسباب چھوڑ کر بھاگ گیا ۔ اس کے بعد اس نے پھر منعم خاں خانخاناں سے توسل پیدا کیا ، اس کی سفارش سے دوبارہ اس کی خطائیں معاف ہوئیں ۔ میر مرتضیٰ شریفی اور مولانا عبداللہ مخدوم الملک خان زماں کے پاس گئے ، اس کو نادم کرکے اس کی توبہ کو استحکام بخشا ۔

اس کے بعد اکبر بادشاہ مرزا محمد حکیم کی بغاوت کو دفع کرنے کی غرض سے لاہور کی طرف متوجہ ہؤا ۔ خان زماں نے کہ جس کی پیدائش فتنے کے ساتھ ہوئی تھی ، پھر فساد شروع کر دیا اور مرزا محمد حکیم کے

---

۱ - ملاحظہ ہو 'ذخیرۃالخوانین' جلد اول صفحہ ۲۷ (ف)

نام کا خطبہ پڑھا ۔ سرکار اودھ ، سکندر خاں اور ابراہیم خاں کے سپرد کی
اور اپنے بھائی بہادر خاں کو کڑہ مانک پور میں آصف خاں اور مجنوں خاں
کے مقابلے کے لیے مقرر کیا ۔ گنگ کے کنارے تک خود قبضہ کیا اور پھر
قنوج آیا ۔ مرزا یوسف خاں کا ، کہ جو وہاں کا جاگیر دار تھا ، شیر گڑھ
کے قلعے میں محاصرہ کر لیا ۔ شیر گڑھ قنوج سے چار کوس کے فاصلے پر
واقع ہے ۔ [۶۲۷]

اس وحشت اثر خبر کو سن کر اکبر بادشاہ پنجاب سے فوراً آگرہ پہنچا
اور پھر پورب کے لیے چل دیا[1] ۔ خان زماں کو معلوم ہو گیا ، پہلے
اس کو اتنی جلد بادشاہ کے واپس ہونے کا خیال نہ تھا ، اس نے یہ شعر
پڑھا تھا :

بیت

سمند تند زرین نعل او خورشید را ماند
کہ از مشرق بمغرب رفت و یک شب درمیان آمد

مجبوراً قلعہ کو چھوڑ دیا اور بہادر خاں کے پاس مانک پور پہنچا ۔ وہاں
سے پرگنہ سنک رور کے حدود میں دریائے گنگا پر پل باندھ کر اسے عبور
کیا ۔ بادشاہ نے قصبہ بریلی سے یلغار کی اور مانک پور کے گھاٹ پر
دس گیارہ آدمیوں کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر دریا عبور کیا ۔ کچھ
لوگوں کے ساتھ ، کہ سب سوار ہوں گے ، مخالفوں سے آدھے کوس کے
فاصلے پر رات کو قیام کیا ۔

مجنوں خاں اور آصف خاں اپنی جماعت کے ساتھ ، کہ پیش قدمی کے
طور پر گئے تھے ، متواتر خبریں بھیج رہے تھے ۔ اتفاقاً اس رات خان زماں

---

۱ ۔ اکبر بعجلت آگرہ نہیں پہنچا بلکہ راستے میں تھانیسر میں ٹھیرا وہ
پنجاب سے ۲۲ مارچ ۱۵۶۷ع کو روانہ ہوا ۔ ۳ مئی کو وہ آگرہ سے
روانہ ہوا ۔ جب اسے خان زماں کی بغاوت کا حال معلوم ہوا ۔ وہ
۱۵ اپریل ۱۵۶۷ع کو آگرہ پہنچا تھا (ب)

اور بہادر خاں نہایت بے پروائی سے شراب پینے میں مشغول ہوگئے ، جو کوئی ان سے بادشاہ کی فوج کشی یا اس کے آنے کے متعلق کہتا تھا ، تو وہ غلط سمجھتے تھے - غرہ ذی الحجہ ۹۷۴ھ (۹ جون ۱۵۶۷ع) بروز دو شنبہ مجنوں خاں میمنہ پر اور آصف خان میسرہ پر مقرر ہوئے اور موضع سکراول میں خان زماں کے پاس پہنچ گئے جو الہ آباد کے قریب ہے اور فتح پور کے نام سے موسوم ہؤا ہے - بادشاہ نے بال سندر ہاتھی پر مرزا کوکہ کو عماری میں بٹھایا اور فیل بان کی جانے خود بیٹھا -

بابا قوسال نے پہلے ہی حملے میں دشمن کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا ، اور آصف خاں کی صف تک پہنچ گیا - بھاگنے والوں میں سے ایک شخص اپنی پریشانی میں خان زماں پر آ گرا ، اور اس کی دستار [۶۲۸] سر سے گر گئی - بہادر خاں ، بابا خان کے پاس پہنچا اور اس کو پسپا کر دیا - بادشاہ اس وقت گھوڑے پر سوار ہوگیا - چونکہ ناحق شناسوں کے کام میں ناکامی مقدر ہوتی ہے ، بہادر خاں گرفتار ہؤا اور اس کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی - خان زماں اپنی جگہ کھڑا ہؤا بھائی (بہادر خاں) کا حال معلوم کرتا تھا کہ اچانک ایک تیر اس کے لگا - دوسرا تیر اس کے گھوڑے کے لگا اور وہ زمین پر آ گرا ، گھوڑے سے اتر کر تیر اپنے بدن سے خود نکال رہا تھا کہ شاہی فوج کے ہاتھی آ گئے - سوم ناتھ فیل بان نے نرسنگھ ہاتھی کو اس پر دوڑایا - خان زماں نے کہا کہ میں ممتاز سپاہیوں میں سے ہوں ، مجھے بادشاہ کے سامنے زندہ لے چل کہ تیرے ساتھ رعایت کی جائے گی - اس نے کہا کہ تیری طرح ہزاروں آدمی بے نام و نشان پھرتے ہیں اور بادشاہ کے بد خواہ کا تو مار ڈالنا ہی بہتر ہے اور اس کو ہاتھی سے روند ڈالا -

خان زماں کے متعلق کسی کو نہیں معلوم ہؤا کہ کیا ہؤا - بادشاہ نے میدان جنگ میں کھڑے ہو کر کہا کہ جو کوئی دشمن کی فوج سے کسی مغل کا سر لائے گا تو اس کو ایک اشرفی ملے گی اور اگر کسی ہندوستانی کا سر لائے گا تو ایک روپیہ ملے گا - کسی لوٹنے والے نے

اس (خان زماں) کا سر علیحدہ کر دیا تھا ، کسی دوسرے شخص نے راستے میں ایک اشرفی کی امید میں اس سے لے لیا اور لایا ۔ کہتے ہیں کہ ارزانی نام ہندو، خان زماں کی سرکار میں صاحب اختیار تھا اور وہ قیدیوں کے ساتھ کھڑا ہؤا سروں کو دیکھ رہا تھا ، جیسے ہی اس نے خان زماں کا سر دیکھا تو اس نے اس سر کو اٹھا کر اپنے سر سے مارا اور بادشاہ کے گھوڑے کے سامنے ڈال دیا کہ علی قلی کا سر یہی ہے ۔

اکبر بادشاہ گھوڑے سے اترا اور سجدۂ شکر ادا کیا [۶۲۹] اور دونوں بھائیوں کے سر آگرہ اور دوسری جگہ بھیج دیے ۔

قطعہ

سر دشمناں تو استغفر اللہ
کہ خود دشمنان ترا سر نباشد
سخن بر سر دشمنت قطع کر دم
کہ مقطع ازیں جائے بہتر نباشد

"فتح اکبر مبارک" سے تاریخ نکلتی ہے کسی دوسرے نے کہا ہے :
۹۷۴ھ

قطعہ

قتل علی قلی و بہادر ز جور چرخ
جاناں مپرس از من بیدل کہ چوں شدہ
جستم ز پیر عقل چو سال وفات شاں
آہے ز دل کشید و بگفتادو خوں شدہ[۱] ۹۷۵ھ

خان زماں پنج ہزاری امیر اور شان و شوکت کا مالک تھا ۔ بہادری، سخاوت ، سپاہ گری اور سرداری میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا ۔ چونکہ اوزبک تھا ، ایران میں اس کی نشو و نما ہوئی تھی اور اس کی ماں بھی وہیں کی تھی اس لیے امامیہ مذہب رکھتا تھا ۔ تقیہ بالکل نہیں کرتا تھا ، موزوں طبیعت تھا ، سلطان تخلص کرتا تھا ۔

---

۱ ۔ ایک عدد زیادہ ہے (ق)

(۱۷۹)

خواجہ جہاں ہروی

خواجہ امین الدین محمود نام "امینا" کے عرف سے مشہور ہے ، فن سیاق و حساب دانی میں [۶۳۰] بہت مشہور و ممتاز تھا ، خط شکستہ خوب لکھتا تھا ۔ مال کی کفایت اور حساب کے سمجھنے میں بہت باریکی نکالتا تھا ۔ ایران کے سفر میں ہمایوں بادشاہ کے ساتھ تھا ۔ اس کے بعد ہمیشہ شاہی عنایات سے سرفراز ہوتا رہا ۔ کچھ دنوں شاہزادہ محمد اکبر کا بخشی بھی رہا ۔ جب اکبر تخت شاہی پر جلوس فرما ہؤا تو ایک ہزاری منصب اور "خان جہاں" کا خطاب ملا اور مدتوں سلطنت کے کام اس کی رائے کے مطابق انجام پائے اور اس نے ہندوستان کی وزارت کا فرض انجام دیا ۔

جب اکبر بادشاہ ، خان زماں شیبانی کے معاملات کی اصلاح کے لیے متوجہ ہؤا تو اس (خواجہ جہاں ہروی) کو منعم خاں اور مظفر خاں کے ہمراہ کڑہ مانک پور میں چھوڑ دیا اور خود دارالخلافہ آگرہ آباد واپس آ گیا اس کے بعد جب امراء اس طرف معاملات و مہمات سے فارغ ہوگئے تو گیارھویں سال جلوس اکبری کے شروع میں بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوئے ۔ مظفر خاں قصبہ اٹاوہ سے چل کر سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور امراء کی دورخی پالیسی کو واضح طور سے بادشاہ کو بتایا ۔ خواجہ جہاں پر بادشاہ کا عتاب ہؤا ۔ بادشاہ کی بڑی مہر ، کہ جو اس کے فخر و مباہات کا سبب تھی ، اس سے لے لی گئی اور سفر حجاز کی اجازت دے دی گئی ۔ اس کے بعد مقربین درگاہ کے وسیلے سے خواجہ جہاں کی خطا معاف کر دی گئی ۔

انیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۱ھ (۴–۱۵۷۳ء) میں جب شاہی فوجیں حاجی پور اور پٹنہ کی فتح کے لیے روانہ ہوئیں تو خواجہ خرابی[۱] صحت کی وجہ سے جون پور میں ٹھہر گیا ۔ اکبر بادشاہ فتح کے بعد جون پور کو

---

۱ ۔ 'خواجہ جہاں' کی بجائے خان جہاں لکھ دیا ہے (ق)

لوٹا [۶۳۱] اور پھر آگرہ کے لیے روانہ ہؤا۔ ایک دن راستے میں مست ہاتھی خواجہ کی طرف دوڑا، اس کا پیر اسی کے بند میں الجھا اور گر پڑا، ایک دم اس کی حالت غیر ہوگئی۔ سن مذکور ۹۸۲ھ (۵—۱۵۷۴ع) میں شعبان کے شروع مہینے میں لکھنؤ کے قریب اس کی موت واقع ہوئی۔

میرزا بیگ، سپہری تخلص، ایک خوش طبیعت شاعر اور خواجہ جہاں کا بھتیجا ہے۔ توکل پر گزران کرتا تھا، ملازمت اختیار نہیں کی، گوشہ نشین ہوگیا۔ ۹۸۹ھ (۱۵۸۱ع) میں اس کا انتقال ہؤا۔ کہتے ہیں کہ سپہری مستحق لوگوں کو چھپا کر چیزیں دیتا تھا۔ یہ اس کا شعر ہے:

بیت

از تبسم دفع زہر چشم خشم آلود کن
کز نمک سازند شیریں چوں بود بادام تلخ

(۱۷۷)

خان عالم چلمہ بیگ

ہمدم کوکہ کا لڑکا ہے کہ جو مرزا کامران کا دودھ شریک تھا۔ نصیبے اور قسمت کی یاوری سے ہمایوں بادشاہ کی عنایات سے سر فراز ہؤا اور سفارت کی خدمت اس کے سپرد ہوئی۔ جب ۹۶۰ھ (۱۵۵۳ع) میں مرزا کامران کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی اور وہ بصارت سے محروم کر دیا گیا تو مرزا کامران نے دریائے سندھ کے قریب پہنچ کر سفر حجاز کی درخواست کی۔ ہمایوں بادشاہ اپنی ایک مخصوص جماعت کے ساتھ مرزا کامران کو رخصت کرنے کی غرض سے آیا۔ مرزا نے لوازم احترام [illegible] کے بعد یہ شعر پڑھا:

بیت

کلاہ گوشۂ درویش بر فلک ساید
کہ سایہ ہم چو تو شاہے فگند بر سر او [۶۲۰]

اس کے بعد یہ شعر پڑھا:

بیت

بر جانم از تو ہر چہ رسد جائے منت است
گر ناوک جفا ست و گر خنجر ستم

بادشاہ ہمایوں پر جو نہایت بہادر اور مہربان تھا، رقت طاری ہو گئی اور اس نے (کامران مرزا کو) رخصت کیا۔

دوسرے دن حکم ہوا کہ مرزا کامران کے ملازموں میں سے، جو کوئی اس کے ہمراہ جانا چاہے تو ممانعت نہیں ہے۔ کسی میں ہمت نہ پڑی۔ وہ لوگ جو دوستی کی ڈینگیں مارتے تھے، انہوں نے دوستی چھوڑ دی۔ بادشاہ نے چلمہ بیگ سے، جو حاضر خدمت تھا، فرمایا کہ تم (مرزا کے) ہمراہ جاتے ہو یا ہمارے پاس رہتے ہو۔ اس نے دربار کی حشمت اور بادشاہ کی وافر عنایت کے باوجود ظاہری فائدوں کے مقابلے میں وفاداری کا حق ادا کیا اور عرض کیا کہ میں اپنے بارے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مفلسی کے تاریک دنوں میں اور تنہائی کی اندھیری راتوں میں مرزا (کامران) کی خدمت میں رہوں۔

ہمایوں بادشاہ نے اس کی وفاداری کی گفتگو کو بہت پسند کیا۔ اگرچہ اس کا بادشاہ کے حضور میں رہنا بھی بادشاہ کو پسند خاطر تھا مگر اجازت دے دی۔ جو کچھ نقد و جنس مرزا کامران کے اخراجات کے لیے مقرر ہوا تھا، اس کے سپرد کیا اور اسے (چلمہ بیگ کو) مرزا (کامران) کے پاس بھیج دیا۔ مرزا کامران کے مرنے کے بعد (چلمہ بیگ) بادشاہ کے حضور میں آیا اور تھوڑے ہی زمانے میں اس نے ترقی منصب اور ''خان عالم'' کا خطاب پایا۔

انیسویں سال جلوس اکبری میں خان خاناں کی درخواست پر اکبر بادشاہ پٹنہ کے قریب پہنچا، کیونکہ اس نے داؤد کررانی کا پٹنہ کے قلعے میں محاصرہ کر لیا تھا۔ کررانی نے بنگال و بہار کے ملک کے دعوے کا اعلان کر دیا تھا۔ [٦٣٣] بادشاہ نے قلعے کا غور سے معائنہ فرمایا تو یہ ضروری سمجھا کہ اگر اس قلعہ (پٹنہ) کو فتح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حاجی پور کے قلعے کو فتح کیا جائے جو پٹنہ کے مقابل ایک قلعہ ہے اور ان دونوں شہروں کے درمیان تخمیناً دو کوس کی چوڑائی میں بہت جوش و خروش کے ساتھ دریائے گنگا بہتا ہے، اس مقصد کے لیے ایک فوج خان عالم کی سرداری میں مقرر کی گئی۔ وہ کشتی میں سوار ہو کر اوپر کی جانب دریائے گندک کی طرف گیا۔ قلعے کے اوپر سے توپ اور بندوق کی بارش ہو رہی تھی، کشتیوں میں سے نکل کر بڑی تیزی سے قلعے میں داخل ہو گیا۔ دشمنوں کے بہت سے آدمی اس ہنگامے میں تلف ہوئے اور قلعہ فتح ہو گیا۔ خان عالم ہزاروں تعریف و تحسین کا مستحق ٹھہرا۔

اسی سال بنگالہ بھی، کہ جو داؤد کے قبضے میں تھا، بغیر جنگ کے فتح ہو گیا۔ وہ (داؤد) اڑیسہ کی طرف چلا گیا اور وہاں سرکشی کرنے لگا۔ خان خاناں سپہ سالار نے خان عالم کو ہراول کا ذمہ دار کیا اور اس دشمن (داؤد) کے ختم کرنے کے لیے اس طرف روانہ ہوا۔ ٢٠ ذی قعدہ ٩٨٢ھ (٣ مارچ ١٥٧٥ع) اڑیسہ کے قرب و جوار میں تکروئی کے مقام پر دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ خان عالم نے جوانی اور بہادری کے سبب سے تدبیر کو نظر انداز کر دیا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا، تیر اندازوں نے اسے گھیر لیا اور سخت مقابلہ ہوا۔

خان خاناں اس کی اس بے راہ روی سے ناراض ہوا۔ اس کو برا بھلا کہا اور درستی سے اسے واپس کیا۔ ابھی اس فوج کا انتظام صحیح نہیں ہوا تھا کہ دشمن کا مقدمۃالجیش گوجر خاں آیا۔ جس نے تیز اور بہادر ہاتھیوں کے دانتوں، سر اور گردن کو گوہ کے دم کے کالے بالوں اور

درندوں کی کھال سے [۴۳-] منڈھ دیا تھا ، اس سے عجب رعب اور خوف ظاہر ہوتا تھا ۔ جب (منعم خان) کی ہراول فوج کے گھوڑوں نے یہ عجب شکلیں دیکھیں تو ہمت ہار بیٹھے ، کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی ۔ سب سی جمعیت منتشر ہو گئی ۔

خان عالم نے ، جو ایک آزمودہ اور نڈر گھوڑے پر سوار تھا ، بہت دکھائی ، بہادری کا مظاہرہ کیا اور بہت سوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا ۔ اچانک اس کا گھوڑا تلوار کے زخم سے بھڑک گیا ، وہ زین سے زمین پر آ گیا اور پھر دوبارہ پھرتی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا ۔ اسی دوران میں ایک مست لڑاکا ہاتھی اس کے پاس آیا اور زمین پر اس کو گرا دیا ۔ افغانوں نے اسے گھیر لیا اور اس کا کام تمام کر دیا ۔

کہتے ہیں کہ جنگ سے پہلے وہ (خان عالم) کہتا تھا کہ میرے دل میں ایسا آ رہا ہے کہ اس جنگ میں میں مارا جاؤں گا ، مجھے امید ہے کہ میری جانفشانی بادشاہ کو بتائی جائے گی ۔ خان عالم موزوں طبع تھا ، شعر کہا کرتا تھا ، ہمدمی تخلص تھا ۔ اس کا یہ قطعہ مشہور ہے :

قطعہ

اے کہ کردی بہرزہ ریش سفید
یک بیک، می کنی زبہر نمود
بزیاں دادۂ جوانی را
ریش کندن کنوں ندارد سود

(۱۷۸)

خان خاناں منعم بیگ

ہمایوں کی حکومت کے امرا میں سے ہے ۔ اس کے باپ کا نام بیرم بیگ[۱] تھا ۔ جس زمانے میں کہ ہمایوں کو ناکامی ہوئی اور ہمایوں

---

۱ ۔ بعض نے اس کا نام میرم بیگ بتایا ہے ۔ ملاحظہ ہو جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۱۸۹۴ع صفحہ ۳۰۸ (ب)

کی نظر میں ولایت سندھ کے علاوہ [۶۳۵] اور کوئی ٹھکانا نظر نہ آیا تو (ہمایوں) کچھ دنوں بھکر کے قرب و جوار میں رہا ، اس جگہ کو چھوڑ کر سیہون کے قلعے کا محاصرہ کر لیا ۔ مرزا شاہ حسین ، ٹھٹہ کا حاکم آگے بڑھا اور وہ راستہ روکنے کے بعد رسد غلہ کے انسداد میں مشغول ہو گیا ۔ اکثر امراء بغیر اجازت چلے گئے ۔ منعم خاں نے بھی ، جو سب کا سر گروہ تھا ، چاہا کہ اپنے بھائی فضل بیگ کے ہمراہ چلا جائے ۔ بادشاہ نے بطور احتیاط اس کو قید کر دیا[1] ۔

اگرچہ منعم خاں ، ایران کے سفر میں ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ نہ تھا لیکن ایران سے واپس ہونے کے بعد اس کے قرب و منزلت میں ہمیشہ اضافہ ہؤا ، وہ بھی بادشاہ کی خیر خواہی کا خیال رکھتا تھا ۔ جس زمانے میں کہ ہمایوں بادشاہ کو معترضین نے حسد اور حود غرضی سے بیرام خاں کے حالات کے متعلق خلاف واقعہ باتوں کی اطلاع دی اور وہ قندھار کی طرف متوجہ ہؤا تو واپسی کے موقع پر اس نے چاہا کہ وہاں کی حکومت منعم خاں کے سپرد کر دے ۔ (منعم خاں نے) عرض کیا کہ چونکہ ہندوستان کی مہم آپ کے پیش نظر ہے لہذا اس وقت تغیر و تبدل لشکر میں تفرقہ اندازی کا سبب ہوگا ، فتح کے بعد وقت کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جائے گا لہذا قندھار پر بیرام خاں بحال رہا[2] ۔

ان ہی دنوں ۹۶۱ھ (۱۵۵۴ع) میں منعم خاں شاہزادہ محمد اکبر کا اتالیق مقرر ہؤا[3] اور اس خدمت کی سپردگی کے موقع پر ایک جشن آراستہ ہؤا ۔ مناسب نذرانے پیش ہوئے ، جب اسی سال کے آخر میں ہمایوں بادشاہ ہندوستان کے ارادے سے چلا تو اس نے مرزا محمد حکیم کو کابل میں چھوڑا [۶۳۶] جس کی عمر ایک سال کی تھی ، اس ولایت (کابل) کے تمام معاملات منعم خاں کی رائے پر موقوف ہوئے ، اس نے مدتوں

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۱۷۶—۱۷۷ (ب)
۲ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ صفحہ ۳۳۳—۳۳۵ (ب)
۳ ۔ ایضاً صفحہ ۳۳۵

اس ولایت کے معاملات کو درست کیا[1] ۔

جس زمانے میں کہ اکبر بادشاہ بیرام خان سے ناراض ہؤا تو پانچویں سال جلوس اکبری ذی الحجہ ۹۶۷ھ (اگست ۱۵۶۰ء) میں منعم خان بادشاہ کے حسب طلب لودھیانہ میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا ، کیونکہ وہاں بادشاہ بیرام خان کے تعاقب میں تھا - منعم خان کو وزارت کا عہدہ اور خان خانان کا خطاب ملا ۔

ساتویں سال جلوس اکبری میں جب ادھم خان نے اپنی بے اعتدالی سے اتکہ خان کو شہید کر دیا تو منعم خان ، جو خفیہ طور سے گمراہ تھا ، اس کو بھی خوف ہؤا اور اس نے راہ فرار اختیار کی ۔ اکبر بادشاہ نے اشرف خان میر منشی کو بھیجا کہ دل دہی اور مطمئن کرکے اس کو واپس لے آئے ۔ چند روز نہیں گزرے تھے کہ وہ اسی خوف کی بنا پر آگرہ سے کابل کے ارادے سے چلا اور اس نے دامن کوہ کا راستہ لیا ۔ چھ دن کی دوڑ دھوپ کے بعد پرگنہ سرور سے گزرا جو میر محمود منشی کی جاگیر میں تھا وہاں کے عامل نے اس کے حالات سے خوف و ہراس کا اندازہ کر لیا اور خوار و ناچار اسے قید کر دیا ۔ چونکہ اسی علاقے میں سید محمود خان بارہہ کی جاگیر بھی کہ جو بڑے امراء میں سے تھا ۔ جب اسے اس قضیے کی اطلاع ہوئی اور یہ معلوم ہؤا کہ خانخانان (منعم خان) ہے تو اس نے موقع کو غنیمت سمجھا اور نہایت مروت کا مظاہرہ کیا ۔ نہایت اعزاز کے ساتھ اس کو بادشاہ کی خدمت میں لایا ۔ اکبر بادشاہ نے حسب سابق وزارت کے منصب پر بحال کیا ۔

اس (منعم خان) کا لڑکا غنی خان باپ کی طرف سے کابل کا ناظم تھا۔ [۶۴۷]۔ وہ جوانی کی مستی، ریاست اور برے لوگوں کی صحبت کی وجہ سے دوسروں کے نقصان کے مقابلے میں اپنے فائدے کا خیال کرکے خود سر ہو کر بیٹھ گیا ۔ مرزا محمد حکیم کی مطلق پرواہ نہیں کرتا تھا ۔ اچانک مرزا (محمد حکیم) کی والدہ ماہ جوجک بیگم اور اس کے بھی خواہوں نے

---

۱ - ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۱۴ (ب)

فصیل بیگ کور اور اس کے لڑکے ابوالفتح کو اپنے ساتھ ملا لیا ، کیونکہ وہ (فضل بیگ) بھتیجے (غنی خاں) کی حکومت سے ہمیشہ کبیدہ خاطر رہتا تھا۔

جب غنی خاں فالیز کی سیر سے واپس ہو کر آیا تو سہر کے دروازے اس پر بند کر دیے ۔ جب اس نے دیکھا کہ کوشش سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور گرفتار ہونے کا اندیشہ ہے تو کابل سے پریشان ہو کر ہندوستان کے لیے چل دیا ۔ ماہ جوجک بیگم نے (مرزا) محمد حکیم کا وکیل فضیل بیگ کو مقرر کیا اور اس کے لڑکے (ابوالفتح) کو نائب مقرر کیا ۔ جاگیر کی تقسیم اور سرداروں کے لیے خطابات تجویز ہوئے ۔

کچھ دنوں کے بعد زمانے کے ستم سے ابوالفتح مرتبے سے گر گیا ۔ شاہ ولی وغیرہ کے مشورے سے مستی کی حالت میں اس کا کام تمام کر دیا گیا اور فضیل بیگ کو بھی پکڑ کر مار ڈالا ۔

جب کابل کی خرابی کے حالات اکبر بادشاہ کو معلوم ہوئے تو منعم خاں کو ، جو وہاں کا بہت مشتاق تھا ، مرزا محمد حکیم کا اتالیق مقرر کیا اور آٹھویں سال جلوس اکبری میں ایک مناسب فوج کے ساتھ مدد کے لیے بھیجا کہ وہ اپنے بیٹے (غنی خاں) کا بھی انتقام لے اور خرابیوں کا تدارک بھی کرے[1] ۔

منعم خاں کابلیوں کو خاطر میں نہ لایا اور فوجی مدد کے پہنچنے سے پہلے وہ بہت جلد کابل کے لیے روانہ ہوگیا ۔ جوجک بیگم نے ولی اتکہ کی غداری کے متعلق سنا تو اسے ٹھکانے لگا دیا ، حیدر قاسم کوہبر کو وکیل مقرر کیا اور تمام امور خود انجام دیتی تھی ۔ جب اس نے یہ خبر سنی [٦٣٨] تو اطراف و جوانب سے لوگوں کو جمع کرکے مرزا (محمد حکیم) کے ہمراہ مقابلے کے لیے نکلی اور جلال آباد کے قریب دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا ، منعم خاں ، کو شکست ہوئی ۔ اسباب اور امارت کا ساز و

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۱۸۳—۱۸۷ (ب)

سامان لٹ گیا ۔ غنیم کے خوف کی وجہ سے کہیں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور گھکروں کے ملک میں آ گیا ۔ بادشاہ کو عرضی بھیجی کہ آپ کے پاس آنے کی مجھے ہمت نہیں ہے ، مکہ کی رخصت دی جائے یا اسی ضلع میں جاگیر مرحمت فرمائی جائے تا کہ سامان درست کر کے حاضر خدمت ہو سکوں ۔ اکبر بادشاہ نے از راہ قدر دانی اس کی ہندوستان کی جاگیر بحال رکھی اور اسے اپنے حضور میں طلب کیا ۔ از سر نو اسے شاہی عنایات سے سرفراز کیا ۔ وہ مدتوں دارالخلافہ آگرہ کی حفاظت میں مشغول رہا ۔ جب بارھویں سال جلوس اکبری میں خان زماں اور بہادر خان اپنے دفتر غدار کو پہنچے تو دونوں بھائیوں کا علاقہ (منعم خانؒ کو ملا نہ جو جون پور سے دریائے جوسا کے کنارے تک تھا ۔

خان خاناں (منعم خان) نے اسی سال اپنی حسن تدبیر اور کارگزاری سے بنگالہ کے حاکم سلیمان کررانی کے ساتھ دوستی کر لی اور بادشاہی سکہ اور خطبہ صوبہ بنگالہ میں جاری کرا دیا[۱] ۔ وہ (سلیمان کررانی) سلیم شاہی امرا میں سے تھا ۔ جب بنگالہ پر شیر شاہ کا قبضہ ہوا تو اس نے وہاں کی حکومت محمد خان کے سپرد کر دی جو اس کا قریبی عزیز تھا ۔ سلیم شاہ کے انتقال کے بعد وہ (محمد خان) بھی حکومت کر کے ختم ہو گیا ، اس کے لڑکے بہادر خان نے وہاں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا اور مشہور عدلی کے ساتھ جنگ میں مشغول ہوا کہ جس نے ہندوستان کی سلطنت کا دعویٰ کیا تھا ۔ ایک مدت کے بعد وہ اپنی طبعی موت سے مر گیا [۶۳۹]

اس کا بھائی جلال الدین اس کا قائم مقام ہوا ۔ تاج خان کررانی ، جو اپنے بھائیوں کے ہمراہ عدلی کے پاس سے بھاگ آیا تھا اور بنگالہ میں مقیم تھا ، وہ کبھی اس (جلال الدین) کے مخالف ہو جاتا تھا اور کبھی اس سے موافقت کر لیتا تھا ۔ جب وہ (جلال الدین) بھی مر گیا تو بنگالہ و بہار کی حکومت تاج خان کو مل گئی اور اس کے بعد اس کے بھائی

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۱۸۷—۱۸۹ (ب)

سلیمان خاں کو منتقل ہوئی -

جب (سلیمان خاں) کی خانخاناں منعم خاں سے صلح ہوگئی تو اس نے اڑیسہ پر بھی قبضہ کر لیا اور وہاں کے راجا کو دھوکے سے مار ڈالا - ۹۷۹ھ (۲---۱۵۷۱) میں (سلیمان خاں) فوت ہو گیا اور اس کا بڑا لڑکا اس کا جانشین ہؤا - اس نے خود سری کا اظہار کیا اور اس علاقے میں اپنے نام کا خطبہ جاری کیا - خانخاناں کو اس سے ناراضی پیدا ہوگئی - چونکہ اس نے غرور و تکبر کی وجہ سے وہاں کے امرا کے ساتھ سخت گیری کی اس لیے ہانسو پسر عماد ، کہ جو اس کے چچا کا لڑکا اور داماد ہوتا تھا ، اس سے ناراض ہوگیا - اس نے کچھ لوگوں کو آمادہ کیا کہ وہ اسے (ہانسو پسر عماد) ٹھکانے لگا دیں - لودی خاں نے جو اس صوبے میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا ، اپنے چھوٹے لڑکے سلیمان داؤد کو سرداری کے لیے طے کیا اور ہانسو مذکور کو قتل کرا دیا - گوجر خاں کررانی نے ،کہ جو اپنے کو میر شمشیر سمجھتا تھا ، صوبۂ بہار میں بایزید کے لڑکے کو سردار بنا دیا- دونوں میں باہم مخالفت ہوئی ، لودی ایک بڑا لشکر لے کر بنگالہ سے بہار کے لیے روانہ ہؤا ، دھوکے اور فریب سے گوجر خاں کو اپنی جماعت میں شامل کر لیا -

جب خان خاناں کو ولایت بہار کے فتح کرنے کا حکم ملا[1] اور اس نے اس ارادے سے دریائے سون کو عبور کیا ، چونکہ داؤد خاں ، لودی سے خوف زدہ تھا لہٰذا اس نے اسے اپنے سے علیحدہ کر دیا اور وہ خود پٹنہ کے قلعے میں قلعہ بند ہوگیا - [٦٣٠] محاصرے کے بعد خانخاناں کی درخواست پر اکبر بادشاہ انیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۲ھ (۱۵۷۴ع)میں آگرہ میں سے بڑی کشتیوں پر ،کہ جو تازہ تازہ بنی تھیں ، پورب کی طرف دریا کے راستے سے روانہ ہؤا، چونکہ راستے میں طوفان کی وجہ سے کچھ کشتیاں برباد و تلف ہوگئیں ، اس لیے دو ماہ آٹھ روز کی مدت میں بادشاہ

---

۱ - ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۴ (ب)

... کے قریب پہنچا[1] ۔

کہتے ہیں کہ بادشاہ نے عجلت کے ساتھ پٹنہ کے معاملات پر توجہ دی اور گنگداس پور میں سید میرک اصفہانی سے بذریعہ جفر مستقبل کا حال دریافت کیا ، اس نے جفر کی کتاب منگئی اور یہ شعر اس سے نکالا :

بیت

بزودی اکبر از بخت ہایوں
برد ملک از کف داؤد بیروں

اکبر بادشاہ نے پٹنہ کی فتح کو حاجی پور کے لینے پر موقوف کیا کہ جو پٹنہ کے مقابل دریائے گنگا کے کنارے واقع ہے اور اس نے اس کے فتح کرنے کا انتظام کیا ۔ اس کی فتح کے بعد داؤد سخت پریشان ہؤا ، وہ دریائے گنگا کے راستے سے بنگالہ بھاگ گیا ۔ اس کے بہت سے سپاہی بھاگتے وقت قتل ہوئے ۔ پٹنہ ، بہت مال غنیمت کے ساتھ فتح ہؤا[2] "فتح بلاد پٹنہ" اس کی تاریخ ہے (۹۸۲ھ)

خانخاناں ، اس فتح کے بعد بہار کا جاگیردار مقرر ہؤا ۔ بیس ہزار سواروں کے ساتھ بنگالہ کی فتح اور داؤد کی تادیب کے لیے مقرر ہؤا ۔ فتح یاب لشکر کے رعب و تسلط کی وجہ سے افغان ہمت ہار گئے اور بغیر لڑے ہوئے اپنے مستحکم مقامات کو چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ خانخاناں ہر جگہ [۶۴۱] کا انتظام کرکے آگے بڑھ جاتا ، یہاں تک کہ داؤد ، اڑیسہ کی طرف بھاگ گیا ۔

اس خان سپہ سالار (خان خاناں منعم خاں) نے ایک فوج محمد قلی خاں برلاس کی سرداری میں اس (داؤد) کے پیچھے روانہ کی اور خود ٹانڈہ میں

---

۱ ۔ اکبر ، پٹنہ ۱۵ ربیع الثانی ۹۸۲ھ (۳ اگست ۱۵۷۴ء) کو پہنچا ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۹۶ (ب)

۲ ۔ فتح پٹنہ کی تفصیل اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۹۶ — ۱۰۱ پر ملاحظہ ہو (ب)

آکر ملک کے انتظام میں مصروف ہوگیا کہ جو بنگالہ کا مرکز تھا۔ بادشاہ کے حضور میں رہنے والے لوگوں کو بہار کی جاگیر کی بجائے بنگالہ میں تنخواہ مقرر ہوئی۔

جب داؤد نے بنگالہ اور اڑیسہ کے درمیان محاصل کے وصول کرنے کے انتظام کی وجہ سے قیام کیا اور محمد قلی خاں برلاس، کہ جو اس کے تعاقب میں تھا، فوت ہو گیا تو خانخاناں (منعم بیگ) ٹوڈرمل کے مشورے سے ٹانڈہ سے اس طرف متوجہ ہؤا۔ اسی سال دونوں فریقوں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ گوجر، جو مخالف (داؤد) کا مقدمۃالجیش کا ذمہ دار تھا، اس نے ہراول اور اگلی فوج کو علیحدہ کر کے متفرق کر دیا۔ خانخاناں کے ملازموں میں سے کسی کو اچھی طرح خدمت کرنے اور مردانگی دکھانے کی توفیق نہ ہوئی، مگر اس نے کچھ لوگوں کے ساتھ دوستی کے ناموس کی وجہ سے مردانہ وار زخم کھائے۔ چنانچہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ اگرچہ زخم سر پر لگا، بینائی کو نقصان پہنچا اور گردن کا زخم بھر گیا لیکن اتنی قوت نہ آئی کہ میں پیچھے کی طرف دیکھ سکوں۔ کندھے کے زخم کی وجہ سے ہاتھ جس طرح چاہتا ہوں سر پر نہیں پہنچتا اور ایسے سخت زخموں کی وجہ سے نہیں گھا سکتا۔ بہی خواہ لگام پکڑ کر باہر نکال لائے۔

گوجر نے لڑائی کے میدان میں اپنی فتح سمجھی اور بلند آواز سے کہتا تھا کہ خانخاناں کا کام تمام کر دیا۔ اب جنگ میں کیا دیر ہے [۶۳۲] اور آہستہ سے کہتا تھا کہ فتح حاصل ہونے کے باوجود طبیعت میں شگفتگی نہیں ہے کہ اچانک ایک تیر اس کے لگا اور وہ ختم ہو گیا۔

داؤد جو راجا ٹوڈرمل کے مقابلے میں تھا، خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا خانخاناں نے نا امیدی کی حالت میں ایسی نمایاں فتح حاصل کی[1]۔ اس نے راجا ٹوڈرمل کو شاہم خاں جلائر کے ہمراہ (داؤد) کے تعاقب پر

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۱۸—۱۲۷ (ب)

گیا اور وہ خود تعاقب میں روانہ ہو گیا کیونکہ اگرچہ اس کے ہمراہ تھوڑے تھے ۔ داؤد ، اڑیسہ کے قلعہ کٹک میں جا کر قلعہ بند ہو گیا ۔ آخر کار خوشامد و چاپلوسی کر کے عہد و پیمان کی بات چیت شروع ہوئی اور بادشاہی نوکری قبول کرنے کی شرط پر ملاقات طے ہوئی ۔

خانخاناں نے غرہ محرم ۹۸۳ھ (اپریل ۱۵۷۵ء) کو بزم مصالحت ترتیب دی ۔ مختلف قسم کی آرائش کی ، ایسا جشن آرستہ کیا کہ دیکھنے والے حیرت میں تھے ، ارکان دولت استقبال کے لیے دوڑے اور داؤد کو لائے ۔ خانخاناں فرش تک استقبال کے لیے آیا اور گرم جوشی دکھائی ، اس نے اپنی تلوار کھول کر رکھ دی یعنی اس نے سپاہ گری چھوڑ دی اور خود کو بادشاہ کی خدمت میں دے دیا کہ جس میں ارکان دولت مصلحت دیکھیں وہ خدمت میں بجا لاؤں ۔ طبقات اکبری کے مؤلف لکھتے ہیں کہ داؤد نے تلوار رکھ کر کہا کہ تم جیسے بزرگ کو اگر کوئی تکلیف پہنچے تو میں سپہ گری سے بیزار ہوتا ہوں ۔

بالآخر خانخاناں نے اس کی تلوار کو اپنے ملازموں کے سپرد کیا اور کچھ مدت کے بعد بادشاہ کی طرف سے خلعت دیا اور شمشیر مرصع اس کی کمر میں باندھی اور کہا کہ ہم تمہاری کمر کو بادشاہی ملازمت کے لیے باندھتے ہیں ۔ اڑیسہ کا کچھ علاقہ اس کی جاگیر میں مقرر ہؤا[1] پھر اس کے بھتیجے شیخ محمد کو اپنے ہمراہ لے کر (خانخاناں) واپس لوٹ آیا ۔ [۶۴۳]

اسی زمانے میں خانخاناں نے شہر گور کو اپنا مستقر قرار دیا کہ جو زمانۂ قدیم میں بنگالہ کا صدر مقام تھا ۔ خیال یہ تھا کہ چونکہ گھوڑا گھاٹ یہاں سے نزدیک ہے اور یہی مقام گھوڑا گھاٹ فتنہ انگیزوں کا مرکز ہے لہذا اس علاقے کی شورش ایک دم ختم ہو جائے گی اور اس دل کشا مقام کو بھی ترقی ہو گی ، کیونکہ یہاں وسیع قلعے اور بڑی

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۳۰—۱۳۱

عمارات ہیں ۔ وہ اس بات سے غافل رہا کہ زمانے کی تبدیلی اور عمارات کی خرابی کی وجہ سے وہاں کی آب و ہوا مضر ہو چکی تھی ، خاص طور پہ اسی زمانے میں برسات کا موسم آ گیا کہ اس موسم میں بنگالہ کے اکثر شہروں میں سیلاب آ جاتا ہے ۔ اگرچہ اس علاقے کے واقف کاروں نے بتایا لیکن اس کا کچھ فائدہ نہ ہؤا ۔ یہاں تک کے تیرہ مشہور و معروف امیر مثلاً اشرف خاں و حاجی محمد خاں سیستانی اور بہت سے اوسط درجے کے لوگ اور عوام مر گئے ۔ چونکہ اس (خانخاناں) نے لوگوں کی رائے کے خلاف سوچا تھا اور پھر بھی عبرت نہ ہوئی ۔ اس کے بعد جب یہ مصیبت اندازے سے زیادہ بڑھی تو اس کی چارہ گری کی فکر ہوئی ۔ جنید کررانی نے صوبہ بہار میں شورش کی ۔ اس نے اس کو بہانہ بنایا اور بنگالہ سے چلا آیا[1] ۔ جب ٹانڈہ پہنچا تو مختصر سی بیماری کے بعد بیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۳ھ (۱۵۷۵ع) میں اس (خانخاناں) کا پیمانہ حیات لبریز ہو گیا ۔

اس بوڑھے تجربے کار کا (لوگوں کے مشورے) کو نہ سننا عجیب بات ہے ۔ اس قدر تجربے کار اور صاحب مرتبہ ہونے کے باوجود وہ ترکوں کی جہالت کو کام میں لایا ۔ عام لوگوں کی طرح توکل اختیار کیا اور ایک جہان کو موت کے منہ میں ڈال دیا ۔ بارگاہ تحقیق کے خواص کا توکل یہ ہے کہ عقل کے ساتھ تدبیر کو کام میں لایا جائے کہ جو عالم اسباب کی کارساز ہے اور اس کے نتیجے (کامیابی) کو خدا کے سپرد کر دیا جائے ۔ [۶۴۳] صرف نیک سوچنے والی عقل اور اسباب ظاہر پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے ۔ اگرچہ اس کے نظر انداز کرنے کو بھی لوگ مکروہ سمجھتے ہیں اور اسی پر بھروسا کرنا بھی منع ہے ۔

خانخاناں اکبر کے زمانے کا بڑا پنج ہزاری امیر اور سپہ سالار ہے ۔ سرداری اور سپہ سالار کے مراتب سے واقف اور رزم و بزم کے آئین کو جاننے والا تھا ۔ وہ چودہ سال امیرالامراء اور سپہ سالار رہا ۔ چونکہ اس

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۶۰

کوئی اولاد نہ تھی اس لیے لونڈی ، غلام ، مویشی ، زیور وغیرہ سرکار میں ضبط ہو گیا ۔

اس بات کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اس کا لڑکا غنی خان بہت حسرت و یاس کے ساتھ کابل سے ہندوستان واپس آ رہا تھا ، جب وہ راستے میں باپ سے ملا تو چونکہ خانخاناں اس سے ناراض تھا ، اس لیے اس کے اخراج کا حکم دیا ۔ وہ قسمت کے بھروسے پر عادل شاہ بیجا پوری کے پاس پہنچا ، کچھ دنوں وہاں رہا اور پھر اس کا انتقال ہو گیا ۔ خانخاناں کی بنائی ہوئی عمارات میں جون پور کا پل ہے جو زمانے کے گزرنے کے باوجود باقی رہے گا ۔ 'صراط المستقیم' ۹۸۱ھ (۴-۱۵۷۳ع) اس کی تاریخ ہے اور وہ سلطنت کے بڑے پلوں میں سے ہے[1] ۔

(۱۷۹)

خان جہان حسین قلی بیگ

بیرام خان خانخاناں کا بھانجا ہے اس کا باپ ولی بیگ ذوالقدر (بیرام خان) کے اقتدار کے زمانے میں اچھی جاگیر اور مرتبہ رکھتا تھا اور تمام امرا پر تفوق و برتری دکھاتا تھا ۔ قصبہ دکدار جالندھر کی لڑائی میں زخم کھا کر گرفتار ہوا ۔ یہ لڑائی بیرام خان اور شمس الدین خان اتکہ کے درمیان ہوئی تھی ، ان ہی دردناک زخموں سے وہ مر گیا ۔

اکبر بادشاہ بیرام خان کی بغاوت اور ناراضگی اس (ولی بیگ) کے بہکانے سے سمجھتا تھا ، [۶۴۵] اس کا سر کاٹ کر پورب کے ملک میں

---

۱ - بیوریج نے پل کی تاریخ کے سلسلے میں ایک تفصیلی حاشیہ لکھا ہے مگر پھر بھی مقصد واضح نہیں ہوا ۔ ان کے کہنے کا یہ مقصد ہے کہ صراط المستقیم کے عدد ۹۸۱ ہیں اور اس میں ۶ عدد کا تخرجہ ہے اور اس نے لفظ ید کے خارج ۶ عدد کیے حالانکہ ہیں ۱۴ ہوتے ہیں اس طرح مسئلہ اور الجھ جاتا ہے (ق)

بھیج دیا گیا۔ حسین قلی بیگ جو صائب رائے اور عقل مند تھا، اس کو خانخاناں (بیرام خان) نے اسی زمانے میں، جب کہ اکبر بادشاہ اس سے ناراض تھا، اپنا امارت کا اسباب اور سامان لے کر میوات سے بادشاہ کے حضور میں بھیجا تا کہ نیاز مندی اور عاجزی سے کوئی کام بن جائے۔ اسی زمانے میں خانخاناں نے پنجاب میں تگ و دو کی جو بغاوت و فساد کا مرکز تھا اور وہ بات ظاہر ہو گئی۔ اس (حسین قلی بیگ) کو مصلحت کی وجہ سے آصف خاں عبدالمجید کے سپرد کر دیا گیا جو اس وقت دہلی کا حاکم تھا تاکہ وہ انسانیت کا برتاؤ کرے اور اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

بیرام خاں کے قضیئے کے ختم ہونے کے بعد خان جہاں حسین قلی بیگ کی رہائی ہوئی اور وہ ہمیشہ خدمت اور اخلاص کی وجہ سے شاہی مہربانیوں سے سرفراز رہا۔ آٹھویں سال جلوس اکبری ۹۷۱ھ میں مرزا شرف الدین حسین احراری بلا وجہ بادشاہ کے حضور سے بھاگ گیا۔ اکبر بادشاہ نے حسین قلی بیگ کو خان کا خطاب اور مرزا (شرف الدین) کی بجائے اجمیر اور ناگور کی جاگیر دے کر اس کے تعاقب کے لیے مقرر کیا۔ چونکہ مرزا (شرف الدین) جنگ کیے بغیر مملکت شاہی سے بھاگ گیا، اس لیے حسین قلی خاں کو بغیر محنت اور مشقت کے اس ولایت پر قبضہ مل گیا اور اس نے اچھی طرح وہاں کا انتظام کیا۔

(حسین قلی خاں نے) تھوڑی سی مدت میں جودھ پور کے قلعے کو فتح کر لیا کہ جو راجا مالدیو کا مسکن اور قیام گاہ تھا اور وہ عزت اور نوکروں کی زیادتی کے اعتبار سے ہندوستان کے تمام راجوں میں ممتاز تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا چھوٹا لڑکا چندر سین جانشین ہوا۔ چتوڑ کے محاصرے کے زمانے میں بھی رانا اودے سنگھ کے تعاقب میں اس (حسین قلی خاں) نے بہت کوشش کی [۶۰۶] اور تحسین و آفرین کا مستحق ٹھہرا۔

(بیسویں) سال جلوس اکبری میں جب اتکہ خیل امراء پنجاب سے بادشاہ کے حضور میں طلب ہوئے تو وہاں (پنجاب) کی حکومت حسین قلی خاں کے سپرد ہوئی کہ جو بادشاہی مملکت کا بڑا صوبہ ہے لیکن رنتھمبور کی مہم پیش آنے کی وجہ سے وہ نہیں گیا اور اس کو بادشاہی ہم رکابی کا شرف حاصل رہا ۔ اس مضبوط قلعہ (رنتھمبور) کی فتح کے بعد جب اکبر بادشاہ آگرہ پہنچا تو وہ (حسین قلی خاں) اپنی جاگیر کے لیے رخصت ہوا ۔

سترھویں سال جلوس اکبری میں شاہی حکم کے مطابق نگرکوٹ کی فتح کے ارادے سے (حسین قلی خاں) روانہ ہوا کہ جو راجا جے چند کے قبضے میں تھا اور اس کے قید ہو جانے کے بعد اس کا لڑکا بدی چند باپ کی جگہ مسند نشین ہوا اور اپنے باپ کو مردہ سمجھ کر سرکشی پر آمادہ ہو گیا ۔ جب حسین قلی خاں ، بدھ متھری[1] کے قریب پہنچا تو وہاں کا حاکم جنو خوف زدہ ہوا ، کیونکہ وہ جے چند کا رشتہ دار تھا اور اس نے کوئی مداخلت نہ کی لیکن وکیلوں کو بھیج کر راہ داری کا عہد و پیمان کر لیا ۔ حسین قلی خاں اپنے ملازموں کی جماعت میں سے راستے کے گاؤں میں تھانہ بٹھا کر آگے بڑھ جاتا ۔ جب وہ کوٹلہ کے قلعے کے پاس پہنچا ، کہ جو بلندی میں آسمان کا مقابلہ کرتا تھا ، (حسین قلی خاں) نے ایک پہاڑی کے اوپر سے چند توپیں ماریں ، یہ پہاڑی قلعے کے مقابل تھی ، پھر تو قلعے کے اندر کے لوگوں کے ہوش پراگندہ ہو گئے اور وہ رات کے وقت قلعے سے بھاگ گئے ۔

پہلے یہ قلعہ گوالیار[2] کے راجا اتم چند سے متعلق تھا اور جے چند کے راجا رام چند نے اسے زبردستی لے لیا تھا ۔ حسین قلی خاں نے وہ

---

۱ ۔ غالباً یہ مقام ''دھم توری جمو'' ہے (ب)

۲ ۔ یہ وسط ہندوستان کا گوالیار نہیں ہے بلکہ پنجاب کی ایک پہاڑی ریاست ہے ، امپیریل گزیٹیر جلد دوازدہم صفحہ ۳۱ (ب)

قلعہ گوالیار کے راجا کے سپرد کر دیا کہ جو ام چند کی اولاد تھا اور اپنا تھانہ بٹھا دیا [۶۰۷]۔

چونکہ آگے درختوں کی اس قدر کثرت تھی کہ سواری کا گزرنا دشوار تھا اس لیے بہت سے آدمیوں کو جنگل کاٹنے پر مقرر کیا[۱]۔ روزانہ جس قدر آسانی ہو جاتی تھی اتنا ہی راستہ طے کر لیتے تھے۔ شروع رجب ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ع) میں فتح مند فوج، نگر کوٹ پہنچ گئی اور چلی ہی کوشش میں بھون کے قلعے پر قبضہ کر لیا کہ جہاں مہامائی کا بت خانہ ہے۔ راجپوتوں اور برہمنوں کی ایک بڑی جماعت، کہ جو ثواب کی غرض سے وہاں ثابت قدم رہی، ماری گئی۔ اس کے بعد نگر کوٹ کے باہر کے قلعے پر بھی قبضہ کر لیا۔ راستے اور دمدمے درست کئے گئے۔ توپوں کے ذریعے عمارات گرائی جاتیں اور جاندار مارے جاتے۔ چنانچہ کھانا کھاتے وقت راجا بدی چند بڑی توپ سے مارا گیا اور تقریباً ۸۰ آدمی دیوار کے نیچے دب گئے۔

آخرکار جب قلعہ فتح کے قریب تھا تو اچانک باغی مرزا ابراہیم حسین اور مسعود مرزا کی آمد سے پنجاب میں ہنگامہ بپا ہو گیا اور تمام لشکر میں قحط پڑ گیا، مجبوراً حسین قلی خاں نے پانچ من سونا اور بہت سے ریشمی کپڑوں کی پیشکش پر صلح کر لی۔ راجا جے چند کے مکان کے سامنے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور دو دن میں پیش طاق تک (مسجد کی عمارت) بن گئی۔ شوال ۹۸۰ھ (۱۵۷۳ع) کے وسط میں جمعہ کے دن حسین قلی خاں نے وہاں بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور وہاں سے چل دیا اور اسماعیل قلی خاں اور مرزا یوسف خاں رضوی کے ہمراہ باغی گروہ کے تعاقب میں جلد ہی روانہ ہو گیا۔ قصبہ [۶۰۸] تلنبہ میں بے خبری کی حالت میں ان (باغی مرزاؤں) کے پاس پہنچا اور دونوں گروہوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ تلنبہ۔ ملتان سے چالیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔

۱۔ ملاحظہ ہو طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۲۵۷ (ب)

ابراہیم حسین نے شکست کھائی اور ملتان سے بھاگ گیا۔ مسعود حسین اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ گرفتار ہوا۔ حسین قلی خاں اٹھارھویں سال جلوس اکبری ۹۸۱ھ (۱۵۷۳ع) میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اکبر بادشاہ گجرات کی فتح کے بعد آگرہ واپس آیا تھا۔ امراء اطراف و جوانب سے مبارک باد کے لیے آ رہے تھے۔ حسین قلی خاں مسعود حسین کی آنکھیں سی کر اور دوسرے قیدیوں کو بیل کی کھال میں، کہ جن سے سینگ بھی علیحدہ نہیں کیے گئے تھے لایا۔ عجیب و غریب صورت میں وہ لوگ پیش ہوئے۔ بادشاہ نے مروت و مہربانی فرمائی اور مرزا کی آنکھیں کھول دی گئیں اور بہت سے لوگوں کی جان بخشی فرمائی۔ حسین قلی خاں کو عمدہ منصب اور ''خان جہاں'' کا خطاب ملا کہ اس سلطنت (مغلیہ) میں اس کے برابر کوئی اور خطاب نہیں ہے۔

جب مرزا سلیمان والیٔ بدخشاں نے اپنے بھتیجے مرزا شاہ رخ کے تسلط کی وجہ سے اکبر کی بارگاہ میں پناہ لی تو خان جہاں (حسین قلی خاں) کو بادشاہ کی طرف سے حکم ہوا کہ صوبۂ پنجاب سے ایک بڑی فوج لے کر مرزا (سلیمان) کے ہمراہ بدخشاں جائے اور اس قدیم حاکم کو اس علاقے کی حکومت پر بٹھا دے۔ اسی زمانے میں ۹۸۳ھ (۶—۱۵۷۵ع) میں منعم خان خان خاناں، صوبے دار بنگالہ فوت ہو گیا اور اس ملک میں بہت گڑ بڑ پیدا ہو گئی۔ فوجی افسران خراب ہوا کی وجہ سے، جو وہاں پیدا ہو گئی تھی، بہت خوف زدہ ہوئے، (وہ افسر) داؤد خاں کے غلبے کی وجہ سے [۶۳۹] پریشان ہو گئے اور اس علاقے کو چھوڑ کر اس ملک سے نکل بھاگے کیونکہ داؤد خاں اس علاقے کا دعوے دار تھا۔ اس دوران میں اس نے عہد کی پاس داری نہ کی اور از سر نو شورش اختیار کی۔ چونکہ جہاں داری کا یہ قانون ہے کہ اہم مسئلے کو دوسرے معاملات کے مقابلے میں اختیار کیا جاتا ہے (توجہ دی جاتی ہے)، اس لیے بادشاہ (اکبر) نے خان جہاں کو فوراً پنجاب سے اپنے حضور میں طلب کیا اور بنگال کی صوبے داری پر نامزد فرمایا۔ راجا ٹوڈر مل کو

اس کے ساتھ کر دیا کیونکہ وہ بہادری اور کار گزاری کی صفات سے متصف تھا اور اس صوبے میں نمایاں کام انجام دے چکا تھا۔

بنگال کے امراء بھاگل پور، بہار کے قریب خان جہاں سے ملے، بعض نے ہوا کی خرابی کا عذر کیا اور واپس لوٹنے میں تساہل کیا اور کچھ لوگوں نے اختلاف مذہب کو عنوان بنا کر بکواس شروع کر دی، لیکن خان جہاں جو پرانا سردار اور جنگ کرنے کا عادی تھا، بالکل ہمت نہ ہارا۔ اس نے لوگوں کو دلاسا دیا اور دلدہی کی اور سب لوگوں کے ساتھ (بنگالہ کو) روانہ ہؤا۔ اگرچہ ان میں بہت چغتائی مغل تھے جو قزل باشوں کی سرداری پسند نہیں کرتے تھے مگر گڑھی کو، جو بنگالہ کا دروازہ ہے، تھوڑی سی کوشش سے حاصل کر لیا۔ پھر ٹانڈہ تک کا ملک۔ جو ہاتھ سے نکل چکا تھا، قبضے میں کیا۔ اس نے حسن تدبیر سے پراگندگی اور اضطراب کو ختم کیا۔ داؤد خاں کررانی نے آک محل کو بہت مضبوط کیا اور بادشاہی لشکر کے مقابل ڈٹ گیا، روزانہ لڑائی ہوتی، مقابلہ ہوتا، خان جہاں اور راجا ٹوڈر مل بہت کوشش کرتے تھے مگر لوگوں کی کم ہمتی کی وجہ سے کوئی کام نہ بنتا تھا۔ ایک دن خواجہ عبداللہ نقشبندی اپنے تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ پہلے سے مورچال سے نکلا، اور مقابلے کا خواہاں ہؤا۔ دشمن کی ایک بڑی جماعت میدان جنگ میں [۶۵۰] مقابلے کے لیے آ گئی، ہمراہیوں نے ساتھ نہ دیا۔ خواجہ (عبداللہ) نے ذاتی شرافت کی وجہ سے بہادری کا مظاہرہ کیا اور جان بچ دی۔ جب اکبر بادشاہ کو معلوم ہؤا تو اس نے افسوس کیا اور بہار کے صوبے دار مظفر خاں کو واجب‌التعمیل حکم بھیجا کہ بہت جلد اس علاقے کے جاگیرداروں کے ساتھ بنگالہ کی فوج میں شامل ہو جائے۔

اسی سال ۹۸۴ھ (۱۵۷۶-۷ع) میں مظفر خاں، صوبۂ بہار کی فوج کے ساتھ، (خان جہاں) کا شریک ہؤا۔ خان جہاں صفوں کے درست کرنے میں مشغول اور لڑائی کے لیے تیار ہؤا، اتفاقاً اس رات کو، جب فتح

کے آثار تھے ، بادشاہی لشکر سے ایک توپ اس چارپائی پر چھوڑی گئی کہ جس پر داؤد کا چچا جنید کررانی سویا ہؤا تھا ۔ اس صدمے سے اس کی ران ٹوٹ گئی ، اس کے بعد سخت مڈ بھیڑ ہوئی اور داد مردانگی دی گئی ۔ دشمن کی میمنہ فوج کا سردار کالا پہاڑ زخمی ہوکر بھاگا اور ہنوز شخصی جنگ شروع نہ ہوئی تھی کہ دشمن کی فوج میں تفرقہ پڑ گیا ۔ افغانوں نے ہمت ہار دی اور بھاگ کھڑے ہوئے ۔ بہت سوں کا تعاقب ہؤا اور وہ بہادروں کی تیغ بے دریغ سے قتل ہوئے ۔ داؤد چاہتا تھا کہ کسی طرف کو بھاگ جائے کہ اس کا گھوڑا دلدل میں پھنس گیا اور وہ پکڑا گیا ۔ جب خان جہاں کے سامنے لایا گیا تو اس نے پوچھا کہ خاں خاناں (منعم خاں) سے جو عہد و پیمان اور قول و قرار ہؤا تھا وہ کیا ہؤا ، تو اس نے لاپرواہی سے جواب دیا کہ وہ زبانی عہد ہؤا تھا ، اگر دوستی کا خیال ہے تو نئے سرے سے عہد ہونا چاہیے ۔ خاں جہاں نے فرمایا کہ اس کو شوریدہ مغز سر کے وزن سے ہلکا کر دیا جائے ۔ اسی وقت اس کے سر کو سید عبداللہ خاں کے سپرد کرکے بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔ [۶۵۱] (اسی دوران میں) بادشاہ نے تیز ڈاک خان جہاں کے پاس بھیجی کہ وہ اس بات کی خوش خبری سنے کہ راجا مان سنگھ کچھواہہ نے گول کنڈہ کے قریب رانا سے مقابلہ کیا اور فتح حاصل کی اور پورب کے امیروں کو بادشاہ کے اس طرف آنے کی اطلاع پہنچائے ۔ اتفاقاً رخصت کے وقت فرمایا کہ چونکہ تو یہ خوش خبری (فتح رانا) لیے جاتا ہے تو اس طرف سے بھی بنگالہ فتح ہونے کی خوش خبری لائے گا ۔ بادشاہ فتح پور سے اس علاقے پر چڑھائی کرنے کے ارادے سے چل پڑا تھا کہ عبداللہ خاں دس گیارہ روز کے عرصے میں بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا ۔ اس فتنہ پرداز (داؤد خاں کررانی) کے سر کو جلو خانے میں ڈال دیا گیا ، لوگوں نے (خوشی میں) شور مچایا ، چاروں طرف کو فتح کے خط لکھے گئے ۔ اس کے بعد خان جہاں نے فتح کی خبر لے کر ٹوڈر مل کو بادشاہ کے حضور میں بھیجا اور اس نے خود سات گاؤں کی طرف لشکر کشی کی کیونکہ

اس علاقے میں داؤد خاں کا خاندان تھا ، اس (داؤد خاں) کا خاصہ خیل جمشید مقابلے کو آیا اور اس نے شکست کھائی ۔ داؤد خاں کی ماں نے اپنے متسبین کے ہمراہ اطاعت قبول کرلی اور وہ ملک جس کو پرانے زمانے سے بلغاک خانہ (ہنگامہ خانہ) کہتے تھے (یعنی وہ سر زمین باغیوں کی شورش سے کبھی خالی نہیں رہتی ہے) ۔ خان جہاں کی ہمت اور مردانگی کی بدولت از سر نو قبضے میں آیا اور وہاں امن و امان قائم ہؤا ۔

راجا مال گوسائیں زمین دار ولایت کوچ بھی اطاعت پذیر ہؤا ۔ خان جہاں نے وہاں کے تحائف اور ۵۴ مشہور ہاتھی بادشاہ کے حضور میں بھیجے ۔ چونکہ کچھ افغانوں نے بھاٹی کے حدود میں شورش مچائی اور وہاں کے زمین دار عیسیٰ نے بغاوت کی تیئسویں ، سالِ جلوس اکبری میں خان جہاں نے ادھر کا رخ کیا ایک لشکر پہلے سے ادھر بھیج دیا ، سخت مقابلے کے بعد [۶۵۲] عیسیٰ شکست کھا کر بھاگ گیا اور افغانوں نے اطاعت قبول کر لی ۔ خان جہاں مقصد حاصل کرنے کے بعد واپس ہؤا ۔ اور ٹانڈہ کے قریب صحت پور میں ، کہ جس شہر کی اس نے بنیاد رکھی تھی ، عشرت و مسرت میں مشغول ہوگیا ۔ چونکہ ہر خوشی کا انجام افسوس کے ساتھ ہم رشتہ ہے اور ہر کمال کو زوال ہے ۔

بیت

نیکو بود ہیچ مرادے بکمال
چوں صفحہ تمام سد ورق برگردد

خان جہاں تھوڑی سی مدت میں بستر بیماری پر پڑ گیا ۔ ڈیڑھ ماہ پڑا رہا ۔ ہندی طبیبوں نے بغیر سمجھے ہوئے علاج کیا ۔ اسی سال ۹۸۶ھ (۱۵۷۸ع) میں فوت ہوگیا ۔ اکبر کے عہد کا پنج ہزاری امیر تھا ۔ اس کا لڑکا رضا قلی خاں سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں پانچ سو ذات اور تین سو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔

(۱۸۰)
خواجہ شاہ منصور شیرازی

ابتدا میں اکبر کے خاص ملازمین میں تھا ، پھر خوشبو خانے کے مشرف کے عہدے پر مقرر ہؤا ۔ مظفر خاں دیوان نے اس کی طرف سے بے توجہی برتی تو اُس کے معاملات خراب ہوگئے ۔ ایک دن اُس نے مظفر خاں سے زبانی رد و بدل کی ، اپنی مجبور حالت دیکھ کر وہ بد دل ہوگیا ۔ پس مجبور ہوکر وہ جون پور گیا ، اپنی قابلیت کی بنا پر خان زماں کا دیوان مقرر ہؤا ۔ اس کے بعد اس نے منعم خاں خانخاناں کی ملازمت اختیار کی اور اس کے معاملات کو درست کرنے کا ذمہ لیا ۔ جب سپہ سالار کا زمانہ ختم ہوگیا تو راجا ٹوڈر مل نے سرکاری حسابات کے معاملے میں اس کو قید کر دیا [۶۵۳]

چونکہ خاں خاناں کی دیوانی کے زمانے میں وہ اکثر معاملات سنبھالنے کی غرض سے دربار میں آتا تھا ، اس لیے اس کی تقریر کے سنجیدہ طریقے سے اس کی تجربہ کاری اور معاملہ فہمی اکبر بادشاہ کو معلوم ہو چکی تھی ، اسی بنا پر بغیر کسی ذریعے کے اکیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۳ھ (۶–۱۵۷۵ع) میں خواجہ (شاہ منصور) پر بادشاہ کی نظر عنایت ہوئی اور وہ وزارت کے عہدے پر فائز کیا گیا[1] ۔

خواجہ نے اپنی دانش مندی اور ذہانت سے معاملات کو ایسا درست کیا کہ پرانے معاملات صاف ہو گئے ۔ چونکہ یہ ضابطہ تھا کہ ہر سال کچھ دیانت دار اور تجربہ کار ہر علاقے اور پرگنے کے مفصل حالات معلوم کرنے کے لیے مقرر کیے جاتے اور ہر سال ان کی اطلاعات کی بنا پر دیوانی کے حقوق ادا کرنے کے لیے دستور العمل تیار کیا جاتا تھا ۔ جب ممالک محروسہ کی حدود زیادہ وسیع ہوگئیں تو اس کام میں دشواریاں پیش

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۹۳—۱۹۴ (ب)

آنے لگیں ، اس لیے کہ ان کی تحریرات میں فرق ہونے لگا ، فوج اور رعایا کو تکلیفیں ہوئیں ، باقی اور فاضل مطالبات کی خواہش نے شورش بڑھا دی اور یکساں نرخ بھی مروج نہ رہا لہٰذا خواجہ نے چوبیسویں سال جلوس اکبری میں ہر پرگنے کے دس سالہ حالات معلوم کرنے کے بعد ، پیداوار ، قیمت اور نرخ کے اعتبار سے دسویں حصے کو سالانہ سال گزاری مقرر کرکے انتظام کر دیا -

اسی سال خواجہ (منصور شاہ) کے مشورے سے فسحت آباد (وسیع) ہندوستان بارہ مناسب حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ۔ اس وقت تک اڑیسہ ، کشمیر ، ٹھٹھہ ، دکن فتح نہیں ہوئے تھے ۔ ہر حصے کا نام صوبہ رکھا گیا اور اس میں سپہ سالار ، دیوان بخشی فوج ، میر عدل ، کوتوال میر بحر اور واقعہ نویس مقرر کیے گئے[۲] [۶۵۴]

چونکہ خواجہ (منصور شاہ شیرازی) درشتی ، جز رسی ،کفایت شعاری اور سخت گیری میں بہت مشہور تھا ، پچیسویں سال جلوس اکبری میں اس نے سابقہ بقایا وصول کرنے میں سختی کی ۔ اگرچہ ملک بنگالہ کی آب و ہوا گھوڑوں کے لیے ناسوافق تھی مگر وہاں کی فوجی تنخواہیں دوگنی اور بہار کی فوجی تنخواہیں ڈیڑھ گنی کر دی گئی تھیں ۔ خواجہ باوجودیکہ باریک بین اور سنجیدہ تھا مگر موقع و محل کو نہ سمجھا ، اس نے امن اور جنگ کے وقت کو ملحوظ خاطر نہ رکھا اور یہ خیال نہ کیا کہ اس وقت کے ساتھ رعایت اور (تنخواہ میں) اضافہ ہونا چاہیے نہ کہ کمی ، کیونکہ وہ دور لڑائی میں مصروف جاں فشانی ہے ۔ بنگالہ میں دس کے پندرہ اور بہار میں دس کے بارہ مقرر کرکے مظفر خاں کو رقم کی واپسی کا حکم دے دیا ۔

وہ دیوانی سے سے سپہ سالاری پر پہنچا تھا ، اس نے شروع سال سے حساب کرکے بہت سی رقم کا مطالبہ کر دیا ۔ بہار اور بنگال کے امراء اس

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۸۲—۲۸۳ (ب)

سے بے موقع کفایت اور رقم کی واپسی کے بے جا مطالبے سے یک بارگی خلاف ہو گئے اور انہوں نے بغاوت کر دی ۔ کون سا فساد تھا جو وہاں برپا نہ ہؤا ، اور کون سی خون ریزی تھی جو وہاں نہ ہوئی ہو!۔

راجا ٹوڈر مل اس بغض کی وجہ سے ، جو ہم عصر اور ہم پیشہ سے ہوتا ہے ، موقع کا منتظر تھا ۔ اس موقع پر اس نے عرض کیا کہ وزیر کو مناسب طریقے سے وصول کرنا اور ملازمین کی پرورش میں سیر چشمی سے کام کرنا چاہیے ، نزاکت وقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے ۔ لین دین میں سختی کی بجائے نرمی اور اعتدال اختیار کرنا چاہیے نہ کہ مستوفی بن جائے کہ جو سختی کے ساتھ بقایا وصول کرنا اور دولت جمع کرنے کے علاوہ دوسرا کوئی مقصد ہی نہیں رکھتا ہے [۶۵۵]۔

طبقات اکبری سے معلوم ہوتا ہے[۲] کہ راجا ٹوڈر مل نے ولایت مشرف سے یہ عرضی بھیجی تھی کہ وہ معصوم خان فرنخودی کو مختلف تدابیر اور تواضع سے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے ، خواجہ شاہ منصور نے اس کو سخت خطوط بھیجے اور زرکثیر اس کے دے نکالا اور اسی طرح وہ ترسون محمد خان کے ساتھ پیش آیا ، جو بڑے سرداروں میں تھا اور لشکر کی سرداری پر فائز تھا ۔ ایسے وقت میں اس کو عنایات کا امیدوار بنانا چاہیے تھا ، سختی کی کیا ضرورت تھی ۔ لہذا بادشاہ نے خواجہ کو معزول کرکے چند روز کے لیے شاہ قلی خان محرم کے سپرد کر دیا[۳] ۔ چونکہ اس کی خیر خواہی اور دماغ سوزی بادشاہ کے ذہن نشین ہو چکی تھی ، اس لیے از سر نو اس کو وزارت سے سرفراز کیا ۔

اتفاق سے اسی سال مرزا محمد حکیم ، معصوم عاصی کی ترغیب سے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۹۲—۲۹۳ (ب)

۲ ۔ طبقات اکبری جلد دوم صفحہ ۳۳۴—۳۳۵ (ب)

۳ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۳۱۵—۳۱۶ (ب)

۴ ۔ ایضاً صفحہ ۳۲۷ (ب)

جو بہار و بنگالہ کے باغیوں کا سردار تھا کابل سے آ کر ، پنجاب میں مخل انداز ہؤا ۔ اکبر بادشاہ نے اس سمت کا رخ کیا ۔ دشمنوں نے مرزا (حکیم) کے منشی کے طرز تحریر میں چند خطوط خواجہ کے نام کے پیش کیے اور دشمن (مرزا حکیم) سے ساز باز اور طرف داری رکھنے کا الزام لگایا ۔ اتفاق سے ملک ثانی جو مرزا کا نیا ملازم اور اس کا دیوان تھا اور "وزیر خاں" خطاب رکھتا تھا ، اس موقع پر اس (مرزا حکیم) سے علیحدہ ہو کر سونی پت کے مقام پر بادشاہ (اکبر) کے حضور میں حاضر ہؤا اور قدیم تعلق کی وجہ سے خواجہ کے نزدیک قیام کیا ۔ چونکہ یہ شہرت ہو چکی تھی کہ وہ جاسوسی کے لیے آیا ہے ایسے وقت میں جب کہ مرزا (حکیم) ہندوستان کی تسخیر کی جانب متوجہ ہے ، اس کو علیحدہ کر کے بھیج دینا خالی از علت نہیں ہے ۔ پہلا الزام [۶۵۶] اور مضبوط ہو گیا ۔

تفتیش کرنے کے بعد خواجہ کی بعض باتوں سے یہ خیال اور بھی پختہ ہو گیا ۔ اسی دوران میں لوگوں نے خواجہ کے نام سے جعلی خطوط ، جو مرزا حکیم کو لکھے گئے تھے ، بادشاہ کے سامنے پیش کر دیے ۔ اس کے ایک عامل شرف بیگ کا بھی خط آ گیا ۔ جب اس کو کھولا تو اس میں تحریر تھا کہ "میں نے خان مرزا فریدوں خاں سے ملاقات کی وہ مجھ کو مرزا کی خدمت میں لے گیا ، باوجودیکہ تمام پرگنوں پر عامل مقرر ہو گئے تھے ، ہمارے پرگنے کو معاف رکھا گیا ۔"

کہتے ہیں کہ اس وقت تک بادشاہ اس کے معاملے میں متردد تھا ۔ امراء اور اراکین (سلطنت) بہت کوشش کر رہے تھے کہ حکم صادر ہؤا کہ (خواجہ) کو قید کر لیا جائے ۔ جب تک کہ وہ اپنا ضامن پیش نہ کرے (قید رہے) ۔ چونکہ اس کی ضمانت کی کسی نے ہمت نہ کی ، کوٹ کھجوہ کے نزدیک ایک درخت میں لٹکا کر پھانسی دے دی گئی ۔ "ثانی منصور حلاج" ۹۸۹ھ (۱۵۸۱ع) تاریخ وفات ہے[1] ترک اور تاجیک

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ سوم صفحہ ۳۴۲—۳۴۴ (ب)

(کی پوری قوم نے) اس کی سخت گیری سے نجات پاکر خوشیاں منائیں ۔

کہتے ہیں کہ مرزا محمد حکیم نے بھاگ جانے کے بعد دارالملک کابل میں بادشاہ (اکبر) مقیم ہؤا تو شاہ منصور کے متعلق مزید معلومات کی گئیں مگر اس سلسلے میں کچھ ثبوت نہ ملا ۔ کہتے ہیں کہ سہار خان کسوہ کے بھائی کرم اللہ نے بعض سرداروں خصوصاً راجا ٹوڈر مل کے اشارے سے جعلی خطوط بنائے تھے ۔ اکبر بادشاہ اس کے خون ناحق اور ایسے تجربہ کار کے ضائع ہو جانے کا بہت افسوس کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جس دن سے خواجہ کا خاتمہ ہؤا ، مالی محکمہ ختم ہو گیا اور دفتری شعبہ برباد ہو گیا ۔ ایسا باریک بیں ، نکتہ سنج اور تشخیص کرنے والا محاسب بہت کم دستیاب ہوتا ہے ۔ ہزاری منصب پر فائز تھا ، چار سال تک لیاقت اور مستقل مزاجی کے ساتھ عہدۂ وزارت پر قائم رہا [۶۵۷] ۔

قدیم رسم ہے کہ جب بادشاہ بہت مشغول ہو جاتا ہے تو امتیاز و واقفیت میں کمی پیدا ہو جاتی ہے ، قریبی خدمت گار کتنی ہی اچھی طرح خدمات انجام دیں خود مطلبی اور خود غرضی سے خالی نہیں رہتے ۔ اکثر مخلص اور نیک طینت کو حسد کی وجہ سے اس کے برعکس ظاہر کر کے اس کی جان کے لیوا ہو جاتے ہیں ۔ زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ وہ (مخلص) اپنی راستی پر مغرور ہو جاتا ہے ۔ اِس کی اور اُس کی پرواہ نہیں کرتا ہے ، خوشی اور لا پرواہی سے زندگی گزارتا ہے ، حسد ہی وہ (ایسا معاملہ) دیکھتا ہے کہ خدا کسی کو نہ دکھائے ۔ وسیع تر دنیا کے کام بغیر آسانی اور سہولت کے تکمیل پذیر نہیں ہوتے ہیں سکہ نرمی اور سہولت کے ترک کر دینے سے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بزرگ اور اہم کام بگڑ جاتے ہیں ۔

ع سخت می گردد جہاں بر مردمان سخت کوش

اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ دنیا حق و باطل کے دو پاؤں پر قائم ہے ، ایک پاؤں پر کھڑی نہیں ہو سکتی اور یہ (حق) ہے کہ جو

حساب کی تنقیح اور معاملات کی اصلیت میں کار فرما ہوتا ہے ، اور وہ (باطل) ہے کہ جس کے ذریعے سے خود آراء اور فسوں ساز جاہ طلبی اور مرتبہ بڑھانے کے ساتھ زندگی میں سہولت اور شہرت چاہتے ہیں ۔ اس کے لیے سخت گیری اختیار کرتے ہیں اور اس مخلوق کو پریشان کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کا عجیب نمونہ ہے اور جو ہمیشہ خدا تعالیٰ کی رضامندی کی خواہاں رہتی ہیں ۔ یقینی بات ہے کہ تقدیر کے مضبوط ہاتھ بہت تھوڑے عرصے میں ان (لوگوں) کے کاموں کے لیے موقع فراہم کر دیں گے ، وہ اس کے غصے کا نشانہ اور اس بزرگ (خدا) کے غضب کا شکار ہوں گے [۶۵۸]

نباشی نکار جہاں سخت گیر
کہ ہر سخت گیرے بود سخت میر
غم زیر دستاں نجور ریہار
تبرس از زبردستیٔ روز گار

(۱۸۱)

خداوند خاں دکھنی

احمد نگر کے نظام شاہی امیروں میں سے ہے ۔ اس کا باپ مشہد کا رہنے والا اور اس کی ماں حبش کی تھی ۔ موی ہیکل ، مضبوط جوان ، قوت اور مردانگی میں مشہور تھا ۔ جب خواجہ میرک اصفہانی ، چنگیز خاں ، کے خطاب سے سرفراز ہؤا اور اس کو وکالت کا منصب اور مرتضیٰ نظام شاہ کی پیشوائی کا مرتبہ ملا تو وہ اس (خداوند خاں) کی تربیت کے لیے مقرر ہؤا اور وہ (خداوند خاں دکھنی) امارت اور ولایت برار کے جدید محالات کی جاگیرداری پر مقرر ہؤا ۔ اس نے تھوڑے ہی زمانے میں بہت دولت و حیثیت فراہم کر لی اور جماعت اور وقار کا مالک ہو گیا ۔ قصبہ روہن کھیڑہ میں اس نے ایک مسجد تعمیر کرائی جو زمانہ گزرنے کے باوجود شکست و ریخت سے محفوظ ہے ۔ ۹۹۳ھ (۵-۱۵۸۴ع) میں

(خدا وند خاں دکھنی) میر مرتضیٰ سبزواری کے ہمراہ فتح پور میں بادشاہ (اکبر) کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ (مرتضیٰ سبزواری) برار کے لشکر کا سردار تھا اور صلابت خاں چرکس کے اصرار کی وجہ سے وہ دکن میں ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا ۔ خداوند خاں دکھنی نے ہزاری منصب پایا اور اس کو اکبر بادشاہ کی بارگاہ میں خاصی ترقی ہوئی ۔ لیکن تیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۵ھ (۸۰-۱۵۸۷ء) میں بادشاہی مجلس میں وہ ان حالات و واقعات کی وجہ سے ، کہ جو [۶۵۹] اس کے اور اس کے نوکروں کے درمیان وقوع پذیر ہوئے تھے ، نظروں سے گر گیا اور پٹن گجرات ، جو اس کی جاگیر میں مقرر تھا ، ضبط کر لیا گیا ۔ چونتیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۷ھ (۹-۱۵۸۸ء) میں قصبہ مذکور (پٹن گجرات) میں وہ فوت ہؤا ۔

کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابوالفضل نے اس کو ، ضیافت میں بلایا ۔ اکثر امراء حاضر تھے ، شیخ (ابوالفضل) کی عالی ہمتی کی وجہ سے اس دعوت میں طعام کی کثرت اور طرح طرح کے تکلفات تھے ۔ اس کے ہر نوکر کے سامنے کھانے کی رکابیاں ، بھنی ہوئی بکری کا ایک دست اور تقریباً سو روٹیاں تھیں ۔ خدا وند خاں کے سامنے مرغ ، تیتر ، ساگ اور سالن کی بہت سی رکابیاں چنی گئیں ۔ وہ ناخوش ہو کر اٹھ کھڑا ہؤا کہ ہمارے سامنے مرغ کے کباب لائے گئے ، یہ صرف استہزا اور مذاق کی غرض سے تھا ۔ جب اکبر بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے خدا وند خاں سے فرمایا کہ یہ چیزیں ہندوستان کے تکلفات کے معمول میں سے ہیں اور اگر مقصود طعام ہوتیں تو ہمارے ہر نوکر کے سامنے (بھنی ہوئی بکری) کی لنگری نہ رکھی جاتی ۔ اس کے باوجود خداوند خاں شیخ (ابوالفضل) سے صاف نہ ہؤا ۔ پھر اس کے گھر نہ گیا ۔ یہی وجہ ہے کہ (شمالی) ہندوستان میں اہل دکن اپنی حماقت اور بطی‌الفہمی کے لیے مشہور ہیں ۔

(١٨٢)

خواجه نظام الدین احمد[1]

خواجه مقیم ہروی کا بیٹا ہے کہ جو بادشاہ کے ملازمین میں سے تھا اور اس بادشاہ کے آخر زمانے میں وہ دیوانی بیوتات[2] کی خدمت پر سرفراز ہؤا - بابر کے انتقال کے بعد مرزا عسکری کے پاس چلا گیا - جس زمانے میں کہ ہمایوں نے گجرات کو فتح کیا تو احمد آباد (مرزا عسکری) [٦٦٠] کو ملا - خواجہ (مقیم) مرزا عسکری کا وزیر تھا - حوسا کی لڑائی کے موقع پر کہ جب شیر خاں سور غالب آیا اور ہمایوں بادساہ چند سواروں کے ساتھ آگرہ روانہ ہؤا تو خواجہ (مقم) بھی ان سہ اروں میں شامل تھا - اس کے بعد ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں وہ شاہی حدمات پر سرفراز ہؤا ۔

خواجہ نظام الدین احمد راستی و درستی میں بے مثل اور کارگزاری و معاملہ فہمی میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا - ذخیرہ‌الخوانین میں جیسا کہ لکھا ہے کہ خواجہ نظام الدین شروع زمانے میں اکبر بادشاہ کا دیوان حضور تھا ، یہ بات کہیں اور جگہ نظر سے نہیں گزری[3] - انتیسویں سال جلوس اکبری میں جب گجرات کی حکوست اعتماد خاں گجراتی کے سپرد ہوئی تو خواجہ نظام الدین اس صوبے کی بخشی گری کی

---

١ - نظام الدین کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے ، مقدمہ طبقات اکبری (انگریزی ترجمہ) (ب)

٢ - سرکاری ذخائر اور کارخانجات کا مہتمم دیوان بیوتات کہلاتا تھا ، ابن حسن (سنٹرل اسٹرکچر آف دی مغل ایمپائر) صفحہ ٩٦ ، ٢٣٨ (ب)

٣ - ذخیرۃالخوانین جلد اول صفحہ ٢٠٨ (ق)

٤ - اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ٤٠٣ میں اٹھائیسویں سال جلوس لکھا ہے - (ب)

[illegible] پر مقرر ہوا۔

سلطان مظفر گجراتی کی شورش میں اعتماد خان ، اس کے لڑکے کو اپنے لڑکے کے ساتھ شہر کی حفاظت کے لیے چھوڑ گیا اور خود خواجہ (نظام الدین احمد) کے ہمراہ شہاب الدین احمد خاں کے لانے کے لیے قصبہ کڑھی کو روانہ ہؤا کہ جو احمد آباد سے بیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کی عدم موجودگی میں شہر (احمد آباد) سرکشوں کے قبضے میں آ گیا اور خواجہ (نظام الدین) کا مکان بھی لٹ گیا۔ اس کے بعد شہاب الدین احمد خاں اور اعتماد خاں کے ہمراہ اس لڑائی میں جو اس باغی گروہ (ہمراہیاں مظفر) کے ساتھ ہوئی تھی ، خواجہ نظام الدین نے بھی اپنے تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ مقابلہ کیا ، لیکن کوئی فائدہ نہ ہؤا۔ مجبوراً ساتھیوں کو نہ چھوڑا اور ان کے ساتھ پٹن آیا۔ جب خان خاناں ، سلطان مظفر گجراتی کی سرکوبی کے لیے بادشاہ کی طرف سے مقرر ہؤا تو احمد آباد سے تین کوس کے فاصلے پر سرکیچ میں دشمنوں سے مقابلہ ہؤا [۶۶۱] اور اس نے خواجہ (نظام الدین احمد) کو امراء کی ایک جماعت کے ساتھ متعین کر دیا کہ دشمن کے پیچھے سے آ کر استقلال کے ساتھ مقابلہ کریں۔ اس دن اس نے بہت بہادری دکھائی اور مظفر گجراتی کے تعاقب میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا ، دوبارہ کوشش کی اور مدت تک وہ (خواجہ نظام الدین احمد) اس صوبے میں بخشی رہا۔

جب چونتیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۸ھ (۹۰-۱۵۸۹) میں گجرات کی حکومت مالوہ کے صوبے دار خان اعظم کے سپرد ہوئی[۱] اور خان خاناں کو گجرات کی بجائے جون پور کی جاگیر ملی تو نظام الدین کی بھی بادشاہ کے حضور میں طلبی ہوئی۔ اس نے چھ سو کوس کا فاصلہ اونٹ سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ بہت تیزی سے بارہ دن میں طے کیا اور پینتیسویں سال جلوس کے جشن کے شروع میں وہ لاہور پہنچ گیا۔

---

۱ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۵۷۱ (ب)

چونکہ یہ ایک عجیب بات ہوئی تھی اس لیے حکم ہوا کہ اونٹ سواروں کی وہ ساری جماعت بادشاہ کے روبرو آئے۔ اس کے بعد خواجہ نظام الدین بادشاہ کی بے پایاں عنایات سے سرفراز ہوا اور اس کے مرتبے اور اعتبار میں اضافہ ہوا۔

سینتیسویں سال جلوس اکبری میں جب آصف خاں مرزا جعفر بخشی بیگی، جلالہ روشانی کی سرکوبی کے لیے مقرر ہوا تو خواجہ نظام الدین کے سپرد بخشی گری کی خدمت ہوئی[1]۔

اڑتالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۳ھ میں جب اکبر بادشاہ شکار کے ارادے سے نکلا تو شاہم علی کے پاس، خواجہ (نظام الدین) کو بخار بڑھ گیا اور حالت دگرگوں ہوگئی۔ اس کے لڑکے اجازت لے کر لاہور لے گئے۔ دریائے راوی کے کنارے پہنچے تھے کہ موت کا مگرمچھ بحرفنا میں کھینچ کر لے گیا[2]۔ طبقات اکبری اس کی تالیف ہے، اکبر کے اڑتالیسویں سال جلوس تک کے واقعات [۶۶۲] یعنی ۱۰۰۲ھ تک کے ہندوستان کے حالات و واقعات اس میں لکھے گئے ہیں۔ اور کہتا تھا کہ اگر عمر نے مساعدت کی تو آئندہ کے واقعات بھی مرتب کرکے کتاب کا ضمیمہ بنا دوں گا اور نہیں تو جو کوئی توفیق پاوے تو ان کو لکھے۔ چونکہ خبروں کی تنقیح میں چھان بین اور تحقیق اور مواد کے جمع کرنے میں پوری کوشش کی گئی ہے اور میر معصوم بھکری وغیرہ اہل کمال اس کی تالیف میں مددگار رہے ہیں[3]، اس لیے وہ کتاب (طبقات اکبری)

۱۔ منتخب التواریخ جلد دوم صفحہ ۳۸۰-۳۸۱ (ب)

۲۔ پرشاد نے طبقات اکبری کے مقدمہ میں تاریخ انتقال ۲۳ صفر ۱۰۰۳ھ (۱۹ اکتوبر ۱۵۹۴) بتائی ہے اور منتخب التواریخ جلد دوم صفحہ ۳۰۷ میں ۲۳ صفر ۱۰۰۳ھ ہے (ب)

۳۔ ذخیرۃ الخوانین کے مؤلف شیخ فرید بھکری نے لکھا ہے کہ میں

(باقی صفحہ ۶۵۹ پر)

اعتبار ہے اور وہ پہلی تاریخ ہے کہ جس میں اس ملک ہندوستان کے تمام بادشاہوں کا حال موجود ہے کہ جس (ہندوستان) کو وسیع زمین کی مبالغہ کرنے والوں نے تمام دنیا سے دو چند (وسیع) کہا ہے - یہی دل چسپ کتاب (طبقات اکبری) ، تاریخ فرشتہ کے مؤلف اور اس کی تقلید میں لکھنے والوں کے لیے ، اگرچہ انہوں نے اپنی کتابیں بڑھا کر لکھی ہیں ، مآخذ رہی ہے - لیکن جو کچھ اس کتاب (مآثر الامراء) کے مؤلف پر ظاہر ہؤا ہے ، وہ یہ ہے کہ اس کتاب (طبقات اکبری) میں علامی مہامی (شیخ ابوالفضل) کی تحقیق کے مطابق اکثر مقام پر اختلاف ہے اور ہر ایک (کتاب) کی حیثیت صاحب عقل تاریخ دانوں پر ظاہر ہے (وہ غور کریں) -

اس کے لڑکوں میں ایک مرزا عابد خاں ہے جو جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں شاہی نوازشوں سے مفتخر ہو کر بادشاہی خدمات پر مقرر ہؤا - صوبہ گجرات کی بخشی گری کے زمانے میں ، (کہ یہ منصب) اسے از روئے وراثت اور حق کے ملا تھا ، وہاں کے گورنر عبداللہ خاں فیروز جنگ سے اختلاف ہو گیا - خان مذکور (عبداللہ خاں) نے ، جو بد دماغ اور بے باک آدمی تھا ، اس کو خفیف کیا ، اس کی اہانت اور بے عزتی کی - اس نے ملازمت چھوڑ دی اور مغلوں کی ایک جماعت لے کر جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہؤا ، یہ لوگ ٹوپی اور کفنی پہنے ہوئے تھے ، یہ انداز اس کی خطا کی معافی کا سبب ہؤا[1] -

---

(بقیہ صفحہ ٦٥٨)
معصوم کے علاوہ طبقات اکبری کی تالیف میں اس کے تایا شیخ اسحاق بھکری کا مشورہ بھی شامل رہا ہے ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ٢٠٨—٢٠٩ (ق)

١ - یہ واقعہ یہاں غلط مندرج ہے - معافی عبداللہ خاں فیروز جنگ کو ہوئی نہ کہ عابد خاں کو ، ملاحظہ ہو مآثرالامراء جلد دوم صفحہ ٧٨٠ (ق) -

اس کے بعد اس (عابد خان) نے شاہزادہ ولی عہد شاہجہان سے توسل پیدا کر لیا اور اس کی ملازمت [٦٦٣] میں داخل ہوگیا ۔ اس کے بعد شہزادے کا دیوان مقرر ہؤا ۔ بنگالہ میں اکبر نگر میں شہزادہ (شاہجہان) نے ابراہیم خان فتح جنگ کے لڑکے کے مقبرے پر چڑھائی کی ۔ عابد خان دیوان اور شریف خان بخشی چند دوسرے آدمیوں کے ساتھ کام آئے اور انہوں نے حیات جاودانی پائی ۔ عابد خان کے کوئی لڑکا نہ تھا ، اس کا داماد محمد شریف کچھ مدت شاہجہان کے عہد حکومت میں انکی تتکی[1] (دکن) کا قلعے دار رہا ۔ اس کے بعد وہ حیدر آباد کا حاجب مقرر ہؤا اور پھر طبعی موت سے مر گیا ۔

(١٨٣)
خواجہ شمس الدین خوافی

اس کا باپ خواجہ علاؤالدین اس شہر (خواف) کے اعیان اور اکابر میں سے تھا ۔ اکبر بادشاہ کی خدمت میں دیانت اور کار گزاری کی وجہ سے بہت قرب و منزلت حاصل کر لی ۔ اس کی بات کا بہت اعتبار تھا ۔ خواجہ (شمس الدین خوافی) نے مظفر خان کی ہم راہی میں صوبۂ بہار و بنگالہ میں شاہی ملازم کی حیثیت سے ، جو بہادری اور شجاعت کے کارنامے انجام دیے ہیں ، وہ اکبری عہد کی تاریخ میں قابل یادگار ہیں ۔ خواجہ (شمس الدین خوافی) کے حال میں علامی شیخ ابوالفضل لکھتا ہے کہ جن مشکل کاموں میں وہ (خواجہ شمس الدین) ترکوں کو مذبذب دیکھتا ہے اور سردار کو پریشان پاتا تھا تو آخر کار دلاوری اور خوشی سے اس کام کو اپنے ذمے لے لیتا تھا اور بہت اچھی طرح انجام کو پہنچاتا تھا[2] ۔ جب بہار کے باغی

---

١ ۔ ایک پہاڑی قلعہ ہے جو ضلع ناسک (احاطۂ بمبئی) میں واقع ہے ۔ ملاحظہ ہو ہسٹری آف مرہٹاز (از گرانٹ ڈف) جلد اول صفحہ ٢٥٦ (ب) ۔

٢ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ١٣٠ (ب)

صوبہ بنگالہ کے فتنہ پردازوں سے مل گئے تو مظفر خاں بے بس ہو گیا۔ ہرچند لوگوں نے مقابلے کی رغبت دلائی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بہت گفتگو کے بعد کچھ سپاہ خواجہ شمس الدین کی سرداری میں [۶۶۰] آگے بڑھی۔ جب سردار کا دل مطمئن نہ ہو تو فرماں برداروں کا کیا حال ہوگا۔ خواجہ (شمس الدین) نے کچھ راستہ طے کیا تھا کہ بہت سے لوگ غنیم سے جا ملے۔ خواجہ نے جنگ شروع کر دی اور گرفتار ہوا۔

جب مظفر خاں صوبے دار بنگالہ، اس علاقے کے سرکشوں کے ہنگامے میں مارا گیا تو خواجہ (شمس الدین) کو دوستی کے خیال سے معصوم خاں کابلی نے اپنی حمایت میں لے لیا، اور جب آسانی سے کام نہ نکلا تو وہ سختی پر اتر آیا۔ نزدیک تھا کہ وہ اس کو ختم کرا دیتا کہ عرب بہادر سابقہ دوستی کی وجہ سے اور شاید اس خیال سے کہ نصیحت سے وہ اپنا مال و متاع دے دے گا۔ اسے اپنے پاس لے آیا اور پیر سے زنجیر علیحدہ کر دی۔ خواجہ (شمس الدین) ایک دن موقع پا کر چند آدمیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا اور قصبہ کھرک پور میں راجا سنگرام کے پاس پہنچا، راستہ بند ہونے کی وجہ سے شاہی فوج تک نہ پہنچ سکا۔

اس نے ایک جماعت کو اپنے موافق بنا لیا، اس نے مخالف کے لشکر کو لوٹنا شروع کیا اور ان کے مویشیوں کو، جو چراگاہ سے نکلتے تھے، لوٹ لیتا تھا۔ اس کے بعد جب دشمنوں کے لشکر میں تفرقہ پڑا تو خواجہ (شمس الدین) بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا اور بادشاہ کی عنایت سے اس کا مرتبہ اور بڑھ گیا۔

اسی زمانے یعنی چھبیسویں سال الٰہی میں مرزا محمد حکیم کی تنبیہ کی غرض سے دریائے سندھ کے قریب شاہی فوجیں مقیم ہوئیں، اس کے ساحل پر مصالح ملکی کی غرض سے قلعہ بنانا ضروری ہوا۔ خواجہ شمس الدین کے اہتمام سے تھوڑی سی مدت میں قلعہ تیار ہو گیا۔ چونکہ مشرق صوبجات کے کنارے پر قلعہ کٹک بنارس تھا، اس لیے یہ قلعہ اٹک بنارس مشہور ہوا۔

گویا اس نام میں یہ رعایت ہے کہ [٦٦٥] مذہب ہنود میں یہاں (سرحد) سے گزر جائز نہیں ہے ، اس (دریا پار کرنے) سے ان کے بہت سے مذہبی قواعد اور رسوم خراب ہوتے ہیں ۔

انجام کار خواجہ (شمس الدین) کچھ دنوں کابل کی دیوانی پر مقرر رہا ۔ انتالیسویں سال جلوس اکبری میں قاسم خاں کے انتقال[1] کی وجہ سے قلیج خاں کے سپرد صوبہ کابل کا انتظام ہؤا تو خواجہ شمس الدین اس کی بجائے دیوان کل مقرر ہؤا ۔ چالیسویں سال جلوس ۱۰۰۳ھ (۹۵--۱۵۹۴ع) میں بارہ دیوان اور ہر صوبے کے لیے ایک دیوان مقرر ہؤا اور ہر ایک اپنی کار گزاری کو خواجہ شمس الدین کے مشورے کے بعد ، جو وزیر کل تھا ، بادشاہ کی خدمت میں بھیجتا تھا ۔

جب تینتالیسویں سال جلوس اکبری میں پنجاب میں چودہ سال مقیم رہنے کے بعد شاہی فوجیں آگرہ کی طرف سے دکن پر روانہ ہوئیں تو بیگمات کو سلطان خرم کے ساتھ لاہور میں چھوڑ دیا گیا ، ان کی حفاظت ، حکومت اور صوبے کی خالصہ جاگیروں کے انتظامات اور اس علاقے کی سربراہی خواجہ شمس الدین کے سپرد ہوئی ۔ جب چوالیسویں سال جلوس اکبری میں مریم مکانی، محل کے ارکان کے ہمراہ آگرہ طلب ہوئیں تو پنجاب کے جزوی و کلی امور اس (خواجہ شمس الدین) کی رائے پر موقوف رہے۔ پینتالیسویں سال جلوس ۱۰۰۸ھ (۱۶۰۰--۱۵۹۹ع) میں شہر لاہور میں خواجہ شمس الدین خوافی کا انتقال ہؤا ۔

خواجہ شمس الدین راست کاری ، قابلیت اور بہادری میں بے مثال تھا ۔ کام کو سمجھنے میں اس کی کامیابی کا راز مضمر تھا ۔ مشکلات سے وہ گھبراتا نہیں تھا ، بہت دلیری سے وہ کاموں میں ہاتھ ڈالتا تھا ۔ لکھنے میں بھی وہ یکتائے زمانہ تھا اور دیانت کو کبھی ہاتھ سے نہیں

---

۱ - قاسم خاں کو قتل کیا گیا تھا ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۷۱۵ (ب)

[illegible] - زیادہ تعجب خیز بات یہ تھی کہ انتہائی دیانت دار ہونے کے باوجود کبھی ترش رو نہ ہوتا اور بدمزگی کا اظہار نہ کرتا ، نہایت نیک سیرت تھا [۶۶۶] ، اس نے ابتدا سے انتہا تک باعزت زندگی گزاری۔

اس کے انتقال کے بعد خالصہ پنجاب کا انتظام اس کے سب سے چھوٹے بھائی خواجہ مومن کے سپرد ہؤا جو نہایت شائستہ تھا ، اگرچہ اس کے عزیز و اقارب بہت تھے لیکن کوئی اولاد نہ تھی ۔ اس کا بھتیجا خواجہ عبدالخالق ، جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں آصف جاہ کا خاص مصاحب تھا ، جس دن مہابت خاں نے آصف خاں کو قلعہ اٹک سے نکال کر قید کیا تو اسی تعلق (مصاحبت) کی وجہ سے اس بیچارے (خواجہ عبدالخالق) کو بھی قتل کر دیا ۔

لاہور کا خوافی پورہ خواجہ کا آباد کیا ہؤا ہے ، وہ وہیں مدفون ہے۔ اس کی تجربہ کاری ، ایمان داری اور نیک نامی کی وجہ سے اس خاندان تیموریہ میں اہل خواف کا اعتماد و اعتبار قائم ہو گیا ۔ سچی بات یہ ہے کہ اس قوم کے اکثر لوگ فطرتاً نیک اور دیانت دار پیدا ہوئے ہیں ، دیانت داری اور حق شناسی گویا فطرت کے ہاتھوں سے ان کو ودیعت ہوئی ہے ۔ عالم گیر کے زمانے میں ، جب کہ قدردانی کا زمانہ اور دیانت کی گرم بازاری تھی ، تو اس گروہ کے بہت سے لوگوں نے قرب ، اعتبار ، امارت اور اعتماد حاصل کر لیا ۔

خواف کا علاقہ ، خراسان کے قرب و جوار میں ہے ۔ امین رازی 'ہفت اقلیم' میں لکھتا ہے کہ خواف ہمیشہ منصف اور دین دار بادشاہوں کا منشاء ، نامور مشائخ و علماء اور با آئین وزراء کی پرورش گاہ (مرکز) رہی ہے ۔ اس سر زمین (خواف) کے رہنے والے جہاں بھی گئے ، اپنی عالی ہمتی اور عظمت و مرتبہ کے ساتھ حکومت و اقتدار رکھتے ہوئے ، ممتاز و معزز رہے ۔ ان ہی میں سے سلاطین آل مظفر ہیں ۔ اس خاندان کے بارہ آدمیوں نے [۶۶۷] انسٹھ سال تک فارس و شیراز میں حکومت کی ،

مشائخ میں شاہ سبحان ہیں کہ جنہوں نے خواجہ مودود چشتی سے تربیت حاصل کی ، ان کے اشعار تصوف کی کتابوں میں موجود ہیں اور دوسرے شیخ زین الملت والدین مشہور ہیں کہ جن کے پوتے شیخ زین صدر ہوئے۔ وہ اپنے زمانے کے صاحب عزت فضلاء میں تھے اور ہمیشہ بابر بادشاہ کی صحبت میں ممتاز رہے اور ہمایوں کے زمانے میں سرداری کے درجے پر پہنچے -

وزیروں میں خواجہ غیاث الدین ہیں ، جنہوں نے نہایت استقلال کے ساتھ شاہ رخ مرزا کی چالیس سال تک وزارت کی اور ان کے لڑکے خواجہ مجد الدین ، سلطان حسین مرزا کے زمانے میں وزیر تھے ۔ ان کا مرتبہ یہ تھا کہ تخت کے سامنے بیٹھ کر کاموں کو انجام دیا کرتے تھے

بیت

از رہ و رسمش یکے این بود کاندر پیش شاہ
ہر کسے بر پائے می استاد و او بنشستہ بود

خواف کے لوگ دانشمندی اور فراست میں ہمیشہ مشہور رہے ہیں ، تاریخ ہرات میں ہے کہ جب حسن صباغ خواف کے قریب پہنچا تو اس نے وہاں درخت کم دیکھے ۔ ایک کنیز سے بطور امتحان پوچھا کہ یہاں کی زمین پر درخت کم ہیں ، اس نے جواب دیا ”رجالنا اشجارنا“ (ہمارے آدمی ہمارے درخت ہیں) -

ذخیرۃ الخوانین میں تحریر ہے کہ پہلے زمانے میں اہل خواف مذہب سنت و جماعت میں بہت متصلب تھے ، کہتے ہیں کہ جب شاہ عباس صفوی اپنے ابتدائی زمانۂ جلوس میں خواف آیا تو اس نے وہاں کے باشندوں سے صحابہ پر تبرہ کرنے کو کہا ۔ انہوں نے انکار کر دیا ۔ پھر اس نے وہاں کے ممتاز و معززین میں سے ستر آدمیوں کو مسجد کے اوپر سے [۶۶۸] زمین پر گروا دیا ۔ ان میں سے ہر ایک کی گردنیں ٹوٹ گئیں لیکن کسی نے عبرت حاصل نہ کی اور تبرہ نہ کیا ، اب (اہل خواف) اسی قدر

مذہب شیعہ میں غلو رکھتے ہیں[1] -

(۱۸۴)

خواجگی فتح اللہ

حاجی ...ب اللہ کاشی کا فرزند تھا (حاجی حبیب اللہ) کی کار کردگی اور فراست کی وجہ سے اس کو بیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ نے کوہ بندر[2] سے وہاں کے تحائف لانے کے لیے بھیجا ، وہ ۲۱ ..ویں سال جلوس اکبری میں وہاں کی نادر چیزیں لے کر دربار بادشاہی میں واپس ہؤا اور شرف باریابی حاصل کیا -

شیخ ابوالفضل ، اکبر نامہ میں لکھتا ہے کہ اس ملک کے سازوں میں سے ارغون باجا تھا ، جس کی وجہ سے محفل سلطانی میں جادو کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی - انتالیسویں سال جلوس اکبری میں حاجی مذکور (حبیب اللہ) اس دار فانی سے رخصت ہو گیا[3] - خواجگی فتح اللہ ، اکبر بادشاہ کے خاص خدام میں سے تھا اور اس کو درجۂ تقرب حاصل تھا -

جس سال بادشاہ نے یلغار کر کے زیارت اجمیر کا ارادہ کیا تو اس کو قطب الدین خان اتکہ کے لانے کے لیے کہا اور حکم دیا کہ مالوہ کے راستے سے لائے اور تجربہ کار لوگوں کو بھیج کر حاکم خاندیس کو مظفر حسین مرزا کے بھیجنے کے متعلق امید و بیم کے ذریعے آمادہ کرے وہ وہاں پہنچ کر حسب الحکم کام میں مشغول ہؤا اور اپنی حکمت عملی سے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جن کو بھیجا گیا تھا ، برہان پور

---

۱ - ذخیرہ الخوانین جلد اول صفحہ ۱۹۵—۱۹۶ -(ق)

۲ - بیوریج نے گوا بندر لکھا ہے -

۳ - حاجی حبیب ۱۰۰۲ھ مطابق مئی (۱۵۹۴ع) میں فوت ہؤا - اکبر نامہ صفحہ ۲۲۸ (ب)

پہنچا - اس کے بعد بادشاہ (اکبر) کی اجازت کے بغیر حجاز کو روانہ ہو گیا - اس کے بعد اس حرکت سے پشیمان ہؤا اور بیگمات ، جو حج کو گئی ہوئی تھیں ، جب واپس ہوئیں [۶۶۹] تو ان کے ہمراہ واپس آ گیا - ستائیسویں سال جلوس اکبری میں ان کی سفارش سے معافی ہوئی اور وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا[1] -

انتیسویں سال جلوس اکبری میں امرا بنگالہ سے ، کہ جنھوں نے علالت کے عذر کی بنا پر شاہی کاموں میں غفلت اختیار کی تھی ، سرکاری مطالبات وصول کرنے کے لیے مقرر ہؤا - تیسویں سال جلوس اکبری میں جب خان اعظم کوکہ کو دکن کی مہم پر روانہ کیا گیا تھا تو اس کے ہمراہ اس (خواجگی فتح اللہ) کو بخشی فوج بنا کر بھیجا گیا - چھتیسویں سال جلوس اکبری میں شیخ فرید بخشی کے ہمراہ یادگار کوکہ کو ، جو مرزا یوسف خاں کا چچا زاد بھائی تھا اور جس نے کشمیر میں فتنہ بنا کر دیا تھا ، دفع کرنے کا حکم صادر ہؤا - چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں جب شاہی لشکر برہان پور میں قیام پذیر تھا ، اس کو مظفر حسین مرزا کے ہمراہ قلعہ ملنگ کی فتح کے لیے بھیجا گیا ، جب مرزا مذکور اپنے مزاج کی وحشت کی وجہ سے ، جو اس کے حالات میں تحریر ہوئی ہے ، وہاں سے فرار ہو گیا تو خواجگی فتح اللہ اس فوج کے ساتھ ، جو اس کے ہمراہ تھی ، قلعہ مذکور پر پہنچا - قلعے کے محافظوں نے رسد کی کمی کی وجہ سے قلعے کی کنجی اس کے سپرد کر دی - اس نے خاندیس کی کچھ فوج سے معاہدہ کیا ، جو فرماں داری کے لیے آمادہ تھی ، اور وہ (خواجگی فتح اللہ) اس فوج (خاندیس والی) کو لے کر حاضر دربار ہؤا -

اسی سال کے آخر میں ناسک کی جانب روانگی کا حکم ہؤا ، جب وہ قلعہ کالنہ کے نزدیک پہنچا تو وہاں کا قلعہ دار سعادت خاں ، جو

---

۱ - وہ گلبدن بیگم کی جماعت کے ہمراہ ہندوستان واپس ہؤا تھا - اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۳۸۶ (ب)

مدت سے اطاعت کی تمنا رکھتا تھا ، حاضر خدمت ہؤا اور قلعہ اس کے سپرد کر دیا ۔ اڑتالیسویں سال جلوس اکبری میں شاہزادہ سلطان سلیم کی درخواست کے مطابق ، جو الہ آباد میں مقیم تھا ، ہزاری منصب [۶۷۰] ملا اور اس کو شاہزادے سے متعلق کر دیا گیا ۔ جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد وہ (خواجگی فتح اللہ) بخشی گری کے عہدے پر مقرر ہؤا ۔

(۱۸۵)

خواجگی محمد حسین

قاسم میر بحر کا سب سے چھوٹا بھائی تھا[۱] ۔ جس کے حالات علیحدہ لکھے گئے ہیں ۔ پانچویں سال جلوس اکبری میں منعم بیگ خان خاناں کے ہمراہ کابل سے آ کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور شاہانہ عنایات سے سر فراز ہؤا ۔ جب غنی خان پسر خان خاناں اور حیدر محمد خان آختہ بیگی کے درمیان ، کہ جن دونوں کو خان خاناں نے کابل میں چھوڑا تھا ، کشیدگی ہو گئی تو بادشاہ نے حیدر محمد خان آختہ بیگی کے حاضر ہونے کا حکم صادر کیا اور خان خاناں کے بھتیجے ابوالفتح کو غنی خان کی مدد کے لیے کابل بھیجا ۔ ابو الفتح مشار الیہ (خواجگی محمد حسین) کے ہمراہ کابل کے انتظام کے لیے روانہ ہؤا ۔ کچھ عرصہ تک وہاں قیام کر کے خواجگی محمد حسین پھر بادشاہ کی خدمت میں واپس آ گیا ۔

وہ (خواجگی محمد حسین) سفر کشمیر میں بادشاہ کے ہمراہ تھا ، چونکہ صداقت و ایمان داری میں بے مثل شخص تھا ، ان صفات کی وجہ سے بادشاہ کے مزاج کے موافق ثابت ہؤا ۔ آخر میں بکاول بیگی (مہتمم باورچی خانہ) کے عہدے اور ہزاری منصب پر فائز ہؤا[۲] ۔ پانچویں سال جلوس جہانگیری میں ، جب صوبۂ کشمیر کی حکومت

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثر الامراء جلد سوم صفحہ ۶۲—۶۶ ۔

۲ ۔ خواجگی محمد حسن کو یہ منصب چھیالیسویں سال جلوس مطابق ۱۶۰۱ع میں ملا اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۷۹۰ (ب)

اس کے بھتیجے ہاشم خاں کے سپرد کی گئی جو اڑیسہ کا حاکم تھا ، تو بادشاہ نے اس کو ہاشم خاں کے وہاں پہنچنے تک کے وقت کے لیے صوبۂ مذکور کے انتظام کے لیے بھیج دیا ۔

ساتویں سال جلوس جہانگیری میں حاضر دربار ہو کر قدم بوسی سے سر فراز ہوا[1] اور اسی سال کے آخر ۱۰۲۰ھ (۱۶۱۱ع) میں اس نے اس دنیا سے رحلت کی ۔ اس کے کوئی لڑکا [۱۷۶] نہ تھا ۔ بادشاہ نے جہانگیر نامہ میں تحریر کیا ہے کہ وہ بغیر داڑھی اور مونچھ کے تھا ، اس کی داڑھی اور مونچھ کے بال بالکل نہ تھے ۔ بات کرتے وقت اس کی آواز خواجہ سراؤں کی طرح معلوم ہوتی تھی[2] ۔

(۱۸۶)

خواجہ جہاں کابلی

خواجہ دوست محمد نام اور کابل کا رہنے والا تھا ، جہانگیر کی شہزادگی کے زمانے میں اس کی سرکار کی دیوانی اس کے سپرد تھی ۔ جب اس کی لڑکی جہانگیر کی زوجیت میں آ گئی تو اپنے ہم عصروں میں نہایت معزز ہو گیا ۔ جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد وہ عمدہ منصب اور "خواجہ جہاں" کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری میں بخشی گری کل کے عہدے پر فائز ہوا ۔ اس نے اس عمدہ خدمت کو ایسی دیانت اور تجربے کے ساتھ انجام دیا کہ شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔ اس کی نیکو کاری سے دربار شاہی روشن ہو گیا ۔

---

۱ ۔ متن کتاب میں غلطی سے چھٹا سال جلوس تحریر ہے حالانکہ یہ واقعہ ساتویں سال جلوس جہانگیری کا ہے ۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری صفحہ ۱۱۴ ۔ (ب)

۲ ۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری صفحہ ۱۱۴—۱۱۵ (نول کشور اڈیشن) (ق)

جب جہانگیر بادشاہ آگرہ کے اطراف میں شکار کے لیے جاتا تھا تو قلعے کا انتظام اور شہر کی حکومت ''خواجہ جہاں'' کے سپرد ہوتی تھی۔ کہتے ہیں کہ نماز فجر کے بعد مولانا روم کی ''مثنوی معنوی'' چار گھڑی تک اس کی مجلس میں پڑھی جاتی تھی، اس کے بعد وہ کاموں میں مشغول ہو جاتا تھا۔ وہ دانش مندی اور تجربہ کاری کے ساتھ قضیے اور جھگڑوں کا فیصلہ کرتا تھا، ان میں سے بعض بہت دل چسپ ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے بھائی کی زوجہ، جو نامرد تھا، ایک بچہ کو اس کے نطفہ سے پیدا شدہ بتا کر اس کے مال پر قبضہ ہو گئی ہے۔ [۶۷۲] جب اس بات کی تحقیقات کی گئی تو اس (عورت) نے کہا کہ یہ واقعہ صحیح ہے کہ وہ نامرد تھا لیکن میں نے ایک حکیم کے کہنے کے مطابق اس کو روہو مچھلی کا سر چالیس روز تک متواتر کھلایا۔ جس سے اس میں قوت مردانگی آ گئی، خواجہ نے کہا کہ اس لڑکے کو دو سائیس اپنے ساتھ دوڑائیں، جب اس کے چہرے اور جسم پر پسینہ آ جائے تو اس کو رومال میں لے لیں۔ یہاں تک کہ رومال تر ہوگیا اور اس میں بو موجود تھی اور یہ در حقیقت مچھلی کی بو تھی، سب حاضرین نے اس کو سونگھ کر تصدیق کی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے راستے میں سے ہمیانی اٹھا کر اور اس میں سے بغیر کچھ خرچ کیے ہوئے مالک کے سپرد کر دی۔ وہ ناتجربہ کار لالچی (مالک) فساد کے لیے آمادہ ہوگیا کہ میری نصف رقم اس میں سے لے لی ہے۔ جب یہ مقدمہ خواجہ کے پاس پہنچا۔ خواجہ نے وہ ہمیانی، پانے والے کو دے دی اور کہا کہ تجھ کو غیب سے ملی ہے، اس کو لے جا اور مالک سے کہا کہ تیری ہمیانی دوسری ہوگی۔ مالک نے فوراً عاجزی کے ساتھ اقرار کیا کہ میری اِتنی ہی رقم ہے، جب شمار کیا تو پوری نکلی۔

خواجہ اپنی موت سے مرا۔ اس نے آگرہ میں ایک عالی شان عمارت

تعمیر کرائی ، اس کے لڑکوں میں سے جلال الدین محمود ، شاہجہاں کے آخری زمانے تک منصب اور جاگیر پر فائز رہا ۔ اس نے کوئی ترقی نہیں کی ۔ مرزا عارف ، خوب صورت ، اچھی طبیعت والا تھا ۔ چوگان بازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کے حضور میں درجۂ قرب و امتیاز رکھتا تھا ، عنفوان شباب میں اس کا انتقال ہؤا ۔

(۱۸۷)

خسرو بے

وہ اوزبک قرقچی[1] تھا ، توران میں اس کے بزرگ ہمیشہ سے عزت و دولت کے مالک رہے تھے اور سب لوگ صاحب امارت و حشمت تھے ، [۱۷۳] شجاعت و دلیری میں مشہور تھے ، یہ شخص بھی ان صفات سے متصف تھا ۔ جب وہ ہندوستان آیا تو جہانگیر بادشاہ نے اس پر نوازشیں کیں اور اعلیٰ منصب پر سرفراز کیا ۔

جب اس کی دانش مندی اور تجربہ کاری ظاہر ہوئی تو شاہی حکم کے مطابق اس کو دہلی اور نارنول کی فوج داری سپرد ہوئی (یہ مقامات) فتنہ پردازوں کے مسکن اور مفسدوں کی جائے پناہ تھے ۔ کہتے ہیں کہ اس کے پاس چار سو سوار اوزبک قرقرہ دار تزکی اس کے نوکر تھے ، وہ سب نہایت جنگ جو اور بہادر تھے ۔ اس نے فوج داری کے زمانے میں اس گروہ (مفسدین) کے نیست و نابود کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ، جس کی بیخ کنی لازمی تھی اور اس علاقے کو ان مفسدوں کے وجود سے پاک کر دیا ۔ اور بارگاہ خلافت میں وہ تحسین و آفرین کا مستحق ٹھہرا ۔

جب آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں شاہی لشکر اجمیر پہنچا تو شاہزادہ ولی عہد (شاہجہاں) آراستہ فوج کے ہمراہ رانا کی تادیب کے لیے مقرر ہؤا ۔ خسرو بے بھی اس کے مددگاروں میں تھا ۔ اس شخص نے اس

---

۱ ۔ محل سرا کا نگہبان ۔

مہم میں کارہائے نمایاں اور اچھی کوششیں انجام دیں ۔ شاہزادے نے اس پر نوازشیں کرکے ، اس کے منصب و رتبہ میں اضافہ کیا اور بادشاہ کے حضور میں اس کی سفارش کی ۔ جب اقبال شاہی سے رانا کے کوہستان میں تھانے قائم ہونے شروع ہوئے تو وہ بھی ایک مقام پر تھانے دار مقرر کیا گیا ۔ وہ وہاں اسی طبعی موت سے فوت ہؤا ۔

خسرو بے بلند ہمت انسان تھا ، روزانہ فوج کو کھانا کھلوایا کرتا تھا اور جو شخص دستر خوان پر حاضر نہ ہوتا اس کی غیر حاضری شمار کی جاتی ، بخشش اور انعام کے دینے میں بہت فراخ دل تھا ، [۶۷۴] اس کی نظر میں گھوڑا بکری کی حیثیت رکھتا تھا ۔ جو طریقہ اور دستور کہ توران میں رکھا تھا اس میں سرمو تبدیلی نہیں کی ۔

(۱۸۸)

خان اعظم مرزا عزیز کوکہ

شمس الدین محمد خاں اتکہ کا چھوٹا لڑکا تھا ، اکبر بادشاہ کا ہم عمر اور ہم صحبت تھا اور ہمیشہ شاہی قربت ، عزت افزائی ، انتہائی نوازشوں اور خاص منصبوں سے سرفراز رہا ۔ اس کی ماں جیجی انکہ بھی بادشاہ سے خاص تعلق رکھتی تھی ۔ بادشاہ اپنی حقیقی والدہ سے زیادہ اس کو سمجھتا تھا ۔ یہی اسباب تھے کہ بادشاہ (اکبر) خان اعظم کی گستاخیوں کو ہمیشہ نظر انداز کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میرے اور عزیز کے درمیان جوئے شیر (دودھ کی نہر) کا تعلق ہے ، میں اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا ۔

جب پنجاب ، اتکہ خیل سے اس بنا پر علیحدہ کر لیا گیا کہ وہ وہاں ایک مدت گزار چکے تھے تو دیبال پور وغیرہ محال مرزا کی جاگیر میں بحال رہے ، کیونکہ وہ ہمیشہ بادشاہ کی خدمت میں حاضری کا شرف رکھتا تھا ۔ جب سولھویں سال جلوس اکبری یعنی ۹۷۸ھ (۱۵۷۱ء) کے آخر میں بادشاہ (اکبر) شیخ فرید شکر گنج قدس سرہ ، کے مزار کی زیارت

کے بعد ، کہ جو پٹن (پنجاب) معروف بہ اجودھن میں آرام فرما ہیں ، سے فارغ ہو کر دیپال پور پہنچا تو مرزا کوکہ کے التماس کو قبول فرما کر اس کے یہاں قیام کیا ۔ مرزا نے ایک عظیم الشان جشن منعقد کیا اور نذر شاہی میں بہت سے عربی اور عراقی گھوڑے، جو طلائی اور نقرئی سازوں سے آراستہ تھے اور ننو مند ہاتھی جو ساز زنجیر ، اور دوسرے ساز و سامان سے آراستہ تھے ، برتن ، ظروف ، تخت ، کرسی ، قیمتی جواہرات اور ملک کا بہترین کپڑا بادشاہ کے حضور میں پیش کیا [۶۷۵] اور نوازش ہائے شاہانہ سے سرفراز ہؤا ۔ شاہزادگان اور عصمت مآب شاہی بیگمات کو بھی اس نے قیمتی تحائف پیش کیے ، تمام ارکان دولت ، اعیان سلطنت ، منصب داروں بلکہ تمام فتح مند لشکر کو اپنی مروت و ہمت سے بہرہ ور کیا ۔ شیخ محمد غزنوی نے اس جشن کی تاریخ لکھی ہے :

ع میہماناں عزیزند شہ و شہزادہ ۹۷۸ھ (۱۵۷۱ع)

صاحب طبقات اکبری لکھتے ہیں کہ ایسی پر تکلف دعوت بہت کم ہوئی ہوگی ۔

سترھویں سال جلوس اکبری میں جب احمد آباد گجرات ، اکبر کے قبضے میں آیا تو اس ملک کا انتظام مہندری کے حدود تک مرزا کے سپرد کیا گیا اور بادشاہ خود قلعہ سورت کی فتح کے لیے روانہ ہؤا ۔ باغی گروہ یعنی محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا نے میدان خالی پاکر شیر خاں فولادی کے ساتھ پٹن کا محاصرہ کر لیا ۔ مرزا کوکہ قطب الدین وغیرہ امرا کے ساتھ ، جو اسی زمانے میں مالوہ سے آئے تھے ، اس جانب کو روانہ ہوگیا ۔ اگرچہ پہلے شکست کی صورت ظاہر ہوئی لیکن آخر میں خدا تعالیٰ کی مہربانی سے فتح نصیب ہوئی ۔

کہتے ہیں کہ جب فوج کا داہنا حصہ ، ہراول اور محفوظ حصہ مقابلے کی تاب نہ لا کر کم ہمتی کرنے لگا تو مرزا درمیان کی رومی فوج کے ساتھ وہاں پہنچا ۔ چاہتا تھا کہ خود حملہ کرے لیکن کچھ تجربہ کار

سپاہیوں نے اسے روک لیا اور کہا کہ سردار کا خود حملہ کرنا فوج کے انتشار کا باعث ہو سکتا ہے، بالخصوص ایسے موقع پر ۔ مرزا نے توقف کیا یہاں تک کہ دشمنوں کی فوج جو تعاقب اور تاراجی کی وجہ سے پراگندہ ہو چکی تھی ، بھاگ کھڑی ہوئی [٦٧٦] اور مرزا فتح یاب ہوکر احمد آباد واپس آیا ۔

جب بادشاہ گجرات کی مہم سے واپس ہوا تو وہ ۲ صفر ۹۸۱ھ (۳ جون ۱۵۷۳ع) کو فتح پور پہنچا ، اختیار الملک جو ایدر میں پناہ گزیں تھا احمدآباد کے نواح میں آ کر شر انگیزی کرنے لگا ۔ محمد حسین مرزا نے دکن سے واپس ہو کر کھنبایت کی جانب غارت گری اور فساد شروع کیا ، اس کے بعد دونوں نے متفق ہوکر یہ چاہا کہ وہ احمد آباد پر قبضہ کر لیں ۔ خان اعظم کے پاس فوج اگرچہ تعداد میں زیادہ تھی لیکن مرزا نے ان میں اخلاص اور اتفاق نہ دیکھا تو اس نے جنگ میں عجلت نہ کی اور شہر میں رات بسر کی اور قلعے کے مضبوط کرنے میں مشغول ہوا ۔ دشمن نے آ کر پورے طور سے گھیر لیا اور جنگ مورچال شروع کر دی ۔ مرزا کوکہ نے متواتر اور لگاتار بادشاہ کو تحریریں بھیجیں :

ع سر فتنہ دارد دگر روزگار

اور بادشاہ سے تشریف آوری کی درخواست کی ۔

بیت

بجز صرصر باد پایان شاہ
کس این گرد را برندارد ز راہ

اکبر نے بعض امرا کو پہلے روانہ کر دیا ۔ اور خود ۴ ربیع الاول ۹۸۱ھ (۱۵۷۳ع) کو کچھ مقربین اور مخلص شتر سواروں کے ساتھ روانہ ہوا ۔

بیت

یلاں بر شتر ترکش اندر کمر
شتر چوں شتر مرغ در زیر پر [٦٧٧]

جالور میں پہلے والے امرا اور قصبہ بالسانہ میں ، جو پٹن سے پانچ کوس ہے ، میر محمد خاں ، فوج کے ساتھ آ کر مل گئے ۔ اکبر بادشاہ نے کل فوج ، جس کی تعداد صرف تین ہزار تھی ، تقسیم کی اور خود سو سواروں کے ہمراہ گھات میں بیٹھ گیا اور نہایت تیزی کے ساتھ احمد آباد سے تین کوس کے فاصلے پر نقارے اور کرنے بجنے لگے ۔

محمد حسین مرزا خبر کی تحقیق کے لیے دریا کے کنارے آیا اور سبحان قلی ترک سے ، جو وہاں پہلے سے موجود تھا ، دریافت کیا کہ کس کا لشکر ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ بادشاہی لشکر ہے ۔ مرزا نے کہا کہ آج چودھواں روز ہے کہ معتبر جاسوسوں نے بادشاہ کو دارالخلافہ میں چھوڑا تھا ، اگر بادشاہ خود ہے تو جنگی ہاتھی کہاں ہیں ؟ سبحان قلی نے جواب دیا کہ ان کی اطلاع صحیح ہے نواں روز ہے کہ بادشاہ وہاں سے روانہ ہؤا ، ظاہر ہے کہ ہاتھی اتنی تیزی سے کیسے پہنچ سکتے ہیں ۔

محمد حسین مرزا نے خوف زدہ ہو کر اختیار الملک کو پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ دروازوں کی حفاظت پر مقرر کیا تاکہ وہ محصورین کو باہر نہ نکلنے دے اور خود پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ فوج کی صف آرائی میں مشغول ہؤا ۔ اسی دوران میں شاہی لشکر دریا کو عبور کر کے اس کی فوج سے بھڑ گیا ۔ غنیم کی فوج کی کثرت کی وجہ سے شاہی ہراول کو شکست ہونے ہی والی تھی کہ اکبر بادشاہ نے خود سو سواروں کے ساتھ حملہ کر دیا ۔ مخالف فوج کو شکست ہوئی ، محمد حسین مرزا ، اس کے بعد اختیار الملک (دونوں) مارے گئے جیسا کہ مرزاؤں کے حالات میں درج ہے [٦٧٨] ۔

اس فوج کشی کی طرح گزشتہ بادشاہوں کی فوج کشی کے حالات کتابوں میں تحریر ہیں مثلاً سلطان جلال الدین منگیرنی کی فوج کشی، جو ہندوستان سے کرمان اور وہاں سے کرجستان تک ہوئی۔ امیر تیمور کی فتح فرشی، سلطان حسین مرزا کا ہرات کو فتح کرنا اور بابر بادشاہ کا سمرقند کو فتح کرنا، یہ بات اہل تحقیق سے پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ تمام یلغاریں مضطربانہ نہیں، دشمن کی غفلت یا کمزوری دیکھ کر فوج کشیاں کی گئیں۔ ایسا کبھی نہیں ہؤا کہ کوئی بادشاہ جو دو لاکھ فوج رکھتا ہو اور با اختیار ہو، دشمن کی کثرت معلوم ہونے کے باوجود ایسی یلغار عمل میں لایا ہو اور مخالف شجاع و بہادر بھی ہو مثلاً محمد حسین مرزا نے اکثر معرکوں میں اپنے ہم عصروں کے مقابلے میں خارجی معاملات میں سبقت حاصل کی ہو اور فاصلہ بھی اتنا طولانی ہو کہ آگرہ سے گجرات تک، جو چار سو کوس سے زیادہ ہے، ازل سے آج تک کوئی روایت ایسی یلغار کی سننے میں نہیں آئی۔

مختصر یہ کہ اس فتح کے بعد مرزا (عزیز کوکہ) تازہ دم ہو کر شہر سے نکلا اور شاہی سواری کی گرد کو چشم انتظار کے لیے سرمہ بنایا۔ دوسرے سال جب بادشاہ (اکبر) اجمیر گیا تو مرزا اپنی دلی خواہش سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا، اکبر بادشاہ نے اس کے استقبال کے لیے چند قدم چلنے کی زحمت گوارا کی اور اس سے بغل گیر ہؤا۔ جب اختیار الملک گجراتی کے لڑکوں نے فتنہ پردازی برپا کی تو آگرہ سے روانگی کا حکم ملا۔

بیسویں سال جلوس اکبری میں جب فوجی گھوڑوں پر داغ لگانے کا بادشاہ نے ارادہ کیا تو اکثر امرا نے انکار کیا۔ [۶۷۹] مرزا کو بادشاہ نے حضور میں طلب کیا تاکہ معاملۂ داغ کو طے کرے۔ اس نے سب سے زیادہ اظہار ناراضی کیا۔ بادشاہ مرزا کو بیٹوں سے بھی زیادہ سمجھتا تھا لہٰذا وہ اس کی اس حرکت سے ناراض ہؤا اور کچھ عرصے کے لیے اسے سرداری سے معزول کر دیا اور اپنے باغ جہاں آرا

میں ، جو آگرہ میں لگوایا تھا ، نظر بند کر دیا گیا ۔ تئیسویں سال جلوس اکبری میں مرزا از سر نو شاہی عنایات سے سرفراز ہؤا اور اپنے سابقہ منصب پر فائز ہؤا ، لیکن اسی زمانے میں اس کو کسی وجہ سے بادشاہ کی بے توجہی کا وہم پڑنا شروع ہؤا اور اس نے گوشہ نشنی اختیار کر لی ۔

جب پچیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۸ھ میں سورب کے علاقے کے احسان فراموشوں کی فتنہ انگیزی اور مظفر خاں صوبے دار بنگالہ کے قتل ہو جانے کی اطلاع ملی ، تو مرزا کو ، جس کی عزت افزائی میں اضافہ فرما کر پنج ہزاری کے عہدے پر فائز کر دیا گیا تھا ، خان اعظم کا خطاب مرحمت فرما کر ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کیا ۔ اگرچہ مرزا نے صوبۂ بہار کی شورش کی بنا پر بنگالہ کا رخ نہیں کیا لیکن اس ملک کے انتظام اور اس ظالم گروہ کی بیخ کنی میں سعی بلیغ کرنے کے بعد حاجی پور میں قیام کیا ۔

جب چھبیسویں سال جلوس اکبری کے آخر میں اکبر بادشاہ کابل کے حملے سے واپس ہو کر فتح پور آیا تو مرزا کوکہ اس کے حضور میں حاضر ہؤا اور طرح طرح کی نوازشوں سے سرفراز ہؤا ۔

جب ستائیسویں سال جلوس اکبری میں جباری ، قبیطہ اور ترخان دیوانہ، بنگالہ سے بہار آئے اور انہوں نے حاجی پور کو مرزا کے آدمیوں سے لے لیا ، رعایا پر ظلم کرنے لگے اور فساد برپا کیا تو مرزا کو ستائیسویں سال جلوس اکبری میں حکم ملا کہ وہ بہار کے فتنہ انگیزوں کو مناسب سزا دے کر بنگالہ پر حملے کا قصد کرے ۔ اگرچہ مرزا کے پہنچنے سے قبل [٦٨٠] یہ احسان فراموش شاہی لشکر کے ہاتھوں سے اپنے کیے کی سزا پا چکے تھے لیکن موسم برسات مانع ہؤا ، مرزا نے ارادہ ملتوی کر دیا ۔ جب برسات ختم ہو گئی تو اٹھائیسویں سال جلوس اکبری کے ابتدائی زمانے میں ، الہ آباد ، اودھ اور بہار کے جاگیر داروں

کے ہمراہ بنگالہ کو روانہ ہوا اور گڑھی پر ، جو اس ملک کا دروازہ ہے ، قابض ہو گیا ۔ معصوم کابلی ، جو ان نا اہلوں کا سردار تھا ، گھاٹی گنگ کے کنارے در مقابلے کے لیے آ گیا ۔ اگرچہ روزانہ حملے ہوتے تھے لیکن غنیم کی زیادہ طاقت دیکھ کر صف آرائی کے ساتھ جنگ کرنے کی ہمت نہ تھی ، اسی دوران میں معصوم خاں اور قاقشالوں کے درمیان کشیدگی بڑھ گئی ۔ خان اعظم قاقشالوں کی دل جوئی میں مشغول ہوا اور ان سے اطاعت کا عہد لیا اور یہ طے ہوا کہ جنگ بند کی جائے ۔ اپنے اپنے پڑاؤ کو واپس ہو جائیں اور وہاں سے لشکر شاہی میں جا ملیں ۔ معصوم خاں پریشاں ہو کر فرار ہو گیا ۔ خان اعظم نے فتح کرنے والی فوج کو قتلوئے لوہانی کے دفع کرنے کے لیے مقرر کر دیا ، جس نے اس بے اطمینانی کے زمانے میں اڑیسہ اور بنگالہ کے کچھ علاقے پر قبضہ کر لیا تھا اور خود (مرزا عزیز کوکہ) نے اس ملک کی ناموافق آب و ہوا کی بادشاہ کو اطلاع دی ، حکم صادر ہوا کہ اس ملک کو شہباز خاں کمبوہ کے سپرد کرکے ، جو عنقریب پہنچے گا ، اپنے علاقے بہار کو واپس ہو جاؤ ۔ اسی سال جب اکبر بادشاہ نے الہ آباد کو روانگی فرمائی تو مرزا ، حاجی پور سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور گڑھ اور رائے سین کی جاگیر داری پر فائز ہوا ۔

اکتیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۴ھ (۱۵۸۶ع) میں دکن کو فتح کرنے کے لیے مقرر ہوا ۔ جب فوجیں جمع ہو گئیں [٦٨١] تو سفر کا قصد کیا لیکن رفقاء میں دو رخی اور الزام تراشی شروع ہو گئی ۔ شہاب الدین احمد خاں ، جو مددگار تھا ، اپنے پرانے بغض کی بنا پر منافق ہوگیا ۔ مرزا (عزیز کوکہ) کو اس کی جانب سے بد گمانی ہو گئی ۔ نا مناسب توقف اور خود غرضوں نے فوج میں کمی پیدا کر دی اور جو غنیم خائف تھا ، قوی دل ہو گیا اور جنگ کے ارادے سے روانہ ہوا ۔ مرزا مقابلے کی طاقت نہ دیکھ کر برار کی جانب روانہ ہو گیا ۔ نو روز کے دن ایلچ پور کو خالی پا کر وہاں لوٹ مار شروع کر دی اور کثیر مال غنیمت کے ساتھ گجرات کی جانب روانہ ہوا ۔ دشمن اس کی

واپسی پر حیران ہو کر تنہا اس کے تعاقب میں چلا ، مرزا نے اپنے وہم کی وجہ سے اپنی رفتار تیز کر دی اور نذربار تک دم نہ لیا ، اگرچہ غنیم قابو نہ پا سکا مگر حاصل کیا ہؤا ملک ہاتھ سے نکل گیا اور نذربار سے تنہا گجرات کو روانہ ہؤا تاکہ وہاں فوج جمع کرے ۔ وہاں کے حاکم خان خاناں نے بہت گرم جوشی دکھائی اور تھوڑے ہی عرصے میں لشکر کا انتظام کر دیا ، لیکن لوگوں کی بیہودہ باتوں کی وجہ سے ارادہ بدل دیا ۔

بتیسویں سال جلوس اکبری میں مرزا کوکہ کی لڑکی کا نکاح شہزادہ سلطان مراد کے ساتھ ہؤا اور ایک عالی شان جشن منعقد ہؤا ۔ چونتیسویں سال جلوس اکبری کے آخر میں گجرات کی حکومت خان خاناں کی بجائے اس کے سپرد ہوئی ۔ مرزا نے مالوہ کو بہتر سمجھ کر اپنی روانگی میں دیر لگائی اور پینتیسویں سال جلوس اکبری کے آخر میں احمد آباد پہنچا ۔ جب سلطان مظفر ، جام ، زمیندار کچھ اور حاکم جونا گڑھ کی مدد سے فتنہ انگیزی کے لیے آمادہ ہؤا تو مرزا چھتیسویں سال جلوس اکبری میں اس ملک میں داخل ہؤا [۶۸۲] زبردست جنگ کے بعد دشمن کو شکست ہوئی ۔ سینتیسویں سال جلوس اکبری میں جب جام (کچھ) اور دوسرے زمیندار متفق ہو گئے اور سومنات وغیرہ سولہ بندرگاہوں پر قبضہ کر کے جونا گڑھ کے محاصرے میں مشغول ہو گئے ، کہ جو ولایت سورٹ کا صدر مقام ہے ۔ میاں خاں و تاج خاں پسران دولت خاں ولد امین خان غوری ، پناہ کے طالب ہوئے اور قلعہ مرزا کے حوالے کر دیا ۔ مرزا نے ہر ایک کی تنخواہ میں آباد جاگیر دے کر پوری قوت سے سلطان مظفر کی گرفتاری کے لیے مقرر کیا کہ جو فتنہ انگیزی کی جڑ تھا اور اس نے دوارکا کو ایک فوج بھیجی کہ وہاں کے زمیندار کے پاس (مظفر نے) پناہ لی تھی ۔ وہ زمیندار کے مقابلے کے لیے اٹھا مگر بیٹھ گیا اور وہ بد بخت (مظفر) کچھ کی جانب بھاگ گیا ۔ مرزا نے خود اس ملک میں پہنچ کر یہ ارادہ کیا کہ اس (حاکم کچھ)

کا علاقہ جام کو دے دے، لیکن اس نے اطاعت اختیار کر لی اور مظفر کو (مرزا کے) حوالے کر دیا۔ (مظفر کو) مرزا کے پاس لا رہے تھے کہ وہ پاخانہ کے بہانے سے ایک طرف کو گیا اور اس نے استرے سے، جو اس کے پاس تھا، اپنا گلا کاٹ لیا اور ختم ہو گیا۔

جب اکبر بادشاہ نے انتالیسویں سال جلوس اکبری[1] ۱۰۰۱ھ (۳-۱۵۹۲ع) میں مرزا عزیز کوکہ کو اپنے حضور میں طلب کیا تو اس نے مزاج شاہی کے موافق نہ پا کر حجاز کا قصد کر دیا۔ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ بادشاہ کو سجدہ کرنا، داڑھی منڈوانا اور دوسری نئی قانون کی، جو دربار میں مروج تھیں، بالکل پابندی نہیں کرتا تھا بلکہ اس کے خلاف لمبی داڑھی رکھتا تھا، اس لیے بادشاہ کے سامنے جانا ناگوار سمجھ کر عذر کر دیا کرتا۔ آخر بادشاہ نے جواب میں لکھا کہ تمہارے آنے کی تاخیر کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری داڑھی کے بال سخت ہو گئے ہیں، اور تمہارے لیے بوجھ بن گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مرزا بھی مذہب کے معاملے میں کھرا اور تیز جواب دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ بادشاہ کو لکھا [۶۸۳] کہ عثمان و علی کی جگہ فیضی و ابوالفضل کو مقرر کیا اور شیخین (حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق) کی جگہ کس کو مقرر کیا ہے؟

آخر کو مرزا نے بندر دیو کو فتح کرنے کی شہرت دی اور روانہ ہو گیا اور فرنگیوں سے دوستی کر لی۔ بندر بلاول میں کہ جو سورت کے نزدیک ہے، جہاز الٰہی پر اپنے چھ لڑکوں، خرم، انور، عبداللہ، عبداللطیف، مرتضیٰ اور عبدالغفور اور چھ لڑکیوں اور ان کی ماؤں کو ہمراہ لے کر سو ملازموں کے ساتھ جہاز الٰہی پر سوار ہو گیا۔ اکبر بادشاہ

۱۔ اڑتیسواں سال جلوس اکبری ہونا چاہیے۔ مرزا مارچ ۱۵۹۴ع میں مکہ کو روانہ ہوا اور یہ انتالیسویں سال جلوس اکبری کا آغاز تھا۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۶۳۸ (ب)

نے بہت افسوس کیا اور اس کے بڑے لڑکوں شمسی اور شادماں کو منصب اور آباد جاگیر مرحمت فرمائی ۔ شیخ عبدالقادر بدایونی نے تاریخ لکھی ہے :

بجائے راستاں شد خان اعظم
ولے در زعم شہنشاہ کج رفت
چو پرسیدم بدل تاریخ ایں سال
بگفتا ''میرزا کوکہ بحج رفت'' ۱۰۰۲ھ—۱۵۹۴ء

کہتے ہیں کہ اس نے حرمین میں بہت روپیہ خرچ کیا اور آبرو کے خیال سے وہاں کے شرفا اور اکابر کی تواضع کی اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے اخراجات کا پچاس سال کا اندازہ کرکے شریف (مکہ) کے حوالے کر دیا اور حجرے خرید کر روضۂ مبارک کے نام وقف کر دیئے[1] ۔ جب اکبر بادشاہ کی تازہ نوازشوں کی اطلاع ملی تو سمندر کے راستے سے آ کر اسی بندرگاہ پر اترا اور ۱۰۰۳ھ (۱۵۹۴—۵ء) میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ منصب اور صوبۂ بہار کی جاگیر اس کو مرحمت ہوئی [٦٨٤] ۔

چالیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کی وکالت اور مہر بادشاہی کے رکھنے کی عزت حاصل ہوئی کہ جس کو مولانا علی احمد نے (صاحب قرآن) تیمور تک بزرگان مقدس کے نام کھود کر ایک کارنامہ بنا دیا تھا ۔ اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں صوبہ ملتان ، مرزا کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔ اور پینتالیسویں سال جلوس ۱۰۰۸ھ (۱۶۰۰—۱۵۹۹ء) میں کہ جب وہ بادشاہ کے ساتھ قلعہ اسیر کے محاصرے میں تھا تو اس کی والدہ بینچہ جیو کا انتقال ہوا ۔ اکبر بادشاہ نے اس کے تابوت کو کندھا دیا اور اس کے سوگ میں سر اور مونچھیں منڈوا دیں ۔ اگرچہ یہ کوشش کی گئی کہ اس کے لڑکوں کے علاوہ کوئی اور ایسا نہ کرے مگر ایسا نہ

---

۱ - ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۸۰—۸۱ (ق)

ہؤ، اور سب نے یہ رسم ادا کی ۔

اسی سال کے آخر میں خاندیس کا زمیندار بہادر خاں مرزا کے ذریعے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور اس نے قلعہ سپرد کر دیا ۔ جب سلطان خسرو کے ساتھ جو شاہزادہ سلیم کا بڑا لڑکا اور راجا مان سنگھ کا بھانجا تھا ، مرزا کی لڑکی کا عقد ہوگیا تو ان دونوں اراکین سلطنت نے حکومت کی ترقی میں انتہائی کوشش کی ۔ بالخصوص مرزا نے کہ وہ اس (خسرو) سے بہت محبت کرتا تھا اور کہا کرتا تھا اگر میرے سیدھے کان میں یہ خبر آ جائے کہ وہ (خسرو) بادشاہ ہوگیا ، اور میرے بائیں کان سے میری روح قبض کر لی جائے تو میں خوش ہوں ۔

جب اکبر بادشاہ مرض الموت میں مبتلا ہؤا تو ولی عہدی کے متعلق اس سے تحریک کی گئی لیکن اس نے قبول نہ کیا ۔ ابھی بادشاہ کی آخری سانسیں باقی تھیں کہ شیخ فرید بخشی اور دوسرے لوگ شاہزادہ سلیم سے متفق ہوگئے ۔ وہ (شہزادہ سلیم) بادشاہ کے اشارے اور سلطنت کے بدخواہوں کے خیال سے قلعے کے ، باہر مقیم تھا [۶۸۵] راجا مان سنگھ بھی اس ارادے سے ، کہ خسرو کو ہمراہ لے کر بنگالہ کی صوبے داری پر چلا جائے ، خسرو کے ساتھ قلعے سے باہر نکل آیا ۔ خان اعظم نے مضطرب ہو کر اپنے متعلقین کو راجا کے گھر بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ میں بھی گھر چلوں گا لیکن خزانے کا لے جانا ضروری ہے اور باربردار موجود نہیں ہیں ، راجا نے بھی عذر کیا ۔ مجبوراً مرزا تنہا قلعے میں رہ گیا اور تجہیز و تکفین میں مشغول ہؤا ۔ اس کے بعد سال اول جلوس جہانگیری میں جب خسرو نے فرار ہوکر اپنے پدر عالی قدر سے بغاوت کی تو اس کی یہ حرکت (مرزا) کے ایما اور اغوا پر محمول کی گئی اور وہ معتوب ہؤا ۔

کہتے ہیں کہ خاں اعظم کفن پہن کر دربار میں جایا کرتا تھا ، وہ یہ جانتا تھا کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا ، اس کی زبان قابو میں نہ

تھی ، بے تکان بات کہ بیٹھتا ۔ ایک رات کو امیرالامرا (شریف خاں) سے سخت کلامی کر بیٹھا ، بادشاہ (جہانگیر) نے وہاں سے اٹھ کر خلوت میں جا کر مشورہ کیا ۔ امیرالامراء نے کہا کہ اس کے قتل میں توقف نہیں ہونا چاہیے ، مہابت خاں نے عرض کیا کہ مجھے اس مشورے میں دخل نہیں ہے ، میں تو سپاہی ہوں ، تلوار کی طاقت رکھتا ہوں ، اس کی کمر پر وار کرتا ہوں ۔ اگر میری تلوار (اس کے) دو حصے نہ کر دے تو میرا ہاتھ قلم کرا دیا جائے ۔ جب خان جہاں لودی کی باری آئی تو اس نے کہا کہ مجھے اس کی قسمت پر تعجب ہے کہ جہاں جہاں حضور کا نام پہنچتا ہے اس کے نام کی بھی شہرت ہوتی ہے ، بظاہر اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوئی ہے کہ وہ واجب القتل ہو ۔ اگر اس کو قتل کر دیا گیا تو دنیا میں مظلوم مشہور ہوگا ۔ اس بات سے بادشاہ کو غصہ آ گیا ۔ اسی اثناء میں سلیمہ بیگم ، بادشاہ کی مہربان والدہ نے پردے کے پیچھے سے فریاد کی [۶۸۶] کہ حضرت تمام بیگمات مرزا کوکہ کی سفارش کے لیے محل میں جمع ہیں ، اگر آپ تشریف لائیں تو بہتر ہے ورنہ وہ سب باہر آ جائیں گی ۔ مجبوراً بادشاہ نے محل میں جا کر ان سب کی سفارش سے اس کی خطا معاف کر دی اور مقررہ افیون جو اس نے نہیں کھائی تھی ، خاصہ کی گولیوں کے ساتھ اس کو دے کر اس کو گھر جانے کی اجازت دے دی ۔

اسی زمانے میں ایک روز خواجہ ابوالحسن تربتی[1] نے مرزا کوکہ کا خط ، کہ جو ایک موقع پر اس نے راجا علی خاں ، خاندیس کے حاکم کے نام ایسے الفاظ میں تحریر کیا تھا کہ جو کسی معمولی سپاہی کے لیے بھی زیبا نہ تھے اور وہ الفاظ اکبر بادشاہ کے لیے استعمال کیے گئے تھے اسیر کی فتح کے بعد وہ خط اس (راجا علی خاں) کے مال میں سے خواجہ

---

۱ ۔ ابوالحسن تربتی ، آصف خاں ، اور نور جہاں کے علاوہ دوسرا شخص ہے ۔ آصف خاں بھی خواجہ ابوالحسن کہلاتا تھا ، خط کے سلسلے میں ملاحظہ ہو خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۵۶ (ب)

(ابوالحسن) کے ہاتھ آیا ، اس نے (وہ خط) برسوں اپنے پاس رکھا ، بالآخر ضبط نہ کر سکا اور بادشاہ (جہانگیر) کے سامنے وہ خط پیش کر دیا ۔ جہانگیر نے وہ خط خان اعظم کے ہاتھ میں دے دیا ۔ اس نے بے تکان پڑھنا شروع کر دیا ۔ مصاحبین نے ہر طرف سے اس پر نفرین کرنی شروع کی ۔ بادشاہ (جہانگیر) نے فرمایا کہ اس وقت تک محبت کا وہ تعلق ، جو عرش آشیاں (اکبر بادشاہ) تجھ سے رکھتے تھے ، مانع ہے ورنہ کل تجھ کو قتل کرا دیا ہوتا ۔ اس کو منصب و جاگیر سے معزول کرکے نظر بند کر دیا ۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری میں گجرات کی صوبے داری اس کے نام مقرر ہوئی اور اس کا بڑا لڑکا جہانگیر قلی اس کے نائب کی حیثیت سے اس ملک کے انتظام پر مقرر ہوا ۔

جب دکن کی مہم امراء کی بے توجہی سے سر نہ ہو سکی تو پانچویں سال جلوس جہانگیری میں خان اعظم دس ہزار سواروں کے ساتھ مدد کے لیے روانہ ہوا[1] ۔ اس کے بعد اس نے مہم رانا سرکرنے کے لیے برہان پور سے اپنے نام سے درخواست بھیجی ۔ وہ کہتا تھا کہ اگر اس جنگ میں مارا گیا تو شہید مروں گا اس کی خواہش کے مطابق جملہ سامان [۶۸۷] اس مہم کے لیے ضروری تھا ، فراہم کر دیا گیا ۔ جب موقع پر پہنچا تو وہاں سے عرضی بھیجی کہ شاہی فوج کی آمد کے بغیر یہ عقیدہ حل ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے لہذا آٹھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۲ھ (۱۶۱۳ع) میں جہانگیر ، اجمیر پہنچا اور اس کی درخواست کے مطابق شاہزادہ شاہجہاں مقرر ہوا ۔ کاموں کا دار و مدار اس کی رائے پر رہا لیکن بادشاہزادہ (شاہجہاں) کے ساتھ خسرو کی طرفداری کی وجہ سے بد سلوکیاں شروع کیں[2] لہٰذا مہابت خاں کو حکم ملا کہ وہ اس کو

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری صفحہ ۸۹—۹۰ (ن)

۲ ۔ متن میں "بابادشاہزادہ" کی بجائے بادشاہزادہ تحریر ہے اور لفظ "با"

(باقی حاشیہ صفحہ ۶۸۴ پر)

اودے پور سے بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔

نویں سال جلوس جہانگیری میں مرزا کوکہ، آصف خاں کے حوالے کر دیا گیا کہ اس کو قلعہ گوالیار میں نظر بند رکھیں۔ مرزا کی زبانی لوگوں نے بیان کیا ہے کہ مجھ کو جادو کی مطلق اطلاع نہ تھی۔ آصف خاں نے عرض کیا کہ فلاں شخص نے میرے ختم کرنے کے لیے جادو کیا ہے، چونکہ اس (جادو) کے لیے خلوت، گوشت کا نہ کھانا اور عورت سے علیحدہ رہنا شرط ہے، اور یہ تمام چیزیں جیل خانے میں فراہم تھیں کہ لذیذ کھانوں کے سلسلے میں مرغ اور تیتر کا گوشت مرزا کے لیے پکائیں[1]۔

ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

جب ایک سال کے بعد جیل خانے سے رہائی پائی تو اس کو پہلی تحریر یہ ملی کہ بادشاہ کے حضور میں بغیر اجازت کچھ نہ کہے، اس لیے کہ اس کو زبان پر اختیار نہ تھا۔

ایک رات جہانگیر بادشاہ نے جہانگیر قلی سے کہا کہ کیا تو باپ کا ضامن ہوتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں اس کی ہر بات کا ذمہ دار ہوں لیکن میں اس کی زبان کا ضامن نہیں ہوسکتا ہوں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸۳)
رہ گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہزادے نے یہ بدسلوکیاں کیں۔ تزک جہانگیری (صفحہ ۱۲) میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ مرزا عزیز کوکہ نے بدسلوکیاں کیں۔ نیز ملاحظہ ہو ذخیرہ الخوانین جلد اول صفحہ ۸۸ (ف)

۱ - جہانگیر کا حکم تھا کہ ''او را در قلعہ بطریق بندیاں نگاہ ندارند بلکہ اسباب فراغت و آسودگی از خوردنی و پوشیدنی بجہت او آمادہ و مہیا دارند'' تزک جہانگیری صفحہ ۱۲۹ (ف)

جب بادشاہ جہانگیر نے یہ چاہا کہ پنج ہزاری منصب بحال کیا جائے تو جہانگیر بادشاہ نے شاہجہان سے بیان کیا کہ جب عرش آشیان (اکبر) نے یہ چاہا کہ خان اعظم کے [٦٨٨] منصب میں دو ہزار کا اضافہ کریں تو شیخ فرید بخشی اور راجا رام داس کو اس کے مکان پر بھیجا کہ اس کو مبارک باد دیں ۔ وہ حمام میں تھا ، وہ ایک پہر تک دروازے پر منتظر رہے، جب وہ دیوان خانے میں آ گیا تو ان لوگوں کو بلا کر مبارک باد سنی ۔ بیٹھا اور سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ اب یہ ضروری ہے کہ ان کے کام کے لیے پھر ملیں اور ان کی مطلق تواضع نہ کی اور رخصت کر دیا ۔ یہ بات مجھے یاد ہے اور شرم آتی ہے کہ مرزا کو کہ بحالیٔ منصب کے لیے کھڑے ہو کر تسلیم بجا لانے ، بابا ! تم اس کی نیابت میں آداب بجا لاؤ ۔

اٹھارھویں سال جلوس جہانگیری میں مرزا کوکہ سلطان داور بخش پسر خسرو کی اتالیقی اور ہمراہی کے لیے مقرر ہؤا کہ جو گجرات کی صوبے داری کے لیے نامزد ہؤا تھا اور احمد آباد میں انیسویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۳۳ھ (۱۶۲۴ء) میں اپنی طبعی موت سے فوت ہؤا ۔ وہ تیزی ذہن اور زبان کی سلاست میں بے نظیر اور تاریخ دانی میں بے مثل تھا ، کبھی کبھی شعر بھی کہتا تھا ۔ یہ اس کا شعر ہے :

چوں شد حاصل مرا کام دل از ناموس و ننگ
بعد ازیں خواہم زدن بر شیشۂ ناموس سنگ

خط نستعلیق بہت عمدہ لکھتا تھا ، مرزا باقر پسر میر علی کا شاگرد تھا ۔ ماہرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا خط مشہور استادوں سے کسی طرح کم نہ تھا ، اپنا مطلب تحریر کرنے میں بڑی مہارت رکھتا تھا ۔ اگرچہ عربی نہیں پڑھی تھی لیکن کہا کرتا تھا کہ میں عربی میں غلام عرب ہوں ۔ [٦٨٩] کہتے ہیں کہ مصاحبت میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا ، دلچسپ گفتگو کرتا ، یہ اسی کے اقوال ہیں کہ ایک شخص نے بات کہی میں نے اس کو صحیح سمجھا ، جب اس نے

مبالغہ کیا تو مجھے شبہ ہؤا اور جب اس نے قسم کھائی تو میں نے اس کی بات کو جھوٹ سمجھا ۔

اس کے لطائف میں سے ہے کہ مالدار آدمی کو چار عورتیں رکھنی چاہییں ایک عراقی ، مصاحبت اور گفتگو کے لیے ، دوسری خراسانی ، خانہ داری کے لیے ، تیسری ہندی ، ہم بستری کے لیے ، چوتھی ماوراءالنہری ، مار پیٹ کے لیے ، تا کہ دوسروں کو عبرت ہو ۔

وہ برائی ، نفاق اور سخت کلامی میں بھی یکتائے زمانہ اور بہت جلد غصہ میں آ جانے والا تھا ۔ جس وقت کوئی معزول عامل اس کے سامنے آتا ، تو مستوفی کے ذمہ ، جو رقم واجب‌الادا ہوتی اگر وہ فوراً ادا کر دیتا تو رہا ہو جاتا ، ورنہ اتنا پٹتا کہ اس کی زندگی دشوار ہو جاتی اور اگر اس کے بعد بھی زندہ رہ جاتا تو پھر کوئی باز پرس نہ ہوتی ، خواہ اس کے ذمہ لاکھ روپیہ ہی کیوں باقی نہ ہوتا ۔

ہر سال ہندو منشیوں کے ایک دو مرتبہ بال منڈوا دیتا ۔ کہتے ہیں کہ ایسے موقع پر اکثر ملازم گنگا نہان کی اجازت لے کر چلے جاتے ۔ اس نے اپنے دیوان رائے درک داس سے کہا کہ تو کیوں نہیں جاتا ؟ اس نے کہا کہ غلام کا گنگا نہان حضور کے قدموں کے نیچے ہے ، پھر اس نے کچھ سوچ کر اس رسم کو ترک کر دیا ۔

اگرچہ وہ نماز کا پابند نہ تھا لیکن مذہب کے معاملے میں متعصب تھا ، اسی وجہ سے لا مذہبی اور بے دینی میں پیروی نہ کی کہ جو بادشاہ وقت (اکبر) اختیار کیے ہوئے تھا - اس معاملے میں بے تکلف اس (اکبر بادشاہ) کو برا کہتا ، زمانہ سازی اس میں بالکل نہ تھی ۔ جہانگیر کے دور حکومت میں ، جو کچھ اسے پیش آیا ، اس کے باوجود ، اعتماد الدولہ کے سلسلے میں ہوتے ہوئے کبھی کسی کے مکان پر نہ گیا ۔ یہاں تک کہ نور جہاں بیگم کے دروازے پر بھی نہیں گیا [۶۹۰] مرزا عبدالرحیم خان خاناں کے برخلاف کہ وہ اعتماد الدولہ کے دیوان رائے گوردھن کے گھر پر دوڑا ہؤا گیا ۔

چونکہ اکبر بادشاہ کی بے دینی کا کسی قدر ذکر ہو چکا ہے ، لیکن کچھ تشریح سلسلہ کلام کی وجہ سے ضروری ہے ، اگرچہ یہ بات شیطان کے کفر کی طرح مشہور ہے - ہر چند اس زمانے کے مؤرخین اور اخبار نویس نقصان کے خوف اور اذیت کے وہم کی وجہ سے نہ لکھ سکے لیکن بعض نے اشارتاً اور شیخ عبدالقادر بدایونی[1] اور اس کی طرح دوسروں نے تفصیل سے لکھا ہے لہذا جہانگیر بادشاہ نے پابندی لگا دی کہ ممالک محروسہ کے کاتب تاریخ شیخ (عبدالقادر بدایونی) کی خرید و فروخت نہ کریں - اس سبب سے وہ کتاب (تاریخ بدایونی) کم یاب ہے[2] علماء کا اخراج ، سجدہ کا رواج اور خلاف اسلام دوسری رسومات ، یہ سب چیزیں اس مقصد (اکبر کے کفر) کے لیے روشن دلائل ہیں - اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ عبداللہ خان اوزبک والیٔ توران نے اس معاملے میں اکبر بادشاہ کو تحریر کیا کہ جو کسی معمولی آدمی سے نہیں کہا جا سکتا نہ کہ ایک عظیم الشان بادشاہ سے ، اس نے جواب میں بہت صفائی اور براءت پیش کی - اور یہ قطعہ لکھ کر معذرت چاہی :

قیل ان الالہ ذو ولد
قیل ان الرسول قد کہنا
مانجا اللہ والرسول معاً
من لسان الوریٰ فکیف انا [۶۹۱]

خاتمہ اکبر نامہ اور منشآت ابوالفضل میں عریضہ ہے لیکن آثار و اخبار کے دیکھنے سے مجرد اوراق (صمصام الدولہ شاہ نواز خان) کی جو

۱- ملا عبدالقادر بدایونی بن ملوک شاہ مؤلف منتخب التواریخ مشہور به تاریخ بدایونی (وفات م ۱۰۰۰ھ ۱۵۹۶ع) (د)

۲- ... خان (جلد اول صفحہ ۱۹۰) ... بدی کے باوجود دارالحکومت کے ... ست ... ملتی ہے (د)

سمجھ میں آتا ہے اور جو اس کے ذہن نشین ہؤا ہے ، وہ یہ ہے کہ اس نے ، خدا پناہ میں رکھیے ، خدائی اور نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ بادشاہ زمانہ ، (اکبر) علمی معاملات سے غیر متعلق تھا اور کتاب سے اس کو کوئی تعلق ہی نہ تھا لیکن ذہن میں تیزی اور رسائی انتہا درجے کی تھی ، جو بات معقول نظر آتی اس کو چاہتا کہ مروج کروں ۔ اکثر علماء جن کا مطمح نظر دنیوی منفعت تھی وہ اس کی تائید اور تعریف کرتے ۔ فیضی اور ابوالفضل کی ترقی بھی اسی وجہ سے تھی ۔ جس بات کو بادشاہ کرتا اور جو بات اسے منظور ہوتی اس کو یہ لوگ (فیضی و ابوالفضل) سو فسطائی (جھوٹے) دلائل سے عقلی طور پر ثابت کر دیتے ۔ بزرگوں کی پیروی سے آزاد ہونے کا نام تحقیق رکھا تھا ۔ بادشاہ (اکبر) کو محقق زمانہ اور مجتہد عصر قرار دیا تھا ، چونکہ ان دونوں بھائیوں کا فضل و کمال ایسا تھا کہ ان کے ہم عصروں میں سے کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا ۔ حقیقت میں وہ درویش زادے اور مفلوک الحال ہونے کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے ۔ ایک دفعہ انہوں نے بادشاہ کا قرب و اعتبار حاصل کر لیا اور مفتخر ہو گئے ۔ حاسد لوگ ، کہ ہمیشہ ایسے لوگوں کی زیادتی رہی ہے ، بالخصوص ہم عصر مکار قسم کے ملا ، کہ جو رشک اور دوسروں کی تحقیر کو حمیت دین سے منسوب کرتے ہیں ، کون سی اور ایسی برائی اور جھوٹ ہے کہ جس کی انہوں نے شہرت نہیں کی ہے اور کون سا ہنگامہ ہے کہ جو انہوں نے برپا نہیں کیا ہے ۔ تعصب اور خود غرضی کی بنا پر اس سلسلے میں انہیں جان اور مال کا بھی نقصان اٹھانا پڑا ہے ، عفا اللہ عنہم (اللہ انہیں معاف کرے) [۶۹۲] ۔

خان اعظم کی اولاد بہت تھی ، ان میں سب سے لائق جہانگیر قلی خان تھا کہ جس کا حال لکھا گیا ہے ۔ دوسرا مرزا شادمان کہ جو جہانگیر کے دور حکومت میں شاد خان ، کے خطاب سے مفتخر ہؤا اور مرزا خرم تھا کہ جو اکبر کے زمانے میں صوبہ گجرات کے مضافات میں

جونا گڑھ کی حکومت اسے ملی ، جو (جونا گڑھ) اس کے والد کی جاگیر میں تھا اور جہانگیر کے زمانے میں وہ کامل خاں کے نام سے مشہور ہوا اور رانا کی مہم میں بادشاہ زادہ سلطان خرم کے ہمراہ مقرر ہوا۔ ایک اور مرزا عبداللہ تھا جس نے جہانگیر کے دور سلطنت میں سردار کا خطاب پایا۔ بادشاہ (جہانگیر) نے خان اعظم کے ساتھ اس کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا تھا۔ باپ کی رہائی کے بعد اس کو بھی معاف کر دیا گیا۔ ایک اور مرزا انور تھا جس کی شادی زین خاں کوکہ کی لڑکی کے ساتھ ہوئی ، ان میں سے ہر ایک سہ ہزاری اور دو ہزاری کے عہدوں پر فائز تھا[1]۔

(۱۸۹)

خان خاناں مرزا عبدالرحیم

بیرام خاں کا لائق فرزند تھا۔ اس کی والدہ میوات کے مشاہیر کی نسل سے تھی۔ جب ہمایوں بادشاہ ۹۶۱ھ میں[2] دارالخلافہ دہلی میں دوبارہ ہندوستان کی بادشاہت پر قابض ہوا تو اطراف و جوانب کے زمینداروں کی تالیف قلوب اور ان سے تعلقات قوی کرنے کے لیے ان زمینداروں کی اولادوں سے ارکان دولت کی شادیاں کیں۔

حسین خاں میواتی کا چچا زاد بھائی جمال خاں ، جو ہندوستان کے معتبر زمینداروں میں سے تھا ، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے دو لڑکیاں تھیں بڑی لڑکی سے بادشاہ نے خود عقد کیا اور دوسری کا عقد بیرام خاں سے کر دیا۔ [۶۹۳]

---

۱ - مرزا عزیز کوکہ کے حالات کے لیے دیکھیے ذخیرۃالخوانین جلد اول صفحہ ۸۰—۹۹ (ف)

۲ - رمضان ۹۶۲ھ مطابق جولائی ۱۵۵۵ع سے قبل ہمایوں دہلی نہیں پہنچا تھا اس لیے ۹۶۱ھ (۱۵۵۴ع) میں ہمایوں کا دہلی پہنچنا غلط ہے۔ اکبرنامہ جلد دوم صفحہ ۴۸ (ب)

۱۴ صفر ۹۶۴ھ (۷ دسمبر ۱۵۵۶ء) کو جلوس اکبری (کے پہلے سال) کا آخر تھا کہ لاہور میں مرزا عبدالرحیم پیدا ہؤا[1] - جب اس کا والد (بیرام خاں) پٹن گجرات میں ایک افغان کے ہاتھ سے شہید ہؤا تو اس کی عمر چار سال کی تھی ، سرکشوں نے (بیرام خاں) کی چھاؤنی کو لوٹ لیا - محمد امین دیوانہ اور بابا زنبور ، مرزا (عبدالرحیم) کو اس کی والدہ کے ساتھ اس پر آشوب ماحول سے نکال کر احمد آباد کی طرف روانہ ہو گئے ، وہ تعاقب کرنے والے افغانوں سے جنگ کرتے ہوئے شہر (احمد آباد) میں پہنچے - چار مہینے کے بعد محمد امین دیوانہ اور کچھ دوسرے خدمت گزار - مرزا کو لے کر دربار شاہی میں حاضر ہونے کے ارادے سے چل دیے - جالور میں دربار شاہی سے طلبی نامہ پہنچ گیا - چھٹے سال جلوس اکبری ۹۶۹ھ (۱۵۶۲ء) کے شروع میں آگرہ میں بادشاہ کی قدم بوسی سے سرفراز ہوئے - بادشاہ نے بد خواہوں اور دشمنوں کے ہجوم کے باوجود اس کی پیشانی سے آثار نجابت و حقیقت دیکھ کر اس کی تعلیم و تربیت پر توجہ فرمائی -

جب وہ (مرزا عبدالرحیم) سن تمیز کو پہنچا تو "مرزا خاں" کے خطاب سے سرفراز ہؤا اور خان اعظم کوکہ کی بہن ماہ بانو کے ساتھ اس کا عقد کر دیا گیا - اکیسویں سال جلوس اکبری میں گجرات کی سرداری اس کے لیے نامزد ہوئی - ملکی معاملات وزیر خاں کے سپرد ہوئے - پچیسویں سال جلوس اکبری میں (مرزا عبدالرحیم) بادشاہ کا میر عرض مقرر ہؤا اور اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں شاہزادہ سلطان سلیم کا اتالیق مقرر ہؤا - اسی سال اس نے سلطان مظفر گجراتی پر فتح پائی -

اس کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان مظفر ، گجرات کے پہلے حملے میں [۶۹۴] بادشاہی ملازموں کے قبضے میں آ کر گرفتار ہوگیا - اس کو منعم خان خان خاناں کے پاس بھیج دیا۔ جب اس (منعم خاں) کا زمانہ ختم

---

۱ - ملاحظہ ہو مآثر رحیمی جلد اول صفحہ ۲۹۴ (طبع کلکتہ)

ہؤا تو وہ سرکار میں واپس آ گیا اور (سلطان مظفر) ، خواجہ شاہ منصور کے سپرد کیا گیا ۔ تیئیسویں سال جلوس اکبری میں وہ قید سے فرار ہو کر گجرات چلا گیا اور جونا گڑھ کے نواح میں کاتھی کی پناہ میں رہا ۔ امرا نے معمولی بات سمجھ کر دیئی توجہ نہ کی ۔ اس زمانے میں شہاب الدین احمد خان کی بجائے اعتماد خان ، گجرات کا حاکم ہؤا تو معزول حاکم (سلطان مظفر) کے کچھ ملازموں نے بلا وجہ فساد شروع کیا ۔ مظفر بھی ان میں شامل ہو کر ان کا رہنما بن گیا ، ہنگامے کرنے لگا اور اس نے احمد آباد پر قبضہ کر لیا ۔ اکبر بادشاہ نے مرزا خان (عبدالرحیم) کو معقول فوج کے ساتھ اس پر تعینات کیا ، چونکہ مظفر کے پاس چالیس ہزار سوار جمع ہوگئے تھے اور شاہی فوج صرف دس ہزار تھی ، سرداروں نے جنگ کرنے میں مصلحت نہ دیکھی اور بادشاہ نے بھی تحریر بھیجی کہ جب تک قلیچ خان وغیرہ سردار ، مالوہ سے کمک لے کر نہ پہنچ جائیں جنگ شروع نہ کی جائے ۔ دولت خان لودی ، جو مرزا کا مصاحب اور میر شمشیر تھا اس نے کہا کہ اس وقت فتح شرکت میں ہوگی ۔ اگر خان خاناں ہونا چاہتا ہے تو تنہا فتح کرنی چاہیے ورنہ گمنامی کی زندگی سے مر جانا بہتر ہے ۔ مرزا خان نے اپنے ساتھیوں کی ہمت افزائی کرکے ان کو جنگ کی ترغیب دی ، سرکیج کے مقام پر مقابلہ ہؤا ، جو احمد آباد سے تین کوس کے فاصلے پر ہے ۔ فریقین کے بہادروں نے داد مردانگی دی ۔ [۶۹۵] مرزا خان دس سو جوانوں اور سو مست ہاتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا کہ مظفر خان چھ سات ہزار سواروں کے ساتھ مقابلے پر آیا ، بعض ہمراہی ہوا خواہوں نے فرار ہونے کا مشورہ دیا ، مرزا خان نے بہادری کا مظاہرہ کیا ، اس نے (مظفر خان کے) کچھ ساتھیوں کو قتل کر دیا اور بہت سے فرار ہوگئے ۔ مظفر جو فخریہ انداز میں کھڑا تھا پریشان ہو کر فرار ہوگیا اور کھنبات میں پہنچ کر اس نے تاجروں کے مال پر قبضہ کر لیا اور پھر سرکشی شروع کی ۔

مرزا خان مالوہ کے سرداروں کو ہمراہ لے کر ، جو اسی

وقت پہنچے تھے ، روانہ ہو گیا اور دوبارہ پھر اسے سزا دی ۔ وہ نادوت کی طرف چلا گیا ، اور از سر نو اس علاقے میں جنگ شروع ہوئی ۔ دونوں طرف کے بہادروں نے پیادہ ہو کر کار گزاریاں دکھائیں ۔ آخر مظفر نے میدان جنگ کو پشت دکھا کر راج بیلہ کا رخ کیا ۔ مرزا خان کو دربار شاہی سے پنج ہزاری منصب ملا اور وہ ''خان خاناں'' کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔

کہتے ہیں کہ فتح گجرات کے دن جو کچھ اس کے ہاتھ آیا وہ سب اس نے لوگوں میں تقسیم کر دیا ۔ آخر میں ایک شخص نے آ کر کہا کہ مجھے کچھ نہیں ملا ۔ ایک قلم دان باقی رہ گیا تھا ، وہ اس کو دے دیا اور گجرات کا انتظام ، جو درہم برہم ہوگیا ، اس کو درست کرنے کے بعد اس نے وہاں قلیج خاں کو چھوڑا اور خود بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوگیا ۔

چونتیسویں سال جلوس اکبری میں وقائع بابری (توزک بابری) کا ترجمہ ترکی زبان سے فارسی میں کرکے [۶۹۶] بادشاہ کے حضور میں پیش کیا اور تحسین و آفریں کا مستحق ٹھہرا ۔ اسی سال ۹۹۸ھ (۱۵۹۰ع) میں عہدۂ وکالت پر فائز ہؤا اور جون پور اس کی جاگیر میں مقرر ہؤا ۔ چھتیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۹ھ (۱۵۹۱ع) میں ملتان جاگیر میں ملا ۔ ٹھٹھہ اور ولایت سندھ کی فتح کا ارادہ کرکے اس نے ادھر کا قصد کیا ۔ شیخ فیضی نے اسی ارادہ کی تاریخ ''قصد تتہ'' لکھی ہے ۹۹۹ھ (۱۵۹۱ع)

جب خان خاناں چالاکی اور ہوشیاری سے قلعہ سیوہن ، جس کو ''سیوستان'' کہتے ہیں ، کے نیچے سے گزرا تو وہ لکھی پر قابض ہوگیا جو اس ملک (سندھ) کا دروازہ ہے ۔ جس طرح بنگالہ کا گڑھی (گوڑ) اور کشمیر کا بارہ مولہ دروازہ ہے ، حاکم ٹھٹھہ ، مرزا جانی ، جو جنگ کے ارادے سے آیا تھا ، سخت لڑائیوں کے بعد شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہؤا اور سینتیسویں سال جلوس اکبری میں صلح کے لیے آمادہ ہوگیا ۔

شرائط یہ تھیں کہ قلعہ سیوہن ، جو دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے ، خان خاناں کے سپرد کر دیا جائے اور مرزا ایرج پسر خان خاناں کو اپنی دامادی میں قبول کرے اور برسات کے بعد حضور میں حاضر ہو۔

شاہی لشکر میں کمی کی وجہ سے سپاہ بہت خستہ ہو چکی تھی۔ خان خاناں نے (مرزا عبدالرحیم) کی درخواست صلح قبول کرلی اور عبدالرحیم خان خاناں ، حسن علی عرب کو قلعہ سپرد کرکے سیوہن سے بیس کوس کے فاصلے پر مقیم ہوگیا۔ جب برسات کا موسم ختم ہو گیا تو مرزا جانی نے اپنے حاضر نہ ہونے کے عذر کیے ، مجبوراً خان خاناں ، ٹھٹھہ کو روانہ ہؤا۔ مرزا جانی شہر سے تین کوس کے فاصلے پر باہر آیا اور متفکر ہؤا کہ بادشاہی فوج یک بارگی قابض ہوگئی۔ (مرزا جانی) خوشامد پر اتر آیا۔ اپنی تمام حکومت ، شاہی ملازمین کے [۶۹۷] سپرد کرکے (مرزا جانی) اپنے اہل و عیال کے ہمراہ خان خاناں کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور مامون و محفوظ رہا۔ ملا شکیبی جو خان خاناں کا ملازم تھا ، اس نے اس فتح کی ایک مثنوی لکھی ہے ، یہ شعر اسی مثنوی کا ہے :

بیت

ہمائے کہ بر چرخ کر دے خرام
گرفتی و آزاد کردی ز دام

خان خاناں نے اس کو ایک ہزار اشرفیاں انعام میں دیں۔ مرزا جانی نے بھی ایک ہزار اشرفیاں ملا کر دے کر کہا کہ خدا کی تجھ پر رحمت کہ تو نے مجھے ہما کہا اگر گیدڑ کہہ دیتا تو تیری زبان کون پکڑتا ؟[1]

---

۱ - مرزا عبدالرحیم خان خاناں کی فتح سندھ کے لیے ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۳۲—۳۹ و تاریخ معصومی صفحہ ۲۵۱—۲۵۷ (ی)

جب شہزادہ سلطان مراد بادشاہی حکم کے مطابق دکن کی فتح یابی کے لیے احمد آباد گجرات سے نکل کر امدادی لشکر کے انتظار میں بھروچ میں مقیم ہؤا تو خان خاناں ، جو بادشاہ کے حکم سے شاہزادے کے ہمراہ مقرر تھا ، کچھ عرصے کے لیے اپنی جاگیر بھلیسہ میں قیام کرنے کے بعد اجین کو روانہ ہوگیا ، شہزادے کو جب اس بات کا علم ہؤا تو اس کو غصہ آ گیا مگر اس نے پیغام بھیجا ، اس (خان خاناں) نے جواب دیا کہ خاندیس کا زمیندار راجا علی خاں ہمدردی کے گیت گاتا ہے ، وہ اس کو ہمراہ لے کر پہنچ رہا ہے ، سہزادے کو غصہ آ گیا ، وہ گجرات کے اسی لشکر کو لے کر دکن روانہ ہو گیا ۔ خان خاناں نے لشکر اور توپ خانہ مرزا شاہ رخ کے سپرد کیا ، خود راجا علی خاں کے ہمراہ تیزی سے روانہ ہؤا اور احمد نگر سے تیس کوس کے فاصلے پر قلعہ چاندور میں شاہزادے سے جا ملا ۔ کچھ عرصے کے بعد اجازت ملی لیکن کوئی خاص التفات اس کی طرف نہیں کیا ۔ خان خاناں رنجیدہ ہو کر [٦٩٨] کام سے دست بردار ہو گیا ۔ اگرچہ ربیع الآخر ۱۰۰۴ھ (دسمبر ۱۵۹۵ع) کے آخر میں احمد نگر کا محاصرہ کرلیا ، مورچال اور نقب زنی میں مشغول ہوگئے لیکن چاند بی بی سلطان ، جو برہان نظام شاہ کی بہن اور علی عادل شاہ بیجا پوری کی زوجہ تھی ، ابھنگ خاں حبشی کی رائے سے قلعہ بند ہوگئی ۔ اس کی ہوشیاری اور بہادری کی وجہ سے ، امرا کے آپس کے نفاق اور ایک دوسرے کے کام کو خراب کرنے کی وجہ سے قلعہ بآسانی فتح نہ ہوسکا ۔

جب محصورین کو لشکر کے سرداروں کے نفاق کی اطلاع ملی تو انہوں نے صلح کی بات چیت شروع کر دی کہ برہان نظام شاہ کے پوتے بہادر کو جیل سے نکال کر اور اس کم سن کو "نظام الملک" کا خطاب دے کر شاہی ملازم سمجھا جائے اور احمد نگر کے آباد علاقے کو اس کی جاگیر میں دیا جائے اور برار کا صوبہ شاہی تصرف ہی میں رہے ، ہر چند تجربہ کاروں نے رسد کی کمی ، پریشانی اور محصورین کی داستان سرائی ظاہر کی ، نا اتفاقی کی وجہ سے کسی نے توجہ نہ کی ،

اسی اثنا میں معتمد الدولہ بیجاپوری کو خواجہ سرا سہیل خاں کے متعلق یہ یقین ہؤا کہ وہ نظام شاہیوں کی مدد کے لیے آ رہا ہے ، میر مرتضیٰ کی وساطت سے صلح کرکے وہ (سہیل خاں) بالا پور برار کو واپس ہوگیا ۔ جب سہیل خاں ، بیجا پور کی فوج کے ساتھ دائیں جانب ، قطب الملک کی فوجیں بائیں جانب اور نظام الملک کا لشکر درمیان میں ، گھمنڈ کرتے ہوئے مقابلے کے لیے بڑھے تو شہزادے کو بھی مقابلے کی فکر ہوئی ، امرا نے اس کے مرنے کا خیال نہ کرکے توجہ نہ کی ۔

خان خاناں ، مرزا شاہ رخ اور راجا علی خاں کے ہمراہ شاہ پور سے غنیم کی جانب مقابلے کے لیے روانہ ہؤا [۶۹۹] ۱۰۰۵ھ ماہ جمادی الآخر (فروری ۱۵۹۷) کے آخر میں پتھری سے بارہ کوس کے فاصلے پر قصبہ اشتی کے نزدیک لڑائی ہوئی اور سخت مقابلہ ہؤا ۔ خاندیس کا زمیندار ، پانچ سرداروں اور پانچ آدمیوں کے ساتھ عادل خانیوں سے مقابلہ کر رہا تھا ، وہ مردانہ وار لڑتے ہوئے مارا گیا ۔ انہوں (غنیم) نے اس کو درمیانی لشکر سمجھا اور خیال کیا کہ مرزا شاہ رخ یا خان خاناں مارا گیا اور لوٹ مار شروع کر دی ۔ خان خاناں بھی اپنے سامنے کی فوج کو ہٹا کر اس اندھیری رات میں ایک دوسرے سے جدا ہو کر کھڑا ہوگیا ، دونوں فریقوں نے اپنی اپنی فتح خیال کرکے تمام رات گھوڑوں کی پیٹھ پر گزار دی ، صبح کے وقت بادشاہی فوج ، جو سات ہزار تھی ، چونکہ تمام رات پیاسی رہی تھی ، دریا کی طرف روانہ ہوگئی ۔ فریق مخالف پچیس ہزار سواروں کے ساتھ لڑائی کے ارادے سے آگے بڑھا ۔ غنیم کی تینوں فوجوں کے بہت سے سردار مارے گئے ۔

کہتے ہیں کہ دولت خاں لودی نے کہ جو خان خاناں کا ہراول تھا اور جس وقت کہ سہیل خاں نے توپ خانے اور ہاتھیوں کو مقابلے میں لا کر آگے بڑھایا تو کہا کہ ہم کل چھ سو سوار ہیں ، آگے بڑھنا اپنے کو ہلاک کرنا ہے ، میں غنیم کی فوج کے قلب پر حملہ کرتا ہوں ۔ خان خاناں نے کہا کہ دہلی کا نام بدنام کردے گا ۔ اس نے جواب دیا

کہ اگر مخالف کی فوج کے پیر اکھاڑ دیے تو سو "دہلی" بنا ڈالیں گے اور اگر مارے گئے تو معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ جب اس نے چاہا کہ گھوڑوں کو بڑھائے قاسم بارہہ، سادات کے ہمراہ اس کے ساتھ تھا اس نے کہا کہ ہم تم ہندوستانی ہیں، سوائے مر جانے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ [...] خان کا ارادہ معلوم کر لینا چاہیے کہ کیا ہے۔ دولت خاں نے واپس ہو کر خان خاناں سے کہا کہ اتنا بڑا گروہ سامنے ہے، فتح قدرت کی طرف سے ہے، اگر شکست ہوگئی تو اپنا مقام بتا دو کہ تم کو تلاش کر لیں، اس نے کہا کہ لاشوں کے نیچے۔ دولت خاں نے سادات بارہہ کے ساتھ قلب لشکر سے نکل کر دشمن کے قدم اکھاڑ دیے اور تھوڑی ہی دیر میں سہیل بھاگ کھڑا ہوا۔

کہتے ہیں کہ اس دن خان خاناں کے پاس نقد و جنس پچھتر لاکھ روپیہ تھا، اس نے سب لٹا دیا۔ دو اونٹ سامان سے زیادہ اس کے پاس کچھ نہ رہا اور باوجود ایسی عظیم فتح کے جنگ کے نتائج اچھے نہ رہے۔ خان خاناں حضور میں طلب کیا گیا، تینتالیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا، اس کی بیوی ماہ بانو کا انتقال بھی اسی سال ہوا[1]۔

جب بادشاہ نے دکن کے سلسلے میں اس سے مشورہ کیا تو اس نے شاہزادے کو حضور میں بلوانے اور دکن کے انتظامات کو خود سے متعلق کرنے کے لیے کہا۔ بادشاہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور اسے نظروں سے گرا دیا۔ جب شاہزادہ مراد فوت ہو گیا تو چوالیسویں سال جلوس اکبری میں سلطان دانیال دکن کی فتح کے لیے مقرر ہوا۔ اکبر بادشاہ نے خود بھی اس ملک کی جانب قدم رنجہ فرمایا۔ خان خاناں پر از سر نو نوازش فرما کر شہزادے کے پاس بھیجا۔ پینتالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۸ھ، ماہ شوال کے آخر (مئی ۱۶۰۰ء) میں شاہزادے نے خان خاناں کی ہمراہی میں قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا۔ ہر دو جانب

۱۔ ماہ بانو کا انتقال ۱۰۰۷ھ (دسمبر ۱۵۹۸ء) میں ہوا۔

زبردست کوشش کی گئی ، چاند بی بی نے قول و قرار کیے ۔ حمتہ خاں خواجہ سرا نے اس بات سے اختلاف کیا اور کچھ نا لائقوں کے مشورے سے اس معزز بانو (چاند بی بی) کا خاتمہ کر دیا [۱۰۰۷] توپ اندازی شروع ہو گئی اور (قلعے والوں نے) قلعے سے باہر آ کر مقابلہ کیا ۔ جب نقب کے ذریعے سے تیس گز دیوار شکست ہو گئی تو محاصرہ کرنے والے برج لیلی^۱ میں ہو کر اندر پہنچ گئے اور کثرت سے لوگوں کو قتل کر دیا اور ابراہیم کے فرزند بہادر کو گرفتار کر لیا ۔ جس کو انہوں نے "نظام شاہ" بنا رکھا تھا ۔ چار ماہ اور چار روز کے محاصرے کے بعد قلعہ فتح ہو گیا ۔

خان خاناں ، نظام شاہ کو لے کر برہان پور میں اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا ، بادشاہ نے دارالخلافہ دہلی واپس ہوتے وقت خاندیس کو "دان دیس" سے موسوم کر کے شاہزادہ دانیال کو مرحمت فرمایا اور خان خاناں کی لڑکی جانا بیگم کی شادی شاہزادے سے کر دی ۔ اور اس سپہ سالار (خان خاناں) کو راجومنا کو سزا دینے کے لیے احمد نگر کی طرف بھیجا ، جس نے مرتضیٰ نظام شاہ کے چچا شاہ علی کے لڑکے کو سردار بنا کر شورش شروع کر دی ۔

اکبر بادشاہ کے انتقال کے بعد ملک دکن میں زبردست بد نظمی شروع ہوئی ۔ خان خاناں نے دوسرے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۷ھ (۱۶۰۹ع) میں حضور میں پہنچ کر یہ عہد کیا کہ فوج مقررہ کے علاوہ ، جو پہلے سے تعینات ہے ، بارہ ہزار سوار تازہ دم مدد کے لیے مل جائیں تو دو سال کے عرصے میں دکن کی مہم سر ہو جائے گی ۔ لہٰذا فوراً دکن کو روانہ ہونے کی اجازت ملی اور آصف خاں جعفر ، امیر الامراء شریف خاں ، راجا مان سنگھ کچھواہہ اور خان جہاں لودی کو شاہزادہ پرویز کا اتالیق مقرر کر کے ایک کے بعد دوسرے کو مدد کے لیے مقرر کیا ۔ جب یہ معلوم ہؤا کہ خان خاناں ، برہان پور سے

---

۱ - اکبر نامہ جلد سوم (صفحہ ۷۷۵) میں اس کا نام لیلی برج دیا ہے (ب)

عین موسم برسات میں [۷۰۲] ، جو اطمینان و سکون کا زمانہ تھا ، شہزادے کو بالا گھاٹ سے نکال کر لایا اور امراء کی نا اتفاقی کی وجہ سے کوئی تدبیر نہ کر سکا ۔ غلے کی مہنگائی اور جانوروں کے جانے سے شاہی لشکر میں ابتری اور پریشانی پیدا ہو گئی تو مجبوراً مخالفوں سے صلح کر کے ، جو اس دولت (مغلیہ) کے لیے نازیبا تھی ، واپس ہؤا ۔ دکن کی مہم خان خاناں کے سپرد ہوئی اور مہابت خاں اس پرانے عملے کو لانے کے لیے مقرر ہؤا ۔

خان خاناں جب حضور میں پہنچا تو پانچویں سال جلوس جہانگیری میں اسے اس کی جاگیر کالپی اور قنوج ملے اور حکم ہؤا کہ وہ اس نواح کے تمام سرکشوں کی بیخ کنی کرے ۔ جب ساتویں سال جلوس جہانگیری میں دکن میں عبداللہ خاں کو شکست ہوئی اور خان جہاں سے کام پورا نہ ہو سکا تو اس مہم کا انتظام خان خاناں کے بھیجنے پر منحصر سمجھا اور خواجہ ابوالحسن کے ہمراہ خان خاناں کو بھیجا ۔ جب اس مرتبہ بھی شہزادہ پرویز اور نامور امراء کے باوجود کوئی کام نہ بن سکا تو جہانگیر بادشاہ نے گیارھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۵ھ (۱۶۱۶ع) میں سلطان خرم کو شاہ کا خطاب دے کر ، جو صاحبقران تیمور کے زمانے سے اس وقت تک کسی شہزادے کو نہیں ملا تھا ، دکن روانہ کیا اور خود بھی بادشاہ (جہانگیر) ماہ محرم ۱۰۲۶ھ (۱۶۱۷ع) میں مالوہ پہنچ کر مانڈو میں مقیم ہو گیا ۔ شاہزادے نے برہا ن پور پہنچ کر باتیں بنانے والے آدمیوں کو دکن کے حکام کے پاس روانہ کر دیا ۔ شاہجہان اسی زمانے میں خان خاناں کے لڑکے شاہ نواز خاں کی لڑکی کو اپنے عقد میں لایا ۔

شاہی آدمیوں کے پہنچنے کے بعد عادل شاہ نے پچاس زنجیر [۷۰۳] ہاتھی اور نقد و جواہرات کہ جن کا تخمینہ پندرہ لاکھ روپیہ تھا ، نذرانے میں روانہ کر کے نہایت مہذب طریقے سے اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کیا ۔ چنانچہ شہزادہ خرم کی درخواست پر (عادل شاہ)

کو فرزندی کے خطاب سے سرفراز کیا ۔ فرمان کے عنوان میں خاص اپنے قلم سے (بادشاہ جہانگیر نے) فوراً یہ شعر تحریر کیا :

شدی از التماس شاہ خرم
بفرزندیٔ ما مشہور عالم

اور قطب الملک بھی تقریباً اتنا ہی نذرانہ پیش کرنے کے بعد عنایت شاہی سے سرفراز ہوا ، ملک عنبر نے بھی اطاعت قبول کر کے قلعہ احمد نگر اور دوسرے قلعوں کی کنجیاں اور بالا گھاٹ کے تمام پرگنوں کو ، جو اس کے قبضے میں تھے ، سپرد کر دیا ۔

جب شہزادے کو انتظام دکن کی جانب سے اطمینان ہو گیا تو خاندیس ، برار اور احمد نگر کی صوبے داری سپہ سالار (خان خانان) کے سپرد کر کے اس کے بڑے لڑکے شاہ نواز خاں کو ولایت مفتوحہ بالا گھاٹ کے انتظام پر متعین کیا اور ہر محال کو مددگار امراء میں سے ہر ایک کی جاگیر میں بطور تنخواہ مقرر کر دیا ۔ تیس ہزار سوار ، جو موجود تھے ، اور سات ہزار توپچی ، وہاں چھوڑ دیے ، بارھویں سال جلوس جہانگیری میں مانڈو کے مقام پر پدر عالی قدر (جہانگیر بادشاہ) کے پاس پہنچا ۔ بادشاہ (جہانگیر) ملاقات کے وقت بے اختیار کھڑا ہو گیا اور تین قدم استقبال کے لیے چلا ، اور اصل و اضافہ کے بعد تیس ہزار ذات اور بیس ہزار سوار کا منصب ، ''شاہجہاں'' کا خطاب اور تخت شاہی کے نزدیک کرسی پر بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمائی ، جو خاص عنایت تھی کہ امیر تیمور کے زمانے سے اس طرح کی رسم اس خاندان میں نہ تھی ۔ [م ۰ ے] جہانگیر نے خود جھروکے سے نیچے آ کر جواہرات اور سونے کے خوان اقبال مند بیٹے (شاہجہاں) کے سر پر سے نثار کیے ۔ جب پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں ملک عنبر کی وعدہ خلافی اور اس کے سپاہیوں (مرہٹوں) کے غلبے کی وجہ سے بادشاہی تھانے دار دل برداشتہ ہو گئے یہاں تک کہ داراب خاں ، بالا گھاٹ سے واپس ہو کر بالا پور چلا آیا اور وہاں بھی قیام نہ کر سکا ، وہاں سے

برہان پور پہنچ کر پدر نامور (خان خاناں) کے ساتھ شہر میں محصور ہو گیا ۔ شاہزادہ شاہجہاں کو ایک کروڑ روپیہ اس مہم کے انتظام کے لیے اور دس کروڑ دام دکن کے مفتوحہ علاقے سے بطور انعام ملے اور دوبارہ بہت جلد (دکن) جانے کا حکم ہؤا ۔

کہتے ہیں کہ جب اس (خان خاناں) کی متواتر عرضیاں بادشاہ کی نظر سے گزریں کہ میں بہت پریشان ہوں اور میں "جوہر" کے لیے تیار ہوں جو ایک مقرر رسم ہے جہانگیر نے شاہزادہ ولی عہد (شاہجہاں) سے فرمایا کہ جس طرح عرش آشیاں (اکبر) نے خان اعظم (خان خاناں) کو خاص یلغار کر کے گجرات کے محاصرے سے رہا کیا تھا ، تم خان خاناں کو اس مصیبت سے نجات دلاؤ ۔ دکنی ، شاہجہاں کی آمد کی خبر سن کر منتشر ہو گئے ، شاہزادہ برہان پور پہنچا اور از سر نو دکن کے انتظام کی جانب متوجہ ہؤا ۔

جب سترھویں سال جلوس جہانگیری میں شاہ عباس صفوی قندھار کے قلعے کا محاصرہ کرنے کے لیے آگے بڑھا ، بادشاہ نے (شاہجہان) کو بعجلت ممکنہ اپنے حضور میں طلب کر لیا ، اس نے خان خاناں کو بھی ساتھ لیا ، اس دوران میں زمانے نے ایک نئی کروٹ بدلی اور بد اندیشوں کے بھکانے سے گھر میں ایسا فساد ہو گیا کہ غیروں کے فتنے کی جانب متوجہ نہ ہو سکے ۔ مجبوراً شاہزادہ خان خاناں کے ساتھ [۷۰۵] واپس آ کر مانڈو میں مقیم ہو گیا ۔ جہانگیر نے نور جہاں بیگم کی تحریک سے سلطان پرویز کو مہابت خاں کی سپہ سالاری میں مقرر کیا ۔ شاہزادہ (شاہجہاں) رستم خاں کی نمک حرامی کے بعد کہ جس کو اس نے بادشاہی لشکر کے آگے روانہ کیا تھا ، خان خاناں کے ساتھ نربدا سے گزرا اور بیرم بیگ بخشی کو دریا کے کنارے تعینات کیا اور برہان پور کو روانہ ہو گیا ۔ اس موقع پر خان خاناں کا خط کہ جو اس نے پوشیدہ طور سے مہابت خاں کو لکھا تھا اور جس کا عنوان یہ شعر تھا :

صد کس بنظر نگاہ می دارندم
ورنہ بپریدے زبے آراسی

شاہزادے کی نظر سے گزرا ، خان خاناں کو بلا کر دریافت کیا ، اس کا کوئی عذر قابل سماعت نہ ہؤا لہذا وہ اپنے لڑکے داراب خان کے ساتھ نظر بند کر دیا گیا ۔ جب (شاہجہاں کا) قلعہ اسیر کے قریب سے گزرا ہؤا تو باپ اور بیٹے کو سید مظفر خاں بارہہ کے سپرد کرکے قلعے میں بھیج دیا ۔ چونکہ داراب خان کو بغیر کسی خطا کے قید کرنا نا انصافی تھی اور اس کو رہا کر دیا اور باپ کو قید رکھنا کچھ پسند نہیں کیا لہذا دونوں کو بلا کر قول و قرار کے بعد چھوڑ دیا ۔ جب مہابت خان سلطان پرویز کے ساتھ دریائے نربدہ کے کنارے پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بیرم بیگ نے کشتیوں کو دریا کے دوسرے کنارے پر لے جا کر راستوں کو توپوں اور بندوقوں سے مستحکم کر دیا ہے ۔ پھر (مہابت خاں نے) مکاری اختیار کی اور خفیہ طور پر خان خاناں کو خطوط بھیج کر اس بوڑھے تجربہ کار کو گمراہ کر دیا ۔

خان خاناں نے شاہزادے کو [۷۰۶] عرضی بھیجی کہ آسمان مخالف پر آمادہ ہے ، اگر چند روز کے لیے صلح کر لی جائے تو یقیناً خادموں کے لیے امن ہو جائے ۔ شاہزادے نے ، کہ جس کا خیال ہمیشہ رفع فساد پر رہتا تھا ، اس سانحہ کے آثار کو کامیابی سمجھ کر خان خاناں کو خلوت میں بلایا اور از سر نو قرآن شریف کی قسم لے کر اطمینان حاصل کیا اور اس کے بعد روانہ کیا کہ دریا کے اس کنارے پر رہ کر جس طرح فریقین کا مشورہ ہو صلح کر لے ۔

جب خان خاناں کے وہاں پہنچنے اور صلح کی شہرت سے راستوں کی حفاظت میں سستی پیدا ہوگئی تو مہابت خاں نے ، جو موقع کا منتظر تھا ، رات کے وقت مستعد جوانوں کی ایک جماعت کو دریا کے اس پار اتار دیا ۔ خان خاناں ، سلطان پرویز اور مہابت خاں کے مکر آلود خطوط پر فریفتہ ہوگیا ۔ اس نے دنیا کی طمع میں حق و راستی کو فراموش کر دیا اور

تازہ قول و قسم سے منحرف ہو کر مہابت خاں سے مل گیا ۔

مجبوراً شاہزادہ شاہجہاں نے برہان پور میں اپنا قیام مناسب نہ سمجھا اور اس نے تلنگانہ کے راستے سے بنگالہ کا قصد کر دیا ۔ مہابت خاں ، برہان پور آیا اور خان خاناں کے ہمراہ دریائے تاپتی سے گزر کر کچھ دور تک (شہزادے کا) تعاقب کیا ۔

خان خاناں نے راجا بھیم کو کہ جو ارکان دولت میں سے تھا ، لکھا کہ اگر شاہزادہ میرے اہل و عیال کو آزاد کر دے تو بادشاہی لشکر کو حیلے بہانے سے واپس کر لوں ، ورنہ انجام خراب ہوگا ۔ راجا بھیم نے جواب دیا کہ ابھی تک پانچ چھ ہزار جاں باز ہمراہ ہیں، جس وقت نزدیک پہنچا تیری اولاد کو قتل کرکے تجھ پر حملہ کروں گا [۷۰۷]

شاہزادے نے جب ولایت بنگالہ کا انتظام کرکے بہار کا ارادہ کیا تو داراب خاں کو قید سے رہا کرکے وہاں کا حاکم بنا دیا ۔ مہابت خاں نے اس موقع پر ، جب کہ وہ شاہزادے کے مقابلے پر الہ آباد کے راستے میں تھا ، خان خاناں کو نظر بند کر دیا کیونکہ وہ زمانہ سازی اور مکاری سے اس کی نگرانی کر رہا تھا ۔

بیسویں سال جلوس جہانگیری میں جہانگیر بادشاہ نے اس کو مہابت خاں کے پاس سے حضور میں طلب کرکے اس کے جرموں کو معاف کر دیا اور خود معذرت کی کہ یہ سب باتیں تقدیر کے مطابق ہوئیں، ہمارے تمہارے اختیار کی بات نہ تھی ، میں خود تم سے زیادہ شرمندہ ہوں ۔ ایک لاکھ روپیہ انعام ، منصب کی بحالی اور ملکوسہ کی جاگیر مرحمت ہوئی ۔ اس ننگ و ناموس کو برباد کرنے والے دنیا پرست بوڑھے (عبدالرحیم خان خاناں) نے یہ شعر نگینہ پر کندہ کرایا :

مرا لطف جہانگیری ز تائیدات ربانی
دوبارہ زندگی دادہ ، دوبارہ خان خانانی

بادشاہ (جہانگیر) کے طلب کرنے کے موقع پر مہابت خاں نے بہت معذرت چاہی اور سامان و انتظام میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی اور اپنے خیال کے مطابق اس کے مزاج کی بدمزگی کے رفع کرنے کی کوشش کی۔ اتفاق سے خان خاناں، جاگیر کی اجازت لے کر لاہور میں قیام پذیر ہؤا کہ مہابت خاں عتاب (شاہی) میں آ گیا اور حضور میں حاضری کے ارادے سے لاہور پہنچا۔ خان خاناں نے مطلق اس کی جانب توجہ نہ کی، مہابت خاں کو اس کی بے مروتی سے رنج ہؤا۔ جب اس نے دریائے جہلم کے کنارے غلبہ حاصل کر لیا تو لوگوں کو مقرر کیا کہ اس (خان خاناں) کو راستے سے واپس لوٹا دیں۔ خان خاناں نے دہلی میں اقامت اختیار کر لی۔

اسی زمانے میں شعبدہ باز آسمان نے ایک دوسرا کھیل کھیلا۔ بادشاہی لشکر کی کابل سے واپسی پر [۷۰۸] مہابت خاں باغی ہوگیا۔ نور جہاں بیگم نے خان خاناں کو طلب کیا اور ایک فوج کے ساتھ اس کو (مہابت خاں کے) تعاقب میں روانہ کیا۔ بارہ لاکھ روپے، گھوڑے، ہاتھی، اونٹ اپنی طرف سے عنایت کیے اور مہابت خاں کی جاگیر اس کو صحراہ میں دے دی لیکن زندگی نے فرصت نہ دی۔ (خان خاناں) لاہور میں بیمار ہوگیا اور دہلی پہنچ کر بہتر سال کی عمر میں ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۷ع) مطابق جہانگیری اکیسویں سال کے آخر میں فوت ہوگیا۔

"خاں سپہ سالار کو" تاریخ ہے ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۷ع) ہمایوں بادشاہ کے مقبرے کے نزدیک دفن ہؤا[1]۔

خان خاناں قابلیت اور استعداد میں یکتائے زمانہ تھا۔ عربی، فارسی، ترکی اور ہندی[2] میں مشاق تھا، شعر خوب سمجھتا اور کہتا تھا،

۱۔ دہلی میں عبدالرحیم خان خاناں کا شان دار مقبرہ بنا ہؤا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو آثار الصنادید (کراچی ۱۹۶۶ع) صفحہ ۳۰

۲۔ ہندی کے علاوہ عبدالرحیم خان خاناں سندھی زبان میں بھی شعر

(باقی صفحہ ۷۰۴ پر)

رحیم تخلص کرتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ اکثر زبانوں میں جو دنیا میں مروج ہیں گفتگو کرتا تھا ۔ اس کی سخاوت اور عالی ہمتی ہندوستان میں ضرب المثل تھی ۔ اس کے متعلق اکثر عجیب حکایتیں مشہور ہیں ، کہتے ہیں کہ ایک روز حکم ناموں پر دستخط کر رہا تھا ، کسی پیادے کے حکم نامے پر ہزار تنکہ کے بجائے ہزار روپے پر دستخط کر دیے اور وہ سب بحال رکھا ۔

اکثر شاعروں کو وہ صلے میں اشرفیوں میں تولتا ، ایک دن ملا نظیری نے کہا کہ لاکھ روپے کا ڈھیر کیسا ہوتا ہے ، میں نے نہیں دیکھا ہے ۔ حکم دیا کہ خزانے سے لائیں ، جب جمع ہوگیا تو ملا نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے نواب کی وجہ سے اتنا روپیہ دیکھ لیا ۔ حکم دیا کہ یہ سب (روپیہ) ملا (نظیری) کو دیا جائے تاکہ خدا کا شکر کرے[1] ۔

ہمیشہ بڑی بڑی رقمیں درویشوں اور عالموں کو ظاہر اور پوشیدہ [۷۰۹] دیا کرتا تھا اور دور رہنے والوں کو سالانہ (رقوم) بھیجتا تھا ۔ اس کے زمانے میں ہر فن کے باکمال لوگ اس طرح جمع رہتے، جیسے سلطان حسین مرزا اور میر علی شیر کے زمانے میں رہا کرتے تھے ۔

مختصر یہ کہ شجاعت ، سخاوت ، دانش اور ملکی تدابیر میں زمانے میں ممتاز تھا لیکن کینے ، دنیا پرستی اور زمانہ سازی بہت رکھتا تھا ۔ اس کا قول تھا کہ دشمن کے ساتھ دوست بن کر دشمنی کرنا چاہیے ، اس کے متعلق کہا گیا ہے :

(بقیہ حاشیہ ۷۰۳)

کہتا تھا ۔ شیخ فرید لکھتا ہے "بزبان فارسی و ہندی و سندھی شعر متین می گفت" ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۶۰ ، عبدالرحیم کے ہندی دوہے ، ہندی ادب میں ، ایک خاص مقام رکھتے ہیں (ق)

۱ ۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۶۲ (ق)

بیت

یک و جب قد و صد گره در دل
مشتکے استخواں و صد اشکال

(خان خاناں) دکن میں کئی مرتبہ ، تقریباً تیس سال تک رہا جو شاہزادہ اور امیر مدد کے لیے آیا ، اس نے اس کے ساتھ شاہان دکن کا خلوص اور اطاعت دیکھ کر اس (خان خاناں) کے متعلق منافقت اور بغاوت کا خیال کیا ، یہاں تک کہ شیخ ابوالفضل بھی اس کے بارے میں بغاوت کا متوہم رہا تھا - جہانگیر کے زمانے میں ملک عنبر کی دوستی میں متہم ہو کر معزول ہؤا - اس کے معتبر ملازم محمد معصوم نے نمک حرامی کرکے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ ملک عنبر کی تحریریں شیخ عبدالسلام کے پاس موجود ہیں جو خان خاناں کا ملازم تھا - مہابت خاں اس کی تحقیق کے لیے مقرر ہؤا - اس (مہابت خاں) نے اس بے چارے (عبدالسلام) کو اس قدر عذاب دیا کہ وہ جان سے ختم ہو گیا اور (معاملہ) ظاہر کرنے کے لیے لب نہ کھول سکا -

خان خاناں (عبدالرحیم) اس (سلطنت مغلیہ) کے بڑے امیروں میں سے تھا ، اس کا مشہور نام صفحۂ زمانہ پر ہمیشہ کے لیے نقش ہو گیا - اکبر بادشاہ کے دور حکومت میں کار ہائے نمایاں انجام دیے - اُن میں سے تین خاص کام کیے : فتح گجرات ، تسخیر سندھ [۷۰۱] اور سہیل خاں بیجا پوری کی شکست - (ان کارناموں کی) تفصیل اپنے اپنے موقع پر درج ہے لیکن جہانگیر بادشاہ کے دور حکومت میں اس سے کوئی کار نمایاں نہ ہؤا ، عقل سلیم اور پسندیدہ دانش مندی کے باوجود ذلتیں اٹھائیں لیکن عزت و مرتبہ کی محبت کی وجہ سے کنارہ کش نہ ہؤا -

کہتے ہیں کہ درباری خبروں کو معلوم کرنے کا بہت مشتاق تھا ، باوجودیکہ دو تین آدمی روزانہ کی خبریں ڈاک چوکی کے ذریعے بھیجا کرتے تھے لیکن عدالت خانہ ، کچہریوں اور چبوترے پر یہاں تک کہ

چوک ، گلی اور بازاروں تک میں جاسوس تعینات رہتے تھے کہ جو کچھ وہ عوام میں خبریں سنتے تھے ، ان کو بھی تحریر کرتے تھے ۔ (خان خاناں) شام کے وقت سب کو پڑھ کر آگ میں جلا دیا کرتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ اس زمانے میں اکثر چیزیں اس کے خاندان سے مخصوص تھیں جیسے ہما کے بال کہ شاہزادوں کے سوائے کسی اور کے سر پر نہیں لگائے جاتے تھے (مگر اس کو اجازت تھی) ، اگرچہ اس کے والد (بیرام خاں) کا مذہب امامیہ تھا لیکن خان خاناں خود کو سنی المذہب ظاہر کرتا تھا ، لوگ اس بات کو تقیہ سمجھتے تھے لیکن اس کے لڑکے متعصب سنی تھے[1] ۔

شاہنواز خاں اور داراب خاں کے علاوہ اور لڑکے بھی تھے ، ایک مرزا رحمان داد تھا جس کی ماں امر کوٹ کی قوم سودہ سے تھی ، وہ جوانی میں صفات محمودہ سے آراستہ تھا ۔ اس کو باپ (خان خاناں) بہت عزیز رکھتا تھا ، شاہ نواز خاں کے مرنے کے بعد قریب ہی زمانے میں سہکر میں اس (رحمان داد) کا انتقال ہؤا[2] ۔ کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اس کی موت کا اظہار کرتا ، محل کی مستورات کی درخواست پر حضرت شاہ عیسیٰ سندھی قدس سرہ[3] نے خان خاناں کے گھر پہنچ کر تعزیت اور تسلی فرمائی ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۶۲—۶۳ (ق)

۲ ۔ سہکر ، برار کے صوبے میں واقع ہے ، تزک جہانگیری (صفحہ ۳۱۵) میں ہے کہ رحمان داد کا انتقال بالا پور میں ہؤا (ب) اختلاف نسخ میں بھکر دیا ہے (ق)

۳ ۔ شاہ عیسیٰ جندراللہ سندھی ثم برہان پوری مشہور صاحب باطن بزرگ اور عالم تھے ۱۰۳۱ھ (۲—۱۶۲۱ع) میں انتقال ہؤا ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۳۶۰ و تاریخ برہان پور صفحہ ۱۳۶—۱۳۷ (ق)

ایک اور مرزا امر اللہ تھا ، جو لونڈی کے بطن سے تھا ، اس کی تربیت نہ ہوسکی ، جوانی میں فوت ہو گیا [۱۱ے] -

خان خاناں کی سرکار میں میاں فہم کی خاص ہستی تھی ، اگرچہ وہ غلام مشہور تھا ، لیکن اصل میں راجپوت کا لڑکا تھا ، جس نے (خان خاناں) کے یہاں بیٹوں کی طرح پرورش پائی - نہایت صالح اور متقی تھا ، مرتے وقت تک تہجد ، چاشت اور اشراق کی نماز قضا نہ ہوئی - فقیر دوست تھا ، فوج کے ساتھ برادرانہ برتاؤ کیا کرتا تھا لیکن تیز مزاج تھا ، اس کے کوڑے کی آواز ہمیشہ بلند رہتی تھی -

کہتے ہیں کہ ایک دن اس نے بکرما جیت[1] شاہجہانی کو داراب خاں کے ساتھ ایک مسند پر تکیہ لگائے بیٹھے دیکھا - اس نے گالی دے کر کہا کہ تجھ سا برہمن بیرام خاں کے پوتے کے برابر بیٹھے ، کاش کہ مرزا ایرج کی جگہ یہ مر جاتا ، دونوں نے معذرت کی -

چونکہ آخری زمانے میں خان خاناں اس سے ناراض ہوگیا تھا ، اس لیے اس سے سرکار بیجا گڑھ کی فوج داری کے سلسلے میں حساب طلب کیا - اس نے نواب کے ساتھ بہت سختی کی اور حافظ نصر اللہ کے منہ پر ، جو صاحب اختیار دیوان تھا ، ایک طمانچہ مار کر شہر سے نکل کر آیا - کہتے ہیں کہ آدھی رات کے وقت خان خاناں خود گیا اور اس کو واپس لایا ، وہ شجاعت و تہوری کا نمونہ تھا - جب مہابت خاں نے خان خاناں کے قید کرنے کا ارادہ کیا تو پہلے فہیم کو بلایا تا کہ اس کو معزز شاہی عہدے کا لالچ اور مختلف وعدوں سے فریب دے لیکن وہ رضا مند نہ ہوا - مہابت خاں نے کہا کہ اپنی سپہ گری پر کب تک ناز کرتا رہے گا -

فہیم نے خان خاناں سے ہر چند کہا کہ یہاں مکر اور غداری معلوم

---

۱ - راجا رائے رایان سنار داس ، ایک برہمن تھا ، ملاحظہ ہو مآثرالامرا جلد دوم صفحہ ۱۸۳ (ف) -

ہوتی ہے ، ایسا نہ ہو کہ ذلیل و خوار ہونا پڑے ، مسلح اور تیار ہوکر بادشاہ کے حضور میں چل دینا چاہیے ، اس (خان خاناں) نے قبول نہیں کیا ۔ جب اس کو نظر بند کر دیا تو مہابت خاں نے بہت سے بادشاہی آدمیوں کو فہیم کے سر پر بھیج دیا ۔ اس نے اپنے لڑکے فیروز خاں [۱۲۷] سے کہا کہ تھوڑی دیر تک ان لوگوں کی نگرانی رکھ کہ میں از سر نو وضو کرکے سلامتیٔ ایمان کے لیے دو رکعت نماز ادا کر لوں ۔ (نماز سے) فارغ ہونے کے بعد اس نے اپنے لڑکے اور چالیس آدمیوں کے ساتھ اپنی عزت کے لیے جان نثار کر دی ۔

(۱۹۰)

خدمت پرست خاں

رضا بہادر نام تھا ، بچپن سے شاہزادہ شاہجہاں کی غلامی اور خدمت میں رہا ۔ اسی دیرینہ خدمت اور سعادت مندی سے محرم راز اور مزاج داں بن گیا ۔ کہتے ہیں کہ جب شاہزادہ رانا کی مہم پر مقرر ہوا تو ایک دن اودے پور میں کسی سبب سے اس کے پانچ سو کوڑے لگائے گئے ، مگر یہ زمین پر نہ گرا اور آہ تک نہ کی ، اس کی یہ سخت جانی اس کی عزت افزائی کا سبب ہوگئی ۔ اس کے منصب اور اعزاز میں اضافہ ہؤا اور آہستہ آہستہ امارت کے درجے پر فائز ہؤا ، اور "خدمت پرست خاں" کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔

چونکہ سلطان مراد بخش کی خدمت میں اس کا بڑا اعتماد تھا ، اس لیے اس نے صوبۂ بہار سے واپسی کے وقت مظفر خاں کے ہمراہ اس کو قلعہ رہتاس میں چھوڑ دیا ۔ جب جہانگیر بادشاہ کے مرنے کے بعد شاہجہاں (جنیر) دکن سے گجرات پہنچ کر شہر احمد آباد کے نزدیک تالاب کانکریہ کے کنارے سے ، جہاں سات روز تک لشکر شاہی نے قیام کیا تھا ، مستقر الخلافہ آگرہ کی طرف روانہ ہؤا تو راستے میں سے (شاہجہاں نے) اپنے ہاتھ سے لکھ کر فرمان دیا اور یمین الدولہ کے پاس

لاہور بھیجا ۔ (اس فرمان میں) یہ تحریر تھا کہ زمانہ پر آشوب ہے اور زمین فتنے پیدا کرتی ہے ، چند شاہزادوں کو ، جو فساد کے بانی ہیں ، نیست و نابود کر دیا جائے ۔

خدمت پرست خان بذریعہ ڈاک چوکی نو دن میں لاہور پہنچ گیا ۔ [۷۱۳] کہتے ہیں کہ سلطان داور بخش ، جو سلطان بلاقی کے نام سے مشہور تھا اور جس کو آصف خان نے مصلحتاً چند روز کے لیے تخت پر بٹھا دیا تھا ، اپنے بھائی سلطان گرشاسپ کے ساتھ شطرنج کھیل رہا تھا ۔ جب اس نے رضا بہادر کے پہنچنے کا شور سنا تو اپنی فراست سے سمجھ گیا اور بھائی سے کہا ، رضا نہیں آیا ہے بلکہ ہماری تمہاری موت آئی ہے ۔ یمین الدولہ نے شاہی حکم کے مطابق اندھے سلطان شہر یار کو سلطان بلاقی اور اس کے بھائی کے ساتھ جو سلطان خسرو کے لڑکے تھے ، مع طہمورس و ہوشنگ پسران سلطان دانیال ، خدمت پرست کے حوالے کر دیا ۔ اس نے ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۷ھ (یکم فروری ۱۶۲۸ع)[1] کو ایک ہی دن میں سب کا خاتمہ کر دیا ۔

وہ (شاہجہانی) جلوس کے ابتدائی زمانے میں ، منصب میں اضافے ، میر توزک کی خدمت اور عصائے مرصع سے سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد اسے میر آتشی کا عہدہ بھی ملا ۔ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں ، جب خان جہاں لودی ، آگرے سے فرار ہوا تو وہ ان تمام امرا سے پہلے ، جو خواجہ ابوالحسن کی سرداری میں تعاقب کے لیے مقرر ہوئے تھے ، سید مظفر خان بارہہ اور بیتھل داس کور[2] کے ہمراہ دھول پور کے نواح

---

۱ ۔ تاریخ میں اختلاف ہے خافی خان جلد اول (صفحہ ۳۹۴) میں ۲۲ جمادی الاولیٰ ، بادشاہ نامہ جلد اول (صفحہ ۷۹) میں ۲۵ جمادی الاولیٰ اور اقبال نامہ جہانگیری (صفحہ ۳۰۳) میں ۲۶ جمادی الاولیٰ تحریر ہے (ب) ۔

۲ ۔ راجا بیتھل داس ولد راجا گوپال داس کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو مآثرالامراء جلد دوم صفحہ ۲۵۰—۲۵۶ (ق)

میں مخالف (خان جہان لودی) سے بھڑ گیا اور سخت مقابلہ کیا ۔ کئی مرتبہ خود تنہا غنیم کی صف پر حملے کیے ، اس مقابلے میں ایک تیر کے زخم سے اس کا خاتمہ ہوگیا جو اس کی پیشانی پر لگا تھا ۔

کہتے ہیں کہ جب خدمت پرست خاں تعاقب میں تیزی کرکے رات کو ایک جگہ ٹھہرا تو راستہ بھول گیا اور خان جہاں کے قبیلہ (اہل و عیال) کے پاس پہنچ گیا جو اس کے داماد محمد شاہ لودی کے ہمراہ پہلے سے دریائے حیتل[1] کی جانب روانہ ہؤا تھا ۔ [۱۳ ب] بڑی سخت لڑائی ہوئی ، دونوں طرف سے ایسی بہادری اور مردانگی ظاہر ہوئی کہ جس نے رستم و اسفندیار کے کارنامے ہیچ کر دیے ۔ محمد شاہ لودی ، اپنے دو بھائیوں ، بارہ عزیزوں اور خان جہاں کے معتمد ملازمین کے ساتھ مارا گیا اور رضا بہادر اپنے عمدہ سائھ نوکروں کے ساتھ شاہی خدمات انجام دیتے ہوئے مارا گیا ۔ اس کی نعش آگرہ مخاس کے نزدیک منتقل کی گئی اور وہاں ایک گنبد تعمیر ہؤا ۔

دولت خاں کے جارحیا کے غلام ، کوتوال خاں کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھتا تھا جس کو خان خاناں نے اسے دیا تھا ، آپس میں بہت محبت تھی ، یہاں تک کہ ان دونوں کا عشق مشہور ہوگیا تھا ۔ جب خدمت پرست خاں اس سے کہتا تھا کہ میں بادشاہ کا جان نثار خادم ہوں اور آج کل میں اپنے آقا کے کام آ جاؤں گا ، تیرا حال کیا ہے ؟ وہ افیون اور زہر جو اپنے کپڑے کے کونے میں بندھا رکھتی تھی ، دکھا دیتی ۔ اس کے مرنے کے بعد اگرچہ خود کشی نہ کر سکی لیکن نہایت بری حالت میں اس کی قبر پر مقیم ہوگئی ۔ شاہجہاں نے اسی سبب سے خدمت پرست کا مال اس کو بخش دیا اور اس کا روزینہ بھی مقرر کر دیا ۔ ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ دولت میں مست ہوکر اور برے ہم نشینوں کے مشورے سے ناچ گانے اور شراب نوشی میں مبتلا ہوگئی ۔ جب بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اس کا نکاح قلعہ دار خاں چیلے کے ساتھ کرا دیا ۔ اس

---

۱ ۔ خافی خاں جلد اول (صفحہ ۴۱۸) میں دریائے چنبل دیا ہے (ق)

(چیلے) کے مرنے کے بعد سر منڈوا کر پھر رضا بہادر کی قبر پر جا بیٹھی ، (شاہجہاں نے) پھر اس کا روزینہ مقرر کر دیا ۔

کہتے ہیں کہ رضا بہادر کے پاس دو سو سے زیادہ عمدہ نوکر تھے ، روزانہ پچاس آدمیوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتا تھا ، چوکی اور سواری ان کو [۷۱۵] معاف تھی ۔

شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد ایک بڑی فوج کے ہمراہ سیوات کے میواتیوں کی سرکوبی کے لیے مقرر ہؤا ، وہاں اس نے بہت خون ریزی کی اور سب کو قتل کرا دیا ۔ جو بچے ، بوڑھے اور جوان تلواروں سے بچے ، ان سب کو خصی کرا دیا تاکہ ان کی نسل قطع ہو جائے ۔ عورتوں اور بچوں کی ایک بڑی تعداد کو قیدی بنا کر آگرہ لایا روزانہ ان میں سے بہت سے بھوک کی وجہ سے مر جاتے تھے ۔

کہتے ہیں کہ ایک جوہری تھا جو اس وقت میں اپنی دولت مندی کے لیے مشہور تھا ۔ وہ افضل خاں دیوان اعلیٰ کے پاس آیا اور ثواب حاصل کرنے کی امید میں ان کی رہائی کے لیے اس نے دو لاکھ روپے چار قسطوں میں ادا کرنے اپنے ذمے قبول کر لیے ۔ قیدی رہا ہو گئے ۔ اور اس نے پہلی قسط خزانے میں داخل کر دی ، دوسری قسط میں اس نے تیس ہزار روپے کی ایک طویل دستاویز اپنے مکان اور گھر کے سامان کے متعلق لکھ دی اور بقیہ روپے کے عوض میں وہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو لے کر آیا اور کچہری میں بیٹھ گیا ۔

جب یہ کیفیت بادشاہ (شاہجہاں) کے حضور میں پہنچی تو اس سے پوچھا گیا ، اس نے ظاہر کیا کہ میرے بے گناہ اہل و عیال روزانہ بھوک سے مر رہے تھے ، میں ان (قیدیوں) کے خون بہا کے عوض میں اپنی جان اور اپنے بیوی بچوں کو پیش کرتا ہوں ۔ شاہجہاں بادشاہ نے اس حسن ادا کی وجہ سے دستاویز کو واپس کر دیا اور بقیہ رقم کو بھی معاف کر دیا ، لیکن یہ تاکید کر دی گئی کہ دیوانی کے سرشتہ دار

کسی شخص کے حالات کی تحقیق کیے بغیر ضمانت قبول نہ کریں ۔

(۱۹۱)

خان جہان لودی

وہ دولت خان لودی شاہو خیل کا لڑکا ہے ، اس کا نام پیر خان تھا ۔ وہ آغاز جوانی میں اپنے باپ سے لڑ کر اپنے بڑے بھائی محمد خان کے ہمراہ راجا مان سنگھ کے پاس بنگالہ پہنچا ۔ ایک روز وہ (دونوں) چاہتے تھے کہ دریا کو عبور کر کے [۲۱۶ھ] شہر[1] میں داخل ہوں کہ کشتیوں کے کنارے کچھ جھگڑا ہو گیا اور (پھر) باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی ۔ اتفاق سے راجا کے دو بھتیجے مارے گئے ۔ اس کے بعد راجا کو ، جب یہ حال معلوم ہؤا تو اس نے سابقہ جان پہچان کی وجہ سے تیس ہزار روپیہ دے کر رخصت کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ راجپوتوں سے ان کو تکلیف پہنچے ۔

محمد خان عین جوانی میں مر گیا اور پیر اپنے اقبال کی مدد سے شاہزادہ سلطان دانیال کا منظور نظر ہو گیا ۔ کہتے ہیں کہ اسے اس قدر مصاحبت اور قرب حاصل ہؤا کہ کوئی غیریت باقی نہ رہی اور وہ طلبی کے وقت ''فرزند'' کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا ۔

شہزادے کے مرنے کے بعد بیس سال کی عمر میں جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں پہنچا ، اس نے خاص قرب و منزلت حاصل کر لی اور پہلے سہ ہزاری منصب اور ''صلابت خاں'' کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔ تھوڑے ہی دنوں میں اسے ''خان جہاں'' کا اعلیٰ خطاب اور اصل و اضافہ کے بعد پنج ہزاری اعلیٰ منصب ملا ۔ رازداری اور اعتبار سخن میں (اس کی یہ حیثیت ہو گئی کہ) کوئی دوسرا اس معاملے میں اس کا شریک و سہیم نہ تھا ۔ بادشاہ نے دری خانہ میں بیٹھنے کا حکم فرمایا ، دو مرتبہ بادشاہ اس کو محل میں لے گیا اور چاہتا تھا کہ بادشاہ اپنوں میں سے کسی کے

---

۱ - شہر گوڑ مراد ہو سکتا ہے ۔

ساتھ اس کی نسبت کر دے اور 'سلطان جہاں' کا خطاب دے ۔ امیر نے عرض کیا سلطانی ، شاہزادوں کے لیے مخصوص ہے ۔ بادشاہ کے حضور میں بیٹھنا اور محل میں جانا بھی اُن (شاہزادوں) کے لیے مخصوص ہے ، میں امید کرتا ہوں کہ یہ تکالیف مجھے معاف فرمائی جائیں اور محل کی نسبت بھی نہیں ہونی چاہیے ۔

کہتے ہیں کہ جہانگیر بادشاہ اس کے ساتھ آقائی اور نوکری نہیں برتتا تھا بلکہ ہمیشہ دوستانہ سلوک کرتا تھا لیکن وہ نوکری کا خیال رکھتا تھا اور اپنی حدود [۷۱۷] سے آگے قدم نہیں بڑھاتا تھا ۔

جب شاہزادہ پرویز ، راجا مان سنگھ اور شریف خاں امیر الامراء کے ہمراہ خان خاناں کی مدد کے لیے روانہ ہؤا تو اس سے کوئی کام انجام کو نہ پہنچا ۔ ۱۰۱۸ھ (۱۶۰۹ع) میں خان جہاں کو بارہ ہزار سواروں کے ساتھ شاہی لشکر کی مدد کے لیے بھیجا گیا ۔ رخصت کے وقت خود بادشاہ (جہانگیر) "جھروکہ خاص و عام" سے نیچے آیا ۔ اپنی دستار کو اس کے سر پر باندھا اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر گھوڑے پر سوار کرایا ، اور حکم ہؤا کہ ہمارے حضور سے نقارہ بجاتا ہؤا روانہ ہو ۔ اِس طرف سے بادشاہ اور اُس طرف سے خان جہاں جدائی کی وجہ سے بے اختیار رو رہے تھے ۔ ہر منزل پر بادشاہ کی طرف سے تحفے اور سوغات پہنچتے تھے ۔ خان جہاں ، برہان پور میں نہ ٹھہرا ، اُس نے بالا گھاٹ کا ارادہ کیا ، جہاں شاہی لشکر ٹھہرا ہؤا تھا ۔ ملکا پور میں ملک عنبر سے سخت لڑائی ہوئی ۔ ہندوستان کی فوج دکنیوں (مرہٹوں) کی جنگی چالوں سے واقف نہ تھی وہ تیزی سے آگے بڑھی اور بہت ضائع ہوئی[1] ۔

اس کے بعد خان خاناں آیا ، وہ بہت تواضع سے پیش آیا اور (خان جہاں کو) بالا گھاٹ لے گیا ۔ چوں کہ بادشاہ کی طرف سے یہ

---

۱ ۔ اس جنگ کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۱۸ ، ہسٹری آف جہانگیر از بینی پرشاد صفحہ ۲۶۱—۲۶۲ (ق)

بات طے ہو چکی تھی کہ ایک طرف سے دکن کے لشکر کے ساتھ خان جہاں اور دوسری طرف سے عبداللہ خاں زخمی ، گجرات کی فوج کے ساتھ دولت آباد پہنچے ۔ ملک عنبر کو درمیان میں لے لیں اور اس کو سخت سزا دیں ۔ کہتے ہیں کہ ملک عنبر نے اس خبر سے پریشان ہو کر خان خاناں سے سازش کر لی اور اس نے خان جہاں کو لطائف الحیل سے ظفر نگر میں اتنے عرصے تک مقیم رکھا کہ عبداللہ خاں دولت آباد پہنچ گیا اور شکست خوردہ الٹے پاؤں واپس ہو گیا ۔ ملک عنبر کو اس سے رہائی مل گئی اور خان جہاں کی فوج کا چارہ اور رسد لوٹنے میں مشغول ہو گیا ۔ غلہ اس قدر گراں [۷۱۸] کہ ایک روپیہ فی سیر بھی نہیں ملتا تھا ۔ اس کے علاوہ جانور مرنے لگے ، نہایت پریشانی کی حالت میں صلح کر کے برہان پور کو واپس ہوا ۔

یہ بد نامی خان جہاں کے نام میں لکھی گئی ۔ خان جہاں نے بادشاہ کو لکھا کہ یہ سب پرانے عملے کے نفاق کی وجہ سے ہوا ، یا تو تمام معاملات اس سے متعلق کر دیے جائیں یا اس (خان جہاں) کو اپنے حضور میں طلب کر لیں ، تا کہ میں تیس ہزار سواروں کے ساتھ دو سال کے عرصے میں اقبال شاہی سے اس ملک کے قلعوں کو فتح کر کے بیجا پور کو ممالک محروسہ میں شامل کر دوں اگر ایسا نہ ہو تو میں درگاہ شاہی کے خادموں کو منہ نہیں دکھاؤں گا ۔ اس بنا پر دکن کی جنگ کا اختیار کلیتاً خان جہاں کو دے دیا ۔ خان اعظم کوکہ ، خان عالم اور دوسرے امرا کے ساتھ کمک کے لیے مقرر کر دیے گئے[1] ۔ خان خاناں بادشاہ کے حضور میں پہنچا ، لیکن سرداروں کا نفاق دور نہ ہوا اور کوئی کام نہ بنا ۔ خان جہاں معتوب ہو کر تھانیسر[2] کی جاگیر اور ایلچپور میں قیام کے لیے بھیج دیا گیا ۔

خان اعظم کو سردار کر دیا گیا ، ایک سال کے بعد جب

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ہسٹری آف جہانگیر از بینی پرشاد صفحہ ۲۶۱—۲۶۶ (ق)

۲ ۔ یہ مقام تھلنیر ہونا چاہیے (ب)

خان جہاں حضور میں پہنچا تو وہی قرب و منزلت حاصل ہوئی اور سرمو فرق نہ ہؤا - یہاں تک کہ پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں جب قزلباش قندھار کی فتح کے ارادے سے آگے بڑھا تو خان جہاں کو ملتان کی صوبے داری سپرد ہوئی ، سترھویں سال جلوس جہانگیری کے شروع میں ، جب شاہ عباس صفوی نے چالیس روز کے محاصرے کے بعد قلعہ قندھار پر قبضہ کر لیا ، تو خان جہاں حسب الحکم اس کام میں مشورے کے لیے نہایت تیزی کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں روانہ ہؤا لیکن اس کی اس وقت واپسی کو لوگوں نے ، جو بادشاہ کے فرمان سے خبردار نہ تھے ، [۷۱۹] خان جہاں کی شرمندگی اور نا قابلیت خیال کیا اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس مرتبہ ضرور وہ اپنے منصب سے معزول ہو جائے گا بلکہ (ممکن ہے) قتل کر دیا جائے ، حالانکہ دوبارہ اس کے پاس احکام پہنچے کہ ہرگز قلعے کا قصد نہ کرنا ، اس لیے کہ بادشاہوں کے مقابلے کے لیے سوائے بادشاہ کے دوسرا نامناسب ہے - جب یہ سرکار میں پہنچ گیا تو یہ طے پایا کہ شاہزادے کے پہنچنے تک ملتان میں رہے اور اس مہم کو پورا کرنے میں کوشش کرے -

کہتے ہیں کہ قندھار کے نواح کے اکثر افغانی قبیلوں نے ملتان آ کر خان جہاں سے کہا کہ ہم قومی کی حمیت سے اگر سرکار کی جانب سے پانچ تنکہ فی سوار اور دو تنکہ فی پیادہ مقرر ہو جائے کہ روزی کے لیے ضروری ہے تو آپ کی ہراولی میں کثیر تعداد کے ساتھ صفاہان تک ملک پر آپ کا قبضہ کرا دیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ فی روپیہ پانچ سیر کے حساب سے اس وقت تک آپ کے لشکر کے لیے غلہ فراہم کرتے رہیں گے - خان جہاں نے کہا کہ اگر کبھی بادشاہ اس قسم کا اتفاق دیکھے گا تو مجھ کو زندہ کیوں چھوڑے گا -

اسی اثنا میں آسمان نے دوسرا انقلاب پیدا کر دیا کہ بادشاہ اور شہزادہ ولی عہد شاہجہاں کے درمیان کشیدگی ہو گئی اور جنگ و جدل تک نوبت پہنچی - فوجوں کا قندھار پر مقرر کرنا موقوف ہؤا اور

خان جہاں کی طلبی میں متواتر احکام صادر ہوئے ۔ آخر کار بادشاہ نے تحریر کیا کہ اس موقع پر اس عداوت کے باوجود اگر شیر خاں سور ہوتا تو وہ بھی آ جاتا ، تم اس وقت تک نہیں آئے ۔ اتفاق سے خان جہاں بیمار ہوگیا اور تیرہ روز تک بے ہوش پڑا رہا ۔ اس کے بعد جب بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو قلعہ آگرہ اور وہاں کے خزانوں کی غرض سے [۷۲۰] فتح پور سیکری میں قیام کے لیے حکم ہؤا[۱] ۔

انیسویں سال جلوس جہانگیری میں خان اعظم کوکہ کے انتقال کے بعد گجرات کی صوبے داری پر مقرر ہؤا ۔ جب مہابت خاں کو بنگالہ کی صوبے داری کے لیے سلطان پرویز کی اتالیقی سے علیحدہ کیا گیا تو خان جہاں کو اس کی جگہ مقرر کیا ، وہ برہان پور میں سلطان پرویز سے جا ملا ۔ اکیسویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۳۵ھ (۱۶۲۵ــ۶ع) میں ، جب سلطان پرویز کا انتقال ہو گیا تو دکن کے تمام معاملات خان جہاں کے سپرد کر دیے گئے ۔ وہ فتح خاں پسر ملک عنبر کی تنبیہ کے لیے ، کہ جو بادشاہی علاقے میں شر انگیزی کر رہا تھا ، بالا گھاٹ کی جانب متوجہ ہؤا اور کھرکی تک کہیں قیام نہیں کیا ۔ اس زمانے میں حمید خاں حبشی ، کہ جس کی بیوی فوج کشی کیا کرتی تھی ، نظام شاہ کا مدارالمہام تھا ۔ اس نے خوشامد اور چاپلوسی سے خان جہاں کو موافق کر لیا اور تین لاکھ ہون[۲] (دکنی سکے) کی پیش کش کے بدلے میں بادشاہی ملک اس کو وا گزاشت کر دیا ۔ بالا گھاٹ کے فوج دار اور تھانے دار ، خان جہاں کے حکم کے مطابق اپنے اپنے مقامات کو نظام شاہ کے وکیلوں کو سپرد کر کے برہان پور میں جمع ہو گئے مگر سپہ دار خاں نے حکم شاہی کا عذر کر کے احمد نگر کا قلعہ نہ دیا ۔

کہتے ہیں کہ خان جہاں نے دور اندیش عقل کے اقتضا کے مطابق

---

۱ - خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۴۳ (ب)

۲ - خافی خاں جلد اول (صفحہ ۴۱۱ــ۴۲۹) میں ٦ لاکھ ہون بتائے ہیں (ق)

نظام شاہ پر احسان کر کے اس کو اپنے ساتھ ملا لیا تا کہ ناکامی کے دن پناہ میسر آ سکے ۔ مختصر یہ کہ اس بد نامی کا داغ اس کے چہرے پر رہا ، اسی زمانے میں جب مہابت خاں اپنی بد کرداری کو سوچ کر دربار شاہی سے نکلا اور جنیر میں شاہجہاں سے جا ملا تو جہانگیر بادشاہ نے اس کا سپہ سالاری کا خطاب ، خاں جہاں [۲۱۷] کو عنایت کر دیا ۔ چند روز نہیں گزرے تھے کہ جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہو گیا ۔ شاہجہاں نے جاں نثار خاں کو ، جو معتمد مزاج داں تھا[1] دکن کی صوبے داری کی بحالی کا فرمان دے کر خان جہاں کے پاس روانہ کیا ۔ اس کا ما فی الضمیر اور برہان پور کے راستے سے اپنے جانے کا مشورہ طلب کیا ۔ خان جہاں ، جس نے جنیر کے قیام کے زمانے میں شاہزادے کی خدمت گزاری میں کوئی کمی نہیں کی تھی ، اس موقع پر دریا خان روہیلہ اور فاضل خاں دیوان دکن کے مشورے سے ، جس نے یہ کہا کہ سلطان داور بخش لشکر میں تخت نشین ہؤا ہے اور شہر یار ، لاہور میں بادشاہت کا دعویٰ کر رہا ہے ، پرسوں ان سے مہابت خاں ملا باوجودیکہ تم نے یہ خدمات انجام دی تھیں ، سپہ سالاری کا خطاب ، جو تم کو حضور سے عنایت ہؤا تھا اس کو دے دیا ۔ نواب خدا کے فضل سے جمعیت و گروہ کے مالک ہیں ، جو کوئی بادشاہ ہو ، اس کے ماتحت نہیں ۔ چونکہ اس کے اقتدار کے زوال اور ذلت کا وقت آ گیا تھا ، باوجود عقل و دانش کے کہ جس میں وہ یکتائے روزگار تھا ، غلطی کر بیٹھا اور جاں نثار خاں کو فرمان کے جواب میں کوئی عرضداشت دیے بغیر واپس کر دیا ۔

جب اس بات کی شہرت ہوئی کہ شاہجہاں نے مہابت خاں کو گجرات سے مانڈو کے انتظام کے لیے کہ جہاں خان جہاں کے اہل و عیال مقیم تھے ، مقرر کر دیا ۔ اس (خان جہاں) نے اپنے مطلب کے موافق از سر نو نظام شاہ سے عہد و پیماں کیے اور سکندر دوتانی کو برہان پور

---

۱ ۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۹۱ (ق)

کے انتظام کے لیے چھوڑا اور خود [۲۲۷] مددگار امراء کے ساتھ مانڈو
گیا اور صوبہ مالوہ کو وہاں کے صوبے دار مظفر خاں معموری سے
ے لیا ۔ شاہی ملازمین سب اس کے گرویدہ تھے ، ان میں سے اکثر نے
کہا کہ اگر جنگ کا ارادہ ہے تو ہم شریک ہیں ۔ جب انہوں نے یہ
.یکھا کہ خان جہاں موافقت نہیں کرتا اور ہم مفت میں بد نام ہوتے ہیں
س لیے ملازمین (خان جہاں سے) علیحدہ ہو کر بادشاہ کے پاس چلے
گئے ۔ خان جہاں کو جب تک اطلاع ہو کہ شاہجہاں گجرات کے
راستے سے گزر گیا کہ اطراف و جوانب کے امراء اور راجے اس
شاہجہاں) کے پاس جمع ہو گئے اور ظاہر ہؤا کہ داور بخش کا جلوس
ھی اس کی سلطنت کی تمہید ہے جو آصف خاں نے کیا ۔ اب وہ سمجھا
کہ انہوں نے جو کچھ کیا درست تھا لیکن وقت گزر چکا تھا ندامت سے
کیا فائدہ ، اس نے وکیل کو حضور میں بھیجا ، تخت نشینی کے بعد
مرواریدکے سہرے کا نذرانہ بھیجا ۔ شاہجہاں نے ، جو سراپا کرم و
مروت تھا ، اس کی بد سلوکی کو نظر انداز کر دیا اور مالوہ کی
صوبے داری اس کو بحال کر دی ۔

دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں ججھار بندیلہ کو تنبیہ کرنے کے
بعد وہ (خان جہاں) حضور میں پہنچا ، اگرچہ جہانگیر کے عہد کے
دستور کے مطابق تمام امراء نے اس کی پذیرائی نہ کی لیکن بادشاہ نے
اس کی رعایت سے ، جو ہمیشہ سب سے دائیں جانب کھڑا ہؤا کرتا تھا ،
مہابت خاں کو ، جو خان خاناں ہو کر کسی کو نہیں گردانتا تھا ،
دہلی رخصت فرمایا[1] ۔

ع آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

آقا کی وہ عزت افزائی اور نظر کرم کہاں تھی ! اور خاص و عام
کا وہ رجوع کہاں ؟ ساتھ ساتھ طرفین کے قلوب بھی صاف نہ تھے ،

---

۱ ۔ خافی خاں جلد اول (صفحہ ۴۱۲) میں ''دکن'' لکھا ہے مگر دہلی
زیادہ صحیح ہے ۔ ملاحظہ ہو بادشاہنامہ جلد اول صفحہ ۲۵۲ (ب)

فرمان صادر ہوا کہ حضور میں حاضری کے وقت اس تمام فوج کے ساتھ رکھنے کا کیا مقصد ہے؟ اس کو علیحدہ کر دینا چاہیے اور بعض زیادہ آمدنی والے محال [۷۲۳] بھی کسی تقریب سے اس سے لے لیے گئے اور آٹھ مہینے تک متواتر، جب تک حضور میں رہا، اپنے مشکوک کردار کی وجہ سے غیر مطمئن اور مذبذب رہا۔

ایک رات کو دربار میں مخلص خان کے لڑکے مرزا لشکری نے[۱] خان جہاں کے لڑکوں سے از راہ شر انگیزی کہا کہ آج کل میں تمہارے باپ کو قید کر دیا جائے گا۔ جب یہ واہیات گفتگو، کہ جس میں ذرا بھی صداقت نہ تھی، خان جہاں کو معلوم ہوئی، چونکہ وہ بے توجہی دیکھ رہا تھا، اس لیے خوف و ہراس کی وجہ سے خانہ نشین ہو گیا۔

شاہجہاں نے اسلام خان کو اس کے پاس بھیج کر استفسار کیا، اس نے بادشاہ کی بے رخی کی وجہ سے اپنے وہم و وسواس کو ظاہر کر کے یہ درخواست کی کہ دست مبارک کا تحریر شدہ امان نامہ عنایت ہو، چنانچہ اس کے مدعا کے مطابق تحریر بھیج دی گئی۔ یمین الدولہ آصف خان نے بھی بظاہر نرمی کی گفتگو کی اور کہا کہ اگر تم خانہ نشین ہوتے ہو تو انصاف یہ ہے کہ آج ہم سب تمہارے رفیق ہیں۔ چونکہ ذلت و خواری کا مواد پک چکا تھا، بالکل اطمینان و تشفی نہ ہوئی، خائف خوف زدہ ہوتا ہے اس اصول پر وہم بڑھتا رہا۔ کہتے ہیں کہ جس رات کو اس نے چاہا کہ آگرہ سے راہ فرار اختیار کرے، آصف خان کو خبر ہو گئی، اس نے بادشاہ (شاہجہاں) کو با خبر کر دیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ عہد نامہ تحریر ہو چکا ہے اور کسی جرم کی سزا قبل از ارتکاب جرم شرعاً و عقلاً جائز نہیں ہے، نہ دخل اندازی مناسب ہے۔ ابھی یہ

۱۔ ملاحظہ ہو خافی خان جلد اول صفحہ ۴۱۲ و بادشاہنامہ جلد اول صفحہ ۲۷۳ و ہسٹری آف شاہجہاں از بنارسی پرشاد صفحہ ۶۶—۷۹ (ب)

گفتگو ہو رہی تھی کہ اس کے فرار ہونے کی خبر پہنچی ، اسی وقت خواجہ ابوالحسن تربتی کو کچھ امراء کے ساتھ اس کے تعاقب کے لیے روانہ کیا ۔ [۷۲۴]

کہتے ہیں کہ وہ دیوالی کی آدھی رات کے وقت ۲۷ صفر ۱۰۳۹ھ (اکتوبر ۱۶۲۹ع) کو آگرہ کی حویلی سے باہر نکلا[1] ۔ جب دروازہ ہنیا پول پر پہنچا تو لکم گردن میں ڈالی اور زین کے کنارے پر اپنا سر از راہ تواضع رکھا اور کہا کہ اے خدا ! تو جانتا ہے کہ میں اپنی آبرو کی حفاظت کی غرض سے جا رہا ہوں ، بغاوت کا ارادہ نہیں ہے ۔ جب وہ دھول پور[2] پہنچا تو سب سے پہلے سید مظفر خاں بارہہ ، راجا بیتھل داس اور خدمت پرست خاں بادشاہی فوج میں سے اسی وقت اس کے پاس پہنچے ، جنگ عظیم واقع ہوئی ، سخت مقابلہ ہوا ۔ اس کے دو لائق فرزند حسین و عظمت ، اس کا داماد شمس اپنے دو بھائیوں محمد اور محمود کے ساتھ ، جو عالم خاں لودی کے بیٹے تھے اور وہ (لودی) پرانے افغان سپاہیوں میں سے تھا اور اس کے ساتھ عمدہ ملازمین مثلاً بھیکن خاں قریشی وغیرہ قتل ہوئے ۔ خان جہاں نے خود مردانہ وار حملہ کیا ، اور زخمی ہو کر دریائے چمبل کی جانب چلا ۔ سیلاب کی وجہ سے اپنے اہل و عیال کو دریا کے پار نہ کرا سکا ، اپنی بیوی اور لڑکیوں کو بعض معتبر آدمیوں کے ساتھ ہاتھیوں کی عماری میں بٹھا کر نہایت اضطراب اور پریشانی کے عالم میں چلا گیا ۔

مقالہ   ع   نیم جانے بدر آوردہ ام از وادی مرگ
این قدر زین سفر دور رہ آوردہ بس است [۷۲۵]

---

۱ ۔ بادشاہنامہ جلد اول (صفحہ ۲۷۵) میں ۲۶ صفر بروز اتوار تحریر ہے ، بنارسی پرشاد نے ہسٹری آف شاہجہاں (صفحہ ۷۱) میں ۵ اکتوبر ۱۶۲۹ع لکھا ہے (ب)

۲ ۔ آگرہ سے اٹھارہ کوس کے فاصلے پر واقع ہے (ب)

فوج شاہی کے توقف کی وجہ سے خان جہاں ایک دن اور رات میں دریا کو عبور کر سکا ، پھر وہ ججھار بندیلہ کے جنگلوں میں داخل ہؤا اور نا ہموار راستوں کو طے کرتا ہؤا گونڈوانہ کی طرف چلا ۔ ججھار کے لڑکے بکرماجیت نے عمداً چشم پوشی کی ، ورنہ ہو سکتا تھا کہ اس کو گرفتار کر لیتا۱ ۔ خان جہاں نے کچھ عرصہ تک لانجی میں آرام کیا ، پھر برار کے راستے سے نظام شاہیوں کی ولایت میں پہنچا ، بالاپور کا جاگیر دار ، بہلول خاں میانہ اور سکندر دوتانی بھی مل گئے ۔ نظام شاہ نے اس کے آنے کو بڑی کامیابی سمجھا اور اسے نہایت گرم جوشی سے دولت آباد سے باہر مقیم کیا ۔ جب خان جہاں اس کے سرا پردہ کے نزدیک پہنچا، ابھی وہ گھوڑے سے نہیں اترا تھا کہ نظام الملک استقبال کے لیے باہر آیا اور لے جا کر مسند پر بٹھایا ، خود مسند کے ایک کنارے پر بیٹھ گیا اور اخراجات کے لیے روپیہ دیا ۔ پرگنہ بیر ، جو شاہی تھانہ تھا ، اس کو تنخواہ میں مقرر کر دیا اور اس کے ساتھیوں کو بھی جاگیریں دے کر رخصت دیا اور خود فوج جمع کرنے کی طرف متوجہ ہؤا ۔

تیسرے سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں شاہجہاں بادشاہ اس کی بیخ کنی کے ارادے سے برہان پور جا کر مقیم ہؤا ۔ پچاس ہزار سواروں کے تین لشکر اعظم خاں ساؤجی ، صوبے دار دکن کی سرکردگی میں روانہ کیے ، خان جہاں نے چالیس ہزار نظام شاہی سواروں کے ساتھ مقابلہ کیا ۔

کہتے ہیں کہ جنگ کے روز پالکی میں بیٹھا ہؤا حقہ پی رہا تھا ، اس کے لڑکے عزیز خاں نے کہا کہ اگر جنگ کا ارادہ ہے تو سوار ہو کر حملہ کرنا چاہیے ، [۲۶ ے] ورنہ کیوں دنیا کو برباد کر رہے ہو۔ اس نے کہا کہ تمھارا اعتقاد یہ ہے کہ شاہی لشکر پر غالب آ جائیں ، حاشا و کلا ۔ اقبال خدا داد ہؤا کرتا ہے ، میں چاہتا ہوں کہ اس

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ہسٹری آف شاہجہاں از بنارسی پرشاد صفحہ ۷۳ (ب)

حرکت مذبوحی سے اصلاح ہو جائے ، تمہارے لیے زمانہ موزوں ہو جائے اور میں مکہ معظمہ کو روانہ ہو جاؤں ۔ خان جہاں کی اس قسم کی گفتگو سے افغانوں میں تفرقہ پڑ گیا ، جو ہندوستان سے زبردست دعوی سلطنت کر کے آئے تھے ۔

چونکہ برسات کا موسم آ گیا ، اس لیے خان جہاں قصبہ بیر سے چار کوس کے فاصلے پر موضع راجوری میں مقیم ہو گیا ۔ برسات ختم ہونے کے بعد نظام شاہی فوج کا سردار مقرب خاں ، بہلول خاں کے ہمراہ اعظم خاں کی فوج کی آمد آمد کی وجہ سے جالنا پور سے دھارور پہنچا ۔ ابھی دریا خاں روہیلہ اس (خان جہاں) کے پاس نہیں پہنچا تھا کہ اعظم خاں موقع پا کر دیول گاؤں سے روانہ ہؤا اور اس نے دریائے گنگا (گوداوری) کو پار کر لیا ۔ پھر (اعظم خاں) نے مچلی گاؤں سے خان جہاں پر حملہ کر دیا ۔ (خان جہاں کے پاس) چار سو سے زیادہ سوار نہ تھے ۔ خان جہاں جنگ کے لیے آمادہ ہؤا اس نے اہل و عیال کو کوہستان روانہ کر دیا اور وہ لڑتا ہؤا نکل آیا ۔ جب بالائے گھاٹ راجوری پہنچا تو خان جہاں کے بھتیجے بہادر خان روہیلہ سے مقابلہ ہو گیا ۔ جانبین سے مردانہ وار مقابلہ ہؤا ، اگرچہ بہادر خاں روہیلہ میدان میں کمزور پڑا لیکن بادشاہی فوج برابر مدد کے لیے پہنچتی رہی ۔ بہادر خاں لودی ہمت ہار چکا تھا ، وہ چاہتا تھا کہ باہر نکل جائے کہ راجا بہار سنگھ بندیلہ اس کی جان لینے کے لیے وہاں پہنچا اور اس کو ختم کر دیا ۔ خان جہاں عورتوں کو گھوڑوں پر سوار کر کے [۷۲۲] سیو گاؤں سے گزر کر بیضا پور پہنچا ۔ راستے میں دریا خاں بھی ملا ۔ وہاں سے دولت آباد پہنچ کر کچھ عرصہ قیام کیا ۔ ہر چند لوگوں نے اصرار کیا کہ تخت پر بیٹھ جائے ۔ اس نے جواب دیا کہ میری عمر پچاس سال کی ہو چکی ہے ، مجھے یہ معلوم نہیں کہ میرے بعد میرے لڑکے سلطنت کے قابل ہوں گے یا نہیں ۔ ہر مغل ، ایک ایک افغان کو شہر اور گاؤں سے ذلیل کر کے نکالے گا ، اس وقت افغانوں کی لونڈی اور

کنیزیں میرا نام لے لے کر زمین پر جوتے ماریں گی کہ اس کی بد بختی سے دارا یہ حال ہوا ، مجھ میں ایسے جوتے کھانے کی طاقت نہیں ہے ۔

بہلول اور سکندر ناراض ہو کر علیحدہ ہوگئے ، نظام شاہ کی طرف سے بھی کوئی زیادہ توجہ نہ دیکھی بلکہ غداری کے انداز معلوم ہونے ، وہ اس خود غرضی کے دورنگی پن سے دل برداشتہ ہوگیا اور دریا خان روہیلہ ، اسمٰعیل خان ترین اور صدر خاں نے مشورے سے پنجاب کا ارادہ کیا کہ وہاں کے افغانوں کی مدد سے فتنہ انگیزی کرے ۔ دولت آباد سے آنورا آیا ، دھرن گاؤں اور اندہ پانر کے راستے سے گزر کر اس نے مالوہ کا رخ کیا ۔ عبداللہ خاں فیروز جنگ اور سید مظفر خاں بارہہ اس کے تعاقب کے لیے مقرر ہوئے ، وہ کہیں قیام نہ کر سکا ۔ لوٹ مار کرتا ہوا چلا ۔ سرونج کے نواح سے پچاس شاہی ہاتھی لے کر ملک بندیلہ میں داخل ہوگیا تاکہ دلی پہنچے ۔ بکرما جیت پسر ججھار بندیلہ اپنی گزشتہ غلطی کو دور کرنے کے لیے پہنچا اور دریا خاں سے ، جو اس (خان جہان) کی فوج کے پچھلے حصے کا سردار تھا ، جنگ کی ، اس معرکہ میں دریا خاں مارا گیا ۔ [۷۲۸] ۔

ایسے خاص رفیق کے مارے جانے سے نہایت رنجیدہ ہؤا اور آگے بڑھ گیا ۔ جب بھانڈیر کے ملک میں پہنچا تو شاہی فوج کا ہراول سید مظفر خان بارہہ قریب آ گیا ۔ خان جہان ساز و سامان کو روانہ کرکے ایک ہزار سواروں کے ساتھ مقابلے پر آ گیا ۔ اس کا لڑکا محمود خاں ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا ۔ خان جہان لگام موڑ کر مجبوراً آگے بڑھا ۔ جب کالنجر کے علاقے میں پہنچا تو وہاں کے قلعے دار سید احمد نے مزاحمت کی ۔ اس مقابلے میں اس کا لڑکا حسین خاں گرفتار ہوگیا ۔ خان جہان موت کے لشکر کو کھینچتا ہؤا بیس کوس اور آگے بڑھا اور تالاب سہندہ کے کنارے پہنچ کر مقیم ہوگیا ، لوگوں سے کہا کہ فوج شاہی نے تعاقب ختم نہیں

---

۱ ۔ خافی خان جلد اول (صفحہ ۴۳۷) میں کتل انتور تحریر ہے (ق)

کیا ہے ، وہ پیچھے چلی آ رہی ہے ، میں کب تک بھاگوں ؟ میرے تمام اعزہ اور ہم قوم مارے گئے - میں بھی زندگی سے سیر ہو چکا ہوں ، اب سوائے مارے جانے کے اور کوئی علاج نہیں ہے - جس کا دل چاہے وہ چلا جائے ، جو کچھ اس کے پاس بچا تھا ، وہ سب کو تقسیم کر دیا - بہت سے علیحدہ ہو کر چلے گئے - رجب کی پہلی تاریخ کو ایک جماعت کے ساتھ استقلال کے ساتھ سید مظفر خاں بارہہ سے مقابلہ کیا - آخر میں پیادہ ہو کر ، اپنے لڑکے عزیز خاں ، ایمل خاں ترین اور صدر خاں کے ساتھ ، جب تک دم میں دم رہا ، مردانہ وار مقابلہ کیا - ہاتھ تلوار اور پہلو نیزے کی نوک پر تھا - مادھو سنگھ کے تیر سے زخمی ہو کر زمین پر گرا ، عبداللہ خاں زخمی نے اس کے سر کو بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا - جس وقت شاہجہاں برہان پور میں کشتی میں سوار دریائے تاپتی کی سیر میں مشغول تھا ، اس کا سر نظر سے گزرا - حسب الحکم اپنے باپ کے مقبرے میں دفن ہوا ، [۷۲۹] طالب کلیم نے یہ رباعی لکھ کر پیش کی[۱] :

رباعی

این مژدۂ لطف از پے ہم زیبا بود
این کیف دوبالا چہ نشاط افزا بود
از رفتن دریا سرپیرا ہم رفت
گویا سر این حباب آں دریا بود

طریق تعمیہ سے تاریخ نکالی گئی

ع کہ آہ و نالہ از افغان برآمد ۱۰۴۰ھ (۱۶۳۰ء)

اس زمانے کے لوگوں نے خان جہاں کے حالات میں افراط و تفریط کی ہے ، بعض کی یہ رائے ہے کہ بغاوت اور خروج کا اسے بالکل خیال نہ تھا - جو کچھ ہؤا یہ محض خود داری کی وجہ سے ہؤا - کچھ یہ کہتے ہیں کہ اس کا مزاج ہمیشہ خود سری اور بغاوت پر مائل رہا اور اس پر

---

۱ - ملاحظہ ہو بادشاہ نامہ جلد اول صفحہ ۳۵۲ (ق)

طعن و تشنیع کی جاتی ہے ۔

اس کے مخالفین و موافقین سے قطع نظر کرکے اس کے حالات سے جو کچھ معلوم ہو سکا ہے وہ یہ ہے کہ وہ معقول انسان تھا ، اس میں زمانہ سازی اور منافقت نہ تھی ، زمانے کی ناموافقت سے بھی نا آشنا تھا ۔ تنزلی کا حرف بھی اس کے کان میں نہیں پہنچا ۔ سب اس سے حسد کرتے تھے اور اس کے دست نگر تھے ، ہندوستان کا بادشاہ اس شان و شوکت کے باوجود اس کا شیفتہ و فریفتہ تھا ، وہ غرور و بے نیازی کی وجہ سے آسمان اور بادشاہ کے سامنے سر نہیں جھکاتا تھا ۔

ایک روز شاہجہان نے کسی تقریب سے سعد خان جہان بارہہ سے کہا کہ یہ اس شخص کا خطاب ہے کہ ہم اور تمام شاہزادے اس کی نگاہ کے آرزو مند رہے ہیں [۷۳۰] اور وہ ایسا مستغنی ہے کہ کسی سے بات نہیں کرتا ۔

یک بارگی نیرنگی چرخ نے نیا جہان پیدا کر دیا اور فرش روزگار پر نئی صف بچھا دی ، وہ خصوصیت اور راز داری نہ رہی ، وہ لوگ ، جن کو اس کے یہاں سلام کا موقع نہ ملتا تھا ، اس کی برابری کرنے لگے ۔ بلکہ بعض (اپنے کو) اس سے بلند مرتبہ خیال کرنے لگے ، کچھ وہ حرکتیں ، جو خلوص کے خلاف تھیں ، دربار شاہی میں بغاوت پر محمول ہوئیں ۔

یہی اسباب تھے کہ ہر ذلیل آدمی بھی اس کو حقیر سمجھنے لگا اور ہر بے ہودہ آدمی نامناسب باتیں کہتا تھا ۔ وہ بہت غیرت مند اور شریف النفس تھا اس لیے برداشت نہ کر سکا ۔ کبیدہ خاطر اور دل برداشتہ ہو کر آوارگی اور جنگل کی موت کو ترجیح دی ۔ ”جب تم بلاؤں میں گرفتار ہو تو ان میں سے آسان کو اختیار کرو“ صاحب غیرت و عزت کے لیے کوئی تکلیف و اذیت اس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ عزت کے بعد اس کی ذلت ہو ، للہذا اس نے وہ اختیار کیا جو اس سے ہو سکا ۔

شروع میں جو صعوبتیں اور مہلکات پیش آئے، ان کا سبب پاس آبرو اور حفظ مراتب کے سوا کچھ نہ تھا، اُس کے بعد کچھ اور اسباب بھی شامل ہوگئے بلکہ ضرورت نے اس وقت لازم کر دیا کہ فوج کو جمع کرے اور نظام الملک سے اتفاق کر لے، اگر اس کا نسب صحیح بیٹھ جاتا اور زمانہ اس کے موافق ہوتا تو دنیاوی مراتب کی محبت کیوں اسے مجبور کرتی کہ وہ نوکری میں خوار ہو۔

مختصر یہ کہ خان جہان بردبار اور با وقار تھا، کبھی کسی کو نقصان پہنچانے کی تجویز نہیں کرتا تھا، اہل ایران کی صحبت سے بہت دل چسپی رکھتا تھا، حالانکہ سنی مذہب تھا، اس کا باپ شیعہ مشہور تھا مگر اس کا مقولہ ہے [۷۳۱] کہ مرتضیٰ علی کی غلامی کے بغیر شجاعت حاصل نہیں ہوسکتی۔ آخر میں شیخ فضل اللہ برہان پوری[1] کی صحبت سے تصوف کا شائق ہوا، راتیں درویش اور علما کی صحبت میں گزارتا اور دنیا سے اظہار نفرت کیا کرتا تھا۔ اس کی سرکار میں بدعت کی کوئی بات نہ ہوتی تھی۔ ہر مہینے اس کے اخراجات کبھی تین لاکھ روپے اور کبھی اس سے کم ہوتے، تھوڑا سا پس انداز بھی کرتا تھا۔ وہ خود کاموں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا اور ہندوؤں کی طرف التفات نہیں کرتا تھا۔ عاملوں سے حساب فہمی اور دوسرے معاملات اکثر ملتوی رہتے۔

اس کے لڑکے بہت تھے، چند لڑکے لڑائیوں میں مارے گئے۔ اصالت خاں، جس کا منصب سہ ہزاری تھا، آوارگی کے زمانے میں دولت آباد میں فوت ہوگیا۔ مظفر باپ سے علیحدہ ہو کر سرکار شاہی میں جا پہنچا، فرید و جہاں گرفتار ہوگئے اور عالم و احمد فرار ہو کر ایک عرصے کے بعد حضور میں پہنچے، اس کی اولاد میں سے اس وقت تک کسی نے ترقی نہیں کی۔

---

۱ - شیخ فضل اللہ برہان پوری المتوفی ۱۰۰۵ھ (۱۵۹۶ء)، ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۳۷۸—۳۷۹ - (ق)

(۱۹۲)

خان عالم مرزا برخوردار

مرزا عبدالرحمٰن دولدی کا لڑکا تھا ، اس خاندان تیموریہ میں اس کے باپ دادا برانے خدمت گزار اور حقوق والے تھے ۔ تیمور کے زمانے سے اس کے بزرگ پشت در پشت سردار ہوتے چلے آئے ہیں اس کا جد اعلیٰ معز شاہ ملک ، تیمور کے بڑے امرا میں سے تھا ، وہ ہمیشہ حکومت کا خیر اندیش اور خیر خواہ رہا ۔

مرزا برخوردار چالیسویں سال جلوس اکبری تک دو سو پچاس کے منصب پر فائز رہا ۔ چوالیسویں سال جلوس اکبری میں دلپت اجینیہ کو ، [۳۰ ب] جو صوبہ بہار کے سر کشوں میں تھا ، جب چین سے زندان کے بعد گھر کی اجازت ملی تو مرزا نے اس بغض کی بنا پر کہ اس کا باپ عبدالرحمٰن اس زمیندار کے مقابلے میں مارا گیا تھا ، کچھ آدمیوں کے ساتھ جنگل میں اس پر حملہ کر دیا ۔ دلپت نکل گیا ۔ اکبر بادشاہ نے حکم دیا کہ مرزا کو گرفتار کرکے اس زمیندار کے پاس لے جائیں ۔ بعض مصاحبین کی سفارش سے اس کے پاس لے جانا موقوف ہوگیا ، مگر قید کر دیا گیا ۔

اتفاق سے شہزادہ سلطان سلیم سے اس کا بہت ربط ضبط تھا۔ (جہانگیر کے) تخت نشین ہونے کے بعد قوش بیگی کی خدمت پر ممتاز ہوا ، اس لیے کہ نا کہاں میر شکار تھا ۔ چوتھے سال جلوس جہانگیری میں "خان عالم" کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔

جب چھٹے سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۰ھ (۱۶۱۱ء) میں شاہ عباس صفوی بادشاہ ایران نے یادگار علی سلطان طالش کو اکبر بادشاہ کی ماتم پرسی اور جلوس کی مبارک باد کے لیے بھیجا تو آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں اس کے ہمراہ خان عالم سفارت پر متعین ہوا ۔ چونکہ بادشاہ (ایران) رومیوں (ترکوں) کے رفع کرنے کے لیے آذر بائی جان کی جانب متوجہ تھا ، حسب الحکم چند روز تک ہرات اور قم میں

مقیم رہا۔

کہتے ہیں کہ بہت آدمی اس کے ہمراہ تھے ، دو سو قوشچی (شکاری) اور میر شکار تھے ، ایک ہزار معتبر شاہی ملازمین تھے۔ زیادہ قیام کرنے کی وجہ سے بہت سے آدمی ہرات سے واپس کر دیے۔

۱۰۲۷ھ (۸-۱۶۲۷ء) میں ، جب بادشاہ ایران، دارالسلطنت قزوین میں واپس آیا ، تو خان عالم ، جس کے ساتھ [۷۳۳] تقریباً کل سات آٹھ سو آدمی تھے ، دس قوی ہیکل ہاتھیوں کے ساتھ کہ جو سونے چاندی کی عماریوں اور طرح طرح کی زیبوں سے آراستہ تھے ، اور مختلف قسم کے جانوروں مثلاً درندوں ، جنگلی جانوروں ، پرندوں ، باتیں کرنے والی چڑیوں ، گجراتی کایوں ، پر تکلف رتھوں اور نفیس پالکیوں کو لے کر شہر کے قریب پہنچا۔

بڑے امرا کی ایک جماعت نے استقبال کیا اور باغ سعادت آباد میں لائے۔ دوسرے روز بادشاہ سعادت آباد کے میدان میں چوگان بازی اور تیر اندازی میں مشغول تھا ، تو خان عالم حاضر ہؤا۔ بادشاہ نے بہت عزت و احترام کیا اور فرمایا : چونکہ ہمارے اور بادشاہ عالی جاہ جہانگیر کے درمیان برادرانہ تعلقات ہیں ، انھوں نے مجھ کو بھائی کہا ہے۔ بھائی کا بھائی بھی بھائی ہؤا ، اس وجہ سے برادرانہ طور سے بغل گیر ہؤا۔

خان عالم چاہتا تھا کہ ہر روز ہدیوں اور تحفوں میں سے روزانہ ایک چیز پیش کرے، لیکن بادشاہ زنگول کے شکار کے واسطے ، جو خاص طور سے مازندران کی ولایت میں ہوتا ہے ، اور اس کا موسم گزرا جا رہا تھا ، اس ملک کی جانب روانہ ہونے والا تھا ، اس وجہ سے جتنے تحفے تھے ، سب ایک دن پیش کر دے گئے ، اور ساری چیزیں بیوتات (نگران ذخائر) کے سپرد کر دیں ، تاکہ یکے بعد دیگرے ملاحظہ سے گزریں۔

بادشاہ اس کی صحبت سے اتنا خوش ہؤا کہ اگر اس کی تفصیل

تم ... کی جائے تو مبالغہ سمجھا جائے گا ۔ (بادشاہ) محبت کی زیادتی کی وجہ سے گفتگو میں "جان عالم" کہتا تھا ۔ جب تک وہ وہاں رہا ، ایک دم اس کے بغیر نہیں گزارتا تھا ۔ اگر کسی دن یا رات کو اتفاق سے وہ (خان عالم) نہ جاتا تو بادشاہ نے دلجوئی کے ساتھ قیام گاہ پر تشریف لاتا اور الطاف و مہربانی سے سرفراز فرماتا ۔ [۷۳۳] جس دن کہ بادشاہ سے رخصت ہوکر شہر کے باہر مقیم ہوا تو بادشاہ اس کو رخصت کرنے کے لیے آیا اور معذرت کی ۔

حقیقت یہ ہے کہ خان عالم نے اس خدمت کو نہایت شائستگی سے انجام دیا اور اس کام میں بہت روپے صرف کرکے نامووری حاصل کی ۔ سکندر بیگ منشی ، مصنف تاریخ عالم آرائے عباسی لکھتا ہے کہ جس دن خان عالم قزوین میں داخل ہوا ، اس کی ظاہری شان و شوکت کو میں نے دیکھا اور راست گو حضرات کی زبانی بھی سنا ہے کہ دولت صفویہ کے ابتدائی زمانے سے اس وقت تک ، ملک ہندوستان بلکہ روم سے بھی کوئی ایلچی اس شان ، اسباب اور طمطراق کے ساتھ ملک ایران میں نہیں آیا ۔ معلوم نہیں کہ گزشتہ سلاطین کے زمانے میں کسریٰ یا کیانیوں کے یہاں سے کوئی (سفیر) آیا ہو ۔

۱۰۲۹ھ (۱۶۲۰ع) کے آغاز میں چودھویں سال جلوس جہانگیری کا آخری زمانہ تھا کہ جہانگیر بادشاہ پہلی مرتبہ کشمیر کی سیر کے لیے گیا ، خان عالم ، ایران سے واپس ہو کر قصبہ کلانور میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا[۱] ۔ بادشاہ نے نہایت لطف و کرم کے ساتھ دو دن رات خواب گاہ میں رکھا حتیٰ کہ خاص لحاف اس کو عنایت کیا اور خدمت سفارت کے صلے میں اس کو پانچ ہزار ذات اور تین ہزار کے منصب پر فائز کیا ۔ شیخ عبدالحمید لاہوری پر تعجب ہے کہ وہ بادشاہ نامہ شاہجہانی میں خان عالم کے بارے میں لکھتا ہے کہ چونکہ اس میں قوت گویائی اور مزاج دانی کا ملکہ نہ تھا جو سفیر کے لیے لازمی ہے ، اس لیے وہ اس

---

۱ - ملاحظہ ہو تزک جہانگیری صفحہ ۲۸۷ (ق)

کار عظیم کو ، جیسا کہ چاہیے تھا انجام کو نہ پہنچا سکا ۔ معلوم نہیں اس نے ایسا کیوں تحریر کیا ہے اور کہاں سے یہ بات لی ۔ [۳۵ے]' ۔

جب صاحب قران ثانی شاہجہاں ، ہندوستان کے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہؤا تو خان عالم چھ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب اور علم و نقارہ سے سرفراز ہؤا ، مرزا رستم صفوی کی بجائے اس کو بہار کی صوبے داری ملی ۔ چونکہ افیون کے زیادہ استعمال کی وجہ سے ملکی انتظام کو درست نہ کر سکا ، اس لیے اسی سال معزول کر دیا گیا ۔

پانچویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۱ھ (۱۶۳۲ع) کے آخر میں جب شاہجہاں ، برہان پور سے اکبر آباد واپس ہؤا تو خان عالم نے آستانہ شاہی کو بوسہ دیا ، بادشاہ نے اس کے بڑھاپے اور افیون کھانے کی وجہ سے خدمت سے معاف کر دیا اور مبلغ ایک لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کر دیا ۔ دارالخلافہ آگرہ میں مقیم ہؤا ، اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کی ، طبعی موت سے فوت ہؤا ۔ وہ لاولد تھا ۔

اس کا بھائی مرزا عبدالسبحان ، الہ آباد کا فوج دار تھا ، صاحب سلیقہ آدمی تھا ۔ الہ آباد کی بجائے کابل بھیج دیا گیا اور وہ آفریدی کی لڑائی میں مارا گیا[۲] ۔ اس کا لڑکا شیر داد خان جری اوز شجاع تھا ، سہیدہ کی جنگ میں ، جو خان جہاں لودی سے ہوئی تھی ، اس میں وہ شاہی ملازمت کی حیثیت سے مارا گیا ۔

صاحب عالم آرا نے تحریر کیا ہے کہ خان عالم ، جہانگیر کی طرف سے بھائی کا خطاب رکھتا تھا لیکن ہندوستان کی تاریخوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں ہے ، نہ کسی سے یہ بات زبانی سنی گئی ، چونکہ بادشاہ (ایران)

---

۱ ۔ خافی خاں جلد اول (صفحہ ۲۹۹—۳۰۰) میں تحریر ہے کہ خان عالم ، بہ حیثیت سفیر ایران بہت کامیاب رہا (ق)

۲ ۔ یہ واقعہ ۱۰۲۵ھ (۱۶۱۶ع) کا ہے جب خان عالم ، ایران میں سفارت پر گیا تھا ۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری صفحہ ۱۵۹ (ق)

سے بھی ملاقات کے وقت اس بات کا ذکر کیا ، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے ، یہ بات اس امر کی صداقت کے لیے واضح دلیل بن گئی ، اس وجہ سے نہ اغیر تحقیق کیے ہوئے بادشاہ اس کا ذکر نہ کرتا ۔ واللہ اعلم [۷۳۶]

(۱۹۳)

خواجہ ابوالحسن تربتی ملقب بہ رکن السلطنت

تربت ، خراسان کا ایک علاقہ ہے ۔ قطب الدین ، جو عجیب و غریب آثار و امور کا مظہر تھا اور حیدری اس سے منسوب ہیں ، وہ اسی جگہ کا رہنے والا تھا[1] ۔

خواجہ (ابوالحسن) اکبر بادشاہ کے زمانے میں شاہزادہ دانیال کی سرکار میں ملازم رہا اور پھر دکن کی دیوانی پر مقرر ہوا ۔ جب جہانگیر تخت نشین ہوا تو اس نے خواجہ کو دکن سے اپنے حضور میں بلا لیا ۔ دوسرے سال جلوس جہانگیری میں جب آصف خاں مرزا جعفر منصب وکالت پر فائز ہوا تو اس نے اس کو اپنے ہمراہ سررشتہ دار کی حیثیت سے رکھنے کی درخواست کی ۔ جب آصف خاں مہم دکن پر روانہ ہوا تو اس کے بعد دیوانی پر اعتمادالدولہ دوبارہ تعینات ہوا ۔ خواجہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قربت و اعتماد سے معزز ہوا ۔ آٹھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۱ھ (۳-۱۶۱۲ء) میں خواجہ ، میر منشی کے عہدے پر سرفراز ہوا ۔ جب اعتمادالدولہ کا انتقال ہوگیا تو خواجہ کو دیوانیٔ کل کا عہدہ اور پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب عنایت ہوا ۔

مہابت خاں کے ہنگامے میں خواجہ (ابوالحسن) نے آصف جاہی اور ارادت خاں کے ہمراہ ، نورجہاں بیگم کی عماری کے سامنے سواروں کی ایک قلیل جماعت کے ساتھ دریائے جہلم کو پار کیا اور مہابت خاں کے سامنے

---

۱ - تربت حیدری ، خواف سے شمال و مغرب کی طرف ۸۸ میل ہے اور مشہد سے جنوب و مغرب میں واقع ہے (ب)

بھیگے ہوئے ہتھیاروں کے ساتھ آیا ۔ اچانک دشمن کے تیروں کی بوچھار سے بیگم کے ہم رکاب سپاہی بے اختیار واپس ہوگئے اور امرا میں سے ہر ایک ، ایک طرف ہوگیا ۔ خواجہ اس پر آشوب موقع اور انتشار کی حالت میں گھوڑے سے اتر کر [۷۳۷] ایک کشمیری ملاح کی مدد سے جان بچا لے گیا ۔ جب آصف جاہی کو وکالت ملی تو انیسویں سال جلوس جہانگیری میں دارالملک کی صوبے داری خواجہ کو عنایت ہوئی[1] اور اس کے لڑکے ظفر خاں کو بادشاہ کی طرف سے اس کی نیابت ملی ۔

شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ، جب ۲۶ صفر ۱۰۳۹ھ (۴ اکتوبر ۱۶۲۹ء) شب یکشنبہ کو خان جہاں لودی آگرہ سے فرار ہوا تو اسی رات شاہجہاں نے خواجہ کو نامور امرا کے ساتھ اس کے تعاقب کے لیے مقرر کیا ۔ اگرچہ بعض بہادر امرا سبقت کرکے لڑائی میں مشغول ہوگئے ، خان جہاں فرار ہوگیا اور وہ دریائے چنبل کو پار کرکے گزر گیا ۔ خواجہ آخری دن دریا کے کنارے پہنچا ۔ چونکہ بغیر کشتی کے دریا کو عبور نہ کر سکا اس لیے دوسرے روز دوپہر تک مقیم رہا ۔

خان جہاں اس رات بھر کے وقفے کی وجہ سے بندیلہ کے ملک میں واپس چلا گیا ۔ جگ راج پسر ججھار سنگھ نے اس کو پناہ دے کر اپنے ملک سے گزر جانے دیا اور لشکر شاہی کے راہبروں کو ایسے نشانات بتائے کہ راستے سے بھٹک کر دوسری طرف چلے جائیں ۔ اس وجہ سے گھنے جنگلوں میں ، خواجہ دوسرے سرداروں کے ساتھ ہر طرف بے فائدہ کوشش کرکے سوائے پریشانی کے کچھ نہ پا سکا ۔

جب شاہجہاں بادشاہ خان جہاں کی بیخ کنی کے ارادے سے علاقہ برہان پور میں پہنچا تو خواجہ مددگاروں کے ساتھ حاضر ہوکر قدم بوس ہوا اور ولایت ناسک و ترمک کو حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔

---

۱ ۔ مہابت خاں کا واقعہ اکیسویں سال جلوس جہانگیری کا ہے (ب)

اس علاقے کا انتظام کرنے کے بعد اور ساہو بھونسلہ کی جاگیر کو تنخواہ میں حاصل کرنے کے بعد [۳۸ے] شاہی فرمان کے مطابق نصیری خان کی مدد کے لیے روانہ ہؤا ، جو قندھار کے قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا ۔ جب راستے میں فتح کی خبر سنی تو واپس چلا آیا ۔

قصبہ پاہور شیخ بابو جی جو بابان گھاٹ ، برار کا ایک قصبہ ہے ، ایک نہر کے کنارے جس میں پانی کم تھا مقیم ہؤا ۔ ارادہ یہ تھا کہ موسم برسات وہاں گزارے ، نا گاہ پہاڑ پر سے ایک سیلاب عظیم نے لشکر کی طرف رخ کیا ۔ لوگ رات کی تاریکی اور سیلاب کی زیادتی سے پریشان ہو کر جان کے خوف سے ہر طرف بھاگنے لگے ، خواجہ دوسرے امرا کے ساتھ بے زین کے گھوڑوں پر سوار ہو کر اس مصیبت سے نکل آیا ۔ تقریباً دو ہزار آدمی ، خواجہ کا بہت سا سامان اور ایک لاکھ روپیہ نقد سیلاب بہا کر لے گیا ۔

پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں کشمیر کی صوبے داری پر فائز ہؤا ۔ چونکہ وہ سلطنت کا بوڑھا آدمی تھا اس لیے شاہجہاں بادشاہ نے بے وجہ اس کی دوری کو مناسب نہ سمجھ کر اس کے لڑکے ظفر خان کو اس ملک (کشمیر) کے انتظامات کے لیے بطور نائب بھیج دیا ۔ خواجہ چھٹے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۲ھ (۳—۱۶۳۲ع) میں ستر سال کی عمر میں فوت ہؤا ۔ طالب کلیم نے اس کی تاریخ وفات لکھی

ع با امیرالمومنین محشور باد ۱۰۴۲ھ (۳—۱۶۳۲)

خواجہ معقول اور کار گزار آدمی تھا لیکن ترش رو اور سخت مزاج تھا ۔ اس کا لائق بیٹا ظفر خان ہے ، جس کا ذکر لکھا جا رہا ہے اور دوسرا لڑکا خورشید نظر ہے [۳۹ے] ۔

(۱۹۴)

خان زماں بہادر مرزا امان اللہ

مہابت خان زمانہ بیگ کا بڑا لڑکا تھا ۔ اس کی ماں میوات کے خان زادوں میں سے تھی ، اپنے باپ کے خلاف ، صفات حمیدہ اور

اخلاق شریفانہ میں اپنے ہم عصر اور ہم مرتبہ لوگوں میں ممتاز تھا ۔ ایسے باپ کا ایسا فرزند لوگوں کو تعجب میں ڈالتا ہے ۔

جب سترھویں سال جلوس جہانگیری میں شاہزادہ شاہجہاں کی حکومت میں مہابت خاں نے ابتری پھیلائی تو جہانگیر بادشاہ نے اس کو کابل کی صوبے داری سے اپنے پاس بلا لیا ، اس ملک کے انتظام کے لیے مرزا امان اللہ کو باپ کی نیابت میں تعینات کیا اور اس کو سہ ہزاری منصب اور خان زاد خاں کے خطاب سے سرفراز کیا ۔

جب قبیلہ الہان کا جتی نام اوزبک ، نذر محمد خاں والی بلخ کا نوکر ، جو عوام کی زبان میں ''یلنگتوش'' مشہور تھا ، اس وجہ سے کہ لڑائی میں سینہ کھول دیتا تھا ترک ۔ ''یلنگ'' برہنہ اور سینے کے جثہ کو کہتے ہیں ۔ (جتی) ہمیشہ خراسان کی سرحد پر اور قندھار و غزنین کے درمیان رہتا تھا اور لوٹ مار کیا کرتا تھا اور اکثر اس نے خراسان پر حملہ کیا ۔ شاہ ایران اس سے با خبر تھا ، اس نے ہزارہ جات کے انتظام کے لیے ، جن کی چھاؤنی غزنین کے حدود میں واقع ہے اور جو ہمیشہ سے وہاں کے حاکم کو مال گزاری ادا کرتے ہیں ، اس نواح میں ایک قلعہ بنوا کر اپنے بھانجے کو ایک فوج کے ساتھ تعینات کیا ۔

جماعت ہزارہ کے سرداروں نے خان زاد خاں سے فریاد کی ۔ وہ ایک آراستہ فوج لے کر ان کے سروں پر پہنچا ۔ سردار (ہمشیر زادۂ شاہ ایران) اوزبکوں کی ایک جماعت کے ساتھ قتل ہوگیا [۷۴۰] ۔ اور (خان زاد خاں نے) اس قلعہ کو منہدم کرا دیا ۔

یلنگتوش نے نذر محمد خاں سے ، جو شاہی سرحد پر فوج کشی کرنے سے متفق نہیں تھا ، اصرار کرکے اجازت لی اور انیسویں سال جلوس جہانگیری میں اوزبک الامانوں کے انبوہ کثیر کے ساتھ غزنین سے دو کوس کے فاصلے پر پہنچا اور لڑائی کے لیے آمادہ ہوگیا ۔ خان زاد خاں نے صوبے کے فوجی مددگاروں کے ہمراہ اس میدان جنگ میں مرنے مارنے ، گرفتار کرنے اور حملہ کرنے میں جرأت و شجاعت کے کارنامے دکھائے ۔

کہتے ہیں کہ اس جنگ میں ہاتھیوں سے عجیب و غریب کام لیا گیا ، جس وقت اورنگ حملہ کرتے تھے تو ہاتھیوں کو ان کے سروں پر دوڑا دیا جاتا تھا ۔ گھوڑے بے اختیار بھڑک جاتے تھے ، اوزبکوں کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی ۔ مجبوراً نذکتوس بھاگ کھڑا ہوا ۔

کہتے ہیں کہ اس جنگ میں ایک مسلح سوار گرفتار ہوا ، ارادہ کیا کہ اس کو قتل کر دیں ۔ اس نے فریاد کی کہ میں عورت ہوں ، جب اس کو برہنہ کیا تو واقعی عورت تھی ۔ اس (عورت) سے معلوم ہوا کہ تقریباً ایک ہزار عورتیں اسی طرح اس لشکر میں ہیں ، جو مردوں کی طرح تلوار چلاتی ہیں ۔ خان زاد خان نے نذکتوس تک تعاقب کیا ، اور پھر فتح و نصرت کے ساتھ واپس ہؤا ۔

جب مہابت خان ، کابل کا صوبے دار مقرر ہؤا ، تو اس کی درخواست پر خان زاد خان ، کابل سے طلب ہؤا اور باپ کے پاس جانے کی اجازت ملی ۔ بیسویں سال جلوس جہانگیری میں ، جب مہابت خان پر عتاب ہؤا اور وہ بادشاہ کے حضور میں طلب ہؤا تو بنگالہ کی صوبے داری خان زاد خان کے سپرد ہوئی ۔ جب مہابت خان اپنے افعال ناپسندیدہ کی وجہ سے دریائے جہلم کے کنارے سے بھاگ گیا تو اس کے بعد وہ بنگالہ کی حکومت سے معزول ہوکر حضور میں پہنچا ۔ اس نے خوش اخلاق اور مدبرانہ طریقے سے [۷۴۶] اپنی خودداری کا لحاظ رکھتے ہوئے آصف خان کی رضا جوئی میں بال برابر بھی کوتاہی نہیں کی ۔

جہانگیر کے انتقال کے بعد ، جو کچھ واقعات ظہور پذیر ہوئے ، ان میں وہ آصف خان کا شریک رہا - شاہجہان کے جلوس کے ابتدائی زمانے میں لاہور سے حضور میں پہنچا ۔ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ، ''خان زماں'' کا خطاب اور مظفر خان کی بجائے مالوہ کی صوبے داری ملی ۔ اسی سال جب دکن کی صوبے داری اس کے باپ کو ملی ، تو وہ اپنے باپ کی نیابت میں مالوہ سے دکن روانہ ہؤا ۔ اس کے بعد دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں ، جب دکن کا انتظام ارادت خان کے سپرد ہؤا کہ جس کا

خطاب ''اعظم خاں'' تھا تو خان زماں دربار شاہی میں حاضری سے سرفراز ہؤا اور اپنی جاگیر سنبھل کے لیے چلا گیا ۔

جب شاہجہاں بادشاہ خان جہان لودی کی بیخ کنی کے لیے دکن روانہ ہؤا تو پیچھے خان زماں بھی پہنچ گیا اور وہ آصف خان یمین الدولہ کی ہمراہی میں ، جو محمد عادل شاہ والی بیجا پور کی تنبیہہ کے لیے متعین ہؤا تھا ، مقرر ہؤا ۔ پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں ، جب بادشاہ کی برہان پور سے واپسی ہوئی تو اس وقت دکن و خاندیس کی صوبے داری اعظم خاں کی بجائے مہابت خان کو ملی جو اس وقت دہلی کا انتظام کر رہا تھا اور یمین الدولہ کو فرمان ملا کہ وہ خان زماں اور ان لوگوں کو ، جو اس صوبے میں متعینات ہیں ، برہان پور میں چھوڑ کر اور دوسرے امرا کے ساتھ حضور میں حاضر ہو ۔ خان زماں نے اسی زمانے میں محمود خان حاکم قلعہ کالنہ کی ، جو فتح خان ولد ملک عنبر کے خلاف ہو گیا تھا اور اس نے نظام شاہ کو قتل کر دیا تھا [۷۴۲] اور چاہتا تھا کہ قلعہ کو ساہو بھونسلہ کے سپرد کر دے ، تسلی و تشفی کرکے اس مستحکم قلعے پر قبضہ کر لیا ۔

جب اس کے باپ نے چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں دولت آباد کے فلک شکوہ قلعے کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تو خان زماں پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ جنگ کے لیے تیار ہو گیا ، اور ہر اس مورچے پر بلا توقف پہنچا جہاں مدد کی ضرورت ہوتی ، اس زمانے میں بیس ہزار گاڑیں ، غلہ اور مددگار امرا کی ایک جماعت ظفر نگر میں جمع تھی لیکن دشمن کے انتشار کی وجہ سے وہ اس سے نہ مل سکا ۔ خان زماں نے ادھر کا رخ کیا ۔ ساہو جی بھونسلہ اور بہلول خاں نے جکل تھانے میں ، جو کھڑکی سے دس کوس پر ہے ، اس کو دائرے میں لے کر گھیر لیا ۔ خان زماں اپنی جگہ پر مستقل مزاجی سے تیر اندازی ، گج نال اور بندوق چلانے میں مشغول رہا ۔ جس طرف بھی وہ ذلیل دشمن قدم بڑھاتے ان پر مار پڑتی ۔

جب رات ہوئی فریقین نے لڑائی روک دی، خاں زماں نے میدان جنگ

میں قیام کیا اور ہوشیاری کے ساتھ رات بسر کی۔ غنیم نے جب یہ دیکھا کہ کوئی کوشش کارگر نہیں ہوسکی تو مایوس ہو کر واپس ہوگیا۔

وہ (خان زماں) رسد لے کر اپنے والد کے پاس جا پہنچا۔ وہ ہمیشہ مورچال پر اور چارے والے آدمیوں کی ہمراہی میں بہادرانہ مقابلہ کرتا اور شجاعت کا مظاہرہ کرتا، دوسری مرتبہ بادشاہی رسد، خزانہ اور باروت لانے کے لیے روانہ ہوا۔ وہیں کھیڑہ پہنچ کر آگے: نزہ سکا، زندولہ خان، ساہو اور یاقوت حبشی نے تعاقب کیا کہ قدم یا کر خزانے اور رسد پر قبضہ کر لیں۔ خان خاناں نے اس خبر کو سن کر نصیری خان کو مدد کے لیے تعینات کیا۔ خان زماں [۳۰۷] اس ہمت و ہوشیاری سے سب کو ہمراہ لے کر واپس ہوا۔ روانگی کے وقت جب ہراول اور پچھلے دستے، درمیانی دستے سے ایک کوس کے فاصلے پر تھے۔ جس روز وہ کھڑکی میں داخل ہو رہے تھے کہ اچانک دشمن نے ان پر حملہ کر دیا۔ دونوں طرف سے سخت مقابلہ ہوا۔ آخر دشمنوں نے سخت سزا پائی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس مستحکم قلعے کے فتح ہونے کے بعد سپہ سالار کی درخواست پر شاہزادہ محمد شجاع قلعہ پریندہ کی فتح کے لیے جس پر قبضہ کرنا بہت مشکل تھا، تعینات ہوا۔ خان زماں آگے فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس نے محاصرے کے سلسلے میں نقب لگانے اور مورچال قائم کرنے کے متعلق کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن امرا کے اختلافات اور برسات کے آ جانے کی وجہ سے اس قلعے کا فتح کرنا ملتوی ہوگیا۔ شاہزادہ، مہابت خان اور دوسرے بڑے امرا کے ساتھ ناکام واپس ہوا۔

باوجودیکہ مہابت خاں سب لڑکوں کے مقابلے میں اس سے محبت کرتا تھا اور جب بھی امان اللہ کوئی بات کہتا اور وہ اگر لاکھ روپے کا بھی معاملہ ہوتا، تو پرواہ نہ کرتا، لیکن وحشیانہ طبیعت اور بد مزاجی کی وجہ سے عدالت میں فحش گالیاں اس کو دیتا تھا۔ ہر چند اس نے اشارۃ و کنایۃ کہلوایا کہ بڑھاپے سے شرم کرکے میرے مرتبے کا خیال کرو اور

ذلیل نہ کرو ، اس نے لڑکے (امان اللہ) کو اور زیادہ ذلیل کیا۔ خان زماں نے بار بار یہ کہا کہ موت میرے اختیار میں نہیں ہے اور (خود کو) ہلاک کرنا کتنا (دشوار) کام ہے ، دین و دنیا میں ذلیل ہو رہا ہوں۔ جب بہت تنگ ہوگیا تو روہن کھیڑہ کے گھاٹ سے بغیر اجازت ، بادشاہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا ۔ پہلے روز برہان پور پہنچا ، رات کو ہانڈیہ کے گھاٹ سے گزرا - [۷۴۴]

مہابت خاں رنج اور غصے سے کہتا تھا کہ ارکان دولت سب میرے دشمن ہیں ، اگر کوئی نامناسب بات میری طرف سے بادشاہ سے کہہ دیں تو وہ عداوت اور حسد کا سبب بن جائے گی ۔ اب کہ ایسا نوجوان ، جو نیک عادات اور حسن اخلاق میں شہرۂ آفاق ہے ، اس طرح چلا جائے تو میری بد طینتی کا یقین ہو جائے گا ۔ اس نے مجھے اس بڑھاپے میں رسوا کر دیا ۔ سرد آہیں بھرتا تھا - زانو پر ہاتھ مارتا تھا اور کہتا تھا کہ افسوس امان اللہ جواں موت مر جائے۔

کہتے ہیں کہ جب اس کے پہنچنے کی اطلاع حضور میں ہوئی تو شاہجہاں بادشاہ نے یہ مصرعہ پڑھا ۔

ع آشناں را حال این است وائے بر بیگانہ

اتفاق کی بات کہ جس وقت خان زماں ، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا تو مہابت خاں کی موت کی خبر پہنچی ۔ شاہجہاں نے یمین الدولہ کو دوسرے امرا کے ساتھ ماتم پرسی کے لیے بھیج کر خان زماں کو اعزاز کے ساتھ طلب کیا ، اور مختلف طرح سے عنایات فرمائیں ۔ چونکہ اس زمانے تک خاندیش اور برار کے انتظام کے لیے ایک صوبے دار ہوتا تھا ، اب اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ، جس سے مراد تھے ، دولت‌آباد ، احمد نگر ، سنگھیر ، جنیر ، پٹن ، جالنا پور ، بیر ، دھارو ، محال برار کا کچھ حصہ اور کل تلنگانہ کہ ان سب کی آمدنی ایک ارب بیس کروڑ دام تھی ، (خان زماں) کے سپرد کرکے اسے روانہ کیا گیا ۔ جب ججھار سنگھ بندیلہ کو سزا دینے کی وجہ سے مالوہ کی صوبے داری خان دوراں کو

سپرد کی گئی، خاندیس، اللہ وردی خان [۷۳۵] کے سپرد ہؤا تو برار بھی بالا گھاٹ کے ضمیمے کے طور پر خان زماں سے متعلق کر دیا گیا۔

نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہجہاں بادشاہ قلعہ دولت آباد کی سیر کے لیے دکن گیا تو راؤ ستر سال اور تمام راجپوتوں کو بحیثیت ہراول اور بہادر خان روہیلہ اور افغانوں کو بحیثیت چنداول (فوج کا آخری حصہ) مقرر کر کے خان زماں کو چار کونڈہ کی، جو ساہو کا وطن تھا اور ولایت کوکن کی، جو اس کے قبضہ میں تھی، تسخیر کے لیے اور بیجاپور کی غارت گری کے لیے، جو اسی جانب واقع ہے، روانہ کیا۔ اس نے بد بخت ساہو کو چند مرتبہ سزا دے کر احمد نگر کے چار کونڈہ وغیرہ محالات میں بادشاہی تھانے مقرر کر دیے، (اس نے) کولار تک اور وہاں سے مرج اور رائے باغ تک حملہ کر کے تاراج کر ڈالا[1]۔ جب عادل شاہ نے اطاعت قبول کر لی تو واپس ہؤا اور 'بہادر' کے خطاب سے سرفراز ہؤا۔ اس کے بعد قلعہ جنیر کی فتح کے لیے، جو نظام شاہیوں کا سب سے بڑا قلعہ تھا، مقرر ہؤا۔

خان زماں نے ساہو کی تنبیہ اور اس بدطینت کے تعاقب کو مقدم اور اہم خیال کر کے اس کے پیچھے پیچھے کوکن کا رخ کیا اور وہ جہاں جاتا یہ اس کے ساتھ لگا ہؤا تھا۔ ساہو، مال و اسباب غارت کر کے قلعہ ماہولی میں قلعہ بند ہو گیا۔ جب رندولہ خان، عادل شاہ کی طرف سے مقرر ہؤا کہ خان زماں بہادر کے ساتھ ساہو کے مقبوضہ قلعوں کو فتح کر کے مملکت شاہی میں شامل کرے تو ایک طرف سے خان زماں اور دوسری جانب سے رندولہ خان نے قلعہ ماہولی کا محاصرہ کر لیا، ساہو نے خوف زدہ ہو کر [۷۳۶] قلعہ جنیر، ترنگلواری، ترنبک، ہریس جودھن اور ہرسل نظام شاہ کے داماد کے ساتھ، جو اس کے پاس تھا، دسویں سال ۱۰۴۶ھ (۱۶۳۶ء) میں خان زماں کے سپرد کر دیا۔

۱۔ اس جملہ کا ترجمہ انگریزی مترجم نے نہیں کیا ہے (جلد اول صفحہ ۲۱۷)

جب دکن کے چاروں صوبوں کی صوبے داری بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے سپرد ہوئی - خاں زماں ، دولت آباد سے واپس ہو کر اس اقبال مند بادشاہزادے کے پاس مقیم ہو گیا - وہ عرصے سے کچھ ایسے امراض میں مبتلا تھا جو ایک دوسرے کی ضد تھے ، کبھی افاقہ ہو جاتا تھا ، کبھی مرض پھر عود کر آتا تھا - اسی حالت میں اسی سال فوت ہو گیا - ''رستم زمانہ مرد'' ۱۰۴۷ھ (۱۶۳۷ع) تاریخ وفات ہوئی - کہتے ہیں کہ آخری وقت جب کچھ افاقہ تھا ، یہ مشہور شعر پڑھا :

جاں بلب دارد امانے چوں چراغ صبحدم
جنبشے زاں آستیں خواہم کہ کار آخر سود

شجاعت اور سپاہ گری میں یگانۂ روزگار اور نہایت غضبناک اور غیرت مند تھا - بردباری اور تواضع کے ساتھ اس نے ایسا مرتبہ پایا کہ جو لوگ اس کے باپ کی جان کے دشمن تھے ، وہ بھی محبت اور خلوص برتتے تھے - اگرچہ مہابت خاں کہا کرتا تھا کہ ان لوگوں کی دوستی میرے جلانے کے لیے ہے - اگر میرے بعد یہ دوستی و اتفاق باقی رہ جائے تو مجھ پر نفریں کرنا - عقل و دانش کے اعتبار سے بھی زمانے میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا - دنیا کے تمام بادشاہوں کے حالات میں اس نے ایک تاریخ لکھی[1] [۷۴۷] مجموعہ گنج باد آورد بھی اس نے جمع کیا ہے[2] - امانی تخلص کرتا تھا صاحب دیوان تھا -

قطعہ

بر دور جام ما بنویسید نام ما
تا نام‌ما بدور بماند ز جام ما
دوراں اگر بکام نگردید گو مگرد
ایں بس کہ دور جام بگردد بکام ما

اس کا ایک لڑکا تھا جس کا نام مرزا شکراللہ تھا ، قابل اور بادشاہ

---

۱ - امانی کا دیوان بودلین لائبریری میں موجود ہے - (ب)
۲ - ایتھے کا خیال ہے کہ یہ کتاب زراعت پر ہے - (ب)

کا روشناس تھا - جب خان زماں ، جنیر کی فتح کے لیے مقرر ہؤا وہ والد کی نیابت میں برہان پور کے انتظام کے لیے روانہ ہؤا -

(۱۹۵)

خواجہ جہاں خوافی

خواجہ جان نام تھا - وہ شاہجہان کے قدیم (متوسلین) میں سے تھا - جہانگیر بادشاہ کے انتقال کی خبر ملنے کے بعد جب بادشاہ (شاہجہاں) جنیر ، مضافات دکن سے رخصت ہو کر احمد آباد کے قریب پہنچا ، تو اس کو کہ وہ دو ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر فائز تھا ، گجرات کی دیوانی پر مقرر کر دیا - چوتھے سال جلوس شاہجہانی کے آخر میں حرمین شریفین جانے کی درخواست پیش کی - اس کی یہ تمنا پوری ہو گئی -

چونکہ بادشاہ نے پانچ لاکھ روپیہ نذر (کرنا) طے کیا تھا کہ ان دونوں مقامات متبرکہ (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ) کے مستحقین کو بھیجے گا لہٰذا گجرات کے کارکنوں کو حکم دیا کہ دو لاکھ اور چالیس ہزار روپے کا مال و متاع، کہ جو ان دونوں مقامات میں خرید و فروخت کے لائق ہو، اس کے سپرد کردیں ، کیونکہ وہ دیانت دار اور امین ہے - [۷۳۸] وہ فروخت کرنے کے بعد اصل رقم اور اس کا منافع ان دونوں مقامات متبرکہ (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ) کے مستحقین کو پہنچا دے گا -

نویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے واپس ہو کر سرکار میں حاضر ہؤا اور نو عربی گھوڑے نذرانے میں پیس کر کے سرفراز ہؤا - بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں گجرات کی دیوانی سے معزول ہؤا[۱] - سترھویں سال ۱۰۵۳ھ میں فوت ہو گیا[۲] -

---

۱ - گیارھویں سال جلوس ہونا چاہیے- بادشاہنامہ جلد دوم صفحہ ۱۰۵ (ب)

۲ - خواجہ کا نام خواجہ جان تھا ، بہار کا رہنے والا تھا ، اس کا خطاب خواجہ جہاں تھا ، خواجہ جہاں کے ہمراہ حکیم مسیح الزماں بھی حجاز گیا تھا - تفصیل کے لیے دیکھیے بادشاہنامہ جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۳۳ (ب)

(۱۹۹)

خان دوراں نصرت جنگ

اس کا نام خواجہ صابر اور وہ خواجہ حصاری نقشبندی کا لڑکا ہے۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں اس کو منصب ملا اور دکن میں تعینات ہؤا۔ خان خاناں (عبدالرحیم) نے اس کی پیشانی سے اس کی شجاعت اور کار گزاری کا اندازہ کر کے اس کی تربیت کی۔ وہ کسی سبب سے نوکری سے مستعفی ہو کر نظام شاہ کے پاس چلا گیا چونکہ اس نے وہاں نوجوانوں کی زیادہ ترقی دیکھی۔ وہ ان کے گروہ میں شامل ہو گیا، اور اتنی کوشش کی کہ مصاحب بن گیا اور ''ساہ نواز خاں'' کا خطاب پایا۔ پھر وہاں سے رنجیدہ ہو کر شاہزادہ شاہجہاں کے ملازمین میں داخل ہؤا اور ''نصیر خاں'' کا خطاب پایا۔ مصیبت کے موقع پر ہر جگہ ہمراہ رہتا اور بہتر خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتا تھا، یہاں تک کہ بعض اوقات بادشاہ کے گھوڑے کی زین اور لگام بھی درست کرتا۔

جنگ تونس (متصل بنارس) میں شاہی فوج کا سردار تھا[1]۔ چونکہ اس دن سب نے بے حقیقتی کا مظاہرہ کیا، وہ بھی قائم نہ رہ سکا۔ اس کے بعد جب عبداللہ خاں [۹۳۷] بے وفائی اختیار کرکے شاہزادے سے جدا ہؤا، اس نے بھی خان مذکور کے داماد ہونے کی وجہ سے علیحدگی اختیار کی اور ملک عنبر سے جا ملا۔ اس (ملک عنبر) کے مرنے کے بعد نظام الملک کے پاس رہا کہ جس نے استقلال حاصل کر لیا تھا۔

دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں شاہجہاں بادشاہ نے اس کو اپنے یہاں بلا کر تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور

۱۔ تونس، دریائے گنگا کا معاون دریا ہے۔ یہ لڑائی ۱۶۲۴ء میں ضلع الہ آباد کے ایک گاؤں دمدمہ میں ہوئی جو گنگا اور تونس کے سنگم پر واقع ہے۔ ملاحظہ ہو کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۱۷۳ (ب)

"نصیری خاں" کا قدیم خطاب عنایت فرما کر سر بلند کیا ۔

جب تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں شاہجہاں نے برہان پور کے علاقے سے کئی فوجیں خان جہاں کی تنبیہ اور نظام شاہیوں کے ملک اور اس کے نواحی علاقے کی فتح کے لیے تعینات کیں تو اس کو راجا گج سنگھ کے ہمراہ مقرر کیا ، اس نے جرأت مندانہ یہ درخواست کی کہ اگر ملک تلنگانہ اور قندھار (دکن) کی تسخیر ، کہ جس کے لیے راؤ رتن کو بھیجا گیا ہے ، میرے سپرد کر دی جائے تو تھوڑے ہی عرصے میں اس کو انجام کو پہنچا دوں ۔ بادشاہ کے حضور سے چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب اور اس مہم کی اجازت پائی ۔

اس نے قلعہ قندھار (دکن) کی فتح کا ، جو استحکام اور دشواری میں مشہور ہے ، ارادہ کیا ، پہلے اس ملک کے سردار لشکر سرفراز خاں کو ، کہ جو قصبے اور قلعے کے درمیان مقابلے کے لیے آمادہ تھا ، فرار واقعی سزا دے کر بھگا دیا ۔ اس کے بعد مورچوں کو تقسیم کر کے محاصرہ کر لیا ۔ مقرب خاں ، بہلول خاں اور رندولہ خاں عادل شاہی بھی جو ساکنان قلعہ کی مدد کے لیے پہنچے تھے ، جنگ میں اس کی شجاعت و بہادری کی کار گزاریوں کو دیکھ کر فرار ہوئے ۔ اس اثناء میں اعظم خاں ، صوبے دار دکن کمک لے کر پہنچ گیا ۔ قلعے میں جو لوگ محفوظ تھے ، انہوں نے اپنی گرفتاری کے آثار دیکھ کر امان طلب کی ۔ چار ماہ اور انیس روز کے بعد ۱۰۴۰ھ (۱۶۳۱ع) میں [۷۵۰] یعقوب خداوند خاں کے داماد صادق نے قلعے کی کنجی حوالے کر دی ۔ ملک ضبط ، بجلی اور عنبری مشہور توپیں اور چھوٹی بڑی (توپیں) جن کی تعداد ایک سو سولہ تھی اور ان میں سے ہر ایک لشکر اور شہر کو درہم برہم کرنے کے لیے کافی تھی ، قلعہ داری کے تمام اسباب کے ساتھ ضبط ہوئیں ۔ نصیر خاں کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہؤا ۔

اسی سال بالا گھاٹ دکن کی رخصت کے موقع پر اس نے ماہی مراتب کی درخواست کی ، وہ اسے مرحمت ہؤا ۔ (ماہی مراتب) گزشتہ زمانے میں سلاطین دہلی میں مروج تھا اور انہوں نے حکام دکن کو دیا تھا ۔ اس کے بعد اس ملک (دکن) میں اس کا بہت اعتبار ہو گیا ۔ وہاں کے بادشاہ یہ عہدہ ، جس کی شان کے لائق ہوتا ، اسے عنایت کرنے ۔ پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں معتمد خاں کی بجائے اس کو مالوہ کا صوبے دار مقرر کیا گیا ۔

کہتے ہیں کہ خواجہ ابوالحسن کے انتقال کے بعد اوجین اور سارنگ پور اس کی جاگیر میں مقرر ہوئے ، (ان شہروں کو) مدت سے اس (ابوالحسن) نے آباد کر رکھا تھا ۔ اس زمانے میں خاندیس اور دکن میں ایسا قحط اور غلے کی کمی ہوئی کہ روٹی جان کے بدلے میں بھی ارزاں تھی ۔ وہاں کے باشندوں کی روزی کا انحصار مالوہ کے ، غلے پر تھا ۔ نصیری خاں نے غلے کے کھلیانوں کو سونے سے بھر لیا ۔ کسی زمانے میں مالوہ کے محالات سے اتنی دولت وصول نہیں ہوئی تھی ۔

جب چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں مہابت خان نے قلعہ دولت آباد کا محاصرہ کیا تو نصیری خاں مدد کے لیے مقرر ہؤا ، اس نے کارہائے نمایاں کیے ۔ ایک روز جب کہ خان زماں نے ایک نقب میں ستر من باروت ڈال کر آگ دلوائی ، [۵۱۷] عنبر کوٹ کی دیوار اٹھائیس گز اور بارہ گز برج اس سے اڑ گیا[1] ۔ ایک وسیع راستہ کھل گیا لیکن قلعے والوں کی بندوقوں اور تیروں کی وجہ سے کسی کی یہ ہمت نہ تھی کہ اندر داخل ہو ۔ مہابت خان نے چاہا کہ خود پیادہ ہو کر اندر داخل ہو ۔ نصیری خاں نے کہا کہ سرداروں کا ایسا کرنا خلاف قانون ہے ، میں داخل ہوتا ہوں ۔ وہ خدا پر بھروسا کر کے قلعے میں چلا گیا ۔ بندوقوں اور تیروں میں سے گزر کر تلوار اور خنجر کی جنگ کا موقع آیا قلعہ

---

۱ ۔ بادشاہنامہ جلد اول صفحہ ۵۱۲

والوں نے جب ایسی جاں سپاری اور سر افشانی دیکھی تو وہ معمولی سی جنگ کے بعد سہا کوٹ میں داخل ہو گیا ۔ جب اس کو بھی نقب لگا کر (شاہی سپاہی) داخل ہو گئے تو قلعے کے اپنے والوں نے پناہ طلب کر کے قلعے کی کنجی حوالے کر دی ۔

مہابت خاں جس کسی کو قلعے کی حفاظت کے لیے تعینات کرتا، چونکہ قلعہ میں رسد بالکل نہ تھی اور اس چار مہینے کے محاصرے میں بہت تکلیفیں گزری تھیں ، ہر شخص انکار کر دیتا ۔ نصیری خاں کے پاس دو ہزار سوار تھے ، وہ اپنی کار گزاری نمایاں کرنے کے لیے اس خدمت کے لیے آمادہ ہؤا اور مرتضیٰ خاں کی ہمراہی میں قلعے کی حفاظت میں مشغول ہو گیا ۔ بیجا پور کے لوگ سپہ سالار کے تعاقب میں چند منزل تک گئے ، پھر دولت آباد واپس ہو گئے اور مورچالیں جو ابھی تک باقی تھیں ، ان میں داخل ہو کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ جب نصیری خاں نے دوبارہ مقابلہ کیا ، مجبوراً رسوا اور ذلیل ہو کر بھاگ گئے اور خان مذکور (نصیری خاں) "خان دوراں" کے خطاب ، پنج ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ شاہی حکم کے مطابق قلعہ مرتضیٰ خاں کے سپرد کر کے مالوہ کو واپس ہو گیا ۔

جب ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد شجاع ، پرینده کی فتح کے لیے [۷۵۲] نامزد ہؤا ، وہ بھی ہمراہی میں مقرر ہؤا ۔ ایک دن جب گھاس چارے کا انتظام ہو رہا تھا' دشمن نے خان خاناں پر سخت حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ اسے شکست ہو جائے کہ خان دوراں کو معلوم ہو گیا ۔ وہ نہایت تیزی کے ساتھ پہنچا ، اور خان خاناں کی پشت والی فوج کو اس فوج سے ، کہ جو اس کے سیدھی جانب تھی ، ملا اور پھر دونوں نے مل کر مقابل فوج سے مقابلہ کیا ۔ وہ زخمیوں کو نکال کر خان خاناں سے جا ملا ۔ (دشمن) اس حملے سے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو بادشاہنامہ جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۷ و خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۹۶ (ب)

فرار ہو گیا ۔ یہ عظیم کارنامہ بادشاہ کے حضور میں اس کی عزت افزائی کا سبب قرار پایا ۔

جب مہابت خاں اس سرائے فانی سے گزر گیا تو بالا گھاٹ خان زماں کے سپرد ہؤا ۔ اور پایاں گھاٹ جس میں کل خاندیس اور ولایت برار کا زیادہ حصہ شامل تھا اور جس کی آمدنی بانوے کروڑ دام تھی ، اس کے سپرد ہؤا ۔ حکم ہؤا کہ سرکار بیجا گڑھ ، سرکار نذر آباد اور سرکار ہانڈیہ کا کچھ حصہ ، جو دریائے نربدہ کے پار ہے ، خاندیس کے تحت شمار ہوں گے ۔

ججھار سنگھ بندیلہ کے لڑکے بکرماجیت نے جو باپ کی فوج کے ساتھ بالا گھاٹ میں خان زماں کے ساتھ تھا ، اپنے باپ کے ایما ، سے کہ جس نے اپنے ویران وطن میں سر کشی کا ارادہ کیا تھا ، فرار ہو کر اپنے وطن کا رخ کیا ۔ خان دوراں کو جب یہ معلوم ہؤا ، وہ برہان پور سے اس کے تعاقب میں چلا اور صوبہ مالوہ کے قریب اشٹہ مقام پر اس کو جا لیا ۔ قریب تھا کہ (بکرماجیت) گرفتار ہو جائے وہ دشوار گزار جنگلوں میں ہوتا ہؤا زخمی ہو کر ہاسونی میں اپنے باپ کے پاس جا پہنچا ۔ خان دوراں [۵۳ے] حکم کے انتظار میں مالوہ میں ٹھہر گیا ۔ لہٰذا بادشاہ کے حضور سے مالوہ کی صوبے داری اسے ملی اور اس کوتاہ اندیش باغی کی بیخ کنی کا اس کو حکم ہؤا ۔ عبداللہ خاں کے ساتھ (بکرماجیت) کے تعاقب میں اس نے نمایاں کار گزاری انجام دی ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں ججھار اور اس کے لڑکے کا سر کاٹ کر بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔ اس کار نمایاں کے صلے میں اسے ''بہادر'' کا خطاب ملا[1] ۔

اس سال جب شاہجہاں قلعہ دولت آباد کی سیر کے لیے دکن گیا تو تمام راجپوتوں کے ساتھ جے سنگھ کو ہراولی اور افغانوں کے ساتھ مبارز خاں کو چنداولی (فوج کا آخر حصہ) پر مقرر کرکے خان دوراں خاں

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہسٹری آف شاہجہاں از بنارسی پرشاد صفحہ ۸۶—۸۹ (ف)

کو قلعہ اودگیر اور اوسہ کی فتح اور سرحد بیجاپور اور گول کنڈہ کی تاراجی پر مقرر کیا ۔ اس نے بیجا پور سے بارہ کوس تک جہاں کہیں رونق اور آبادی پائی ، اس کو جلا کر خاک کر دیا اور بہول خاں میانہ اور خیریت خاں حبشی کو بار بار سخت سزا دی ۔ چونکہ عادل شاہ نے عاجزی و انکسار کے ساتھ اطاعت قبول کر لی تھی ، اس وجہ سے خان دوراں نے اس ملک کو تباہ نہ کیا اور اودگیر کی جانب روانہ ہو گیا ۔ تین ماہ اور کچھ دنوں کے محاصرے کے بعد اس مستحکم قلعے کو آٹھویں جمادی الاول ۱۰۴۶ھ (۲۸ ستمبر ۱۶۳۶ء) کو سیدی مفتاح[1] سے لے کر اوسہ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ۔ وہاں (اس قلعے) کے محافظ بھوج راج نے ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد قلعہ سپرد کر دیا ۔ اس کے بعد شاہی حکم ہوا کہ گج موتی نام ہاتھی کو ، جو قطب الملک کے ہاتھیوں میں سب سے اعلیٰ ہے ، حاصل کرے ۔ وہ اس کے ملک کی سرحد کوٹ گیر پہنچا [۴۵۷] اور ترغیب و رعب داب سے اس ہاتھی کو ایک لاکھ روپے نذر کے ساتھ حاصل کیا اور دیو گڑھ کی سرحد میں آ گیا اور کیل چر اور استہ کو جوگور مانند گاؤں برار کے مضافات میں ہیں، گونڈوں کے قبضے سے نکال لیا اور ناگ پور کو چند روز کے محاصرے میں فتح کر لیا ۔ دیو گڑھ کے راجا کوکیا نے ایک لاکھ پچاس ہزار روپے نقد اور ایک سو ستر ہاتھی نذر میں پیش کرکے ناگ پور کو واپس لے لیا ۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں خان دوراں خاں ، بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ دو سو ہاتھی ، کہ جن کی قیمت دس لاکھ روپے تھی ، آٹھ لاکھ روپے نقد ، جو گونڈوانہ اور دوسرے مقامات کے زمینداروں نے کچھ بادشاہ کے نذرانے کے لیے اور کچھ اس کو دیے تھے، گج موتی ہاتھی ، کہ جس کی قیمت ایک لاکھ روپے تھی اور اب جس کا نام ''شاہ پسند''

---

۱ - سیدی مفتاح ایک حبشی تھا ۔ ملاحظہ ہو بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم صفحہ ۲۱۸ (ب)

تھا ، طلائی ساز و سامان کے ساتھ ایک لاکھ روپے میں ، جو اس نے خود تیار کرایا تھا ، بادشاہ کی نذر کیا ۔ چونکہ اس کے خلوص اور بہادرانہ کار گزاریوں نے ان مرد آزما مہمات میں اسے ممتاز کیا ۔ اس طرح کے تحائف اتنے کم وقت میں شاہی امرا میں سے کسی نے بھی ایک مرتبہ میں سرکشوں سے کبھی بھی حاصل نہیں کیے تھے اور اس نے حاصل کیے ۔ اس پر طرح طرح کی نوازشیں ہوئیں ۔ ''نصرت جنگ'' کا خطاب ، شش ہزاری ذات ، اور چھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب ، جن کی تنخواہ دس کروڑ اسی لاکھ درم ، بارہ ماہ کی ستائیس لاکھ روپیہ ہوتی ہے ، اور تنخواہ میں خالصہ میں سے پرگنہ شجاعت پور اضافہ فرما کر معزز و مفتخر کیا ۔

سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہزادہ محمد اورنگ زیب [۷۵۵] بیگم صاحب کی عیادت کے سلسلے میں دکن سے آیا[1] ۔ چونکہ اس ملک میں کچھ حرکات خلاف مزاج پدر (شاہجہاں بادشاہ) شاہزادے سے سرزد ہو چکی تھیں ، اس وجہ سے اس نے قبل اس کے کہ والد بزرگوار کی ناراضگی ظاہر ہو ۔ دنیوی کاموں کو ترک کرکے گوشہ نشینی اختیار کر لی[2] ۔ بادشاہ کو شہزادے کی اس بلاوجہ حرکت سے صدمہ ہوا ۔ بادشاہ نے دکن کا نظام نصرت جنگ کے سپرد کر دیا جو مالوہ کا حاکم تھا اور ہفت ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور ایک لاکھ نقد دے کر سرفراز کیا ، یہ ہندوستان کی ملازمت کا سب سے بڑا اعزاز تھا ۔

کہتے ہیں کہ خان دوراں نے دکن کی صوبے داری میں اپنے بنائے ہوئے قوانین سے اس پرانی مملکت کی حالت بدل دی ۔ بہت سے دیس مکھ اور دیس پانڈیہ (عہدے دار) آسامیوں کو سخت سزائیں دے کر ختم

---

۱ ۔ جہاں آرا بنت شاہجہاں مارچ ۱۶۴۴ء میں بری طرح جل گئی تھی اس کی طرف اشارہ ہے ۔ ملاحظہ ہو بنارسی پرشاد صفحہ ۳۱۹ (ب)

۲ ۔ ملاحظہ ہو خافی خان جلد اول صفحہ ۶۰۰ (ب)

کر دیا اور ملک کو از سر نو آباد کیا ۔ جو عہدے دار متفرق مقامات پر جاگیریں رکھتے تھے ، ان کی تنخواہ یک جا کر دی ، تمام قلعوں کا معائنہ کرکے فوج اور رسد کا انتظام بہت اچھا کر دیا ۔ جو شاہی خزانہ قلعوں اور حاصے کے پرگنوں میں تھا ، وہ تقریباً ایک کروڑ روپے ، بادشاہ کے حضور میں روانہ کر دیا ، تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ (دوسرے صوبے داروں کو) سرکاری خزانے سے روپیہ آتا ہے اور اس نے اپنی صوبے داری میں دکن سے روپیہ بھیجا ۔

جب اس مملکت (دکن) کے انتظامات کی جانب سے اس کو اطمینان حاصل ہوگیا تو بیجا پور کے فتح کرنے کا قصد کیا ۔ اٹھارہویں سال جلوس شاہجہانی میں کچھ امور ملکی کی مصلحتوں کی بنا پر حضور میں دکن سے طلب کر لیا گیا اور کشمیر تک بادشاہ کے ہمراہ رہا ۔ وہاں سے [۷۵۶] (اپنے) علاقے کی اجازت لے کر لاہور گیا اور شہر سے دو کوس کے فاصلے پر مقیم ہوگیا ۔ رات کے آخری اوقات میں وہ سو رہا تھا کہ نیرنگیٔ تقدیر سے ایک کشمیری برہمن کے لڑکے نے کہ جس کو مسلمان کرکے اس نے اپنے خدمت گاروں میں رکھ لیا تھا[1] ، اس کے شکم پر تیز کٹار سے وار کیا ۔ کہتے ہیں کہ سترہ ٹانکے لگے لیکن تیور نہ بدلے ، ملیح خاں سے باتیں کرتا رہا ۔ ایک روز ہوش و حواس میں گزرا ، اپنے نقد و جنس میں سے اپنے ہر لڑکے کا حصہ مقرر کر دیا اور باقی کو خالصہ قرار دیا ۔ اس تفصیل کی عرضی تحریر کرکے بادشاہ کے حضور میں بھیج دی ۔ ۶ جمادی الاولی ، ۱۰۵۵ھ (۲۱ جون ۱۶۴۵ء) رات کے وقت فوت ہؤا ۔ شاہجہاں بادشاہ نے اس کے ہر لڑکے کو اس کی وصیت سے زیادہ عنایت فرما کر چھ لاکھ روپیہ سرکار میں واپس لے لیا ۔ چونکہ اس کے بزرگوں کا قبرستان گوالیار میں ہے ، وہیں اس کو لا کر دفن کیا گیا[2] ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۴۲۶ و خافی خاں جلد اول صفحہ ۶۱۰ (ب)

۲ ۔ محمد لطیف لکھتے ہیں کہ اس کا مقبرہ لاہور سے ڈھائی کوس کے فاصلے پر چنت گڑھ میں ہے ۔ ملاحظہ ہو ہسٹری آف لاہور صفحہ ۱۶۸ (ب)

خان دوران بادشاہی کاموں میں مطلق سستی اور کاہلی نہیں کرتا تھا ، لالچ اور طمع کو مطلق دخل نہیں دیتا تھا ۔ تین پہر دن اور ایک پہر رات سرکاری کاموں میں گزارتا تھا ، (کوئی کام) کسی دوسرے پر نہیں چھوڑتا تھا بلکہ ہر چھوٹا بڑا کام خود انجام دیتا تھا ۔ لیکن رعایا کے ساتھ سخت گیر تھا اور خلق خدا کے ساتھ سختی اور ظلم سے پیش آتا تھا ۔ مظلوموں کی آہوں کا تیر کارگر ہوگیا ۔

جس دن اس کی وفات کی خبر برہان پور میں پہنچی ۔ مٹھائی ، قند اور شکر دوکانوں میں باقی نہیں رہی ۔ لوگوں نے اس درجہ ، شکرے میں تقسیم کی - برہان پور کی اچھی عمارتیں زیادہ تر اسی کے زمانے میں تعمیر ہوئیں ۔ تاپتی کے کنارے زین آباد کی مندوی [۷۵۷] اس نے بنوائی ، سرونج سے برہان پور دس کوس تک سرائیں اس کی تعمیر کرائی ہوئی ہیں ۔ اس کے لڑکے سید محمد اور سید محمود نے اس کے مرنے کے بعد ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار کے مناصب پائے ۔ اور عبدالغنی نے جو کم عمر تھا ، پانصدی کا منصب پایا ۔

(۱۹۷)
خان جہاں بارھہ

سید مظفر خاں ، تہن پوری[1] سادات سے تھا ، اس کا نام ابوالمظفر تھا ۔ چودھویں سال جلوس جہانگیری میں ، جب شاہزادہ سلطان خرم ، دکن کی مہم کے لیے روانہ ہؤا ، تو وہ دکنیوں کی جنگ میں بہادری دکھا کر زخمی ہؤا اور میدان جنگ میں گر گیا ۔ اس کی سپاہ گری نے شہزادے کے دل پر اثر کیا ۔

جس زمانے میں شاہزادۂ مذکور اپنے پدر بزرگوار (جہانگیر بادشاہ) سے علیحدہ ہو کر دکن میں جا کر مقیم ہؤا ۔ مہابت خاں کے شاہزادے

---

۱ - تہن پوری سیدوں کا خاص قصبہ ، جانسٹھ تھا ۔ ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول (دوسرا اڈیشن انگریزی) صفحہ ۴۲۸—۴۳۰

سلطان پرویز کے ساتھ دریائے نربدہ کو عبور کرنے کے بعد (شاہجہاں نے) شہر برہان پور میں اپنا قیام مشکل سمجھا اور اس نے سیکا کول کے راستے سے جو قطب الملک کا علاقہ تھا ، صوبہ تلنگانہ کا رخ کیا ، وہاں ابراہیم خاں فتح جنگ[1] کے ساتھ مقابلہ ہوا ۔ مشار الیہ (خان جہاں بارہہ) نے اس جنگ میں کارہائے نمایاں کیے اور اس رنجش کے پورے زمانے میں شاہزادے کے ساتھ رہا ۔ اس نے خدمت اور جاں نثاری اس طرح سے کی کہ شہزادے کی طبیعت پر خاص اثر پڑا ۔

شاہزادے کے تخت نشین ہونے کے بعد (شاہجہانی) جلوس کے پہلے سال میں اس کو چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب ، علم ، نقارہ اور خاصے کے طویلے کا گھوڑا مع طلائی زین [۱۸۵] اور ایک لاکھ روپے انعام عنایت فرما کر ساتھیوں میں ممتاز کیا اور سعد گوالیار کا انتظام سپرد کرکے اس کے مضافات اس کی جاگیر میں دے دیے ۔

اسی سال مہابت خاں کی ہمراہی میں ججھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے ، جس نے فساد برپا کر رکھا تھا ، مقرر ہوا ۔ جب مہابت خاں خان خاناں کی سفارش سے اس (بندیلہ) کی خطاؤں کو معاف کر دیا تو شاہی کارکنان (دیوان) نے وہ تمام ملک ، جو اس (بندیلے) کے قبضے میں تھا ، اس میں سے بقدر اس کے منصب کے چھوڑ کر باقی خاں مذکور کی جاگیر اور دوسرے امرا کی تنخواہوں میں تقسیم کر دیا ۔

دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب خان جہاں لودی وہم کی وجہ سے ، جو اس کے مزاج میں بیٹھ گیا تھا ، دارالخلافہ (اکبر آباد) سے فرار ہوا تو خان مذکور (بارہہ) ، خواجہ ابوالحسن تربتی کے ساتھ اس کے تعاقب پر مقرر ہوا ۔ وہ نہایت چستی اور تیزی کے ساتھ اسی رات میں سردار کا انتظار کیے بغیر روانہ ہو گیا اور چھ گھڑی دن گزرنے کے بعد دھول پور کے نزدیک دریائے چنبل کے کنارے اس کو جا لیا ، مردانہ

۱ - ملاحظہ ہو تزک جہانگیری صفحہ ۲۹۹ ، عمل صالح جلد اول صفحہ ۱۸۰-۱۸۳ ، بنارسی پرشاد صفحہ ۴۷-۴۹ (ب)

مقابلہ ہؤا ۔ اس کا پوتا محمد شفیع انیس سادات بارہہ کے ساتھ شہید ہؤا اور اس کے ساتھیوں میں سے پچاس آدمی زخمی ہوئے ۔ جب یہ اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو خان مذکور کو وہاں سے طلب فرما کر اس کے منصب میں ایک ہزار سواروں کا اضافہ کیا اور طویلہ خاصہ سے ایک گھوڑا مع طلائی زین اور حلقہ خاصہ سے ہاتھی عنایت کیا ۔

تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں خلعت ، مرصع کٹار اور طویلہ خاصہ سے گھوڑا مع طلائی زین اور حلقہ خاصہ سے ہاتھی عنایت فرمایا اور لشکر شاہی کا ہراول بنا کر اعظم خاں کے ہمراہ ، جو خان جہاں لودی کی تنبیہ کے لیے [۷۵۹] مقرر ہؤا تھا ، روانہ کیا ۔ یہ خبر سننے کے بعد کہ خان مذکور میں بالائے ناف ورم آ جانے کی وجہ سے سواری کی طاقت نہیں ہے تو جگ جیون جراح کو اس کے علاج کے لیے روانہ فرما کر حکم دیا کہ افاقہ ہو جانے کے بعد (خان جہاں بارہہ) ہمارے حضور میں آ جائے ۔ چونکہ جراح کو مادہ قوی ہو جانے کی وجہ سے ورم کے مقام پر شگاف دینا پڑا ، مواد بہت نکلا ۔ اس لیے زخم کے مندمل ہونے تک اس نے کچھ عرصہ قیام کیا ۔ اور پھر شاہی قدم بوسی حاصل کی ۔ بادشاہ نے اس کی انتہائی قدر کی ۔ خلعت ، جڑاؤ جمدھر مع پھول کٹار اور منصب ذات میں ایک ہزار کا اضافہ فرما کر پنج ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب ، طویلہ خاصہ کا گھوڑا مع زین طلائی عنایت کر کے مفتخر فرمایا ۔

جب نظام شاہ کا ملک شاہی فوجوں نے روند ڈالا، خان جہاں لودی نے وہاں اپنا قیام نا مناسب سمجھ کر اور دل برداشتہ ہو کر مالوہ کا رخ اختیار کیا ۔ خان مذکور کو ، کہ جو خدمت ، بہادری اور قبیلہ پروری کی صفات سے متصف تھا ، خاصہ کا خلعت ، شمشیر اور طویلہ خاصہ سے قبچاق گھوڑا عنایت ہؤا اور اس کے تعاقب کے لیے مقرر ہؤا ۔ چونکہ عبداللہ خاں بہادر بھی فوج کے ساتھ علیحدہ اس کے تعاقب کے لیے مقرر ہؤا تھا ، اس لیے فرمان صادر ہؤا کہ اگر بہادر مذکور (عبداللہ خاں)

ان حدود میں پہنچ گیا ہو تو دونوں فوجیں مل کر فساد کی بیخ کنی کریں ۔ سید مظفر خاں نے نہایت عجلت کے ساتھ اکبر پور کے گھاٹ پر دریائے نربدہ کو عبور کیا اور اپنے خبر گیروں کو آگے بڑھایا ، یہاں تک کہ موضع تال گاؤں کی منزل [۷۶۰] میں ، جو مالوہ کا علاقہ ہے ، عبداللہ خاں بہادر بھی اس سے مل گیا ۔ جب فتح مند لشکر موضع نیمی میں پہنچا جو باندھو کی ولایت میں سہیدہ سے پندرہ کوس اور الہ آباد سے تیس کوس کے فاصلے پر ہے تو لشکر اس (خان جہاں لودی) کے قریب ہونے کی خبر معلوم کر کے اس سمت روانہ ہوا ۔ پہلے سید مظفر خاں ، جو فوج شاہی کا ہراول تھا اس تک پہنچا مردانہ مقابلہ ہوا ۔ خان جہاں ایک جماعت کے مارے جانے کے بعد فرار ہو گیا ۔ لشکر کے بہادروں نے اس کا تعاقب نہ چھوڑا اور دو روز کے بعد پھر اس تک پہنچ گئے اور مار دھاڑ شروع کر دی ۔ وہ مظفر خاں کے ہراول کے مقابلے میں آ کر قتل ہو گیا ۔ سید عبداللہ کا لڑکا اور مظفر خاں کا نواسا سید ماکھن ستائیس آدمیوں کے ہمراہ شہید ہو گیا ۔ اس کے بعد جب خان مذکور حضور میں پہنچ کر ، ملازمت سے مشرف ہوا تو اس کے منصب میں ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور وہ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب اور ''خان جہاں'' کے خطاب سے مشرف ہوا ۔

چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں اسے اس کے ماتحتیں کے ساتھ ایک ہزار دو اسپہ سہ اسپہ سوار دے کر یمین الدولہ کے ہمراہ عادل شاہ بیجا پوری کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا گیا ۔

پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ماتحت ایک ہزار سوار دو اسپہ اور سہ اسپہ مزید حاصل کیے ۔ چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں بھی اس قسم کی نوازش سے سرفراز ہوا ۔

اس کے بعد شہزادے محمد شجاع کی ہمراہی میں پرینده کی مہم پر روانہ ہوا ۔ اس مہم میں اس نے بہادرانہ اور مناسب کارنامے انجام دیے ۔ چونکہ پرینده کی فتح ملتوی کر دی گئی [۷۶۱] اور شاہجہاں کے حکم

کے مطابق شہزادہ دارالخلافہ کو روانہ ہؤا ، سید خان جہاں بھی جہت تیزی سے پہنچا اور اکبر آباد کے قریب پہنچ کر بادشاہ کی قدم بوسی حاصل کی ۔

آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں دو اسپہ ، سہ اسپہ بقیہ ماعب سوار بھی مقرر کر دیے گئے اور اسی سال ججھار سنگہ بندیلہ کی سرکوبی کے لیے جو باغی ہوگیا تھا ، دوسرے امرا کے ساتھ مقرر ہؤا ۔ اور مقابلے کا ارادہ کیا ۔ جب ججھار سنگہ بیر ہاتھ مار کر دہوگڑھ کی جانب جو صوبہ برار کے قریب ہے روانہ ہؤا تو عبداللہ بہادر فیروز جنگ اور خان دوراں اس کے تعاقب کے لیے مقرر ہوئے ۔ سید خان جہاں شاہی حکم کے مطابق مفتوحہ ملک کے انتظام اور وہاں کے دفینوں کی تحقیقات کے لیے چورا گڑھ کے قریب مقیم ہوگیا ۔ اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ جس زمانے میں کہ شاہجہاں نے دولت آباد کی سیر کا ارادہ کیا اور وہ دریائے نربدہ سے گزرکر اس کے کنارے مقیم تھا تو وہ (خان جہاں بارہہ) بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ خاصہ کا خلعت جس میں طلا دوز چارقب (امرا کا لباس) شامل تھا ، جڑاؤ جم دھر مع پھول کٹارہ ، جڑاؤ تلوار اور ایک لاکھ روپیہ نقد مرحمت ہؤا ۔

نویں سال جلوس شاہجہانی میں خاصہ کا خلعت ، شمشیر اور گھوڑا مرحمت ہؤا ۔ امرا کی ایک جماعت کے ساتھ عادل شاہ بیجا پوری کی سرکوبی کے لیے مقرر ہؤا ۔ بیر سے دھارور پہنچا اور ساز و سامان وہاں چھوڑ کر شولا پور کا راستہ لیا ۔ راستہ طے کرنے کے دوران میں [۷۶۲] لوگوں کو مقرر کرکے سرادھوں پر قبضہ کر لیا اور ریحان شولا پوری کی جاگیر کے علاقے کو برباد کرکے قصبہ دھاراسین میں تھانہ قائم کر دیا ۔ کئی مرتبہ بیجا پوریوں سے مقابلہ ہؤا ۔ خان مذکور نے خود بہادری دکھائی اور مخالفوں کو ہر مرتبہ شکست فاش دی ۔

کہتے ہیں کہ جس دن رندولہ بیجا پوری زخمی ہوکر گھوڑے سے گرا تو اس کے دوستوں میں سے کوئی ایک گھوڑا لے کر اس کے پاس

پہنچا اور اس کو میدان سے نکال لایا۔ اس کے بعد جب ولایت بیجا پور کا کچھ حصہ ویران ہوگیا اور موسم برسات سر پر آ گیا۔ تو خان مذکور (خان جہاں) چھاؤنی کے ارادے سے دھارور کو واپس ہؤا۔ اس کے بعد جب عادل خان نے پناہ مانگ لی اور شاہجہان کی اطاعت قبول کر لی تو خان مذکور کی بادشاہ کے یہاں طلبی ہوئی اور وہ حضور شاہی میں حاضر ہؤا۔

اسی سال کے آخر میں بادشاہ نے مستقرالخلافہ (آگرہ) کا ارادہ کیا اور دکن کے چاروں صوبوں کی حکومت، جو خاندیس، برار، ملک تلنگانہ کے کچھ حصے اور نظام الملک کے تھوڑے سے علاقے پر مشتمل تھی، شہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے سپرد ہوئی تو سید خان جہاں کو خلعت خاصہ عنایت فرما کر مقرر کیا کہ وہ خان زمان بہادر کے قلعہ جنیر وغیرہ کے فتح کرنے تک بادشاہ زادے کی خدمت میں رہے۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں حضور میں حاضر ہؤا اور گوالیار جانے کی، جو اس سے متعلق تھا، اجازت پائی۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور دارالسلطنت لاہور جانے کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے اجازت دے دی اور مشار الیہ (خان جہاں بارہہ) جاگیر پر روانہ ہؤا۔

چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں دارالسلطنت لاہور میں [۷۶۳] بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اس کے منصب میں ایک ہزار کا اضافہ ہؤا اور وہ چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کے منصب پر، جن میں پانچ ہزار دو اسپہ و سہ اسپہ تھے، سرفراز ہؤا۔ اسی زمانے میں راجا جگت سنگھ ولد راجا باسو باغی ہوگیا تو خان مذکور اس کی تنبیہ اور اس کے مقبوضہ قلعوں پر قبضہ کرنے کے لیے ایک فوج کے ہمراہ مقرر ہؤا۔ رخصت کے

---

۱ - تفصیل کے لیے دیکھیے بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم صفحہ ۱۵۷ (ب)

وقت خلعت خاصہ ، طویلہ خاصہ سے دو گھوڑے مع طلائی ساز و سامان ، خاصہ ، ایک ہاتھی اور ایک ہتھنی اور ایک لاکھ روپے بطور امداد مرحمت ہوئے ۔ خان مذکور نے حکم شاہی کے مطابق موسم برسات لاہور میں گزارا ، اس کے بعد کنل بھلوان اور مچھی بھون سے گزر کر قلعہ نور پور سے آدھے کوس کے فاصلے پر لشکر نے پڑاؤ کیا ۔ مورچالوں کا انتظام اور نقب لگانے کی تدابیر کیں ۔ اگرچہ قلعے کا برج اڑ گیا لیکن چونکہ قلعے والوں نے ہر برج کے پیچھے دیوار بنا دی تھی ۔ اس لیے داخل ہونے کا راستہ نہیں ملا[1] ۔

اس کے بعد شاہی حکم کے مطابق قلعہ مئو کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ، بہادری کے جوہر دکھائے اور متواتر لڑائیاں لڑ کر قلعے میں گھرے ہوئے لوگوں کو اتنا مجبور کر دیا کہ شاہی فوجیں دوسری، سمتوں سے قلعوں میں داخل ہوگئیں ۔ جگت سنگھ فرار ہوگیا ۔ اس کے صلے میں ایک ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ بطور مدد عنایت ہوئے ، اس کے بعد راجا جگت سنگھ نے اپنی شرمندگی کا اظہار کیا اور بادشاہ نے اس کی خطاؤں کو معاف کر دیا ۔

خان مذکور [۶۴ے] شاہزادہ مراد بخش کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ چونکہ اسی سال بادشاہ ایران شاہ صفی کے قلعہ قندھار کے فتح کے ارادے سے آنے کی خبر مشہور ہوگئی تھی ، شاہزادہ دارا شکوہ کو اس کو دفع کرنے کا حکم ملا ۔ خان مذکور کو خلعت خاصہ ، جڑاؤ تلوار ، طلائی ساز و سامان کے ساتھ طویلہ خاصہ کے دو گھوڑے اور خاصہ کا ایک ہاتھی عنایت ہوا اور وہ شہزادے کے ہمراہیوں میں مقرر کیا گیا ۔

اسی دوران میں شاہ صفی کے مرنے کی خبر مشہور ہوگئی ۔ سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں پھر حاضر سرکار ہوا ۔ جس زمانے میں شاہجہاں

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہسٹری آف شاہجہاں از بنارسی پرشاد صفحہ ۹۳—۱۰۲ (ب)

بادشاہ نے اجمیر کا قصد کیا تو اس کو اکبرآباد کے انتظام کے لیے چھوڑ دیا ۔ بادشاہ کی واپسی کے بعد یہ کچھ دنوں حضور میں رہا اور اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اپنی جاگیر کو جانے کی اجازت پائی ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں طلبی کے مطابق روانہ ہؤا اور لاہور میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا ۔ اسی سال ۱۰۵۵ھ (۱۶۴۵ع) کے درمیان اس پر فالج کا اثر ہؤا ، دو مہینے تک صاحب فراش رہ کر فوت ہو گیا ۔ قدر شناس بادشاہ (شاہجہاں) کو اس کے مرنے کا افسوس ہؤا ۔

اس کے لڑکوں سید منصور خاں ، سید شیر زماں اور سید منور پر بادشاہ نے خاص مراعات فرمائیں ۔ آخر کے دونوں لڑکوں (شیر زماں اور منور) کو مظفر خاں اور لشکر خاں کا خطاب ملا اور ان میں سے ہر ایک کا حال اس کتاب میں لکھا گیا ہے ۔ [۷۶۵]

خان مذکور بزرگی ، کثرت جاہ اور سخاوت کے لیے ہمیشہ مشہور رہا اور اس نے تمام زندگی عزت سے گزاری ۔ اس کے ملازمین اچھی تنخواہیں پاتے تھے اور شاہی ملازمین میں سے ، جو کوئی اس سے توسل پیدا کرتا تھا ، وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرتا تھا اور اس کی جاگیر میں دیہات دے دیتا تھا ۔ وہ نہایت بردبار اور متواضع تھا ۔

کہتے ہیں کہ ایک دن شاہجہاں بادشاہ نے اس کو اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھانے میں شریک کر لیا ۔ اس کے بعد جب بادشاہ اٹھا تو سید خان جہاں نے دوڑ کر دونوں جوتے پیروں کے پاس رکھ دیے ۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا کہ تم کو اس اعلیٰ خطاب کی شرم کرنی چاہیے ۔ جو شخص کہ اس خطاب (خان جہاں) سے مخاطب ہوتا ہے ، (اس کے سامنے) امرا کی کیا حیثیت ہے تمام شہزادے اس کی نگاہ کے محتاج ہوتے ہیں اور وہ ایسا لاپرواہ ہوتا ہے کہ کسی سے بات نہیں کرتا ۔ اس نے عرض کیا کہ فدوی سرکار کا غلام ہے ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ پھر بھی تمام معاملات میں تورہ (چنگیزی) اور ضابطہ کا لحاظ رکھنا چاہیے ۔

کہتے ہیں کہ دنیوی معاملات میں کامیاب نہ تھا اپنے کارکنوں پر بھروسہ نہیں کرتا تھا ۔ اپنے ہم وطن خدمت گاروں کو زیادہ دوست رکھتا تھا ۔ ان کی بات اس کے نزدیک معتبر تھی ۔ ایک دن ایک عامل اس کی جاگیر کی مال گزاری کا پانچ ہزار روپیہ اپنے تصرف میں لے آیا ۔ ایک خدمت گار کی معرفت تین ہزار روپیہ کی اشرفیاں خان مذکور کے سامنے پیش کیں کہ یہ دیوان اور مستوفی کا حق ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کل میرے قتل کا حکم دے دیا جائے گا ۔ خان مذکور نے خوش ہو کر اشرفیاں لے لیں ، اس کے بعد اہل کاروں نے بہت کچھ عرض کیا کہ مال گزاری کا پانچ ہزار روپے اس کے ذمے باقی ہے ، لیکن اس نے قبول نہیں کیا [۷٦٦]

(۱۹۸)

خسرو سلطان

نذر محمد خان والی بلخ و بدخشان کا دوسرا لڑکا تھا ۔ جب ۱۰۵۱ھ (۱۶۴۱-۱ع) میں ماوراء النہر میں نذر محمد خان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا تو خان مذکور (نذر محمد خان) اپنے بڑے لڑکے عبدالعزیز خان کے اتفاق رائے سے بخارا میں نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ مسند نشین ریاست ہؤا اور شاہانہ معاملات استقلال کے ساتھ انجام کو پہنچائے ۔ ۱۰۵۵ھ (۱۶۴۵-۶ع) میں قرشی پہنچ کر ارگنج پر ، جس کا حاکم اسفند یار خان مر چکا تھا ، قبضہ کر لیا ۔ اس نے اوزبکوں سے ، کہ اس کا بڑا بھائی امام قلی خان ہر طرح سے ان کے ساتھ رعایت کیا کرتا تھا اور ماوراء النہر کا انتظام اور محصول کا وصول کرنا ، اسی قوم پر چھوڑ رکھا تھا ، خود (امام قلی خان) صرف اپنے خان کے نام سے خوش تھا ، اس زمانے کی آمدنی کا مطالبہ کیا ۔ وہ قوم ، جو آزاد اور مطلق العنان زندگی بسر کرتی تھی ، اس روپے سے رنجیدہ اور دل شکستہ ہو کر اس پر آمادہ ہوگئی کہ اس (نذر محمد خان) کو اس کے لڑکے کے ساتھ ختم کرا دیا جائے[۱] ۔ خان مذکور نے ان

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۴۳۵ وغیرہ (ب)

بداندیشوں کی یکتائی سے باخبر ہوکر بر بنائے مصلحت ان کے گروہ میں تفرقہ ڈال دیا ۔ ہر ایک کو ایک علیحدہ علیحدہ جگہ مقرر کر دیا ۔ سمرقند مع اس کے مضافات کے عبدالعزیز خاں کو دے دیا ۔ اور بیگ اوعلی کو اس کا اتالیق اور خسرو بیگ کو دیوان بیگی مقرر کیا ۔ اور تاشکند کو مع مفصلات کے اپنے تیسرے لڑکے بہرام کو دیا اور ناق بوز کو اس کا اتالیق مقرر کیا ۔ اور امام قلی خاں کے اتالیق نذر بے کو ، کہ جس پر اوزبکیوں کو بہت اعتبار تھا اور وہ اس کو فتنہ پردازوں کا سردار سمجھتا تھا ، بلخ کی حکومت سپرد کی، اور قندوز کو جو بدخشاں کا حاکم تھا [۷۶۰] خسرو سلطان مذکور کے سپرد کیا ۔ کہمرد کو مع اس کے مواضعات اور نوابع کے اور ہزار جات کو ، کہ جو عرصہ دراز سے یلنگتوش سے متعلق تھا ، بغیر کسی سابقہ قصور کے اس سے لے کر اپنے چوتھے لڑکے سبحان علی کو دے دیا اور نردی علی قطان کو اس کا اتالیق بنایا اور اکثر لوگوں کی جاگیر کو خالصہ میں ضبط کرکے ان کو نقدی دے دی اور اکثر قدیم مدد معاش اور معافیوں پر جعلی سندوں کا بہانہ بنا کر خود قابض ہوگیا ۔

چونکہ اس کی حکومت کا زمانہ ختم ہو چکا تھا اور اس کا اقبال بھی تنزل پذیر ہو رہا تھا اس لیے اس نے توران کے تمام سرداروں کو ، کہ وہاں کا ہر چھوٹا بڑا ان کا ارادت مند تھا ، معمولی باتوں پر رنجیدہ کر دیا اور اس بنا پر کہ جہاں کہیں چراگاہ ہوتی تھی ، اس کو اپنے چوپایوں کے لیے قرق کرکے دوسرے کو اجازت نہیں دیتا تھا ، تمام ملازمین متفقہ طور پر ناراض ہوگئے ۔ عبدالعزیز خاں جو اس کا فرزند رشید اور ولی عہد تھا ، اس نے بہت تدابیر کیں کہ وہ خود (نذر محمد خاں) ، امام قلی خاں کے طریقے پر بخارا کو دارالحکومت بنا کر بلخ کو مجھے دے دے ۔ چونکہ اس (نذر محمد) نے بلخ میں چالیس سال گزارے تھے اور وہاں کی آب و ہوا اس کو موافق آ چکی تھی ، لہٰذا اس جگہ سے دل ہٹانا نہایت دشوار تھا ۔ (نذر محمد خاں) نے لڑکے کو بھی اس کی خواہش پوری

نہ ہونے کی وجہ سے ناراض کر دیا ۔ اور (اس نے) بلخ کے سردار اور ممتاز لوگوں سے ، جنھوں نے ایک مدت دراز تک اطاعت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی تھی اور وہ لوگ احسانات اور مہربانیوں کے امیدوار تھے ، حقیقت ناشناسی کی بنا پر [۷۶۸] چشم پوشی کی اور یک بارگی اس نے حزم و احتیاط کو چھوڑ دیا ۔ جو کوئی ہمدردی کے طور پر دشمنوں کی جانب سے خفیہ اس سے کوئی بات کہتا تو وہ اپنی کم ظرفی کی بنا پر اس راز کو افشاں کرکے اس (مخبر) کو شرمندہ اور بے عزت کر دیتا ، یہاں تک کہ یک بارگی تمام توران اور تمام تورانی مخالف ہوگئے اور اپنی مخالفت کا اعلان کرکے ماوراء النہر کا خطبہ عبدالعزیز خاں کے نام پڑھوا دیا ، اور موقع کے منتظر المانیوں نے لوٹ مار شروع کر دی اور اکثر کارخانوں کو لوٹ لیا ۔

آخر کار نذر محمد خاں نے اپنے لڑکے (عبدالعزیز خاں) سے مصالحت کی تحریک کی ، اس طرح پر کہ ماوراء النہر کی حکومت پر وہ خود (نذر محمد خاں) قابض رہے اور بلخ و بدخشاں اس (عبدالعزیز خاں) کے لیے چھوڑ دے اور خود اس صلح کے بعد جنگ و پیکار سے مطمئن ہوگیا ۔ لیکن اوزبکوں کی دورنگی اور المانیوں کی سرکشی سے اسے ہر وقت جان و مال کا خطرہ رہتا تھا ۔ سیر و شکار کو ترک کرکے کچھ عرصے تک وہ بلخ کے قلعے میں خانہ نشیں رہا ۔ جہانگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد اور تخت و تاج کے وارث یعنی صاحب قران ثانی (شاہجہاں) کے جنیر میں (جو مضافات دکن میں ہے) بہت دور ہونے کی وجہ سے اس (نذر محمد خاں) نے میدان خالی سمجھا اور اپنی فتنہ انگیزی اور جوانی کے غرور کی وجہ سے ایک زبردست لشکر کابل کی فتح کے لیے روانہ کیا ۔ اگرچہ اسے کامیابی نہیں ہوئی اور فتح مند لشکر کے رعب سے وہ واپس لوٹ گیا ، لیکن شہر کے رہنے والوں اور گرد و نواح کی رعایا سے جو کچھ خالی ہاتھ اوزبکوں کو ملا ، انھوں نے لوٹا اور غارت کیا اور اس ملک کے رہنے والوں پر ظلم و ستم کے دروازے کھل گئے ، اس وقت سے شاہجہاں کے دل میں یہ بات آئی [۷۶۹]

کلوخ انداز را پاداش سنگ است

کے مطابق ایک زبردست فوج بلخ و بدخشاں پر بھیج کر اس موروثی ملک پر قبضہ کر لیں ۔ مہمات ملکی کی مشغولیت کی وجہ سے ارادۂ مذکور پر عمل نہ ہو سکا ۔ اس زمانے میں اس ملک میں خود بخود ابتری پھیل گئی اور بے دین المانیوں نے ظلم کی آگ بھڑکائی ، اہل اسلام کو قتل کرکے اور قیدی بنا کر اور اشراف و اخیار کی مستورات کی بے عزتی کرکے خود کو سزا کا مستحق بنایا ۔

شہزادہ مراد بخش[1] کو پچاس ہزار سواروں کے ساتھ اس ملک پر قبضہ کرنے اور اس الالانی گروہ کو سزا دینے کے لیے انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں نہایت عجلت کے ساتھ روانہ کیا ۔ جب شہزادہ درۂ طول سے گزر کر "مقام سرا"[2] میں مقیم ہوا تو اوزبک اور الماں ، جنھوں نے بدخشانات کے گاؤں اور دیہات کو لوٹ کر برباد کر دیا تھا اور خسرو سلطان کو پریشان کر رکھا تھا ، اس شاہانہ فتح مند لشکر کی شہرت سن کر نہایت تیزی سے فرار ہوگئے ۔ خسرو سلطان نے صلح کرنے میں مصلحت کی اور اس نے اپنے لڑکے بدیع سلطان ، دو ہزار اپنے خاص ملازمین اور ساکنان قندوز کے ساتھ ، کہ جو ظلم و جور اٹھائے ہوئے تھے ، شہزادے کے حضور میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا ۔ جب وہ اندراب کے نزدیک پہنچا ۔ امیرالامراء علی مردان خاں گھوڑے پر سوار ہو کر استقبال کے لیے آیا ۔ اس کے بعد جب وہ شہزادے کے خیمے میں داخل ہوا تو اس قاعدہ داں (علی مردان) نے حکم شاہی کے مطابق فرش تک جا کر معانقہ کیا [۷۷۰] اور اپنے ہمراہ لایا ۔ مسند کے نزدیک بٹھا کر ہر طرح سے اس کی پذیرائی اور دل جوئی کی ، طرح طرح کی نوازشیں اور پچاس ہزار روپیہ نقد عنایت

۱ - شہزادہ مرادکی بلخ کی مہم کے لیے ملاحظہ ہو ، ہسٹری آف شاہجہاں صفحہ ۱۹٦—۲۰۱ (ب)

۲ - یہ مقام "سیراب" ہونا چاہیے ملاحظہ ہو بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۵۱۷ (ب)

کرکے حضور میں روانہ کر دیا ۔

بادشاہ کے حضور سے رحمت خاں ولد صادق خاں ہندوستان کے ریشمی نادر اور بیش قیمت کپڑے ، ایک پالکی ، چاندی کی چوبوں اور مستورات کے واسطے مخملی غلافوں کی چار ڈولیاں اور مکمل دو خیمے لے کر چلا کہ اشیائے مذکور کو سلطان مذکور تک پہنچائے اور ہر جگہ اس کے ساتھ رہ کر بادشاہ کے حضور میں اسے پہنچائے ۔ بیسویں ربیع الآخر ۱۰۵۶ھ (۱۶۴۶ع) کو ، جب وہ کابل پہنچا تو مدارالمہام سعد اللہ خاں و میر جلال صدر الصدور نے استقبال کیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے ۔ اس نے قدم بوسی کی اجازت چاہی ۔ اس کو اجازت دی گئی ، اس کے بعد شاہجہاں بادشاہ نے از راہ قدر دانی اس کے سر کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اس کو بیٹھنے کا حکم دے کر اس کی عزت افزائی کی ۔ مختلف قسم کی عنایتیں اور نوازشیں فرمائیں ۔ پچاس ہزار روپیہ نقد انعام دیا ، چھ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب مرحمت فرمایا ۔ خاں دوراں بہادر کی حویلی کو اچھے فروش اور اسباب سے آراستہ کر کے اس کے لیے مقرر کر دیا ۔ اس کے لڑکے بدیع سلطان کے لیے ، جو اپنے باپ کے ہمراہ تھا ، بارہ ہزار روپیہ سالانہ مقرر فرمایا ۔

چونکہ خسرو سلطان افیون کھانے والا بوڑھا آدمی تھا اور ایک زمانۂ دراز تک اوزبکوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے اسے چین نہ ملا اور المانوں کے خوف و ہراس سے کبھی [۷۷۱] مطمئن نہ رہا ، یک بارگی بے غم اور بے فکر ہو کر خدا داد دولت سے ممتاز ہؤا اور اطمینان و سکون کے ساتھ زندگی سے لطف اندوز ہؤا ۔ نوکری کی کوئی فکر نہ تھی ، کبھی دارالسلطنت لاہور میں کبھی دہلی میں اور کبھی بادشاہ کے حضور میں رہتا تھا[1] ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو خافی خاں جلد اول صفحہ ۶۹۵

منصب سے سبکدوش کر کے ایک لاکھ روپیہ تنخواہ مقرر کر دی گئی۱
اس سال اس کے لڑکے بدیع سلطان کو ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کا منصب ملا اور شاہجہان کے آخری دور حکومت تک وہ دو ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب تک پہنچا ۔

(۱۹۹)

خواجہ عبدالہادی

صفدر خاں خواجہ قاسم کا بڑا لڑکا تھا ۔ شاہجہان بادشاہ کے ابتدائی زمانۂ سلطنت میں قصبہ سرونج میں اپنے باپ کی جاگیر پر رہتا تھا ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں جب خان جہان لودی ، دریا خاں روہیلہ کے ساتھ دکن سے مالوہ آ کر قصبہ مذکور میں پہنچا تو وہ اس مقام کے انتظام کرنے میں مشغول ہوا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی تک نو سو ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر پہنچا ، اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانچ سو ذات اور آٹھ سو سوار پر پہنچا ۔ تیئیسویں سال جلوس میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ دارا شکوہ کے ساتھ جو قلعہ قندھار کی فتح کے لیے مقرر ہوا تھا ۔ جانے کی اجازت ملی ۔ رخصت کے وقت اصل و اضافہ کے بعد اسے دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ، خلعت اور گھوڑا چاندی کی زین کے ساتھ ملا ۔

ستائیسوین سال جلوس شاہجہانی میں علم بھی عنایت ہوا [۷۷۲] تیسویں سال مطابق ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۶ع) میں (خواجہ عبدالہادی) فوت ہو گیا ۔ اس کا لڑکا خواجہ خاں تیسویں سال تک ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو خافی خاں جلد اول صفحہ ۷۱۶

(۲۰۰)
خوش حال بیگ کاشغری

شاہجہاں کے انیسویں سال جلوس میں ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سر فراز ہو کر[1] سلطان مراد بخش کے ساتھ بلخ و بدخشان کی فتح کے لیے روانہ ہؤا ۔ بلخ کی فتح اور شہزادہ مذکور کی ہندوستان کو واپسی کے بعد جملۃالملک سعداللہ خاں وہاں کے انتظام کے لیے مقرر ہؤا تو اس (جملۃالملک) کو دوسرے کاشغریوں کے ساتھ شیر پور اور سام چاریک کی نھانیداری پر مقرر کیا ۔

بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جملۃالملک کی تجویز کے مطابق منصب میں اضافہ ہؤا اور وہ ایک ہزار اور پانسو ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان محمد اورنگ زیب کے ساتھ قندھار کی جانب روانہ ہؤا ۔ چنانچہ رستم خاں و قلیج خاں کے ساتھ قزل باشوں کی جنگ میں استقلال کے ساتھ مردانگی دکھائی ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دو ہزاری ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پھر شہزادۂ مذکور کے ہمراہ مذکورہ مہم پر روانہ ہؤا ۔ اٹھائیسویں سال میں جملۃ الملک کے ساتھ چتور کے لیے روانہ ہؤا اور بہادری کا مظاہرہ کیا ۔ اس کے بعد خلیل خاں کے ساتھ سری نگر کے زمیندار کی سرکوبی کے لیے روانہ ہؤا ۔

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آخر میں مہا راجہ [۷۷۳] جسونت سنگھ کے ساتھ دکن کی فوج کا راستہ روکنے کی وجہ سے صوبہ مالوہ کی اجازت پا کر خوش اعتقادی کے ساتھ روانہ ہؤا ۔ (یہ اس وقت کی بات ہے) جب سلطان محمد اورنگ زیب بہادر کا ارادہ اپنے پدر

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو بادشاہنامہ جلد دوم صفحہ ۴۶۰

بزرگوار (شاہجہاں) کی عیادت کے لیے روانگی کا شہرہ ہؤا تھا ۔ اس کے بعد سمو گڑھ کی جنگ میں سلطان دارا شکوہ کے ساتھ تھا ، اس کے باقی حالات معلوم نہیں ہوئے ۔

(۲۰۱)

خواص خاں بختیار خاں دکنی

جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں شاہی ملازمین میں داخل ہؤا۔ شاہجہاں بادشاہ کے آٹھویں سال جلوس میں سردار خاں کی بجائے لکھی جنگل اور تھارہ کی فوج داری پر (خواص خاں) مقرر ہؤا ۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں ، جب بادشاہ پنجاب کے حدود میں پہنچا تو وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا ۔

چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے معزول کیا گیا اور صوبہ بہار کے مددگاروں میں مقرر ہؤا ۔ سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں ترہت ، مضاف صوبہ بہار کی فوج داری پر مقرر ہؤا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں خلعت اور گھوڑا عنایت ہؤا اور بدخشاں کی روانگی کا حکم ملا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور مندسور ، مضاف مالوہ کی فوج داری اور جاگیر داری پر مقرر ہؤا۔ تیئسویں سال جلوس شاہجہانی میں چونکہ مالوہ کی صوبے داری شاہ نواز خاں اور مندسور کی صوبے داری مرزا محمد پسر میر بدیع مشہدی کے ، جو خان مذکور کا داماد تھا ، سپرد ہوئی ، وہ وہاں سے تبدیل ہؤا ۔ اس کے بعد اس نے دکن کے مددگاروں میں داخل ہو کر گول کنڈہ کے محاصرے میں سلطان محمد اورنگ زیب بہادر کے ساتھ [۷۷۳] خدمات انجام دیں ، اس کے بعد جب شہزادہ مذکور (اورنگ زیب) تخت نشین ہؤا تو اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب اور ''خواص خاں'' کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔ جب عالمگیر بادشاہ کو مہاراجا جسونت سنگھ اور سلطنت کے شریکوں سے متواتر

لڑائیاں لڑنی پڑیں[1] تو (خواص خاں) بادشاہ کے ہمراہ رہا اور پھر صوبہ بہار، تعینات ہو کر اس جانب روانہ ہؤا ۔ جب جلوس شاہجہانی سے قبل قلعہ چنار سلطان شجاع کے نوکر سید ابو محمد کے قبضے سے لے لیا گیا تو وہ وہاں کے انتظام پر مقرر ہؤا ۔ دوسرے سال وہاں سے معزول ہو گیا ، اس کے حالات کے انجام کی کوئی اطلاع نہیں ہے ۔

(۲۰۲)

خلیل اللہ خاں

اصالت خاں میر بخشی کا چھوٹا بھائی تھا ۔ سیف خاں[2] کی لڑکی اور آصف خاں عین الدولہ کی نواسی حمیدہ بانو بیگم اس کے عقد میں تھی ۔ جہانگیر بادشاہ کے دور حکومت میں مہابت خاں کے غلبہ کے وقت وہ بھی آصف خاں کے ساتھ مہابت خاں کے ہاتھوں قید ہو گیا ۔ شاہجہاں کے جلوس کے تیسرے سال ''خاں'' کے خطاب سے ممتاز ہؤا ۔ اس کے بعد میر توزک کا عہدہ ملا ۔ چوتھے سال ۱۰۴۲ھ (۱۶۳۲ع) میں میر آتش کے عہدہ پر مقرر ہؤا ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں دو ہزاری منصب پایا ، اور قراول بیگی مقرر ہؤا ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سر فراز ہؤا اور قور بیگی کا عہدہ ملا ۔

انیسویں [۷۷۵] سال جلوس شاہجہانی میں شہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی تسخیر کے لیے روانہ ہؤا اور بائیں جانب کی فوج کی سرداری پر مقرر ہؤا ۔ شہزادے نے خلیل اللہ خاں کو چین قلیچ خاں اور مرزا نوذر صفوی کے ساتھ چاری کاراں سے آب درہ کے راستے قلعہ کہمرد اور غوری کی فتح کے لیے روانہ کیا ۔ خاں مذکور اپنی تیزی اور بہادری سے مرزا نوذر کے ہمراہ

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہسٹری آف اورنگ زیب جلد دوم صفحہ ۳۴۸—۵۱۲ (ب)

۲ ۔ ملاحظہ ہو مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۴۱۶—۴۲۱ و خافی خاں جلد اول صفحہ ۶۲۷ (ف)

ایک منزل آگے رہا - جب گندھک کی گھاٹی سے گزرا ، جو صوبہ کابل اور ولایت کھمرد کی سرحد پر ہے تو کچھ فوج کو نہایت تیزی کے ساتھ کھمرد کے پاس مقرر کر دیا ، اوزبک ان بہادروں کے پہنچنے ہی پریشان ہوکر قلعے سے باہر نکلے اور ہر ایک مختلف طرف چل دیا ۔ ان میں سے بعض نے پہلے دو بہادرانہ مقابلہ کیا ، اور آخر کار پناہ طلب کرکے قلعے کو سپرد کر دیا ۔

خلیل اللہ خان اس کے انتظام سے مطمئن ہوکر پھر مرزا نوذر کے ساتھ قلیج خان سے ایک منزل آگے رہا اور کھمرد کی طرح کچھ فوج کو غوری کی جانب روانہ کیا وہ لوگ غوری کے محافظ قبادبیر آخور سے ، کہ جو اس فوج منصور کو ہزارہ جات کے آدمی سمجھ کر قلعے سے نکل آیا ، مقابلے پر آ گئے ، وہ معمولی سی جنگ کے بعد فرار ہوگیا ۔ یہ چست و چالاک بہادر تعاقب کرتے ہوئے قلعے میں داخل ہوگئے ۔ قباد قلعے میں پناہ گزیں ہوگیا اور قول و قرار کے ساتھ خلیل اللہ خان سے ملاقات کی ۔ خان مذکور (خلیل اللہ خان) قلعے کو ، اہتمام خان کے سپرد کرکے خود قباد کے ساتھ شہزادے کے پاس پہنچا ۔

اس ملک پر اس دولت قاہرہ (سلطنت مغلیہ) کا قبضہ ہو جانے کے بعد شہر بلخ میں علامہ سعد اللہ خان کے اس علاقے کے انتظام کے لیے آ جانے کے بعد [۷۷٦] خلیل اللہ خان ، نذر محمد خان کے متعلقین کو ہمراہ لے کر بادشاہ کے حضور میں لایا۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شہزادہ منصور و مظفر محمد اورنگ زیب کے ہمراہ اس نے بلخ کی مہم کی اجازت پائی ، ضحاک کی منزل پر پہنچا تھا کہ بلخ سے اصالت خان (بڑے بھائی) کے انتقال کی اطلاع ملی ، وہ انتہائی محبت کی وجہ سے تارک الدنیا ہوکر گوشہ نشین ہوگیا ۔ باوجودیکہ بادشاہ نے ماتم پرسی کے لیے وہاں پہنچ کر تسکین آمیز گفتگو کی اور کہا کہ ایسی مہم میں خود کو بادشاہی کاموں سے علیحدہ رکھنا عقیدت و ارادت کے طریقے کے منافی ہے، خان مذکور نے اس کا اثر نہ لیا ۔ لہذا حکومت کی جانب سے منصب اور جاگیر ضبط

کر لی گئی -

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے شرمندگی اور پشیانی کا اظہار کیا - پھر بدستور سابق چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب ، شاہ بیگ خاں کی بجائے سواد کی جاگیر اور وہاں کی فوج داری عنایت ہوئی اور حکم ہوا کہ بغیر حاضر ہوئے لاہور سے اپنے علاقے پر روانہ ہو جائے -

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بخشی کا عہدہ سپرد ہوا - تئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جعفر خاں کی بجائے اس کو میر بخشی کا عہدہ دیا گیا - چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں (منصب میں) ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا - مکرمت خاں کے انتقال کے بعد شاہجہاں آباد کی صوبے داری پر روانہ ہوا - چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پانچ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب ملا اور علی مردان خاں امیرالامراء کے ساتھ [۷۷۷] کابل کے انتظام کے لیے ایک بڑی فوج کے ساتھ مقرر ہوا - (کابل) کا نظم و نسق شہزادہ دارا شکوہ اور اس کے لڑکے سے متعلق تھا اور شہزادہ اس سال قندھار کے محاصرے کے لیے روانہ ہوگیا -

اس کے بعد سری نگر کا زمیندار کہ ، جو (سری نگر) دارالخلافے کے شمال میں کوہستان ہے ، وہاں کی دشواریوں اور کوہستان کی تنگی کی وجہ سے شاہجہاں کی تخت نشینی کے بعد سے حاضر دربار نہیں ہوا تھا اور مغرور ہوگیا تھا - خلیل اللہ خاں اس خودسر کی سرکوبی کے لیے مقرر ہوا اور حکم ہوا کہ پہلے اپنی جاگیر کو جائے ، وہاں کا انتظام کرکے ادھر توجہ کرے ، وہ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اپنے علاقے سے دارالخلافے میں آیا ، ماہ صفر ۱۰۶۵ھ (دسمبر ۱۶۵۴ء) میں آٹھ ہزار بہادر سواروں کے ہمراہ (خلیل اللہ خاں) اس سفر پر روانہ ہوگیا - سرمور کا زمیندار ، کہ جو دارالخلافے کے شمال میں پہاڑ پر واقع ہے اور وہاں سے برف شاہجہاں آباد لاتے ہیں ، خلیل اللہ خاں سے ملا اور مدد کے لیے تیار ہوا - جب وہ دون میں پہنچا ، کہ جو سری نگر سے باہر تیس کوس لمبا اور

پانچ کوس چوڑا ایک جنگل ہے کہ ، لمبائی میں جس کا ایک سرا جمنا سے اور دوسرا سرا گنگا سے ملتا ہے اور اس کے اطراف میں گاؤں اور بستیاں آباد ہیں ، اس نے کھیلا گھر سے تھانے قائم کرنے شروع کیے - گنگا کے کنارے تک جہاں مناسب سمجھا ، کچے قلعے تعمیر کرائے - کچھ لوگوں کو ان کی حفاظت کے لیے مقرر کیا - جب دریائے گنگا کے کنارے پر پہنچا کہ جس کو عبور کرکے پہاڑی علاقے میں [۷۷۸] داخل ہوتے ہیں ، پھر فوج کو عبور کرا کے اس تھانہ چاندنی پر ، کہ جو سری نگر کے مضافات میں دون اور کھیلا گھر سے علاحدہ ہے ، قبضہ کر لیا ، کماہوں کا زمیندار بہادرچند خدمت کے ارادے سے لشکر میں آیا ، چونکہ برسات نزدیک پہنچ چکی تھی اس علاقے کی مہم کا موسم اور پہاڑی علاقے میں داخلے کا زمانہ گزر چکا تھا ، اس لیے اس پر قبضہ کرنے میں کوئی مصلحت نہیں تھی - اس مقام کی آب و ہوا وہاں کے رہنے والوں کے سوائے ، کہ جو دیوزاد یا درندوں کی طرح ہیں ، کسی کے موافق نہیں ہے - خلیل اللہ خاں نے حکم شاہی کے مطابق پہاڑی مہم کو موقوف رکھا - دون کو ، کہ جس کی آمدنی ، آبادی کے وقت ایک لاکھ پچاس ہزار روپے تھی کہ بارہ مہینے کے ساٹھ لاکھ دام ہوتے ہیں ، وطن کے طریقے پر چتر بھوج چوہان کی جاگیر میں دے دیا - چتر بھوج ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب رکھتا تھا - تھانہ چاندنی کو ہردوار کے کروڑی[1] کو سپرد کرکے سرکار میں واپس آگیا اور پھر دو اسپہ سہ اسپہ سواروں کے اضافے سے سرفراز ہوا -

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہجہاں کی اچانک علالت کے بعد معاملات نے دوسرا رخ اختیار کیا اور نقل مکانی لازم ہوگیا - ماہ محرم ۱۰۶۸ھ میں دارالخلافہ (دہلی) سے مستقر الخلافہ (آگرہ) کی طرف روانہ ہوا - خان مذکور شاہجہاں آباد کے انتظام کے لیے مقرر ہوا - جب

---

۱ - ہردوار کا کروڑی ناگر داس تھا ملاحظہ ہو ایلیٹ جلد ہفتم صفحہ ۱۰۷ (ب)

شاہجہاں کے آخری زمانے میں دارا شکوہ نے محمد امین خاں میر بخشی کو کسی اتہام میں نظر بند کیا ۔ تو وہ خدمت اعالی (میر بخشی کا عہدہ) خان مذکور کے سپرد ہؤا ۔ اس کے بعد جب دارا شکوہ نے عالم گیری مقابلے کا [۷۷۹] پختہ ارادہ کیا تو اس کو نہایت معتمد اور بہت وفادار ہونے کی وجہ سے ، کہ اس سردار پر بادشاہ کو بھی بھروسہ تھا ، فوج جرار کے ساتھ اکبر آباد سے ہراول کی خدمت پر دھول پور روانہ کیا ۔ لڑائی کے بعد وہ تمام تورانیوں اور بادشاہی سرداروں کے ساتھ فوج کی داہنی طرف کی سرداری پر مقرر تھا ۔ چونکہ خفیہ طور سے (عالم گیر) سے عہد و پیمان کر چکا تھا ، اس لیے گھمسان کی لڑائی کے وقت پندرہ ہزار تیغ زن اور نیزہ باز سواروں کے ہمراہ اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی ، صرف اورنگ لشکر نے ، جو اس کے ہمراہ تھا ، مدافعت کے لیے تلوار چلائی ، دارا شکوہ کی شکست کے بعد جب عالم گیر ، اکبر آباد پہنچا تو فاضل خاں خانساماں نے دوبارہ شاہجہاں کی طرف سے ملاقات کی تحریک کی ۔ عالمگیر نے اس کی گفتگو کو سنا ۔ اس کے بعد غرض مند اور مصلحت کیش لوگوں کی تحریک سے (عالم گیر نے) والد بزرگوار (شاہجہاں) کی قدم بوسی سے انکار کر دیا ۔ شاہجہاں نے خلیل اللہ خاں کو فاضل خاں کے ہمراہ پیغامبر بنا کر بھیجا ۔ خان مذکور ، پچھلے تعلقات کی بنا پر فاضل خاں سے پہلے (عالم گیر کے پاس) خلوت میں پہنچا ۔ اور اصل مطلب کے خلاف ایسی باتیں کیں کہ شاہی (عالم گیری) وحشت اور کوفت سوگنی ہوگئی ۔ (عالم گیر نے) خلیل اللہ خاں کو اپنے پاس روک کر فاضل خاں کو نا امید واپس کر دیا ۔ اگرچہ سابق دستور کے مطابق محمد امین خاں کی میر بخشی گری بحال رکھی لیکن عمدۃ الملک خلیل اللہ خاں کو چھ ہزاری ذات [۷۸۰] اور چھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز فرمایا[۱]۔

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہسٹری آف اورنگ زیب جلد دوم صفحہ ۳۹۹

اور اغر آباد[1] دہلی سے فتح مند لشکر کی سرداری پر مقرر کر کے دارا شکوہ کے تعاقب کے لیے روانہ کیا ۔ خان مذکور نے بہادر خان کوکا کے ہمراہ سلطان تک کہیں گھوڑے کی لگام نہیں روکی اور اسی زمانے ۱۰۶۹ھ (۱۶۵۸ع) کے ابتدا میں خلیل اللہ خاں ، پنجاب کی صوبے داری پر ممتاز ہوا ۔

چوتھے سال جلوس عالم گیری میں لاہور میں وہ بیمار ہوگیا چونکہ اس کی علالت نے طول پکڑا لہذا دارالخلافے آ گیا ۔ کمزوری زیادہ ہونے کی وجہ سے دربار میں حاضر نہ ہوسکا اور اپنے مکان پر جا کر اترا ۔ بادشاہ کے حکم سے مقرب خاں اور دوسرے شاہی حکما اس کے علاج کی طرف متوجہ ہوئے ۔ چونکہ مرض کو زیادہ عرصہ ہوگیا تھا اس لیے اعضاء میں کمزوری حد کمال کو پہنچ گئی تھی ۔ معمولی سی تکلیف ، جو غذا کی بے احتیاطی سے پیدا ہوئی ، اس کا بھی علاج نہ ہو سکا ۔ دوسری رجب ۱۰۷۲ھ (۲۱ فروری ۱۶۶۲ع) کو فوت ہوگیا ۔

عالم گیر بادشاہ نے از راہ قدر شناسی آں مرحوم (خلیل اللہ خاں) کے پس ماندگان پر نوازشیں کیں ۔ طرح طرح سے تسلی اور دل جوئی فرمائی ۔ اس کے لڑکوں ، میر خاں ، روح اللہ خاں ، عزیز اللہ خاں ، اس کے بھیجوں افتخار خاں ، ملتفت خاں ، بہاؤ الدین اور اس کے داماد سیف اللہ صفوی کو فاخرہ خلعتیں مرحمت کیں اور ماتم کی کیفیت ان سے دور کی ۔ اس کی بیوی اور لڑکی کے لیے پچاس ہزار روپے سالانہ مقرر کیے ۔ اس کے لڑکوں [۷۸۱] اور داماد کے مناصب میں اضافہ فرما کر شاہی نوازشیں کیں ۔

خلیل اللہ خاں اعلیٰ حسب و نسب کے ساتھ اس حکومت عالیہ کا پرانا خدمت گزار تھا ۔ اس نے اپنی عمر کا آخری زمانہ بادشاہ وقت

---

۱ ۔ خافی خاں (جلد دوم صفحہ ۳۹) کہتا ہے کہ اغر آباد کو اب باغ شالا مار کہتے ہیں (ب)

(عالم‌گیر) کی خیر خواہی اور بہی خواہی میں گزارا ۔ اس وجہ سے اس کے لڑکوں میں سے ہر ایک کامیاب و کامران ہو کر مشہور ہؤا ۔

کہتے ہیں کہ خلیل اللہ خاں اپنے بڑے بھائی اصالت خاں کی بہ نسبت سخت مزاج اور بد زبان تھا ۔ جب دونوں بھائی شاہ شجاع کے ہمراہ پرینده کی مہم پر مقرر ہوئے تو مہابت خاں سپہ سالار جتنا کہ اصالت خاں سے خوش اور رضا مند تھا ، اتنا ہی خلیل اللہ خاں سے رنجیدہ اور شاکی تھا اور آصف خاں بھی اس کی بد مزاجی کی وجہ سے ہمیشہ اس سے دل گرفتہ رہا ۔

(۲۰۳)

خان دوراں

خان دوراں نصرت جنگ کا منجھلا لڑکا سید محمود ہے ۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ اقبال کی مدد اور اچھی خدمات کی بدولت مرتبہ اور منصب کی کوشش میں وہ اپنے بڑے بھائی سید محمد سے سبقت لے گیا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دو ہزاری منصب پر پہنچا ۔ قندھار کی جنگ میں وہ شہزادہ محمد اورنگ زیب کے ہمراہ تھا ۔ تیئسویں سال جلوس شاہجہانی میں سعد اللہ خاں کی ہمراہی میں اس کے واپس ہوتے وقت کہ جب اس نے دربار شاہی میں پہنچنے کی عجلت کی تھی ، وہ بھی حاضر حضور ہؤا اور اپنے باپ کے سابقہ خطاب "نصیر خاں" سے [۷۸۲] سے ممتاز ہؤا ۔ اس کے بعد مالوہ کی تعیناتی (فوجی مدد) اور رائے سین کی قلعہ داری اور جاگیر داری اس کے سپرد ہوئی ۔

تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں صوبے دار مالوہ کے ساتھ جو اس طرف کے تمام فوجی مدد گاروں کے ساتھ شہزادہ محمد اورنگ زیب ناظم دکن کی جانب سے عبداللہ قطب شاہ کے تعاقب کے لیے مقرر ہؤا

تھا[1] ، اس جانب گیا ۔ اس مہم کے بعد ، جو نہایت خوش اسلوبی سے انجام کو پہنچی ، اپنے مکان کو واپس ہوا ، اور اسی سال پھر شاہی حکم کے مطابق دکن پہنچ کر شہزادہ مذکور کے ساتھ عادل شاہیوں کے ملک کو نیست و نابود کرنے میں بہادری کے جوہر دکھائے ۔

جب سیوا اور مناجی بھونسلہ ، بیجاپوریوں کے اشارے سے احمد نگر کے قرب و جوار میں شر انگیزی کرنے لگے اور کچھ علاقے کو برباد کر دیا تو نصیری خان تین ہزار سواروں کو لے کر امرا کی ایک جماعت مثلاً کار طلب خان و ایرج خان کے ساتھ اس طرف کو روانہ ہوا ، اس نے جرأت کا مظاہرہ کیا اور سیوا کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا ۔ پانڈیہ پیر گاؤں کو اپنی قیام گاہ بنایا کہ ان شریروں سے شاہی محالات کو کوئی نقصان نہ پہنچے ۔

بیدر اور کلیان کے قلعوں کی فتح کے بعد ہر ایک مددگار امیر کی جد و جہد کا حال بادشاہزادے کی تحریر کے مطابق شاہجہان کے حضور میں پہنچا ۔ بادشاہ کی نوازش سے ہر ایک اپنے مرتبے کے مطابق اضافہ منصب سے سرفراز ہوا ۔ خان مذکور نے بھی تین ہزار ذات اور دو ہزار سوار کا منصب پایا ۔ [۷۸۳]

جب متواتر لڑائیوں میں اس سے اچھی خدمات اور بندگی کا اظہار ہوا تو شہزادے نے بہت مہربانیاں کیں ۔ اس کی عقیدت خلوص پر مبنی تھی ۔ اس کی ارادت سے آپس میں یک جہتی پیدا ہوئی ۔ راجا جسونت سنگھ کی لڑائی کے بعد جب ظفر مند شہزادے کا لشکر گوالیار کے نواح میں پہنچا تو نصیری خان شہزادے کے حکم کے مطابق قلعہ رائے سین سے عالمگیر کے حضور میں پہنچا اور ''خان دوراں'' کے اعلیٰ خطاب سے سرفراز ہوا ۔

وہ دارا شکوہ کی لڑائی میں میسرہ (بائیں جانب) کی فوج کا سردار مقرر ہوا ، فتح کے بعد پنج ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ہسٹری آف اورنگ زیب جلد اول صفحہ ۲۰۹—۲۱۷ (ب)

مائز ہؤا ، جن میں دو اسپہ سہ اسپہ سوار تھے ۔

وہ تھوڑے سے شاہی لشکر کے ساتھ صوبہ الہ آباد کے انتظام اور قلعہ مذکور کی فتح کے لیے مقرر ہؤا ۔ یہ قلعہ جو اپنے استحکام اور مضبوطی میں اس زمانے میں مشہور تھا اور دارا شکوہ کی طرف سے سید قاسم بارہہ اس نواح کا حاکم تھا ۔ دارا شکوہ کے فرار ہونے کی اطلاع کے باوجود اس کا ہوا خواہ رہا اور اطاعت کا خیال کر کے اس قلعے کو مضبوط کیا ۔ خان مذکور بہادری کی وجہ سے نہایت مستعدی سے روانہ ہؤا اور اس (قلعہ) کا محاصرہ کر لیا ۔ جب شجاع جنگ و بیکار کے ارادے سے بنارس سے الہ آباد پہنچا تو پھر خان دوراں قلعے کے محاصرے کو چھوڑ کر شہزادہ سلطان محمد سے جا ملا جو ہراول کے طریقے پر قلعے کے نزدیک پہنچ گیا تھا ۔ جب شجاع نے شان و شوکت کا ساز و سامان غارت کر دیا تو ایک فوج محمد سلطان کی ماتحتی میں [۷۸۰] اس آوارہ گرد کے تعاقب کے لیے مقرر ہوئی ۔ خان دوراں بھی شہزادے کا مدد گار تھا ۔

اس زمانے میں الہ آباد کا قلعہ دار سید قاسم بارہہ ، دارا شکوہ کی تحریر کے مطابق شجاع کے لشکر میں شامل ہو گیا ۔ اس (شجاع) کے شکست پانے کے بعد[1] اپنی تجربہ کاری سے یلغار کرتا ہؤا شجاع سے پہلے قلعہ (الہ آباد) میں داخل ہو گیا اور اپنی دور اندیشی سے اس بد بخت (شجاع) کو قلعے پر قبضہ نہیں کرنے دیا اور عاقبت اندیشی سے بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی ۔ سلطان محمد کے الہ آباد کے قریب پہنچنے کے بعد ، اس (قاسم بارہہ) نے خان دوراں سے درخواست کی ، اس لیے کہ اس سے پہلے وہاں کی حکومت اس (خان دوراں) کو ملی تھی اور اس نے محاصرہ کیا ہؤا تھا اور اس کو اپنی خطاؤں کی معافی کا ذریعہ بنایا ۔ خان مذکور نے حکم شاہی کے مطابق اس پر شاہانہ نوازش کا اظہار کر کے قلعے پر قبضہ کر لیا اور اس صوبے کے انتظام اور حکومت میں مصروف ہو گیا ۔

---

۱ ۔ جنگ کھجوہ ۱۴ جنوری ۱۶۵۹ع کو ہوئی ۔

دوسرے سال جلوس عالمگیری میں جب اس علاقے کی صوبے داری بہادر خاں کوکہ کے سپرد ہوئی تو خان دوراں فرمان شاہی کے مطابق اڑیسہ کی صوبے داری پر مقرر ہو کر اس طرف روانہ ہؤا ۔ مدت دراز تک اس دور و دراز علاقے میں رہا ۔ دسویں سال جلوس عالمگیری ۱۰۷۷ھ (۱۶۶۷ع) میں اپنی طبعی مدت سے وہ وہاں فوت ہؤا ۔

(۲۰۳)

خان زماں

اعظم خاں جہانگیری کا دوسرا لڑکا اور [۷۸۵] یمین الدولہ آصف خاں خان خاناں سپہ سالار کا داماد سیر خلیل ہے ۔ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ کارہائے نمایاں اور بہادری کے کارنامے انجام دیے ، وہ اپنے باپ کا میر شمشیر اور مختار کار تھا ۔ جون پور کی حکومت کے زمانے میں ، کہ جو اعظم خاں سے متعلق تھی ، فتنہ انگیزوں اور سرکشوں کی اس درجہ بیخ کنی کی کہ اس علاقے میں مفسد کا نام و نشان تک نہ رہا ۔ جس جگہ ان کا مستحکم قلعہ سنا تو اس کو تدبیر یا دلیری و بہادری سے منہدم کرا دیا ۔

اکثر چھوٹے قلعے ، جن میں بندوق اور توپیں نہیں اور سابق حکام نے ان کے فتح کرنے میں بہت دن لگائے تھے ، اس نے تھوڑے ہی دنوں میں (ان قلعوں کو) جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور نشان تک نہ رکھا جب اس کے باپ کا انتقال ہوگیا[۱] تو بادشاہ کی طرف سے ایک ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔

کہتے ہیں کہ نارنول کی فوج داری کے زمانے میں ، کہ جو دارالخلافے کے نزدیک سرکشوں کا مرکز تھا ، بہادرانہ کارنامے انجام دے کر شجاعت و مردانگی میں نام پیدا کیا اور اس قصبے کے باہر

---

۱ - ۱۰۵۸ھ مطابق (۱۶۴۸ع) میں فوت ہؤا ۔ ملاحظہ ہو حاشی خاں جلد اول صفحہ ۶۸۵

"خلیل ساگر" ایک تالاب بنوایا کہ جس کے سامنے شاہ قلی محرم کا تالاب، کہ جو وہاں چالیس سال سے جاگیر دار تھا، ہیچ ہو گیا۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہؤا اور وہ اپنے بڑے بھائی ملتفت خاں کے ساتھ دکن پر مقرر ہؤا۔

اسی سال وہاں کے ناظم شائستہ خاں کی درخواست کے مطابق کل دکن کے توپ خانہ کی داروغگی اس کے سپرد ہوئی، اس کارخانہ کا جیسا بندوبست اس نے کیا ایسا صوبے داروں سے بھی نہیں ہؤا تھا۔ سب قلعوں کو خود دیکھا اور کم و بیش ہر قلعہ کا معائنہ کر کے [۷۸٦] موقع کے مطابق غلہ، سیسہ اور بارود وہاں جمع کرائی اور تمام پرانے کارگزاروں اور سپاہیوں کا جائزہ لیا کہ جو کارسازی اور رشوت سے یا معاوضہ یا بلا معاوضہ حجابت اور رعایت کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے، تین گز لمبی اور چوڑی دیوار کو نشانہ قرار دے کر چالیس قدم کے فاصلے سے ہر بندوقچی کا تین مرتبہ امتحان لیا۔ جس کسی کا تیر ایک مرتبہ میں نشانہ پر نہیں پہنچا، اس کو بر طرف کر دیا۔ کچھ بوڑھوں اور کمزوروں کی تنخواہ کم کر کے ان کی پرورش کی۔ اس طرح ایک مہینہ پندرہ روز میں بادشاہی خزانے کا پچاس ہزار روپیہ بچایا۔ اپنی دیانتداری، کفایت شعاری، تجربہ کاری اور معاملہ فہمی دنیا پر روشن کر دی۔

ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سر فراز ہؤا اور "مفتخر خاں" کا خطاب ملا۔ عرب خاں مرحوم کے انتقال کے بعد فتح آباد اور دھارور کی قلعہ داری سپرد ہوئی۔ چونکہ دکن کے قیام کے زمانے میں اس نے اپنی بندگی اور خدمت سے یک جہتی، اتفاق اور اخلاص کا اثر بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب کے دل نشین کر دیا کہ جو دکن کا مختار کل تھا حکومت کی بد نظمی اور خرابی کے زمانے میں جب شہزادے نے وقت کی مناسبت سے مستقر الخلافہ اکبر آباد کا رخ کیا تو اس نے با ہمت طریقے

پر شہزادے کی ہمراہی اختیار کی ۔ جب برہان پور پہنچا تو ایک ہزار ذات اور ایک ہزار سوار کے اضافے کے بعد اس کا تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ہوگیا ، [۷۸۷] اور اسے میر بخشی کا عہدہ اور "سپہ دار خاں" کا خطاب ملا ۔ جسونت کی لڑائی کے بعد "خان زماں" کا خطاب اور علم و نقارہ عنایت ہوا ۔ دارا شکوہ کی شکست اور عالم گیر کی فتح کے بعد میر بخشی کا عہدہ محمد امین خاں ولد محمد معظم خاں ، کو دوبارہ مل گیا ۔ خان زماں کو دکن کی مصلحتوں کی بنا پر ، اس کے منصب میں ایک ہزار کا اضافہ کر کے اسے چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز کیا ۔ اور ظفر آباد بیدر کو روانہ کیا جس نے حال ہی میں شاہ جہاں ستان عالمگیر کا قبضہ ہوا تھا ۔ اس کے بعد احمد نگر کے انتظام پر مقرر ہوا ۔

نویں سال جلوس عالم گیری میں داؤد خاں قریشی کی بجائے خان دیس کی صوبے داری پر مقرر ہوا ۔ اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری میں پانچ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور اسے برار کی صوبے داری سپرد ہوئی ۔ بیسویں سال جلوس عالم گیری میں صوبہ ظفر آباد بیدر کا انتظام اور قلعہ مذکور کی حفاظت سپرد ہوئی[1] ۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں شاہ عالم کے ساتھ دکن سے اجمیر پہنچ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ، کچھ دنوں شاہزادہ (شاہ عالم) کے ہمراہ اکبر باغی کے تعاقب اور گمراہ (باغی) راجپوتوں کی سرکوبی میں مشغول رہا ۔ پھر اسی سال ایرج خاں کی بجائے دوبارہ برہان پور کی صوبے داری پر مقرر ہوا اور اس کے منصب میں ایک ہزار سواروں کا اضافہ ہوا ۔

اتفاق سے اسی سال ۱۰۹۱ھ (۱۶۸۰ع) میں [۷۸۸] خان مذکور (خان زماں) کے آنے سے پہلے سنبھا سوائی (برہان پور سے) ۳۵ کوس کے فاصلے پر رات کو ٹھہر گیا[2] اور اس نے اچانک برہان پور سے دو کوس

---

۱ - مآثر عالم گیری صفحہ ۲۰۹ (ب)

۲ - خافی خاں (جلد دوم صفحہ ۲۷۲) کے مطابق تئیسویں سال جلوس عالم گیری کا واقعہ ہے (ب)

کے فاصلے پر بہادر پورہ پر حملہ کر دیا اور مسلمانوں اور ہندوؤں کے مال و ناموس پر دست تصرف دراز کیا ۔ کچھ لوگوں کو اپنے اہل و عیال کے لیے جوہر کرنے کا موقع مل گیا اور بہت سے لوگ ان (اہل و عیال) کا ہاتھ پکڑ کر بے سروپا بھاگ کھڑے ہوئے ۔

خان زماں کا نائب کاکر خاں افغان ، جو سہر کا منتظم تھا ، بہت مشکل سے اس ظالم کے ہاتھوں سے شہر کو بچا سکا ۔ جب اس شہر کے علما و فضلا نے نماز جمعہ کو ترک کرکے کفار کے مظالم کے متعلق محضر ، کہ جنہوں نے مسلمانوں کے ناموس و مال کو تاراج کیا تھا ، بادشاہ کے حضور میں بھیجا تو (عالم گیر نے) اجمیر سے دکن کا ارادہ کیا ۔ پچیسویں سال جلوس عالم گیری کے بارھویں ذی قعدہ کو شاہی لشکر برہان پور پہنچ گیا ، وہاں کے ناظم خاں زماں نے حاضر ہو کر شاہی قدم بوسی حاصل کی ۔

جب اسی سال یکم ربیع الاول ۱۰۹۲ھ (فروری ۱۶۸۲ع) کو بادشاہ نے اورنگ آباد کا رخ کیا تو شاہزادے محمد معزالدین ، برہان پور میں قیام کے لیے مامور کیا گیا ۔ وہ بہادر پور سے روانہ ہوگیا ۔ خان زماں شہزادہ مذکور کی خدمت میں مقرر ہؤا اور انہیں دنوں میں ممتاز خاں کی بجائے صوبہ مالوہ کے انتظام کے لیے روانہ ہؤا - ستائیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۹۵ھ (۱۶۸۴ع) کے آخر میں [۷۸۹] اسی مقام پر اس کا انتقال ہوگیا ۔

وہ ہر علم سے واقف اور خوش نویسی میں مشہور تھا ، انشا پرداز ، درست سلیقہ ، دانش ور اور معاملہ فہم تھا ۔ وہ معاملات کے انجام دینے میں کسی غیر کی رائے کا محتاج نہ تھا ۔ خوش وضع ، پسندیدہ اطوار اور مردم شناس تھا ۔ اس نے اچھے اچھے لوگوں کو جمع کر لیا تھا ۔ اس کے زمانے کے اندازے پر نشانہ لگانے والے بندوقچی کہ ، جو اندھیری رات میں سانپ کی آنکھ پر تیر مار سکتے تھے ، خاص طور سے دنیا میں مشہور ہیں ۔

وہ فن موسیقی میں خوب مہارت رکھتا تھا اور دنیوی کاموں میں ہمیشہ منہمک رہنے کے باوجود راگ راگنی کا شیفتہ اور شوقین تھا ۔ خوش آواز حسین عورتیں اور ناز و ادا والی گانے والیاں اس کے گھر میں تھیں ۔ مشہور زین آبادی[1] ، کہ جو عالمگیر بادشاہ کی شاہزادگی کے زمانے کی محبوبہ اور چہیتی تھی ، اس زمرہ سے تھی ، کہتے ہیں کہ وہ اسی کی مدخولہ تھی ۔

ایک روز شاہزادہ برہان پور میں زین آباد ، کے عالم آرا باغ میں ، کہ جو آہو خانہ مشہور تھا ، اہل محل کے ساتھ تشریف رکھتا تھا اور وہ نرم الفت کے مخصوص اراکین کے ساتھ گل گشت خرام تھا ۔ زین آبادی ، کہ جو نغمہ سنجی میں بے مثال اور شیوۂ دل بری میں یکتا تھی ، وہ خان زماں کی بیوی کے ساتھ ، کہ جو شہزادے کی خالہ تھی ، آئی ۔ اس نے چہل قدمی کے وقت آم کے پھل دار درخت کو دیکھ کر شوخی و شرارت سے آگے بڑھ کر جست لگائی اور اس (درخت) سے آم توڑ لیا اور شاہزادہ (اورنگ زیب) کے آداب کا خیال بھی نہیں کیا ۔ یہ انداز ، جو سرا سر دل بری اور دل ربائی کا انداز تھا ، اس نے شہزادے کو از خود رفتہ کر دیا ، وہ ہوش اور [۷۰۹] نارسائی کو ہار بیٹھا ۔

فرد

عجب گیرندہ دامے بود در عاشق ربائیہا
نگاہ آشنائی یار بیش از آشنائیہا

شہزادہ (اورنگ زیب) اپنی خالہ مکرمہ سے بہت اصرار اور خوشامد کرکے اس کو لے آیا اور باوجود زہد و تقویٰ اور فقیہ ہونے کے اس کا ایسا عاشق اور شیدا ہوا کہ شراب کا پیالہ اپنے ہاتھ سے بھر کر اس کو دیتا

---

۱ - زین آبادی کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو ہسٹری آف اورنگ زیب جلد اول صفحہ ۵۶—۵۸ نیز منوچی جلد اول صفحہ ۲۳۱ (ب)

تھا ، کہتے ہیں کہ ایک دن اس نے بھی شراب کا پیالہ شہزادے کے ہاتھ میں دیا اور اس کو پینے پر مجبور کیا ۔ شہزادے نے ہر چند عاجزی اور معذرت کی لیکن اس نے نہ مانا ۔ شہزادے نے مجبور ہو کر چاہا کہ پی لے کہ اس جادو طراز عیارہ نے خود شہزادے کے ہاتھ سے پیالہ چھین لیا اور کہا کہ مجھے صرف محبت کا امتحان لینا تھا نہ کہ اس شوریدہ پانی سے آپ کے منہ کو کڑوا کرنا تھا ۔

یہ عشق بازی اس درجے پر پہنچ گئی کہ شاہجہاں بادشاہ کو بھی اطلاع ہوگئی ۔ دارا شکوہ نے جو اورنگ زیب سے دلی بغض رکھتا تھا ، یہ حکایت بد گوئی اور نکتہ چینی کے ساتھ بادشاہ کو سنائی کہ وہ مکار ، ریا کار کیسا زاہد و متقی تھا کہ جس نے اپنی خالہ کی ایک کنیز کے لیے اپنے کو برباد کر دیا ۔

اتفاق سے عین بہار زندگی میں اس کی زندگی کا پھول مرجھا گیا اور (اس نے) شہزادے کو ابدی ہجر کے داغ میں مبتلا کر دیا ۔ اس کا مقبرہ تالاب کلاں کے نزدیک اورنگ آباد میں ہے ۔ چونکہ محبوب کا ناپید ہونا مردوں کو بے حال کر دیتا ہے ، اس کی وفات کے روز شہزادے کی عجیب حالت ہوگئی ۔ صدمے کی زیادتی سے شکار کی جانب توجہ فرمائی ، میر عسکری عاقل خاں ہمراہ تھا ۔ تنہائی پا کر اس نے عرض [۷۹۱] کیا کہ اس حالت میں شکار کی جانب متوجہ ہونا بہتر ہوگا ، شہزادے نے جواب میں یہ شعر پڑھا ۔

بیت

نالہائے خانگی دل را تسلی بخش نیست
در بیاباں می تواں فریاد خاطر خواہ کرد

عاقل خاں نے موقع کی مناسبت سے یہ شعر جواب میں پڑھا :

بیت

عشق چہ آساں نمود آہ چہ دشوار بود
ہجر چہ دشوار بود یار چہ آساں گرفت

شہزادہ بے اختیار رونے لگا اور اس شعر کو یاد کر لیا ۔

خان زماں نے برار کی صوبے داری کے زمانے میں موضع ہرم میں ، کہ جو ایلچ پور سے تین کوس کے فاصلے پر اس صوبے کا صدر مقام تھا ، قیام کرکے اس کا نام خان زماں نگر رکھ دیا اور شان دار عمارتیں بنوائیں ۔ اب تک ان کی علامتیں باقی ہیں ۔ برہان پور میں بھی ایک حویلی ہے ۔ اس کے لڑکوں میں سے کسی نے کوئی ترقی نہیں کی اور ختم ہو گئے ۔

(۲۰۵)

خواجہ عبدالرحیم خاں

اس کے بزرگوں کا وطن اندجان تھا ، جو ملک فرغانہ میں ہے ۔ اس کے والد خواجہ ابوالقاسم وہاں کے مشائخ میں سے تھے ۔ شاہجہان بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان میں آئے ۔ خان مذکور جوانی کے زمانے میں سلطان دارا شکوہ کی رفاقت میں رہا ۔ عالمگیر بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد (بھی) ملازم ہو گیا ۔ چونکہ باسرع انسان تھا ، بادشاہ مذکور کی خدمت میں خصوصیت حاصل کرکے مناسب منصب اور "خاں" کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔

چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں بیجا پور کی حجابت پر مقرر ہوا [۷۹۲] وہاں سے واپسی پر ایک ہاتھی عنایت کیا گیا ۔ بتسویں سال جلوس عالمگیری میں محسن خاں کی بجائے بیوتاتی کی خدمت پر مامور کیا گیا ۔ جب تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں قلعہ رائے بیری فتح ہو گیا تو وہ وہاں کے اموال کی ضبطی پر مقرر ہوا ۔ معتمد خاں کے انتقال کے بعد داغ و تصحیحہ کی داروغگی سپرد ہوئی ۔ چھتیسویں سال جلوس عالم گیری مطابق ۱۱۰۳ھ (۱۶۹۲ع) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

(خواجہ عبدالرحیم کے) کئی لڑکے تھے ۔ دوسرا لڑکا نعمان خاں تھا ، جس کا لڑکا میر عبدالمنان ، دکن پہنچ کر کچھ عرصے تک نظام الملک آصف جاہ کی خانگی خدمات پر مامور رہا ۔ آخر میں یہ خانہ نشین ہو گیا

تھا ۔ شعر کہتا تھا اور عشرت تخلص کرتا تھا ۔

بیت

آہوئے وحشی چشم تو چساں رام کنم
پیچ و تاب دل خود را مگرش دام کنم

اس کا بڑا لڑکا معتمد الدولہ بہادر سردار جنگ تھا جو صلابت خاں کے زمانے میں اس کی سرکار کا دیوان تھا اور ۱۱۸۸ھ (۵--۱۷۷۴ع) میں فوت ہو گیا ۔ دوسرا میر نعمان خاں ، جو صلابت جنگ کی حکومت میں مرہٹوں کی جنگ میں کام آ گیا ، تیسرا میر عبدالقادر جوانی میں کسی مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا ۔ چوتھا احسن الدولہ بہادر شرزہ جنگ اور پانچواں مفوض اللہ خاں بہادر یکہ‌تازجنگ ، یہ دونوں زندہ ہیں اور مصنف کتاب سے ان کی دوستی ہے [۷۹۳]

(۲۰۹)
خان زماں شیخ نظام حیدر آبادی

دکن کے سپاہی پیشہ شیخ زادوں میں سے تھا ، بہادری اور دلیری میں بے مثل تھا ۔ ابوالحسن والئ تلنگانہ کی حکومت میں امارت کا منصب رکھتا تھا ۔ سرداری ، امارت ، صف آرائی اور سپاہ کشی میں مشہور تھا ۔ گلکنڈہ کے محاصرے کے زمانے میں قطب شاہیوں کے لشکر کا سردار تھا ، قلعے سے باہر شاہی فوج سے مقابلہ کیا ۔ ایک دن خان فیروز جنگ سے مور چال کے کنارے پر مقابلہ ہو گیا ، قیامت کا شور مچ گیا ، دونوں طرف سے بہت کوشش اور سعی عمل میں آئی ۔ ہر چند شاہی فوج کے بہادروں نے اپنی جرأت سے یہ ارادہ کیا کہ اپنے کشتوں میں سے کسی کی لاش میدان سے اٹھا لائیں مگر نہ اٹھا سکے اور وہ لوگ اپنے کشتوں کی لاشیں ، اس جانب کے کشتوں کے ساتھ اٹھا لے گئے ۔

چونکہ ابوالحسن کی اقبال مندی عروج پر پہنچنے کے بعد روز بروز تباہی اور بربادی کی طرف جا رہی تھی ، اسی وجہ سے وہ (شیخ نظام) اس

(ابوالحسن) کی ہمراہی اور ہوا خواہی سے دل برداشتہ ہو کر حوش اعتقادی کے ساتھ آستان عالمگیری کی طرف ملتجی ہؤا ۔ ابوالحسن کے اچھے ملازمین لالچ اور طمع کی وجہ سے منصب اور حکومت کی امید میں نمک حرامی کر کے شاہی ملازمت میں داخل ہو گئے اور اس وقت تک سوائے اس کے کوئی دوسرا فوج کا سردار نہ تھا ۔ اس کی علیحدگی کو ابوالحسن کی کاموں کی خرابی کا سبب سمجھ کر خان مذکور (شیخ نظام) کی دلدہی کی جانب زیادہ توجہ کی گئی ۔

اس کے حاضر ہونے کے بعد [۱۰۹۸ھ] چھ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ، مقرب خان کا خطاب ، علم ، نقارہ ، ایک لاکھ روپیہ کا نقد انعام ، عربی عراقی گھوڑے اور تنومند ہاتھی عنایت ہوئے اور دوسری شاہانہ نوازشیں بھی کی گئیں ۔ اس کے لڑکے اور رشتہ دار ممتاز منصبوں پر تھے ، جن میں سے کچھ تو چار ہزاری سے کم نہ تھے اور سب ملا کر پچیس ہزار ذات کے اور اکیس ہزار سوار کے مناصب پر مقرر کیے گئے ۔

حیدر آباد کی فتح کے بعد جب بادشاہ دوبارہ بیجاپور تشریف لایا تو اس شخص کو کہ جو فن سپہ گری اور سرداری میں یکتائے روز گار تھا ، قلعہ پنہالہ[1] کی فتح کے لیے مقرر کیا کہ جو غنیم کے قبضے میں تھا ۔ خان مذکور نے اپنی ہوشیاری اور تجربے کاری کی بنا پر اپنے جاسوسوں کو سنبھا کی خبر لینے کے لیے بھیجا کہ جو اپنے باپ کے مرنے کے بعد دکن کا راجا اور سردار بن بیٹھا تھا ۔ ناگہاں یہ خبر ملی کہ قوم بیراگی سے ، کہ جو اس سے رشتہ داری کا تعلق رکھتی ہے ، مخالف ہو جانے کی بنا پر وہ راہبری سے قلعہ کھیلنا پہنچ گیا ۔ اس گروہ (بیراگی) کا انتظام کرنے اور قلعے کے ذخیرہ کی جانب سے مطمئن ہو جانے کے

---

۱ ۔ متن کتاب میں پرنالہ تحریر ہے جو صحیح نہیں ، ''پنہالہ'' شیوا جی کا ایک مضبوط قلعہ تھا ۱۶۸۸ع میں شیخ نظام اس قلعے کے محاصرے کے لیے بھیجا گیا ۔ ملاحظہ ہو سر جادو ناتھ سرکار جلد چہارم صفحہ ۳۹۸ (ب)

بعد وہ (سنبھا) بمقام سنگمیشر آیا کہ وہاں اس کے پیشکار کب کلس[1] ــ عالی شان باغات اور عمارات بنائی تھیں اور عیش و عشرت میں مصروف ہو گیا ۔

خان شجاعت نشان (شیخ نظام) نے کولا پور سے ، کہ جس کا فاصلہ وہاں سے پینتالیس کوس تھا اور راستے بہت دشوار اور خطرناک تھے ، اپنے آقا کی نمک حلالی کے خیال سے اپنی جان پر کھیل کر چند با عزت جان بازوں کے ساتھ یلغار کر دی ۔ ہر چند جاسوسوں نے سنبھا کو بار بار خبر پہنچائی کہ مغلوں کی فوج آ گئی [۷۹۵] مگر وہ کمینگی اور غرور کی شراب سے بد مست ہو رہا تھا ۔ اس نے اشارۂ ابرو سے ان کے سر تن سے جدا کرا دے اور بیہودگی سے کہا کہ وہ بے خبر دیوانے ہو گئے ہیں، مغل فوج یہاں آ سکتی ہے ؟

یہاں تک کہ یہ خان شجاعت آثار ، سخت محنت اور مشقت برداشت کر کے کہ اکثر مقامات پر خود اس کو پیدل چلنا پڑا ، نہایت تیزی سے بجلی کی مانند تین سو سواروں کے ساتھ اس کے سر پر پہنچ گیا ۔ وہ غرور اور شراب کے نشے میں مست چار پانچ ہزار دکنی سوار نیزے باز لے کر حملہ آور ہؤا ۔ اتفاقاً بد قسمتی سے ایک تیر کب کلس کے لگا اور وہ کم بخت (سنبھا) معمولی لڑائی کے بعد فرار ہو گیا اور کب کلس کی حویلی میں جا چھپا ۔ وہ کب کلس ، پچیس خاص آدمیوں کے ساتھ ، کہ جن میں عورتیں اور لڑکیاں بھی تھیں ، گرفتار ہو گیا ۔ اس کا چھوٹا بھائی رام راجا ، کہ جو ایک قلعہ میں تھا ، رہ گیا ۔ ان (قیدیوں) میں سات آٹھ برس کا اس کا بڑا لڑکا ساہو بھی تھا ۔

جب یہ خوش خبری ایکلوج کے مقام پر بادشاہ کو پہنچی تو اس مقام کا نام سعد نگر رکھ دیا ۔ جب فتح مند خان سخت تدابیر سے اس

---

۱ ۔ گرانٹ ڈف (ہسٹری آف مرہٹاز جلد اول صفحہ ۲۳۸ ، ۱۹۲۱ع) نے اس کو کلوشا لکھا ہے وہ ایک برہمن تھا ملاحظہ ہو ایلیٹ جلد ہفتم ۲۸۵ ، ۳۰۵ (ب)

سخت ترین علاقے سے نکل آیا کہ اس (سنبھا) کے مددگاروں میں سے کوئی کچھ نہ کر سکا اور جادر گڑھ کے مقام پر وہ (سنبھا) حضور میں حاضر ہؤا تو قید کر دیا گیا[1] ۔ اسی وقت خلد مکاں (عالمگیر بادشاہ) تخت سے نیچے اترا اور قالین کا کونہ موڑ کر سجدۂ شکر زمین پر ادا کیا ۔ یہ اس کی تاریخ ہے

مصرع بازن و فرزند شد سنبھا اسیر ۱۱۰۰ھ [۷۹۶]

اس نمایاں کار گزاری کے صلے میں فتح کرنے والے خان کو خان زماں فتح جنگ کے خطاب ، اصل و اضافہ کے بعد سات ہزار ذات اور سات ہزار سوار کے منصب ، نقد پچاس ہزار روپے انعام اور دوسری شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا گیا ۔ اس کے لڑکوں اور ساتھیوں کے مناصب میں اضافہ ہؤا اور ان کو خلعت ملے ۔ اس کے بعد خان زماں ایک مدت تک بادشاہزادہ محمد اعظم خان کی فوج میں متعین رہا ۔

سینتیسویں سال جلوس عالمگیری میں شاہزادہ استسقا کی بیماری کی وجہ سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا ، خان زماں حاضر حضور ہؤا ، اس کے لڑکے اوراعزہ شاہی عنایت و انعامات سے سرفراز ہوئے ، وہ شہزادہ بیداربخت کے ساتھ بد بخت غنیم کی تنبیہ کے لیے روانہ ہؤا اور چالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اپنی طبعی موت سے مرا ۔

اس کی اولاد بہت تھی ، اس کے لڑکے خان عالم اور منور خان دنیا میں مشہور تھے ۔ ان کے حالات معلوم کیے جا سکتے ہیں ۔ دوسرا فرید صاحب ، جو اپنے بھائیوں کے ساتھ اعظم خان کی جنگ میں بہادرانہ مارا گیا ۔ امین خان کے حالات بھی علیٰحدہ تحریر ہو چکے ۔ ایک حسین منور خان تھا کہ جس نے حیدر آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی اور آصف جاہ کی سرکار سے وہ مرتضیٰ نگر کا عامل مقرر ہؤا ۔

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سر جادو ناتھ سرکار جلد چہارم ۲۹۶ — ۳۰۷ (ب)

۱۱۵۸ھ (۱۷۴۵ع) میں فوت ہو گیا ۔ اس کے لڑکوں سے سرکار کی طرف سے حساب لیا جا رہا ہے ۔

ایک لڑکا نظام الدین خاں تھا ۔ عالمگیر بادشاہ نے اس کے باپ کی وصیت کے مطابق ار راہ خانہ زاد نوازی اس کی تربیت کی اور راجا ساہو کی بہن کے ساتھ ، جو اسے پسند تھی ، اس کا نکاح کر دیا ۔ وہ مغل معاشرت رکھتا تھا ۔ باپ اور بھائیوں کی طرح بالکل نہ تھا ، خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) [۹۷ب] میں رہتا تھا ، بے نام و نشان بھی نہ تھا ۔ خست سے زندگی گزارتا تھا ، ۱۱۵۵ھ (۱۷۴۲ع) میں فوت ہؤا ۔ اس کے لڑکے جو آپس میں سوتیلے بھائی تھے ، باپ کے ترکے کے دعوے پر مدتوں ایک دوسرے سے لڑتے رہے ۔

(۲۰۷)

خان جہاں بہادر ظفر جنگ کوکلتاش

میر ملک حسین نام ، اس کا باپ میر ابوالمعالی خوافی ہے نیک اور متقی سید تھا ۔ درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا ۔ چونکہ اس کی بلند مرتبہ بیوی شہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کو دودھ پلانے کا شرف رکھتی تھی ، اس لیے اس کے لڑکے میر ظفر حسین اور میر ملک حسین مناسب عہدوں پر سرفراز ہو کر بلند مرتبہ امیر ہوئے ۔ اس کی ابتدائی نشو و نما شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں ہوئی ، جیسا کہ حالات سے واضح ہے ، دوسری بات یہ ہے کہ بچپن سے شہزادہ (اورنگ زیب) کی خدمت میں رہ کر تربیت پائی اور قرب و اعتبار حاصل کیا ۔

ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شہزادے کی خدمات سے دل برداشتہ ہو کر جدائی اختیار کی اور دکن سے بادشاہ کے حضور میں پہنچنے کے ارادے سے روانہ ہو گیا ۔ شاہجہاں نے اس کو سات سو ذات اور سو سوار کا منصب عنایت فرمایا ۔ چونکہ اس کا چلا جانا شہزادے کو منظور نہ تھا ، تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شہزادہ (اورنگ زیب)

نے اپنے والد بزرگوار (شاہجہاں) سے اس کے لیے ہوشنگ آباد ہنڈیہ کی فوج داری کے متعلق التماس کیا اور اس ذریعے سے اس کو اپنے جذبہ محبت میں دکن بلایا۔

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں [۹۸ے] جب شہزادے نے قلعہ بیدر کو فتح کر لیا تو اس نے قلعہ کلیان کی فتح کا ارادہ کیا اور اس کو قلعہ نیلنگ[1] کے فتح کرنے کے لیے مقرر کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر، باوجودیکہ قلعے کے اندر کے لوگوں نے مدافعت کی بہت کوشش کی مگر اس نے قلعے کے سردار کو قہر و غلبہ کے ذریعے گرفتار کر لیا اور قلعے کے تمام محافظوں کو گھوڑوں اور اسلحہ کے ساتھ قید کر کے شہزادے کے پاس بھیج دیا۔

جس موقع پر شہزادے نے برہان پور سے اکبر آباد کی جانب روانگی کا ارادہ کیا تو اس (شہزادے) نے اس کو "بہادر خان" کے خطاب سے نوازا، چونکہ اس کی ہمت و بہادری سے بادشاہ متاثر ہو چکا تھا، اس لیے دھرمت کی لڑائی[2] میں اس کو ہراولی کی خدمت سپرد ہوئی۔ دارا شکوہ کے مقابلے میں فوج کے میمنہ (دائیں طرف کی فوج) کی سرداری پر مقرر ہوا۔ انتہائی اظہار کار گزاری میں وہ آگے بڑھا اور ہراول کے قریب پہنچ گیا، ناگاہ رستم خاں دکھنی بائیں طرف کی پوری فوج کے ساتھ اس کے مقابل آ کر جنگ کرنے لگا، خان مذکور نے انتہائی شجاعت اور سپاہ گری دکھائی مگر زخمی ہوا[3]۔

اس فتح کے بعد جب عالمگیری فوج اکبر آباد سے دارالخلافہ (دہلی) کی جانب آئی تو اس کے منصب میں ہزاری ذات اور پانسو سوار کا اضافہ

۱۔ ملاحظہ ہو عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۰۸—۱۰۰۹

۲۔ دھرمت کی جنگ ۲۵ اپریل ۱۶۵۸ء کو ہوئی ملاحظہ ہو سر جادو ناتھ سرکار جلد دوم صفحہ ۳۵۹—۳۶۲ (ب)

۳۔ سامو گڑھ کی جنگ ۸ جون ۱۶۵۸ء کو ہوئی ایضاً صفحہ ۳۷۶—۴۰۰ (ب)

ہؤا اور دارا شکوہ کے تعاقب میں ، کہ جو تیاری کے لیے لاہور چلا گیا تھا ، روانہ کیا ۔ خان مذکور نے نہایت چستی اور چالاکی کے ساتھ دریائے ستلج پار کیا ۔ اگرچہ دشمن کے آدمی نگراں تھے اور اس کو عبور کرنا آسان نہ تھا ، اس نے نہایت شان اور دبدبے کے ساتھ [۷۹۹] ان بے خبر اور بد بختوں پر حملہ کر دیا ۔ وہ مقابلے کی تاب نہ لا کر فرار ہو گئے ۔ دارا شکوہ بھی لاہور میں نہ ٹھہر سکا اور بھکر کی طرف چلا گیا ۔ بہادر خاں ، خلیل اللہ خاں کے ساتھ ملتان تک اس کے تعاقب میں گیا ۔

کھجوہ کی جنگ میں ، جو شجاع سے ہوئی تھی ، بہادر خاں سردار کی حیثیت سے بادشاہ کی اگلی فوج کا انتظام کر رہا تھا ، اس نے بہت ہمت و جرأت دکھائی ۔ جب دارا شکوہ دوبارہ اجمیر میں مقابلہ کر کے گجرات کی طرف بھاگا تو بہادر خاں ، راجا جے سنگھ کے ساتھ اس بھگوڑے کے تعاقب میں گیا اور جب وہ آوارہ گرد ولایت کچ میں پہنچ کر بھکر کی طرف روانہ ہؤا اور دریائے سندھ سے گزر کر اپنی سابقہ واقفیت کی بنا پر جو ملک جیون دھادھر سے تھی[۱] اس کے پاس پہنچا ۔ کچھ روز تک سفر کی تکان دور کرنے کے بعد قندھار کے ارادے سے نکلا ۔ اُس نا حق شناس زمیندار نے اس کے گرفتار کرنے میں اپنی بھلائی دیکھی ۔ چنانچہ اس کا راستہ روک کر گرفتار کر لیا اور بہادرخاں کو حالات کی اطلاع دی ۔ خان مذکور نہایت عجلت کے ساتھ ان حدود میں پہنچا اور اس کو اپنے قبضے میں لے کر راجا جے سنگھ کے ہمراہ بھکر کے راستے سے نہایت عجلت کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے ارادے سے روانہ ہو گیا ۔ دوسرے سال جلوس عالمگیری کی سولہ ذی الحجہ کو دارالخلافہ پہنچ کر اس نے قدم بوسی حاصل کی ۔

اس روز دارا شکوہ کو اس کے لڑکے سپہر شکوہ کے ساتھ ہتھنی پر

---

۱ ۔ دادر ، کیچ گونڈوانہ میں ہے وہاں کا حاکم ملک جیون افغان تھا ملاحظہ ہو سر جادو ناتھ سرکار جلد دوم ۵۳۹—۵۴۰ (ب)

کھلے حوض میں بٹھا کر شہر اور بازار میں سے پرانی دہلی لے گئے ۔
خضر آباد میں [۸۰۰] محفوظ مقام پر نظر بند کر دیا ۔ دوسرے روز
ماہ ذی الحجہ کی اکیس تاریخ ۱۰۶۹ھ (۱۶۵۹ء) کو قتل کر دیا اور
ہمایوں کے مقبرے میں دفن کرا دیا ۔ خان مذکور کو سو گھوڑے عنایت
ہوئے کیونکہ یلغار میں اس کے بہت سے گھوڑے ضائع ہو گئے تھے ۔

اس کے بعد بہادر ، چکوتی کے فساد کی بیخ کنی کے لیے مقرر ہؤا ۔
کہ جس نے بیسوارہ کی طرف فساد برپا کر رکھا تھا ۔ اس مہم کو انجام
دینے کے بعد فرمان شاہی کے مطابق خان‌دوراں کے بجائے اس کو
الہ آباد کی صوبے داری اور پنج ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب
ملا ۔ وہ ولایت مذکور (الہ آباد) کی صوبے داری پر مدت تک رہا ،
دسویں سال جلوس عالمگیری میں مہابت خاں کی بجائے اس کو گجرات کی
صوبے داری ملی اور وہ الہ آباد سے اس صوبہ کو روانہ ہؤا اور ایک
مدت تک اس صوبہ کا انتظام کرتا رہا ۔

سولھویں سال جلوس عالمگیری میں اصل و اضافہ کے بعد چھ ہزاری
ذات اور چھ ہزار سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز ہؤا ۔ اس
کو ''خان جہاں'' کا خطاب ملا ، شہزادہ محمد معظم کے وکیلوں کو تبدیل
کرکے دکن کی صوبے داری اس کے سپرد ہوئی اور خاصہ کا خلعت اور جڑا
جمدھر ، گرز برداروں کے ہمراہ خان مذکور کو بھیجا گیا اور (زنابی
حکم ہؤا کہ ہم نے ماہی مراتب عنایت کیا وہ اسے خود آراستہ
کرے ۔

اسی سال اس نے بہت بہادری سے ساٹھ کوس کی یلغار کرکے
سیوائی بھونسلہ کو شکست فاش دی جو اس زمانے میں اہل دکن
پریشان کر رہا تھا اور لوٹ مار کرنے میں حد سے آگے بڑھ گیا تھا
[۸۰۱] بہت مال غنیمت ہاتھ لگا ۔ جب متواتر حملوں سے سیوا کی سرکشی
کو خاک میں ملا دیا تو اس کے بعد ملک دکن کے دوسرے سرکشوں
سزا دینے کی کوشش شروع کی ۔ بیجا پور اور حیدر آباد کے حکمرانوں

بار بار نذرانے وصول کر کے بادشاہ کے حضور میں ارسال کر دے۔ قدردان بادشاہ نے اس عظیم کارناموں کا جائزہ لیا ، وہ جنگ و جدل میں پیش پیش رہتا تھا ۔

اٹھارہویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۶ھ (۱۶۷۵--۶ع) میں "خان جہاں بہادر ظفر جنگ کوکل تاش" کا خطاب ، اصل و اضافہ کے بعد سات ہزاری دات اور سات ہزار سوار کا منصب اور کرور دام کا انعام دے کر اس کو ہم عصروں میں مفتخر کیا ۔

بیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۸ھ (۱۶۷۷ع) میں قلعہ نلدرک کو ، کہ جو علاقہ بیجا پور کے قلعوں میں سب سے بڑا تھا ، قلعہ گیری کے اسباب کے صرفے اور مور چال کی جنگ و پیکار کے بعد داؤد خان پنی کے قبضے سے ، جو چار سال[1] کا بچہ تھا ، نکال کر شاہی قبضے میں لے آیا ۔ اس قلعے کے مور چال کی جنگ میں اس کا لڑکا محمد محسن کام آ گیا ۔

چونکہ سرداری اور بلند مرتبگی سے خود رائی اور خود آرائی پیدا ہوتی ہے اور کار گزاری اور کامیابی سے استغناء اور غرور پیدا ہوتا ہے بلکہ بہادری سے مکاری پیدا ہوتی ہے ۔ کچھ خطاؤں کا ثبوت پہنچا لہٰذا حضور میں اس کی طلبی ہوئی ۔ خدمت و منصب سے معزول ہؤا ۔ [۸۰۲] خطاب اور منقولہ و غیر منقولہ مال و اسباب ضبط ہوگیا ۔

چونکہ اس کی سرداری ہر طرف مسلم تھی اور اس کی سرداری کی شہرت دور و نزدیک پہنچ چکی تھی ، قدیم خدمت گار اور اچھا کار گزار تھا ۔ اس وجہ سے چند سال کے بعد اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں بدستور سابق اس کا منصب و خطاب بحال ہوگیا اور اعلیٰ مراتب پر

---

۱ - یہ بیان درست نہیں ہے ۔ ملاحظہ ہو مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۶۳، میں بیان کیا گیا ہے کہ اٹھارہویں سال جلوس (عالم گیری) میں شاہی ملازمت میں داخل ہؤا ۔ مگر تمام مخطوطات (مآثر الامراء) میں چار سال کی عمر دی ہوئی ہے (ب)

فائز ہؤا ۔

جب بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں مہاراجا جسونت سنگھ مر گیا ، اس کا کوئی بیٹا یا جانشین نہ تھا ، اس کے ملک کو ضبط کرنے کے لیے خان جہاں مقرر ہؤا اور شاہی لشکر اجمیر کو روانہ ہؤا خان مذکور تیزی سے جودھ پور پہنچا جو اس ملک کا صدر مقام تھا اور بت خانوں کے منہدم کرنے میں مشغول ہؤا ، بہت سی گاڑیاں بتوں سے بھر کر جن میں سے اکثر سونے اور چاندی سے جڑے ہوئے تھے ۔ بادشاہ کے واپس ہونے کے بعد دارالخلافہ میں لے کر آیا ، حکم شاہی کے مطابق وہ سب دربار کے جلو خانے کے سامنے اور جامع جہاں نما (جامع مسجد) کی سیڑھیوں کے نیچے ڈال دیے گئے ۔ ایک عرصہ تک آنے جانے والوں کی پامالی میں رہے ، یہاں تک کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا ۔ لیکن اس ضلع کا انتظام جیسا ہونا چاہیے تھا نہ ہؤا ۔ راجپوتوں کی شورش اور رانا کی سرکشی جاری رہی ، یہاں تک کہ بادشاہ کو اس جانب سفر کرنا پڑا ۔

تئیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۹۱ھ (۱۶۸۰ء) میں خان جہاں رانا کے چتور کے علاقے سے صوبہ دکن کے انتظام کے لیے شہزادہ محمد معظم کی بجائے روانہ ہؤا ۔ اس نے عین موسم برسات میں [۸۰۳] قلعہ سالہیر کا محاصرہ کر لیا جو بگلانہ کے قلعوں میں سے سب سے بلند تھا اور غنیم کے قبضے میں آ چکا تھا ۔ طرح طرح کی تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھانے کے باوجود ناکامی کے ساتھ اورنگ آباد آ گیا ۔

میر محمد رضا لاہوری جس نے مولانا روم کی مثنوی کی شرح لکھی ہے ، منصب دار کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھا ۔ اس نے اس مہم (کے حالات) کو نظم کیا ہے اور کیچڑ اور دلدل کے لیے اس نے کہا ہے :

ع شدہ گاؤ بے چارہ گاو زمیں

مختصر یہ کہ اسی سال ۱۰۹۱ھ ماہ محرم (فروری ۱۶۸۰ع) میں سنبھاجی سوائی بتیس کوس سے رات میں سفر کرکے بہادر پورہ پہنچا ، جو برہان پور سے ۵ کوس کے فاصلے پر نہایت بڑی بستی تھی ، اسے غارت کر دیا برہان پور کے صوبے دار خان زمان کا نائب کاکرخاں کچھ لوگوں کے ہمراہ شہر میں قلعہ بند ہوگیا ۔ اُس ظالم نے نہایت اطمینان کے ساتھ اطراف شہر کی اچھی آبادیوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا ۔ اس حادثے میں اکثر شرفاء بے عزت ہوئے کچھ اپنی عزت کے خیال سے اپنے اہل و عیال کو قتل کرکے ختم ہوگئے ۔ خان جہاں کو جب اطلاع ملی تو وہ اورنگ آباد سے یلغار کرنا ہؤا ایک دن رات میں فردا پور کی گھاٹی پہنچا کہ جو بیس کوس کے فاصلے پر تھا اور وہاں اس نے اس گھاٹی کو پار کرنے کے لیے چار پہر تک قیام کیا ۔ بعض کا یہ قول ہے کہ سنبھا کے وکیل کی تحریک اور ایک رقم کثیر کے مقرر ہونے کی وجہ سے یہ قیام بے وقت ہؤا ۔ اس وقفے میں سنبھا [۴۰۸] قیدیوں کے ہمراہ ، جتنا سامان لے جا سکا لے کر چوپرہ کے راستے سے قلعہ سالہیر کی طرف روانہ ہؤا ۔ خان جہاں جس کو درمیان راہ میں پہنچ کر راستہ روک لینا چاہیے تھا ، وہ بجائے اس کے سیدھے راستے سے برہان پور پہنچا ۔ لوگوں میں اس کی اس حرکت سے بدظنی پیدا ہوگئی اور شاہی مزاج از سر نو برہم ہوگیا ۔ فرمان عتاب صادر ہؤا ۔ اس سال اس کے منصب و اضافہ کی جو تجویز بادشاہ کے حضور میں ہوئی تھی وہ یک قلم ، نا منظور کر دی گئی ۔

اتفاق سے اسی زمانے میں شاہزادہ محمد اکبر چوبیسویں سال جلوس عالمگیری میں دکن کی جانب فرار ہوگیا ۔ تمام حکام کے پاس احکام پہنچے کہ بد بخت اکبر ، جس جانب پہنچے ، اس کا راستہ روک کر جہاں تک ممکن ہو اس کو زندہ گرفتار کر لیا جائے اور اگر نہ ہوسکے تو قتل کر دیا جائے ۔ جب وہ سلطان پور کے پہاڑ کے پاس سے گزر رہا تھا تو خان جہاں ، جو اس کو گرفتار کرنے کے ارادے سے روانہ ہؤا تھا اور اس کے نزدیک پہنچ گیا تھا ، ڈھیر گیا ، یہاں تک کہ اکبر ، بگلانہ کی پہاڑیوں سے گزر کر بھیل اور کول (قوموں) کی مدد سے راہبری پہنچ گیا

اور کچھ دنوں سنبھا کی پناہ میں رہا ۔

اگرچہ ہرچند نویسوں نے ان معاملات کے تحریر کرنے سے خود کو دور رکھا لیکن میر نور اللہ پسر میر اسد اللہ فوج دار ناہیر[1] نے جو بے باک آدمی تھا ، اپنی خانہ زادگی اور اعتماد کی وجہ سے مفصل حالات سے بادشاہ کو باخبر کر دیا اور خان جہاں کی چالاکی اور عیاری اس کے ہم عصروں پر ظاہر ہوگئی ۔

چونکہ سنبھا کی سرکوبی اور اکبر کی تنبیہ انفرادی طور پر بادشاہ کے ذہن میں تھی ، پچیسویں سال جلوس عالم گیری میں شاہی لشکر دکن پہنچ گیا ۔ خان جہاں قلعہ رام سیج کی فتح کے لیے مقرر ہوا جو گلشن آباد سے متعلق [۸۰۵] اور سنبھا کے قبضے میں تھا ، اس نے اگرچہ اس کے فتح کرنے میں بہت کوشش کی لیکن ایک قلعہ دار کی خبر داری اور نگرانی کی وجہ سے کہ جو ایک آزمودہ کار مرہٹہ تھا ، (سب کوشش) بے کار ہوگئی ۔ مجبوراً قلعے سے محاصرہ اٹھا لیا ۔ کوچ کے دن مورچال کی لکڑی وغیرہ تمام سامان میں ، کہ جو بہت رقم خرچ کرنے کے بعد جمع ہوا تھا ، آگ لگوا دی ۔ قلعہ کے لوگ شرارت سے چاروں طرف کے میناروں پر چڑھ گئے اور ڈھول اور نقارے بجا بجا کر برا بھلا کہنے لگے ۔

جب وہ اورنگ آباد سے تین کوس کے فاصلے پر پہنچا تو دربار شاہی سے خوشنودی کا خلعت ملا اور حکم ہوا کہ حضور میں حاضر ہوئے بغیر بیدر جا کر قیام کرے اور جس جانب اکبر کی آوارگی کی خبر ملے اس کے تعاقب میں پہنچے ۔ چونکہ اس زمانے میں اکبر ، سنبھا کے حدود سے نکل کر جہاز کی سواری کے ذریعہ ایران چلا گیا ، اس لیے خان جہاں دشمنوں (مرہٹوں) کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ۔ ستائیسویں سال جلوس عالم گیری میں تیس کوس سے دوڑتا ہوا آیا اور سخت لڑائی کے بعد دشمنوں کی

---

۱ - متن کتاب میں تھانیسر لکھا ہے جو درست نہیں ۔ ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم صفحہ ۲۹۹ (ب)

جماعت کے سلسلے کو منتشر کر دیا کہ جو لڑائی کے ارادے سے دریائے کرشنا کے کنارے جمع ہوگئے تھے ۔ کثرت سے شریر کفار کو قتل کیا ۔ ان کے مال و ناموس کو تاراج کیا ۔

اس مہم کی تحقیقات کے بعد بادشاہ کے حضور سے تحسین و آفرین کا فرمان صادر ہؤا ۔ اس کے لڑکے مظفر خاں کو ''ہمت خاں'' کا خطاب ، نصیری خاں کو ''سپہ دار خاں'' کا خطاب ، محمد سمیع خاں کو ''نصیری خاں'' کا خطاب ، محمد بقا کو ''مظفر خاں'' کا خطاب ملا ۔ اس کے بھتیجے اور داماد جمال الدین خاں کو ''منور خاں'' کا خطاب مرحمت ہؤا ۔

جب شہزادہ محمد اعظم شاہ ، بیجا پور کے محاصرے کے لیے ٹھہر گیا [۸۰۶] تو اس کو بہانہ ایندی میں قیام کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ شہزادے کے لشکر کو رسد پہنچاتا رہے ۔ وہاں سے اٹھائیسویں سال جلوس عالمگیری کے آخر میں شہزادہ محمد معظم کی ہمراہی میں ، کہ جو ابو الحسن حیدرآبادی کی تنبیہ کے لیے مقرر ہؤا تھا ، روانہ ہوا اور دس ہزار سوار لے کر شہزادے سے پہلے چل دیا ۔

خلیل اللہ خاں سردار لشکر اور حسینی بیگ علی مردان خاں سے ، کہ جو تیس ہزار جرار سواروں کے ساتھ شاہی لشکر کے مقابلے میں آئے ، زبردست مقابلہ کیا ۔ روزانہ صبح ہوتے ہی جنگ کے نقارے بجتے اور سہ پہر تک سخت لڑائی جاری رہتی ، بہادروں نے تیر اور بندوق کو چھوڑ کر جمدھر سے کام لیا ۔ ہر طرف کشتوں کے پشتے لگ گئے ۔

اس دوران میں اس کے لڑکے ہمت خاں پر ، جو ہراول فوج تھا ، میدان جنگ زیادہ سخت ہو گیا ۔ جس قدر اس نے باپ سے کمک طلب کی ، دشمن نے اسی قدر زیادہ ہجوم کیا اور اس کو چاروں طرف سے دائرہ بنا کر ایسا گھیر لیا کہ ایک قدم نہیں اٹھا سکتا تھا ۔

اسی دوران میں ارب خاں[1] جس کا لقب "بات پتھر" تھا اور جو قطب شاہیوں کے جانبازبہادروں میں سے تھا اور اس کے ہاتھ کا پتھر دور سے تیر و بندوق کا کام کرتا تھا گھوڑا دوڑاتا ہوا ، ہاتھ میں نیزہ لیے خان جہاں کے ہاتھی کے سامنے پہنچا اور چلایا کہ سردار کون ہے ؟ اور ارادہ کیا کہ نیزے کا وار کرے ۔ خان جہاں نے نہایت زور سے جواب [۸۰۷] دیا کہ سردار میں ہوں ، اس کو نیزہ چلانے کا موقع نہ دیا اور اپنے تیر کے ذریعے اسے گھوڑے کی زین سے زمین پر گرا دیا ۔

آخر میں مخالف نے ایسے سخت حملے کیے کہ شکست کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔ یکبارگی عالمگیری اقبال ایک دوسری صورت میں ظاہر ہوا کہ شاہی لشکر سے ایک مست ہاتھی نکل کر ان (غنیم کی فوج) میں آ گیا ۔ گھوڑے چراغ پا ہو گئے اور اس وقت گھوڑوں اور آدمیوں کی بھگدڑ میں دو تین مشہور سردار زمین پر آ گرے ۔ حیدر آبادی فوج بھاگ کھڑی ہوئی ۔ ایسے مقابلوں کے باوجود کہ جو بار بار ہوتے رہے (شاہی لشکر نے دشمن کی) زبردست فوجوں کو مقابلے سے تنگ دیا اور حیدر آباد فتح ہو گیا ۔

ع شد فتح بجنگ حیدر آباد ۱۰۹۷ھ / ۱۶۸۶ع)

اس واقعہ کی تاریخ ہے ، قلعہ گنکنڈہ میں وہاں کا حاکم (ابوالحسن) قلعہ بند ہو گیا ۔ چونکہ حقیقت میں بادشاہزادہ اور خان جہاں کا ارادہ ابوالحسن کی بیخ کنی کا نہ تھا اور اول مرتبہ ہی وہ چاہتے تھے کہ صلح ہو کر بادشاہ کی جانب سے اس کی خطاؤں کی معافی ہو جائے اگرچہ اس کے جاہل سرداروں نے اسے جنگ و جدل پر آمادہ کیا مگر لوٹ مار کے سلسلے میں ہر جگہ اغماض اور چشم پوشی سے کام لیا گیا سابق بے دماغیوں کے علاوہ (خان جہاں کی) یہ بات بھی بادشاہ کے دل میں بیٹھ گئی ، خان جہاں کو حضور میں طلب کر لیا گیا ۔

---

۱ ۔ خافی خاں (جلد دوم صفحہ ۲۹۷) میں اس کا نام باری خاں یا پاری خاں تحریر ہے (ب)

چونکہ وہ خود کو بادشاہ کی مثل سمجھتا تھا اور یہ غرور دودھ شریک ہونے کی وجہ سے تھا ، یہ نسبت (رضاعت) غرور کو بڑھا دیتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کو اپنے تجربے اور سرداری میں بے مثل [۸۰۸] ہونے پر ناز تھا ۔ خاص طور سے مہمات دکن پر (ناز تھا) جن کو وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس کے بغیر فتح نہ ہو سکے گی ۔ اس کے علاوہ اس کی زبان اور ہاتھ دونوں اس کے اختیار میں نہ تھے ، اکثر گستاخی کر بیٹھتا تھا ، (بادشاہ کے) عدم حضور میں بر سر عدالت نا مناسب گفتگو کرتا ، ملکی معاملات میں جو چاہتا بے دھڑک کر بیٹھتا ، شاہی حکم کی بھی پرواہ نہیں کرتا تھا ، اکثر وہ ممنوعات و منہیات ، کہ جن کو بادشاہ ختم کرنا چاہتا تھا ، اس کے لشکر میں ان کا رواج تھا ۔ اکثر بادشاہ کی جانب سے اعتراضات ہوئے لیکن اس نے ان کے روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی ۔

ایک دن جلو خانہ میں پالکی رکھنے کے متعلق اس کے اور معظم خاں صفوی کے آدمیوں میں زبردست خانہ جنگی ہو گئی ۔ خان جہاں کو بھیجا گیا کہ وہ جائے اور اپنے آدمیوں کو اس شورش و فساد سے باز رکھے ۔ اس نے وہاں سے نکلنے کے بعد سرکشی کرتے ہوئے اپنے آدمیوں سے کہا کہ معظم خاں کے بازار کو لوٹ لیں ۔ یہ بات بادشاہ کو بہت گراں گزری اور ملال بڑھ گیا ۔ اس کے بعد مجبور ہو کر اس کی غرور شکنی کے لیے ایک تدبیر سوچی ۔ جس مقام کی صوبے داری پر اس کو مقرر کیا جاتا تھا وہ پوری فصل سے فائدہ نہیں اٹھا پاتا تھا کہ اس کو تبدیل کر دیا جاتا اور وہ محاصل کے سلسلے میں خسارے کا زیر بار ہوتا تھا ۔

مختصر یہ کہ انتیسویں سال جلوس عالمگیری کے آخر میں صوبہ اکبر آباد کے جاٹوں اور سرکشوں [۸۰۹] کی تنبیہ کا حکم ملا ۔ ہمت خاں کے علاوہ ، جو بیجا پور کی مہم کے لیے مقرر ہو چکا تھا ، باقی لڑکے

---

۱ ۔ معظم خاں صفوی ، شہزادہ کام بخش کا خسر تھا ۔ ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۱۶ (ب)

اس کے ساتھ روانہ ہوئے ، چونکہ وہ سخت مہم بغیر کثیر لشکر اور بے انتہا کوشش کے سر نہیں ہوتی تھی ، اس نے محمد اعظم شاہ کے فرزند اور شاہزادہ بیدار بخت کو بھی اس کام کے لیے مقرر کیا ۔ اس کے بعد شہزادے کی عمدہ کوششوں اور خان جہاں کے انتظام سے ۱۰۹۹ھ (۱۶۸۸ء) میں اس علاقے کے سر کشوں کا سردار راجا رام جاٹ بندوق سے مارا گیا ۔ شہزادے نے ساسنی (گڑھی)[1] اور دوسری عمارتوں پر قبضہ کر لیا کہ جو اس ظالم نے تعمیر کرائی تھیں اور اس علاقے کے لوگوں پر رعب قائم کر دیا ۔

خان جہاں ، بنگالہ کی صوبے داری پر مقرر ہوا اور تینتیسویں سال جلوس عالمگیری میں صوبہ الہ آباد کا انتظام سپرد ہوا ۔ چونتیسویں سال جلوس عالمگیری میں صوبہ پنجاب کے انتظام کے لیے روانہ ہوا سینتیسویں سال جلوس عالمگیری میں بادشاہ کی طلب پر لاہور سے حاضر ہو کر قدم بوسی سے سر فراز ہوا اور پھر بادشاہ کے حضور سے کبھی نہیں گیا ۔ اکتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں چھاؤنی اسلام آباد برہم پوری[2] میں ۱۹ جمادی الاول ۱۱۰۹ھ (۲۳ نومبر ۱۶۹۷ء) کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا[3] ۔

جب اس کے مرض میں شدت ہوئی تو عالمگیر اورنگ زیب شولا پور سے واپسی کے بعد اس کی عیادت کے لیے اس کے مکان پر گیا

---

۱ ۔ ساسنی ، بھرت پور کے شمال و مغرب میں ۱۶ کوس کے فاصلے پر ۔ خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۱۶ (ب)

۲ ۔ برہم پوری کا نام اسلام پوری رکھا گیا ، اسلام آباد نہیں رکھا ملاحظہ ہو مآثر عالمگیری صفحہ ۳۸۱ ، سر جادو ناتھ سر جلد پنجم صفحہ ۶ ، یہ مقام شولا پور کے ضلع میں واقع ہے (ب)

۳ ۔ خافی خاں (جلد دوم صفحہ ۴۴۸) نے خان جہاں کی موت انتالیسویں سال جلوس عالمگیری (۱۱۰۶ھ) میں بتائی ہے (ب)

نکہ وہ صاحب فراش تھا ، بستر سے نہ اٹھ سکا [۸۱۰] اور زار و قطار
ا کہ میں قدم بوسی سے مجبور ہوں ، اپنی یہ تمنا ظاہر کی کہ میں چاہتا
کہ کسی معرکے میں کام آ جاؤں ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تم نے تمام
خدمت اور خلوص کے ساتھ جان نثاری کی پھر بھی اس عمر میں یہ
و باقی ہے ۔ اس کا تابوت ، دوآبہ پنجاب کے قصبے نکودر کو ، جہاں
کا قبرستان تھا ، بھیج دیا گیا ۔

اس کے لڑکوں میں سے ہمت خاں اور سپہ دار خاں کا حال علیاحدہ
ا گیا ہے ، دوسرے لڑکے کوئی قابلیت نہیں رکھتے تھے ۔ نصیری خاں
دیوانہ اور بے حیثیت شخص تھا ، اس کا سب سے چھوٹا لڑکا
لفتح خاں ، محمد شاہ کے جلوس کے شروع زمانے تک زندہ تھا لیکن
شانی میں زندگی گزارتا تھا ۔

خان جہاں بہادر سپہ سالار ، مملکت میں کلیدی حیثیت رکھتا تھا ۔
مرتبہ ، والا جاہ ، عزت و دولت اور حکومت و ثروت کے اسباب کی
رت کے اعتبار سے عالی رتبہ امرا میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا ۔
نہایت خلیق ، مہربان اور احسان و نیکی کا سر چشمہ تھا ۔ اس کی محفل
یب شان رکھتی تھی ۔ اس کے سوا کوئی دوسرا بہت کم بات کرتا تھا
کچھ وہ چاہتا تھا خود ہی کہتا تھا اور دوسرے کے پاس سوائے
ی ہاں" کہنے کے کوئی اور جواب نہ تھا ، زیادہ گفتگو پسند نہیں کرتا
۔ اس کی مجلس میں زیادہ تر نظم و نثر ، تلوار ، جواہر ، گھوڑے ،
وی اور قوت باہ کی ادویات کا ذکر ہوا کرتا تھا ۔ وہ بہت
ی مند تھا ۔

ایک دن (خان جہاں نے) دکن کی صوبے داری کے زمانے میں اس
اب کے مؤلف (صمصام الدولہ شاہنواز خاں) کے پردادا امانت خاں
ک معین الدولہ مغفور سے کہا ، جو اس زمانے میں دکن کے مستقل
وان تھے ، [۸۱۱] کہ بادشاہ نے رخصت کے وقت مجھ سے فرمایا کہ اگر
سنے کہ محمد معظم خاں نے بغاوت اور سر کشی کا جھنڈا بلند کیا ہے

دو مان ایما ۔ اگرچہ اس سے یہ کام پورا نہیں ہوسکے گا ، اور اگر محمد اعظم کے نام سے شہرت ہو ، تب ہرگز یقین نہ کرنا ، خواہ ایسا ہو ہی کیوں نہ جائے ، اور محمد اکبر عنہ ہے لیکن جو کچھ ہیں نے سمجھا ہے ، اس نالائقی کے راستے کو اکبر کے سوا کوئی دوسرا اختیار نہ کرے گا ۔ اس وقت تک اکبر کی سرداری اور اس کے ارادوں کی کوئی علامت مطلق ظاہر نہ تھی ۔ چھ مہینے کے بعد اس کا بھید کھلا ۔ خان جہاں کی صحیح معلومات واقعے کے مطابق ہوگئی ۔

(خان جہاں) سرداری کی وجہ سے مغرور بھی تھا، اس کی اولوالعزمی اور غرور نے عالم گیر جیسے بادشاہ کو بھی ، جو اپنے ارادے اور ہمت میں دوسرے کی حقیقت نہیں سمجھتا تھا ، کشمکش میں ڈال دیا ۔ یہی سبب تھا کہ آخر میں اس کو بغیر جاگیر اور بغیر عہدے کے حضور میں رکھا گیا ، اس کو ذلیل کرنے کے لیے دوسرے خانہ زادوں کے فن سپہ گری اور فوج کشی کی تعریف ہوا کرتی تھی جو نئے نئے میدان میں آئے تھے

چنانچہ تہور خان پسر صلابت خان اور جان نثار خان خواجہ ابوالکلام کو اس زمانے میں ظالم سنتا سے جنگ کرنے کا اتفاق ہوا ، تمام فوج اور توپ خانہ غارت ہوگیا ۔ جان نثار خان نیم مردہ (میدان جنگ سے) فرار ہوا اور تہور خان نے زخمی ہوکر خود کو کشتوں میں شامل ہوکر جان بچائی ۔ جب ان حالات کی بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے فرمایا کہ یہ سب مقدر کے معاملات ہیں ۔ کسی کے اختیار کی [۸۱۲] بات نہیں ہے ۔ خان جہاں نے اس بات کو سن کر کہا خیر ، عالم بالا میں دوبارہ شنوائی نہیں ہوتی ہے کہ دینے کے بعد پھر لے لیا جائے ۔ اتنے طویل زمانے کی سرداری میں مجھے کبھی زک نہیں پہنچی ۔

جھوٹی باتیں اور مبالغہ آمیز حکایتیں ، کہ جن کو عقل قبول نہیں کر سکتی ، لوگوں میں مشہور اور زبان زد ہیں ۔ اگرچہ خان جہاں کی خوبی اور بزرگی میں کلام نہیں ہے کہ یہ بات تواتر کے قریب پہنچ چکی

ہے ، لیکن انصاف یہ ہے کہ اس میں تنگ مزاجی قدرتی تھی اور کیوں نہ ہوتی کہ ہفت صدی سے ایک دم پنج ہزاری کے عہدے پر پہنچ گیا اور ان پراگندگی کے مراتب سے نہ گزرا تھا کہ جو اس دوران میں پیش آتے ہیں لیکن (عالم گیر) ایسے بادشاہ کا کہ ، حد غصہ اور غرور کو پسند نہیں کرتا تھا ، اس قسم کے بے باک اور گستاخ نوکر کا رکھنا ضرور مصلحت آمیز تھا ۔

آخری زمانے میں اس نے بادشاہ کے حضور میں ایک گول چھوٹا سا چینی کا آفتابہ پیش کیا اور کہا کہ حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آفتابہ ہے ۔ عالم گیر نے اس پر ایک نگاہ ڈال کر شہزادہ محمد معزالدین اور محمد معظم کو دے دیا ۔ دو سطروں میں کچھ نقوش مثل تحریر کے ، اس کی گردن پر مرقوم تھے ، شہزادوں نے کہا کہ یہ خط عبرانی ہوگا ۔ (خان جہاں بہادر نے) باپ کے انداز کو سمجھ کر کہا کہ عبرانی مبرانی میں نہیں جانتا ، جس سے بیچا ہے اس نے یہ نشان کر دیے ہیں ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ یہ حروف ہیں اور آفتابہ برا نہیں ہے ۔ [۸۱۳]

(۲۰۸)

خدا بندہ خان

شائستہ خاں امیرالامراء کا لڑکا تھا ۔ اپنے عالی مرتبہ باپ کی زندگی میں دربار شاہی سے چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں ایک ہزاری منصب اور بہرائچ کی فوج داری پر ، کہ جو صوبہ اودھ کے مضافات میں ہے ، مقرر ہوا ۔ والد کے انتقال کے بعد انتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں فوج داری کے محال سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ شاہی حکم کے مطابق خان مذکور کا عقد جملۃ الملک اسد خاں کی لڑکی کے ساتھ ہوا

ع سعدین کردہ اند ببرج اسد قران

۱۱۰۱ھ (۹۰-۱۶۸۹ع)

تاریخ ہے[1] -

چالیسویں سال جلوس عالم گیری میں مرید خان کی بجائے احدیوں کی دیر بخشی گری پر مقرر ہوا - اکتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں بادشاہ کی ہمراہی میں بیوتاتی کی خدمت سپرد ہوئی - چوالیسویں سال جلوس عالم گیری میں عسکر خاں حیدر آبادی کی بجائے صوبہ بیدر کا ناظم مقرر ہوا -

چھیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں چین قلیچ خاں کی بجائے کرناٹک بیجا پور کی فوج داری پر مقرر ہوا - اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں روح اللہ خاں ثانی کے انتقال کے بعد خان ساماں کی خدمت سپرد ہوئی - دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب رکھتا تھا ، آخر احمد نگر میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اس کے منصب میں اضافہ ہوا -

اسی زمانے میں عالم گیر بادشاہ کا انتقال ہوگیا - بادشاہ کے لڑکوں میں سے محمد اعظم شاہ ، کہ جو مالوہ کی صوبے داری پر روانہ ہوا تھا ، لشکر سے بیس کوس کے فاصلے پر پہنچا تھا کہ وہ اس سانحہ کے وقوع پذیر ہونے کے بعد [۸۱۴] لشکر شاہی میں واپس آ کر تخت نشین ہوگیا - عالم گیری سردار و اراکین خار و ناچار بلکہ خوشی خوشی اس کے موافق ہوگئے ، کیونکہ بظاہر وہ غالب نظر آ رہا تھا - خان مذکور بھی اس کے ساتھ ہوگیا -

---

۱ - یہ قطعہ تاریخ غلط ہے کیونکہ خدا بندہ خان کا باپ ۱۱۰۵ھ (۴-۱۶۹۳ع) میں فوت ہوا اور اس کے انتقال کے بعد خدا بندہ خان کا بیاہ ۱۱۰۷ھ (۶-۱۶۹۵ع) میں ہوا مگر اس قطعہ تاریخ سے ۱۱۰۱ھ برآمد ہوتے ہیں اگر ''برج'' کی بجائے ''بروج'' پڑھا جائے تو ۱۱۰۷ھ برآمد ہوں گے اور سن درست ہو جائے گا - مآثر عالم گیری (صفحہ ۳۷۴) میں ۱۱۰۷ھ (۶-۱۶۹۵ع) درج ہے (ب)

بہادر شاہ کی جنگ میں ، جو عالم گیر کے انتقال سے تین ماہ بیس روز کے بعد ہوئی تھی[1] اور اس معرکے میں محمد اعظم شاہ اپنے دو لڑکوں ، بہت سے بادشاہی امرا اور شاہی ملازمین کے ساتھ دلیرانہ جنگ کرتے ہوئے مارا گیا ، خان مذکور بھی بہت زخمی ہوا ۔ اکبر آباد پہنچا ۔ باوجودیکہ اس کے زخم بھرنے کے قریب آ گئے تھے اور وہ بہادر شاہ اول کی خدمت میں حاضر بھی ہوا لیکن بد پرہیزی کرنے سے زخم پھر تازہ ہو گئے اور اس کا انتقال ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ جب میدان جنگ سے اس کو مطلب خان کے ہمراہ اٹھا کر لا رہے تھے تو علی مردان خان کوکل تاش نے اسی وقت وہاں پہنچ کر کچھ تنبیہ کی کہ جو ایسے موقعوں کے لیے لازمی ہوا کرتی ہے اور فتح یاب لوگ فریق ثانی کو جو مصیبت زدہ ہوتے ہیں کیا کرتے ہیں اور زخموں پر نمک چھڑکا کرتے ہیں ، مطلب خان نے عاجزانہ کہا کہ ہم مجبور تھے اور زبردستی لائے گئے ۔

خدا بندہ خان ، جو زخموں کی وجہ سے قریب قریب بے ہوش تھا ، سن کر اسی حالت میں یک بارگی ناراض ہوا اور کہا خیر ! ہم بہت شوق سے آئے تھے کہ تمہارے بیوی بچوں کو قید کریں اور تم کو قتل کریں ، خدا کو یہ منظور نہ تھا ، یہ سر حاضر ہے جہاں تمہاری مکاری چاہے ، اس بد ترین جگہ پر اسے ڈال دو ۔

اس کے لڑکے تھے لیکن اسد خان کی لڑکی سے کوئی نہ تھا [۸۱۵] ان میں سے ایک اپنے باپ کا خطاب پا کر امیر زادوں کے خلاف ، جو لہو و لعب میں مشغول رہتے ہیں ، صالح اور متقی ہوا ۔ ورد و وظائف

---

۱ ۔ عالم گیر کا انتقال ۲۸ ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ (۳ مارچ ۱۷۰۷ع) کو ہوا جاجمئو کی لڑائی (۱۸ جون ۱۷۰۷ع) کو ہوئی لہذا تین ماہ بیس دن کی مدت صحیح معلوم نہیں ہوتی ۔ ملاحظہ ہو لیٹر مغلس جلد اول صفحہ ۲۶ (ب)

میں مشغول رہتا ۔ آصف جاہ کی سرکار میں دیوانی کی جگہ پر فائز تھا ۔ یہی دیانت داری کے جوہر جو دنیا میں ہمیشہ سے کم یاب ہیں ، اپنے ہم عصروں پر ہمیشہ ظاہر کرتا رہا ۔ نا قدر دانی نارسائی کے درجے تک پہنچ گئی اور وہ معزول ہوگیا ۔

(۲۰۹)

خان عالم اخلاص خاں

خان زماں شیخ نظام کا سب سے لائق لڑکا تھا ۔ عالم گیر بادشاہ کے انتیسویں سال جلوس میں اپنے باپ کے ہمراہ سرکار شاہی میں حاضر ہوکر مناسب منصب پر فائز ہؤا ۔ بتیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب اس کے باپ نے سنبھا کے گرفتار کرنے میں بہت کوشش کی اور نہایت نمایاں خدمت انجام دی تو وہ بھی اس کوشش میں اپنے باپ کا شریک تھا اور نمایاں خدمت انجام دی ۔ اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب اور ''خان عالم'' کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔

انتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہؤا ۔ پینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس جنگ میں جوچھد سدار بخت اور رانا بھونسلہ کے درمیان ہوئی اس نے بہت کوشش کی ، پچاسویں سال جلوس عالم گیری میں صوبہ مالوہ کے انتظام کے لیے نام زد اور محمد اعظم شاہ کے ہم راہ مقرر ہؤا ۔

بادشاہ کے انتقال سے چند روز قبل مالوہ کے لیے روانہ ہؤا ۔ اس واقعہ انتقال (عالم گیر) کے بعد محمد اعظم شاہ کی رفاقت میں سرگرمی دکھائی ۔ بہادر شاہ کی لڑائی میں جنگ کے روز سلطان عظیم الشان [۸۱٦] کے مقابلے پر آکر دلیرانہ حملہ کیا ۔ بہت کاری زخم لگے ، تیر کے زخم سے مارا گیا[1] ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم صفحہ ۵۹۱ (ب)

اس کے لڑکوں میں سے ایک خان عالم ثانی تھا ، جو اپنے والد کے بعد سردار ہؤا ۔ صوبہ بیدر کی جانب اسے پرگنہ بسمت وراثناً جاگیر میں ملا تھا ۔ اس نے اس کو وطن بنا لیا تھا ۔ اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا ، جاگیر کا کاروبار اس کے سپرد کر دیا تھا ۔ نیرنگی زمانہ کہ اس کی زوجہ کا انتقال ہو گیا ، اس کو بہت صدمہ ہؤا اور چار ماہ کے بعد اس کا بھی انتقال ہو گیا ۔

جواہرات اور اسلحہ کے جمع کرنے کا بہت شوق تھا ، باوجودیکہ استعمال نہیں کیا کرتا تھا ، نقد روپیہ بھی بہت جمع کر لیا تھا ، اس کے بعد نصف رقم سے زائد بحق سرکار ضبط کر لی گئی ، اس کے کوئی لڑکا نہ تھا ۔

دوسرا احتشام خاں ، جو ابتدائی عمر میں مر گیا ۔ اس کا لڑکا احتشام خاں ثانی اپنے چچا خان عالم کے ساتھ رہتا تھا اور اس کی لڑکی اس کی بیوی تھی ۔ اس سے ایک لڑکا تھا جو بہت کوشش کے بعد اور مذکورہ موروثی محال کی جاگیر حاصل کرنے میں کامیاب ہؤا لیکن فلک کج رفتار کی نیرنگی سے اس نے ابتدائی عمر شباب میں اس دنیا سے عالم آخرت کی راہ لی ۔

(۲۱۰)

خان جہاں بہادر کوکلتاش خاں ظفر جنگ

علی مراد نام ، سلطان جہاں دار شاہ کا دودھ شریک بھائی تھا ، خاندان کے اعتبار سے شریف تھا ۔ آقا کی شہزادگی کے زمانے میں اس کے دل میں جگہ کر کے ملتان کی صوبے داری پر فائز ہؤا اور بہادر شاہ اول کے دور حکومت میں ''کوکلتاش خاں'' کا خطاب ملا ۔ بہادر شاہ اول کے انتقال [۸۱ے] اور تینوں شہزادوں کے قتل ہو جانے کے بعد سلطنت ہندوستان کا معشوق ، جہاں دار شاہ کی آغوش میں داخل ہؤا، (جہاں دار شاہ بادشاہ بنا) ، تو اصل و اضافہ کے بعد نو ہزاری ذات اور نو ہزار سوار کے منصب ، ''خان جہاں بہادر ظفر جنگ'' کے خطاب اور میر بخشی کے

عہدے پر فائز ہؤا -

اس کا چھوٹا بھائی محمد ماہ جس کا خطاب "ظفر خاں" تھا اور اس کا بہنوئی خواجہ حسین خاں ، ہر ایک ہشت ہزاری کے منصب پر فائز ہوئے - پہلے (محمد ماہ) کو "اعظم خاں" کا خطاب ، اکبر آباد کی نظامت اور دوسرے کو "خان دوراں" کا خطاب اور بخشی دوم کا عہدہ ملا - یہ وہی خان دوراں ہے جو محمد اعزالدین پسر جہاں دار شاہ کا اتالیق مقرر ہو کر محمد فرخ سیر کے مقابلے کے لیے گیا تھا ، بے ہمتی اور بزدلی کا یہ حال تھا کہ نیام سے تلوار نکالے بغیر اور کسی سپاہی کی ناک سے خون کا ایک قطرہ گرائے بغیر شاہزادہ مذکور کے ہمراہ اس نے رات کے وقت لشکر سے نکل کر اکبر آباد کا راستہ لیا[1] -

مختصر یہ کہ کوکلتاش خاں ، خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا تھا لیکن جب اس سے اور ذوالفقار خاں سے مقابلہ ہؤا تو وہ حسد کرنے لگا اور مشورے کے وقت ایک دوسرے کے خلاف کہنا اور انجام کو نہ سوچنا اس کا طریقہ اور دستور ہو گیا - اس کے علاوہ بادشاہ وقت (جہاں دار شاہ) جو لعل کنور کے عشق میں مبتلا تھا ، ملک کی جانب سے بے خبر ہو کر اور سلطنت اور آئین جہاں داری سے غافل ہو گیا تھا - اس کی مراد بر نہ آئی ، اس کے چمن آرزو میں خزاں آ گئی - فرخ سیر کی جنگ میں [۸۱۸] جو ۱۱۲۳ھ (۱۷۱۲ع) میں اکبر آباد کے قریب ہوئی[2] وہ ثابت قدم رہا اور اپنے آقا کے لیے جان دے دی -

(۲۱۱)

خان دوراں امیرالامراء

خواجہ عاصم نام ، شریف خاندان تھا[3] اس کے بزرگوں نے اوستاق

---

۱ - ملاحظہ ہو سیرالمتاخرین جلد اول صفحہ ۵۰ (ب)

۲ - خافی خاں (جلد دوم صفحہ ۷۲۱) میں ۱۱۲۳ھ (۱۷۱۲ع) دیا ہے لیکن یہ واقعہ ۱۱۲۴ھ (۱۷۱۳ع) کا ہے (ب)

۳ - ملاحظہ ہو لیٹر مغلس جلد اول صفحہ ۲۶۴—۲۶۶ (ب)

بدخشان سے ہندوستان آکر اکبر آباد میں سکونت اختیار کی ۔ ان میں سے بعض نے سپاہ گری میں اور بعض نے درویشی کے طریقے پر زندگی گزاری ۔ اس کا بڑا بھائی خواجہ محمد جعفر گوشہ نشینوں میں قابل اعتبار تھا ۔ شیخ عبداللہ واعظ ملتانی کا قضیہ جو اس کے ساتھ ائمہ دین کی منقبت خوانی کے سلسلے میں بادشاہ محمد فرخ سیر کے تیسرے سال جلوس میں ہوا ، مشہور ہے[1] ۔ خواجہ محمد باسط خواجہ محمد جعفر کا لڑکا تھا ۔

خواجہ محمد عاصم ابتدا میں سلطان عظیم الشان کے محافظ دستہ میں معمولی منصب پر مقرر تھا ، عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد (عظیم الشان) اپنے والد کی طلبی پر بنگالہ سے اکبر آباد آیا اور اپنے لڑکے محمد فرخ سیر کو صوبہ مذکور (بنگالہ) میں چھوڑا ۔ اس (خواجہ عاصم) کو بھی اپنے لڑکے (فرخ سیر) کے ساتھ ساتھ تعینات کیا ، چونکہ وہ با سلیقہ انسان تھا اور اس کے حالات سے اس کی لیاقت ظاہر ہوتی تھی ، چند روز میں محمد فرخ سیر کے مزاج سے اس نے موافقت پیدا کر لی اور جزوی و کلی معاملات میں دخیل ہو گیا ۔ دوسرے تعلقہ داروں نے اس کی اس قدر شکایتیں لکھیں کہ سلطان عظیم الشان نے اس کو اپنے حضور میں طلب کر لیا ، اسی دوران میں بہادر شاہ اول کا انتقال ہو گیا اور سلطان [۹ ۸۱] عظیم الشان بھائیوں سے لڑ کر مارا گیا ۔

محمد فرخ سیر نے تخت سلطنت کے لیے سادات بارہہ سے مل کر اپنے چچا جہاں دار شاہ سے جنگ کا ارادہ کر لیا ۔ (خان دوران) محمد فرخ سیر کے پاس پہنچا اور اس نے ارتباط و اعتماد کو بڑھایا ۔ دیوان خاص کا داروغہ ، منصب میں مناسب اضافہ اور "اشرف خان" کے خطاب سے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو تاریخ ہندوستان از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صفحہ ۱۲۱—۱۲۲ و داستان ترک تازان ہند (کاخ سوم) صفحہ ۵۳۴— ۵۴۴ از نصراللہ خاں (دولت یار جنگ) (بمبئی ۱۳۰۹ھ ۱۸۹۲ع) (ق)

سرفراز ہؤا ۔ دیوان خاص کی داروغگی کے ساتھ کچھ دنوں میر آتش کے فرائض بھی انجام دیتا رہا ۔

اس کے بعد جب محمد فرخ سیر اپنے چچا پر فتح یاب ہؤا تو اسے (خواجہ عاصم) شاہجہاں آباد پہنچنے پر محمد فرخ سیر کے پہلے سال جلوس میں اصل و اضافہ کے بعد سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب ، علم ، نقارہ اور ''صمصام الدولہ خان دوراں بہادر منصور جنگ'' کا خطاب مرحمت ہؤا ۔

اس کے بعد بادشاہ (فرخ سیر) اور سادات بارہہ (عبداللہ و حسین علی خان) کے درمیان لوگوں کی مداخلت ، والیٔ وقت (فرخ سیر) کی تنک مزاجی اور نا تجربہ کاری اور سادات بارہہ کی خود رائی کی وجہ سے اتفاق و اتحاد کی بجائے مخالفت ہو گئی تو اگرچہ یہ شخص سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کا مادہ بھی رکھتا تھا اور بادشاہ کے مشورے میں شریک رہتا تھا لیکن سادات سے قطع تعلق نہ کر سکا ۔

دوسرے سال جب امیر الامراء حسن علی خان کو نظام الملک فتح جنگ[1] بہادر کی بجائے صوبہ دکن کا ناظم مقرر کیا گیا تو (خان دوران کو) نائب میر بخشی مقرر کیا گیا ۔ اسی زمانے میں محمد امین خان بہادر کی بجائے وہ بخشی دوم مقرر ہؤا ۔ اس کے بعد گجرات کی صوبے داری پر سرفراز ہو کر حیدر قلی خان جو سرکار شاہی سے بندر سورت کا متصدی [۸۲۰] مقرر ہؤا تھا ، وہ اس کی نیابت میں تعلقہ مذکور کا انتظام کرنے لگا ۔

جب تخت سلطنت پر محمد شاہ متمکن ہؤا اور پہلے سال جلوس میں حسین علی خان مارا گیا تو اس کی فوج کے دستے کے دستے اور اس کا

---

۱ ۔ نظام الملک آصف جاہ کو فرخ سیر نے ''فتح جنگ'' کا خطاب دیا تھا ۔ ملاحظہ ہو ماٿرالامراء جلد سوم صفحہ ۸۳۷—۸۴۸ و ۸۷۵—۸۸۲ (ب)

پہنچا سید غیرت خاں اپنی فوج کو ہمراہ لے کر شاہی محل سرا کے پا
پہنچا ۔ بادشاہ اراکین کے مشورے سے ہاتھی پر سوار ہو کر اپ
محل سرا کے سامنے کھڑا ہو گیا ، عین ہنگامہ کے وقت (خان دورا
اپنے آدمیوں کے ہمراہ پہنچا اور ہراول کی طرح قائم ہو گیا ۔

غیرت خاں کے مارے جانے اور ہنگامہ فرو ہونے کے بعد امیرالامر
کے خطاب اور میر بخشی کے عہدے پر سرفراز ہؤا ۔ عرصۂ دراز تک
استقلال کے ساتھ وہ اس تعلقہ میں رہا ۔ خوش وضع اور شیریں زبان تھا
علما و فضلا کی صحبت اس کو بہت پسند تھی ۔ ہمیشہ اس کی مجلس م
فصوص الحکم کا ذکر ہؤا کرتا تھا ۔ غریبوں کے ساتھ اخلاق سے پ
آتا تھا اور ہم عصروں سے کھچا ہؤا رہتا تھا ۔ اس کی جاگیر سے جو کچ
آتا ، وہ سپاہ پر خرچ کر دیتا تھا ، اس لیے کہ ان کی معقول تنخواہ
تھیں ، شاہی معاملات میں وہ بالکل زمانے سازی سے کام نہیں لیتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ جب بنگالہ کا صوبے دار جعفر خاں مر گیا تو خا
مذکور کا داماد شجاع الدولہ اس کی جگہ مقرر ہؤا ۔ اس نے ایک رقم
جو لاکھوں کے اندازے میں تھی ، شاہی پیش کش کے علاوہ ا
(خان دوران) کو بھیجی ۔ اس نے اس رقم مذکور کو (شاہی) پیش کش
کے ساتھ بادشاہی خزانے میں داخل کر دیا [۸۲۱] ۔

اکثر راجے اس کے متوسل تھے ۔ جب صوبہ مالوہ میں دکن
مرہٹوں نے شورش برپا کی تو ۱۱۴۷ھ (۵—۱۷۳۴ع) میں بادشاہ
حکم کے مطابق اس گمراہ جماعت (مرہٹوں) کی گوش مالی کے لیے راجاؤ
کو ساتھ لے کر روانہ ہؤا ۔ دوسری فوج اعتماد الدولہ قمر الدین خاں
سرداری میں تھی اور خان دوراں کے مقابلے میں ملہار راؤ ہولکر ت
لیکن جیسی کامیابی ہونی چاہیے تھی نہیں ہوئی ۔ صلح کرنے کے ب
بادشاہ کے حضور میں واپس آ گئے ۔

۱۱۴۹ھ (۸—۱۷۳۶ع) میں جب باجی راؤ نے دارالحکومت

حدود میں ہنگامہ کیا تو وہ شہر سے نکلا ، باجی راؤ واپس چلا گیا[1] ۔
۱۱۵۱ھ (۳۸ـ۱۷ع) میں جب نادر شاہ ، ہندوستان پہنچا اور بادشاہ وقت (محمد شاہ) نے مقابلے کے ارادے سے کرنال تک سفر کیا ۔ اودھ کا صوبے دار برہان الملک سعادت خاں[2] جو پیچھے رہ گیا تھا طولانی منزل طے کرنے کے بعد حاضر خدمت ہؤا اور وہ اپنے لشکر کے بازار کی بربادی کی خبر سن کر ایران کی فوج کے مقابلے کے لیے چلا ۔ خان دوراں بھی اپنی جمعیت کو لے کر مدد کے ارادے سے اس کے پیچھے روانہ ہؤا ، مقابل کی فوج قزاقوں کے طریقے سے میدان میں آئی ، خان دوراں ثابت قدم رہا اور جہاں تک ہو سکا مقابلہ کیا ۔ اس کے اکثر ساتھی مارے گئے وہ خود بھی بندوق کے تیر سے زخمی ہؤا ۔ لوگ اس کو خیمے میں لائے ۔ دوسرے دن اس کا انتقال ہو گیا ۔

اس کے تین لڑکے جو ساتھ تھے اور اس کا بھائی مظفر خاں ، کہ جو ایک مشہور سردار تھا اور کچھ عرصے تک اجمیر کا صوبے دار بھی رہا تھا ، یہ سب اس جنگ میں مارے گئے [۸۲۲] ۔

اس کا لڑکا خواجہ عاشوری ، جو دشمن کے ہاتھوں قید ہوگیا تھا محمد شاہ کے زمانے میں اپنے باپ کے خطاب سے مخاطب ہؤا ۔ ۱۱۶۷ھ (۵۴ـ۱۷ع) میں میر آتش اور عالم گیر ثانی کے زمانے میں امیرالامراء کے عہدے پر پہنچا ، کچھ دن ہوئے کہ اس کا انتقال ہو گیا ۔

چونکہ نادر شاہ کا ذکر آ گیا ہے ، اس لیے یہ ضروری ہؤا کہ اس کے کچھ حالات بھی لکھ دیے جائیں ۔ وہ ایل قرقلو قبیلے سے تھا ، جو افشار ترکمانوں کی ایک شاخ ہے ۔ پرانے زمانے میں اس قوم کا مسکن

---

۱ ۔ باجی راؤ شہر دہلی میں ۹ ذی الحجہ ۱۱۴۹ھ (۹ اپریل ۳۷ـ۱۷ع) کو داخل ہؤا ، ملاحظہ ہو لیٹر مغلس جلد دوم صفحہ ۲۸۹ (ب)

۲ ۔ نجم الغنی خاں نے حملہ نادری میں برہان الملک سعادت خاں کا کردار تفصیل سے بیان کیا ہے ملاحظہ ہو تاریخ اودھ جلد اول صفحہ ۵۹ ــــ ۷۰ (ق)

ترکستان تھا اور توران کے مغلوں کے غلبے کے زمانے میں وہاں سے نکل کر انہوں نے آذر بائیجان میں توطن اختیار کر لیا ۔ شاہ اسماعیل صفوی کے زمانے میں مختلف وجوہ سے منات کونکاں (محال اینورد) کے پاس ، کہ جو خراسان کے علاقے میں مشہد مقدس سے بیس کوس کے فاصلے پر شمال کی طرف مرو کے قریب واقع ہے ، کوچ کرکے آ گئے ۔

اس (نادر شاہ) کی پیدائش ۱۱۰۰ھ (۱۶۸۸ع) میں ہوئی ۔ اس کے دادا کے نام پر اس کا نام نذر قلی رکھا گیا ۔ چونکہ سلطان حسین کے آخری دور حکومت میں بردباری کے باوجود لیکن سیاست کے فقدان کی وجہ سے ، کہ جو حکومت کے لیے لازمی شے ہے ، انتظام عمل داری درہم برہم ہوگیا ۔ ہر شخص کے دماغ میں حکومت کا سودا اور ہر ایک کی طبیعت میں بادشاہت کی تمنا پیدا ہوگئی ، چنانچہ خراسان اور قندھار میں ابدالی اور غلزہ پٹھان [۸۲۳] قابض ہوگئے اور اہل روم نے سرحدی مقامات پر قبضہ کر لیا ۔ اس (نادر شاہ) نے اپنے وطن میں خروج کرکے پہلے اپنی قوم پر ، جو اس کے مخالف تھی ، جنگ کرکے غالب آیا پھر متواتر لڑائی کرکے پٹھانوں کو قتل کرنے کے بعد ان کا زور کم کیا ۔ اس کے بعد مشہد مقدس کو فتح کرنے میں مشغول ہوا ۔ ۱۱۴۱ھ ۹–۱۷۲۸ع میں اصفہان پر قبضہ کر لیا ۔ ۱۱۴۵ھ (۳–۱۷۳۲ع) میں روم کی فوج کو شکست دے کر مصالحت کے لیے پانچ شرطیں مقرر کیں ۔ :

اول ۔ یہ علمائے روم مذہب امامیہ کو پانچواں (فقہی) مذہب شمار کریں ۔

دوم ۔ یہ کہ مسجد الحرام کے ارکان اربعہ ، جو ائمہ اربعہ سے متعلق ہیں ، ان کے ساتھ ایک رکن میں شریک ہوکر اس (امامیہ) مذہب کے لوگ بھی مذہب جعفری کے مطابق نماز ادا کرسکیں ۔

سوم : ہر سال ایران کی طرف سے میر حاج مقرر ہو اور اس کا عزت و احترام کیا جائے ۔

چہارم ۔ یہ کہ ایران اور روم مملکتوں کے قیدی ، جن کے پاس بھی ہوں ، آزاد کر دیے جائیں اور ان کی خرید و فروخت جائز نہ رکھی جائے ۔

پنجم ۔ یہ کہ ایک دوسرے (ملک) کا وکیل ہر ایک کے دارالحکومت میں موجود رہے کہ ہر مملکت کے معاملات بہترین طریقہ پر فیصل ہوسکیں ۔

نادر شاہ ۱۱۴۷ھ (۳۴-۱۷۳۵ء) میں تخت نشین ہؤا (بادشاہت کا اعلان کیا) اور ۱۱۵۱ھ (۳۸-۱۷۳۹ء) میں ہندوستان آیا ۔ محمد شاہ بادشاہ نے آخر کار صلح کی تحریک کرکے کثیر رقم ، بے انتہا سامان اور تخت طاؤس ، جو شاہجہاں بادشاہ کا بنوایا ہؤا تھا ، اس (نادر شاہ) کے سپرد کر دیا[1] ۔ اور ۱۱۵۲ھ (۳۹-۱۷۴۰ء) میں [۸۲۴] نادر شاہ واپس ہوگیا ۔ اس نے خوارزم ، بلخ اور ایران کے تمام ممالک پر قبضہ کر لیا ۔

۱۱۶۰ھ میں رات کے وقت ایک چوکیدار نے محل میں داخل ہوکر اس (نادر شاہ) کا کام تمام کردیا[2] ۔ اس کے بعد اس کے کئی لڑکوں نے سرداری حاصل کی ۔ آخر انہوں نے بھی سوائے نام کے کچھ نہ چھوڑا ۔

(۲۱۲)

خدا یار خاں

سندھ کا حاکم ، لیٹھی کے نام سے مشہور اور عباسی نسب تھا ۔ اس کے قبیلے کا لقب سندھ کی زبان میں کلہورہ ہے اور اس نے متبعین کو

---

۱ ۔ نادر شاہ جو مال و متاع دہلی سے لے گیا اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ اودھ جلد اول صفحہ ۲-۷۴ (ف)

۲ ۔ نادر شاہ ظالم و سفاک کی تاریخ وفات ''فی النارو السفر مع الجدوالپدر'' سے کسی نے نکالی ہے جو مدتوں زبان زد خاص و عام رہی ہے ۔ اس (باقی صفحہ ۸۱۲ پر)

سرایاں کہتے ہیں ، کیونکہ اس قوم کے لوگ اکثر سرا (علاقہ) کے ہیں ۔ بھکر اور ملتان کے درمیانی ضلع کو سرا کہتے ہیں ۔ اس کے بزرگ درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے ، وہ سید محمد جون پوری مہدوی[1] سے بھی سلسلۂ طریقت رکھتے تھے ۔

اس کے بزرگوں میں سے ایک شخص نے قوم ابرہ کے سردار سے کہ ، وہ لوگ پرانے زمانے سے سندھ کے حاکم تھے ، تعلق پیدا کر لیا اور اس سے کچھ اراضی اپنی معاش کے لیے حاصل کی ، اس کی اولاد نے (اسی آراضی سے) قوی پشت ہو کر قوت بڑھائی ۔ بہت سے مرید اور معتقد ہوگئے ۔ آخر زمین داری کے ذیل میں آ کر حکام کو لگان ادا کرنے لگے ، آہستہ آہستہ قوم ابرہ پر غالب آ کر ان کے اکثر مواضعات پر قبضہ کر لیا ، یہاں تک کہ شیخ نصیر[2] تک نوبت آئی ، اس نے زمیں داری کے معاملے میں پورا استقلال حاصل کر لیا تھا ۔

اس کے مرنے کے بعد اس کا بڑا لڑکا شیخ دین محمد[3] ریاست پر قابض

(بقیہ صفحہ ۸۱۱)

سے ۱۱۶۰ھ (۱۷۴۷ع) برآمد ہوتے ہیں اگرچہ قاعدے سے ''پدر'' پر ''ال'' نہیں آتا ہے ۔ ملاحظہ ہو وقائع نادری از معصوم علی محشر صفحہ ۱۰۰ (نول کشور پریس لکھنئو) (ق)

۱ - سید محمد جون پوری (تولد ۸۴۷ھ (۱۴۴۳-۴۴ع) (وفات ۱۹ ذی قعدہ ۹۱۰ھ م ۲۳ اپریل ۱۵۰۵ع) بمقام فراہ ۔ (ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۴۴۴-۴۴۸) (ق)

۲ - شیخ نصیر ۱۰۶۸ھ-۱۱۰۴ھ (ملاحظہ ہو منشور الوصیت و دستور الحکمت از میاں نور محمد مرتبہ پیر حسام الدین راشدی صفحہ ۱۵ (حیدر آباد سندھ ۱۹۶۴ع) صفحہ ۱۶۵ پر پیر حسام الدین صاحب نے سنین مختلف دی ہیں (ق)

۳ - دین محمد ۱۱۰۴ھ-۱۱۱۱ھ-(۱۶۹۲ع-۱۶۹۹ع) (ایضاً)

...۔ خلد مکاں (عالم گیر) بادشاہ کے زمانے میں[1] جب شاہزادہ معزالدین ... ملتان کی حکومت [۸۲۵] پر فائز ہوا اور شہزادے کا لشکر ...وستان پہنچا ، دین محمد نے اطاعت قبول ... کی اور شاہزادے کی خدمت میں حاضر نہ ہوا ۔ آخرکار شہزادے نے قرآن درمیان میں دے کر دین محمد کو اس کے دوسرے دو عزیزوں کے ساتھ طلب کیا ۔ جب وہ تینوں آدمی دربار میں پہنچ گئے تو شہزادے نے ، ایک فوج کو مقرر کیا کہ ان کے ...ی ماندہ اہل و عیال کو گرفتار کرکے لے آئے ۔

دین محمد کے چھوٹے بھائی یار محمد نے بہت تیزی سے تمام قبیلوں کو ...وں کی گھاٹیوں اور دروں میں چھوڑا اور خود جنگ کے لیے تیار ہو گیا ۔ مقابلے کے بعد شہزادے کی فوج نے شکست کھائی ، یار محمد قوی دل ہو کر پہاڑ کے دروں میں جنگ کے ارادے سے بیٹھ گیا ۔ شہزادہ ان ...ین آدمیوں کی گرفتاری کو کافی سمجھ کو ملتان کی طرف واپس ہوگیا ۔ ...ان میں پہنچ کر اس نے حکم دیا کہ ان تینوں کو قتل کر دیا ...ے ۔[2]

اس کے بعد یار محمد نے آہستہ آہستہ کلی استقلال حاصل کر لیا اور سیوستان پر قابض ہوگیا ، سیوی درہ کہ جو ایک بڑی مملکت سندھ سے قندھار تک پھیلی ہے اور دوسرے محالات کو قدیم زمینداروں کے قبضے سے نکال کر ان پر اپنا قبضہ کر لیا ، روز بروز اس کی قسمت کا ستارہ ...دی پر تھا[3] ۔

محمد فرخ سیر کے زمانے میں ''خدا یار خاں'' کے خطاب اور منصب پر

---

۱ - ۱۱۰۳ھ ملاحظہ ہو منشور الوصیت و دستور الحکمت از میاں نور محمد مرتبہ پیر حسام الدین راشدی ۔

۲ - یہ واقعہ ۱۱۱۱ھ (۱۶۹۹ع) کا ہے ملاحظہ ہو منشورالوصیت صفحہ ۱۶۶ (ق)

۳ - سیوی پر ۱۱۲۵ھ میں قبضہ ہوا ، تبصرۃ المناظرین[4] بہ حوالہ منشور الوصیت صفحہ ۱۶۶ (ق)

سرفراز ہؤا اور فرخ سیر کے آخری زمانے میں اس دنیا سے رخصت ہوگیا

اس کی کل اولاد میں صرف دو لڑکے لائق تھے ۔ شیخ نور محمد ا
شیخ داؤد ۔ کچھ دنوں تک [۸۲۶] دونوں بھائیوں کے درمیان جھگ
اور فساد رہا، آخر کار شیخ نور محمد غالب آیا اور اپنے باپ کی جگہ (ریاس
پر) قابض ہو گیا[۲] ۔ اور بھائی کو صلح کے لیے بلا کر زمینداری کا کچھ
حصہ مقرر کر دیا ۔ شیخ نور محمد دربار شاہی سے اپنے باپ کا خطا
"خدا یار خاں" اور منصب پا کر مفتخر ہؤا[۳] ۔ قوت اور شوکت ،
وہ اپنے تمام بزرگوں سے بڑھ گیا ۔ اس کی عمارت اور حکومت کا دبدبہ ا
شہرہ بہت دور تک پہنچ گیا ۔ قرب و جوار کے اکثر زمینداروں کو
مطیع کر لیا ۔ اپنی حکومت کے ابتدائی زمانے میں شکار پور کے داؤد پو
زمینداروں کی جماعت سے جنگ کر کے ان پر غالب آیا اور ان کے اہ
وطن سے اہل و عیال کے ساتھ ، کہ جو تقریباً چھ سات ہزار نفوس تھے
ان کو نکال باہر کیا ۔

داؤد پوترہ کی جماعت شہزادہ معزالدین کے زمانے میں شکار پور
زمینداری پر قابض ہوئی تھی ۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب شہزادے
شکار پور کے زمیندار بختیار خاں کے مقابلے کے لیے فوج بھیجی

---

۱ ۔ پیر حسام الدین راشدی لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ صحیح نہیں ۔
خدا یار خاں کی وفات سے سات ماہ چھ روز پہلے فرخ سیر معزول ہو
تھا اور معزولی کے تین یا چار دن کے بعد قتل ہؤا اور میاں خدا
خاں کا انتقال ۱۱ ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ کو ہؤا اور چار دن کے بعد محمد ؛
تخت نشین ہؤا ۔ ملاحظہ منشور الوصیت (حاشیہ صفحہ ۱۶۶) (ق)

۲ ۔ شیخ نور محمد ۱۱ محرم ۱۱۳۲ھ (۱۳ نومبر ۱۷۱۹ع) کو تخت نش
ہؤا "ربّ بادا مسلم ملکرانی" سے تاریخ مسند نشینی برآمد ہوتی ۔
(ایضاً صفحہ ۱۶۷) (ق)

۳ ۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی نے ۱۱۳۲ھ میں شیخ نور محمد کو "خدا یار خاں
کا خطاب مرحمت فرمایا ، منشورالوصیت صفحہ ۱۶۷ (ق)

داؤد پوترہ جماعت شہزادے کے ساتھ رہی اور اس نے کارہائے نمایاں انجام دے - یہ لوگ بختیار خاں کا سر کاٹ کر لائے - شہزادے نے اس خدمت کے عوض میں وہ ضلع (شکار پور) اس جماعت (داؤد پوتروں) کو مرحمت فرما دیا -

عبداللہ خاں بروہی ، کلات کا حاکم ، کہ جو سندھ اور قندھار کے درمیان نہایت مستحکم قلعہ ہے ، ہمیشہ خدا یار خاں کے ملک میں لوٹ مار کرتا تھا اور ہر سال نذرانہ لیتا تھا - خدا یار خاں نے ۱۱۴۳ھ (۱۷۳۰—۱ء) میں عبداللہ خاں پر حملے کا ارادہ کیا اور اپنی قیام گاہ سے ، کہ جو خدا آباد ہے ، [۸۲ء] نکل کر لاڑکانہ میں آیا اور وہیں) ٹھہر گیا اور اس نے ایک بھاری فوج آگے روانہ کر دی - عبداللہ خاں ، جو دلیری اور مردانگی میں یکتا تھا ، تھوڑی سی فوج کے ساتھ کلات سے نکلا اور اس نے اپنے ملک کی سرحد سے آگے بڑھ کے اس فوج کا مقابلہ کیا - سخت جنگ ہوئی - قضائے الٰہی سے (عبداللہ خاں) جنگ میں مارا گیا - اگرچہ خدا یار خاں ، کلات کے بعض مقامات پر ظفر نہ ہو سکا - اس فتح کے بعد دربار شاہی سے اس کو "خدا یار خاں بہادر ثابت جنگ" کا خطاب ، اصل و اضافہ کے بعد پنج ہزاری منصب ، دولت اور خلعت فاخرہ مرحمت ہوا[1] -

۱۱۴۹ھ (۱۷۳۶ء) میں صوبہ ٹھٹھہ اور سرکار بھکر کی حکومت اس کے سپرد ہوئی ، ترخانیوں کا تمام علاقہ مع شی زائد ، اس کے قبضے میں آ گیا[2] -

جب نادر شاہ نے ہندوستان کا ارادہ کیا تو اس نے خدا یار خاں

---

۱ - ۱۱۴۴ھ (۱۷۳۱—۲ء) میں خطاب ملا - منشورالوصیت صفحہ ۱۶۸ (ق)

۲ - ۱۱۵۰ھ (۱۷۳۷ء) میں نور محمد خدا یار خاں کی طرف سے پہلا صوبے دار شیخ غلام محمد ہؤا - ایضاً صفحہ ۱۶۸ (ق)

کو لکھا کہ اپنے ملک میں سے راستہ دے دے ۔ خدا یار خاں نے انکار کر دیا اور پہاڑ کے دروں کا مستحکم انتظام کیا ۔ نادر شاہ مجبور ہو کر کابل کے راستے سے ہندوستان پہنچا ۔

چونکہ وہ (نادر شاہ) خدا یار خاں سے ناراض ہو چکا تھا اس لیے کابل پہنچنے کے بعد اس نے سندھ کی طرف رخ کیا اور جب نادر شاہ کے ڈیرہ غازی خاں پہنچنے کی خبر ، جو ملتان سے تیس کوس کے فاصلے پر ہے ، خدا یار خاں کو معلوم ہوئی تو اس نے چاہا کہ اپنے ملک کو چھوڑ دے اور جنگل اور ریگستان کی طرف ، کہ کسی بڑے لشکر کا ایسے طے کرنا [۸۲۸] محال ہے ، چلا جائے ۔ ارادہ یہ تھا کہ جس وقت نادر شاہ ملک سندھ سے چلا جائے گا تو وہ پھر اپنے ملک پر قابض ہو جائے گا ۔ اس مشورے پر کھورہ اور معتبر سردار اپنے تمام مال اور اہل و عیال کے ہمراہ خدا آباد اور سیوستان سے کوچ کر کے امر کوٹ پہنچے ، جو ایک مستحکم قلعہ ہے ۔ نادر شاہ یہ خبر سن کر یلغار کرتا ہوا امر کوٹ پہنچ گیا ۔ خدا یار خاں کو اطاعت قبول کرنے کے سوا کوئی اور تدبیر سمجھ میں نہ آئی لہذا وہ آیا اور نادر شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔

نادر شاہ نے ناراض ہو کر اس سے کہا کہ مجھ سے کیوں فرار ہوا تھا ؟ خدا یار خاں نے جواب دیا کہ میں باپ دادا کے زمانے سے بادشاہ ہندوستان کا تابع ہوں ، اگر میں آپ کی موافقت کرتا تو آپ کو بھی مجھ پر اعتبار نہ رہتا ، یہ بات درست اور مقبول ہوئی ۔

اسی جلسہ میں اس کو اس کے ملک کی واپسی کی مبارک باد سنا دی گئی ۔ مال و متاع وصول کرنے کے بعد[۱] نادر شاہ نے اس ملک کا تسرا

---

۱ ۔ مشروط باین کہ دو لک روپیہ ہر سال داخل خزانہ والا نماید و یکے از پسرانش با دو ہزار سوار ہمواره ملازم رکاب ظفر انتساب باشد ۔ بدائع وقائع از آنند رام مخلص بحوالہ منشورالوصیت صفحہ ۸۳ (ق)

حصہ اس کو دے دیا ، ایک حصہ قوم داؤد پوترہ کو[1] اور ایک حصہ
بھکر کے زمینداروں کو عنایت کیا ۔

اس تحریر (کتاب) سے پہلے ایک شخص غلام شاہ[2] اور اس کے
بیٹے سرفراز خاں[3] جو خدا یار خاں کے رشتے دار تھے ، اس صوبے پر
حکومت کرتے تھے اس زمانے میں بھی (یہاں کی حکومت) ان ہی لوگوں
سے متعلق ہے ۔

(۲۱۳)

خان زماں میواتی

اس کا باپ شیخ علام مصطفےٰ کار طلب خاں ، بہادر شاہ کے محافظ
دستہ کا سپاہی تھا اور فیروز پور (میوات) کا قاضی زادہ تھا ، معمولی علم
رکھتا تھا ، کچھ مروجہ کتابیں پڑھی تھیں ۔ ابتدائی زمانے میں [۸۲۹]
عاقل خاں خوافی ، ناظم شاہجہاں آباد کی سرکار میں ملازم ہوا اور خان
مذکور کے لڑکوں کی تعلیم پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد منعم خاں سے متعلق
ہو گیا جو بادشاہزادہ محمد معظم کا دیوان تھا اور اس فیض پہنچانے والے
خاں کے وسیلے سے اس نے شاہی منصب حاصل کیا ۔

جس زمانے میں کہ منعم خاں ، شہزادے کی طرف سے لاہور کی
صوبے داری پر مقرر تھا تو خان مذکور (منعم خاں) کے اکثر معاملات کی
انجام دہی اور کار گزاری (خان زماں میواتی) سے متعلق تھی ۔ جب

---

۱ ۔ نادر شاہ نے شکار پور (ضلع سکر) صادق محمد خاں داؤد پوترہ کو
وا گزار کیا ۔ اور بہاول خاں اول کے نام پر بہاول پور کی ریاست
وجود میں آئی ، ملاحظہ ہو منشورالوصیب صفحہ ۱۶۷ (حاشیہ) (ق)

۲ ۔ ۳ ۔ ۱ ذی الحجہ ۱۱۷۰ھ تا ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۱۸۶ھ (۱۲ اگست
۱۷۷۲ع) ایضاً صفحہ ۱۷۰ (ف)

۳ ۔ تخت نشینی ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۱۸۶ھ معزولی ربیع الاول ۱۱۸۹ھ

بادشاہزادہ اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد پشاور سے دارالسلطنت لاہور کے قریب پہنچا اور تخت نشین ہو کر اپنا سکہ اور خطبہ جاری کر کے مطمئن ہؤا تو اس نے ملازمین قدیم اور جدید کے مناصب میں مناسب اضافے کیے اور ان کو مناسب خطاب عطا فرمائے۔ (خان زمان میوانی کی) بہادری اور کار گزاری کے صلے میں اس کے منصب میں اضافہ ہؤا اور اس کو ''کار طلب خاں'' کا خطاب ملا۔

بہادر شاہ اول کی تخت نشینی کے شروع زمانے میں جب اس کو فتح حاصل ہوئی تو دربار شاہی سے (خان زماں کو) لشکر کے بازار کے کروڑی کا عہدہ ملا لیکن جب منعم خاں، خان خاناں کے خطاب سے سرفراز ہؤا اور وزارت کے منصب عالی پر فائز ہؤا تو اس (خان زماں) نے قدیم منصب اور تعلق کی وجہ سے تمام ملکی و مالی معاملات میں دخل حاصل کر لیا اور وہ ایک عمدہ منصب پر فائز ہؤا۔ اس وقت شاہ دھورا میں، جو سرہند کے مضافات میں ایک پرگنہ ہے اور شاہ فیض قادری[۲] کے مزار کی نسبت سے مشہور ہے، بہادر شاہ کا لشکر مقیم تھا۔ خان خاناں کے مرنے سے پہلے خان زماں، جو اس زمانے میں [۸۳۰] علی عسکر خاں کہلاتا تھا، چکلہ اٹاوہ کی فوج داری پر فائز تھا۔ (اٹاوہ) اکبر آباد کے خالصہ شریفہ کا ایک محال اور دریائے جمنا سے تیس کوس کے فاصلے پر تھا۔

اس کے بعد جب جہاں دار شاہ کو حکومت ملی۔ تو اس کا فرزند

۱۔ سادھورا۔ ضلع انبالہ میں واقع ہے ملاحظہ ہو امپیریل گزیٹیر جلد بست و یکم صفحہ ۳۴۷ (ب)

۲۔ اختلاف نسخ میں ''شاہ قیس'' دیا ہے مگر ان کا صحیح نام شاہ قمیص ہے جو ابوالحیات گیلانی کے بیٹے تھے، وفات ۳ ذی قعدہ ۹۹۲ھ کو ہوئی۔ ملاحظہ ہو تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان صفحہ ۳۶۶ (طبع لاہور) (ق)

ول شہزادہ اعزالدین[1] ، خواجہ حسن خان دوران کی اتالیقی میں
ﷺد فرخ سیر کے مقابلے کے لیے مقرر ہؤا کہ جو پٹنہ سے روانہ ہو چکا تھا ،
راسے اور ان اطراف کے اکثر فوج دار کمک کے لیے مقرر ہوئے۔ خان
ـد ثور (خان زماں) جس کے پاس اچھی فوج تھی ، وہاں جا کر اس سے
.ں گیا ۔

اس نے کچھ عرصے تک ہمراہ رہ کر سردار کے طریقے اور دربار کے
ـدار سے واقفیت حاصل کی ۔ شہزادہ (اعز الدین) ، کہ نام کے سوا جس
کی کوئی حیثیت نہ تھی ، خان دوراں کا محکوم تھا ۔ اس نا تجربہ کار
سردار کے کام کا دار و مدار مکر و حیلہ پر تھا ۔ بزدلی اور نا مردی کی
وجہ سے چونکہ جرأت نہیں تھی ، ہوش و حواس گم تھے اور اس پریشان
فوج کے حالات کی پریشانی سے تباہی و بربادی کے آثار ظاہر تھے ۔
(خان زماں) کوچ کرنے کا موقع دیکھتا تھا ، جب فرخ سیر کی آمد آمد
کی خبر پہنچی تو وہ فوج اور اپنے علاقے کا خزانہ لے کر ، جو اس کے
ساتھ تھا ، شام سے صبح تک چل کر اس سے جا ملا اور بہت تحسین و
آفریں کا مستحق ٹھہرا ۔

جہاں دار شاہ کی جنگ میں جھبلہ رام ناگر کے ساتھ کوکلتاش
خاں جہاں کی طرف سے روانہ ہو کر جنگ میں شریک ہؤا اور بار بار
دلیرانہ حملہ کر کے بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کیا ، چونکہ اس کے
چہرے سے اس کی عقیدت [۸۳۱] اور نمایاں کوششیں ظاہر تھیں ، اس
لیے فتح کے بعد ''خان زماں بہادر'' کے خطاب ، منصب عالی اور نوازش
شاہانہ سے سر فراز ہؤا ۔ اس کے بعد ملتان کی صوبے داری ملی ۔ وہاں اس
نے نیک نامی حاصل کی ۔

خاقان زماں (محمد شاہ) کے زمانے میں اس کی عزت اور مرتبہ کچھ

---

۱ ۔ جہان دار شاہ کے فرزند کی تفصیل کے لیے دیکھیے لیٹر مغلس جلد
اول صفحہ ۲۴۲—۲۴۳

زیادہ نہیں رہا ۔ چنانچہ بادشاہ کے سانحہ کے بعد جب نواب آصف جاہ ، دکن چلا گیا تو اس نے اپنی جاگیر کے محالات ، جو ہندوستان میں تھے ، اس کے سپرد کر دیے ۔ سائیسی کا انجام گھاس بیچنا ہے ، اسی کام میں اس کا پیمانۂ زندگی لبریز ہوگیا[1] ۔

(۲۱۴)

خواجہ عبداللہ خاں

اس کی اصل ملک توران سے ہے ابتدا میں اپنے بھائی خواجہ رحمت اللہ خاں کے ساتھ عماد الملک مبارز خاں کی رفاقت میں رہتا تھا ۔ دونوں سیکاکول اور راجندری کے عامل تھے ، مبارز خاں کے مارے جانے کے بعد جب نظام الملک آصف جاہ حیدر آباد آیا تو یہ دونوں مذکورہ امیر (آصف جاہ) کے پاس پہنچے ۔ اس کو محال راجندری کے ساتھ خانسامان کا عہدہ اور اس کے بھائی (خواجہ رحمت اللہ) کو اس (آصف جاہ) کی سرکار میں دیوانی کی خدمت ملی ۔

خواجہ رحمت اللہ خاں جلد مر گیا ۔ اس کے مرنے کے بعد اس امیر کی سرکار کی دیوانی بھی اس کو ملی ۔ جب دوسری مرتبہ آصف جاہ نے دارالخلافت (دہلی) کا ارادہ کیا تو اس کو ناصر جنگ شہید کا اتالیق بنا کر دکن میں چھوڑ دیا ۔ جب آصف جاہ ، دکن کو واپس ہؤا تو وہ ہمیشہ اس کا راز دار مصاحب رہا - جب سعادت اللہ خاں [۸۳۲] تعلقہ دار کرناٹک حیدر آباد فوت ہوگیا تو اس کا بھتیجا دوست علی خاں ، صفدر علی خاں کے ساتھ اس تفصیل سے کام آئے جو سعادت اللہ خاں کے حالات میں تحریر ہے[2] ۔

قلعہ ترچناپلی ، کہ جو اس علاقے کے مشہور قلعوں میں سے ہے ، مرار راؤ گھور پرہ کے قبضے میں چلا گیا ۔ آصف جاہ نے کرناٹک مذکور

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو لیٹر مغلس جلد اول صفحہ ۲۱۴ ، ۲۳۰—۲۳۱ (ب)
۲ ۔ ملاحظہ ہو مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۵۱۳ (ق)

کی تعلقہ داری پر خواجہ عبداللہ کو مقرر کیا ، اور خود اس نے قلعہ مذکور (ترچناپلی) کے محاصرے کا قصد کیا ۔ فتح کے بعد جب وہ واپس ہؤا تو (عبداللہ خاں) کو صحن نبیاد[1] کی طرف نقارہ عنایت کیا ۔ اور تعلقہ (کرناٹک) پر روانہ کر دیا ۔ اسی رات ۱۱۵۷ھ (۱۷۴۴ع) میں مرگ ناگہانی کے ذریعہ اس نے اس مکار دنیا سے رہائی پائی ۔ ''نقارۂ آخر'' تاریخ ہے ۔

(خواجہ عبداللہ) ولایت میں پیدا ہؤا ۔ آرام طلب انسان تھا ، جود و سخا میں مشہور لیکن مغلوب الغضب تھا ۔ کسی وقت اگر وہ کسی ایک پر غصہ ہوتا اور اتفاق سے کوئی دوسرا بھی آ جاتا تو وہ اس کے ساتھ بھی سختی اور درشتی سے پیش آتا تھا ۔

اس کا سب سے لائق لڑکا خواجہ نعمت اللہ خاں تھا ۔ باپ کے مرنے کے بعد وہ کچھ مدت راجبندری[2] کا عامل رہا اور صلابت جنگ کی حکومت میں اس کو بیجا پور کی نائب صوبے داری اور ''تہور جنگ بہادر'' کا خطاب ملا ۔ کچھ عرصے کے بعد اس کے دماغ پر سوداویت نے غلبہ کیا ۔ اسی مرض میں اس کا انتقال ہوگیا ۔ اس کے اور لڑکے خواجہ عباد اللہ خاں اور خواجہ سعداللہ خاں ، شجاع الملک امیرالامراء کی نوکری میں زندگی بسر کرتے تھے ۔ دوسرے (خواجہ سعد اللہ خاں) کو علم سے مناسبت تھی ۔ [۸۳۳]

(۲۱۵)

خواجم قلی خاں بہادر

نذر بے کا لڑکا تھا جو ملک توران کا ایک امیر تھا ۔ وہ وہاں سے سفارت کی خدمت پر عالم گیر کے حضور میں آیا ۔ واپسی کے بعد اس نے اپنے بڑے لڑکے یول بارس خاں کو نوکری کے لیے ہندوستان بھیجا ۔ اس

---

۱ ۔ اس سے یا تو ارکاٹ مراد ہے یا اورنگ آباد (ب)

۲ ۔ اختلاف نسخ میں ''راجیندری'' ہے

(نذر بے) کے مرنے کے بعد اس کا دوسرا لڑکا بیگلر بیگی متعلقین کو ساتھ لے کر اپنے بڑے بھائی کے پاس چلا آیا ۔

خان مذکور (خواجم قلی) اس وقت شیر خوار تھا ۔ بیگلر بیگی خان سادات بارہہ کے اقتدار کے زمانے میں مرحمت خان کی بجائے مانڈو کی فوج داری اور قلعہ داری پر مامور ہؤا ۔ وہ بھی بھائی کے ساتھ رہا ۔ ۱۱۳۶ھ (۱۷۲۳ع) میں جب نظام الملک آصف جاہ وزیر ہو جانے کے بعد محمد شاہ بادشاہ سے رخصت لے کر دکن کو روانہ ہؤا[1] تو اس نے اس (خواجم قلی) کو راستے سے اپنے ساتھ لے لیا ۔

مبارز خاں کی لڑائی کے بعد صوبہ برہان پور میں جاگیر ملی[2] اور صوبہ خاندیس کی سرکار کھرگاؤں کی فوج داری پر زندگی گزارتا رہا[3] ۔ ناصر جنگ شہید کی عمل داری میں پہلے برار کا نائب ناظم مقرر ہؤا ، پھر چند ماہ کے بعد معزول ہوگیا ۔ اس کے بعد کبھی بگلانہ کی فوج داری پر اور کبھی برہان پور کی نائب صوبے داری پر مقرر ہؤا ۔ صلابت جنگ کی حکومت میں ''ذوالفقار الدولہ قائم جنگ'' کے خطاب سے سرفراز ہؤا ۔

جب خاندیس کا علاقہ مرہٹوں کے قبضے میں چلا گیا تو وہ پریشانی اور ناداری کی حالت میں صلابت جنگ کے پاس حیدر آباد آیا [۸۳۴] اور صوبہ برار میں پرگنہ جل گاؤں جاگیر میں پاکر اس طرف روانہ ہؤا ۔ کچھ دن کے بعد ۱۱۷۹ھ (۱۷۶۵ع) میں اس دنیا سے رخصت ہوگیا ۔ آصف جاہ

---

۱ - تفصیل کے لیے دیکھیے لیٹر مغلس جلد دوم صفحہ ۱۳۱—۱۳۷ ، نظام الملک آصف جاہ ۱۷ دسمبر ۱۷۲۳ع کو رخصت لے کر دکن روانہ ہؤا (ب)

۲ - شکر کھیڑہ کی لڑائی کا ذکر ہے جو ۱۱ اکتوبر ۱۷۲۴ع کو ہوئی لیٹر مغلس جلد دوم صفحہ ۱۴۵ (ب)

۳ - کھر گاؤں بیجا گڑھ سرکار (مالوہ) میں تھا (آئین اکبری جلد دوم ، انگریزی ترجمہ) صفحہ ۲۰۶ (ب)

اس کے ساتھ امتیازی سلوک کرتا تھا۔ سلام کے وقت وہ (آصف جاہ) اس کے سر پر ہاتھ رکھتا تھا لیکن وہ اپنے کو بہت کچھ سمجھتا تھا، سادہ شعر کہتا تھا۔ موزوں اس کا تخلص تھا، یہ اس کا شعر ہے:

بیت

بے تو ہر گہ کہ بہ گلشن گذرے بود مرا
نکہت غنچہ و گل دردِ سرے بود مرا

اس کے لڑکوں میں سے کسی نے ترقی نہیں کی اور باپ کے بعد آگے پیچھے ملک عدم کو روانہ ہوگئے مگر خواجہ قدرت اللہ خاں زندہ ہے۔

[۸۳۵] مآثر الامراء کی پہلی جلد ختم ہوئی

اکبری سالہائے جلوس

اول سال جلوس ۲ ربیع الثانی ۹۶۳ھ تا ربیع الثانی ۹۶۴ھ
(فروری ۱۵۵۶ء تا جنوری ۱۵۵۷ء)

دوم سال جلوس ۲ ربیع الثانی ۹۶۴ھ تا ربیع الثانی ۹۶۵ھ
(فروری ۱۵۵۷ء تا جنوری ۱۵۵۸ء)

سوم سال جلوس ۲ ربیع الثانی ۹۶۵ھ تا ربیع الثانی ۹۶۶ھ
(جنوری ۱۵۵۸ء تا جنوری ۱۵۵۹ء)

چہارم سال جلوس ۲ ربیع الثانی ۹۶۶ھ تا ربیع الثانی ۹۶۷ھ
(جنوری ۱۵۵۹ء تا دسمبر ۱۵۵۹ء)

پنجم سال جلوس ۲ ربیع الثانی ۹۶۷ھ تا ربیع الثانی ۹۶۸ھ
(دسمبر ۱۵۵۹ء تا دسمبر ۱۵۶۰ء)

ششم سال جلوس ۲ ربیع الثانی ۹۶۸ھ تا ربیع الثانی ۹۶۹ھ
(دسمبر ۱۵۶۰ء تا دسمبر ۱۵۶۱ء)

ہفتم سال جلوس ۲ ربیع الثانی ۹۶۹ھ تا ربیع الثانی ۹۷۰ھ
(دسمبر ۱۵۶۱ء تا نومبر ۱۵۶۲ء)

ہشتم سال جلوس ۲ ربیع الثانی ۹۷۰ھ تا ربیع الثانی ۹۷۱ھ
(نومبر ۱۵۶۲ء تا نومبر ۱۵۶۳ء)

نہم سال جلوس ۲ ربیع الثانی ۹۷۱ھ تا ربیع الثانی ۹۷۲ھ
(نومبر ۱۵۶۳ء تا نومبر ۱۵۶۴ء)

دہم سال جلوس ۲ ربیع الثانی ۹۷۲ھ تا ربیع الثانی ۹۷۳ھ
(نومبر ۱۵۶۴ء تا اکتوبر ۱۵۶۵ء)

یازدہم سال جلوس ۲ ربیع الثانی ۹۷۳ تا ربیع الثانی ۹۷۴ھ
(اکتوبر ۱۵۶۵ء تا اکتوبر ۱۵۶۶ء)

دواز دہم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۷۴ھ تا ربیع‌الثانی ۹۷۵ھ
(اکتوبر ۱۵۶۶ع تا اکتوبر ۱۵۶۷ع)

سیز دہم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۷۵ھ تا ربیع‌الثانی ۹۷۶ھ
(اکتوبر ـ ۱۵۶۷ع تا ستمبر ۱۵۶۸ع)

چہار دہم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۷۶ھ تا ربیع‌الثانی ۹۷۷ھ
(ستمبر ۱۵۶۸ع تا ستمبر ۱۵۶۹ع)

پانز دہم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۷۷ھ تا ربیع‌الثانی ۹۷۸ھ
(ستمبر ۱۵۶۹ع تا ستمبر ۱۵۷۰ع)

شانز دہم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۷۸ھ تا ربیع‌الثانی ۹۷۹ھ
(ستمبر ۱۵۷۰ع تا اگست ۱۵۷۱ع)

ہفدہم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۷۹ھ تا ربیع‌الثانی ۹۸۰ھ
(اگست ۱۵۷۱ع تا اگست ۱۵۷۲ع)

ہجدہم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۸۰ھ ربیع‌الثانی ۹۸۱ھ
(اگست ۱۵۷۲ع تا جولائی ۱۵۷۳ع)

نوز دہم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۸۱ھ تا ربیع‌الثانی ۹۸۲ھ
(جولائی ۱۵۷۳ع تا جولائی ۱۵۷۴ع)

بیستم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۸۲ھ تا ربیع‌الثانی ۹۸۳ھ
(جولائی ۱۵۷۴ع تا جولائی ۱۵۷۵ع)

بست و یکم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۸۳ھ تا ربیع‌الثانی ۹۸۴ھ
(جولائی ۱۵۷۵ع تا جون ۱۵۷۶ع)

بست و دوم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۸۴ھ تا ربیع‌الثانی ۹۸۵ھ
(جون ۱۵۷۶ع تا جون ۱۵۷۷)

بست و سوم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۸۵ھ تا ربیع‌الثانی ۹۸۶ھ
(جون ۱۵۷۷ع تا جون ۱۵۷۸ع)

بست و چہارم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۸۶ھ تا ربیع‌الثانی ۹۸۷ھ
(جون ۱۵۷۸ع تا مئی ۱۵۷۹ع)

.. ت و پنجم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۸۷ھ تا ربیع‌الثانی ۹۸۸ھ
(مئی ۱۵۷۹ع تا مئی ۱۵۸۰ع)
.. ـ و ششم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۸۸ھ تا ربیع‌الثانی ۹۸۹ھ
(مئی ۱۵۸۰ع تا مئی ۱۵۸۱ع)
.. و هفتم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۸۹ھ تا ربیع‌الثانی ۹۹۰ھ
(مئی ۱۵۸۱ع تا اپریل ۱۵۸۲ع)
.. و هشتم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۹۰ھ تا ربیع‌الثانی ۹۹۱ھ
(اپریل ۱۵۸۲ع تا اپریل ۱۵۸۳ع)
.. و نهم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۹۱ھ تا ربیع‌الثانی ۹۹۲ھ
(اپریل ۱۵۸۳ع تا اپریل ۱۵۸۴ع)
.. سم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۹۲ھ تا ربیع‌الثانی ۹۹۳ھ
(اپریل ۱۵۸۴ع تا مارچ ۱۵۸۵ع)
سی و یکم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۹۳ھ تا ربیع‌الثانی ۹۹۴ھ
(مارچ ۱۵۸۵ع تا مارچ ۱۵۸۶ع)
سی و دوم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۹۴ھ تا ربیع‌الثانی ۹۹۵ھ
(مارچ ۱۵۸۶ع تا مارچ ۱۵۸۷ع)
سی و سوم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۹۵ھ تا ربیع‌الثانی ۹۹۶ھ
(مارچ ۱۵۸۷ع تا فروری ۱۵۸۸ع)
سی و چهارم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۹۶ھ تا ربیع‌الثانی ۹۹۷ھ
(فروری ۱۵۸۸ع تا فروری ۱۵۸۹ع)
سی و پنجم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۹۷ھ تا ربیع‌الثانی ۹۹۸ھ
(فروری ۱۵۸۹ع تا جنوری ۱۵۹۰ع)
سی و ششم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۹۸ھ تا ربیع‌الثانی ۹۹۹ھ
(جنوری ۱۵۹۰ع تا جنوری ۱۵۹۱ع)
سی و هفتم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۹۹۹ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۰۰ھ
(جنوری ۱۵۹۱ع تا جنوری ۱۵۹۲ع)

سی و ہشتم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۰۰ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۰۱ھ
(جنوری ۱۵۹۲ع تا دسمبر ۱۵۹۲ع)
سی و نہم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۰۱ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۰۲ھ
(دسمبر ۱۵۹۲ع تا دسمبر ۱۵۹۳ع)
چہلم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۰۲ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۰۳ھ
(دسمبر ۱۵۹۳ع تا دسمبر ۱۵۹۴ع)
چہل و یکم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۰۳ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۰۴ھ
(دسمبر ۱۵۹۴ع تا نومبر ۱۵۹۵ع)
چہل و دوم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۰۴ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۰۵ھ
(نومبر ۱۵۹۵ع تا نومبر ۱۵۹۶ع)
چہل و سوم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۰۵ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۰۶ھ
(نومبر ۱۵۹۶ع تا نومبر ۱۵۹۷ع)
چہل و چہارم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۰۶ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۰۷ھ
(نومبر ۱۵۹۷ع تا اکتوبر ۱۵۹۸ع)
چہل و پنجم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۰۷ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۰۸ھ
(اکتوبر ۱۵۹۸ع تا اکتوبر ۱۵۹۹ع)
چہل و ششم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۰۸ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۰۹ھ
(اکتوبر ۱۵۹۹ع تا ستمبر ۱۶۰۰ع)
چہل و ہفتم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۰۹ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۱۰ھ
(ستمبر ۱۶۰۰ع تا ستمبر ۱۶۰۱ع)
چہل و ہشتم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۱۰ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۱۱ھ
(ستمبر ۱۶۰۱ع تا ستمبر ۱۶۰۲ع)
چہل و نہم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۱۱ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۱۲ھ
(ستمبر ۱۶۰۲ع تا اگست ۱۶۰۳ع)
پنجاہم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۱۲ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۱۳ھ
(اگست ۱۶۰۳ع تا اگست ۱۶۰۴)
پنجاہ و یکم سال جلوس ۲ ربیع‌الثانی ۱۰۱۳ھ تا ربیع‌الثانی ۱۰۱۴ھ
(اگست ۱۶۰۴ع تا اگست ۱۶۰۵ع)

جہانگیری سالہائے جلوس

اول سال جلوس ۸ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۱۵ھ
(اکتوبر ۱۶۰۵ع تا ستمبر ۱۶۰۶ع)
دوم سال جنوس جمادی‌الثانی ۱۰۱۵ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۱۶ھ
(ستمبر ۱۶۰۶ع تا ستمبر ۱۶۰۷)
سوم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۱۶ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۱۷ھ
(ستمبر ۱۶۰۷ع تا ستمبر ۱۶۰۸ع)
چہارم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۱۷ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۱۸ھ
(ستمبر ۱۶۰۸ع تا اگست ۱۶۰۹)
پنجم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۱۸ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۱۹ھ
(اگست ۱۶۰۹ع تا اگست ۱۶۱۰ع)
ششم سال جلوس جمادی‌الثانی ۱۰۱۹ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۲۰ھ
(اگست ۱۶۱۰ع تا اگست ۱۶۱۱ع)
ہفتم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۲۰ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۲۱ھ
(اگست ۱۶۱۱ع تا جولائی ۱۶۱۲ع)
ہشتم سال جلوس جمادی، الثانی ۱۰۲۱ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۲۲ھ
(جولائی ۱۶۱۲ع تا جولائی ۱۶۱۳ع)
نہم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۲۲ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۲۳ھ
(جولائی ۱۶۱۳ع تا جون ۱۶۱۴ع)
دہم سال جلرس جمادی الثانی ۱۰۲۳ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۲۴ھ
(جون ۱۶۱۴ع تا جون ۱۶۱۵ع)
یازدہم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۲۴ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۲۵ھ
(جون ۱۶۱۵ع تاجون ۱۶۱۶ع)

دواز دہم سال جلوس ۸ جمادی‌الثانی ۱۰۲۵ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۲۶ھ
(جون ۱۶۱۶ع تا مئی ۱۶۱۷ع)
سیز دہم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۲۶ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۲۷ھ
(مئی ۱۶۱۷ع تا مئی ۱۶۱۸ع)
چہار دہم سال جلوس جمادی‌الثانی ۱۰۲۷ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۲۸ھ
(مئی ۱۶۱۸ع تا مئی ۱۶۱۹ع)
پانز دہم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۲۸ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۲۹ھ
(مئی ۱۶۱۹ع تا اپریل ۱۶۲۰ع)
شانز دہم سال جلوس جمادی‌الثانی ۱۰۲۹ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۳۰ھ
(اپریل ۱۶۲۰ع تا اپریل ۱۶۲۱ع)
ہفدہم سال جلوس جمادی‌الثانی ۱۰۳۰ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۳۱ھ
(اپریل ۱۶۲۱ع تا اپریل ۱۶۲۲ع)
ہجدہم سال جلوس جمادی‌الثانی ۱۰۳۱ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۳۲ھ
(اپریل ۱۶۲۲ع تا مارچ ۱۶۲۳ع)
نوز دہم سال جلوس جمادی‌الثانی ۱۰۳۲ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۳۳ھ
(مارچ ۱۶۲۳ع تا مارچ ۱۶۲۴ع)
بستم سال جلوس جمادی‌الثانی ۱۰۳۳ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۳۴ھ
(مارچ ۱۶۲۴ع تا مارچ ۱۶۲۵ع)
بست و یکم سال جلوس جمادی‌الثانی ۱۰۳۴ھ تا جمادی الثانی ۱۰۳۵ھ
(مارچ ۱۶۲۵ع تا فروری ۱۶۲۶ع)
بست و دوم سال جلوس جمادی‌الثانی ۱۰۳۵ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۳۶ھ
(فروری ۱۶۲۶ع تا فروری ۱۶۲۷)
بست و سوم سال جلوس جمادی‌الثانی ۱۰۳۶ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۳۷ھ
(فروری ۱۶۲۷ع تا جنوری ۱۶۲۸ع)

شاهجہانی سالہائے جلوس

ول سال حلوس ۷ جمادی الثانی ۱۰۳۷ھ تا جمادی الثانی ۱۰۳۸ھ
(حنوری ۱۶۲۸ع تا جنوری ۱۶۲۹ع)

دوم سال جلوس ۷ حمادی الثانی ۱۰۳۸ھ تا جمادی الثانی ۱۰۳۹ھ
(جنوری ۱۶۲۹ع تا حنوری ۱۶۳۰ع)

سوم سال جلوس ۷ حمادی الثانی ۱۰۳۹ھ تا جمادی الثانی ۱۰۴۰ھ
(جنوری ۱۶۳۰ع تا دسمبر ۱۶۳۰ع)

چہارم سال جلوس ۷ جمادی الثانی ۱۰۴۰ھ تا جمادی الثانی ۱۰۴۱ھ
(دسمبر ۱۶۳۰ع تا دسمبر ۱۶۳۱ع)

پنجم سال حلوس ۷ جمادی الثانی ۱۰۴۱ھ تا حمادی الثانی ۱۰۴۲ھ
(دسمبر ۱۶۳۱ع تا دسمبر ۱۶۳۲ع)

ششم سال جلوس حمادی الثانی ۱۰۴۲ھ تا جمادی الثانی ۱۰۴۳ھ
(دسمبر ۱۶۳۲ع تا نومبر ۱۶۳۳ع)

ہفتم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۴۳ھ تا جمادی الثانی ۱۰۴۴ھ
(نومبر ۱۶۳۳ع تا نومبر ۱۶۳۴ع)

ہشتم سال جلوس ۷ جمادی الثانی ۱۰۴۴ تا جمادی الثانی ۱۰۴۵ھ
(نومبر ۱۶۳۴ع تا نومبر ۱۶۳۵ع)

نہم سال جلوس ۷ جمادی الثانی ۱۰۴۵ھ تا جمادی الثانی ۱۰۴۶ھ
(نومبر ۱۶۳۵ع تا اکتوبر ۱۶۳۶ع)

دہم سال جلوس ۷ جمادی الثانی ۱۰۴۶ھ تا جمادی الثانی ۱۰۴۷ھ
(اکتوبر ۱۶۳۶ع تا اکتوبر ۱۶۳۷ع)

یاز دہم سال جلوس ۷ جمادی الثانی ۱۰۴۷ھ تا جمادی الثانی ۱۰۴۸ھ
(اکتوبر ۱۶۳۷ع تا ستمبر ۱۶۳۸ع)

دواز دہم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۴۸ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۴۹ھ
(اکتوبر ۱۶۳۸ع تا ستمبر ۱۶۳۹ع)
سیز دہم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۴۹ھ تا جمادی الثانی ۱۰۵۰ھ
(ستمبر ۱۶۳۹ع تا ستمبر ۱۶۴۰ع)
چہار دہم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۵۰ھ تا جمادی الثانی ۱۰۵۱ھ
(ستمبر ۱۶۴۰ع تا اگست ۱۶۴۱ع)
پانز دہم سال جلوس ـ جمادی الثانی ۱۰۵۱ھ تا جمادی الثانی ۱۰۵۲ھ
(اگست ۱۶۴۱ع تا اگست ۱۶۴۲ع)
شانز دہم سال جلوس ـ جمادی الثانی ۱۰۵۲ھ تا جمادی الثانی ۱۰۵۳ھ
(اگست ۱۶۴۲ع تا اگست ۱۶۴۳ع)
ہفدہم سال جلوس ـ جمادی الثانی ۱۰۵۳ھ تا جمادی الثانی ۱۰۵۴ھ
(اگست ۱۶۴۳ع تا جولائی ۱۶۴۴ع)
ہجدہم سال جلوس ـ جمادی الثانی ۱۰۵۴ھ تا جمادی الثانی ۱۰۵۵ھ
(جولائی ۱۶۴۴ع تا جولائی ۱۶۴۵ع)
نوزدہم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۵۵ھ تا جمادی الثانی ۱۰۵۶ھ
(جولائی ۱۶۴۵ع تا جولائی ۱۶۴۶ع)
بستم سال جلوس ـ جمادی الثانی ۱۰۵۶ھ تا جمادی الثانی ۱۰۵۷ھ
(جولائی ۱۶۴۶ع تا جون ۱۶۴۷ع)
بست و یکم سال جلوس ـ جمادی الثانی ۱۰۵۷ھ تا جمادی‌الثانی ۱۰۵۸ھ
(جون ۱۶۴۷ع تا جون ۱۶۴۸ع)
بست و دوم سال جلوس ـ جمادی الثانی ۱۰۵۸ھ تا جمادی الثانی ۱۰۵۹ھ
(جون ۱۶۴۸ع تا جون ۱۶۴۹ع)
بست و سوم سال جلوس ـ جمادی الثانی ۱۰۵۹ھ تا جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ
(جون ۱۶۴۹ع تا مئی ۱۶۵۰ع)
بست و چہارم سال جلوس ـ جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ تا جمادی الثانی ۱۰۶۱ع
(مئی ۱۶۵۰ع تا مئی ۱۶۵۱ع)

بست و پنجم سال جلوس ے ربیع الثانی ۱۰۶۱ھ تا جمادی الثانی ۱۰۶۲ھ
(مئی ۱۶۵۱ع تا اپریل ۱۶۵۲ع)
بست و ششم سال جلوس ے جمادی الثانی ۱۰۶۲ھ تا جمادی الثانی ۱۰۶۳ھ
(اپریل ۱۶۵۲ع تا اپریل ۱۶۵۳ع)
بست و هفتم سال جلوس ے جمادی الثانی ۱۰۶۳ھ تا جمادی الثانی ۱۰۶۴ھ
(اپریل ۱۶۵۳ع تا اپریل ۱۶۵۴ع)
بست و هشتم سال جلوس ے جمادی الثانی ۱۰۶۴ھ تا جمادی الثانی ۱۰۶۵ھ
(اپریل ۱۶۵۴ع تا مارچ ۱۶۵۵ع)
بست و نهم سال جلوس ے جمادی الثانی ۱۰۶۵ھ تا جمادی الثانی ۱۰۶۶ھ
(مارچ ۱۶۵۵ع تا مارچ ۱۶۵۶ع)
سیم سال جلوس ے جمادی الثانی ۱۰۶۶ھ تا جمادی الثانی ۱۰۶۷ھ
(مارچ ۱۶۵۶ع تا مارچ ۱۶۵۷ع)
سی و یکم سال جلوس جمادی الثانی ۱۰۶۷ھ تا جمادی الثانی ۱۰۶۸ھ
(مارچ ۱۶۵۷ع تا فروری ۱۶۵۸ع)

عالمگیری سالہائے جلوس

اول سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ تا شوال ۱۰۶۹ھ
(جولائی ۱۶۵۸ع تا جولائی ۱۶۵۹ع)

دوم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۶۹ھ تا شوال ۱۰۷۰ھ
(جولائی ۱۶۵۹ع تا جون ۱۶۶۰ع)

سوم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۷۰ھ تا شوال ۱۰۷۱ھ
(جون ۱۶۶۰ع تا جون ۱۶۶۱ع)

چہارم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۷۱ھ تا شوال ۱۰۷۲ھ
(جون ۱۶۶۱ع تا جون ۱۶۶۲ع)

پنجم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۷۲ھ تا شوال ۱۰۷۳ھ
(جون ۱۶۶۲ع تا مئی ۱۶۶۳ع)

ششم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۷۳ھ تا شوال ۱۰۷۴ھ
(مئی ۱۶۶۳ع تا مئی ۱۶۶۴ع)

ہفتم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۷۴ھ تا شوال ۱۰۷۵ھ
(مئی ۱۶۶۴ع تا مئی ۱۶۶۵ع)

ہشتم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۷۵ھ تا شوال ۱۰۷۶ھ
(مئی ۱۶۶۵ع تا اپریل ۱۶۶۶ع)

نہم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۷۶ھ تا شوال ۱۰۷۷ھ
(اپریل ۱۶۶۶ع تا اپریل ۱۶۶۷ع)

دہم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۷۷ھ تا شوال ۱۰۷۸ھ
(اپریل ۱۶۶۷ع تا اپریل ۱۶۶۸ع)

یاز دہم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۷۸ھ تا شوال ۱۰۷۹ھ
(اپریل ۱۶۶۸ع تا مارچ ۱۶۶۹ع)

دواز دہم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۷۹ھ تا شوال ۱۰۸۰ھ
(مارچ ۱۶۶۹ع تا مارچ ۱۶۷۰ع)
سیز دہم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۸۰ھ تا شوال ۱۰۸۱ھ
(مارچ ۱۶۷۰ع تا مارچ ۱۶۷۱ع)
چہار دہم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۸۱ھ تا شوال ۱۰۸۲ھ
(مارچ ۱۶۷۱ع تا فروری ۱۶۷۲ع)
پانز دہم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۸۲ھ تا شوال ۱۰۸۳ھ
(فروری ۱۶۷۲ع تا فروری ۱۶۷۳ع)
شانز دہم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۸۳ھ تا شوال ۱۰۸۴ھ
(فروری ۱۶۷۳ع تا جنوری ۱۶۷۴ع)
ہفدہم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۸۴ھ تا شوال ۱۰۸۵ھ
(جنوری ۱۶۷۴ع تا جنوری ۱۶۷۵ع)
ہجدہم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۸۵ھ تا شوال ۱۰۸۶ھ
(جنوری ۱۶۷۵ع تا جنوری ۱۶۷۶ع)
نوز دہم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۸۶ھ تا شوال ۱۰۸۷ھ
(جنوری ۱۶۷۶ع تا دسمبر ۱۶۷۶ع)
بستم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۸۷ھ تا شوال ۱۰۸۸ھ
(دسمبر ۱۶۷۶ع تا دسمبر ۱۶۷۷ع)
بست و یکم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۸۸ھ تا شوال ۱۰۸۹ھ
(دسمبر ۱۶۷۷ع تا دسمبر ۱۶۷۸ع)
بست و دوم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۸۹ھ تا شوال ۱۰۹۰ھ
(دسمبر ۱۶۷۸ع تا نومبر ۱۶۷۹ع)
بست و سوم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۹۰ھ تا شوال ۱۰۹۱ھ
(نومبر ۱۶۷۹ع تا نومبر ۱۶۸۰ع)
بست و چہارم سال جلوس یکم ذی قعدہ ۱۰۹۱ھ تا شوال ۱۰۹۲ھ
(نومبر ۱۶۸۰ع تا نومبر ۱۶۸۱ع

بست و پنجم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۰۹۲ھ تا شوال ۱۰۹۳ھ
(نومبر ۱۶۸۱ع تا اکتوبر ۱۶۸۲ع)

بست و ششم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۰۹۳ھ تا شوال ۱۰۹۴ھ
(اکتوبر ۱۶۸۲ع تا اکتوبر ۱۶۸۳ع)

بست و هفتم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۰۹۴ھ تا شوال ۱۰۹۵ھ
(اکتوبر ۱۶۸۳ع تا ستمبر ۱۶۸۴ع

بست و هشتم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۰۹۵ھ تا شوال ۱۰۹۶ھ
(ستمبر ۱۶۸۴ع تا ستمبر ۱۶۸۵ع)

بست و نهم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۰۹۶ھ تا شوال ۱۰۹۷ھ
(ستمبر ۱۶۸۵ع تا ستمبر ۱۶۸۶ع)

سیم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۰۹۷ھ تا شوال ۱۰۹۸ھ
(ستمبر ۱۶۸۶ع تا اگست ۱۶۸۷ع)

سی و یکم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۰۹۸ھ تا شوال ۱۰۹۹ھ
(اگست ۱۶۸۷ع تا اگست ۱۶۸۸ع)

سی و دوم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۰۹۹ھ تا شوال ۱۱۰۰ھ
(اگست ۱۶۸۸ع تا اگست ۱۶۸۹ع)

سی و سوم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۰۰ھ تا شوال ۱۱۰۱ھ
(اگست ۱۶۸۹ع تا جولائی ۱۶۹۰ع)

سی و چهارم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۰۱ھ تا شوال ۱۱۰۲ھ
(جولائی ۱۶۹۰ع تا جولائی ۱۶۹۱ع)

سی و پنجم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۰۲ھ تا شوال ۱۱۰۳ھ
(جولائی ۱۶۹۱ع تا جولائی ۱۶۹۲ع)

سی و ششم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۰۳ھ تا شوال ۱۱۰۴ھ
(جولائی ۱۶۹۲ع تا جون ۱۶۹۳ع)

سی و هفتم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۰۴ھ تا شوال ۱۱۰۵ھ
(جون ۱۶۹۳ع تا جون ۱۶۹۴ع)

سی و ہشتم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۰۵ھ تا شوال ۱۱۰۶ھ
(جون ۱۶۹۴ع تا جون ۱۶۹۵ع)
سی و نہم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۰۶ھ تا شوال ۱۱۰۷ھ
(جون ۱۶۹۵ع تا مئی ۱۶۹۶ع)
چہلم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۰۷ھ تا شوال ۱۱۰۸ھ
(مئی ۱۶۹۶ع تا مئی ۱۶۹۷ع)
چہل و یکم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۰۸ھ تا شوال ۱۱۰۹ھ
(مئی ۱۶۹۷ع تا اپریل ۱۶۹۸ع)
چہل و دوم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۰۹ھ تا شوال ۱۱۱۰ھ
(مئی ۱۶۹۸ع تا اپریل ۱۶۹۹ع)
چہل و سوم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۱۰ھ تا شوال ۱۱۱۱ھ
(اپریل ۱۶۹۹ع تا اپریل ۱۷۰۰ع)
چہل و چہارم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۱۱ھ تا شوال ۱۱۱۲ھ
(اپریل ۱۷۰۰ع تا مارچ ۱۷۰۱ع)
چہل و پنجم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۱۲ھ تا شوال ۱۱۱۳ھ
(مارچ ۱۷۰۱ع تا جولائی ۱۷۰۲ع)
چہل و ششم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۱۳ھ تا شوال ۱۱۱۴ھ
(مارچ ۱۷۰۲ع تا مارچ ۱۷۰۳ع)
چہل و ہفتم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۱۴ھ تا شوال ۱۱۱۵ھ
(مارچ ۱۷۰۳ع تا فروری ۱۷۰۴ع)
چہل و ہشتم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۱۵ھ تا شوال ۱۱۱۶ھ
(فروری ۱۷۰۴ع تا فروری ۱۷۰۵ع)
چہل و نہم سال جلوس یکم ذی قعده ۱۱۱۶ھ تا ۱۱۱۷ھ
(فروری ۱۷۰۵ تا فروری ۱۷۰۶ع)
پنجاہم سال جلوس یکم ذی قعد ۱۱۱۷ھ تا شوال ۱۱۱۸ھ
(فروری ۱۷۰۶ع تا جنوری ۱۷۰۷ع)

اشاریه

اعلام

ا

پ

ت ـ ٹ ـ ث

ج

چ

ح

خ

د

ذ

ر

ز

س

ش

ص - ض

ط ـ ظ

ع

غ

ف

ق

ک

م

ن

ن

و

ہ

ی

اماکن

ا

ب

پ

ت ، ٹ ، ث

ج

چ

ح

خ

د ـ ڈ

ر - ز

س

ش - ص

ع - غ

ف

ق

ک

گ

ل

م

ن

و

کتب

صحت نامہ

نوٹ: مطالعہ سے پہلے مندرجہ ذیل غلطیاں درست کر لیجیے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲	۱۱	درو زے	دروازے
۲۲	۲۱	وس	اس
۲۴	۱۷	قندھارا	قندھار
۲۴	۲۰	عبدالکبیر	عبدالحی
۳۳	۱۱	صحصم الدولہ	صمصام الدولہ
۴۶	۷	لہیں	انہیں
۴۸	۶	سے	نے
۶۹	۷	تمکین	تمکیں
۷۰	۱۴	میرزا حانی بیگ	میرزا جانی بیگ
۷۱	۲	مہیس دس	مہیش داس
۷۹	۱۷	حورای	حورای
۸۲	۶	دساہ	بادشاہ
۸۲	۱۶	گزارا	گزرانا
۹۶	۱۱	اسکر	مکر
۹۶	۱۴	(اسکندر حان)	(اسکندر خاں) نے
۹۸ / ۶۴۷ / ۶۵۳	۱۶ / ۱۱ / ۱۹	لاپروائی	بے پروائی
۱۲۱	۱۰	زدستس	زدستش
۱۲۲	۱۷	نمی - ہند	نمی‌دہند
۱۳۰	۶	عدم	علوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۰	۶	ابلم	اقلیم
۱۳۰	۷	سبعوں	مغلوں
۱۳۴	۲۴	جموسر	جمو
۱۳۸	۲۲	درسگی	درستی
۱۴۷	۶	گزارے	گزرانے
۱۶۵	۹	مسک بربادی	ملک کی بربادی
۱۶۶	۲۵	ہے	ندی ہے
۱۶۹	۱۲	دروغکی	داروغگی
۱۷۳	۱۹	لنحاک	لیحاک
۱۸۱، ۴۱۳	۲، ۲۴	حتکویہ	حمکوہ
۱۹۱	۱۱	کھمود	کہمرد
۲۰۶	۲۱	ماتحت	سوار
۲۰۶	۲۱	وظیفے میں	×
۲۰۷	۱۸	قرول بیگی	قراول بیگی
۲۲۸	۱۰	قراول بیگ	قراول بیگی
۲۲۹	۱۳	برلب	بلب
۲۲۹	۱۸	پھرنی	بھری
۲۳۹	۵، ۹، ۱۱	البسر	البسر
۲۵۰	۲	حود رانی	خودرائی
۲۵۱	۱۵	بخاں خاں	بخاں بیگ
۲۵۳	۳	پردل خان	پردل خاں کے
۲۵۶	۱۸	چماچہ	خمانچہ (فرید ابن)
۲۵۸	۶	خواجہ سرائے	خواجہ سرا نے
۲۶۵	۱۴	صد گوز	صد گوزو
۲۶۷	۱۸	پریشان ہو	پریشان ہو کر۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٢٦٩	١٧	یافث کی	یافث کی اولاد
٢٦٩	١٩	اولاد	×
٢٨٥	١٧	راہبری	رابیری
٢٨٧	١٧	محصوراں	محصورین
٢٨٨	٢٥	متکبر	متکمں
٢٨٩	٣	مدیر	مدبر
٢٩٤	١٠	بارے	بارے میں
٢٩٦	١	ادکار	افکار
٢٩٧	٢٣	دہبر	رہبر
٢٩٧	٢٥	سوداگری	سوداگری کا
٣٠٢	٩	بھی	×
٣٠٦	١	نند پال	نند پال
٣٢٧	١٤	اس نے علاوہ	علاوہ اس کے
٣٣٠	٢	تلبیب	تقلیب
٣٣١	٢٥	سید	سید
٣٣٤	١٣	تمغا	التمغا
٣٣٧	١٣	عہدہ	عمدہ
٣٥٣	٢١	جہانی	جہانداری
٣٥٧	٧	ہوکو	ہوکر
٣٧٠	١٩	کہیں	کیں
٣٨٦	٥	سلم شاہ نے	سلم شاہ کے
٣٨٧	٢٠	کچھ	کچھ میں
٣٨٩	٢٣	اوو	اور
٤٠٣	١٤	بانیش	ثانتش
٤٠٣	٢٤	ثقال	مثقال
٤٠٧	٣	دریائے علم خاں	آب علم خاں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٣١٢	٣	بھلیوں	بھیلوں
٣١٧	١٤	اماں	الہاں
٣٢٧	١١	سست	بست
٣٣٠	١٢	دونوں	×
٣٣٩	١	عدم ملک	ملک عدم
٣٤٣	٢٠	سربستہ	سرلستہ
٣٦٦	١	ساہ دراع	شاہ دداع
٣٧١	١٣	لڑکے کو	لڑکے
٣٧٤	٢٠	بدایوانی	بدایونی
٣٧٧	٥	جوار	جواز
٥١٤	٢٢	کینوں	دکنیوں
٥١٦	٤	اس سے	اس نے
٥٢٤	٧	کے	کرکے
٥٣٤	١٠	ریسم	ریشم
٥٣٩	٤	کامروں	کاوروں
٥٥١	٢٤	ریٹھہ	ایٹھہ
٥٦٢	٢١	حزد	خرد
٥٧٢	٦	آدھ گز	آدھا ہاتھ
٥٧٥	١٩	سردیاں	گرمیاں
٥٨٢	٧	انصاری کی	انصاری کے
٦٠١	١	کے	×
٦٠٣	١٠	٦٠٨	[٦٠٨]
٦٠٦	١٣	کے	کے یہاں
٦٠٩	٩	انکساری	انکسار
٦١٠	٢١	پس قدمی کے	پس قدمی
٦٥٧	١٢	مجبور	محور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦٥٤	١٣	برس	برس
٦٦٣	٣	عینک	طمنے
٦٧	١٦	ترکی	ترکی
٦٧١	١٥	جنجی انکہ	جنجی انکہ
٦٧٥	١	گزشتہ	گرشتہ
٦٧٩	٣	ا ا ا	رنع حاجت
٦٨٠	٢٢	بوجھ	بجھ
٦٩٧	١٩	کی وجہ سے	کے باوجود
٧٢١	٥	لاٹھی	لاٹھی
٧٢٢	١١	پیلی گاؤں	سنجھلی گاؤں
٧٣٣	٥	پانور	بانوز
٧٣١	١٦	آشنا ان	آسا
٧٣٧	٧	دنوں	دن
٧٥٧	٢٣	لاپرواہ	بے پروا
٧٦١	١٥	کی	دیکھی
٧٦٢	١	رحمت خاں	مرحمت خاں
٧٦٢	١	صادق خاں	صادق خان جاز عرق و عراق گھوڑے مع زین طلا
٧٦٢	٢	چاندی کی چوبوں اور	چاندی کی چوبوں کے ساتھ
٧٦٣	٢٢	ارادہ	ہر
٧٩٩	١٥	خواجہ ابوالکلام	خواجہ ابوالمکارم
٨٠٧	١٣	امیرالامراء حسن علی خان	امیرالامراء حسین علی خان